فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

۱۲۸۸ھ

الحمد للہ والمنہ کہ ربع ثالث فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب وعجم حمید خواص و عوام روزگار یعنے

جلد تیسری غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم مغفور نے کتاب الطلاق اور حاشیہ تک کیا تھا الی خاتمۃ الکتاب تصحیح و تکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی نے

مطبع صدیقی واقع بریلی میں باہتمام مولوی محمد منیر کے مطبوع ہوا

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمۂ در المختار

مضمون

تیسری جلد ترجمہ فتاوی عالمگیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لَمّا فرغ مِن حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد المعاملات
جبکہ ان سے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھی فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہے بحرالرائق
میں ہے کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ۱ حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے
۴ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں مگر حق العبد غالب ہے سو اول حقوق اللہ مذکور ہوئی یعنے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن اور
انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اوسکے بعد معاملات شروع ہوئے اور نہیں ابتدا نکاح سے ہوئی ہو اسلئے کہ اوسمیں معنی عبادت کا شمول ہے انتہے تو اس سے
معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہے اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہے لیکن بحرالرائق کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ فتح القدیر میں تصریح
ہے کہ ابتداء معاملات بیع سے نہیں بلکہ لقطہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہے ومناسبتہ للوقف اِذ الوقف
ازالۃ الملک لکن لا الی مالک وھنا الیہ فکانا کبسیط ومرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالہ ملک ہے لیکن وقف میں بعد ازالہ ملک
کے کسی مالک کیطرف ملک راجع نہیں اور یہاں یعنی بیع میں مالک کیطرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہوتی
ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کی مانند ہوئی مترجم کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود میں مرکب پر لہذا تعلیم میں بھی مقدم ہوا
بیع کو مرکب کی مانند کہا اسواسطے کہ بیع نفس الحقیقت مرکب نہیں ہو اسلئے کہ ازالہ امر اعتباری ہے تو اس سے ترکیب متحقق نہیں ہوسکتی وجمعہ لکونہ
باعتبارِ کلٍ من البیع والمبیع والثمن انواعاً اربعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم بیع مطلق ومرابحۃ تولیۃ
وتضیعۃ مساومۃ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف
فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ مترجم کہتا ہے یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہے اور مصدر
تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہے تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہیں یا
مفید ملک ہوگی فی الحال وہ نافذ ہے یا مفید ملک عند الاجازۃ ہے وہ موقوف ہے یا مفید ملک عند القبض ہے وہ فاسد ہے یا مفید ملک اصلا نہیں
وہ باطل ہے اور مبیع یا عین ہوگا یا دین پھر بھی یا عین یا جملہ اس سے خالی نہیں یا بیع العین بالعین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین بالدین ہے

وہ صرف ہی اور مراد دین سی یہان نقدین ہین یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سلم ہی یا بیع العین بالدین ہی وہ بیع مطلق ہے اور یہی قسم اکثر خلق مین رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اوسکو بیع مطلق کہا اور یہان دین سی وہ مراد ہی جو نقد اور نسیہ دونوکو شامل ہے اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہین یا بیع ثمن اول سے زائد ہی تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کم تر ہے وہ وضیعہ ہی یا بیع اوس ثمن پر ہے جسپر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوگیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہہ ہے کہ مصدر کو بمعنے مفعول لیجئے تو اب بیع کی مانند بیع کو بہی بصیغہ جمع مذکور کرنا صحیح ہوگا هی لغة مقابلة شیء بشیء مالًا اولا بدلیل وشروہ بثمن بخس بیع لغت مین عبارت ہی ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھہ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسفؑ کے بہائیون نے یوسفؑ کو بیچا ناقص ثمن سے هم کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تہی اطلاق مال کا انپر نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی مین مبادلہ مال کا مال سے شرط نہین لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت مین عبارت ہی تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع مین بہی اسیطرح ہی اور اسیطرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بہی تملیک مذکور سی عبارت ہی اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتی ہین مگر عرف مین لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہی انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بہائیون نے ۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تہا اور جسنے خرید کیا تہا اوسنے عزیز مصر کے ہاتہہ ۲۰ دینار کو بیچا تہا کذا فی الطحطاوی وهو من الاضداد اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہی یعنی خریدا اور فروخت دونومین مستعمل ہوتا ہی شرا کے لفظ کی مانند ویستعمل متعدیا وبمن للتاکید او باللام یقال بعتک الشیء وبعت لک فهو زائدة قاله ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہی دو مفعولونکے ساتہہ اور من کے ساتہہ تاکید کیواسطی یا لام کے ساتہہ مستعمل ہوتا ہی عرب بولتے ہین بعتک الشیء وبعتہ لک تو لام زائد ہے ایسا کچہہ کہا ہی ابن قطاع نے وباع علیه القاضی ای بلا رضاه اور بولتی ہین باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اوسکا مال بدون اوسکی رضامندی کے بیچ لیا هم کہتا ہی شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بہی متعدی ہوتا ہی اور عدم رضا علی کے لفظ سی ماخوذ ہوئی کہ مفید عدم اختیار ہے وشرعا مبادلة شیء مرغوب فیه بمثله خرج غیر المرغوب کتراب ومیتة ودم اور شرع مین بیع عبارت ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سی غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سی نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون هم کہتا ہے یہہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بہی صادق آتی ہے اسواسطی کہ اونمین بہی مبادلہ ہی مرغوب کا مرغوب سی اور وہ دونون وجہ مخصوص کی قید سی نہین نکل سکتی اسواسطی کہ وجہ مخصوص سی ایجاب اور قبول مراد ہی یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلة المال بالمال بالتراضی یعنے مال کو مال سے بدلنا برضاء عاقدین یہہ حقیقت ہی بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال مین داخل ہے اسواسطی کہ بحر الرائق مین ہے کہ مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اوسکا رکہہ چھوڑنا حاجت کیوقت کیواسطی ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیون کے تمول سی یا بعض آدمیون کے تقوم سی اور تقوم ثابت ہوتا ہی مالیت سی اور شرعًا اوسکی اباحت انتفاع سی سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ اور جو چیز لوگون کے نزدیک مال ہو لیکن اوس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہین چنانچہ شراب اور جبکہ دونون امر یعنے تمول اور اباحت نہون تو دونومین سی ایک بہی ثابت نہوگا چنانچہ خون کہ نہ اوسکو مال کہتی ہین نہ متقوم بولتے ہین علی وجه مفید مخصوص ای بایجاب او تعاط مبادلہ مذکور ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سی مراد ایجاب ہی یا تعاطی هم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہی اور اگر فقط ایجاب مراد لیجئے تو تبرع من الجانبین بیع مین داخل ہوجاوی اسواسطی کہ فقط ایجاب اوسمین بہی ہوتا ہی فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین یعنے باہم ایکدوسریکو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا هم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ تبرع

من الجانبين مبادلہ مین داخل ہے اور بوجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہین بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلہ پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط عوض دوجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ مین داخل تھا والھبة بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہو ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہین لیکن بنظر انتہا کے بیع ہے وخرج بمفيد ما لا يفيد فلا يصح بيع درهم بدرهم استويا وزنا وصفة اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین بیع درم کی درم سے جوکہ وزن اور صفت مین برابر ہین ہم کہتا ہے اور اگر ایکدرم کا وزن دوسری سے کم یا زیادہ ہو تو فاسد ہو بسبب بیاج کے نہ بسبب عدم فائدہ کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو چنانچہ ایک سفید ہو اور دوسرا سیاہ تو ظاہرا بیع جائز ہے بسبب فائدہ کے کذا فی الطحطاوی ولا مقايضة احد الشريكين حصة داره بحصة الآخر صيرفية اور صحیح نہین بدلنا اور مجرا کر لینا ایک شریک کا گہر کے حصہ کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیہ یعنے ایک گہر کے دو شریک ہین اور دونو نکے حصے برابر ہین سواونکا مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اسمین کچھہ فائدہ نہین ولا اجارة السكنى بالسكنى اشباه اور نہ اجارہ ایک گہر کے سکنے کا دوسری گہر کے سکنی سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیہ کے ہوتی اور وہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ويكون بقول وفعل اما القول فالايجاب والقبول وهما ركنه اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے اور یہہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہے فتح القدیر مین ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہو قولی ہو یا فعلی وشرطه اهلية المتعاقدين اور شرط بیع کی اہلیت ہو بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہے شرط بیع کی عاقدین مین تمیز اور وہ ولایت ہے جو ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اور اوسکی اثر کو سمجھتا ہو تو اوسکی بیع منعقد ہو اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہو تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونونکا وکیل ہو اوسکی بیع منعقد نہوگی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہین اور تمام اہل مجلس نے اوسکو سنا تو اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کی بحر الرائق مین چھتر شمار کی ہین جسکا جی چاہے اوسکو دیکھے ومحله المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کہتا ہے بیع مین شرط یہہ ہو کہ مال متقوم شرعا مقدور التسلیم ہو فی الحال یا فی الحال تو مال کی قید سے حر یعنے آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہوگیا مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا مبیع مین یہہ شرط ہو کہ مملوک ہو بیع کیوقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علے المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحكمه ثبوت الملك اور حکم اوسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہو بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہو اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہوگی ہم کہتا ہو ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہو اور اوسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہو اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اوسکی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر مبیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحكمته نظام بقاء المعاش والعالم اور جواز بیع کی حکمت انتظام ہے بقاد معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہے انسان حاجتمند ہو طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کیواسطے کہیت کا جوتنا پہر اوسمین بیج بونا پہر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پہر کہیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پہر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہوسکتا وعلے ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان مین اوسکو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ اوسکی حاجات روا ہون اسطرحپر کہ کچھہ خرید کرے اور کچھہ آپ کرے تو اگر بیع شرعا سبب تملیک بدلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شے

مطلوب کو یا زبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال کرتا یا صبر کرکے مرجاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہین تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے مین بقاء مکلفین محتاجین سے اور دفع حاجات ہے بطریق انتظام معقول کے کذا فی الفتح وصیغته مُبَاحٌ مکروہٌ حرامٌ واجبٌ اور بیع کی صفت یہ ہے کہ بعضی بیع مباح ہے اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانون مین کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اوسکا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونیکا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اوسکی خود مال تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وَثبوتُهٗ بالکتابِ والسُّنّةِ والاجماعِ والقیاسِ اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم کہتا ہے قران مین ارشاد ہوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث مین بکثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے یہان قیاس شرعی مراد نہین اسواسطے کہ یہان مقیس اور مقیس علیہ نہین بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش مین مستغنی نہین ہوسکتے فالایجابُ ہو ما یُذکرُ اوّلًا من کلامِ احدِ المتعاقدَیْنِ فالقبولُ ما یُذکرُ ثانیًا من الاٰخرِ سواءٌ کانَ بعتُ او اشتریتُ سو ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوگیا کہ قبول اوسکا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعتُ کا ہو خواہ اشتریتُ کا ہم کہتا ہے اگر بائع نے اول یون کہا کہ مین نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا مین نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یون کہا کہ مین نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدیر مین ہے کہ لغت مین ایجاب بمعنی اثبات ہے مطلقًا اور یہان اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضای اوّلی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے ممتاز ہو جاے الدالَّ علی التراضی قیّدَ به اقتداءً بالاٰیةِ وبیانًا للبیعِ الشرعیِّ ولِذا لم یلزمْ بیعُ المکرَہِ وانِ انعقدَ ولم ینعقِدْ معَ الهزلِ لعدمِ الرضاءِ بحکمهٖ معَهٗ هٰذا ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرانی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کردینے کو اسطے ولہذا اکراہ کی بیع لازم نہین ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھہ بیع منعقد نہین ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہین خوش طبعی کے ساتھہ اسکو دریافت کرنے ہم کہتا ہے بہتر یہہ تھا کہ مصنف الدال علے الرضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونو جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل نہین ہوتی بلکہ قبول کے ساتھہ تو کنز کی عبارت بہتر ہے مُبادلةُ المالِ بالمالِ بالتراضی اور قران مجید مین تراضی یون ارشاد فرمائی اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ اکراہ کی بیع صحیح موقوف ہے فضولی کی بیع کی مانند اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ بحر الرائق مین مصرح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اوسکی شرح مین مصرح ہے کہ ہزل یعنے خوش طبعی کے ساتھہ بیع منعقد ہو جاتی ہے اسواسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع مین لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہے تو شارح کا یون کہنا کہ ہزل کے ساتھہ منعقد نہین ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وَیَرِدُ علی التعریفینِ ما فی التاتارخانیة لو خرجا معًا صحَّ البیعُ اور ایجاب اور قبول دونون کی تعریفون پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھہ ہی نکلین تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت مین ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہین تو مصنف کی دونون تعریفین مسلّم نہین لکن فی القهستانی لو کانا معًا لم ینعقدْ کما قالوا فی السلامِ لیکن قہستانی مین ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھہ ہی ہون تو بیع منعقد نہو گی چنانچہ فقہا نے سلام مین کہا ہے یعنی اگر سلام اور اوسکا جواب ساتھہ ہی نکلین تو جواب ادا نہوگا اعادہ اوسکا لازم ہے یہہ شارح نے استدراک کرکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم وعلی الاوّلِ ما فی الاشباهِ تکرارُ الایجابِ مُبطلٌ للاوّلِ الّا فی عتقٍ وطلاقٍ علی مالٍ

وصحیح فی الصلح اور تعریف اول یعنے ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر عتق اور طلاق بعوض مال مین مبطل نہین اور اسکا ذکر کتاب الصلح مین آویگا ہم تکرار ایجاب کیصورت بیع مین صاحبین کے نزدیک یون ہے کہ بائع نے کہاکہ مین نے اسکو ہزار درم کو بیچا پھر بولا کہ مین نے اسکو دو سو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہاکہ مین نے قبول کیا تو یہہ قبول ایجاب ثانی کیطرف راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولے نے کہاکہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر بولا کہ تو آزاد ہے دو سو دینار پر سو غلام نے کہاکہ مین نے قبول کیا تو اوسپر دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہان گفتگو سے تکرار ایجاب مین اور اسیطرح نظم آیندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اول سے مراد یہہ ہے کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ بنسبت غیر قبول ثانی ہو یا یون کہو کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی المنظومۃ المحبیۃ ؎ وکل عقد بعد عقد جددا ٭ فابطل الثانی لانہ سدی ٭ فالصلح بعد الصلح اضحی باطلا ٭ کذا النکاح ما عدی مسائلا ٭ منہا الشراء بعد الشراء صححوا ٭ کذا الکفالۃ علی ما صرحوا ٭ اذ المراد منہما فی المحقق منہا اذا زیادۃ التوثق ٭ اور منظومہ محبیہ مین ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان سو اسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسیطرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسری نکاح سے مہر مسمی لازم نہین آتا مگر چند مسائل مین عقد ثانی باطل نہین ہوتا از انجملہ خرید بعد خرید کو علما نے صحیح کہا ہے اسیطرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین بموجب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق مین اسوقت یعنی درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا اصیل سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہین وھما عبارۃ عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملک والتملیک ماضیین کبعت اشتریت او حالین کمضارعین لم یقرنا بسوف والسین کابیعک فیقول اشتریہ او احدہما ماض والآخر حال ٭ اور ایجاب اور قبول عبارت ہے اُن دو لفظون سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دونو لفظین ماضی کی ہون چنانچہ بعت واشتریت یعنی مین نے بیچا اور مین نے مول لیا یا دونون لفظین حال کی ہون جیسے لغت عرب مین دو لفظ مضارع کے جن سے سوف اور سین متصل نہین چنانچہ ابیعک یعنے مین تیرے ہاتھ بیچتا ہون تو مشتری کہے اشتریہ یعنی مین اوسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرطیکہ نیت ایجاب فی الحال کذا فی النہر ہم شرح زیلعی مین ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اوس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ مین نے بیچا اور خرید کیا یا مین راضی ہوا یا اسکو لے بعوض اتنے کے اور برہان مین ہے یا بائع نے کہاکہ کھالے اس کھانے کو بعوض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کہایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اوسکا حلال ہے اور اگر بائع نے کہاکہ مین نے یہہ گھر یا یہہ غلام تجکو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہہ بیع بالاجماع صحیح ہے اور حاشیہ سری الدین مین ہے بائع نے کہاکہ جب تو مجکو اوسکی قیمت دے تو مین نے اوسکو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اوسی مجلس مین قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہاکہ وہ تیرے واسطے ہے اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا اگر مجکو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوتی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بحر الرائق مین ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہون گے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ اونمین معنی معتبر نہین اونین تو وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کیواسطے صراحۃ یا کنایۃ موضوع ہین اور جبکہ بائع نے ایجاب مین مخاطب کیطرف خطاب کیا تو قبول مین خطاب کرنا شرط نہین تو اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ اتنے پر بیچا اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا اور یون نکہا کہ مین نے تجہہ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی و لکن [illegible] الاول الی نیۃ بخلاف الثانی فان نوی بہ الایجاب للحال صح علی الاصح والا لا الا اذا استعملوہ للحال کاھل خوارزم فکالماضی کامبیعک الآن لتمحضہ للحال ٭ ولیکن اول یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کو اسطے نیت کی کچھ حاجت نہین بخلاف

مین بطریق ادانے بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہوگی اور بنا بر تصریح بحرالرائق کے جو خلاصہ غیرہا مین ہے وہ اسی پر محمول ہے م یعنی خلاصہ
کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح مین خلاصہ سے یون نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی مین یہہ بھی ضرور ہے
کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہے انتہی یعنی تصریح قید متارکہ
خود خلاصہ مین موجود ہے تو بحرالرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہے اور حموی کیطرح نہرالفائق مین بھی خلاصہ کی روایت منقول ہے وتمامہ فی
الاشباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی علی الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد
مین اس قاعدہ کے تحت مین مذکور ہے کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدہ کے تحت مین کہ جسکی بنا فاسد پر ہوئی وہ
خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا وقیل لابد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین
وعلیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الحلوانی واکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثۃ اقوال
وقد علمت المفتی بہ اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بیع التعاطی مین اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوکا دینا ضرور ہے طرسوسی نے کہا اسی قول
پر اکثر علما ہین اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہے اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہے اور کرمانی نے اکتفا کیا ہے مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھہ تو
اسمین منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کو م قول اول یہہ ہے کہ ایک کا دینا کافی ہے خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول
ثانی یہہ ہے کہ تعاطی مین دونو کا دینا ضرور ہے اور تیسرا قول منفصل کرمانی کا ہے کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھہ کافی ہے اور منشاء اس اختلاف
کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہہ تفسیر تعاطی مین اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہے اور بعضی مقام مین اعطاء احد
الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہے اور بعضی مکان مین تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہین بالجملہ اعطاء احد الجانبین
کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی وحررنا فی شرح الملتقی صحۃ الاقالۃ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہمنے تحریر کی ہے شرح
ملتقے مین صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع مین خاص نہین م شرح ملتقی مین صحت اقالہ احد
الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کی صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہرالفائق سے منقول ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ما یستجرہ
الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا جو چیزین آدمی لیتا ہے بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ
بائع اوس سے ان چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد اونکی استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہے م بحرالرائق مین ہے کہ معقود
علیہ کی شرائط سے یہہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہوگی لیکن اس قاعدہ سے وہ مسئلہ مستثنی ہے جو قنیہ مین ہے کہ جن چیزون کی بقال سے بدون
بیع کے لینے کی عادت ہے علی وجہ الخرج یعنی بطور اوچاپت کی جیسا کہ مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد منعدم ہونے کے تو صحیح ہے انتہی تو یہان
معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی بیع البراءات التی یکتبہا الدیوان علی العمال لا یصح بخلاف بیع حظوظ الائمۃ لان مال الوقف
قائم ثمۃ ولا کذلک ہنا اشباہ وقنیۃ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبزہ قبل قبضہ من المشرف بخلاف الجندی بحر وتعقبہ
فی النہر بیچنا تنخواہ کی ان چٹھیونکا جنکو متصدیان دفتر عاملون پر لکھدیتے ہین صحیح نہین بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ اونکی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ وقف
کا مال وہان قائم اور موجود ہے اور ویسا نہین ہے یہان یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہین بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے
کذا فی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنیوالے مشرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری
سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہرالفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے م نہرالفائق مین کہا کہ ظاہرا قنیہ کی روایت ضعیف ہے اسواسطے کہ فقہا کا اسپر
اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہین اور اسیطرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہین تو اوسکی بیع کہان صحیح ہوگی اور اوسکو یاد رکھنا چاہیئے
وہبان نے کتاب الشرب مین کہا ہے کہ قنیہ کی روایت مخالف قواعد کے التفات کے لائق نہین جبتک کہ دوسرے کی نقل سے اوس کی تائید نہو انتہی ملخصا

وَاَفتی المصنفُ ببطلانِ بیعِ الجامکیۃ لِمَا فی الاشباہ بیعُ الدَّینِ اِنّما یجوزُ مِنَ المدیونِ اور فتوی دیا ہی مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ
بیچنا باطل ہے اسواسطی کہ اشباہ مین ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہین مگر مدیون سے جائز ہی ہم جامکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہین جو سلطان یا امیر
نے اوسکو واسطی بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہے تو اگر سپاہی چاہی کہ دو چار مہینے کی چڑہی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھہ بیع کرے تو
جائز نہین اسواسطی کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہی اور دین کا بیچنا غیر مدیون سی جائز نہین اور مدیون سے بیچنے کیصورت یہہ ہی کہ کپڑا بیچا بعوض
غلام کے سوا ایک نے غلام پر تو قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اوسی شخص کے ہاتھہ بیچا چند دراہم معینہ کی عوض تو بیع صحیح ہے اور
اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہین اسواسطی کہ یہہ بیع ہی منقول کی اوسکے مقبوض ہونے سی پہلے اور یہہ جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا د
فی الاشباہ لایجوزُ الاعتیاضُ عن الحقوقِ المجرّدۃ کحقِّ الشفعۃ وعلی ھذا لایجوزُ الاعتیاضُ عن الوظائفِ بالاوقافِ اور فتاوی مصنف
اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سی خالی ہین جیسا کہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہین عوض
لینا اوقاف کے وظائف کا ہم۔ وظائف سی مراد امامت اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ مین ہے کہ حقوق مجردہ سی عوض
کرنا جائز نہین حق مجرد کی قید اسواسطی لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفیہا فی اٰخرِ بحثِ تعارُضِ العُرفِ مع
اللُّغۃِ المذھبُ عدمُ اعتبارِ العرفِ الخاصِ لکن افتی کثیرٌ باعتبارہٖ وعلیہِ فیُفتیٰ بجوازِ النزولِ عن الوظائفِ بمالٍ اور اشباہ کی تعارض
عرف اور لغت کی آخر بحث مین ہی کہ ظاہر مذہب یہہ ہی کہ عرف خاص کا اعتبار نہین لیکن بہت علمانے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہی تو بموجب
اسکے فتوی دیا جاتا ہی وظائف اوقاف سی کنارہ کرنیکے جواز کا بعوض مال کے ہم یہہ قول مخالف نہین قول سابق سی کہ اعتیاض حقوق مجردہ سی جائز
نہین اسواسطی کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہین ظاہر الروایۃ مین اور یہہ قول متفرع ہی قول مفتی بہ پر کہ عرف خاص معتبر ہی بنای
احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سی مراد متعامل عام ہی جو سب لوگون مین رائج اور مشہور ہو اور عرف خاص سی مراد وہ ہی
چند لوگون مین رائج ہو چنانچہ فقہا مین خلاصہ یہہ ہی کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہی لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم
اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنی فتاوی مین کہا کہ جواز نزول کیواسطی کوئی اصل معتمد نہین لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت
کے اسپر چلتے ہین اور بعضی علمانے جواز نزول پر اس سی استدلال کیا ہی کہ امام حسن نے معاویہ سی نزول عن الخلافۃ پر صلح کی اوسقدر مال پر جو ہر سال
اونکو کافی ہو اور حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وبلزومِ خُلُوِّ الحوانیتِ فلیس لِرَبِّ الحانوتِ اخراجُہ ولا اجارتُہا
لِغیرہٖ ولو وقفًا انتھی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہی خلو دکاکین کے لزوم پر تو دکانون کے مالک کو صاحب خلو کا خارج کر دینا جائز
نہین اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اوسکے سوا کو اگرچہ دکانین وقف ہون انتہے ما فی الاشباہ ہم حقیقت خلو یہہ ہی کہ دافع دراہم اوس منفعت کا
مالک ہو جسکے مقابلہ مین اوسنی دراہم دئی خواہ یہہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہہ ہے کہ وقف مین مکانات قریب الانہدام ہون تو واقف
یا ناظر وقف اوس شخص کو بکرایہ دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھہ صرف کریگا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت
عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ ہوا اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جاے تو صاحب خلو دو تہائی مین واقف کا شریک ہوگا
بعد اسکے سو اگر ان مکانات مین پہر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ مین واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم
کرنا چاہیے کہ جواز خلو مین اختلاف ہی مقدسی حنفی اور اجہوری مالکی اوسکو باطل کہتے ہین اور صاحب اشباہ وغیرہ اوسکے جواز اور لزوم کے قائل
ہین اسواسطی کہ اوقاف مصر مین ہے کہ دکاکین بازار کی اراضی جبکہ ان لوگون کے پاس اجارہ ہو جنہون نے دکانونکو بنایا ہی تو وقف جائز ہے
اسواسطی کہ ہمنے ان دکانونکو اونکے تصرف مین دیکھا کہ اونکو بیچڈالتے ہین اور اونکو میراث لیتے ہین سلطان اون سی مزاحمت نہین کرتا اون
لوگونپر تو فقط غلہ اور محصول موجود یا کرتے ہین یہی عادت جاری ہی متاخرین کی مدتہای دراز سی انتہے ولہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دکان کو

اوسکا خارج کرنا اور غیر شخص کو اوسکا اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ دوکان اصل مین وقف ہوا نتہے اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو مین ایک مستقل رسالہ لکہا ہی اور صحت خلو کی شرط یہہ ہے کہ دراہم مسند ولہ جہت وقف مین صرف ہون سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہین اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہین اور واقع دراہم کیواسطے خلو مقرر کر دیتے ہین تو یہہ خلو صحیح نہین اور فائدہ خلو کا یہہ ہی کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہی تو اوسپر ملک کے احکام جاری ہونگے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور ادای دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت ہوات تو اوسمین حق شفعہ بہی جاری ہوگا علامہ حموی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہے اسواسطے کہ اسپر بکثرت عمل جاری ہو گیا ہے تمام ممالک مین خصوصاً دیار مصریہ مین تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہیئے بارتکاب اخف الضررین اسواسطے کہ حکم بطلان ہی تضییع اموال خلق اور کثرت اختصام بین الانام لازم آتا ہی علی الخصوص جبکہ وقف مین خیرات اور حسنات ہین تو اوسکی ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر مختصراً وفی معین المفتی للمصنف معزیاً للولوالجیۃ عمارۃ فی ارض بیعت فان بناءً او اشجاراً جاز اوہ مصنف کی کتاب معین المفتی مین ہے والوالجیہ کیطرف نسبت کرکے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی سو اگر عمارت بنای مکان سے یا درخت ہین تو بیع جائز ہے ہم کہتے ہین فقط عمارت پر بیع واقع ہوتی بلا ذکر ارض چنانچہ کسیکی عمارت وقف کی زمین مین ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ بطور جبکہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہی کیونکہ مکان اور درخت مال ہین اور ثمن مشتری پر لازم ہی کذا فی حاشیۃ الدر فی وان کراباً او کری انہار ونحوہ مما لم یکن ذلک بمال ولا بمعنی مال لم یجز انتہی اور اگر عمارت کہودی ہوئی زمین سے یا نہر کا کہودنا اور صاف کرنا ہی مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اسکے اوس قسم سے کہ جو چیز نہ خود مال ہے نہ بمعنی مال تو بیع اوسکی جائز نہین انتہی ما فی الولوالجیہ ہم جوتنے اور صاف کرنے کی مانند زمین کا ہموار کرنا ہی اونچ نیچ سے اور لابمعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہے بطریق خلو کے کذا فی الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لا یجوز وکذا رہنہا ولذا جعلوہا الان فراغاً کالوظائف فلیحرر انتہی قلت ذکرہ فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی مین کہا اور ولوالجیہ کی عبارت کا مقتضا یہہ ہی کہ بیع مسکہ جائز نہین اور اسیطرح اسکا رہن جائز نہین اور اسواسطے اب علمائے اسکو فراغ قرار دیا ہے یعنی مسکہ کو مثل فراغ کیا ہی مثل ان متعلقات وقف کے تو اسکی تحریر و تنقیح کرنی چاہئے انتہی ما فی معین المفتی - اور قریب ہی کہ ہم اسکو بیع الوفا مین ذکر کرینگے ہم در المختار کے محشیونکا کلام اسمقام مین مختلف ہی لفظاً و معنی طحطاوی نے بیع السکۃ ضبط کیا ہی بحذف میم اور شرح اوسکی یون کی ہی کہ بیت سکہ یعنی کوچہ غیر نافذہ ہی کے حق مرور کی بیع جائز نہین اور شیخ ابو الطیب اور شیخ عابد سندی مدنی نے مسکہ باضافہ میم ضبط کیا ہی اور اکثر نسخ در المختار کے اسیکے موافق ہین پہر مسکہ کی مراد مین اختلاف ہی شیخ ابو الطیب نے کہا کہ ظاہراً مسکہ بالضم سے کنوئین کا کہودنا سخت مکان مین مراد ہی کذا فی القاموس تو بیع اس مکان کی نہر کہودنے کی بیع کی مانند ہے انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسکہ سکہ اور مسکہ حفر بیر کے لئے فراغ کا لفظ مناسب نہین اسواسطے کہ فراغ اوسکو کہتے ہین کہ کوئی چیز کسی انسان کیواسطے سلطان کیطرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پہر وہ انسان وہ چیز دوسرے کیواسطے ٹہرا دے کچہہ عوض لیکر تو کنوئین کہودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجکو نہ معنی معلوم ہوتا ہی تو بہتر یہہ ہے کہ مسکہ سے یہہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر گہر موقوف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دیدے عوض لیکر تو اسکو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہی کیونکہ قاموس مین منجملہ معانی مسکہ یہہ بہی مذکور ہے کہ المسکۃ ما تمسکت بہ اور مفتی ابو السعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہی کہ مسکہ متعلق بوقف ہی نہ متعلق بحکم بیر انتہی واللہ اعلم وینعقد ایضاً بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ فانہ بوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین وتمامہ فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہی ایک لفظ سے بہی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع مین اور باپکے بیچنے مین اپنے طفل سے اور اوسکی مول لینے مین طفل سے اسواسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کے اوسکی عبارت دو عبارتون کی برابر ٹہرائی گئی اور پورا بیان اسکا درر مین ہی ہم یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہی اسطرح کہ کہے کہ مین نے اسکی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کیواسطے تو جائز نہین کذا فی البحر اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجہے مول لیدے تو بیع جائز نہین اور اگر وصی اوسکی چیز آپ خرید

کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازیہ یعنے دس درم کی قیمت والی کو بیس درم دیکر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت بیٹے طفل سے منفعت طفل بشروط نہین و نور شفقت کے سبب سے فَاِذَا اَوْجَبَ وَاحِدٌ قَبِلَ الاٰخَرُ بائعاً کَانَ اَوْ مُشْتَرِیاً فِی الْمَجْلِسِ لاَ بَعْدَهٗ وَاِنْ کَانَ خِیَارُ الْقَبُولِ مُقَیَّدٌ بِهٖ پھر جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا خواہ بائع ہو یا مشتری اوسکو قبول کرے مجلس مین اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید بمجلس ہے یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت مین کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طحطاوی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہے جسمین وہ قول اور فعل نپایا جاے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کر دے اگرچہ اعراض کیواسطے نہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ متغیر ہو کُلَّ الْمَبِیْعِ بِکُلِّ الثَّمَنِ اَوْ تَرَکَ لِئَلاَّ یَلْزَمَ تَفْرِیْقُ الصَّفْقَةِ مجلس ایجاب مین عاقد ثانی کل مبیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ لازم نہ آوے صفقہ عبارت ہے ہاتھہ کو ہاتھہ پر مارنے سے بیچنے کیوقت اور اب اصطلاح فقہ مین صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنے خیر کیلی اور وزنی چیز مین یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اسمین بعض مبیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا جائز نہین تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یون ایجاب کیا کہ مین نے یہہ دس امرود یا پونڈے یا لیمون چار پیسے کو تیرے ہاتھہ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس مین چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیمون کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ مین نے پانچ امرود یا لیمون کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہوگی کیونکہ قبول مخالف ہوگیا ایجاب کے اِلاَّ اِذَا اَعَادَ الْاِیْجَابَ وَالْقَبُوْلَ تفریق ایجاب جائز نہین مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کرین تو بیع جائز ہوگی دوسری ایجاب اور قبول سے نہ اول سے اَوْ رَضِیَ الْاٰخَرُ وَکَانَ الثَّمَنُ مُنْقَسِماً عَلَی الْمَبِیْعِ بِالْاَجْزَاءِ کَمَکِیْلٍ وَمَوْزُوْنٍ یا راضی ہوجاے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر چنانچہ کیل اور موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہوسکتا ہے مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے دس سیر گیہون دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ مین نے پانچ سیر گیہون پانچ آنے کو خرید کیے اور بائع اسپر راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی سو اس صورت مین قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہوگئی اور ایجاب اول باطل ہوگیا وَاِلاَّ وَاِنْ رَضِیَ الْاٰخَرُ لِعَدَمِ جَوَازِ الْبَیْعِ بِالْحِصَّةِ اِبْتِدَاءً کَمَا حَرَّرَہٗ الوانی اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہو تو بیع جائز نہین اگرچہ دوسرا شخص تفریق بالقبول پر راضی ہوجاے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا مین جائز نہین کذا حررہ الوانی فی المحشی للدرر ہم اگر انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہو بلکہ انقسام بالقیمۃ ہو یعنے مبیع کے اجزا متفاوت القیمۃ ہون چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑونکو بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ بائع راضی ہوجاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا مین جائز نہین اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اوسکے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید سے راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا مین عارض ہوئی نہ ابتدا مین اور عدم جواز بیع مذکور اوس صورت مین ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علحدہ علحدہ مذکور نکی ہو کذا فی الطحطاوی اَوْ بَیَّنَ ثَمَنَ کُلٍّ کَقَوْلِهٖ بِعْتُهُمَا کُلَّ وَاحِدٍ بِمِائَةٍ وَاِنْ لَّمْ یُکَرِّرْ لَفْظَ بِعْتُ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَھُوَ الْمُخْتَارُ کَمَا فِی الشُّرُنْبُلَالِیَّةِ عَنِ الْبُرْهَانِ یا ہر ایک کا ثمن علحدہ علحدہ بیان ہوگیا ہو چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑونکو بیچا ہر ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعتُ کا دوبار نکہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے ہم صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے مین کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ بیع چنانچہ اوسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ مین تکرار لفظ بھی شرط ہے اسطرح پر کہ بِعْتُكَ هٰذَيْنِ الْعَبْدَيْنِ بِعْتُكَ هٰذَا بِخَمْسِمِائَةٍ وَبِعْتُكَ هٰذَا بِخَمْسِمِائَةٍ یعنے ان دو غلامونکو تیرے ہاتھہ مین نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض مین نے بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض مین نے بیچا اور فتح القدیر مین صاحبین کے قول کو یون ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے کہ ظاہرا بائع کی غرض

یہہ ہو کہ دونون مین سے کوئی بک جاے اور اگر دونو نکو کیبار گی بیچا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بیفائدہ تہا وما لم يقبل بطل الايجاب اِن رجع الموجب قبل القبول او قام احدهما وان لم يذهب عن مجلسه على الراجح نهر وابن الكمال فانه كمجلس خيار المخيرة وكذا سائر التمليكات فتح اور جبتک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنیوالے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنے یون بولا کہ مین نہین بیچتا یا نہین خرید کرتا یا دونون مین سے کوئی کہڑا ہو گیا اگرچہ اوس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر وہکذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کی مانند ہے کہ بمجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسیطرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم نہر الفائق مین ہے اختلاف مجلس اوس عمل کے اشتغال سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کہانا اور پینا اور نماز پڑہنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کہانا یا پانی پینا اوس برتن سے جو ہاتھہ مین تہا ایجاب کیوقت اور سو جانا در صورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہین بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑہتا تہا سو اوسنے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز مین دوسری رکعت پڑہکر قبول کریگا تو بہی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دیگا اور چار پڑہکر قبول کریگا تو صحیح نہین اور چلنا تو مطلقا ظاہر الروایت مین اختلاف مجلس کا سبب ہے یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کیحالت مین خرید و فروخت کرین تو بیع صحیح نہو گی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونو سوار ہون اور طحطاوی وغیرہ کا یہہ مختار ہے کہ اگر نے الفور متصل قبول کیا چلنے کیحالت مین تو جائز ہے اور محیط مین اسکی تصحیح ہے اور خلاصہ مین ہے کہ ایک دو قدم چلنے مین جائز ہے مجمع التفاریق مین کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور مجتبی مین ہے کہ مجلس متحد وہ ہے کہ جسمین احد المتعاقدین بجز گفتگوی ایجاب اور قبول کے اور کام مین مشغول نہون یا وہ اشتغال نکرین جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گہر کی مانند ہے تو مجلس منقطع نہو گی اوسکی چلنے سے اسواسطے کہ بائع اور مشتری اوسکو ٹہرانے پر قادر نہین انتہی اور فتح القدیر مین سوای خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہین کذا فی الطحطاوی واذا وجدا لزم البيع بلا اختيار الا بعيب او رؤية خلافا للشافعي اور جبکہ ایجاب اور قبول پائے گئے تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین سوای خیار العیب اور خیار الرؤیۃ کی بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنی شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسیکو نقض بیع مین اختیار نرہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسیطرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہے کہ بائع اور مشتری دونونکو بقای مجلس تک اختیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہین جب تک جدا نہین ہوئے شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین مذکور کیا وحديثه محمول على تفرق الاقوال اذ الاحوال ثلث قبل قولهما وبعده وبعد احدهما والطلاق المتبايعين فى الاول مجاز وفى الثانى مجاز الكون وفى الثالث حقيقة فيحمل عليه اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اسواسطے کہ یہان تین حالات محتمل ہین قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت مین مجاز ہے باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت مین مجاز ہے باعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت مین حقیقت ہے تو اوسی پر محمول ہوگا ہم حدیث ممدوح مین تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہے اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہین بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یون کہنا کہ مین نہین مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے اونکو متبایع بولنا بہی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا تو متشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا ہی حقیقت ٹہرا اور متشاغل اوسوقت صادق آتا ہے جبکہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نکرے لہذا یہی بالیقین مراد ٹہرا اور یہہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہہ تقریر ہے ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہہ ہوا کہ جو دو شخص خرید فروخت کی گفتگو کر رہے ہین ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہین دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نکرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکہے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بہی مجاز سے خالی نہین اسواسطے کہ

کہ جب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایک ہی بائع ثابت ہو نہ متبایعین اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ اول سواضع سے ہے یہان حقیقت بعض لفظ کہ معنی مین صادق
آتی ہے جیسے مخبر کی حقیقی معنی صادق نہین مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعۃً حاصل نہین بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے
بولنے سے مخبر کہنا اوسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث مین تفرق کی اسناد متبایعین کیطرف صریحاً ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکیگا اوسکا
جواب یہہ ہے کہ شرع اور عرف مین تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ یعنے متفرق نہین ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث مین وارد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا
تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث مین افتراق رجال سے صریحاً افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے
دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ ہین اور قیاس قال اللہ تعالے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور
بیع عقد ہے قبل تخیر کے وقال اللہ تعالے وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ یعنے نہ کہاؤ اپنے اموال کو فیما بین خود
بطریق باطل کے مگر یہہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت برضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو
اس آیت مین حق تعالی نے خرید کی چیز کے کہانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنے گواہ کرلو جبکہ باہم بیع کرو
اس آیت مین توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار
ثابت ہو اور بیع لازم نہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا تا قرآن اور حدیث کے
مطلب مین اختلاف باقی نرہے اور قیاس کی دلیل یہہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک اونمین سے
عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیار مجلس مجرد اوس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علے ہذا القیاس بیع بہی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر
بتصرف وَشَرْطُ صِحَّتِهِ مَعْرِفَةُ قَدْرِ مَبِيعٍ وَثَمَنٍ اور بیع صحیح ہونے کیواسطے مشروط ہے مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت ہم مصنف نے لفظ
معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور انکا ذکر کرنا شرط نہین سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھ
خرید فروخت کا رواج نہو تو بیع صحیح نہین تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گہر مین ہے منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب
کے اور مشتری نہین جانتا کہ اوسمین کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہے تیرے
ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اوسکو نجانتا ہو اسواسطے کہ جہالت ما فی البیت کمتر ہے جہالت ما فی الدار سے تو نہایت جہالت نہوئی جو مانع ہے
صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکین ذات کے پانی کی مثلاً خرید کریگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہے
تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکہال اور گہڑے کا اور یہہ استحسان ہے اور قیاس مین جائز نہین اگر اوسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہہ قول
امام کا ہے اور ظاہر ظہیریہ جواز پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اوس صورت مین شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہین چنانچہ زید
نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پہر زید نے اوسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اوسکی
مقدار کو نجانتے ہون اور اسیطرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اوسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا
شخص یا بقدر اپنی راس المال کے یا بیچنا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اوس ثمن کو نجانا یہانتک کہ جدا ہو گئے اور اگر اوسی مجلس مین علم
حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہے مع الخیار اور اگر کوئی چیز خریدی سونے سے بوزن اوس پتہر کے تو جائز نہین اسواسطے کہ پتہر کا وزن معلوم نہین اور اگر اوسکا
وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق کہا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونون کو شامل ہے اسیواسطے
بزازیہ مین کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اس گہر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خرید کیا اور اوس شہر مین دراہم اور
دنانیر اور فلوس سے خرید کرنیکا رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ مین سے کوئی چیز ذکر نکی تو گہر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر

کی جیبون پر منعقد ہوگی اور اگر انکے سوا اور چیز سے خرید فروخت کا رواج ہو گا تو اسپر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوئی تو
معدود متعین ہو جائیگا مبیع سے مناسبت ہو دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت مین شک پڑیگا تو بیع تمام نہوگی کذا فی الطحطاوی عن الخیر الفتح
مفسادًا وَصِفِ ثمنٍ کمصریٍّ ودمشقیٍّ اور صحت بیع کیواسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہو جیسا کہ درم کا مصری ہونا یا دمشقی ہم مصنف اور صاحب
کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ادنیٰ دیگا کہ ناقص دی اور بائع
چاہیگا کہ عمدہ لی تو بیع مشروع ہونیکا فائدہ حاصل نہوگا مصنف نے وصف ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ وصف مبیع کی معرفت شرط نہین اور بدائع مین
مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہین بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اوسکی بیع جسکو نہین دیکھا
کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جسکے حاصل ہوشی مین تو موجب ہوا وس شی کے حسن یا قبح کا کذا فی سعدی الشلبیۃ چنانچہ روپیہ
یا اشرفی کا کہرا ہونا یا کہوٹا ہونا غیرِ مشارٍ الیہ لا یشترط ذلک فی مشارٍ الیہ لنفی الجہالۃ بالاشارۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ
مین شرط ہی اور اوسمین یہہ شرط نہین جسکی طرف اشارہ ہوا بسبب دور ہونے ناوابستگی کے اشارہ سی ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین
اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنے دینا لینا بیع مین واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع باہمی کا باعث ہی تو تسلیم اور تسلم نہو سکیگا
اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اوسمین معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہین ہو اگر بائع کہے کہ مین نے اس گیہون
کے ڈہیر کو ان درمون سے جو تیری ہاتھہ مین ہین بیچا اور حالانکہ دراہم مذکور نظر آتے ہین پہر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہی اسواسطے کہ جہالت وصف
یعنے مقدار کی ناوابستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہین کذا فی النہر مالم یکن ربویًا قوبل بجنسہ او سَلَمًا اتفاقًا او راسَ مالِ
سلمٍ لو مکیلًا او موزونًا خلافًا لہما کما سیجیئ تاوقتیکہ مشار الیہ ایسا مال ربا نہو جسکا مقابلہ ہوا اپنی ہم جنس سی یا سلم نہو باتفاق امام اور
صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہو اگر وہ مکیل اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم مین آویگا ہم یہہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ مین معرفت
مقدار شرط نہین یہہ اوس صورت مین ہی جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہو چنانچہ گیہون کی ڈہیر کو دوسرے گیہون کے ڈہیر سے اشارہ
کرکے بدلنا بلا کیل اور وزن صحیح نہین بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈہیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سی اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہی
صحت بیع کا اور سلم مین اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اشارہ کافی نہین دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین
کے نزدیک اشارہ اوسمین کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان مین کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او سلمًا اتفاقًا کی کچہہ حاجت نہی
کہ اوسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام ہے راس المال مین نہ مسلم فیہ مین اسواسطے کہ مسلم فیہ کیطرف اشارہ نہین ہوسکتا کہ وہ اوسوقت موجود
نہین کیونکہ وہ موجل ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو کان الثمنُ فی صُرَّۃٍ ولم یُعرف ما فیہا من خارجٍ خُیِّرَ ویسمّی خیارَ الکمیّۃِ لا
خیارَ الرؤیۃِ لعدمِ ثبوتہ فی النقودِ فتح اگر ثمن تہیلی مین ہوا اور جو دراہم اوسمین ہین باہر سے معلوم نہوتے ہون تو بائع کو اوسمین اختیار
ہے اور اسکو خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود مین ثابت نہین کذا فی الفتح ہم طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق
مین عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکہا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہہ ہی کہ اگر کہا کہ مین اسکو خرید
کرتا ہون بعوض اس دراہم کی تہیلی کے پہر بائع نے اوسمین وہ دراہم پائی جو اوس شہر مین رائج نہین تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہی اسواسطے
کہ مطلق دراہم بیع مین نقد بلد کیطرف منصرف ہوتے ہین اور اگر اوسمین نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہین بخلاف اوسکی اگر اوسنی کہا
کہ مین نے خرید کیا بعوض اوسکی جو اس خم مین ہی پہر اُن درمون کو دیکہا جو اوسمین ہین تو اوسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تہیلی مین
ہے اوسکی مقدار خارج سی معلوم ہو جاتی ہے اور خم مین خارج سی معلوم نہین ہوتی اور اس صورت مین اوسکو اختیار ہوگا اور اس خیار کو
خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ نقود مین خیار الرؤیۃ ثابت نہین وصحّ بثمنٍ حالٍّ وہو الاصل اور بیع صحیح ہی ثمن بلا مدت سی اور

یہی اصل ہے ہم حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف موجل کذا فی النہر عن المغرب قولاً و دی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اسکا یہہ ہے
کہ حلول مقتضای عقد ہے اور اجل یعنے مدتِ ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تاجیل سے۔ ومؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح
ہے ثمن موجل سے جسکی مدت معلوم اور مقرر ہوتا نزاع کی نوبت نہ پونہچے ہم یعنے اوس ثمن موجل سے بیع صحیح نہین جسکی مدت مجہول ہے کہ باعث
نزاع ہے وجہ نزاع یہہ ہے کہ بائع مدت قریب مین تقاضا کریگا اور مشتری اوسکا انکار کریگا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع مؤجلاً صرف
لشہرٍ بہ یفتی اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کیطرف پھیری جاویگی اسیکا فتوی ہے کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول
لنافیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت مین اختلاف کیا تو اوسکا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم مین مثبتِ مدت کا
قول معتبر ہوگا ہم اختلاف مدت کی یہہ صورت کہ بائع کہتا ہے کہ مین نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہین مدت پر بیع واقع ہوئی ہے تو بائع ہی کا
قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع مین عدم تاجیل اصل ہے اور سلم مین مثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہے فسادِ سلم کا اسواسطے کہ سلم بلا مدت
کے صحیح نہین ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین ایک کم مدت بیان کرتا ہوا اور دوسرا زیادہ تو کمتر مدت
کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃ فیہما للمشتری اور دونو صورتون مین یعنے اختلاف مدت اور مقدار مدت مین
مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کیواسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونون مختلف
ہون مدت کے گذر جانے مین بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی وبطل الاجل
بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے ہم مدت کا فائدہ یہہ ہے کہ مدیون تجارت کرکے ثمن ادا کرے منفعت سے پھر جب مدت
مقرر کرنے والا مرگیا تو اوسکا متروکہ ادای دین کیواسطے متعین ہوگیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع بحالٍ ثم اجلہ
اجلاً معلوماً او مجہولاً کنیروز وحصاد ودیاس صار مؤجلاً بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پھر اوسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول جیسا کہ
نوروز یا کھیت کی کٹائی تو یہہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخہ مین فیہ کی جگہ صحۃ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع فقال اعطِ کل شہرٍ مائۃ فلیس بتاجیل
بزازیۃ بائع کے ہزار درم ہین مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے مین سو درم دیا کرو تو یہہ مدت معین کرنا نہین ہے کذا فی البزازیۃ
یعنے فی الحال طلب کرسکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف ثمن جعلہ ربہ نجوماً ان اخل بنجمٍ حل الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وہی کثیرۃ الوقوع
مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہین جنکی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یون کہکر کہ اگر کسی قسط مین خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا
ہو تو دونوکی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے ہم حلبی نے کہا ان اخل حال ہے جعل کے فاعل کا تقدیر قول سے
قلت ومما یکثر وقوعہ ما لو شری بقطعۃ رائجۃ فکسدت بضرب جدید یجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لا غیر اذ لا یمکن الحکام الحکم
بمثلہا لمنع السلطان منہا ولا یدفع قیمتہا من الفضۃ الجدیدۃ لانہا ما لم یغلب غشہا مجیدہا وردیہا سواء اجماعاً اما ما غلب غشہ
ففیہ الخلاف کما سیجیء فی فصل القرض فلتنبہ وبہ اجاب سعدی افندی مین کہتا ہون اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہہ مسئلہ ہے کہ اگر چلن کے روپیون
سے خرید کیا پھر اونکا رواج موقوف ہوگیا دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو ان روپیون کی قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوائے
اسکے اسواسطے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکمون کو ممکن نہین بسبب منع کردینے سلطان حال کے اونکے رواج سے اور انکی قیمت نقرہ جدیدہ
سے بھی مشتری نہ دیگا اسواسطے کہ جبتک چاندی کی ملونی غالب نہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونون برابر ہین باتفاق امام اور صاحبین کے
اور جس چاندی مین ملونی غالب ہوگی اوسمین امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل مین آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہے
اس مسئلہ کا سعدی افندی نے ہم طحطاوی نے کہا غلبہ غش باب الصرف مین مذکور ہے نہ قرض مین اور قرض مین رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید غلبہ غش

وهذا اذا بيع بثمن دين فلو بعين فسد فتح اور يهه يعنے صحت بيع بثمن موجل اوسوقت ہی جبكه بيع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عين
موجل بيع ہوگی تو بيع فاسد ہے كذا فی الفتح هم ثمن دين سے ثمن نقد بقرينه مقابله مين مراد ہے خلاصه يهه ہے كه اگر ثمن روپيه يا اشرفی ہے اور
اوسكے دينے كا مثلا دس روز كا وعده كيا تو بيع صحيح ہے اور اگر ثمن كپڑا ہے يا اور اسباب تو اوسكا ادا مين مدت معين كرنا صحيح نهين كه بيع فاسد ہے
وبخلاف جنسه ولم يجمعهما قدر لما فيه من ربا النساكما سيجی فی بابه اور جبكه بيع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبيع اور ثمن دونونكو كيل اور وزن شامل
نہو اسواسطے كه اسمين تاخير كا بياج ہی چنانچه اسكی تفصيل باب الربوا مين آويگی هم خلاصه يهه ہی كه بيع بثمن موجل درست ہی دو شرط سی ايک يهه كه ثمن منجمله نقود
كے ہو نه منجملا عيان كے دوسری شرط يهه ہے كه بيع بخلاف جنس ہو بشرطيكه مبيع اور ثمن كيلی اور وزنی نهون چنانچه كپڑے كو روپيه سی خريد كرنا مدت
مقرر كركے صحيح ہے تو بيع پتہر كی پتہر سے يا من بھر گيہون كی من بھر گيہون سی يا گيہون كی جو سی مدت مقرر كركے صحيح نهين كه بياج ہی والاجل ابتداءه
من وقت التسليم ولو فيه خيار فمذ سقوط الخيار عندهما خانيه اور مدت كی ابتدا تسليم مبيع كيوقت سی ہی اور اگر بيع بشرط اختيار ہوگی تو
جب سی كه اختيار ساقط ہوگا اوسوقت سی مدت شروع ہوگی امام كے نزديک كذا فی الخانية يعنی مدت كا شمار تسليم كے بعد سے نه بعد ايجاب اور قبول
كے وللمشتری بثمن موجل الی سنة منكرة لاجل سنة ثانية مذ تسليم لمنع البائع السلعة عن المشتری سنة الاجل المنكر
تحصيلا لفائدة التاجيل اور اوس مشتری كے لئے جسنے سال غير معين كے ثمن موجل پر خريد كيا دوسری سال كی مدت ہی تسليم مبيع كيوقت سی بسبب
روكنے بائع كے متاع كو مشتری سے سال غير معين كی مدت مين تاكه مدت كا فائده حاصل ہو هم خلاصه يهه ہے كه مشتری نے ادای ثمن كيواسطے سال بھر كی مدت
بلا تعيين سال مقرر كی اور بائع نے ايجاب اور قبول كے بعد سال بھر تسليم مبيع نكی تو تسليم كے بعد دوسری سال سے اوسكی مدت مذكوره شروع ہوگی تا مشتری
مبيع مين تصرف كركے ادا ثمن پر قادر ہو يهه قول ہے امام كا خلافا للصاحبين فلو معينة او لم يمنع البائع من التسليم لا اتفاقا لان التقصير
منه اور اگر مدت معين سال كی ہو يا بائع نے تسليم مبيع سی منع نكيا ہو تو دوسری سال كی مدت باتفاق امام اور صاحبين كے نہوگی اسواسطے كه اب مشتری كا قصور
ہے هم اگر مشتری نے كہا كه مين اسی سال ثمن ادا كرونگا اور اسيطرح ہر معين مدت چنانچه اگر مشتری نے كہا كه رجب تک ادا كرونگا اور بائع نے سال بھر
يا رجب تک تسليم مبيع نكی تو مشتری كيواسطے دوسری مدت بالاتفاق نہوگی كذا فی الطحطاوی عن الدر والشرنبلالية فتاوی عالمگيری مين ہی كه محل اختلاف
امام اور صاحبين در صورت امتناع تسليم ہے اور اگر بائع نے امتناع نهين كيا تو ابتدای مدت عقد كيوقت سے بالاجماع والثمن المسمی قدرا لا وصفا
ينصرف مطلقه الی غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوی لانه المتعارف اور جس ثمن كی مقدار مذكور ہوئی نه اوسكا وصف تو اوس
ثمن كا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد كيطرف يعنی جس شہر مين بيع منعقد ہوئی وہان كا نقد غالب الرواج مراد ہوگا كذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے
كه جسكا رواج غالب ہی وہی متعارف ہی هم يعنے جب مشتری نے دس درم كو چيز خريد كی بلا قيد وصف اور بلا قيد شہر تو يهه اطلاق اوس شہر كے نقد
غالب كيطرف راجع ہوگا جسمين بيع واقع ہوئی نه عاقدين كی شہر كيطرف اسواسطے كه نقد غالب متعارف ہی تو مطلق اوسيطرف پھريگا اگرچه اوس شہر
مين اور دراہم بہی موجود ہون جنمی معامله نهين ہوتا يا ہوتا ہو مگر قليل چنانچه اسكا اشاره فتح القدير مين ہے كذا فی النہر طحطاوی مجمع الفتاوی سی نقل
كيا كه ايک شخص نے بيع كی ايكمر دست سے اصفہان مين بعوض اتنی دنانير كے سو اوسنے قيمت ندی يہان تک كه مشتری بخارا مين ملا تو اوسپر عيار
اصفہان ہی واجب ہوگا تو مكان عقد ہی معتبر ہوا انتہے وان اختلف النقود مالية كذهب شريفی وبندقی فسد العقد مع
الاستواء فی رواجها الا اذا بين فی المجلس لزوال الجهالة اور اگر نقود شہر كے مختلف ہون باعتبار ماليت كے جيسے شريفی
اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہی اگر رواج برابر ہونے كے ساتھه مگر اوسوقت فساد نهين جبكه مشتری بيان كر دی ايک نقد كو اوسی مجلس مين بسبب
دور ہوجانے جہالت كے هم بيع فاسد ہی بسبب جہالت كی جو باعث نزاع ہی اسواسطے كه ايک دوسرے سے اولے نهين باعتبار رواج كے اور
اگر مشتری نے مجلس مين تصريح كی اور بائع راضی ہوگيا تو بيع صحيح ہے اسواسطے كه جہالت دفع ہوگئی قبل اوسكی تقرر كے مصنف نی اختلاف نقود

کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہی مشتری کو اختیار ہی جو چاہی ادا کرے اور اسیطرح اگر نقود مالیت اور رواج
دونون مین مختلف ہون یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہے باعتبار اوس نقد کے جو غالب الرواج ہی کذا
فی النہر وصح بیع الطعام هو فی عرف المتقدمین اسم للحنطة و دقیقها کیلا و جزافا مثلث الجیم معرب گزاف المجازفة اور صحیح ہی
بیع طعام کی پیمانے سے ناپ کر اور بطور تخمین اور اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اوسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم گزاف
فارسی کا معرب ہی بمعنے مجازفت ہم کہتاہی علامہ نوح نے کہا کہ مجازفت بیع ہی محض اٹکل اور تخمین سی بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت
بیع مین عبارت ہی مساہلہ سے الحاصل مصنف کے کلام مین طعام سے جمیع حبوب مراد ہین نہ فقط گیہون اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے
حبوب کی بیع اٹکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہو جانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیۂ کی مین عینی سے منقول ہی کہ اٹکل کی بیع مین شرط
یہہ ہی کہ ممیز اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسه ولم یکن رأس مال سلم لشرطیة معرفته کما سیجی او کان بجنسه
وهو دون نصف صاع اذ لا ربوا فیه کما سیجی بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہی جب کہ بیع اوسکی مخالف جنس سی ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا
رأس المال نہو اسواسطے کہ رأس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سی ہو حالانکہ اناج نصف صاع سی کمتر سے
اسواسطے کہ نصف صاع سی کمتر مین بیاج نہین چنانچہ باب الربو مین آویگا ومن المجازفة البیع باناء وحجر لا یعرف قدرہ قیل فیهما وللمشتری
الخیار فیهما نهر اور منجملہ تخمین ہی بیچنا اوس برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہی کذا فی النہر کہتا ہی نہر الفائق مین
کہا اسواسطے یہہ بیع جائز ہی کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت مین کیل
نہین اور شرط صحت یہہ ہی کہ برتن گھٹتا بڑہتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہی کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین
بسبب رواج کے جائز ہی اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمع النوازل مین ثبوت خیار پر تصریح ہی اس صورتین کہ خرید کرے اس پتھر
کے برابر سونے سے انتہے اور لائق یون ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بہی اختیار ثابت ہو انتہے وهذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر
التفتت فان احتملها لم یجز کبیعه قدر ما یملأ هذا البیت ولو قدر ما یملأ هذا الطست لجاز سراج اور یہہ یعنی برتن
کی پُری اور پتھر کے وزن سے بیع اوسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پہوٹنے کا محتمل نہو اور اگر نقصان اور پہوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز
نہوگی چنانچہ اوس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہہ کوٹہری بہر جائے اور اگر اوس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بہر دے تو جائز ہی کذا فی السراج وصح فی صاع
صاع فی بیع صبرة کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقة علیه ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہی بیع ہر ایک
چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہی اناج کے ڈہیر کی بیع مین اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری
پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین ہم کہتا ہی ایک ڈہیر ہی گیہون یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ مین نے اسکو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے
کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر ہی تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار
ہی اور مبیع نفسہ متفاوت چیز نہین اور اس سی زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈہیر کے صاع یا کے سیر کا ہی اور درم یا آنے
کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہی کہ ایک صاع
مین بیع لازم ہی بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہی واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرره ۱۲ وسمی
جملة قدرها بلا خیار لو عند العقد وبه لو بعده فی المجلس وبعدهما عندهما وبه یفتی اور صحیح ہی بیع سب ڈہیر مین اگر
اوسکا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس مین بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اوسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاء مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اوس
ڈہیر کے قفیز بیان کر دئے تو بیع صحیح ہوگی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس مین ہوا تو بیع باختیار مشتری
پیمانہ ۱۲ بیان ۱۲

ہو ۔ پس بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسی کا فتویٰ ہی م کہتا ہی قفیز ایک پیمانہ ہی شرح ملتقے مین ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوے
اس نظر سے نہین کہ امام کی دلیل ضعیف ہی بلکہ اس نظر سے ہی تا خلق اللہ پر آسانی ہو فَإِنْ رَضِيَ هَلْ يَلْزَمُ الْبَيْعُ بِلَا رِضًى مِنَ الْبَائِعِ الظَّاهِرُ
نَعَمْ پھر درصورت خیار اگر مشتری راضی ہوجائے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہرا جواب یہہ ہی کہ ہان بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یانکہ
کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اوسکا فسخ معتبر نہوگا اور مشتری سب ڈہیر کو لیگا کذا فی النہر ایضا وَفَسَدَ فِي الْكُلِّ فِي بَيْعِ ثُلَّةٍ بِفَتْحٍ فَتَشْدِيدٍ
قَطِيعُ الْغَنَمِ وَثَوْبٍ كُلُّ شَاةٍ وَذِرَاعٍ لف ونشر بِكَذَا اور تمام مین بیع فاسد ہی بہیڑ بکری کی ریوڑ اور کپڑے کی بیع مین اسطرح کہ ہر بکری
[illegible] اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلہ بفتح ثاء مثلثہ وتشدید لام عبارت ہی گلۂ غنم سے اور شاۃ اور ذراع مین لف نشر
مرتب ہی [illegible] یعنی بائع نے بہیڑ بکریون کے طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسمین سے ہر بہیڑ یا بکری ایک روپے کو ہی یا کپڑے کے تہان کیطرف اشارہ
کرکے کہا کہ ہر گز اسکا [illegible] آنے کو ہی تو بالکل فاسد ہی تمام افراد مین امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد یہان مختلف ہین تو قیمت سب پر برابر منقسم نہوگی
تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تعیین مین بائع چاہیگا کہ مشتری چہوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہون کے ڈہیر کے
کہ وہان ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ گیہون کے افراد یعنی اوسکے دانون مین تفاوت نہین یکسان حال ہی مصنف نے کپڑے مین
کچہہ قید نہ لگائی [illegible] مناسب کنز اور وقایہ کے لیکن عتابی نے جامع صغیر مین مضرت تبعیض کی قید لگائی ہی یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونیسے قیمت
کم ہوتی ہو [illegible] مذکور صحیح نہین تو اگر جس تہان سے گز دوگز اوترنا موجب نقصان نہو تو چاہیئے کہ امام کے نزدیک اسمین ایک گز کی بیع جائز ہو
جیسے گیہون کے ڈہیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہی کذا فی المنح عن غاية البيان وَإِنْ عُلِمَ عَدَدُ الْغَنَمِ فِي الْمَجْلِسِ لَمْ يَنْقَلِبْ صَحِيحًا عِنْدَنَا عَلَى الْأَصَحِّ اور
اگر بہیڑ بکری کا شمار مجلس مین معلوم ہوجائے تو بیع منقلب بصحت نہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے م کہتا ہی یعنی بعد عقد کے مجلس مین شمار معلوم
ہونے سے صحیح نہوگی وَلَوْ رَضِيَا انْعَقَدَ بِالتَّعَاطِي وَنَظِيرُهُ الْبَيْعُ بِالرَّقْمِ سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہوجائین بیع مذکور سے تو بیع
منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور نظیر اوسکے بیع بالرقم ہی کہ تراضی اور تعاطے سے صحیح ہوجاتی ہی کذا فی السراج م رقم کے معنی نقش کے ہین جسکو ہندی مین
آنک کہتے ہین اور سراج نہین ہی بیع بالرقم یہہ کہ بائع کہے کہ مین نے یہہ کپڑا بیچا موافق اوسکی رقم کے یعنی جو ثمن کہ کپڑے پر لکہا ہی اور مشتری کو وہ معلوم نہین اگر
بعد حصول عقد مشتری دیکہیگا تو بیع فاسد ہی اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکہے گا اور بیع کو پسند رکہے گا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فساد
موکد ہوجائیگا اور بعد اوسکے منقلب بجواز نہوگا انتہے کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر مین ہی کہ بیع بالرقم فاسد ہی اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب
عقد مین متمکن ہوگئی ہی مانند قمار کے معلوم نہین کہ ثمن کیا ہی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر مجلس مین ثمن معلوم ہوجائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی
تعاطی انتہے طحطاوی نے کہا یہہ منافی ہی فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ بیع التعاطی مین یہہ ضرور ہی کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور
اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی مگر یہہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجے وَكَذَا الْحُكْمُ فِي كُلِّ مَعْدُودٍ مُتَفَاوِتٍ كَإِبِلٍ وَعَبِيدٍ وَبِطِّيخٍ
وَكَذَا كُلُّ مَا فِي تَبْعِيضِهِ ضَرَرٌ كَمَصُوغٍ وَأَوَانِي بَدَائِع اور اسیطرح غنم اور ثوب کا حکم ہی ہر معدود مختلف مین چنانچہ اونٹ اور غلامون اور خربوزون
مین اور اسیطرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہو چنانچہ ڈہلے برتن کذا فی البدائع وَلَوْ سَمَّى عَدَدَ الْغَنَمِ وَالذُّرْعَانِ أَوْ جُمْلَةَ الثَّمَنِ صَحَّ اتِّفَاقًا اور اگر
بائع نے بہیڑ بکریون کی گنتی اور کپڑون کے گزون کا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کردیا تو بالکل مین بیع صحیح ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے
م کہتا ہی یہہ تسمیہ مفروض ہی قبل عقد کے یا صلب عقد مین اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہین وہان تسمیہ مفروض ہی
بعد عقد کے تو دونون صورتون مین کچہہ تناقض نہ ہوا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وَالضَّابِطَةُ لِكَلِمَةِ كُلٍّ إِنَّ الْأَفْرَادَ إِنْ لَمْ تُعْلَمْ
نِهَايَتُهَا فَإِنْ لَمْ تُؤَدِّ جَهَالَةً فَلِلِاسْتِغْرَاقِ كَيَمِينٍ وَتَعْلِيقٍ اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہہ ہی کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت
کا باعث نہو تو وہان لفظ کل استغراق کے واسطے ہی یعنی جمیع افراد مراد ہونگی چنانچہ یمین اور تعلیق م کہتا ہی طحطاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت

مراد ہی جو موجب نزاع نہو شاید کو یون کہنا مناسب تہا کہ بجای یمین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود یمین ہی تعلیق کی یہہ مثال ہی کہ کل امرأۃ اتزوجہا
فہی طالق یعنی جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی وکلما اکلت اللحم فعلیّ درہم اور ہر بار کہ مین گوشت کہاؤن تو مجہہ پر ایک درم دینا واجب ہے
تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمہ پر درم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہہ ہی کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے مین ایکدرم دیا کر سو اگر مامور نے
ایک مہینے سے زیادہ دیے تو آمر پر وہ لازم ہونگے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ واقرار اور اگر جہالت
موجب نزاع ہی تو اگر افراد کی نہایت مجلس مین نہ معلوم ہو تو وہان لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارے اور
ضمانت اور اقرار مین ہم کہتا ہی اجارے کی مثال یہہ ہی کہ مین نے اجارہ دیا اپنا گہر کل شہر عوض اتنے کے تو اوسپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت
یہہ ہی کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اوسپر ایک مہینے یا ایکدن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور
اقرار کی صورت یہہ ہی کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری مجہپر کل درم ہین تو ایکدرم لازم ہوگا کذا فی الطحاوی والا فان تفاوتت الافراد
کالغنم لم یصح فی شیٔ عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت مین متفاوت ہون چنانچہ غنم تو کسی چیز مین امام کے نزدیک بیع
صحیح نہین نہ ایک فرد مین نہ سب افراد مین والا صح فی واحد عندہ کالصبرۃ اور اگر افراد مین تفاوت نہو تو ایک صاع یا ایک سیر مین امام کے
نزدیک بیع صحیح ہی چنانچہ گیہون جو کے ڈہیر مین وصححا فیہما فی الکل مجرا اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہی دونون مین یعنی سب غنم اور سب ڈہیر مین
کذا فی البحر ہم کہتا ہی صاحبین اور شافعی کی یہہ دلیل ہی کہ مبیع معلوم ہو چکی اشارے کے سبب سے اور جہالت ثمن کی شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ
کرنے سے زوال پذیر ہی تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہی وفی النہر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرہان و
القہستانی عن المحیط وغیرہ وبقولہما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق مین عیون سے اور شرنبلالیہ مین برہان سے اور قہستانی مین محیط
وغیرہ سے منقول ہی کہ اسمین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انہا مائۃ قفیز بمائۃ درہم وہی اقل او
اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل وموزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈہیر کو بیچا اس
شرط پر کہ وہ سو قفیز ہی سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہی یا زیادہ ہی تو مشتری کم کو لے اوسکے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہی یعنی مثلا اگر
ساٹہہ قفیز گیہون ہون تو ساٹہہ درم کو لے یا چاہی بیع کو فسخ کر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہی ہر ایک اوس کیلی یا وزنی چیز مین جسکے
پارہ پارہ ہونے مین ضرر نہین ہم کہتا ہی ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا کہ اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بہر ہی پہر وہ وزن مین مثقال سے زیادہ
نکلا تو مشتری اوسکا مالک ہی یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اوس چیز مین جسکو تبعیض مضر ہی وصف ہی جیسے ذراع کپڑے مین وصف ہی کذا فی
الطحاوی وما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈہیر اتنا نکلا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہی بسبب واقع ہونے
بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہین تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع
مثلہ علی انہ مائۃ ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرور بہ
واخذ الاکثر بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر والوصف لا یقابلہ شیٔ من الثمن
اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلا سو گز ہی سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سو سے یا ترک
کرے مگر جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اوسکو دیکہہ لیا تو اوسکو ترک بیع مین اختیار نرہیگا بسبب منتفی ہوجانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لیگا
بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہی بسبب معیوب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہین اور وصف کے
مقابلہ مین ثمن کچہہ نہین پڑتا ہم کہتا ہی توضیح اسکی یہہ ہی کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہی مثلا پہر وہ ساٹہہ یا اسی گز نکلی یا ایکسو دس گز
ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر مین اختیار ہی چاہی ساٹہہ یا اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دیکر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایکسو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا

بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اوسمین کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ ذرع مین ذراع وصف ہی اور کیل اور موزون مین کیل اور وزن وصف نہین نہر الفائق مین ہی کہ اصطلاح فقہ مین وصف شی اوس سے عبارت ہی جو تابع ہو شئے کا اور منفصل نہو اوس سے جب اوسمین حاصل ہو تو اوسکی خوبی کو زیادہ کر دے چنانچہ ذراع وصف ہی کپڑے مین اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلا قیمت ہو اگر ایک گز اوسمین سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نرہیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہین اور دس گز کافی ہی لہذا بعضون نے وصف کی یون تعریف کی ہی کہ وصف وہ ہی جو تبعیض سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہی اور جو ایسا نہو وہ اصل ہی انتہے تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب مین اوصاف زائدہ کی مانند ہی جسکی مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوتا چنانچہ گیہون وغیرہ مین منقسم ہوتا ہی الا اذا کان مقصودًا بالتناول کما افادہ

بقولہ وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرہم اخذ الاقل بحصتہ لصیرورتہ اصلا بافرادہ بذکر الثمن او ترکہ لتفریق الصفقۃ

مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اوسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اوسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع مین کہا کہ ہر گز بعوض درم کے ہی تو مشتری کمی کو اوسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہی مگر یہان اصل ہو گیا بسبب اوسکے علیحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر کر دینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے م کہتا ہی یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہی ساٹھ گز کو ساٹھ درم دیکر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہی لیکن جب اوسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہو گیا وکذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرہم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد اور اسیطرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا چاہی فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو م کہتا ہی چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے خرید کرنے مین مشتری کو اختیار ہوا تا التزام مالا یلزم لازم نہ آوے

وفسد بیع عشرۃ اذرع من مائۃ ذراع من دار او حمام وصحا وان لم یسم جملتہا علی الصحیح لان الجہالۃ بیدہما اور فاسد ہی بیع دس گز کی گھر یا حمام کی سو گزون مین سے اور صاحبین نے اوسکو صحیح کہا ہی اگرچہ بائع نے سب گزون کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ مین ہی م کہتا ہی فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہہ ہی کہ ذراع حقیقت مین اوس آلہ کا نام ہی جس سے ماپتے ہین خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنے یہان متعذر ہین تو مجازًا یہان ذراع سے زمین مراد ہی جو ذراع سے ماپی جاتی ہی اور زمین پر اطلاق ذراع نہین ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہو کر اسواسطے کہ ماپنا فعل محسوس ہی کہ محل محسوس کا مقتضی ہی تو اس صورت مین دس گز غیر معلوم ٹھیری کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہین تو یہہ جہالت باعث منازعت ہی بائع کہیگا کہ مین دس گز فلانے طرف سے دونگا مشتری کہے گا نہین مین فلانے طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہی محل محسوس کا مقتضی نہین تو اوسکا شائع ہونا جائز ہی کیونکہ اوسکی جہالت باعث نزاع نہین اسواسطے کہ دس حصے کا مالک تو سو حصے والا شریک ہی تمام گھر مین بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہہ ہی کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا بائع اور مشتری کے اختیار مین ہی ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہی خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نکرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کئے تا قول آتیہ صحیح ہو اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی

لا یفسد بیع عشرۃ اسہم من مائۃ سہم اتفاقا لشیوع السہم لا الذراع فاسد نہین بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہی تو محل کا مقتضی نہین اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہی چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان من الدار وینبغی انقلابہ صحیحًا لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی نہر باقی رہی یہہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین گزون کی تعیین پر ایک مکان خاص مین تو اسکو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور لائق یہہ ہی کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد مین ہوا اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النہر

اشتری عددًا من قیمی ثیابًا او غنمًا جمیعًا علی انہ کذا فنقص او زاد فسد للجہالۃ خرید کئے چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ کپڑے ہون یا بھیڑ بکری کذا فی الجوہرہ اس شرط پر خرید ہوئی کہ اتنے ہین پھر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے م کہتا ہی مثلا اوس

یعنی [illegible] دس گز کا [illegible] اوسکو [illegible] ۱۲

دس تھان کی گٹھری خریدی بیس روپیہ کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تھان یا گیارہ تھان نکلے تو دونون صورتون مین بیع فاسد ہی اسواسطے کہ نقصان کی صورت
مین ثمن مجہول ہی کیونکہ ثمن کے اجزا قیمت والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہین جسکو بیس روپیون سے
کم کرو نبیکے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور درصورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے
کی حاجت ہوگی تو اسمین نزاع واقع ہوگا مشتری نکمے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری ارضا علی ان
فیہا کذا نخلا مثمرۃ فاذا واحدۃ منہا لا تثمر فسد بیع اور اگر ایک زمین خرید کی اس شرط پر کہ اسمین اتنے کھجور کے درخت پھلنے والے ہین سو انمین ایک
غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد ہی کذا فی البحر یعنی فاسد ہی ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ مین درصورت کمی وجہ اسکی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلا من الثیاب
او غنما واستثنی واحدا بغیر عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیہ چنانچہ کپڑون کی گٹھری یا چند بکریان بیچین اور انمین سے ایک کپڑا یا ایک
بکری بلا تعیین نہ بیچی تو بیع فاسد ہی اور اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کر لی تو بیع جائز ہی کذا فی الخانیہ یعنی درصورت استثناء غیر معین بیع فاسد
ہی جہالت کے سبب سے مشتری ادنے کے دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اعلے لینے کا قصد رکھیگا اور درصورت تعیین یہہ جہالت نہین وتوہین ثمن کل من القیمی
بان قال کل ثوب منہ بکذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا
یعنی اسطرح کہا کہ اس گٹھری مین سے ہر تھان کی یہہ قیمت ہی اور ایک تھان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطہ عدم جہالت کے اور مشتری خرید اور عدم
خرید مین مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے مترجم کہتا ہی مسئلہ سابقہ مین مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی مین جہالت طاری ہوئی اور یہان ہر تھان کا
جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی مین جہالت نہوئی مثلا دس تھان بیچے بیس روپیہ کو اسطرح کہ ہر تھان کے دو دو روپیہ ثمن ٹھیرے پھر اگر نو تھان نکلیں گے تو اونکا
ثمن اٹھارہ روپیہ ہوگا ایک تھان کے دو روپیہ کم ہو جائینگے ولو زاد ثوب فسد لجہالۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلا دس تھان کی
شرط مین گیارہ تھان نکلے تو بیع فاسد ہوگی بسبب جہالت مزید کے مترجم کہتا ہی درصورت زیادتی جہالت ثمن نہین بلکہ جہالت مبیع ہی یعنی دس تھان مبیع کی تعیین
مین نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھان کو عشرہ مبیعہ مین مشتری داخل کریگا اور بائع برعکس اسکے ولو رد الزائد او عزلہ
ہل یحل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا یا اوسکو جدا رکھدیا تو کیا باقی اسکو حلال ہین اسمین اختلاف ہی مترجم کہتا ہی بزازیہ مین ہی کہ
گٹھری خریدی اس شرط پر کہ اسمین اتنے کپڑے ہین پھر اسکو زائد پایا اور بائع غائب ہی تو زائد کو جدا کردے اور باقی کو استعمال مین لاوے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک
ہو گیا انتہی اور گویا یہہ استحسان ہی ورنہ بیع فاسد ہی جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ اور قنیہ مین مصرح ہی کہ محمد کا یہہ استحسان ہی کہ اسمین سے ایک کپڑا جدا کرکے
باقی استعمال مین لاوے اور اسمین قبل اسکے یہہ ہی کہ ایک شی خریدی سو اسکو زائد پایا اعادہ بائع کو دیدے تو باقی حلال ہی مثلیات مین اور قیمت والی چیزین حلال نہین
تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نکرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جسمین بخل جاری نہو تو اوس وقت مین اسکو جدا کر رکھے انتہی ملخصا البحر اور نہر الفائق مین ہی کہ یہہ جو
بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہی اور خانیہ مین ہی کہ گٹھری خریدی کی جسمین بیس تھان ہین ہر تھان عوض اتنے کے پھر اسکو
زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہین پس اگر بائع غائب ہو تو علماء نے کہا ہی کہ مشتری اسمین سے ایک تھان کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہہ استحسان
محمد کا بنظر مشتری کے انتہی ملخصا النہر اور ظاہرا یہہ ترجیح ہی کل علما کے نزدیک جدا کر دینے کیوقت بائع کے غائب ہونے مین اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی
تو حلت باقی ظاہر امر ہی کذا فی الطحطاوی اشتری ثوبا یتفاوت جوانبہ فلو لم یتفاوت ککرباس لم یحل لہ الزیادۃ ان لم یضرہ القطع وجاز
بیع ذراع منہ فسد خرید کیا کپڑا جسکے جوانب متفاوت ہین تو اگر جوانب اوسکے متفاوت نہون بلکہ برابر ہون چنانچہ تھان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ
لینا حلال نہین اگر اسکو پھاڑ لینا ضرر نکرتا ہو اور بیع ایک گز کی اوسمین سے جائز ہی کذا فی البحر مترجم کہتا ہی زاہد عتابی نے جامع صغیر کی شرح مین کہا کہ ہمارے مشائخ نے
فرمایا کہ یہہ یعنی حلت زیادت کم از ذراع اوس کپڑے مین ہی جو قطع بعض سے معیوب ہو جاتا ہو چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عمامہ اور رومال کے اور اگر کرباس یعنی
تھان ہو جسکو قطع مضر نہین اور مشتری نے خرید کیا بشرط دس گز ہونیکے پھر اسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اوسکے لیے مسلم نہین بلکہ اسکو بائع کو پھیر دے چنانچہ مکیلات

ذراع متفرق ہو تاکہ اس مین پھیر دینا لازم ہو انتہی شلبی نے کہا مشائخ نے کہا ہو کہ اگر ایک گز اس کرباس سے بیچے تو جائز ہو نہ بیع قفیز کے ڈھیر سے اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضر نہین کذا فی الطحاوی علی انه عشرة اذرع کل ذراع بدرهم اخذه بعشرة فی عشرة ونصف وزیادة نصف بلاخیار لانه نفع واخذه بتسعة فی تسعة ونصف بخیار لتفرق الصفقة وقال محمد یأخذ فی الاول بعشرة ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعة ونصف به وهو اعدل الاقوال بحر وافتی المصنف وغیره قلت لکن صحح القهستانی وغیره قول الامام وعلیه المتون فعلیه الفتوی یعنی مختلف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے نہند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز ہو ساتھ درم کے تو مشتری اوسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے مین بلاخیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اوسکو نافع تر ہی اور اسکو نو درم سولے ساڑھے نو گز کے ہونے مین اور چاہی نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت مین اوسکو ساڑھے دس درم سولے اگر چاہی اور دوسری صورت مین ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہہ قول معتدل ترین اقوال ہو کذا فی البحر اور یہی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہو مین کہتا ہون لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہو اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہین تو امام ہی کے قول پر فتوی ہے م امام کی دلیل یہہ ہو کہ ذراع وصف ہو اصل مین اور حکم اصل کا اوسوقت لیتا ہو جب شرط پائی جاوے سو شرط یہان ذراع مین پائی گئی نہ نصف ذراع مین تو کترا ذراع اپنی اصالت پر بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہین واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرور اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہین اور فتح القدیر مین ہو کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہو اور ذخیرہ مین کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہو طحاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع مین گفتگو ہو اسواسطے کہ گاہی فتوی قول صحیح پر ہوتا ہو نہ اصح پر یا گاہی غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہو آسانی کیواسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہین اور تو معلوم کر چکا ہو اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب

فصل فیما یدخل فی البیع تبعا وما لا یدخل یہہ فصل ہو اوسمین جو بیع یعنی مبیع مین بطریق تبعیت داخل ہوتا ہو اور جو بالتبع داخل نہین ہوتا اعلم ان مسائل هذا الفصل مبنیة علی قاعدتین احداهما ما افاده بقوله کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما هو متناول اسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہہ ہو کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدون پر ہو ایک قاعدہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گہر مین ہو از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہو عرف مین وہ بیع مین داخل ہو بدون ذکر کئے م شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام مین گہر اور عمارت بطریق مثال کے ہو نہ بطریق قید کے اور اسیطرح قاعدہ ثانیہ مین شارح تعمیم کے طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج مین اسم مبیع کو شامل ہو جیسے گہر کو عمارت شامل ہو وہ بدون ذکر کے مبیع مین داخل ہے تو گہر کی بیع مین عمارت بلا ذکر داخل ہو اسواسطے کہ گہر عمارت ہو زمین اور عمارت سو وذکر الثانیة بقوله او متصلا به تبعا لما دخل فی بیعها یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار وهو ما وضع لا لان یفصله البشر دخل تبعا وما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اوس سے متصل ہو وہ گہر کی بیع مین داخل ہو گہر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جو اسواسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اسکو اکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑہی وہ بیع مین داخل ہو بالتبع اور جو ایسی متصل نہین وہ داخل بیع نہین چنانچہ لکڑی کی سیڑہی جسکا ایک سرا زمین مین گڑا ہو وما لم یکن من القسمین فان کان من حقوقه او مرافقه دخل بذکرها والا لا اور جو دونون قسمون مین نہو یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہین تو داخل نہوگی م شارح نے قواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کئے اور بہتر یہہ تہا کہ صاحب درر کی نہند تین قاعدے مذکور کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفا وہ بیع مین بلا ذکر صریح داخل ہو دوسرا قاعدہ یہہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہو مبیع کا اور اسکی بیع مین داخل ہو تیسرا قاعدہ یہہ کہ جو دونون قسمون مین نہو تو اگر حقوق اور مرافق مبیع مین ہو تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہوگا والا نہین کذا فی الطحطاوی

ويدخل البناء والمفاتيح المتصلة بغلاقها المنصوبة وكذلك ولو من فضة كذا في النهر لا القفل ومفتاحه والسلم المتصل والسرير والدرج المتصلة والرحى لو اسفلها مبنيًا والبكرة لا الدلو والحبل ما لم يقل بمرافقها كذا في النهر اي الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں کہ جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبہ اور کیلوں اگرچہ چاندی کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین میں گڑا اور جما ہے اور چکی اگر اوسکا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہوا اور کنوئیں کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور رسی داخل نہیں جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے م اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی میں کلیدانہ اور ریزہ در کہتے ہیں یعنی آلہ حدید جو دونوں کواڑوں میں کیلوں سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنیکے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضی ملیں اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایکطرف زمین میں گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت میں کیلوں سے جڑی ہوں وہ گھر کی بیع میں داخل ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن دیار مصر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جماتے بلکہ دونوں پتھر منتقل اور متحول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہو گی اور کنواں گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہے نہ وہ ڈول اور رسی جو اوس پر معلق ہو انتہے اور فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اوسمیں سے رانگا اور کڑیاں نکلیں تو اگر وہ منجملہ عمارت میں استحکام کیواسطے تھیں چنانچہ کڑی کی مجوسی تو اونکا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بائع اوسکا مالک ہے اور وجیز کردری میں ہے کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو چنانچہ بازاروں میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہو گا مگر بذکر مرافق انتہے ودخل بستانها اور اسیطرح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے م فتح القدیر میں ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اوسکا دروازہ گھر میں ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کہہ لیں کہ بنجر گھر کے جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اوسکا دروازہ گھر کے دروازے سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہیں انتہے واما البير الكائنة في الدار فتدخل فيه كما سيجيء في باب الاستحقاق اور وہ کنواں جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق میں آویگا ويدخل في بيع الحمام القدر لا القصاع اور حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں نہ کاسے م دھوبیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور غسالین کے تغار اور تیلیوں کے مٹھور اور مٹکے اور دھوبیوں کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب میں کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو میں کہتا ہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیاء مذکورہ داخل ہوں کذا فی فتح القدیر وفي الحمار اكافه ان شراه من المزارعين واهل القرى لا من النخاسين اور گدہے کی بیع میں اوسکا پالان داخل ہے اگر گدہے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والوں سے خریدا ہو اور اگر گدہے والوں سے یعنی جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہوں اون سے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہو گا طحاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ سوداگروں کی عادت یہ ہے کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہیں وتدخل مقادته عرفا اور گدہے کے گلے کا کنٹھہ داخل بیع ہے باعتبار رواج کے م جو رسی کہ گدہے کے گلے میں بندھی ہو وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن جہاں اسکا رواج نہیں وہاں داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہو اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریہ اور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اسکا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑا بکے اور اوسپر زین ہو بعضوں نے کہا کہ زین داخل نہیں بلا تخصیص یا بحکم ثمن کذا فی فتح القدیر ويدخل ولد البقرة الرضيع وفي الاتان كان رضيعا او لا بلا نفي اور گای کا دودھ پیتا بچہ گای کی بیع میں داخل ہے اور گدہی کی بیع میں اوس کا بچہ داخل نہیں خواہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسیکا فتویٰ ہے م وجہ اسکی یہ ہے کہ گای کا دودھ بخوبی حاصل نہیں ہو سکتا بدون اوسکے بچے کے اور گدہی کا دودھ حلال نہیں جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے طحاوی نے کہا اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور ان امور کا مدار عرف پر ہے ويدخل ثياب عبد وجارية التي عليهما اي كسوة مثلهما يعطيهما هذا او غيرهما اور غلام اور لونڈی کے کپڑے اونکی بیع

ہین داخل ہین یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہین بائع کو اختیار ہی کہ اونکو وہی لباس دے جو اونکے بدن پر ہی یا سوای اوسکے ہو اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے
ہون تو داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریۃ لا حِلیتہا الا ان سلمہا او قبضہا و سکت و تمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع
نہین مگر اسطرح کہ بائع اوسکو زیور کے ساتھہ تسلیم کرے یا مشتری اوسے زیور کے ساتھہ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صیرفیہ مین ہے و
یدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر و قید فی المستلتین فبالذکر اولی مثمرۃ کانت او لا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہا علی
شرف القطع فتح اور داخل ہین درخت زمین کی بیعین بلا شرط بیع اشہی خواہ بارآور ہون یا نہون چھوٹے ہون یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع
نہین اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو رہا ہی کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہی جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر
دونون مسئلون مین قید ہی یعنی گھر کی بیعین عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہی اور زمین کی بیعین اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہین تو اگر عمارت اور شجر کا
ذکر ہو گیا تو بطریق اولے داخل ہونگے اذا کانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیعین اوسوقت داخل ہین جبکہ وہ زمین
مین موضوع ہون قرار اور دوام کے واسطے مثل عمارت کے فلو فیہا صغار تقلع زمن الربیع ان من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض
لا الا بالشرط و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین مبیعہ مین ایسے چھوٹے درخت ہون جو فصل ربیع مین اوکھاڑے جاتے ہون سو اگر جڑ سے
اوکھاڑے جاتے ہون تو زمین کی بیعین وہ بھی داخل ہین اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہون تو بدون شرط کے داخل نہین اور پورا اسکا بیان شرح
وہبانیہ مین ہی م علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین یون مذکور ہی کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہی زمین کی بیع مین اور نیشکر داخل نہین کیونکہ بجای زراعت کے
ہے اور گلاب اور یاسمن اور چنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہین کیونکہ بجای اثمار کے ہین اور انکے اصول داخل ہین اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہین اور روئی اور کسم
بجای اثمار داخل نہین اور انکی جڑون مین دخول اور عدم دخول کے دو قول ہین اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ قول صحیح یہ ہی کہ کپاس کی جڑ داخل نہین
اور سرخسی نے کہا کہ بیگن کی اصول داخل نہین اور گنندنا وغیرہ جو چیز سطح وجہ الارض ہی وہ داخل نہین اور گاجر اور پیاز اور شلجم رسیدہ بائع کا ہی خواہ
ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہین تو مشتری کا ہی اور زعفران بلا ذکر داخل نہین اور اسکے اصول مین محمد سے دو روایتین ہین اور جوب اور کتان اور جوار جو
کھیت کی منہ ہی انتہی ملخصا کذا فی الطحاوی و فی القنیۃ شری کرما دخل الوتد مثل المشد و دعلی الاوتاد و المنصوبۃ فی الارض و کذا
الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل ۔ ۔ رکائز الکرم اور قنیہ مین ہے خرید کیا انگور
کے درختون کو تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تھونیان جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہین
ہین پر انگور کی شاخین پھیلتی ہین جنکا نام ارض خلیل مین رکائز الکرم ہی م ۔ ۔ ۔ ؂ ذال جمع ہی وشل بفتحتین کی یعنی ریشہ خرما کی رسی اور بعضے نسخون مین بجای المد
و تار ہی جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیان جو گھر کے ستونون مین تانی جاتی ہین کپڑے ٹانگنے کو جنکو بعض اہل ہند الگنی کہتے ہین یہان مراد وہ رسیان ہین جن پر
انگور کی شاخین پھیلتی ہین د فی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف و ذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق
قبیل السلم اور نہر الفائق مین ہے کہ جو چیز مبیع مین بالتبع داخل ہی اوسکے مقابل کچھہ ثمن نہین پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف کی مانند ہی اور مصنف نے اسکو
باب الاستحقاق مین باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہی م نہر الفائق مین کہا و لہذا قنیہ مین ہی کہ ایک گھر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچھہ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی
اسواسطے کہ عمارت تابع ہی انتہی فتح القدیر مین ہی جیسے بیعین اشیا داخل ہوتی ہین بالتسمیہ بالتبع اسیطرح بیع سے چند چیزین بالتسمیہ خارج ہو جاتی ہین چنانچہ قریہ
کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتی ہین خلاصہ مین ہی قریہ بیچا جسمین مسجد ہی اور اسکو استثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہی یا نہین ۱۲
اختلاف مشائخ ہی اور اسیطرح حیاض کا حکم ہی اور قبرستان مین ذکر حدود ضرور ہی مگر یہ کہ مقبرہ سے ٹیلے پر ہو انتہی ما فی الفتح و لا یدخل الزرع فی بیع
الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہین زراعت زمین کی بیعین بدون نام لینے
زراعت کے مگر جب کہ کھیت جما ہو اور اوسکی کچھہ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح مین کذا فی شرح المجمع م زراعت اسواسطے بیع ارض مین

ركائز بمعنی مال مدفون در زمین ۱۲

نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل باتصال قرار نہین بلکہ اوسکا اتصال فصل کے واسطے ہی یعنی آدمی نے اوسکو بہ نیتِ قطع بویا ہی تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی
فتاوی عالمگیری مین ہی کہ مالک نے زمین مین بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیج بیع مین داخل نہین اسواسطے کہ جبتک بیج نہین جما تو اوسپر تابع ہونا ثابت
نہین اور اگر جما ہی اور بے قیمت ہی تو صواب یہہ ہی کہ داخل ہی چنانچہ ظہیریہ مین ہے انتہے اور دریافت قیمت کا یہہ طریقہ ہی کہ زمین کی قیمت کیجاوی بعد زراعت
کے اور پھر قیمت کی جاوی زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہی کذا فی فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین
کی قیمت بلا زراعت سو درم ہون مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہون تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت
ہر صورت سو درم ہون تو زراعت بلا قیمت ہی **ولا الثمر فی بیع الشجر یکون الشرط عبّر ھنا بالشرط وثمّہ بالتسمیۃ لیفید ان
لا فرق وان ھذا الشرط غیر مفسد وخصّہ بالثمر اتباعا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبائع الا ان یشترط
المبتاع** اور نہ پہل داخل ہی درخت کی بیع مین بدون شرط کر لینے مشتری کے مصنف نے یہان یعنی دخول ثمر مین شرط کر تعبیر کی اور وہان یعنی دخول زراعت
مین تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ مین کچھہ فرق نہین اور تا معلوم ہو کہ یہہ شرط مفسد بیع نہین اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھہ
خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری اوسکو شرط کر لے م مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر
مثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوتی ہو یا نہوتی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہی کہ مادہ کہجور کی غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کہجور کا شگوفہ اوسمین ڈالا جاوی کہ اس
طریق سے خوب پہل آتا ہی دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہی جو امام محمد نے اصل مین روایت کی کہ من اشتری ارضا فیھا نخل فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع
یعنی جو کوئی زمین خرید کرے جسمین کہجور کے درخت ہین تو پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری شرط کرلے یہہ حدیث مطلق ہی اسمین تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہین
اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کہجور کے پہل مین تابیر شرط ہی یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پہل بائع کا مالک ہی اور نہین تو مشتری مالک ہی اسواسطے کہ صحاح
ستہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے حدیث مرفوع مروی ہی کہ من باع نخلا مؤبرۃ فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع کہ جسنے کہجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہوچکی
ہی تو پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری شرط کرلے حنفیہ کہتے ہین اس حدیث سے صریحاً یہہ ثابت نہین ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پہل کا مالک نہین اور مفہوم
صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہین کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہی اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس
حدیث کی تعمیم پر ملیل ہی واللہ تعالی اعلم **ویؤمر البائع بقطعھما الزرع والثمر وتسلیم المبیع الارض والشجر عند وجوب تسلیمھما فلو لم ینقد
الثمن لم یؤمر بہ خانیہ** اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونون کے قطع کر لینے کا یعنی زراعت اور پہل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ
ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد نہ دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہین
معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خرید کرنا تین صورت سے خالی نہین ایک صورت یہہ ہی کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کہودنے اور اوکہاڑ لینے کے واسطے
تو مشتری کو اوسکے کہود لینے کا حکم ہوگا اور اوسکو اختیار ہی کہ جڑون سمیت کہود لے کیونکہ جڑ بھی بیع مین داخل ہی لیکن کہودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور
یہہ جائز نہین کہ جڑ کی باریک باریک ریشون تک کہودتا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع مین بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت
دیوار کے قریب ہو یا اسیطرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے
درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہی اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اب شاخین نکلین گی اونکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہہ ہی کہ درخت
خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم نہوگا اور اگر کہود لیگا تو اوسکو اختیار ہی کہ دوسرا درخت وہان جماوے تیسری صورت یہہ ہی کہ
درخت خرید کری اور کچھہ شرط نکری تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک زمین بھی بیع مین داخل ہی صدر شہید نے کہا فتوی اس پر ہے
کہ زمین داخل ہی چنانچہ محیط مین ہی بحر الرائق مین کہا ہی کہ یہی قول مختار ہی اور یہہ بالاتفاق ہی کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اوسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی
چنانچہ نہر الفائق مین ہی اور اگر درخت قرار وثبات کیواسطے لیا تو بالاتفاق بیع مین زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جہان مین ماتحت الشجر داخل ہی

تو اُتنی داخل ہی جتنا وہ درخت موٹا ہی بیع کے وقت یہانتک کہ اگر درخت بیع کے بعد اُسقدر سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالکِ زمین کو اختیار ہی کہ اُوتنا چھیل ڈالے اور جہانتک شجر کی عروق اور شاخین پہنچی ہین وہ داخل تحت بیع نہین اور اسی پر فتویٰ ہے محیط مین کذا فی العالمگیریہ وَاِنْ لم یظہر صلاحہا لِاَنَّ مِلْکَ المشتری مشغولٌ بملکِ البائع فیُجبَرُ علی تسلیمہ فارغًا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہی اگرچہ اُسکی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہی تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جدا کر کے کما لو اوصٰی بنخلٍ لرجلٍ وعلیہ بُسْرٌ حیث یُجبَرُ الورثۃُ علی قطعِ البسرِ ہو المختارُ من الروایۃِ ولو الجیۃ وما فی الفصولین باع ارضًا بدون الزرع فہو للبائع باجر مثلہا محمولٌ علی ما اذا رضیَ المشتری فہو چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہین تو وارثون پر زبردستی کیجائیگی گدر پھل کے قطع کرنے مین یہی روایت مختار ہی کذا فی الولوالجیۃ اور جو فصولین مین یہہ روایت ہی کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہی زمین کی اجرت مثل دیکر اوسپر محمول ہی جب کہ مشتری اجارۂ زمین پر راضی ہو جاوے ہکذا فی النہر یعنی اگر راضی نہو تو قطع زرعت واجب ومن باعَ ثمرۃً بارزۃً اَمّا قبل الظہور فلا یصحُّ اتفاقًا ظہر صلاحہا او لا صحَّ فی الاصحِّ اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اُسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہے اصح قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہین م بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہی اور باقی مین اتفاق ہی اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اوس پھل کے جو لائق انتفاع ہی تو یہہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلون کو درخت پر رہنے دے قطع نکرے تو یہہ بالاتفاق صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد درصورتِ اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہی اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اوسمین شیخین اور محمد مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہی جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہہ ہی کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہہ ہی کہ اونمین پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین مین انس سے روایت ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہٰی عن بیع الثمار حتی یبدوَ صلاحہا وعن بیع النخل حتی تزہو قیل ما تزہو قال تحمارُّ وتصفارُّ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہانتک کہ اونکی صلاحیت ظاہر ہوا ور منع کیا خرما کی بیع سے یہانتک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری مین عبداللہ بن عمر سے حدیثِ مرفوع ہی کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اُسکی آفت رسیدگی دفع ہوا اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے حدیث مرفوع ہی کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہانتک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیثِ تابیر ہے جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو چکی یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری اُسکی شرط کرے تو حدیث مین پھل کو مشتری کا ٹھیرایا شرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقًا ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراطِ مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہی اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہہ ہی کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہون گے چنانچہ اس عوسے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہی جو نسائی وغیرہ مین ہی کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہونے دے کسطرح لیتے بھائی کا مال تجھکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہوئی تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہی تو اسمین احتمال مذکور کی گنجائش نہین تو حدیث نہی اسکو شامل نہوئی اور جبکہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھیرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہی اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہی بلکہ ایک حدیث دوسرے کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصًا بتصرف وَلَو برز بعضُہا دُونَ بعضٍ لا یصحُّ فی ظاہرِ المذہب وصحّحہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارجُ اکثرَ زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہین اور

کچھ نہیں تو ظاہر مذہب مین یہہ بیع صحیح نہیں اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہی اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہی اگر اکثر پہل نمودار ہوتے ہون کذا فی شرح الزیلعی ہم
قید اکثریت مین شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق مین حلوانی کا فتوے کل ثمار مین منقول ہے اور یہی قول ہی امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت
عقد اصل مبیع ہی اور جو اُسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہی خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہی بسبب تعامل اور عرف کے کذا فی الحاوی
ویقطعھا المشتری فی الحال جبرا علیہ اور پہلون کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرلے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار مین ہم قطع
بعد البیع اسواسطے لازم ہے تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوی وان شرط ترکھا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی
البائع حاوی اور اگر مشتری نے پہلون کا قائم رکہنا درختون پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہو گی چنانچہ بائع پر قطع شرط کرلینے سے بیع فاسد ہوتی ہے
کذا فی الحاوی القدسی وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناھت الثمرۃ للتعارف لکان شرطا یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار
لکن فی القہستانی عن المضمرات ان الفتوی علی قولھما الفلوانی فتنبہ اور بعضون نے کہا قائل اس قول کے محمد ہین کہ بیع ثمار کی بشرط ترک
علی الاشجار فاسد نہین جب کہ پہل بڑہ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہہ شرط ایسی ہی جسکو عقد بیع مقتضی ہی اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی البحر
عن الاسرار لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہان دو
قول مفتے بہ ہین تو مفتی یہان فتوی دینے مین مخیر ہی محشی مدنی نے کہا شارح سے یہان بے تاملی واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی مین شیخین کے قول کا فتوی
نہایہ سے منقول ہی اور محمد کے قول کا فتوی مضمرات سے قید باشتراط الترک لانہ لو شراھا مطلقا وترکھا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ
ولو بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتہا مصنف نے فساد بیع مین شتراط ترک کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر پہلون کو مشتری نے مول لیا مطلقا یعنی
بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پہلون کو درختون پر قائم رکہا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پہلون مین زیادتی ہو گی وہ مشتری کو حلال ہے
اور اگر بغیر اذن بائع کے پہلون کو درختون پر رہنے دیا تو جسقدر پہلون کی ذات مین زیادتی ہوئی ہو اُسکو تصدق کر دے فقیرون پر ہم زیادتی معلوم
ہونے کا یہہ طریقہ ہی کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پہر جب پختہ ہون پہل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہوگا مابین مین وہی زیادتی ہی کذا فی العینی مثلا
تیس روپیے قیمت ہی بیع کے دن اور چالیس قیمت ہی بعد پختگی کے تو دس روپیہ زیادہ ہیرے اتنے خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک
بدون اُسکی اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی ولو بعد ما تناھت لم یتصدق بشئ اور اگر پہلون کے بڑہ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے
پہلون کو درختون پر رکہا تو کچہہ خیرات نکرے یعنی اسواسطے کہ ثمار کی ذات مین کچہہ تغیر نہین ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ
کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استاجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء
الاذن ولو استجار الارض لترک الزرع فسدت لجہالۃ المدۃ ولم تطب الزیادۃ ملتقی لا بحر لفساد الاذن بفساد الاجارۃ
بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ اور اگر ثمار کی بیع مین درخت کو اجارے پہل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہے اور زیادتی پہل کی حلال
ہی بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کہیت کی حلال
نہوگی کذا فی ملتقے الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارۂ باطل کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ہی ملتقے کی شرح مین ہم وجہ فرق اجارۂ
باطلہ اور فاسدہ مین یہہ ہی کہ اجارۂ باطلہ مین اذن مقصود بنفسہ ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعا ثابت نہین اور معدوم صلاحیت تضمن کی نہین
رکہتا بخلاف اجارۂ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹہیرا تو تضمن کی لیاقت رکہتا ہی تو جب متضمن بالکسر فاسد
ہوگا تو متضمن بالفتح بہی فاسد ہوگا والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جزءا من الف جزء اور پہلون کے خرید کرنے اور درختون پر
رکہنے کا یہہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملے لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہی ہزار حصون مین سے ہم معاملہ اور مساقاۃ یہہ ہی کہ
اشجار کو سینچنے کے واسطے لے کچہہ پہل مقرر کرکے شرح ملتقے مین ہی کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ مینے تجہسے یہہ درخت بطریق معاملہ لئے اس

شرط پر کہ پھلون مین تیرا ایک حصہ ہی اور ایک کم ہزار میرے حصے ہین انتہے لیکن اسمین یہہ خلل ہے کہ مشتری نے پہل قیمت دیکر لئے سوا ونکو بطور معاملہ
کیونکر لے گا ہان مگر یون کہیئے کہ ثمن بطریق احسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے وَاَنْ يَشْتَرِيَ اُصُوْلَ الرَّطْبَةِ كَالْبَاذِنْجَانِ وَاَشْجَارَ الْبِطِّيْخِ
وَالْخِيَارِ لِيَكُوْنَ الْحَادِثُ لِلْمُشْتَرِيْ اور ثمار حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا یہہ حیلہ ہے کہ اصول رطبہ خرید کرے جیسے بینگن کے اور خربوزے
اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پہل بعد بیع کے پیدا ہون وہ مشتری کے مملوک ہون ہم جو شخص خربوزے وغیرہ کے پہل مول لے اور چاہے
کہ درختون مین لگے رہین تاکہ بڑہین یا جو پہل کہ ہنوز موجود نہین وہ میرے مملوک ہون تو اوسکا یہہ طریقہ ہے کہ پہلون کو اونکے درختون سمیت مول لے
بشرطیکہ زمین کا مالک بقای اشجار کا اپنی زمین مین اذن دے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وَفِي الزَّرْعِ وَالْحَشِيْشِ
يَشْتَرِي الْمَوْجُوْدَ بِبَعْضِ الثَّمَنِ وَيَسْتَاْجِرُ الْاَرْضَ مُدَّةً مَعْلُوْمَةً يَعْلَمُ فِيْهَا الْاِدْرَاكَ بِبَاقِي الثَّمَنِ اور زراعت اور گھاس مول لینے
اور قائم رکھنے کا یہہ طریقہ ہے کہ جسقدر موجود ہے اوسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اور مدت معین تک کہ اسمین کہیت کی پختگی معلوم کرے
ہم مثلاً چالیس روپیہ کو ایک کہیت بکتا ہو تو تیس روپیہ کو کہیت مول لے اور دس روپیہ اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک
وَفِي الْاَشْجَارِ الْمَوْجُوْدَ وَيُحِلُّ لَهُ الْبَائِعُ مَا يُوْجَدُ اور ثمار اشجار کے مول لینے مین یہہ حیلہ ہی کہ موجود پہلون کو مول لے اور بائع مباح کرے
اون پہلون کو جو ہنوز پیدا نہین ہوئی یعنی اباحت کے بعد اسکا یہی بائع اذن دے کہ پہل درختون پر قائم رہین کذا فی الطحطاوی فَاِنْ خَافَ اَنْ يَرْجِعَ
يَقُوْلُ عَلٰى اَنِّيْ مَتٰى رَجَعْتُ فِي الْاِذْنِ تَكُوْنُ مَاْذُوْنًا فِي التَّرْكِ پہر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر
پلٹ جای اور کہے کہ اب بقای ثمار وغیرہا کا اذن نہین دیتا تو اوسکا یہہ طریقہ ہی کہ بائع یون کہے کہ جب مین اذن مین رجوع کرون تو تو ماذون ہی ترک
مین یعنی درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہی کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث مَا جَازَ اِيْرَادُ الْعَقْدِ عَلَيْهِ بِانْفِرَادِهٖ صَحَّ اسْتِثْنَاؤُهٗ مِنْهُ
اِلَّا الْوَصِيَّةَ بِالْخِدْمَةِ يَصِحُّ اِفْرَادُهَا دُوْنَ اسْتِثْنَائِهَا اشباہ جو چیز بلا انضمام تنہا بک سکتی ہی مثلاً اوسکا نکال لینا مبیع سے صحیح ہی مگر خدمت
کی وصیت کی تنہای صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ نہ اوسکا نکال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی الاشباہ ہم اور جس چیز پر ایراد عقد
بیع تنہا نہین ہوسکتا چنانچہ حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اوسکا استثنا کر لینا مبیع سے صحیح نہین تو اگر بائع یون کہے کہ مین نے اس لونڈی کو
بیچا سوا اسکے حمل کے یا یہہ گوسپند بیچا سوا اسکی چکتی کے یا ہاتہہ پانون کے تو یہہ استثنا صحیح نہوگا اور وصیت بالخدمۃ کے استثنا کرنیکے قاعدہ مذکورہ سے کچھہ
حاجت نہ تہی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ عقود مین جاری ہے اور وصیت عقد نہین لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بہی جائز ہی اور عقد بعد موت کے
صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن الفتح والنہایہ ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰى هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ بِقَوْلِهٖ فَصَحَّ اسْتِثْنَاءُ قَفِيْزٍ مِنْ صُبْرَةٍ وَشَاةٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْ قَطِيْعٍ وَ
اَرْطَالٍ مَعْلُوْمَةٍ مِنْ بَيْعِ ثَمَرِ نَخْلَةٍ لِصِحَّةِ اِيْرَادِ الْعَقْدِ عَلَيْهَا وَلَوِ الثَّمَرَةُ عَلٰى رُءُوْسِ النَّخْلِ عَلَى الظَّاهِرِ پہر مصنف نے اس قاعدہ پر قول خود
تفریع کی کہ صحیح ہی استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈہیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پہلون کی بیع سے
بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگرچہ پہل درختون پر لگے ہون بنا بر ظاہر مذہب کے وَصَحَّ بَيْعُ بُرٍّ فِيْ سُنْبُلَةٍ بِغَيْرِ سُنْبُلِ الْبُرِّ لِاحْتِمَالِ
الرِّبٰوا چنانچہ صحیح ہی بیع گیہون کی اوسکی بالی مین گیہون کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہون بالی کے اندر ہو اور عوض غیر جنس اسکی بیع ہو تو
صحیح ہی اور اگر گیہون کی بالی کو گیہون کی بالی دیکر خرید کرے تو صحیح نہین بس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہون
کی مانند جو اور جوار کی بیع اونکی بالیون مین صحیح ہے وَبَاقِلَّاءَ وَاَرُزٍّ وَسِمْسِمٍ فِيْ قِشْرِهَا اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع اونکے چھلکون مین
صحیح ہی وَجَوْزٍ وَلَوْزٍ وَفُسْتُقٍ فِيْ قِشْرِهَا الْاَوَّلِ وَهُوَ الْاَعْلٰى اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع اونکے پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست
مین درست ہی خلافاً للشافعی وَعَلَى الْبَائِعِ اِخْرَاجُهٗ اِلَّا اِذَا بَاعَ بِمَا فِيْهِ اور بائع پر لازم ہی اوسکا نکال دینا یعنی گیہون وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے
بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اوسپر نہین وَهَلْ لَهٗ خِيَارُ رُؤْيَةِ الْوَجْهِ نَعَمْ فتح اور ایسی بیع مین مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے یا نہین دلیل

اسکو مقتضی ہو کہ ہاں اسکو دیکھنے کے بعد اختیار رہے لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع تمر فی تمر وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانہ معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے مترجم کہتا ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ گیہوں وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونوں غلاف میں ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف میں کالعدم ہیں اسواسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہ خرما اور یہ روئی ہے اور یوں نہیں بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر اور یہ بنولہ ہے روئی کے اندر اور یوں بولتے ہیں کہ یہ گیہوں ہیں بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یوں نہیں کہتے کہ ان چھلکوں میں بادام ہے بلکہ اسکے طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح واجرۃ کیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے کی مزدوری بائع پر ہے اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہیں ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن ونقدہ وقطع ثمر واخراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور اوسکے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی الخانیہ خلاصہ یہ ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اسوقت ہے جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم جاء یردہ بعیب الزیافۃ مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اسواسطے کہ اب پرکھنا اسواسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ملے کذا فی النہر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ظہر بعد نقد الصراف ان الدراھم زیوف رد الاجرۃ وان وجد البعض فبقدرہ بحر عن اجارۃ البزازیۃ صراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہیں تو صراف پرکھائی کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلیں تو اوسکے بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ البزازیۃ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اوسکی بائع پر ہے اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے ویسلم الثمن اولا فی بیع سلعۃ بدنانیر ودراھم ان احضر البائع السلعۃ اور اول دیا جائے ثمن متاع کی بیع میں دنانیر اور درم ہو اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو مترجم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں سے اور بائع نے اس مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن میں معین ہو جائے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع میں بمجرد عقد کے متعین ہو گیا کیونکہ مبیع اوسکی ملک میں داخل ہو گئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہانتک کہ اگر مبیع ہلاک ہوگی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جائیگی اور بائع کا حق ثمن میں بدون قبض کے متعین نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثمن میں تعین شرط نہیں یہانتک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہو تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہیں اور اگر مشتری کچھہ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ ایسی شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون اذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نفس تصرف مشتری صحیح ہے اور اگر ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہیں چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ العلامۃ شاہین عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اوسپر قبضہ نہیں ہوا اور نہ ثمن دیا یہانتک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اوسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہو گیا اور بازاروں میں اکثر ہوا کرتا ہے آمد

بائع کو حبس مبیع تا استیفای کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایکدرم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہوگئی ہو تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض موجل تو تا استیفای ثمن حال حبس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اوس کا حق ساقط ہوگیا اب بائع مبیع کو استرداد نہیں کرسکتا تیل خرید کیا اور برتن دی وزن کرنیکے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کرد یا مشتری کے سامنے یا اوسکی غیبت میں تو یہہ قبضہ ہوگیا اور اسیطرح ہر کیلی اور موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اوسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اوس پر قبضہ نکیا یہان تک کہ اوسکو دوسری آدمی نے لیلیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اوسکو لے سکتا تہا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہی اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں بہیجنے سے قبضہ ثابت ہوتا ہی جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکہتا اور اگر بائع نے گہوڑا بیچا اور مشتری کو اوسپر قبضہ کرنیکا امر کیا اور بائع اوسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گہوڑا دونون کے ہاتہہ سے بہاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسیطرح ہوتی ہے کذا فی الحاوی للفتاوی فی بیع سلعۃ بمثلھا او ثمن بمثلہ سلما معا ما لم یکن احدھما دینا کسلم و ثمن موجل اور متاع کی بیع میں اوسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اوسکی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونون ساتھ ہی تسلیم کرین جب تک کہ احد البدلین دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن موجل ہے یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو معوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں کا معاوضہ اشرفیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتہہ بلا توقف تسلیم کرین اسواسطے کہ دونون متاع متعین ہیں یکسان اور دونون ثمن غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسری پر ترجیح بلا مرجح ہے ہان مگر بیع سلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتہی نہیں اسواسطے کہ اسمین تاجیل شرط ہی اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہی اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچہہ مدت مقرر کرلی ہی تو اوسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے اور بائع مبیع کو حبس نہیں کرسکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اوسکا حق در باب حبس ساقط ہوگیا بحر الرائق میں ہے کہ درصورت خیار مشتری بہی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہیں کرسکتا تو شارح کو مناسب تہا کہ اسکو بہی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل پہلے اسکے دریافت کرنا چاہیئے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اسطرحپر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہہ ہی کہ اوسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی و شرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک و بین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنہ غافلون فانھم یشترون قریۃ و یقرون بالتسلیم والقبض وھو لا یصح بہ القبض علی الصحیح وکذا الھبۃ والصدقۃ خانیۃ و تمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بہی مشروط کی ہی وہ یہہ ہی کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تخلیہ کردیا تیری مابین اور مبیع کے مابین میں تو اگر یون نکہے گا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹہیریگا اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں اسواسطے کہ مثلا گانون کو خرید کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہی اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسیطرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی میں کیا ہی ہم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہان مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہیں اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پہیر لیگا اگر ثمن دیچکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہے کہ اگر گیہون کو بالیون میں بیچا اور بائع نے اونکو تسلیم کیا بالیون سمیت تو تسلیم صحیح نہین کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم تمام نہیں ہوا فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہی اور اگر کوٹہری کے گیہون خرید کئے

اور بائع نے کوٹہری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نکیا تو قبض نہین اور کنجی دینی گہر کی حق مین ... ہے اگر مشتری بلا تکلف اوسکو کہول سکے آور اگر بعید گہر کو بیچا اور بائع بولا کہ مین نے گہر تجہکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مینے اوسپر قبضہ کیا تو یہہ در حقیقت قبضہ نہین اور اگر گہر قریب ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گہر اس حال پر ہے کہ مشتری اوسکے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اوسکو قریب کہینگے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہے ایسا ہی کذا فی الطحاوی وَجَدَ ای البائع الثمنَ زُیوفًا لیس له اسْتِرْدادُ السِّلعةِ وحَبْسُها به لسقوطِ حقّهِ بالتسلیم وقال زفر له ذلک کما لو وجدها رصاصًا او ستوقةً او مستحقًّا وکالمرتهن منیه بائع نے ثمن کو ایسا کہوٹا پایا جسکا لینا دینا سود اگرون مین رائج ہے مگر سرکار بادشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع پہیر لینی اور اوسکے حبس کر رکہنے کا اس سبب سے اختیار نہین بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کردینے سے اور زفر نے کہا اوسکو اوسکا اختیار ہی چنانچہ اگر دراہم رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہی اور چنانچہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی المنیہ م یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا کئے پہر وہ دراہم کہوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اونکو پہیر دے اور مرہون پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدل دراہم الجیادِ التی کانت له علی زیدٍ زیوفًا علی ظن انها جیادٌ ثم علم بانها زیوفٌ یردّها ویسترد الجیادَ ان کانت قائمةً و الا فلا یردّ ولا یسترد خالد نے اپنے کہرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تھے کہوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کہرے ہین پہر معلوم ہوا کہ وہ کہوٹے ہین تو اونکو پہیر دے اور کہرے پہیر لے اگر موجود ہون اور اگر کہوٹے روپیے خرچ ہوگئے ہون تو نہ پہیر دے اور نہ پہیر لے کما لو علم بذلک عند القبض چنانچہ اوس صورت مین پہیرنے کا اختیار نہین جب کہ اوسکو قبضہ کرنیکے وقت اونکا کہوٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو قال ابو یوسف یردّ مثلَ الزیوف ویرجع بالجیاد کما لو کانت رصاصًا او ستوقةً اور ابو یوسف نے کہا اگر کہوٹے روپیے صرف ہوگئے ہون تو ویسے اور کہوٹے پہیر دے اور کہرے پہیر لے چنانچہ اگر رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر ہو تو پہیرنا بالاتفاق ثابت ہی اشتری شیئًا وقبضه ومات مفلسًا قبل نقد الثمن فالبائع اسوة للغرماء وقال الشافعی هو احق به کما لو لم یقبضه المشتری فان البائع احق به اتفاقًا ولنا بقوله علیه الصلوة والسلام اذا مات المشتری مفلسًا فوجد البائع متاعه بعینه فهو اسوة للغرماء شرح مجمع للعینی خریدی کوئی چیز اور اوسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہی باقی قرضخواہون کے یعنی وہ ماسا ... اور قرضخواہون کے مانند بائع کو بہی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ ترحقدار ہی اوس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نکیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ حدیث ہی کہ جب مشتری مفلس ہوکر مرے پہر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی م امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہی کہ من ادرک ماله بعینه عند رجل قد افلس فهو احق به من غیره یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوس مال کا زیادہ ترحقدار ہے اوسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہہ حدیث ہی جو شارح نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داؤد مین مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہہ جواب ہی کہ ہماری حدیث مفسر ہی اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے اسمین خصم کی کچہہ حاجت نہین و تمامہ فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی باع نصف الزرع بلا ارض ان باعه الاکار لرب الارض جاز و بعکسه لا الا اذا کان البذر من الاکار فینبغی ان یجوز خانیۃ نصف کہیت بدون زمین کے بیچا اگر اوسکو کاشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتہہ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدہا کہیت کاشتکار کے ہاتہہ بیچا تو جائز نہین مگر جب کہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہہ ہی کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیہ باع شجرًا او کرمًا مثمرًا لا یدخل الثمر وحینئذٍ فبقاء الشجر الی الادراک فلو ابی المشتری اِعارته خُیِّر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع الفصولین قال ف الثمر ولا فرق بظهور بین المشتری والبائع پہل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پہل داخل بیع نہوگا اور اوسوقت بین درخت عاریت لیا جائیگا مشتری سے

پہل پکنے تک پہلا اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہی چاہے بیع کو باطل کرے یا پہلون کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین نہر الفائق مین لکہا کچہہ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین مترجم یعنی عن قریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری فقط پہل خرید کرے بدون درخت کے تو اوسپر فی الحال پہل توڑنا واجب ہی در صورت عدم اعارۂ بائع اگرچہ پہل خام ہون اور یہان بائع ابطال بیع اور قطع ثمر مین مختار ہے اور مشتری مختار نہین حالانکہ مشتری اور بائع مین کوئی وجہ فرق ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

یہہ باب ہی خیار الشرط کے احکام مین خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہی چاہین بیع کو قائم رکہین چاہین توڑ دین و جملہ تقدیمہ مع بیان تقسیمہ مُبَیَّنٌ فی الدر یعنی خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اوسکی تقسیم کے بیان کے ساتھہ در رمین مصرح ہے مترجم صاحب درر نے کہا کہ بیع کا ہی لازم ہوتی اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہی جسمین اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اوسکو پہلے ذکر کیا اوسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہی پہر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند قسم پر ہی ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجہکو اختیار رہی یا مجہکو چند روز اختیار ہے یا مجہکو ہمیشہ اختیار رہی اور ایک قسم جائز ہی بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجہکو تین دن یا اس سے کمتر مین اختیار ہے اور ایک قسم مین اختلاف ہی وہ یہہ ہے کہ یون کہے کہ مجہہ کو اختیار ہی ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی معلوم کرنا چاہیئے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تہا اور اوسکے سر مین زخم لگا تہا تو اوسکے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تہا اس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اوسکی زبان ثقیل ہو گئی تہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہدیا کر لاخلابۃ یعنی مجہکو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گہر والون کے طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہہ تو گران قیمت ہی تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجہکو بیع مین اختیار دیا ہی اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور ابن ماجہ اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط مین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہی کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعة عشر پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہونچا ہے الثلاثة المبوّب لها اونمین سے تین خیار وہ ہین جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہین یعنی باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وغبن ونقد وکمیة واستحقاق وتغرير فعلي وكشف حال وخيانة مرابحة وتولية وفوات وصف مرغوب فيه وتفريق صفقة بهلاك بعض مبيع واجازة عقد الفضولي وظهور المبيع مستأجرا او مرهونا كذا في اشباه من احكام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہہ ہی کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کر لے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار ہی اور اختیار نقد یہہ ہی کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہہ کہ خرید کی بعوض ان دراہم کے جو اس برتن مین ہین پہر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکہا تو اوسکو اختیار ہی اور یہہ خیار الرویۃ نہین اسواسطے کہ نقود مین خیار الرویۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہہ کہ بعض مبیع غیر کا حق ٹہیرے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دہوکہ کہا دے چنانچہ بکری یا گائے کے تہن چند روز باندہ رکہنا تا بہت دودہ نظر آئے بموجب ایک روایت کے مشتری کو پہیر دینے کا اختیار رہی کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہہ ہی کہ خرید کی بعوض سونے کے جو اس پتہر کے ہموزن ہی اور خیار کشف مین خیار التکشف بہی دخل ہے اور وہ یہہ ہی کہ اناج کا ڈہیر بحساب ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہی ایک صاع مین لیکن بسبب تفریق صفقہ مشتری کو اختیار ہی نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم کہانے سے

خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہہ کہ بیع التولیہ میں بامورہ کو رہ خیانت ثابت
ہو تو مشتری مختار ہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہے اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب
ہے یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہوا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن دیکر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض
مبیع کے اور یہہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہے مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونیکے
ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہے اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے
معلوم ہوا کہ مبیع کسیکے پاس گرو ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر یا مرتہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشباہ من احکام المفسوخ
قال وینفسخ باقالۃ وتحالف فبلغت تسعۃ عشر سببا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہے اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا
انیس کو پہونچا ہم اقالہ یہہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تحالف (باہم قسم کھانا) کی صورت یہہ ہے کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہوا
اور دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی نہوا تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کر دیگا ایک
عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوای تحالف کے کہ اوسکو قاضی فسخ کرتا ہے کذا فی الحلبی عن الاشباہ وقلما ذکرہا المصنف
یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صح شرطہ للمتبایعین معا
ولاحدہما ولو وصیا ولغیرہما ولو بعد العقد لا قبلہ تتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونوں میں سے ایک
عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کیواسطے صحیح ہے اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح نہیں قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ
ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح
شرط کری کہ میں تجھکو اختیار دیا اوس بیع میں جسکو میں منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلہ او بعضہ
کثلثہ او ربعہ ولو فاسدا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع میں یا بعض میں چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ وہ عقد جسمیں شرط ہوئی ہے فاسد ہو
ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے میں تو اوسکا قول معتبر ہے جو
اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہے تین دن یا اس
کمتر میں ہم تین دن کا اختیار ہو تو وقت صحیح ہے جبکہ مبیع سریع الفساد (جلد بگڑ جانیوالی) نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خریدی کہ جو جلد
سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہہ ہے کہ مشتری پر کچھہ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور
تجھہ پر ثمن کا دینا واجب نہیں یہاں تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہو جاے تا جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی وفسد عند
اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہے اطلاق یا ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد
حلبی نے کہا توقیت (کول وقت مقرر کرنا) مجہول بھی تابید (ہمیشگی) کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہو تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا خیار رہوی پھر بائع نے بعد
مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھکو اختیار ہے تو یہہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھکو اقالہ بیع کا اختیار ہے کالاکثر فیفسد فی الکل منعہ
خلافا لہما صحیح نہیں تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اوسکے فسخ کرنیکا اختیار ہے بخلاف
صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط در صورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبدالرزاق نے انس سے روایت کی کہ
ایک مرد نے ایک اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا کہ الخیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار
تین ہی دن ہے کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جاگڑ کہتے ہیں اور بعضے تین دن سے زیادہ جاگڑ لیتے
ہیں سو شرعا جائز نہیں غیر انہ یجوز ان اجاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں بلکہ

یہہ کہ بیع جائز ہو جاویگی اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاویگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم اسواسطے کہ
مفسد دفع ہو گیا قبل اپنے تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابع مین ہو تا عدم طلوع فجر اور یہہ قول حنفیۂ عراق کا ہے اور حنفیۂ خراسان نے کہا کہ عقد
موقوف تہا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہو گی تو وہ فاسد ہی فائدہ خلاف کا یہہ ہی کہ بقول اول مباشرت عقد
حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہین کذا فی الطحطاوی وصح شرطہ ایضا فی لازم یحتمل الفسخ اور صحیح ہی شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ
مین بہی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ موصی وصیت مین اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہی اور موصی لہ کو قبول اور عدم قبول مین
اختیار ہی اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کمزارعۃ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر عینہ وکتابۃ
وخلع ورہن وعتق علی مال لو شرط للزوجۃ والراہن والقن عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ
اور قسمت اور صلح دعوی مال سی اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہوا ہو زوجہ کیواسطے
خلع مین اور راہن کے واسطے رہن مین اور مملوک کے واسطے عتق مین ہم زوجہ اور راہن اور مملوک کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے جانب سی عقد لازم
محتمل الفسخ ہی بخلاف زوج اور مولے کے کہ اونکے جانب سی عقد لازم ہو لیکن محتمل فسخ نہین اسواسطے کہ یمین ہی اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اوسکی جانب
سی عقد لازم نہین مرتہن کو بروقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی من المنح ونحوہا ککفالۃ وحوالۃ وابراء وتسلیم شفعۃ بعد الطلبین و
وقف عند الثانی اشباہ واقالۃ بزازیہ فہی ستۃ عشر اور مانند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابراء اور تسلیم شفعہ دو طلب کے بعد یعنی
طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیہ تو یہہ سولہ عقود مین بیع کو
ملاکر جنمین شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے ہم مطلق ضمانت مین خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہے بزازیہ مین ہی کہ ضامنی مین
دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہی بخلاف بیع کے اور وقف بہی ضمانت کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی لا فی نکاح وطلاق ویمین ونذر وصرف
وسلم واقرار الا اقرار بعقد یقبلہ اشباہ ووکالۃ ووصیۃ نہر فہی تسعۃ صحیح نہین شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور
نذر اور صرف اور سلم اور اقرار مین مگر اوس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہے تو اوس اقرار مین شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت
اور وصیت مین شرط خیار صحیح نہین کذا فی النہر یہہ نو عقد ہوئے ہم جب اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درم ہین اس شرط پر کہ مجھکو تین دن اختیار ہی تو اقرار
لازم ہو گا اور شرط خیار باطل ہو گی اسواسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار نہین ہان اگر یون اقرار کریگا کہ مجھپر ہزار درم ہین اوس
مبیع کی ثمن کے جسکو مین نے بشرط خیار خرید کیا تو یہہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہو گا اگر بائع اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع اون عقود سے
ہی جو قابل خیار ہین کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للابی السعود وقد کنت غیرت ما نظمہ فی النہر فقلت ؎ یاتی خیار الشرط فی
الاجارۃ + والبیع والابراء والکفالۃ + والرہن والعتق وترک الشفعۃ + والصلح والخلع کذا والقسمۃ + والوقف والحوالۃ
والاقالۃ + لا الصرف والاقرار والوکالۃ + ولا النکاح والطلاق والسلم + نذر وایمان فحفظ ایغنم + اور مین نے
بدل دیا نہر الفائق کی نظم کو اور یون کہا ہے کہ شرط خیار آتی ہی اجارہ مین اور بیع اور ابرا اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح مین
اور اسیطرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ مین نہ صرف اور اقرار اور وکالت مین اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین
مین اس نظم کو غنیمت جاننا چاہیئے ہم شارح نے نہر الفائق کی نظم مین کچہہ بہی تغییر نہین کی سوائے اسکے کہ بجای حوالہ قسمت لایا اور نکوئی عقد اوسپر زیادہ
کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہر ہی قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم مین داخل نہین اور قسم ثانی سے
وصیت فان اشتری شخص شیئا علی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا
لزفر فلو لم ینقد فی الثلثۃ فسد فینفذ عتقہ بعدہا لو فی یدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خرید کی اس شرط پر کہ وہی مشتری

اگر اوسکا ثمن نہ دی تین دن تک تو بیع نہیں یہہ صحیح ہی بطریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن مین نہ دیگا تو بیع فاسد ہو گی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سوا اوسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ اور اسیطرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت مین مشتری کو اختیار ہی اور دوسری صورت مین بائع کو خانیہ مین ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہین تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اوسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہی کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ مین ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہوگا کذا فی الطحاوی عن الخانیہ ولمن اشتری کذلک الی اربعۃ ایام لا یصح خلافاً لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسیطرح چار دن تک تو بیع صحیح نہین بخلاف محمد کے ھ یعنی مشتری نے اسطرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن ندی تو بیع نہین تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ بیع صحیح نہین اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہی اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہین فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقاً لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جاویگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہی خیار الشرط سی تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ھ یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشتری مین فاء تفریع نہ لاتا تو خوب تھا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ خیار الشرط مین داخل نہین بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہی اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اوسکی انواع سی ہو جیسا کہ صاحب کنز اور درر و غرر نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ش ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقاً فیھلک علی المشتری بقیمتہ ای بدلہ لیعم المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت نھر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور مال مبیع بائع کی ملک سی نکل نہین جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل مبیع سی تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت مین کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اوسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوئی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنیکے بعد مضمون بالقیمۃ ہی جتنی اوسکی قیمت پہونچی کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن مسمی سے قیمت زیادہ ہو ضمان اوسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اوسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ ھ درصورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ھلاک ہوگئی ہو بہر صورت اوسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء مین بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون مین ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑی کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور وہ تلف ہوگیا تو اوسپر ضمان نہین اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اوسکی قیمت کا اوسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتھی اور یہہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونون کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی نہر الفائق مین ہی کہ مشتری پر قیمت اسواسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہوگئی اور بیع نافذ نہین ہوسکتی بدون محل کے تو یہہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہوگیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت میں ہلاک ہونے سے قیمت ہی قیمتی مین اور مثل ہے مثلی مین یہہ اوس صورت مین ہی کہ جب مدت خیار مین ہلاکی ہو اور اگر ھلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہی نہ قیمت کا انتھی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالتسوم اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ مین ہلاک ہوا تو وکیل اوسکا ضمان دیگا اپنی مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جب کہ موکل نے وکیل کو اوسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ھ وکیل شراء نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اوسنے پسند نکیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہوگیا تو اوسکا ضمان قیمت وکیل پر ہی موکل سے نہین لے سکتا مگر اوس صورت مین لے سکتا ہی جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنیکا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقاً اور جسپر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اوسکا تاوان مطلقاً

لازم نہین خواہ اوسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہوا ہو م سَوُمُ النظر یہہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہہ کپڑا مجہکو دے تا مین اسمین نظر اور تامل کرون یا غیر کو دکہاؤن پہر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے نزدیک اوسپر کچہہ تاوان نہین یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تہا اور اگر یون کہے گا کہ یہہ کپڑا مجہکو دے اگر مین راضی ہونگا تو اسکو لونگا پہر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ یہہ قبض بطلے سَوْمُ الشراء ہوا سوم النظر باقی نرہا وجہ فرق یہہ ہے کہ پہلی صورت مین اوسنے تامل اور غیر کے دکہانیکے واسطے دیا تہا اور یہہ بیع نہین اور دوسری صورت مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہوا اور خریدکرے اور یہہ بیع ہی کذا فی النہر وَعَلٰی سَوْمِ الرَّهْنِ بِالْاَقَلِّ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَمِنَ الدَّيْنِ اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور دین مین اوسکا ضمان لازم آویگا م صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص پر دین تہا سو اوسنے گرو رکہنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے اوسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پہر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اوس چیز کی قیمت دین سے اقل ہے تو اوسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اوسکا ضمان لازم ہی تو رہن کی گفتگو نے حقیقت رہن کے ہوئی کذا فی الطحطاوی وَعَلٰی سَوْمِ الْقَرْضِ بِقَرْضٍ مُسَاوٍ مَّا بِهٖ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اوسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے م صورت اوسکی یہہ ہی کہ زید نے خالد سے دس روپیے قرض مانگے خالد نے اوسکو مثلاً ایک تلوار دی کہ اسکو دس پر رہن رکہلے پہر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس روپیہ کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اسمین اور رہن کے مسئلہ مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہہ کہ دین ثابت ہی راہن کے ذمہ پر اور مستقرض کے ذمے پر ثابت نہین دوسری یہہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض مُسَاوٍ مَّا علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وَعَلٰی سَوْمِ النِّكَاحِ لِاَمَةٍ بِقِيْمَتِهَا ثُمَّ اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اوسکی قیمت کے ہی کذا فی النہر م یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اوسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اوسکے پاس تو اوسکی قیمت کا ضمان اوسپر لازم ہے وَخَرَجَ عَنْ مِلْكِهٖ اَیِ الْبَائِعِ مَعَ خِيَارِ الْمُشْتَرِیْ فَقَطْ فَهَلَاكُهٗ فِیْ يَدِهٖ بِالثَّمَنِ اور مبیع خارج ہوجاتی ہی بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتہہ تو ہلاک اوسکی مبیع مشتری کے ہاتہہ مین بعوض ثمن کے م اسواسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہین اور وجود عیب مانع رد ہی تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا ثمن اور قیمت مین یہہ فرق ہی کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس شی کی تقویم ہو یعنی مقدار بالیست بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی كَتَعَيُّبِهٖ فِيْهَا بِعَيْبٍ لَا يَرْتَفِعُ كَقَطْعِ يَدٍ مانند معیوب ہوجانے مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا چنانچہ ہاتہہ کا ٹنا م یہہ تشبیہ ہی معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتہہ دونون صورتون مین یعنی در صورت خیار بائع یا در صورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت مین موجب قیمت کا ہی اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی المنح فَيَلْزَمُهٗ قِيْمَتُهٗ فِی الْمَسْئَلَةِ الْاُوْلٰی وَلِلْبَائِعِ فَسْخُ الْبَيْعِ وَاَخْذُ نُقْصَانِ الْقِيَمِیِّ لَا الْمِثْلِیِّ لِشُبْهَةِ الرِّبٰو حدادی تو مشتری کو عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنی درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب سے کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچہہ عیب اسمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اوسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وَثَمَنُهٗ فِی الثَّانِيَةِ اور در صورت ثانی یعنی در صورت خیار مشتری عیب دار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا وَلَوْ يَرْتَفِعُ كَمَرَضٍ فَاِنْ زَالَ فِی الْمُدَّةِ فَهُوَ عَلٰی خِيَارِهٖ وَاِلَّا لَزِمَهُ الْعَقْدُ لِتَعَذُّرِ الرَّدِّ ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہی چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہی چاہے لے چاہے پہیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اوسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پہیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال وَلَا يَمْلِكُهُ الْمُشْتَرِیْ خِلَافًا لَهُمَا لِئَلَّا يَصِيْرَ سَائِبَةً قُلْنَا السَّائِبَةُ هِیَ الَّتِیْ لَا مِلْكَ فِيْهَا لِاَحَدٍ وَلَا تَعَلُّقَ مِلْكٍ وَالثَّانِیْ مَوْجُوْدٌ هٰهُنَا وَيَلْزَمُ اجْتِمَاعُ الْبَدَلَيْنِ وَالْعِوَضَيْنِ عَلٰی مِلْكٍ مَجْمُوْعِهٖ بِالنَّقْضِ بِشِرَاءِ قَرِيْبِهٖ اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک

مبیع ضائع ہوگئی [illegible]

مشتری اوسکا مالک ہوجاتا ہی تا مبیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹہرجاوی اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری
بہی اوسکا مالک نہو تو پہر مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کے طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسیکی ملک نہو اور علاقہ
ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطے منفعت
ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین
موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی
ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجے جیسا صاحبین کا مذہب ہی تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی
ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک
مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ خیار اسواسطے مشروع ہوا ہی تا عاقد غور اور تامل کرکے
اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہوجاوی اور مبیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہوجاوی بلا اختیار
مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا ولعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی
البحر عن البحر ولا یخرج شیٔ منہما ای من مبیعٍ وثمنٍ من ملک بائعٍ ومشترٍ عن مالکہ اتفاقاً اذا کان الخیار لہما وایّما
فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایّما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی
ملک سے نکل نہین جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور اونمین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ
ہوجاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز کہے گا تو فقط اوسیکا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کا ہم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا
ثمن مین بجای فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہوجاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت
ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہرصورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح ولہذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی
عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ ا نیحق عزتہ فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہی دس مسئلون مین جنکو علامہ
عینی نے اس قول ا نیحق عزتہ فخم مین جمع کیا ہی بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامۃ لو شراہا
بخیارٍ وہی زوجتہ بقی النکاح الف اشارہ ہے امۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہی مشتری کی تو نکاح باقی
ہی یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین زوجہ زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک نکاح فسخ ہوگیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پہر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولے کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے
نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من الاستبراء لحیضہا فی المدۃ لا یعتبر استبراءً اور سین اشارہ ہی استبراء سے
تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبرا معتبر نہوگا ہم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو یہہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا
امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پہیر دیجاوے
تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر ح من المحرم فلا یعتق محرمہ
ح اشارہ ہی محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک
بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ق من الوطء بات لمنکوحتہ المشتراۃ فلہ ردہا الا اذا نقصہا بہ ق اشارہ ہی قربان بالتشدید
یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار مین اوس سے قربت کی تو مشتریکو اوسکا پہیر دینا جائز ہے مگر جبکہ اوسمین نقصان لگ
گیا ہو قربت سے تو پہیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا

مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب دقایہ کے نقصان کو بوطی پر مخصوص نہ کہا اسواسطے کہ بحر الرائق
اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بہی امتناع رد کا موجب قرار دیا ہی اور صاحبین کے نزدیک وطی بملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری
اوسکو پہیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بہی لاحق نہوا ہو نہر الفائق مین درایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پہیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اسمین کچھہ نقصان نہ عارض ہوا ہو ع ومن الودیعة عند بائعه فیهلك
على البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملك ع اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کی اذن سے
پہیر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پہر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پہیر دینے سے بواسطے عدم ملک
کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اوسکا امانت رکہنا صحیح نہوا بلکہ مشتریکا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی ثابت
ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتریکا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہی تو اوسکی ودیعت صحیح ہے اوسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھہ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ ز ومن الزوجة المشتراة لو ولدت في المدة في يد البائع لم تصر ام ولد ولو في يد
المشتري لزمه العقد لان الولادة عيب درر وابن كمال ز اشارہ ہی زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا
اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہو گیا
اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر وابن کمال ہم اسیطرح شرح وقایہ مین بہی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی تو اوسکی ام ولد ہو جاوے گی
بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری اسکو پہیر نہین سکتا سو وہ اسکی مملوک ہو گئی وفي البحر عن الخانية اذا ولدت
بطل خياره وان كان الولد ميتا ولم تنقصها الولادة لا يبطل خياره واقره المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی
مشتری کے پاس تو اوسکا اختیار باطل ہو گیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتریکا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم
تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی کذا فی الطحطاوی ک ومن الكسب للعبد في المدة فهو للبائع بعد الفسخ ک
اشارہ ہی کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اوسنے کچھہ مال کمایا مدت خیار مین تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور
صاحبین کے نزدیک مشتریکا مال ہے اور درصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہی کذا فی الطحطاوی ف ومن الفسخ لبيع الامة فلا استبراء
على البائع ف اشارہ ہی فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پہر بیع فسخ کرکے پہیر دی تو بائع پر استبرا واجب نہین اسواسطے کہ استبرا واجب
ہوتا ہی اوسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسری ملک کیطرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ مشتری اوسکا مالک نہین ہوا بخلاف
صاحبین کے خ ومن الخمر فلو شراه ذمي من مثله بالخيار فاسلم احدهما فهو للبائع عيني وتبعه المصنف لكن عبارة ابن الكمال
اسلم المشتري خ اشارہ ہی خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسری ذمی سے بشرط خیار کے پہر کوئی ایک عاقد مسلمان ہو گیا
تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اوسکا تابع ہوا ہی لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہی کہ مشتری مسلمان ہو گیا م
شرح وقایہ مین بہی اسلام مشتری مذکور ہے حلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہے
یعنی مشتری پر انتہے تو بائع اسواسطے شراب مذکور کا مالک ہی کہ اگر بیع باطل نکی جاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اوسکا مالک ہو کر
تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کیواسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہی اور خیار باطل ہے اسلئے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پہیر دینے
کا مالک رہے اور پہیر دینا تملیک ہی اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ م ومن المأذون لو ابرأه البائع عن الثمن صح مجانا
وبقي خياره لانه يلي عدم التملك كل ذلك عنده خلافا لهما م رمز ہی ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط
خیار پہر بائع نے اوسکو ثمن معاف کر دیا یعنی مدت خیار مین تو صحیح ہی بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونیکا

اختیار رکہتا ہی یہہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک درصورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اوسکو رد کرنیکی ولایت ثابت رہی تو اوسکا رد کرنا تملیک بلاعوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلاعوض کی ولایت نہین اور امام اعظم کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اوسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو عدم تملک کی ولایت ثابت ہی اسواسطے کہ جب اوسکو کوئی چیز ہبہ کیجاوی تو اوسکو قبول نکرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایہ قلت ویزید علی ذلک مسائل منہا التعلیق کان ملکتہ فہو حر فشراہ بخیار لم یعتق مین کہتا ہون اور مسائل عشرہ مذکورہ پرچند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہین از انجملہ تعلیق ہی جسکا اشارہ ت ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پہر اوسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہوگا بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت واستدامۃ السکنی باجارۃ اواعارۃ للبس باخیار دت اشارہ ہی استدامت سی یعنی دوام سکنے بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہین ہم صورت اوسکی یہہ کہ ایک گہر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اوسکا ساکن ہے بواسطے اجارہ یا عاریت مانگنے کے پہر سکونت مستدام ہوئی خواہرزادہ نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین مین ہی کہ درصورت ابتداء سکنے خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہی صید سی یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پہر حج کا احرام باندہا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہو گئی یعنی مبیع بائع کو پہیر دیجاوی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہی اور اگر بائع کا اختیار ہی تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحاوی عن البحر د والزوائد الحادثۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع د اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزین زوائد پیدا ہون مدت خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اونکا حدوث مشتری کی ملک مین نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اونکا مالک مشتری ہی حلبی نے کہا زوائد عام ہین زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلہ کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہتی اسواسطے کہ یہہ آٹھوین مسئلہ مین داخل ہے یعنی کسب مین جسکی رمز کاف ہی ز د والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ فسد خلافا لہما فینبغی ان یرمز لہا لفظ تتصدر ویضم الرمز الی الرمز ولم ار لاحد فلیحفظ ز اشارہ ہی عصیر سی یعنی اگر دو مسلمانون نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہو گیا مدت کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہہ ہی کہ ان مسائل خمسہ بلفظ تتصدر مرموز کیجیے اور یہہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور مینے یہہ نہین دیکہا کہ کسی نے ان مسائل کو بااین لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہہ ترکیب ہوئی اتحش عزتک تتصدر یعنی اپنی عزت کو رگڑ ڈال حق تعالی کی تعظیم کر امتثال امر اور اجتناب نواہی اور لوگون کی تعظیم کر بقدر اونکے مراتب کے تا حق تعالے اور لوگون کے نزدیک تو صدر نشین ہو اجاز من لہ الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما وفسخ احدہما فلیس للاخر الاجازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے اختیار دیا تہا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اوسنے بیعکو نافذ کردیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتہی کے بالاتفاق مگر یہہ کہ بائع اور مشتری دونو کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کردی ہو تو دوسریکو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہین ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسری کا علم ضرور نہین مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پہر اگر صاحب اختیار نے بیعکو فسخ کیا قول کر تو صحیح نہین جبتک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ شخص سی ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت مین بیع فسخ کی اور اوسکی ساتہی کو علم نہوا تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکہی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور فسخ باطل ہے والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہہ ہی کہ مضبوطی کرلے صاحب اختیار اپنے ساتہی سے حاضر ضامن لیکر اوسکے غائب ہو جانیکے خوف سی یا حاکم سے نالش کری تا حاکم اوس شخص کو قائم کری جسپر رد بیع کیجاوے

کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہین ہوتی اور صاحب خیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہو جاے
تو مجھکو فسخ کا اختیار نرہے گا تو اوسکی یہہ تدبیر ہے کہ اوس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اوسکے طرف سے مخاصم
قرار دے پھر صاحب خیار مبیع یا ثمن اوسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر
قید نا بالقول لصحتہ بالفعل بلا علمہ اتفاقا قال فا ذہ بقولہ شارح کہتا ہے معنے عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی بواسطے
صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول مین مصرح کیا ہے ہم فسخ بالفعل کی مثال یہہ ہے
کہ بائع نے اپنے واسطے خیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرفات مالکانہ شروع کئے مثلا مبیع اگر غلام ہے اسکو آزاد کر دیا یا اوسکو بیچ ڈالا یا لونڈی
سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہہ فسخ فعلی ہے اور اگر خیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہہ افعال کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی منجملہ
نقود نہو اور مشتری اسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور
بیع تمام ہو جاتی ہے اسکی موت سے ہم یعنی جسکے واسطے خیار مشروط تہا وہ مرگیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب خیار
مرگیا تو ثمن اوسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تہا تو مبیع اوسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن
نہ پایا ہوگا تو اوسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مرگیا جسکے واسطے خیار مشروط نہ تہا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہے کذا فی
الطحطاوی اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہے کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رؤیۃ وتغریر ونقد لان الاوصاف لا تورث
اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا مورث کا جیسے خیار رؤیت اور خیار تغریر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات
مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ہم یعنی بیع منفسخ نہین ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اوسکی
حیات مین اسواسطے کہ خیار عبارت ہے ارادہ اور مشیت سے سوارادہ مورث کا اوسکی موت سے منقطع ہوگیا جیسے اور تصرفات اوسکے منقطع ہوگئے
مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہہ ہے کہ ارث اوسمین جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ اسمین جسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے
منح الغفار مین ہے کہ خیار تغریر یہہ ہے کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے انتہے طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر
کی ظاہر ابحث ہے مصنف کی اور خیار النقد بحث ہے صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تہا کہ انکو بطور نصوص مذہب ذکر نکرتا واما خیار العیب والتعیین
وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لانہ یرث خیارا لا درک فلیحفظ اور خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ
کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ مین یہہ نہین کہ مورث کی خیار کا وارث ہوتا ہے کذا فی الدرر اسکو یاد
رکہنا چاہئے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہے تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیون ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ وارث
کو یہہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلا خیار العیب وارث کو ابتداء ثابت ہے اسواسطے کہ مورث اوس مبیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم
ہے اسیطرح اوسکا وارث ہے اسواسطے کہ وہ اوسکا قائم مقام ہے تو عند التحقیق مورث عین مبیع ہے بصفت سلامت عیوب اور اسیطرح خیار التعیین وغیرہ
علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کی کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار العیب
اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہے تو ظاہرا ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ وان لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو لبعضہ
وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ او لا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرجہ داخل بشہوۃ والقول لمنکر
الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہو جاتی ہے مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد
کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسیطرح ہر ایک اوس تصرف سے جو نافذ
نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا ہے بدون مالک ہونیکے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح مین اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو

شہوت سے دیکھنا اور در صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفہم م اجارہ اور نظر مین لف نشر مرتب ہے یعنی اجارہ ایسا
تصرف ہے جو بدون ملک نافذ نہیں ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون ملک کے حلال نہیں مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے
اور غلام کی حجامت کروانا اسکو وا پلانا کھیت کا سینچنا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل خیار
اور اتمام بیع کے سبب ہین کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شراہا بالخیار علی انہا بکر فوطیہا لیعلم اہی بکر ام لا کان اجازۃ ولو وجدہا
ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بہذا العیب نہر وسیجیٔ فی بابہ اور قاعدۂ مذکورہ کا مقتضا یہہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر
کہ وہ باکرہ ہے پھر اوس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہین تو یہہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فورًا قربت سے باز رہا بلا توقف تو اسکو
پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہہ مسئلہ خیار العیب کے باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نرہیگا تو رضامندی
ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نکر سکیگا م جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنیسے جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور خیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ
قربت کرنا امتحان بکارت کیواسطے اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہہ حلال نہین بدون ملک
ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخًا اور اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب
الشفعۃ وان لم یأخذہا معراج بہا ای بدار فیہا خیار الشرط بخلاف خیار رؤیۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ
طلب کرنے سے بواسطہ اوس گہر کے جسمین خیار الشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج م صورت
اوسکی یہہ ہے کہ زید نے ایک گہر بشرط خیار خرید کیا پھر اوسکے پڑوس مین دوسرا گہر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانۂ اول کے خانۂ ثانی کا شفعہ طلب کیا
تو خانۂ اول کی بیع تمام ہوگئی بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گہر بدون رؤیت کے خرید کیا اور اوسکے ہمسایہ مین دوسرا گہر بواسطے شفعہ
کے لیا تو اوسکو اختیار ہے کہ رؤیت کے بعد خانۂ اول کو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ
یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اوسکے واسطے مشروط ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب
شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اوسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہین ہو سکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی
بیع تمام ہوگئی ولو شرط المشتری او البائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ عاقدًا کان او غیرہ بہذی صح
استحسانًا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البہنسی تو یہہ
صحیح ہے بنابر استحسان کے اور اسصورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم مین بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے
کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسکا یقین کیا ہے بہنسی نے م قیاس یہہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہوا اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے
کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی
اوسکا نائب ٹھیرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا
کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کیواسطے اختیار کا
شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہو چکا وکذا فی
البحر طحطاوی نے کہا اوسکی صورت یون ممکن ہے جب کہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسری مشتری کیواسطے یا ایک
بائع دوسری بائع کیواسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدہما من النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقہ الآخر پھر جبکہ نائب اور منیب
میں سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اوسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدہما وعکس الآخر فالاسبق اولی
لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت

یا فسخ نافذ ہی اسواسطے کہ ہمو قت تعارض نہیں ہیا اور شخص حاضر کا فعل لغو ہے ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی دونون عاقدین سے ہوگئے تو فسخ زیادہ تر ثابت ہی قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہی اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہین ہوتی واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز فقد اجاز الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع ابتداءً اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہی اسواسطے کہ مبسوط مین ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہوگئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود عقد کے اعادہ پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا یہی اجازت کی حقیقت ہو اس اعتراض کا یون جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہین مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہی بلکہ یہہ دوسری بیع ہے سری سے ہم نہر الفائق مین ہے کہ فسخ کا اولے ہونا یہہ روایت ہی کتاب المأذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہہ روایت ہی کہ تصرف مالک کا اولے ہی اور بعضون نے کہا اولی قول ابو یوسف ہی اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہے ایک غلام مین اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اوس غلام کو معین کر دیا جسمین اختیار شرط کیا تو بیع صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ بائع نے کہا کہ مین نے تیری ہاتھ یہہ دونون غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص مین اختیار ہی والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اوس غلام کی جسمین اختیار شرط کیا تعیین نکی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل کی بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ہم عدم تعیین اور تفصیل سطرح کہ بائع نے کہا کہ مینے دو غلامون کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام مین مجھکو اختیار رہی تو کسی غلام کی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ جسمین اختیار شرط ہی وہ خارج ہے بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہین بس اس سبب سے کہ جسمین خیار شرط ہی وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بہی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیز مین ثمن مبیع پر برابر منقسم نہین ہوتا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتاتی فیہا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کیواسطے مشروط ہو اوسمین بہی چارون صورتین حاصل ہوتی ہین ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خرید کئے اور ایک غلام مین اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن وتعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہین یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہین بسبب جہالت کے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح سما وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المأمور بخلاف البیع فتح وسیجیٔ فی الفضولی والوکالۃ فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسری کو بیع بشرط خیار مین سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہین اور اگر وکیل کیا خرید کرنیکے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہی وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونون صورتون مین یہہ ہی کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اوسکی رضامندی کے زائل نہین ہوسکتی لہذا اوسکی مخالفت سی بیع نافذ نہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزون مین نہ مثلیات مین بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد مین تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکی افراد یکسان ہون بلا تفاوت چنانچہ کیلی اور موزون پہر جب مثلیات مین تفاوت نہوا تو اونمین خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہی ولو للبائع فی الاصح کافی خیار التعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح مین کذا فی الکافی

ہم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام تیرے ہاتھہ بیچا اس شرط پر
کہ انمین سے تو ایک کو پسند کرلے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہی کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے ان غلامون مین سی ایک غلام
خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دی قول اصح کی یہہ وجہ ہے کہ یہہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھہ تو بائع کی خیار کے ساتھہ بھی جائز
ہو گی فتح القدیر مین اسکو رد کیا ہے اسطرح پر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو
اپنی موافق اور مناسب تر جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھہ حاجت نہین اسلئے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سی موجود ہے اسکو اوسکا حال خوب
معلوم ہے اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا لانہ قد یرث قیمیا ویقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بھذا الشرط فمست الحاجۃ
الیہ ع اسواسطے کہ بائع کبھی قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اوسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اوس چیز کو نہین پہچانتا
تو اوسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت مین بائع کو حاجت پڑی خیار التعیین کی تا اوسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النہر
ہم سید حموی نے کہا کہ یہہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط احکام فوائد پر نہین کذا فی الطحطاوی فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلثۃ
لوجود جید وردی ووسط ع خیار تعیین صحیح ہے چار چیزون سی کمتر مین بسبب حاجت روائی کے تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص
اور متوسط کے ہم یعنی خیار التعیین دفع حاجت کیواسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیز مین بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا
ہونا تین مین حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سی زیادہ ہی تو غیر مشروع ہے ومدتہ کخیار الشرط ع اور خیار التعیین کی مدت خیار
الشرط کے مانند ہی یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن مین تعیین کردی تو بہتر ہی اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین تو متعین کرنے واسطے
اوسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھہ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اوسکو اختیار ہی فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت کے اسکو
خیار التعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سی کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار الشرط فی الاصح فتح ع اور خیار التعیین کے ساتھہ خیار
الشرط کا ہونا مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح ہم منح الغفار مین ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار التعیین کے لیا اور قبضہ کیا پھر ایک مین
عیب لگ گیا تو معیوب مین بیع لازم ہوگئی ثمن معین کے ساتھہ اور دوسرا مبیع امانت ہی اور اگر دونون ساتھی ہلاک ہوگئے تو دونون مبیع کا
نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الاخر
بل تبطل خیارہ خلافا لہما ع اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہی پھر ایک شخص بیع سے راضی ہوگیا خواہ صراحۃ
یا دلالۃ اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اوسکو رد نہین کرسکتا بلکہ اوسکا اختیار باطل ہوگیا امام کے نزدیک
بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رؤیۃ الاخر او رضاہ بالعیب خلافا لہما لتضرر البائع
بعیب الشرکۃ ع اور اسیطرح خلاف ہی امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسری شخص کے دیکھنے کے بعد
جائز نہین بسبب مضر ہونے بائع کے شرکت کے عیب سے ہم بیشبہہ تحت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہی یعنی اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک
خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رؤیت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب
مین راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو مبیع مین نصفا نصف
اسمین صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اوسکا مالک تھا اب اوسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلاشبہہ عیب ہی اسواسطے کہ مشترک مین
ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کرسکتا کما یلزم البیع لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما للبائعین
فرضی احدہما دون الاخر فلیس لاحدہما الانفراد اجازۃ او ردا خلافا لہما مجمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہی اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو
مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور عدم بیع مین پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع مین تنہائی

جائز نہین بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی المجمع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی
تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت سے خود راضی ہو گیا اشتری عبدًا بشرط خبزہ او کتبہ ای
حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ
لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اوسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکہنا اوسکا پیشہ ہے پہر برخلاف اسکے ظاہر
ہوا بطرحیکہ اوسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنے رتبہ صادق آوے تو مشتری اوسکو اگر چاہے تو پوری ثمن سے لے یا
اوسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم در صورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچہ ثمن نہین پڑتا
کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اوسکے نہونے سے رد
بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بدخط
لکہہ لیتے ہین اسقدر فعل سے اوسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم
ذلک وکذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہین یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اوسپر قبض مبیع
کے واسطے زبردستی نکیجائیگی یہانتک کہ اوس وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلاً معلوم ہو جاے اور یہی حکم ہے باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ولو
امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبًا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پہیرد ینا ممتنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب
اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون مین اوتنا مشتری بائع سے پہیر لے قول اصح مین ہم مثلاً کاتب کی قیمت سو
درم ہے اور غیر کاتب کی ساٹہہ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دئے ہون تو چالیس درم پہیر لے بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او
تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعًا او یکتب کذا قدرًا فسد لانہ شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہا حلوب او لبون
جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابہن ہے یا اتنا دودہ دیتی ہے یا غلام اتنے سیرون کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے
ورق لکہتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہہ شرط فاسد ہے وصف نہین ہے یہان تک اگر یہہ شرط کریگا کہ مثلاً بکری دودہار ہے یا شیردار ہے تو بیع جائز
ہوگی اسواسطے کہ یہہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو
یا ریح یا بیماری اسیطرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا
ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ
جس وصف مین غرر نہو یعنی اوسکے وجود مین تردد نہو تو اوس کا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہے اوسکا اشتراط صحیح نہین مگر بمعنی برائت
وجود سطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہے وکذا فی الطحاوی عن الحموی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاہر اور قول منکر کا
معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہین ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا
لہذا انکار کرنیوالے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت اور اوسکے گذرجانے اور
اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی مین منکر کا قول معتبر ہے ہم یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر
ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادتی کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سبصورتون مین منکر کا قول
معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا بدلہا قائلا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتری
بیمینہ وجاز للبائع وطیہا درر وانعقد بیعًا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پہر مشتری نے عوض اوسکے دوسری لونڈی پہیر دی یون
کہکر کہ یہہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہہ نہین ہے اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور بائع کو اوس لونڈی سے

قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح م جب یہہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا
واجب ہے اور ہر بیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی مین یہہ حکم ہوا تو اوسکے غیر مین بطریق اولے یہی حکم ہے اسواسطے کہ فرج
مین زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے مین تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک
شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھہ اور پھر امانت والے نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھانیوالا اسکا
منکر ہے اور اوسکے گواہ نہین تو وہ چیز اوسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہرا عاریت اور اجارہ کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع
عند رده كان يحسن ذلك لكنه نسي عندك فالقول للمشتري لان الاصل عدم الخبز والكتابة فكان الظاهر شاهدا له اور اگر غلام کو
مشتری نے نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہہ وصف اوسمین نپایا گیا اور مشتری نے اوسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو
تو یہہ خوب کرتا تہا لیکن وہ بہول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے
م صفات عارضہ مین عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ مین وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہین لہذا اوسمین مشتری کا
قول در صورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراه من غير اشتراط كتبه وخبزه وكان يحسن ذلك فنسيه
في يد البائع رده عليه لتغير المبيع قبل قبضه زيلعي قال ولو اختار اخذه اخذه بكل الثمن لما مر ان الاوصاف لا يقابلها شيء من الثمن اور اگر
غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہہ کام خوب کرتا تہا سو بائع کے پاس اوسکو بہول گیا تو مشتری بائع کو غلام پہیر دے بسبب متغیر ہوجانے
مبیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باینہمہ اوسکا لینا پسند کرے تو پوری ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اوصاف کے
مقابل کچھہ ثمن نہین پڑتا م باوجود عدم اشتراط وصف پہیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہرا مشتری نے اوسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باعتبار دلالت
حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا بما فيها من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا ليس فيها
شيء من ذلك لا خيار للمشتري گھر بیچا اون چیزون کے ساتھہ جو اوسمین داخل ہین منجملہ شہتیون اور دروازون اور لکڑیون اور کھجور کے درختون کے
پھر اوسمین یہہ چیزین کچھہ نہ نکلین تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین یعنی اسوجہ سے کہ دار عبارت ہے عرصہ سے اور اشیاء مذکورہ تابع ہین اور تابع کے مقابل مین کچھہ
ثمن نہین پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہین تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری
نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرؤیۃ البتہ اوسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شترى دارا على ان بناءها آجر فاذا هو لبن او ارضا على ان شجرها كلها
مثمرة فاذا واحدة منها لا تثمر او ثوبا على انه مصبوغ بعصفر فاذا هو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اوسکی پختہ اینٹ کی
ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اوسکے سب درخت پھلتے ہین سو اونمین سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اوسپر کسم کا
رنگ ہوا ہے اوسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی م اسواسطے کہ صفات مذکورہ مین اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتی ہین اور اختلاف
غرض بجائے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو على انها بغلة مثلا فاذا هو بغل جاز وخير وبعكسه جاز بلا خيار لكونه على صفة خير
من المشروط مجتبى فليحفظ الضابط اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے اور اوسکو اختیار ہے یعنی نہ لینے مین
اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط مین مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پہیر دینے کا مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے
بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے م قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اوسکے
وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہین چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خریدی ہو کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اوسکو
پہیر نہین سکتا البيع لا يبطل بالشرط في اثنين وثلثين موضعا مذكورة في الاشباه بیع باطل نہین ہوتی شرط سے بتیس مقام مین جو اشباہ مین مذکور
ہین م مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اوسکا یون ہے کہ جو شرط کہ بیع مین مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہے جو عقد مقتضی ہے

بلا شرط تو اوسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہین اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہرچند اوسکو عقد مقتضی نہین لیکن عقد کی مناسب ہے یعنی موجب عقد کی موکد ہی اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہرچند مناسب عقد بھی نہین لیکن شرع مین اوسکا جواز ثابت ہی چنانچہ شرط خیار اور شرط تاجیل اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہرچند شرع مین اوسکا جواز وارد نہین لیکن اوسکا رواج ہی چنانچہ پہنا ہوا جوتہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اوسکو درست کردی یا پرانا جوتہ یا کپڑا خریدنا اس شرط پر کہ بائع اوسکو پیوند کر دی کہ یہہ قیاسا جائز نہین لیکن استحسانا جائز ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہے اور مختارات النوازل مین ہے کہ شروط مفسدہ سواء مضامین مذکورہ بالا کی یہہ ہین ترمتاشی مین انتہی ہو سبکی کہ اوسمین احد المتعاقدین کا نفع ہی بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ شباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازانجملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسیکو ضامن دی اور ازانجملہ شرط بے عیبی مبیع اور ازان جملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سی جدا ہو جاوی اور ازانجملہ پہیر دینا مبیع کا اگر اوسمین عیب ہو اور ازانجملہ گای کا شیردار ہونا اور گھوڑیکا تیز قدم ہونا وغیر ذلک شرط علی انها مغنية ان للتبري لا يفسد وان للرغبة فسد بل انعم بیع مین یہہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہہ شرط بیزاری کے واسطے ہی تو بیع فاسد نہین اور اگر رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدائع مع سرود ازبسکہ شرعا حرام ہی لہذا اگر اوسکی خواہش کی شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حبلها ان الشرط من المشتري فسد وان من البائع جاز لان جبلها عيب فذكره للبراءة منه حتى لو كان في بلد يرغبون في شراء الاماء للاولاد فسد خانيه اور اگر لونڈی کی بیع مین اوسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہہ شرط مشتری کے طرف سی ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کیطرف سی ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہی تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برات کیواسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہہ شرط اوس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین راغب ہین اونکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہی تو اب اس شرط حمل کو برات عن العیب پر محمول کرنا نہین ہو سکتا م اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موہوم ہی اس احتمال سے کہ معلوم نہین کہ حمل ہے یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرط انها ذات لبن جاز على الاكثر قلت والضابط للاوصاف ان كل وصف لا غرر فيه فاشتراطه جائز لا ما فيه غرر الا ان يرغب فيه اور اگر یہہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیردار ہی تو بیع جائز ہے بنا بر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہہ ہی کہ جس وصف مین تردد نہو چنانچہ شیردار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اس کا شرط کرنا جائز ہی نہ اوس وصف کا جو محتمل الرجوع ہی چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اوسکی شرط مفسد نہین وفي الخانية في فصل الشروط المفسدة متى ما امكن ما يعرف بالعیان انتفى الغرر انتہی اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین ہے کہ جب مشتری نے دیکھہ لیا اوس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہی تو احتمال فریب کا دور ہو گیا م اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اوسمین سیر بھر گھی لت کیا ہے اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اوسکو دیکھتا ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اوسکو آدہ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اوسکو پہیر نہین سکتا اسواسطے کہ یہہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پھر جب معائنہ کیا تو فریب نرہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تہا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکہا تہا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ دہ دس گز سے تیار ہو لے پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار رہوا ہی تو مشتری کو اختیار نہین پہیر نیکا فروع اسکی کثیر ہین اور اعمار قصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہو تو تکثیر بھی بے فائدہ ہی کذا فی النہر

باب خيار الرؤية

باب ہے خیار الرؤیۃ کے احکام مین یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اضافة المسبب الى السبب قيل من اضافة الشئ الى شرطه وهو ظاهر لما سيجئ ان له الرد قبل الرؤية اضافت خیار کی رؤیت کے طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہے سبب کے طرف اور وہ جو بعضون نے کہا ہی کہ منجملہ اضافت شئے کے ہی اپنی شرط کے طرف سو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پہیر دینا جائز ہے قبل رؤیت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رؤیت سبب ہے ثبوت اختیار کی نہ شرط ويثبت في اربعة مواضع الشراء للاعيان والاجارة والقسمة والصلح عن دعوى المال على شئ بعينه لان كلا منها معاوضة فليس في ديون

وَنقودٍ وَعقودٍ لاتنفسخ بالفسخِ خيارالرؤيۃ فتح خیارالرؤیۃ ثابت ہے چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح میں
یعنی وہ مسئلہ جو ہے کہ عین پر ہوئی ہو مال کے دعوے سے اس واسطے کہ ہر ایک ان چارون مین سے معاوضہ ہے نہ دیون اور نقود اور ان عقود
مین جو فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خیارالرؤیۃ نہیں کذا فی الفتح ہ فتح القدیر مین ہے کہ دیون مین خیارالرؤیۃ نہوا تو مسلم فیہ مین نہوگا اور
نقود سے اثمان خالصہ مراد ہین تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اوسمین خیار رہیگا اور عقود غیر منفسخہ جیسے مہر اور بدل صلح قصاص سے
اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو وصحّ الشراءُ والبیعُ لِما لم یَرَیاہ صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اوس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے
نہیں دیکھا ہے خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحاوی عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یُشر لذلک
لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کے طرف یا اوسکے مکان کیطرف شرط ہے جواز کی اور اگر
مبیع یا اوسکے مکان کے طرف اشارہ نکیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے حاشیہ مین قول اصح یہہ ہے کہ
بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے ہ خلاصہ مین ہے کہ اگر گیہون شہر مین دو جگہہ ہون تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہے اور منتقی مین ہے کہ اگر
گیہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہون تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک مین ہون اور محیط مین ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہون بیچے اور اشارہ
اونکے طرف نکیا تو جائز ہے انتہے یہہ نقول دلالت کرتی ہین کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہو اور مشار الیہ نہو اور اسیطرح اطلاق
متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی عن حاشیۃ الرملی نہر الفائق مین بعد ذکر شتراط اشارہ
حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارہ کے شرط جواز ہونے مین علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم ولہ ای للمشتری ان یَرُدَّہٗ اذا
رآہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پھیر دے جب اوسکو دیکھے ہ ابن ابی شیبہ اور بیہقی مین مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہیں دیکھا تو اوسکو اختیار ہے جب کہ دیکھے اگر چاہے تو لے
اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث مین رؤیت
سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل اون مسائل اتفاقیہ کے جنمین فقط رؤیت کفایت نہین کرتی چنانچہ مبیع جب کہ
سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اوسکو اختیار ثابت ہے سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اوسکو اختیار ہے سونگھنے
کے وقت بعد رؤیت کے اسیطرح اگر چیز کو دیکھکر خریدا پھر اوسکو متغیر پایا اس واسطے کہ وہ رؤیت معرفت مقصود مین کافی نہیں اور اسیطرح
اعمی کی خرید مین اختیار ثابت ہے جبکہ کوئی مبیع کا حال اوس سے بیان کرے تو اوسکے حق مین بیان شخص غیر بجای رؤیت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا
یردّہ اذا رآہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ بعد رؤیت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جبکہ مبیع کو بائع اوٹھا لایا مشتری کے گھر تو اوسکو پھیر جبکہ اوسکو دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے بھی پھیر سکتا
ہے جبکہ مبیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود للمعلق قبل
الشرط خیارالرؤیۃ ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اوسکے دیکھنے کے اس واسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رؤیت کے ساتھہ بنص حدیث مذکور
اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے ہ رضای قولی کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رؤیت پائی جاے اسطرح کہ اوسمین تصرف کرے تو اختیار اوسکا زائل
ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ
کیا قبل رؤیت کے تو صحیح ہے فسخ اوسکا قول اصح مین کذا فی البحر بسبب لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع مستحکم ہی نہ واقع ہوئی تھی لہٰذا فسخ
مشتری قبل رؤیت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بل الی ان یوجد مُبطلہ ہو الاصح عنایۃ لاطلاق النص ما لم
یوجد مبطلہ اور خیارالرؤیۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار
ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار

نہ پایا جاویگا اور غیر اصح یہہ قول ہو کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہی رؤیت کے بعد ؛ وَهُوَ مُبْطِلٌ خِيَارَ الشَّرْطِ مُطْلَقًا وَمُفِيدُ الرِّضَى بَعْدَ
الرُّؤْيَةِ لَا قَبْلَهَا درر اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہ ہی جو خیار شرط کا مبطل ہے مطلقا یعنی صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہو رضامندی کا بعد رؤیت کے
نہ قبل رؤیت کے کذا فی الدرر مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اُسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فَلَهُ الْأَخْذُ بِالشُّفْعَةِ ثُمَّ رَدُّهُ
بِالرُّؤْيَةِ درر من خيار الشرط فليحفظ جب مفید رضا قبل رؤیت مبطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہی لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا
بسبب رؤیت کے کذا فی الدرر من باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ؛ ھم مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پہر دوسرا گھر اوسکے پاس بکنے لگا تو اوسکو
بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اسکے پہلا گھر دیکھا تو اوسکو پہیر سکتا ہی وَتُشْتَرَطُ لِفَسْخِهِ عِلْمُ الْبَائِعِ بِالْفَسْخِ خَوْفَ الْغَرَرِ اور بیع فسخ ہونیکے
واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تا دہوکہا نہ پڑے یعنی خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہی تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لهذا
علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دہوکہا نکہاوی وَلَا خِيَارَ لِبَائِعٍ مَا لَمْ يَرَهُ فِي الْأَصَحِّ اور اختیار نہیں اوس بائع کا جسنے مبیعکو بن دیکھے بیچا قول اصح مین
ھم ایک شخص کو ایک چیز وراثت مین ملی اور اوس نے بدون رؤیت کے بیچ ڈالی تو بعد رؤیت اسکو فسخ بیع مین اختیار نہین ہدایہ وغیرہ مین تصریح ہی
کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تہا پہر اخر کو عدم خیار کیطرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہوکر معتبر نہین
ہوتا تو شارح کو اسکا صحیح کہنا مناسب نہ تہا ہواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہی وَكَفَى رُؤْيَةُ مَا يُؤْذِنُ بِالْمَقْصُودِ كَوَجْهِ صُبْرَةٍ وَرَقِيقٍ اور اوس قدر کا دیکہنا کفایت
کرتا ہی جس سے مقصود معلوم ہوجاوے چنانچہ ڈہیر کے اوپر کا سطح دیکہنا اور مملوک کا مونہہ دیکہنا ھم یعنی تمام مبیع کا دیکہنا ضرور نہین بسبب تعذر کے لهذا اوتنا
دیکہنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہوجاوے ڈہیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈہیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلاً ڈہیر دیکہہ لیا تو اب اوسکو بسبب خیار
الرؤیۃ کے پہیر نہین سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکہنا بجای کل کے ہے ہان اگر ڈہیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اوسکا پہیرنا خیار عیب کے سبب سے جائز ہوگا
نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری مین ہون تو یہان بعض کا دیکہنا کافی نہین اسواسطے کہ اسکی افراد مین تفاوت کثیر ہوتا ہی تو جب تک سبکو نہ دیکہیگا
اختیار ساقط نہوگا کذا فی البحر الرائق مین ہے لونڈی غلام کی ہتیلیان اور زبان اور دانت اور بال کا دیکہنا ہمارے نزدیک شرط نہین [illegible] ہے کہ بنی آدم مین
اگر جمیع اعضا دیکہے سوای چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی وَوَجْهِ دَابَّةٍ تُرْكَبُ وَكَفَلِهَا أَيْضًا فِي الْأَصَحِّ اور سواری کے جانور کا چہرہ
اور اوسکا پٹہا دیکہنا ہی ضرور ہے قول اصح مین یعنی چہرہ اور پٹہا دونون کا دیکہنا ضرور ہی ھم سواری کی قید سے بکری گای نکل گئی کہ اوسکا حکم آویگا وَ
رُؤْيَةِ ظَاهِرِ ثَوْبٍ مَطْوِيٍّ وَقَالَ زُفَرُ لَا بُدَّ مِنْ نَشْرِهِ كُلِّهِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي أَكْثَرِ الْمُعْتَبَرَاتِ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ اور لپیٹے کپڑے کی ظاہر کی تہہ دیکہنا
کافی ہی اور زفر نے کہا اُس کپڑے کو سب کہولنا ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی ایسا کچھہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھم قول زفر اسواسطے
مختار ہوا کہ اس زمانے مین ثیاب کے ظاہر اور باطن مین بہت اختلاف ہوتا ہی کذا فی الفتح عن المبسوط وَدَاخِلِ دَارٍ وَقَالَ زُفَرُ لَا بُدَّ مِنْ رُؤْيَةِ دَاخِلِ
الْبُيُوتِ وَهُوَ الصَّحِيحُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى جَوْهَرَةٌ وَهَذَا اخْتِلَافُ زَمَانٍ لَا بُرْهَانٍ وَمِثْلُهُ الْكَرْمُ وَالْبُسْتَانُ اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکہنا
کافی ہی اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھرین کے اندر بھی دیکہنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہی اور یہہ بنابر اختلاف
زمانہ ہی نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسیطرح حکم ہے باغ کا گنجان درخت ہون تو فرق ھم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکہنا یا خارج سے دیکہنا
کافی ہے اور اصح یہہ ہی کہ یہہ بنابر اونکی عادت کے ہے اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف ہوتے تہو مگر خردی اور بزرگی مین یا قدیم یا جدید ہونے مین
بخلاف ہمارے دیار کے کہ اونمین نہایت تفاوت ہوتا ہی اسواسطے کہ مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف
ہوتے ہین تو اب ان سبکا دیکہنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق مین تو معلوم ہوگیا کہ یہہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ
باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسیطرح باغات مین بہی خارج سے دیکہنا کافی نہین کذا فی النہر وَكَفَى جَسُّ شَاةِ لَحْمٍ اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی
ہی یعنی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بہیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتہہ سے اوسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہوا اسواسطے کہ اس طرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی

معلوم ہو جاتی ہی تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہی اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے معلوم نہیں ہوتا
کذا فی الطحاوی عن الشلبی ونظر جمیع جسد شاۃ قنیۃ للدر والنسل مع ضرعہا ظہیریہ اور جو گوسفند پالو دودہ و اور بچہ لینے کے واسطے ہو
تو اوسکے تمام بدن کا دیکھنا تھنون کے ساتھ کافی ہے کذا فی الظہیریہ وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ لانہ المقصود جوہرہ اور گای اور اونٹنی شیردار
کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اسواسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی
چیز کا سونگھنا کافی ہی لا خارج دار وصحنہا علی المفتی بہ کما مر او رؤیۃ دھن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہین خارج دار اور اوسکے
صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتٰی بہ جیسا کہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا شیشے مین کافی نہین بسبب وجود حائل کے وکفی رؤیۃ وکیل قبض
کافی ہی دیکھنا وکیل قبض کا اور وکیل قبض وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے مین و وکیل شراء
اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید نا وکیل وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلانی چیز خرید کر لا رؤیۃ رسول المشتری وبیانہ فی
الدرر کافی نہین رؤیت مشتری کے پیامی کی اور بیان اوسکا درر مین ہے ہم صورت رسالت یہہ ہی کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا
قبضہ کرنیکا تو وکیل قبض کی رؤیت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی رؤیت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا
ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وھو کالبصیر الا
فی اثنتی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندہی کا اگرچہ اوس نے غیر کیواسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندہا
بصیر کے مانند ہی مگر بارہ مسئلون مین جو مذکور ہین اشباہ مین ہم از انجملہ اوسپر جہاد و جمعہ اور جماعت نہین اگرچہ پہونچ والا پاوے اور بقول معتمد لائق
شہادت مطلقا نہین اور نہ لائق قضاۃ امامت عظمٰی یعنی بادشاہی اور اوسکی آنکھہ مین دیت نہین بلکہ حکومت واجب ہی اور اوسکی امامت نماز مین مکروہ
ہی مگر اوس وقت مکروہ نہین جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اوسکا آزاد کرنا کفارے مین صحیح نہین اور اوسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم مین نے
نہین دیکھا اور وصف مبیع بجای اوسکی رؤیت کے ہے کذا فی الاشباہ وسقط خیارہ بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور
اندہی کا اختیار ساقط ہی مبیع کے ٹٹولنے اور اوسکے سونگھنے اور چکھنے سے اوس چیز مین جو معلوم ہو جاتی ہی اس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے
ووصف عقار وشجر وعبد وکذا کل ما لا یعرف بجس وشم وذوق حدادی اور ساقط ہوتا ہی خیار اندہی کا زمین اور درخت اور غلام
کی صفت بیان کرنے سے اور اسیطرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہین ہوتی اوسمین ذکر وصف بجای رؤیت مسقط خیار ہی ہم بیان
اشیاء مذکور ابلغ وجوہ ممکنہ لازم ہی نابینا کے نزدیک ذکر اوسکا بمنزلہ رؤیت ہو او بنظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار
اندہے کا ساقط ہوتا ہی اوسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندہے کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اوسکو اختیار نہین بیع کے فسخ کرنیکا
ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خریدی پھر وہ اندہا ہو گیا تو اوسکا اختیار بیان وصف کیطرف منتقل ہو گا کذا فی الطحاوی ھذا کلہ اذا وجدت
المذکورات کشم الاعمی وکذا رؤیۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوہا قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار ایمہا ای بالمذکورات
لا انما مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح ما لم یوجد منہ ما یدل علی الرضی من قول او فعل
او بتعیب او ہلاک بعضہ عندہ ولو قبل الرؤیۃ یہ سب کچھہ تب ہی جبکہ اشیاء مذکورہ مثلا سونگھنا اندہے کا اور دیکھنا انکھیاریکا ڈہیر اور
ایسے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اوسکے خرید کرنے کے یعنی اگر قبل خرید اندہے نے سونگھہ یا چکھہ لیا اور بصیر نے ڈہیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار
فسخ بیع ساقط ہوا اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اوسکو بواسطے اشیاء مذکورہ کے اختیار ثابت ہی یہہ نہین کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار
ہین جیسا کہ بعضون نے اسکو غلط سمجھا ہی تو اوسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نپائی جاوے جو رضامندی
پر دلالت کرتی ہی مثلا قول یا فعل ہے یا مبیع عیبدار ہو جاوے یا بعض مبیع ہلاک ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رؤیت ہو ہم و موشی

[illegible]

عیب اسواسطے پہیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس اسمین عیب نہتا تو اب پہیرنے مین اوسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی یہہ صورت ہی مثلاً
دو کپڑے مشتری نے خرید کئے پہر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پہیر دیگا تو تفریق صفقہ لازم آویگی ولو اذن للاکار ان
یزرعہا قبل الرؤیۃ فزرعہا بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت
زمین کے پہر اوسنے اوسمین زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہی کذا فی العینی
ولو اشتری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رؤیۃ ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا اور اگر مشک کا
نافہ خریدا پہر اوسمین سے مشک نکال لیا تو اوسکو نہ پہیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج نے اوسمین عیب ظاہر داخل کر دیا
کذا فی البحر عن الظہیریۃ اور ہمنے کہا ہر الفائق مین خیار العیب کو نہین اس مسئلہ مین لیکن حکم یہی ہی جو شارح نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب ثابت
نہین جبتک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا ہو اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا ومن رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الآخر فلہ ردہما
لا رد الآخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑوں مین سے ایک کپڑا دیکہا پہر دونون کپڑے خرید کئے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکہا تو اوسکو دونون کا
پہیر دینا جائز ہو اگر وہ چاہے نہ پہیرنا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین یکمشت لین پہر بعض کا لینا اور بعض کا پہیرنا ممنوع ہی ولو اشتری ما رای
حال کونہ قاصدا لشرائہ عند رؤیتہ فلو راٰہ لا لقصد شراء ثم شراہ قیل لہ الخیار ظہیریۃ ووجہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید قال
المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ عالما بانہ مرئیہ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم بہ خیر لعدم الرضی درر فلا خیار لہ الا اذا تغیر
فیخیر اور اگر خرید کیا ایسی مبیع کو جسکو بنیت قصد خرید دیکہا تہا خریداری کے وقت یہہ جانکر کہ یہہ مبیع وہی کہلی دیکہی چیز ہی تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے
تو اوسکو اختیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکہا پہر اوسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اوسکو اختیار ہی کذا فی الظہیریۃ اور وجہ اسکی ظاہر ہی اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہین دیکہتا وہ خوب
تامل نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رویت کالعدم ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اوسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہہ نہ جانے کہ اوسکو
وہی کپڑا ہی جو دیکہا تہا تو اوسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر وقایہ اور کنز مین یہہ مسئلہ بلا قید مذکور ہی اسطرح کہ دیکہی چیز کی خرید مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے یہہ قید
لگائی ہی کہ وقت خریداری مشتری نے یہہ جانا ہو کہ یہہ میری دیکہی چیز ہی اور مصنف نے اپنے اس متن مین رویت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل موجب اعتماد
تقیید مذکور کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہی اور صورت عدم علم کی یہہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکہی پہر نقاب دار لونڈی خریدی اور یہہ اوسکو معلوم نہوا کہ یہہ وہی لونڈی ہی جسکو مین دیکہ چکا
ہون پہر معلوم ہوا کہ یہہ وہی ہی تو مشتری کو اختیار رہیگا یا ایک کپڑا دیکہا پہر ہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپٹا ہوا خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا ولو رای ثیابا فرفع البائع بعضہا
ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین وثمنہما متفاوت لانہ ربما یکون الآردی بالاکثر ثمنا دیکہی چند
کپڑے پہر بائع نے کوئی کپڑا اوٹہا لیا پہر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اوسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہی اور اسیطرح اگر دو کپڑے کسی چیز مین لپیٹے
ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہی اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب عشرۃ لا خیار لہ
لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر منجملہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو
اختیار نہین اسواسطے کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی
التغیر ہذا لو المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ فالقول للمشتری عملا بالظاہر وفی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی
مثل الدابۃ والمملوک قلیل کم اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جبکہ بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر
ہو جانے مین یہہ اوس وقت ہی کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے
سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اوس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کی مانند مین ایک مہینہ قلیل ہے ہم
عمل بالظاہر دونون مسئلون کا ظاہر القلیل ہے یعنی مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہی لہذا

مشتری کا قول معتبر ہوا شرنبلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشیا۔ سال کے اندر ہوتا ہے اور جانور دن کا تغیر اس کم مدت مین ہوتا ہے چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی حد مذکور نہین کی اور اسیطرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کہا ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ لانہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونون اصل رؤیت مین مختلف ہون اسواسطے کہ مشتری منکر ہے رؤیت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہے وکذا لو انکر البائع کون المردود مبیعا فی بیع بات او فیہ خیار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسیطرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہین بیع قطعی بلاخیار مین یا اوس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے یعنی بیوع ثلثہ مذکورہ مین جب تعیین مبیع مین اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہے اور بیع بلاخیار مین پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بطور خیانت تولیہ یا مرابحہ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا ولو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر اور اگر بیع مین خیار العیب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق یہ ہے کہ مشتری فسخ بیع مین منفرد ہے اول قسم مین یعنی جسمین مشتری کا قول معتبر ہو یعنی مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مین نہ قسم ثانی مین یعنی خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب مین عقد منفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنیسے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی اشتری عدلا من متاع ولم یرہ وباع او لبس ثوبا منہ او بعد القبض او وہب وسلم لم یردہ لا بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط الاصل ان رد البعض یوجب تفریق الصفقۃ وہو بعد التمام جائز لا قبلہ فخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامہا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہین اور ایک کپڑا اوسمین سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کرادیا تو اوسکو پھیر سکتا ہے خیار العیب سے نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا یہ ہے کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ ہے اور تفریق بعد تمام ہوجانے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمام کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقہ تمام ہونیکے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے ولم یعد خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ عن الثانی لا لخیار شرط صححہ قاضیخان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خیار الرؤیۃ بعد اوسکے ساقط ہونیکے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہین کرتا ہے بخلاف خیار الشرط کے بعد سقوط کے عود نہین کرتا اوسکو قول کو قاضی خان وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنی اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اوسپر ہوہبہ کا قبضہ کرادیا پھر اوسکی طرف اوسنے چیز عود کیا بسبب فسخ بیع یا رجوع ہبہ کے تو اب بائع اول کیطرف پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہے کہ رضا پر دلالت کرتا ہے اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہے اور جب چیز ساقط ہوگئی تو عود نہین کرتی ہے بلا سبب جدید کے ہوا کذا فی الطحطاوی

فروع

مسائل الجمعۃ شتی اشتری شیئا لم یرہ ثم باعہ ممن لم یرہ فللمشتری الثانی مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خریدی تو بائع ثمن کو قبل رؤیت کے طلب کر سکتا ہے اسواسطے کہ خریدار کو بیع پوری نہین ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلہما الخیار بحر اگر دونون نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلا کپڑا ہاتھی وغیرہ بدلے مبادلہ کیا تو ہر ایک کو خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اوس عین کا جو اوسکو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر اشتری جاریۃ بعبد فی الف فتقابضا ثم ردت الجاریۃ بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ حصتہا لا العبد فمنہ ضیاء بعبد الف کی خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام اور ہزار درہم کے پھر دونون نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کو بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو بیع باطل نہوگی لونڈی مین بقدر حصہ ہزار درم کے کذا فی النظیریہ اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ خیار ثابت نہین ہوتا ہے مین یعنی نقدین میں اور نہ بیع مثمن ولا یکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یستحق الثوب بالبینۃ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وہو لا یجوز الا فی الشفعۃ ولو الجیہ اراده کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ ہو فسخ کا تو تدبیر اوسکی یہ ہے کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کیواسطے پھر اوسی کپڑے کو زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اوس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کرچکا تو مشتری کا اختیار زمین مین باطل ہوجاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے اور وہ جائز نہین مگر شفعہ مین کذا فی الولوالجیہ طحطاوی نے لکھا یہان تفریق عقد سے کچھ ضرر نہین ہے لہذا کہ اگر مشتری دونون مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہون سے اوسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال مین ماخوذ ہے علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کے طرف سے پیدا ہوا اوسکے اقرار کرنے سے شری شیئین وبالعدہما عیب ان قبضہما لہ رد المعیب الا اذا علم خریدیا دو چیزون کو اور ایک چیز مین عیب ہے اگر دونون پر

قبضہ کر چکا ہی تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہی اور نہین تو نہین چنانچہ گذر گیا ہم مذکور یہہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کر لینے کے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے ہو اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہہ باب ہی خیار العیب کے احکام مین هُوَ لُغَةً مَا يَخْلُو عَنْهُ أَصْلُ الْفِطْرَةِ السَّلِيمَةِ عیب لغت عرب مین وہ چیز ہے جس سی فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت مین داخل نہو وَشَرْعًا مَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب وہ ہی جسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا مَنْ وَجَدَ بِمُشْتَرِيهِ مَا يَنْقُصُ الثَّمَنَ وَلَوْ يَسِيرًا جَوْهَرَةٌ عِنْدَ التُّجَّارِ الْمُرَادُ هُمْ أَرْبَابُ الْمَعْرِفَةِ بِكُلِّ تِجَارَةٍ وَصَنْعَةٍ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ أَخَذَهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ أَوْ رَدَّهُ جسنے اپنی خریدی چیز مین ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوھرہ تو مبیعکو تمام ثمن دیکر لے یا اوسکو پھیر دے سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہی ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھہ مصنف نے کہا ہی اپنی شرح مین ہم تو معلوم ہوا کہ فقہ مین عیب اوسکا نام ہی جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفکارون کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع مین نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہی اگرچہ منفعت مین کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب مین داخل ہی تجار کو عام اسواسطے کیا کہ گاہی مبیع مصنوعات سی ہوتی ہی تو وہان کاریگرونکا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حنفی نے کہا ہر تجارت مین اوسکے لوگ معتبر ہین اور صنعت مین اوسکے اہل کا اعتبار ہی انتہے اور یہہ مراد نہین کہ عیب وہ ہی جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع تسلیم کرین اگرچہ اونکی تجارت اور صناعت مین نہو مشتری کو درصورت عیب مین اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھہ ثمن نہین پڑتا ہان اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اوسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اوسکے لینے پر راضی ہوگا اور ثبوت خیار العیب مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہہ ہوکہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ نہ قبضہ کے وقت معلوم نہو ۴ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اگر مشتری قادر ہوا ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دہو ڈالنا در صورت عدم نقصان تو ثابت نہوگا ۵ عدم شرط براءت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سوا اگر زائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھہ کی سفیدی کہ جبکہ دور ہو جاوے یا تپ زائل ہو جاوے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحطاوی مَالَمْ يَتَعَيَّنْ امسَاكُهُ كَحَلَالَيْنِ أَحْرَمَا أَوْ أَحَدُهُمَا درصورت عیب ثبوت تک اختیار ہے جبتک امساک مبیع متعین نہوگیا ہو چنانچہ دو حلال مردون مین سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونون نے احرام باندھا یا ایک نے تو اب رد مبیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی وَفِي الْمُحِيطِ وَصِيٌّ أَوْ وَكِيلٌ أَوْ عَبْدٌ مَأْذُونٌ شَرَى شَيْئًا بِأَلْفٍ وَقِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ آلَافٍ لَمْ يَرُدَّهُ بِعَيْبٍ بِخِلَافِ خِيَارِ الشَّرْطِ وَالرُّؤْيَةِ أَشْبَاهٌ لِلْإِضْرَارِ بِيَتِيمٍ وَمُوَكِّلٍ وَمَوْلًى وَفِي النَّهْرِ يَنْبَغِي الرُّجُوعُ بِالنُّقْصَانِ كَوَارِثٍ شَرَى مِنَ التَّرِكَةِ كَفَنًا وَوَجَدَ بِهِ عَيْبًا وَلَوْ تَبَرَّعَ بِالْكَفَنِ أَجْنَبِيٌّ لَا يَرْجِعُ اور محیط مین ہی وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اوسکی تین ہزار ہین تو ردِ مبیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ کے کہ اونمین رد مبیع کر سکتا ہی کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد مبیع جائز نہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولے کے اور نہر الفائق مین کہا ہی لائق یون ہی کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہی مانند اوس وارث کے جسنے ترکہ سے کفن خرید کیا اور اوسمین عیب پایا اور اگر کفن دینے مین شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھہ تو رجوع بالنقصان نہین وَهٰذِهِ إِحْدٰى سِتِّ مَسَائِلَ لَا رُجُوعَ فِيهَا بِالنُّقْصَانِ مَذْكُورَةٍ فِي الْبَزَّازِيَّةِ اور یہہ یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے اون چھہ مسئلون سی جنمین رجوع بنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین وَذَكَرْنَا فِي شَرْحِنَا لِلْمُلْتَقٰى مَعْزِيًّا لِلْقُنْيَةِ أَنَّهُ قَدْ يُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَلَا يُرْجَعُ بِالثَّمَنِ اور ہمنے اپنی ملتقے کی شرح مین قنیہ سی نقل کرکے مذکور کیا ہی کہ گاہی بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہی اور ثمن نہین پھیر لیا جاتا ہم چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اوسکو تسلیم کر دیا پہر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ مینے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہوگیا یا وکیل نے یون کہا کہ مینے ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہین پہر اگر مشتری نے

غلام مین عیب پایا اور اوسکو پھیر یا تو ثمن کو بائع سے نہین پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لیسکتا ہے کیونکہ
وہ امین ہے اور عاقد نہین کذا فے النہر عن القنیۃ کالاباق ۱۳۱ اذا ابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب یعنی جیسے
غلام مین بھاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اوسی شہر مین بائع کے پاس گیا اور اوسکے پاس چھپ نرہا تو یہہ بھاگنا عیب نہین یعنی اگر
دوسرے شہر مین بائع کے پاس بھاگے گا یا چھپ رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی التولی والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہے بیل کے بھاگنے مین کہ عیب ہے
یا نہین اور قول بہتر یہہ ہے کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہے ہم امین تین قول ہین ایک قول کہ تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہہ کہ بھاگنا عیب نہین ہے تیسرا قول یہہ ہے کہ ایک بار
بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہین اور ظاہر اور جا لوزون کا بھی یہی حکم ہے کذا فے الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن
قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہین کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ
والبول فی الفراش والسرقۃ ۱۳۱ اذا سرق شیئا للاکل من المولی او کسیر اکفلس وفلسین اور جیسا نچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر
جب کہ کوئی چیز کھانیکے واسطے چورا وے مولے سے یا کمتر چیز چورا وے جیسا نچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہین ہم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چراوے
یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چرا وے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے
مشتری کے پاس بھی چوری کی سوا وسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چوتھا ثمن پھیر لے بسبب اوسکے مقطوع ہونیکے دونون چوریون سے ملاکر ہم ربع ثمن کے رجوع کی
یہہ وجہ ہے کہ غلام کے ہاتھ کا خونبہا اوسکی نصف قیمت ہے اور یہہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب
منتصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فے الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلاثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہوگیا غلام
کے لینے سے تو مشتری تین ربع اوسکے ثمن کے پھیر لے یعنی پون قیمت کذا فے العینی وتمامہا تختلف صغرا ای مع التمییز وقدرہ بخمس سنین
او یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیبا بھذہ الحالات وکبرا لانہا فی الصغر لقصور عقل وفی الکبر لضعف
مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر ... اسباب مین طفلی اور جوانی مین اس واسطے کہ طفلی مین بھاگنا
اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی مین بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے ...
عیب ہے طفلی سے مراد طفلی باتمیز ہے اور فقہاء نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہے یا بلا اعادہ تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا بیان اس کا جوہرہ مین ہے سو اگر وہ
بذات خود نکھاتا ہو کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اوسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ بان
ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے مین سطرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا
بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بھاگنا اوسکی طفلی مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اوسکا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ہم جب طفلی یا جوانی مین
اوسکے پاس سے بھاگا تو اوسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی مین قصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط
مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین اس واسطے
کہ وہ نیا عیب ہے ہم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس جوانی کے حالت مین تو اب مشتری اوسکو اس عیب سے پھیر نہین
سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہے اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوای اوس عیب کے
جو قبل اسکے بائع کے پاس تہا اور پھیر دینا جائز نہین مگر اوس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد حم عند بائعہ ثم حم عند مشتریہ ان من نوعہ
لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہہ تپ اوسی تپ کی قسم سے ہے تو اوسکو پھیرنا جائز ہے اور
اگر دوسری قسم سے ہے تو جائز نہین کذا فے شرح العینی ہم خانیہ مین مذکور ہے کہ نوع حمی سے مراد یہہ ہے کہ ایک ہی وقت مین دونون کے پاس تپ آئی ہو
اور اگر اسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین یہی محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی بقی لو وجد لا یعقل ثم تعیب حتی یعلم بالنقصان

ثم بلغ ھل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر
پیشاب کرتا پایا پھر اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی
کہ نقصان پھیر لے مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اوس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہہ ہی کہ ہان استرداد نقصان جائز
ہی کذا فے الفتح عن الظہیریۃ والجنون ھو اختلال القوۃ التی بہا ادراک الکلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنی دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہی اوس قوت کے
اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی التلویح ھ یہہ تعریف جنون کی صاحب بحر کی ہے اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اوس قوت کے
اختلال سے جو ممیز ہے اشیاء حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی مدرک ہی کذا فی الطحاوی وبہ علم تعریف العقل انہ القوۃ المذکورۃ ومعدنہ
القلب وشعاعہ فی الدماغ درر یعنی جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل عبارت ہی قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ ذکر کیا گیا اوسکا نام عقل ہی اور اوسکی کان دل ہے اور اوسکی
روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدرر وھو لا یختلف بہما لاتحاد سببہ بخلاف ما مر وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلے اور جوانی
اوسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اوسکے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی
سے مختلف ہوتا ہے کذا فے شرح العینے ھ جب اختلاف سبب نہوا تو اگر غلام مجنون ہوا طفلے مین بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد
جوانی کے تو یہہ عیب بعینہ اول عیب ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی ومقدارہ ما فوق یوم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنی اس
قدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر و
لا بد من معاودتہ عند المشتری فی الاصح والا فلا الا فی ثلث زنا الجاریۃ والتولد من الزنا والولادۃ فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری
کے نزدیک ضرور ہی قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودہ عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین وہ مبیع بلا معاودہ جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے
متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فے الفتح ھ ولادت اسواسطے عیب ہوی کہ اوس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی کہ کبھی زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا
کہ اسی قول پر فتوی ہے قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب الا ان توجب نقصانا وعلیہ الفتوی واعتمدہ فی النہر مین کہتا ہون
لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہہ کہ نقصان کی موجب ہوا اور اسی پر فتوے ہے اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی ھ پہلا قول ہی مفتے بہ
ہی تو بیان قاضی اور مفتی مخیر ہین وفیہ الحبل عیب فی بنات آدم لا فی البہائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہی نہ جانورون مین
والجذام والبرص والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور کوڑھ ہونا اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور
بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب ہین وکذا الادر وھو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسیطرح فتق یعنی دونون فوطے پہولنا
اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی ھ بہتر یہہ تہا کہ شارح یون کہتا العنۃ والخصا عیبان اور ظاہرا ایک فوطہ بھی پہولنا عیب ہے کذا فی الطحاوی ولذا اشتری
علی انہ خصی فوجدہ فحلا فلا خیار لہ جوہرۃ اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پہر اوسکو تندرست نر پایا تو اسکو
پہیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والدفر نتن الابط وکذا نتن الانف
بزازیہ والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا لا فیہ ولو امرد فی الاصح خلاصہ اور بخر یعنی گندہ دہنی اور دفر یعنی گندہ بغلی اور اسیطرح
گندہ بینی کذا فی البزازیہ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہہ سب عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح مین کذا فی الخلاصہ
ھ امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہین یعنی لونڈی کی خرید سے ہمبستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت
کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہہ اشیا اوسکی مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الا ان یفحش الاولان فیہ
بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہو کہ اسطرح کہ میان کے پاس آنے کی مانع ہون تو البتہ عیب ہین غلام
مین بھی ویکون الزنا عادۃ لہ بان یتکرر اکثر من مرتین یا یہہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہی اسطرح کہ زنا اوس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے

زیادہ تو عیب ہے غلام مین بہی وَاللُّوَاطَةُ بِهَا عَيْبٌ مُطْلَقًا اور لواطت لونڈی مین عیب ہے مطلقا یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر ہو اسواسطے کہ مانع
ہم بستری ہی کذا فی البحر وَبِهِ اِنْ مَجَّانًا لِاَنَّهُ دَلِيْلُ الْاُبْنَةِ وَاِنْ بِاَجْرٍ لَا قنیہ اور لواطت غلام مین عیب ہی اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت اُبنہ کی
دلیل ہے اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہین کذا فی القنیہ ہم اُبنہ اوس علت کا نام ہی جسمین ایسی حُل ہو مبرزمین کہ بدون منی کے قرار نہ پڑی اور یہہ سخت
عیب ہے یہان تک کہ جانورون مین بہی اور لواطت بعوض اجرت غلام مین ایسا عیب نہین کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہین بلکہ
حرص مال کی علامت ہی اور یہہ مراد نہین کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہین شرعا اسواسطے کہ شرعا قبیح اور معیوب تر ہی زنا سے وَفِيْهَا شَرِىٰ حِمَارًا تَعَلُّوهُ
الحمیران طَاوَعَ فَعَيْبٌ وَاِلَّا لَا اور قنیہ مین ہی کہ خرید کیا گدہا جسپر گدہی چڑہتی ہین اگر برضامندی اوسکے یہہ فعل ہوتا ہی تو عیب ہے کہ مرض کی دلیل ہے
اور نہین تو عیب نہین وَاَمَّا التَّخَنُّثُ بِلِيْنِ صَوْتٍ وَتَكَسُّرِ مَشْيٍ فَاِنْ كَثُرَ رُدَّ لَا اِنْ قَلَّ بزازیہ اور زنخا اور ڈھیلا ہونا نرم آواز بناکر اور چال
مٹکا اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پہیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پہیرے کذا فی البزازیہ وَالْكُفْرُ بِاَقْسَامِهٖ وَكَذَا الرَّفْضُ وَالْاِعْتِزَالُ بحر بَحْثًا
عَيْبٌ فِيْهِمَا وَلَوِ الْمُشْتَرِيْ مِثْلَهُ سراج اور سب قسم کا کفر اور اسیطرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر بحثا لونڈی غلام مین عیب ہے اگرچہ مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج
ہم مراد ہے رافضی سے وہ رافضی ہی کہ جو علی مرتضیٰ کو اور اصحاب سے افضل کہے اور رافضی وہ جو شیخین کو برا کہے اسواسطے کہ وہ کافرین داخل ہے کذا فی الطحاوی وَعَدَمُ الْحَيْضِ
لِبِنْتِ سَبْعَةَ عَشَرَ وَعِنْدَهُمَا خَمْسَةَ عَشَرَ وَيُعْرَفُ بِقَوْلِهَا اِذَا انْضَمَّ اِلَيْهِ نُكُوْلُ الْبَائِعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَبَعْدَهُ هُوَ الصَّحِيْحُ ملتقی اور حیض نہ آنا
سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہی لونڈی کے کہنے سے جب کہ
اوسکے ساتھہ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی وَلَا تُسْمَعُ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَشْهُرٍ عند
الثانی اور مسموع نہو گا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر مین ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور امام اور زفر کے
نزدیک دو سال سے کمتر مین دعوی مسموع نہو گا لیکن عدم حیض جوان لونڈی مین عیب ہی نہ صغیرہ اور آیسہ مین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ اگر قاضی
مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے وَالْاِسْتِحَاضَةُ وَالسُّعَالُ الْقَدِيْمُ لَا الْمُعْتَادُ اور استحاضہ اور قدیم
کہانسی عیب ہے نہ عادت کی کہانسی ہم بحر الرائق مین ہی کہ مرض کی کہانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی وَالدَّيْنُ الَّذِيْ يُطَالَبُ بِهٖ فِي
الْحَالِ لَا الْمُؤَجَّلُ لِعِتْقِهٖ فَاِنَّهُ لَيْسَ بِعَيْبٍ كَمَا نَقَلَهُ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اوس دین کا ہونا عیب ہی جسکا فی الحال
مطالبہ ہو نہ وہ دین جس کی مدت اوس کی آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہین چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہی ہم دین
مؤجل بعتق وہ ہی جو غلام پر خرید کرنیسے لازم ہوا ہو بلا اذن مولے لٰكِنْ عَمَّمَ الْكَمَالُ وَعَلَّلَهُ بِنُقْصَانِ الْوَلَاءِ وَالْمِيْرَاثِ لیکن کمال الدین محقق
نے ہر دین کو عیب کہا ہی اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہی ہم وجہ نقصان ولا اور میراث یہہ ہی کہ ارباب دیون مولی اور
عصبات پر مقدم ہین کذا فی الطحطاوی وَالشَّعْرُ وَالْمَاءُ فِي الْعَيْنِ وَكَذَا كُلُّ مَرَضٍ فِيْهَا فَهُوَ عَيْبٌ معراج كَسَبَلٍ وَحَوَصٍ وَكَثْرَةِ دَمْعٍ وَالثُّؤْلُوْلُ
بِمُثَلَّثَةٍ ثُمَّ بِهَمْزَةٍ بَثْرٌ صَغِيْرٌ صُلْبٌ مُسْتَدِيْرٌ عَلٰى صُوَرٍ شَتّٰى جَمْعُهٗ ثَآلِيْلُ قاموس وَقَيَّدَهُ بِالْكَثْرَةِ بَعْضُ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ اور بال
اور نزول آب آنکہ مین اور اسیطرح ہر مرض آنکہ مین عیب ہی کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور آنسوؤن کا ڈہلکنا اور مسا ثؤلول بثاء
مثلثہ بروزن زنبور چہوٹی سخت پہنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہین اور جمع اوسکی ثآلیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض
شارحین نے مسے مین کثرت کی قید لگائی ہے یعنی مسون کی کثرت عیب ہی نہ قلت وَكَذَا الْكَيُّ عَيْبٌ لَوْ عَنْ دَاءٍ وَاِلَّا لَا اور اسیطرح داغ عیب ہے
اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہین تو عیب نہین وَقَطْعُ الْاِصْبَعِ عَيْبٌ وَالْاِصْبَعَانِ عَيْبَانِ وَالْاَصَابِعُ مَعَ الْكَفِّ عَيْبٌ وَاحِدٌ
اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو انگلیون کا مقطوع ہونا دو عیب ہین اور سب انگلیون کا قطع ہونا ہتہیلی کے ساتھہ ایک عیب ہے وَالْعَسَرُ
وَهُوَ مَنْ يَعْمَلُ بِيَسَارِهٖ فَقَطْ اِلَّا اَنْ يَعْمَلَ بِالْيَمِيْنِ اَيْضًا كَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اور جو شخص کہ فقط بائین ہاتھہ سے کام کرے

مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے وَالشَّيْبُ وَشُرْبُ خَمْرٍ جَهْرًا وَقِمَارٌ إِنْ عُدَّ عَيْبًا اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اسکے کذا فی الخلاصۃ عن البحر وَعَدَمُ خِتَانِهِمَا لَوْ كَبِيرَيْنِ مُوَلَّدَيْنِ اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہیں اور اسیطرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اوسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضیخان کے فتاوی میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی الخلاصۃ وَعَدَمُ نَهْقِ حِمَارٍ وَقِلَّةُ أَكْلِ دَوَابَّ وَنِكَاحٌ وَكِذْبٌ وَنَمِيمَةٌ وَتَرْكُ صَلٰوةٍ لَكِنْ فِي الْقُنْيَةِ تَرْكُهَا فِي الْعَبْدِ لَا يُوْجِبُ الرَّدَّ اور نہ بولنا گدہے کا اور کم کہانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب رد بیع نہیں وَفِيْهَا لَوْ ظَهَرَ أَنَّ الدَّارَ مَشْؤُمٌ يَنْبَغِي أَنْ يَتَمَكَّنَ مِنَ الرَّدِّ لِأَنَّ النَّاسَ لَا يَرْغَبُوْنَ فِيْهَا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وَفِي الْمَنْظُوْمَةِ الْمُحِبِّيَّةِ وَالْخَالُ عَيْبٌ لَوْ عَلَى الذَّقْنِ أَوِ الشَّفَةِ لَا الْخَدِّ وَالْعُيُوْبُ كَثِيْرَةٌ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھڈی یا ہونٹھ پر ہو نہ گال پر اور اوسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالی ہمکو ان سے بچاوے آمین حَدَثَ عَيْبٌ آخَرُ عِنْدَ الْمُشْتَرِي بِغَيْرِ فِعْلِ الْبَائِعِ فَلَوْ بِهِ بَعْدَ الْقَبْضِ رَجَعَ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ وَوَجَبَ الْأَرْشُ وَأَمَّا قَبْلَهُ فَلَهُ أَخْذُهُ أَوْ رَدُّهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ مُطْلَقًا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اوسکو لے حصہ نقصان کو کم کر کے یا اوسکو پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ہم حلبی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ اَوْ رَدَّهٗ سے فقط اور اسکی کچھ حاجت نہتی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہہ قول خلاف مراد کا موہم ہے یعنی قولہ فلہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لایخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اوسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سوا اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہو چاہے اوسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اوسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اوسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اوسکو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تھا اوسکو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اوسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچوں صورتوں میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا استثنے کر لیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسمیں پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی ملخصا وَلَوْ بَرْهَنَ الْبَائِعُ عَلٰى حُدُوْثِهِ وَالْمُشْتَرِي عَلٰى قِدَمِهِ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ وَالْبَيِّنَةُ لِلْمُشْتَرِي اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اوسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں ہم نہر الفائق میں قاضی خان کی شرح سے مصرح ہے کہ در صورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے انتہے تو بائع کا

قول اوسوقت معتبر ہی جبکہ مشتری کے گواہ نہون اور شارح کی عبارت اس پر دلالت نہین کرتی کما لا یخفی و کذا ان کان جبۃ اً ما لہ حمل و مؤنۃ الی
بلد العقد بیعہ اور نہ پہیرے مشتری زبردستی اوس بیع کو جسکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو وہین
پہیر دینا جائز ہی باوجود باربرداری کے بہی کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ حاجت باربرداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فیما
استثنی ومنہ مالو اشتراہ تولیۃ او خاطہ لطفلہ زیلعی او رضی بہ البائع بجوہرہ یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا
ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پہیر لے مگر اون مسائل مین رجوع نہین جنکا استثنا ہوگیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہوچکے
بزازیہ سی اور ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر مشتری نے بیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اوسکو اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع
ناقص پہیر لینے پر راضی ہوگیا کذا فی الجوہرہ ہم رجوع نقصان کا یہہ طریقہ ہی کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاے پہر عیب کے ساتہہ کی جائی یعنی عیب قدیم کے
ساتہہ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکہا جاے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پہیر لے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی
کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اوسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوان حصہ پہیر لے یعنی ایکدرم اور اگر ثمن دو سو
ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پہیر لے وعلے ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق ہم مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچہہ حاجت نہ تہی کہ بعد اسکے
متن مین موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اوسمین
ایک قدیم موجود تہا تو اسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضاے تولیت
یہہ ہی کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہی اور قبض مین باپ اوسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب
بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کرسکتا اسواسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کرکے کذا فی الطحطاوی ولہ الرد برضی البائع اور اوسکو پہیر دینا جائز ہی بائع
کی رضامندی سے ہم یعنی اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہی عیب قدیم کے
حصہ کے موافق ثمن پہیر لے چاہے مبیع پہیر دے بشرط رضاے بائع کے رضاے بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پہیر دینے مین ضرر ہی بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع
اوسکی ملک سے خارج ہوئی تہی تو عیب حادث سے سالم تہی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر درصورت رضاے بائع مشتری مختار ہی پہیر دینے مین
یا رکہہ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا المانع عیب او زیادۃ کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب قدیم رجع بہ ای بنقصانہ
لتعذر الرد بالقطع بشرط رضاے بائع پہیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہی رد کا یا بسبب زیادت مانعہ کے پہیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا
پہر اوسکو قطع کیا پہر مشتری اوسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پہیر لے اس حالت مین پہیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے
ہم یہہ مثال ہے عیب کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبلہ البائع کذلک لانہ اسقط حقہ پہر اگر
بائع نے پہٹا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اوسکو جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتری بعیرا فنحرہ فوجد امعاءہ فاسدا
لا یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ خرید کیا پہر اوسکو حلال کیا اور اوسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے
بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اوسمین فساد مالیت نہین لہذا اوسمین
رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کلہ او بعضہ او وہبہ بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا لا مخیطا کما
افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہین کرسکتا اگر مشتری نے سب یا تہوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پہیر دینے مبیع کے کاٹکر نہ سیکر
چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین بیان کیا فلو قطعہ المشتری وخاطہ او صبغہ ای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن
او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربح
لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ درر وابن کمال پہر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اوسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی

یا ستو گھی مین ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین مین درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اوس کپڑی کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان
ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب یادہ ہوجانے مبیع کے اور یہہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربوا کی یہانتک
کہ اگر بائع اور مشتری دونون رد مبیع پر راضی ہوجاوین تو حاکم اوسپر حکم نکرے کذا فی الدرر وابن کمال ہم زیادتی مبیع مین امتناع رد اسواسطے ہو کہ
اصل مبیع مین بلا زیادت فسخ نہین ہوسکتا کیونکہ زیادتی جدا نہین ہوسکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہین تو بہر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو
مناسب تہا کہ یون کہتا لحصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ حرمت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہے سو یہان دونو مفقود ہین کذا فی الطحطاوی ثم ایرجع لو باعه
ای المتنعر رده فی هذه الصورة بعد رؤیة العیب قبل الرضی به صریحا او دلالة چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہو اگر مبیع ممتنع
الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ مین عیب دیکھنے کے بعد قبل اوسکے ساتھہ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضامندی ثابت
ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اسطرح ہو کہ مبیع کو لباس یا کوب مین استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ
امتناع سابق ہو بیع پر تو بیع کو امتناع مین کچھہ تاثیر نہین تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹہیرا لہذا رجوع نقصان مین اوسکو اختیار ہوگا کذا فی
الطحطاوی او مات العبد المراد هلاك المبیع عند المشتری او اعتقه او دبره او استولدها او وقف قبل علمه بعیبه یا غلام
مرگیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہو مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اوسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو
وقف کیا اوسکے عیب پر واقف ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکله او بعضه او اطعمه عبده او مدبره او ام ولده او لبس الثوب حتی
تخرق فانه یرجع بالنقصان استحسانا عندهما وعلیه الفتوی بحر وعنهما یرد ما بقی ویرجع بنقصان ما اکل وعلیه الفتوی اختیار
وقهستانی یا مبیع طعام تہا سو مشتری نے اوسکو سب یا تہوڑا کہایا یا اپنی غلام یا مدبر یا ام ولد کو کہلایا یا کپڑا پہنا یہان تک کہ پہٹ گیا تو بقدر نقصان
ثمن پہیر لیگا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہہ ہو کہ باقی کو پہیر دے اور قدر
کہانا کہایا ہی اوسکے نقصان کو پہیر لے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاختیار والقہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف مین شرط
ہو کہ یہہ افعال قبل علم بالعیب ہون ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب مین بہی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہون چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہی تو شارح کو
مناسب تہا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام مین ہی اور شارح کی بیان سے
معلوم ہوتا ہی کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ مین فتوی ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق مین استحسان کہا ہی اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح
زیلعی مین یون مصرح ہی کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعائین فله رد الباقی بحصته من
الثمن اتفاقا ابن کمال وابن ملك وسیجیئ قلت فعلی ما فی الاختیار والقہستانی یترجح القیاس فتنبه اور اگر طعام دو برتن
مین ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پہیر دینا اوسکے حصہ کے موافق ثمن کم کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہو کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح وابن
ملک اور یہہ مسئلہ اسی باب مین آویگا مین کہتا ہون بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہو جاہم قیاس یعنی رجوع نقصان
یہی قول صاحبین ہے یہان شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی
الحلبی ولو اعتقه علی مال او کاتبه او قتله او ابق او اطعمه طفله او امرأته او مکاتبه او ضیفه مجتبی بعد اطلاعه علی
عیب کذا ذکره المصنف تبعا للعینی فی الکنز لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قبل الرؤیة واقره شراحه حتی العینی فیفید البعدیة
بالاولیة فتنبه لا یرجع بشیئ لامتناع الرد بفعله اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اوسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بہاگ
گیا یا کہانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنی مہمان کو کہلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہو مصنف نے اپنی شرح مین تابع
ہوکر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لیکن مجمع مین جمیع مسائل مین قبل رؤیت کو ذکر کیا ہو اور اوسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکہا ہے

[illegible]

یہان تک کہ عینی نے بہی شرح مجمع مین تو کلام عینی مین بعدیت اوسے ہونے کی مفید ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ مین مشتری کچہہ بہی رجوع نہین کرسکتا بسبب ممتنع ہونے ردکے اوسکے فعل سے ہم علینی کے کلام مین تناقض ہے شرح کنز مین بعدیت مذکور ہی اور شرح مجمع مین قبلیت حلبی نے کہا روایت مجمع بہی حق ہے والا ان مسائل مین یعنی اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ مین یعنی ہبہ اور موت اور اعتاق اور تدبیر مین کچہہ فرق نہین رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا رجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہہ ہے کہ جہان کہین بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہو تو وہان مشتری ثمنکو بقدر نقصان پہیر لے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے والا پہیر سکتا ہو کذا فی الاختیار م بحر الرائق مین ہے کہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور جب رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ کلا ہونا آفت آسمانی سے یا مبیعہ کا کم ہوجانا یا زیادہ ہوجانا اسطرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلا د تو رجوع بالنقصان ممتنع نہین کذا فی العطا ء وفیہ الفتوی علی قولہما فی الاکل واقرہ القہستانی اور اختیار مین ہو کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام مین اور ثابت رکہا اسکو قہستانی نے ہم ذکر اسکا عنقریب کور ہوچکا تو مکرر ہو گیا شری نحو بیض او بطیخ لجوز وقثاء فکسرہ فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علفا للدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کئے انڈے اور خربوزے کی مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا ککڑی کہیرا پہر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانورون کا چارا ہوسکے تو اسکو بقدر نقصان ثمن پہیر لینا جائز ہے اگر اوسمین سے بعد عیب دریافت ہونیکے کچہہ نکہایا ہو یعنی بعد چکہہ لینے کے کچہہ پہیر لینا درست نہین کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اوسکے پہیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اوسکا عیب جان گیا قبل اوسکے توڑنیکے تو اوسکو پہیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرح پر کہ انڈا گندہ ہو یا ککڑی کڑوی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے ہواسطے کہ توڑنیکے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی النہر ولو وجد اکثرہ فاسدا اجاز بحصتہ عندہما اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر م نہایہ مین ہو کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہی جس سے اخروٹ خالی نہوسکتے ہون عادت مین چنانچہ سو مین ایک اور دو تو ایک دس مین کثیر ہی چنانچہ قنیہ مین مصرح ہے اور خسری نے کہا کہ تین عفو ہین یعنی سو مین کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب عندہما وبہ یفتی اور مجتبے مین ہو کہ اگر گہی پگہلا ہوا اور اسکو مشتری نے کہایا پہر اوسکے بائع نے اوسمین چوہی گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پہیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ہم یعنی طاہر گہی کی قیمت کیجائے پہر نجس گہی کی جو اس نجاست سے نجس ہوگیا ہو پہر قدر تفاوت کو بائع سے پہیر لے کذا فی الطحطاوی باع ما اشتراہ فردہ المشتری الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردہ علیہ بقضاء لانہ فسخ مالم یحدث بہ عیب آخر عندہ فیرجع بالنقصان مثلا زید نے بیچا اوسکو جسکو خرید کیا تہا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پہیر دی بسبب عیب کے تو زید اوسکے بائع کو یعنی خالد کو پہیر دے اگر رد مبیع بحکم قاضی ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پہیر لیگا ہم مشتری ثانی نے کہ رد مبیع کی ہو اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پہر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اوسکے پاس پیدا ہوا اور اوسنے عیب قدیم کا نقصان پہیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اوسکے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پہیر سکتا ہو اور صاحبین کے نزدیک پہیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وہذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالردہ بخیار رویۃ وشرط درر اور یہہ یعنی رد مبیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اوسوقت ہی جبکہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے مبیعکو قبل

قبض کرنیکے پہیر دیا ہو تو مطلقاً خواہ بقضا ہو یا برضا پہیر سکتا ہو خیار اراضی مین نہ ہند ر وخیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر م یعنی اگر مشتری
ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بہی پہیر دینا اوسکے بائع پر مطلقاً جائز ہو خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ ہو
رد مطلق مین اور اراضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اوسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کر سکتا بدون حکم قاضی کے کذا فی الحطاوی وھذا اذا
باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بحر اور یہہ یعنی جواز رد ہو وقت ہو جبکہ مشتری اول نے اوسکو بیچا ہو عیب پر مطلع
ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہین کذا فی البحر یعنی اگرچہ بحکم قاضی ہوا اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے
رضامندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینھما فلہ الرد مطلقاً شرح مجمع اور یہہ یعنی تفصیل مذکور رد بیع مین باعتبار قضا اور رضا کے
نقدین کے غیر مین ہو بسبب متعین ہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع م بحر الرائق مین ہو کہ مبیع مین
عین ہونیکی قید لگائی تا صرف سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ اوسمین رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضاء و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین تو
جب کہ دینار درم سے مول لے پہر دینار دوسرے کے ہاتہہ بیچے پہر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اوسکو پہیر دیا تو مشتری اول بائع کو
پہیر دے کذا فی الحطاوی ولو رد ہ برضاہ بلا قضاء او ان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالہ اور اگر مشتری ثانی نے مبیعکو مشتری
اول کی رضامندی سے پہیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اوسکو بائع پر نہین پہیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح مین اسواسطے
کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہو ثالث یعنی بائع کے حق مین کذا فی النہر م اور قول غیر اصح یہہ ہو کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو جیسے زائد او نگلی
تو اوسکو مشتری اول بائع پر پہیر سکتا ہو اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہو کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تہا کذا فی المنح ادعی عیباً موجباً للفسخ
او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرھن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ
علی نفیہ ویدفع الثمن ان لم یکن شھود مشتری نے دعوی کیا اوس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہو بعد قبضہ کرنے مبیع کے
تو مشتری پر جبر نہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اوسکا قسم کہاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہون و
ان ادعی غیبۃ شھودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہئے
اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کہائی ہو م اگر مشتری اسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پہیر لیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر
مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اوسکو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بھا قبلت خلافاً
لھما فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پہر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا
فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نکہانے سے ہو اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہو ماسوای
حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقاً ونحوہ مما یشترط لہ وجود العیب عندھما کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف بائعہ اذا انکر
قیامہ بالحال حتی یبرھن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برھن حلف بائعہ عندھما باللہ ما ابق وما سرق وما جن قط
وفی الکبیر باللہ ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغراً وکبراً مشتری نے غلام کے بہاگنے کا دعوی کیا اور بہاگنے کی مانند وہ عیب ہے
جسکے پہیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس شرط ہے جیسا کہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اوسکے بائع سے جب وہ اوس عیب کے
بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بہاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہہ امر بگواہی ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک
اوسکے بائع سے یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبہی نہین بہاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم کہائیگا کہ قسم
خدا کی کہ وہ نہین بہاگا جب سے کہ وہ جوان مردون کے برابر پہونچا بسبب مختلف ہونے کے کرینگی کے طفلی اور جوانی مین یعنی طفلی مین کرینگے عیب نہین اور
جوانی مین عیب ہے کما مر سابقاً اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اوس سے سؤال ہوگا کہ تیرے پاس بہی یہہ عیب موجود تہا تو اگر اوسنے

اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اس پر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اوس نے گواہوں سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائے گا اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفی کما باق وقلۃ حکمۃ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہی چنانچہ بھاگنا اور اوسکا حکم معلوم ہو چکا ہم یون معلوم ہو چکا کہ گاہی متحقق ہوا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہی اور گاہے شرط نہیں اور اوسکو اختیار ہی قبول ... وہین مگر جب کہ دوسرا عیب اوسکے پاس پیدا ہو کما تقدم گر تحفگی کی نہند وہ عیب ہے جو معلوم نہو بدون تجربہ اور آزمایش کے چنانچہ سرقہ اور بول فی الفراش اور جنون کذا فی المحیط وظاہر کالعور والعمی والاصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہی چنانچہ یک چشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم اونگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس جب کہ بائع نے یہہ دعوی نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تھا اسیطرح اگر بائع نے دعوے کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے وقت یا اوسنے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اوسکا دعوی ثابت ہوا گواہوں سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہوسکتا ورنہ مشتری سے قسم لیجائیگی پھر اگر قسم کہائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہی کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد والطحال فیکفی قول عدل والاثنان احوط عند ثبوتہ عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا سوای اطبا کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہی ایک عادل طبیب کا قول اور اوس عیب کے ثابت کرنیکے واسطے اوسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اوسکو دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع وما لا یعرفہ الا النساء کالرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع یعنی اور چوتہی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا مگر عورتین چنانچہ عورت کی شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی العینی ہم عینی مین یون مذکور ہی کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت کا قول کافی ہے پھر اگر یہہ اختلاف بعد قبض کے ہی تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فی المحیط وقلت وبقی خامس لا ینظرہ الرجال والنساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی جسکو نہ مرد دیکھین نہ عورتین سو قاضی خان کی شرح مین ہی کہ خریدی کی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثی ہی تو اس مین بائع سے قسم لیجائیگی یعنی جب اوسکو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ بعض مبیع مین غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی مین مختار ہے چاہی باقی مین بیع قائم رکھے چاہے پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل تالنے سے کل بیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجھا ہی اسواسطے کہ بعض مستحق مین بیع باطل ہی بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہے کذا فی المحیط وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما سیجی اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہی تو مشتری مختار ہی قیمی مین نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ آویگا ہم یعنی اگر استحقاق سے باقی مین عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام تو مشتری باقی مین مختار ہی چاہے اوسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ شئ واحد کے ہین حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بہی اوسکو باقی مین اختیار ہی اور اگر استحقاق سے عیب ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہون پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈہیر ہوا اور اوسمین بعض مستحق غیر ہو تو اوسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہی اور اوسمین اختیار پھیرنے کا نہین کذا فی المنح ولو اشتری شیئین فقبض احدھما دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدھما خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اوسکا حکم وہی جو ما قبل قبض کا حکم ہی یعنی اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہی وھو ای خیار العیب بعد ثبوت العیب علی التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی غریب بحر اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی مین ہے سو غریب ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر ہم حاوی مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد

عیب دیکہنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکہہ لیا تو یہہ رضامندی ہے یعنی اب اوسکو پہیرنے کا اختیار نہین کذا فی المحیط فلو خاصمہ ثم ترکہ ثم عاد و
خاصمہ فلہ الرد ما لم یوجد مبطلہ کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جہگڑا کیا پہر جہگڑا چہوڑ دیا بعد مدت پہر آیا اور جہگڑا کیا تو
اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع
بالنقصان اور خلاصہ مین ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نپایا یہان تک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان ثمن سے پہیر لے واللبس والرکوب
والمداواۃ لہ وبہ علی رضی بالعیب الذی یداویہ فقط ما لم ینقصہ برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہے عیب کی اور مبیع کی
دوا کرنا یعنی مبیع کو علاج مین صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اوسی عیب کی جسکی دوا کی تاوقتیکہ دوا نے اوسکو ناقص نکر دیا ہو کذا فی البرجندی ثم یعنی
اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اوسکے عیب کی دوا کی تو یہہ رضا ہے کیونکہ یہہ دلیل ہے اوسکے رکہہ لینے کی لیکن اگر غلام مین دو بیماریان ہین اور ایک
بیماری کی اوسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہوگیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتہہ مین درد
تہا اور اوسکی دوا سے ہاتہہ اوسکا شل ہوگیا یا آنکہہ مین اوسکی سفیدی تہی اور دوا کرنے سے آنکہہ پہوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اوسکو پہیر نہین
سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس اوسمین دوسرا نقصان پیدا ہوگیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور
اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پہیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پہیر لینے کا مانع ہے ومنہ العرض علی البیع
الا الدراہم اذا وجدہا زیوفا فعرضہا علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیہ ام لا او عرضہ علی
المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے واسطے سوای دراہم کے جبکہ اونکو کہوٹا پایا پہر اونکو بیع کے واسطے
پیش کیا تو یہہ پیش کرنا رضامندی نہین چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکہے کہ اوسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہین یا سامنے
کرنا مبیع کا قیمت والون کے آگے تا اوسکی قیمت ٹہرائی جاوے رضامندی نہین ہے اور منجملہ دلائل رضامندی کے اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع
عیب کے اور صحیح یہہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال لہ البائع اتبیعہ قال نعم لزم ولو قال
لا لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر لملکہ بزازیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اوسکو بیچتا ہے اوسنے کہا ہان تو بیع لازم ہوگئی
اب خیار العیب سے نہین پہیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہین تو بیع لازم نہین اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہین کہنا بائع کی ملک ثابت
رکہنا ہے کذا فی البزازیہ یعنی یہہ چیز میری مملوک نہین ہے اسواسطے کہ مین اسکو پہیر دونگا بلکہ یہہ تیری ملک ہے لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع
او لشراء العلف لہا او للسقی والحال ان المشتری لا بد لہ منہ ای الرکوب بعجزہ او صعوبتہ رضامندی نہین سوار ہونا بائع کو پہیر دینے
کے واسطے یا جانور کے چارہ خرید کرنیکے واسطے یا اوسکو پانی پلانیکے واسطے اور حال آنکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور
کی سرکشی کے ہم یعنی مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہین جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونیکے نہین ٹہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل
رضامندی کی نہین تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وہل ہو قید للاخیرین او للثلثۃ استظہر البرجندی الثانی واعتمد المصنف
تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینون کی قید برجندی نے
ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرحین درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم
مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا لا بد لہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق مین اعتماد کیا ہے انتہے تو اول سے اخیرین مراد ہین
اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجای اول ثانی لکہتا تو بہتر تہا یعنی تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہہ ہے کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین اطلاق ہے اور
دوسرے مین تفصیل ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال البائع رکبتہا لحاجتک وقال المشتری بل لاردہا فالقول للمشتری بحر اور بائع نے
مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کیواسطے اور مشتری نے کہا نہین بلکہ اوسکے پہیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وفی

الفتح وجد بها عيبًا في السفر فحملها فهو عذر اور فتح القدیر مین ہی کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پہرا، سپر بوجہ لادا تو یہہ عذر ہی یعنی بعد سفر کے
اوسکو پہیر سکتا ہی ھ طحطاوی نے بزازیہ سی نقل کیا کہ بوجہ لادنے سے پہیر نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے راہ مین ڈالدینے سے خوف تلف ہوجانیکا ہو اور
قول ضعیف یہہ ہی کہ پہیر سکتا ہی بقیاس اوسکے چارہ لادنیکے انتہی تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہے اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع
او احدہما متعدد کہ لیتو تنوع الثمن علی تعدادہ او فی عدد المقبوض فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا
قدرًا او صفةً او تعيينًا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد مین کہ ایک ہی چیز عدد تا قیمت منقسم ہو جاوے پہیر کی
صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین
یا اوسکی صفت مین یا تعیین مین ھ عدد مقبوض کے اختلاف کی یہہ صورت ہی کہ دو غلام خرید کئے بائع نے مشتری سی کہا کہ تونے دونون غلام قبض کئے
اور مشتری نے کہا کہ مینے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیة فقال البائع لیس ھو المبیع فالقول للمشتری
فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا مبیعکو پہیرے بسبب خیار شرط کے
یا خیار الرؤیة کے اور بائع نے کہا کہ یہہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اوسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اوسکو پہیرے خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول
معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ھ اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت مین
داخل ہے تو اسمین مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہے ظہیریہ سی خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی اشتری عبدین ای شیئین
ینتفع باحدہما وحدہ صفقةً واحدةً خرید کئے دو غلام یعنی دو دو چیزین بصفقہ واحدہ خرید کین کہ اونمین سی فقط ایک چیز سے انتفاع متصور
ھ شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہہ صورت ہی کہ دونون کا ثمن جدا جدا مذکور نہین
کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پہیر دینا جائز ہے وقبض احدہما ووجد بہ او بالاخر عیبا لم یعلم بہ
الا بعد القبض اخذہما او ردہما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اوسمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر
قبضہ کرنیکے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پہیرے ھ یعنی فقط عیب والی چیز کو پہیرنا یا رکھہ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین ہو اسواسطے کہ
اسمین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہین ولو قبضہما رد المعیب
بحصتہ سالمًا وحدہ لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونون چیزون پر قبضہ کر لیا تو فقط عیبدار چیز کو پہیرے و مبیع سالم کے حصہ کے موافق
ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہوجانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی
عن البحر کما لو قبض کیلیًا او وزنیًا او نوعًا واحدًا کثوبین ومصراعی باب وزوجی خف ونحوہا کزوجی ثور الف احدہما الاخر بحیث لا یعمل بدونہ ووجد ببعضہ عیبا
فان لہ رد کلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشیء واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایہ وہو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز کو
جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گہی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل
دوسرے بیل سے ایسا ہل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اوسکے اور بعض کیلی یا وزنی مین یا ایک موزے یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ
سب کو پہیر دے یا عیبدار کو بہی رکہے اوسکے عیب کے ساتہہ ہو اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ شئ واحد کی مانند ہین اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنون مین ہو
بنابر قول اظہر کے کذا فی العنایہ اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان اشتری جاریة فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوة ثم وجد بہا عیبًا لم
یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی ماءہا وہو جزوہا خرید کی لونڈی اور اوس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا
اوسکو مساس کیا شہوت سی پہر اوسمین عیب پایا تو اوسکو نہ پہیرے کسیطرح اگرچہ وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد اور ہماری یہہ دلیل ہی کہ مشتری
نے بسبب قربت کے اوسکی منی نکالی اور منی اوسکا جزو بدن ہے ھ یعنی اگر اب پہیرے تو ایسا ہو کہ گویا اوسنے بعض مبیعکو لیا اور باقی کو پہیر دیا کذا فی الطحطاوی

میں اشارہ بلا بیہ اور تقبیل اور مساس میں اگرچہ خروج منی نہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا لہذا حکم وطے میں ہے ولو الوطی زوجہا ان ثیبا ردّھا وان بکرا لا یعنی اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہے اگر وہ ثیبہ ہے تو اوسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہے تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومۃ المحبیۃ لو شرط بکارتھا فاذا ھی ثیبا لم یردھا بل یرجع باربعین درھما نقصان ھذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط البکارۃ فیردھا العدم المشروط اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اوسکو نہ پھیرے بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیر لے اور حاوی اور ملتقط میں ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں مگر جبکہ بکارت شرط کی ہو تو اوسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہونے مشروط کے ہم منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اوسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا ما قبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی اور ملتقط کی روایت اس پر محمول ہے کہ اوسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نرہا کذا فی الطحطاوی والا اذا قبلھا البائع لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ویعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال المانع درر فیرد المبیع مع النقصان علی الراجح نھر مگر جب کہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اوس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جب کہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے بواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنی جب کہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اوس مقدار ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی وظہر عیب بمشتری البائع الغائب واثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ھلک ھلک علی المشتری الا اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب بلا خصم ینفذ علی الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اوس چیز میں جو خریدی تھی بائع غائب ہے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال ہلاک ہو گا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اوسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہو گا اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور خصم نافذ ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا علی الغائب میں دو روایتیں ہیں کتاب المفقود میں نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے اور کتاب القضا میں عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی میں ہے کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہے جسکے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رای پر قرار دیگا حالانکہ اوسکے واسطے کوئی رای نہیں باوجود اعتقاد کرنے اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ولمحصا قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او ردۃ ردّ المقطوع او امسکہ ورجع بنصف ثمنہ مجمع واخذ ثمنھما ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اوس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس جیسا کہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اوس کا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع ہم اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اوسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اوسکا پھیر لینا قبول کرے تو پورا ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی من البحر ولو تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعۃ بعضھم علی بعض وان علموا بذلک لکونہ کالاستحقاق لا کالعیب خلافا لھما اور اگر اوسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اوسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ اونکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے نہ مانند عیب بخلاف صاحبین کے ہم یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اس کا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک

مشتری اوسیر اپنے بائع سے ثمن پہیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پہیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہی کذا فی الطحطاوی وصح البیع بشرط البراءۃ
من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءۃ عن الحقوق المجھولۃ لا تصح عندہ وتصح عندنا لعدم افضائہ
الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یرد بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونیکے
ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے اونکے نزدیک صحیح نہین اور ہمارے
نزدیک صحیح ہے اسواسطے کہ عدم تعیین براءت مین منازعت کو نہین پہنچاتی اور اس شرط مین داخل ہی وہ عیب جو موجود ہی قبل عقد کے اور
جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری مبیع کو پہیر نہین سکتا ہم براءت عیب کی یہہ صورت ہی کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہہ غلام تیرے
ہاتہہ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اوسکو پہیر نہین سکتا اسواسطے کہ غرض اس شرط
سی یہہ ہے کہ عقد لازم ہو جاوی اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہہ حاصل نہین ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی براءت سی خواہ بائع
عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اوسکا واقف ہو یا نہو اوسکے طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصّہ محمدٌ ومالکٌ بالموجود لقولہ من کل عیب بہ
اور محمد اور امام مالک نے براءت کو عیب موجود کے ساتہہ مخصوص کیا ہی نہ عیب حادث کے ساتہہ چنانچہ یون کہتا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے
ہر عیب سی عیب موجود کے ساتہہ بالاتفاق مخصوص ہے تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس
صورت مین مشتری پہیر سکتا ہی ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث ھ اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اوس
عیب سی جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہی یہہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابراء کی اضافت کا [illegible] تو یہہ شرط
فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاب بیع ہی اسطرحپر کہ استحقاق سلامت عیوب اوسمین ترک ہے کذا فی البحر ولو ابرأ
من کل داء فھو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمدہ المصنف تبعا للاختیار والجوھرۃ لانہ المتعارف فی العادۃ
وما سواہ فی العرف مرض ھ اگر بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہی اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہی اور اسی قول
ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اسواسطے کہ لفظ داء عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہی اور سوای بیماری باطن کے
عرف مین مرض مشہور ہی ہم مذہب مشہور یہی ہی کہ داء مطلق مرض ہے اسواسطے کہ لغت مین مرض ظاہر اور باطن دونون کو داء کہتے ہین لیکن
عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی النہر ولو ابرأ من کل غائلۃ فھی السرقۃ والاباق
والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہی ہم ہر چند لغت مین غائلہ بمعنے شر اور بدی ہی لیکن یہہ
تخصیص عرف کی اس واسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہی اشتری عبدا فقال لمن ساومہ ایاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یتفق بینھما
البیع فوجد مشتریہ بہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرطہ ولا یمنعہ من الرد علیہ اقرارہ السابق بعدم العیب لانہ
مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پہر مشتری نے اوس سے کہا جو اوس خریداری کی گفتگو کرتا تہا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس مین کوئی عیب نہین ہے
دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پہر مشتری نے اوس غلام مین عیب پایا تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہی اوسکے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق
اور پہیر دینے کا مانع نہوگا اوسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہی ترویج سے ہم یعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہی تو قاضی یقین کریگا کہ
نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اوسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولی کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ
شتم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی ولو عیّنہ ای العیب فقال لا عور بہ او لا شلل
لا یرد لاحاطۃ العلم بہ الا ان لا یحدث مثلہ کلا اصبع بہ زائدۃ ثم وجدھا فلہ ردہ للتیقن بکذبہ اور اگر مشتری مذکور
نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اوس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اوس نے خرید نکیا

انہین پہر بھی عیب اوسمین ظاہر ہوا تو اب مشتری اوسکو پھیر نہین سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہین
ہو جاتا دفعۃً چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد اونگلی نہین پھر مشتری نے زائد اونگلی اوسمین پائی تو اوسکو اس صورت مین پھیر دینا جائز ہے باوجود
نفی عیب کے بسبب متیقن ہوجانے اسکے جہوٹ کے قال لآخر عبدی هذا ابق فاشتره منی فاشتراه وباعه من آخر فوجده المشتری
الثانی ابقا لا یرده بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یبرهن انه ابق عنده لان اقرار البائع الاول لیس بحجة
علی البائع الثانی الموجود منه السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہہ غلام بھگوڑا ہے تو اسکو مجھسے خرید کرلے سو اوسنے اوسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھہ بیچا پھر مشتری ثانی نے اوسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اوسکو پھیر نہین سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہون سے ثابت
نکرے کہ وہ اوسکے پاس سے بہاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع
اول کے اقرار کا مصدق نہین ہوسکتا کذا فی الحاوی اشتری جاریة لها لبن فارضعت صبیا له ثم وجد بها عیبا کان له ان یردها
لانه استخدام خرید کی شیردار لونڈی سو اوس نے دودہ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اوسمین عیب پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اسواسطے
کہ دودہ پلوانا خدمت لینا ہے یعنی اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہے بخلاف الشاة المصراة فلا یردها مع لبنها او صاع من تمر بل
یرجع بالنقصان علی المختار شرح مجمع وحررناه فیما علقناه علی المنار بخلاف اوس بکری کے جو کم شیر تہی سو اوسکے بائع نے
اوسکے تہن باندہے یعنی دو چار روز دودہ نہ دوہا تا اوسمین دودہ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودہ والی ہے تو اوس بکری کو
نہ پھیرے اوسکے دودہ کے ساتہہ یا ایک صاع کہجور کے ساتھہ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیر لے بقول مختار کذا فی شرح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہے منار کی
شرح مین کما لو استخدمها فی غیر ذلک ففی المبسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس
یتوسعون فیه وهو الاختیار وفی البزازیة الصحیح انه رضی فی المرة الثانیة الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انه مرة
لیس برضی الا علی کره من العبد بحر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودہ پلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پھیر دینا جائز ہے اور
مبسوط مین ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہین اسواسطے کہ استخدام مین لوگون کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہین اور استخدام
آزمایش کے لیے ہی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کار ہے یا نہین اور بزازیہ مین ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جبکہ مملوک سے دوسری قسم کا کام لیا تو رضامندی نہین اور صغری
مین ہے کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہین مگر مملوک پر زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری
لیس به بالمبیع اصبع زائدة او نحوها مما لا یحدث مثله فی تلک المدة ثم وجد به ذلک کان له الرد بلا یمین لما مر
مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد اونگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہین جو اتنی مدت مین پیدا ہوسکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا
تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنی نفی عیب کو رمین کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ اونگلی اتنی مدت مین پیدا نہین ہوسکتی
تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تہا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب به الا الاباق فوجده
ابقا فله الرد ولو قال الا اباقه لا لانه فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفه به فلم یکن اقرارا باباقه للحال وفی الثانی
اضافه الیه فکان اخبارا بانه ابق فیکون راضیا به قبل الشراء خانیه بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے
جانب اسکے ہر عیب سے سوای گریختگی کے پھر اوسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اوسکو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر اوسنے کہا کہ مین اوسکے ہر عیب سے
بری الذمہ ہون سوای اوسکے بہاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہین اسواسطے کہ پہلی صورتمین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کیطرف نہین کی اور نہ
اوسکو موصوف بگریختگی کیا تو اوسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورتمین گریختگی کو اوسکے طرف نسبت کیا تو اوسنے خبر کردی
کہ وہ بھگوڑا ہے تو مشتری راضی ہوچکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع مین اختیار نہین وفیها لو باع فی عین

کل حق لہ قبلہ دخل العیب لا الدرک ام درخانیہ مین ہی کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق قبیل اسکی براءت کی تو اس قول مین براءت عیب داخل
ہو گی نہ درک ھم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمین عیب داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہین سکتا ہے اور اگر
مبیع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہو گا یعنی اگر یہہ قول کفیل بالدرک سے کہا ہو گا تو کفالت باطل نہو گی شاید اسواسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق
نہین ہوا اوسکی براءت سے ساقط ہوتا کذا فے الخلاصہ مشتر لعبد او امۃ قال اعتق البائع العبد او دبرہ او استولد الامۃ او ہو
حر الاصل وانکر البائع حلف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو
ام ولد بنایا یا وہ حر اصلی ہے اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجاوے بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوی کے اثبات سے یعنی در صورت عدم شہادت قاضی
قسم لیگا فان حلف قضی علی المشتری بما قالہ من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک پھر اگر بائع نے قسم کہائی تو مشتری پر حکم ہوگا بموجب اسکے
قول کے یعنی عتق اور مانند اوسکے اسواسطے کہ مشتری اوسکا اقرار کرچکا ہے یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہوجائیگی
مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب ملک کا دعوی مشتری کرسکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہی ورجع بالعیب ان علم بہ لان المبطل للرجوع ازالتہ عن
ملکہ الی غیرہ بانشائہ او اقرارہ ولم یوجد حتی لو قال باعہ وہو ملک فلان وصدقہ فلان واخذہ لا یرجع بالنقصان
لازالتہ باقرارہ کانہ وہبہ اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے ثمن پھیر لے اگر عیب کا ہونا اوس غلام یا لونڈی مین معلوم ہو اسواسطے کہ رجوع نقصان کا
مبطل مشتری کا ازالہ ہی اپنی ملک سے غیر کو مالک کرکے انشاء تملیک سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہین یعنی رجوع نقصان اوس صورتین درست ہو تا کہ اگر مشتری
نے غلام کو غیر کا مملوک کردیا ہوتا بیع وغیرہ سے یا اقرار ملک غیر سے سو یہان کوئی بات حاصل نہین تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا
و وہ فلان شخص کی ملک ہی اور فلان شخص نے بہی اوسکی تصدیق کی اور اوس غلام کو لیلیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہین کرسکتا بسبب ازالہ
اوسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اوسکو ہبہ کردیا وجد المشتری لغنیمۃ محرزۃ بدارنا او غیر محرزۃ لو البیع من الامام
او امینہ بحر قال المصنف فقید محرزۃ غیر لازم عیبا لا یرد علیہما لان الامین لا ینتصب خصما عیب کو پایا اوس غنیمت کے خریدنے
جو محفوظ ہوگئی دار الاسلام مین اگر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اوسکے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا غنیمت مین محفوظ
ہونیکی قید لازم نہین تو مشتری بعلت عیب امام اور نا اوسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت نہین ہوسکتا ہے امین سے عام مراد ہی تا دلیل
مدعا کی موافق ہوجاوے اسواسطے کہ خود امام بہی امانت دار ہی بیت المال کا کذا فی الطحاوی بل ینتصب لہ الامام خصما فیرد علی منصوب الامام
ولا یحلف لان فائدۃ الحلف النکول ولا یصح نکولہ واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اوسکے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ
بنا کر قائم کری اور مشتری مبیع کو منصوب پر رد کرے اور قسم نلے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہی یعنی انکار قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا
صحیح نہین ہے تو اب رد متصور نہین بدون گواہون کے کذا فی النہر فاذا رد علیہ المعیب بعد ثبوتہ بیباع ویدفع الثمن الیہ ویرد النقص
والفضل الی محلہ لان الغرم بالغنم درر پہر جب عیب والی چیز اوسکو پہیر دی بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے
اور کمی اور زیادتی پہیری جاوے اوسکے محل مین اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر ھم یعنی امام اوسکو بیچڈالے اگر ثمن ثانی ثمن اول
سے کم ہو تو اگر مبیع منجملہ چار خمس کے ہو تو اوسمین سے ثمن پورا کردے اور اگر خمس مین سے ہو تو اوسمین سے دے اور اسیطرح اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو
تو زیادتی کو بہی وہین رکہے جہان کی مبیع ہو کذا فی النہر وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان یدفع البائع الدراہم
الی المشتری ولا یرد علیہ جاز ویجعل حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز مین عیب پایا اور دونون نے اس پر مصالحہ کیا کہ بائع
چند دراہم مشتری کو دے اور مشتری اوسکو نہ پہیرے تو جائز ہی اور یہہ مصالحہ ثمن کا گہٹا دینا قرار دیا جاویگا ھم بحر الرائق مین کہا کہ یہان تک ظاہر ہو گیا کہ خیار العیب
صاحب حق کا ثابت ہوتا ہی وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہو جانے سے بعد بیع اور قبض کے اور شرط براءت ہر عیب سے اور کسی چیز پر

ف ترجمہ مین کہ مترجم اسطرح مذکور ہی لیکن ظاہر یہی ہی کہ فی البحر قال ہو یعنی مشتری نے اپنا حق جو بائع کے طرف سے تہا اور ثمن براءت کی اور مثلاً غلام بیچا ہو کہ فاعل بری کا بائع ہو اور ضمیر دی کی مشتری کے طرف اور فیہ کی بائع کی طرف ۱۲

صلح کرلینے سو وعلی العکس وھو ان یصطلحا ان یدفع المشتری الدراھم الی البائع ویرد علیہ لا یصح لانہ لا وجہ لہ غیر الرشوۃ
فلا یجوز۔ اور بالعکس اوسکے وہ یہ ہی کہ دونون اسپر صلح کرین کہ مشتری چند دراہم بائع کو دیکر مبیع پھیر دے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس دینے کی
کوئی وجہ نہین سوای رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ھ سو واگردون کی اصطلاح مین اسکو احمقانہ کہتے ہین سو معلوم ہوا کہ حرام ہے
کیونکہ رشوت ہی ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری مین ہے کہ رشوت اور ہدیہ مین یہہ فرق ہی کہ رشوت وہ ہی جو ایک شخص دوسرے کو کچھہ دے
بشرطا وسکی اعانت کے اور ہدیہ مین اعانت شرط نہین وفی الصغری ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم برئ او ظھر ان لا عیب فللبائع
ان یرجع بما دفع ولو زال بمعالجۃ المشتری لا قنیۃ اور صغرے مین ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے مصالحہ
کرلیا کچھہ مال پر پھر وہ عیب زائل ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ اوسمین کچھہ عیب نہین تو بائع کو جائز ہی کہ جو دیا ہے اوسکو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے
معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہین کذا فی القنیۃ رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن
المسمی والا یساوی لا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل مبیع کے عیب سے تو موکل کو یہہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اوس عیب کے ساتھہ جو اوسمین موجود ہی
قیمت مین برابر ہو ثمن مسمے کی اور اگر قیمت اوسکی ثمن معین سے برابر نہو تو موکل کو بیع لازم نہین چاہے تو پھیر دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی
لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہین چھپانا عیب کا مبیع یا ثمن مین اسواسطے کہ غش یعنی
تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہے مگر دو صورت مین حرام نہین ۱ الاولی الاسیر لو شری شیئا ثمۃ ودفع الثمن مغشوشا جاز ان
کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہان یعنی دار الحرب مین خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ
غلام ھم اشباہ مین جہان سے شارح نے یہہ مسئلہ نقل کیا یون ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے
اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہین انتہے اور اسی کی موافق قاضیخان مین یون ہے کہ ایک مرد نے قیدیون کو اہل حرب سے خرید کیا تو
اون کو کھوٹے اور مغشوش درم دینے جائز ہین اسواسطے کہ احرار کی خرید درحقیقت خرید ہی نہین اور اگر قیدی غلام ہین تو کھوٹے درم دینے جائز
نہین انتہے تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کرلے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارتین دیکھا کہا یا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا
الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہہ ہی کہ کھوٹے اور ناقص درم قیمت حاکم کے ظلم مین جائز
ہین کذا فی الاشباہ ھم جبایات بیاء موحدہ نہ بنون چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہین اور وہ جمع ہے جبایت کی جبایت وہ ہی جو لوگون سے بظلم مال لیا
جاوے کذا فی الطحطاوی وفیھا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ مین ہی کہ پھیر دینا مبیع کا
عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگون کے حق مین مگر دو صورت مین فسخ نہین ھم سب کے حق مین فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق
مین فسخ ہی اور یہہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد مبیع مشتری کے مملوک ہین تو اونکو اصل کے ساتھہ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی
عن البحر احدھما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالۃ ایک صورت یہہ ہی کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر
مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہین ہوتا ھم صورت اوسکی ذخیرہ مین یون ہی کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے
قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بعد ثمن پھر غلام مرگیا قبل قبض کے یہانتک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل
قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہین استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اوسکو باطل کریگا انتہے ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح
کی عبارت مین مرجوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز
قبل قبضہ ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت یہہ ہی کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اوسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی
اور مبیع مال منقول تھا تو یہہ بیع جائز نہین قبل اوسکے قبضہ کرنیکے اور اگر رد بعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ھم غیر مشتری کی قید سے اول کا ای

کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اوسکے پاس ہے اور منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے ۔ وفی البزازیۃ شری عبدا فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لانہ ضمان العھدۃ وضمنہ الثانی لانہ ضمان العیوب وان ضمن السرقۃ او الحریۃ او الجنون او العمی فوجد کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اوسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اوسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہہ ضمانت عہدہ کی ہے اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اوسکو ضامن کہا ہے اسواسطے کہ یہہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگے یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اوسکو اسیطرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہے وفی جواہر الفتاوی شری ثمرۃ کرم ولا یمکن قطافھا بغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان انتقص المبیع بتناول الزنابیر فلہ الفسخ لتفرق الصفقۃ علیہ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ خرید کئے پہل انگور کے اور ممکن نہین اونکا توڑنا بہڑون کی کثرت کے سبب اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پہیرے کیونکہ یہہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پہل کم ہوگئے ہون بہڑون کے کہا جانیسے تو اوسکو فسخ بیع مین اختیار ہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پہل خرید کئے تہے وہ پورے باقی نرہے بہڑون کے کہا جانے سے ۔

باب البیع الفاسد

یہہ باب ہے بیع فاسد کے احکام مین ہم نے بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہے تا تغالب مندفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالف دین ہے اور فاسد مشتق ہے فساد سے جو ضد صلاح ہے اور حاصل معنے لغوی تغیر وصف کیطرف راجع ہے اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہے جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اوسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اوسکی صحت کا مانع ہے کذا فی الطحاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بہی شامل ہے اسوجہ سے کہ فاسد کثیر الوقوع ہے بتعدد اسباب کے سبب کذا فی النھر المراد بالفاسد الممنوع مجازا عرفیا فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیہ بعض الصحیح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بہی شامل ہوگئی اور گاہی اس باب مین بعض اقسام بیع صحیح کی بہی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ اونکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچہہ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنے فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ مین بیع باطل وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہے قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہے مکروہ لغت مین ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہے بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحاوی وکل ما اورث خللا فی رکن البیع فھو مبطل وما اورثہ فی غیرہ فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کی رکن مین وہ مبطل بیع ہے اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد ہے ہم شرح بدیعین ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو اسطرح کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے بعدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اوسکے ہونیکے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہے جس کا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہو اسطرح کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہو جو مقتضای عقد کے مخالف ہے تو اسطرح کی بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے انتہے تو بہتر یہہ تہا کہ شارح یون کہتا کہ جو موثر خلل ہے رکن بیع اور اوسکے محل مین وہ مبطل ہے تو فقہا کی مقتضای کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہے رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بنا بیع انہین دونون چیزون پر ہے اور اصل شے اوسکا نام ہے جسپر اوس شے کی بنا ہو اور یہہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اوس سے عبارت ہے جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہہ صفت ہے عقد کی کیونکہ

باب البیع الفاسد

عقد کی تابع ہو اور چنانچہ شرط مخالف مقتضای عقد کذا فی الطحاوی **بَطَلَ بَیعُ مَالَیسَ بِمَالٍ اَلمَالُ مَا یَمِیلُ اِلَیہِ الطَّبعُ وَیَجرِی فِیہِ البَذلُ وَالمَنعُ**
دہرانحصار **التُّرَابُ وَنَحوُہٗ** باطل ہے بیع اوس چیز موجود کی جو مال نہین مال وہ ہے جسکے طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اوسمین دینا
بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اوسکے تصرف سے باز رکہنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے چنانچہ ذرات خالصہ
نکل گئے موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکے طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جسکی آدمی
آرزو رکہتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی قاذورات سے ملکر بہات ہو جاوی تو اوسکی بیع باطل نہین چنانچہ مذکور ہوگا **کَالدَّمِ المَسفُوحِ**
فجاز بیع کبد و طحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سو کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل ہے کیونکہ کبد اور
طحال اگرچہ اصل اونکی خون ہے لیکن جاری نہین **وَالمَیتَۃِ سِوَی سَمَکٍ وَجَرَادٍ وَلَا فَرقَ فِی حَقِّ المُسلِمِینَ الَّتِی مَاتَت حَتفَ اَنفِہَا**
اَو بِخَنقٍ وَنَحوِہٖ اور چنانچہ مردہ جانور سوای مچھلی اور ٹڈی کے کہ اونکی بیع باطل نہین اور کچہ فرق نہین مسلمان کے حق مین اوس مردار جانور مین
جو خود بخود مر گیا یا کسی نے اوسکو گلا دابکے یا کسی اور سبب سے سوای ذبح شرعی کے مردار کیا **وَالحُرِّ وَالبَیعِ بِہٖ اَی جَعلِہٖ ثَمَنًا بِاِدخَالِ البَاءِ**
عَلَیہِ لِاَنَّ رُکنَ البَیعِ مُبَادَلَۃُ المَالِ بِالمَالِ وَلَم یُوجَد اور چنانچہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع
مبادلہ ہی مال کا دوسرے مال سے سو پایا نگیا حر سے خرید کرنا یعنی حر کو ثمن ٹہرانا اوسپر باء جارہ داخل کر کے ہم لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا
اسطرح ہوتا ہی کہ بعتک الدار بہذا الحر یعنی مینے گہر بیچا بعوض اس حر کے تو حر اس مثال مین ثمن ہے نہ مبیع خلاصہ یہہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع
باطل ہے خواہ یہہ چیزین مبیع قرار دیجاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے **وَالمَعدُومِ کَبَیعِ حَقِّ التَّعَلِّی اَی عُلُوٍّ سَقَطَ لِاَنَّہٗ**
مَعدُومٌ اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنی وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہے تو اوس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم
ہی حق تعلی کی مثال یہہ ہی کہ ایک گہر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونون درجے یا اوپر کا درجہ
گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع علو کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اسواسطے کہ وہ متعلق
ہوا ہی اور ہوا مال نہین کیونکہ مال وہی جسکا رکہہ چھوڑنا حاجت کیوقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہہ امر حاصل نہین **وَمِنہُ بَیعُ مَا اَصلُہٗ**
غَائِبٌ کَجَزَرٍ وَبَصَلٍ اَو بَعضُہٗ مَعدُومٌ کَوَردٍ وَیَاسَمِینٍ وَوَرَقِ فِرصَادٍ وَجَوَّزَہٗ مَالِکٌ لِتَعَامُلِ النَّاسِ وَبِہٖ اَفتَی بَعضُ
مَشَائِخِنَا عَمَلًا بِالاِستِحسَانِ وَہٰذَا اِذَا نَبَتَ وَلَم یُعلَم وُجُودُہٗ فَاِذَا عُلِمَ جَازَ وَلَہٗ خِیَارُ الرُّؤیَۃِ وَتَکفِی رُؤیَۃُ البَعضِ
عِندَہُمَا وَعَلَیہِ الفَتوٰی شرح مجمع اور منجملہ بیع معدوم اوسکی بیع ہے جسکی جڑ نظر سے غائب ہو چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم ہے
چنانچہ گلاب اور چنبیلی کے پہول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہین اور توت کے پتون کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہی لوگون کے معمول کے سبب سے اور
ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہی قیاس چہوڑ استحسان پر عمل کر کے اور یہہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اوسوقت
ہی جب کہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اوسکا موجود ہونا معلوم نہو پہر جبکہ معلوم ہو جاوی تو بیع جائز ہی اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہی اور بعض مبیع کا دیکہنا صاحبین
کے نزدیک کافی ہی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح المجمع **وَالمَضَامِینِ مَا فِی ظُہُورِ الآبَاءِ مِنَ المَنِیِّ** اور مضامین کی بیع باطل ہی مضامین جمع ہی
مضمونہ کی یعنی وہ منی جو نرون کی پیٹہون مین ہی یعنی جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اوسکی پشت سی جدا نہین ہوا باطل ہے معدوم ہونیکے سبب سے **وَالمَلَاقِیحِ**
جَمعُ مَلقُوحَۃٍ مَا فِی البَطنِ مِنَ الجَنِینِ اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہی ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ مین ہی **وَالنِّتَاجِ بِکَسرِ النُّونِ**
حَبَلِ الحَبَلَۃِ اَی نِتَاجِ النِّتَاجِ لِدَابَّۃٍ اَو اٰدَمِیٍّ اور باطل ہی بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہی حبل الحبلہ سے یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ
ہم حبل الحبلہ اوس بچے کا بچہ جو ہنوز پیٹ مین ہے زمانہ جاہلیت مین دستور تہا کہ گابہن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تہے یعنی مشتری یون کہتا تہا کہ
اگر یہہ گابہن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اوسکے بچے کو مینے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن مین ابن عمر سے

روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور مُوطا مین بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہو اس احتمال سے کہ شاید
اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح وبیعُ اَمَةٍ تبین اَنَّه ذکرٌ لضمیر لتذکیر الخبرِ عبدٌ وعکسه بخلاف البهائم اور
اوس لونڈی کی بیع باطل ہی جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے یعنی اوس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہے بخلاف جانورون کے مصنف
ضمیر مذکر لایا بسبب مذکر خبر کے والاصلُ اَنّ الذکرَ والانثٰی من بنی آدم جنسانِ حکماً فیبطلُ وفی سائر الحیوانات جنسٌ واحدٌ فیصحّ
ویتخیّر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہہ ہے کہ نر اور مادہ بنی آدم مین دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری
جنس ہونیسے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف
مرغوب فیہ کے ہم آدمے مین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹہرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنیمین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ اونمین چندان
تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی ومتروکِ التسمیةِ عمداً ولو من کافرٍ بزازیة وکذا ما ضُمّ الیه لانّ
حرمتہ بالنصّ اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جسکے ذبح کے وقت نام خدا عمداً متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتہ اوسکو بیچا ہو اور اسیطرح اوس چیز کی
بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیہ کے ملاکر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی ہم متروک التسمیہ عمداً امام شافعی کے نزدیک حلال
ہی اگر ذابح اوسکا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل مین ہے تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیہ عمداً مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اوسکے ساتہہ والی کی بیع
جائز ہو جیسے مدبر کے ساتہہ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اسکا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی اور مورد نص مین مساغ
اجتہاد نہین تو یہہ اختلاف معتبر نہین اور بحکم قاضی بھی نافذ نہین وبیعُ الکراب وکَرْیِ الانهار لانه لیس بمالٍ متقوّم بخلاف بیع بناءٍ وشجرٍ فیصحّ اذا
لم یُشترط ترکهما درر ولو الجیة اور کہیت جوتنے اور نہر کہودنے کی بیع باطل ہی اسواسطے کہ یہہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال
متقوم ہی تو بیع اوسکی صحیح ہے بشرط اوسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پہر اوس زمین کو زراعت
کے واسطے جوتا اور اوسمین ہل چلایا اوسمین پانی کی نہر کہودی پہر اجارہ فسخ ہوگیا یا اوسکی مدت منقضی ہوگئی پہر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہہ عمل بیچے تو جائز
نہین کیونکہ یہہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی وَمَا فی حکمه ای حکم ما لیس بمالٍ کامّ الولدِ والمکاتبِ والمدبّرِ المطلقِ فانّ بیعَ هٰؤلاء
باطلٌ ای بقاءً فلم یَملکوا بالقبض ابتداءً فصحّ بیعُهم من انفسهم وبیعُ قِنٍّ ضُمّ الیهم درر اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہی یعنی جو چیز کہ مال
نہین ہی چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی یعنی باعتبار انجام کار باطل ہی تو اشخاص مذکور مین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری سے
اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود اونکی ذات سے صحیح ہی اور اوس مملوک کی بیع صحیح ہے جو اونکے ساتہہ ملاکر بیچا گیا کذا فی الدرر ہم مدبر کی
بیع ابتداءً اور بقاءً دونون طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسیطرح محل بیع نہین اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل
بیع ہین کیونکہ حقیقت حریت بالفعل اونمین موجود نہین لیکن باعتبار انجام کار کے اونکی بھی بیع باطل ہے اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہی
کہ اوسکو اوسکے ولد نے آزاد کردیا اور سبب حریت مدبر مین فی الحال متحقق ہے کیونکہ بعد موت البیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف
ذاتی سے ثابت ہی تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہہ سب حقوق باطل ہوجاوین کذا فی الطحطاوی وقولُ ابنِ کمالٍ بیعُ هٰؤلاء باطلٌ حتی فوق
ضعّفه فی البحر بانّ المرجّح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدمُ نفاذِ القضاء ببیع ام الولد وصحّح فی الفتح نفاذه قلتُ
الاوجهُ توقّفه علی قضاءِ آخر امضاءً او ردّاً عینی ونهر فلیکن التوفیقُ اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل ہو ضعف ہے
تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضای مکاتب ہی قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضا ہی ام ولد کی بیع مین اور فتح
القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہے مین کہتا ہون کہ قوی تر یہہ ہے کہ قضا بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہی حکم اول کے جاری رکہنے مین یا
رد کرنے مین کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اوس صورت پر محمول ہی جب دوسرے قاضی

[illegible]

قاضی اول کے موافق حکم ندیا ہوا ور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اوس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسری قاضی نے اوسکو جاری کر دیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ
صدر اول مین مختلف فیہ تہا عمر فاروق اوسکی بیع کے مجوز نتہے اور علی مرتضے مجوز تہے پہر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پہر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم
دے تو رافع خلاف سابق ہوگا یا نہین بعضون کے نزدیک رافع نہین اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول استروسی مین ہے کہ قضاء بیع ام ولد مین
دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہہ ہے کہ نافذ نہین اور جامع مین یون ہے کہ قضاء قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے
تو نافذ ہو و الا باطل اور یہہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فی الطحاوی عن العینی وَفِی السراج وَلَا هٰؤُلَاءِ کَهُمْ وَبَیْعُ مُعْتَقِ الْبَعْضِ کَحُرٍّ اور سراج مین ہے
کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد اونکے مانند ہے عدم جواز بیع مین اور عبد معتق البعض حر کے مانند ہے بطلان بیع مین وَبَطَلَ بَیْعُ مَالٍ غَیْرِ
مُتَقَوِّمٍ ای غَیْرِ مُبَاحِ الانْتِفَاعِ بِهٖ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعا جائز نہین
کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکہنا چاہیئے م ابن کمال نے کہا کہ تلویح مین مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احراز اور غیر محرز چنانچہ شکار اور گہاس ہر
مال متقوم نہین اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہان مراد ہے کذا فی الطحاوی کَخَمْرٍ وَخِنْزِیْرٍ وَمَیْتَةٍ لَمْ تَمُتْ حَتْفَ اَنْفِهَا
بَلْ بِالْخَنْقِ وَنَحْوِہٖ فَاِنَّهَا مَالٌ عِنْدَ الذِّمِّیِّ کَخَمْرٍ وَخِنْزِیْرٍ مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلا دابنے
اور مانند اوسکے چنانچہ مارنے سے مرگیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور وَهٰذَا اِنْ بِیْعَتْ بِالثَّمَنِ اَیْ بِالدَّنَانِیْرِ
کَدَرَاهِمَ وَدَنَانِیْرَ وَمَکِیْلٍ وَمَوْزُوْنٍ بَطَلَ فِی الْکُلِّ وَاِنْ بِیْعَتْ بِعَیْنٍ کَعَرْضٍ بَطَلَ فِی الْخَمْرِ وَفَسَدَ فِی الْعَرْضِ
فَیَمْلِکُهٗ بِالْقَبْضِ بِقِیْمَتِهٖ ابن کمال اور یہہ یعنی شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور
دنانیر اور مکیل اور موزون ہے تو مبیع اور ثمن ہر ایک مین بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بہی مملوک نہین ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی بعوض عین
یعنی متاع اور اسباب ہے تو شراب وغیرہ مین بیع باطل ہے اور اسباب مین فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اوسکی قیمت دیکر کذا صرح
ابن کمال وَبَطَلَ بَیْعُ قِنٍّ ضُمَّ اِلٰی حُرٍّ وَذَکِیَّةٍ ضُمَّتْ اِلٰی مَیْتَةٍ مَاتَتْ حَتْفَ اَنْفِهَا قید بہ لتکون کالحر وَاِنْ سَمّٰی ثَمَنَ
کُلٍّ ای فَصَّلَ الثَّمَنَ خِلَافًا لَهُمَا اور باطل ہے بیع اوس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اوس مردار کے
ساتہہ جو خود بخود مرگیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن سے ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد
کے مانند ہو جاوے عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک وَمَبْنَی الْخِلَافِ اَنَّ الصَّفْقَةَ لَا تَتَعَدَّدُ بِمُجَرَّدِ تَفْصِیْلِ الثَّمَنِ بَلْ لَا بُدَّ
مِنْ تَکْرَارِ لَفْظِ الْعَقْدِ عِنْدَہٗ خِلَافًا لَهُمَا وَظَاهِرُ النِّهَایَةِ یُفِیْدُ اَنَّهٗ فَاسِدٌ اور امام اور صاحبین کی بناء خلاف یہہ ہے کہ صفقہ یعنی
عقد متعدد نہین ہوتا بمجرد تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد مین مکرر کہنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک تفصیل ثمن بلا
تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ مین کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہے بِخِلَافِ بَیْعِ قِنٍّ ضُمَّ اِلٰی مُدَبَّرٍ
وَنَحْوِہٖ اَوْ قِنِّ غَیْرِہٖ وَمِلْکٍ ضُمَّ اِلٰی وَقْفٍ غَیْرِ الْمَسْجِدِ الْعَامِرِ فَاِنَّهٗ کَالْحُرِّ بِخِلَافِ الْعَامِرِ بِالْجِهَةِ الْخَرَابِ فَکَمُدَبَّرٍ اَشْبَاہٌ
مِنْ قَاعِدَةِ اِذَا اجْتَمَعَ الْحَرَامُ وَالْحَلَالُ بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اوسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتہہ یا غیر کے غلام کے
ای غلب الحرام ۱۲
ساتہہ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتہہ سوای مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتہہ مل کر بکیگی تو اوسکی بیع باطل ہے
جیسے آزاد کے ساتہہ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اوسکے ساتہہ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتہہ جائز ہے چنانچہ یہہ تقریر اشباہ
مین ہے منجملہ اوس قاعدہ کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہے وَلَوْ مَحْکُوْمًا بِهٖ فِی الْاَصَحِّ خِلَافًا لِمَا اَفْتٰی بِهِ الْمَنْلَا
ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بہی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح مین برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوی کے م
مفتی مرحوم کا یہہ فتوی ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اوسکے ساتہہ ملک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہے اور

اور اطلاق وقف کی تعمیم کی ہو فیصرف بحصتہ فی المعتق وعبدہ والملک لانہا مال فی الجملۃ تو صحیح ہے بیع بقدر اوسکے حصہ کے غلام مین مدبر کے
ساتھہ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھہ اور ملک مین وقف کے ساتھہ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف سب فی الجملہ مال ہین ولو
باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کی مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا نکر لیا تو بیع صحیح
نہین کذا فی العینی بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اوسمین کی مساجد اور مقابر کو استثنا نکر لیا تو قول اصح یہہ ہے کہ ملک مین بیع
صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولے ہے اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہے وہ
مشروط کے برابر ہے کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ہم غیر عاقل کی قید اسوجہسے لگائی
کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول ورجیع ادمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز
کبیع سرقین وبعر واکتفی فی البحر بمجرد خلطہ بتراب اور باطل ہے بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور
وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہے بمجرد اوسکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونیکے ہم طحطاوی
نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہین اور خالص مٹی مال نہین پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اسکا جواب یہہ ہے کہ جواز بیع کا مدار
انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع جائز ہے نہ بدون خلط کے وشعر الانسان لکرامۃ الادمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر
الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اوسکو سور کے بال کی بحث مین ذکر
کیا ہے وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم وما لہ خطر العدم اور باطل ہے بیع اوس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہے بسبب باطل
ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہو ہم معقود علیہ کی شرط یہہ ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اوسکے موکل کی
اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اوسکے پاس نہین تو وہ نہ اوسکی ملک ہے نہ مقدور التسلیم ہے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے اوسکی بیع بھی جائز نہین چنانچہ
حمل اور تھن کا دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزہ کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کی
اور کھلی تلون کے اندر کذا فی النہر لا بطریق السلم فانہ صحیح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع ما لیس عند الانسان ورخص
فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اوسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اوسکی بیع سے جو
انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین ہم کہتا ہون سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید
کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اوس سے بیع کیا کرون پھر اوسکو بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع ما لیس عندک یعنی بیع مت
اوس کو جو تیرے پاس نہین ہے کذا فی التیسیر وبطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن وھو المال اور باطل ہے وہ بیع جسمین نفی ثمن کی
تصریح ہے بسبب معدوم ہونے رکن کے یعنی مال ہم اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا والبیع الباطل حکمہ عدم ملک
المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ھلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی اور بیع
باطل کا حکم یہہ ہے ملک مشتری ہو یعنی مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر مبیع اوسکے پاس ہلاک ہو ہو اسواسطے کہ وہ
امانت ہے اور قنیہ مین تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہے ہم حموی مین ہے کہ خصی کے نزدیک ضمان مختار ہے
اور قنیہ مین وجہ صحت یہہ مذکور ہے کہ مشتری نے اوسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین مین قاضی
خان سے منقول ہے کہ ضمان دینا صحیح ہو تو خلاصہ یہہ ہے کہ دونون قول صحیح ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا بیع الحربی اباہ وابنہ قیل باطل
وقیل فاسد کذا فی وصایاہا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل وقیل فاسد وصحح اور قنیہ مین ہے کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ
یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور قنیہ کی وصایا مین ہے کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو بنقصان صریح باطل ہے

بائع کے واسطے اور غیر معین مین دو علتین ہین ایک لزوم ضرر دوسری جہالت ہیہ ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور
نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحاوی وَذِرَاعٍ مِن ثَوبٍ یَضُرُّہُ التبعیض فلو قطع و سلّم
قبل فسخ المشتری عاد صحیحاً ولو لم یضرہ القطع کَکِرباس جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہی بیع ایک گز کی اوس کپڑے سے جسکو پھاڑنا
ضرر کرتا ہو چنانچہ عمامہ او قمیص پہر اگر بائع نے ایک گز اوس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چہت سے کہود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پہر کر صحیح ہو
جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہو چنانچہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے ہم مانع بیع وجود ضرر تہا تسلیم کیوقت
سو تھان مین ضرر مذکور حاصل نہین لہذا اوسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہوگئی کہ
مفسد بیع زائل ہوگیا بعد اوسکے موجود ہونے کے طحاوی نے کہا شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا فلو قطع او قلع تا شہتیر کا بہی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے
اوس کا ترجمہ زیادہ کر دیا وَضربۃِ القانص بقاف ونون الصائد اور فاسد ہی بیع شکاری کے ایکبار جال لگانے اور کہینچنے کی قانص بقاف
ونون عبارت ہی شکار کرنے والے سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ شکاری کہے کہ مین نے تیرے ہاتہ اسکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کہینچنے مین
نکلے تو یہہ بیع جائز نہین کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہی کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی المنح وَالغائص بغینٍ معجمۃ الغوّاص اور فاسد
بیع غواص کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنے والا ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکبار غوطہ مارتا ہون تو
تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی وَالبیعُ فیہما باطلٌ کالغرر بحر ودرر
والکمال وابن الکمال قال المصنف وقد نظمہ منلا خسرو فی سِلک الفاسد فتبعتہ فی المختصر ویجب ان یراد بہ الباطل
لانہ ما لیس فی ملکہ کما مرّ اور جال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح قال الایضاح مصنف نے شرح مین کہا کہ ملا خسرو نے
درر غرر مین اس بیع کو فاسد کی لڑی مین پرو دیا سو مین بہی اونکا پیرو ہو گیا اس مختصر مین اور واجب ہی کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہہ بیع اوس
قسم سے ہے جو بائع کی ملک مین نہین چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک مین نہین اوسکی بیع باطل ہے سوای سلم کے وَالمزابنۃ ہی بیع الرطب علی النخل
بتمر مقطوعٍ مثل کیلہ تقدیراً شُمُنّی ومجمع ومثلہ العنب بالزبیب عنایہ للنہی ولشبہۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رُطَباً
جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہی مزابنہ وہ بیع ہی تر کہجور کی جو لگی ہو درخت پر خشک کہجور مقطوع سے برابر اوسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل
سے کذا فی شرح المجمع اور مانند اوسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہو خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہی بسبب نہی شارع کے
اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کہجور نہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہی بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس
شبہہ بیاج کا نہین ہم اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالمثلثۃ علی رأس النخل بتمر بالتاء المثناۃ لیکن یہہ خلاف تحقیق کے ہی اسواسطے
کہ ثمر بثاء مثلثہ عبارت ہی بارِ درخت یعنی پہل سے اور پہل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہی حالانکہ گدر کہجور کا بیچنا خشک کہجور سے بطریق ظن و تخمین جائز
ہی اختلاف جنس کے سبب سے لہذا تفسیر مزابنہ یہی بہتر ہے جو شارح نے کی وَالملامسۃ للسلعۃ اور فاسد ہی بیع الملامسہ یعنی بیع مین ہاتہ لگانے سے
بیع کا واجب ہونا ہم مغرب مین ہو کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو نے میرا کپڑا چہوا یا مین نے تیرا کپڑا چہوا
تو بیع واجب ہوگئی اور منتقی مین امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہہ کہے کہ مین تیرے ہاتہ یہہ متاع بیچتا ہون اتنے کو سو جب کہ مین تجہکو چہوؤن اور ہاتہ لگاؤن
تو بیع واجب ہے یا مشتری اسیطرح کہے کذا فی الطحاوی وفتح القدیر مین کہا ملامسہ یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چہوے تو چہونے والے کو بیع لازم ہو جاوے
بلا خیار الرؤیۃ اور یہہ سطر جبر کہ مثلاً اندہیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو وَالمنابذۃ ای نبذہا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی بیع کا ڈالنا مشتری کے
سامنے ہم منابذہ یہہ ہی کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیری طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہی یعنی بلا تامل بلا
خیار فسخ وَالقاءُ الحجر علیہا اور فاسد ہی بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع پر ہم القاء حجر کی یہہ صورت ہی کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہون تو جس

کپڑے پر سنگریزہ پڑی اوسپر بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رؤیت و بلا خیار کے اسکے بعد وہی ثمن ہو ع الجاهلية فنُهي عنها كلها عينے
لوجود القمار فكانت فاسدة ان سبق ذكر الثمن یعنی اور یہ یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین او تیرہین
ان سب کے بہی واقع ہوتی کذا فی شرح العینے بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر ان
بیوعین وجود قمار سے بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگا دے
تو مین نے تیری ہاتھ اوسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اسواسطے
قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہی ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ
فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین
جابر سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہ کہ گیہون کو اوسکی بالیون مین بیچے بعوض
گیہون کے برابر پیمانے مین ظن و تخمین سے کذا فی النہر و بيع ثوب من ثوبين او عبد من عبدين لجهالة المبيع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو
کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ دو کپڑون مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون
غلام مبیع ہی تو منازعت پیدا ہو گی بائع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کسپر قبضہ کرے کذا فی البحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید
لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہی فلو قبضهما وهلكا معا ضمن نصف قيمة كل اذ المقاسد معتبر بالصحيح پس اگر مشتری نے دونون
کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع فاسد معتبر ہی بیع صحیح سے
ہم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہی کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہی اور دوسرا کپڑا امانت ہوا اور ایک
اولے نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہو گئے کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہو کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس
شرط سے کہ ایک مین مشتری مختار ہی پھر دونون ضائع ہو گئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اوسپر لازم ہو گا اور قیمت بیع فاسد مین بجائے
ثمن بیع صحیح مین کذا فی البحر ولو مرتبا فقيمة الاول لتعذر رده اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اوس کپڑے کا
تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اوسکا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہی یعنی درصورت تعذر رد ہالک اوسکا مضمون ہونا متعین ہو گیا تو دوسرا
کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وهذا اذا لم يشترط خيار التعيين فلو شرط اخذ ايهما شاء جاز لما مر اور تعیین مضمون مین ضامن
یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہ اوسنے دعوے کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہالک ہوا نہ فلانا تو اوسکی تصدیق ہو گی اور یہ یعنی فساد بیع ایک
کپڑے کی دو کپڑون مین سے اوسوقت ہی جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہو گا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع
جائز ہی چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہو چکا والمراعي اي الكلاء واجارتها اما بطلان بيعها فلعدم الملك لحديث الناس
شركاء في ثلث في الماء والكلاء والنار اور فاسد ہی بیع گہاس اور چارے کی اور اجارہ اوسکا بطلان اوسکی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے
بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گہاس اور آگ مین ہم ابو داؤد مین حدیث مذکور بایں لفظ ہی کہ المسلمون شركاء
في ثلث في الماء والكلاء والنار بحر الرائق مین ہو کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہی کہ غیر کے کنوئے اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور
جانورون کے پانی پلانیکا اختیار ہی اور گہاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گہاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک
اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگارا لینا بدون اذن مالک
جائز نہین اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہی کہ پانی کو برتنون مین نہ رکھہ چھوڑا ہو اور گہاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بہر رکھنے
اور گہاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گہاس کی بیع جائز ہی کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے اونکا مالک ہو گیا اور عدم جواز بیع کا یہہ بہی محل ہے جب کہ گہاس

خودرو ہو اور اگر ایک شخص نے پانی سینچکر گہاس جمائی ہو تو اوسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اوسکا مالک ہی چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہی اور
یہی قول ہے اکثر فقہا کا فاما قال القدوری کذا فی الحاوی بتصرف واما بطلان اجارتہا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گہاس
کے اجارہ کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شئ مباح کے استہلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ شئ مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں
چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودہ پینے کے واسطے تو مباح بالطریق اولی جائز نہوگا کذا فی البحر فھذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بان سقی وربی
ملکہ وجاز بیعہ عینی وقیل لا یعنی گہاس کی بیع ناجائز ہونا اوسوقت ہے جب کہ گہاس خودرو ہو اور اگر اوسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو
تو اوسکا وہ مالک ہی اور اوسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضوں نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال وبیع القصیل والرطبۃ
علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ او لیرسل دابتہ فیاکلہ جاز وان لیبقیہ لم یجز یعنی مصنف نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہی
اگر اسواسطے ہے کہ اوسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اوسمین چہوڑ دے کہ اوسکو کہالین تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تا مشتری اسکو
قائم رکہے تو جائز نہیں ھو قصیل بقاف وصاد مہملہ خوید ہی اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہی ولایت میں اوسکو رطبہ کہتے ہیں فارسی میں اوسکو سپست
کہتے ہین وحیلتہ ان یستاجر الارض لیغرس فیہا لخط له او لایقاف دوابہ او لمنفعۃ اخری کمقیل ومراح وتمامہ فی وقف
الاشباہ اور گہاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہی کہ زمین کو اجارہ لے اپنے کہیتی کرنے کے واسطے یا اپنے چوپایوں کے باندہنے کے
یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آرام یا دوپہر ٹہہرنے کے بعد جانورون کے بٹہانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ
وقف میں ہی یعنی اس طرح اجارہ لینے میں دونوں مطلب حاصل ہیں چنانچہ مذکور ہوی اور وہان کی گہاس نرمی وبیع دود القز ای
الابریسم وبیضہ ای بزرہ وھو بزر الفلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اوسکے انڈے کی یعنی اوسکے
بیج کی جسکو عرب بزر الفلیق کہتے ہیں جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہی والنحل المحرز وھو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد
کی مکہی مقدور التسلیم سطرح پر کہ شہد اور چہتے کے ساتھ اوسکی بیع ہو کذا فی العطایا وھذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وابن
ملک وخلاصہ وغیرہا اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اوسکے انڈے اور شہد کی مکہی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ
مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصہ وغیرہا نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت
کی چیز ہی حقیقت میں اور شرعا مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکہی ماکول نہیں جیسے خچر اور گدہے کی بیع کذا فی الشرح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے
جائز ہوئی کہ اوس سے انتفاع ہی اور اوسکے انڈون کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہی کذا فی العطایا واجاز ابو اللیث بیع العلق وبہ یفتی للحاجۃ
مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکہی جسکو فارسی میں زلو اور ہندی میں کیڑی اور جونک کہتے ہیں اور اسیکا فتوی ہے بسبب حاجت اور
ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرہا من الھوام فلا یجوز اتفاقا کحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع
بجلدہ او عظمہ والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمدہ المصنف وسیجیء فی المتفرقات بخلاف
اور کیڑون کے سوای ریشم کے کیڑے ہو اور شہد کی مکہی کے کہ اونکی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گوہ اور اون حیوانات کی جو دریا میں
رہتے ہین کہ اونکی بیع جائز نہیں سوای مچہلی کے اور اوس جانور کی جسکی کہال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہی کہ جواز بیع کا مدار حلت
انتفاع پر ہی کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اوسکا بیان باب المتفرقات میں آویگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ملتقی
الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما وھی بینہما انصافا الا انما قلعو دفع بزر القز او بقرۃ او دجاجۃ لآخر
بالعلف مناصفۃ فالخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصا ومثلہ دفع
النحل ملتقی کتاب الاشفع شرکت ریشم میں جائز نہیں مگر جبکہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنی پرورش بھی دونون سے

ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں میں آدھوں آدھ ہو تو تین تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو دین نصفا نصف
پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے اور مرغی کے پیدا ہوں گے وہ مالک کے مملوک ہوں گے اسواسطے کہ پیدا ہونیکے اوسکی ملک سے اور مالک پر چارہ کی
قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الینابیع ملخصا اور اسیکے مانند ہے انڈے دیدینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہ مشہور ہے ہمین نے فتاوی
عالمگیری میں باب الاجارہ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہے کہ انڈوں کا مالک آدھے انڈے اور مرغیوں کا مالک
آدھی مرغیاں اوس شخص کے ہاتھ بیچ کر دے پھر مشتری سے ابراء کر دے تو اب جو کچھ پیدا ہو گا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو گا کذا فی الطحطاوی والآبق
ولو لطفله او لیتیم فی حجره ولو وهبه لهما صح یعنی وما فی الاشباه من تصحیح بیعه فسهو اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ اپنے فرزند
صغیر سے یا اوس یتیم سے جو اوسکی گود میں ہے بیع کی ہو اور اگر اوسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ میں ہے وہ تحریف
ہے کذا فی النہر ہم بحر الفائق میں مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہبہ درست ہے اور خانیہ کے بعضے نسخے میں اسکے برعکس مذکور
ہے اور دوسرے نسخے میں اسکے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض
نسخ خانیہ کیطرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کیطرف ہو اسواسطے کہ اشباہ کی روایت اسکے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والنہر الا لمن یزعم انه
ای الآبق عنده فحینئذ یجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے مگر اوس شخص سے بیچنا فاسد نہیں جسکو یہ گمان ہو کہ وہ یعنی غلام
گریختہ اوسکے پاس موجود ہے تو اب اوسکی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تھا پھر جب مشتری نے
اوسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وهل یصیر قابضا ان قبضه لنفسه او قبضه لمولاه ولم یشهد نعم اور کیا
مشتری اوسکا قابض ہو گا یا نہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر اوسنے اوس پر قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض
ہو گا یعنی اسواسطے کہ یہ غصب کا قبضہ ہے اور وہ بجائے قبض من البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان سے قبض بیع کے نہ ولو اشهد لا لانه
قبض امانة فلا ینوب عن قبض الضمان لانه اقوى عنایه اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنیکے وقت لوگونکو
گواہ کیا ہو کہ میں اوسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے
نہو گا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ ہم اگر غلام مذکور ہلاک ہو گا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے
تو بائع کا مال ہلاک ہو گا نہ مشتری کا والا اذا آبق من الغاصب فباعه المالك منه فانه يصح لعدم لزوم التسليم ذخیره
الا بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جبکہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اوسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے
کذا فی الذخیرہ ہم یہ قول عطف ہے الا من یزعمه ولو باعه ثم عاد وسلمه یتم البیع علی القول بفساده ورجحه الکمال
وقيل لا يتم على القول ببطلانه وهو الاظهر من الرواية واختاره فى الهداية وغيرها وبه كان يفتى
البلخى وغيره بحر وابن كمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اوسکو مشتری کے قبضہ میں کر دیا تو بیع
تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونیکے قول پر اور اسیکی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اسلیے
باطل ہونیکے قول پر یعنی جنکے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے
پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسیکا فتوی دیتا تھا کذا فی البحر وابن کمال ہم فتح القدیر میں ہے کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور ثلجی ہے
بثاء مثلثة وجیم کذا فی الطحطاوی ولبن امرأة ولو فی وعاء ولو امة علی الاظهر لانه جزء آدمی والرق مختص بالحی ولا حیاة فی
اللبن فلا یحله الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے اسواسطے کہ
دودھ آدمی کا جزء ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو اوسمیں ملک کا حلول نہیں وشعر الخنزیر

لنجاسة عينه فانه يبطل بيعه ابن كمال وان جاز الانتفاع به لضرورة الخرز حتى لو لم يجد بلا ثمن جاز
الشراء للضرورة وكره البيع فلا يطيب ثمنه ويفسد الماء على الصحيح خلافا لمحمد قيل هذا في المنتوف اما المجزوز فطاهر
عناية اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اوسکے نجس العین ہونے کے سبب کذا صرح ابن کمال اگرچہ اوس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی
ضرورت سے یہان تک کہ اگر بدون ثمن کے نملے تو اوسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اوسکی بیع مکروہ ہے تو حلال اور پاک
نہین ثمن اوسکا اور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح فاسد یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضون نے کہا کہ یہہ حکم ہے اوکھاڑے ہوے بال مین اور
تراشا بال طاہر ہے کذا فی العنایہ ہم سور کا بال مرنے پر سخت ہوتا ہے اونگلی کے مقدار اور بعد اوسکے نرم ہوتا ہو گئے ہین گرمشینے کی لائق
ہندا زمانہ قدیم مین موچی اوس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسا اب سوزن سے سیتے ہین وعن ابی یوسف یکرہ الخرز به لانه
نجس ولذا لم يلبس السلف مثل هذا الخف ذكره القهستاني ولعل هذا في زمانهم واما في زماننا فلا حاجة
اليه كما لا يخفى اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسیواسطے علماء سلف ایسا موزہ
نہین پہنتے تھے چنانچہ اسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے مین تہا اور ہمارے
زمانے مین اوسکی کچھ حاجت نہین یعنی بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہہ امر پوشیدہ نہین ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت
کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اوسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اوس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی
وجلد ميتة قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم يفصله ههنا اعتمادا على ما سبق قاله الواني
فليحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کہال کی اوسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع بیچے مشتری کی ثمن یعنی چاندی
یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف یعنے صاحب درر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نکی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچہ کہا ہے
وانی محشی درر نے اسکو یاد رکہنا چاہئے وبعده اي الدبغ يباع الا جلد انسان وخنزير وحية اور بعد دباغت کے یعنی
چمڑا پکانے کے اوسکی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وينتفع به لطهارته حينئذ لغير الاكل
ولو جلد مأكول على الصحيح سراج لقوله تعالى حرمت عليكم الميتة وهذا جزءها اور جانور مردہ کی کہال
سے فائدہ لیا جائے بسبب اوسکے پاک ہو جانے کے اسوقت مین انتفاع جائز ہے سوائے اوسکے کہانے کے اگرچہ کہال ماکول اللحم مردہ
کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ تم پر حرام کردیا جانور مردہ اور یہہ یعنے کہال جز ہو مردہ کی وفی المجمع ونجيز
بيع الدهن المتنجس والانتفاع به في غير الاكل بخلاف الودك اور مجمع مین ہے کہ ہم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع
اور اوس سے فائدہ لینا سوائے کہانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سوائے مسجد کے تو ودک عبارت
ہے چربی اور ہڈیون کے گودے سے کذا فی الطحطاوی كما ينتفع بما لا تحله حيوة كعصبها وصوفها كما مر في
الطهارة جیسے فائدہ لینا مردہ کی اوس چیز سے جائز ہے جسمین زندگی حلول نہین کرتی چنانچہ اوسکا پٹھا اور روئیان چنانچہ مذکور
ہو چکا کتاب الطہارۃ مین ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کہر مردہ جانور کے پاک ہین کیونکہ انمین حیات کا دخل نہین کہ موت دخل
کرے اور ہاتہی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتہی سے انتفاع لینا بوجہ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنیکے جائز ہے کذا فی المنح وفسد
شراء ما باع بنفسه او بوكيله من الذي اشتراه ولو حكما كوارثه بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد
كل الثمن الاول صورته باع شيئا بعشرة ولم يقبض الثمن ثم شراه بخمسة لم يجز وان رخص السعر للربوا
خلافا للشافعي اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اوسکا خرید کرنا اوس سے جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ

مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہی صورت اوسکی یہہ ہو کہ کوئی چیز مثلاً دس
درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اوسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اوس چیز کا نرخ ارزان ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بائع کے ہی بخلاف
امام شافعی کے مذہب کیونکہ جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچدرم زیادہ بلاعوض باقی رہے تو یہہ فائدہ ہوا در صورت عدم ضمان کے
حالانکہ یہہ حرام ہو کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل
قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کے قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایکدرم بھی باقی رہیگا تو خرید
جائز نہوگی کذا فی الطحاوی وشراء من لا تجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضاً خلافاً لہما فی غیر
عبدہ ومکاتبہ اور خرید کرنا اوسکا جسکی گواہی بائع کے فائدہ کے واسطے جائز نہین چنانچہ اوسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے
تو اوسکا خرید کرنا بھی جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہی سوای اوسکے غلام اور
مکاتب کے ولا بد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقاً
کما لو شراہ بازید او بعد النقد اور ضرور ہی عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن
مختلف ہو یا مبیع مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہی اگر بائع نے
ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی مسائل
منہا ہذا وفی قضاء دین وشفعۃ واکراہ ومضاربۃ ابتداءً وانتہاءً وبقاءً وامتناع مرابحۃ وزاد زکوٰۃ وشرکات
وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیاً الی العمادیۃ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین آٹھہ
مسئلون مین از انجملہ یہہ مقام ہے اور ادای دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع
مرابحہ مین اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیئے گئے ہین زکوٰۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ
اسکو مصرح بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ کیطرف نسبت کرکے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہہ ہو کہ عقد اول دراہم سے تہا
پھر بائع نے اوسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہان متحد
الجنس ہین اور ادای دین کی یہہ صورت ہو کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تہا سو اوسنے ادای دین مین پہلوتہی کیا پھر اوسکے دنانیر قاضی کے
ہاتھہ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہی کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادای دین کرے اور غیر دنانیر کی اور مال سے قاضی ادای دین نہین کرسکتا
امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین اور شفعہ کی یہہ صورت ہو کہ شفیع کو خبر ہوئے کہ مشتری نے گہر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی
پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گہر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اوسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ کی یہہ صورت
ہو کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اوسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درم ہے تو یہہ بیع علی حکم الاکراہ ہو اور
اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اوتنی ہے بیع ہوگی تو یہہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور ابتداء مضاربت کی یہہ صورت ہو کہ ایک شخص نے
ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کردیا پھر مضارب کو اوتنے درم دیئے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہی اور
فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسیطرح انتہا اور بقای مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہہ صورت ہو کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا
پھر اوسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اوسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اوسکو بطور مرابحہ بیع نکرے اور اسیطرح اگر دس درم کو خرید کرے
اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہی تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوٰۃ کی یہہ صورت ہو کہ ضم دراہم کا دنانیر سے اور زکوٰۃ نکالنا ایک جنس کا
دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکات کی یہہ صورت ہو کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون تو دونون مین شرکت عنان

ف تفصیل اشیاء کہ انمین دراہم و دینار و درہم متحد الجنس

منعقد ہوگی اور اشیاء متلفہ مین قیمت کرنیوالے کا اختیار ہو چاہے دراہم سے اوسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہہ صورت ہے
کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہی اور ہاشمہ مین عشر ہی اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہی اور جائفہ مین ثلث ہی اور دیت یا ہزار دینار مین یا دس
ہزار درہم مین تو اشیاء مذکور مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحاوی وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد
ینفسخ بھلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہی کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جاوے گی
ہلاکی سے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے تو اوس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اوسکے قبضہ کے ہے چنانچہ مال منقول کو جب کہ خرید کرے تو مشتری کو
اوسمین تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اوسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اوسکے مقبوض ہونے کی جائز
ہی خواہ ثمن متعین ہوجاتا ہو تعیین سے چنانچہ کیلی یا متعین نہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اسکی علت یہہ ہی کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے
کہ اصل بیع مین مبیع ہی نہ ثمن وصح البیع فیما ضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شیء اٰخر بعشرۃ فسد فی الاول
وجاز فی الاٰخر فینقسم الثمن علی قیمتہا ولا یشیع الفساد لانہ طاری ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہی بیع اوس چیز مین جو ملائی
گئی اوسکے طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلا اور ثمن پر قبضہ نکیا پہر اوسکو دوسری چیز یعنی مثلا کپڑے کے ساتھہ دس درم کو مول لیا تو بیع
اول یعنی تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اوسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی مین شائع
ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہی پیچہے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اوسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی و
بیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ
بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہی بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو
تول دے اوسکے ظرف کے ساتھہ اور اس سے کم کروالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضای عقد کم کرڈالنا ہی برتن کے وزن کے برابر
اور وہ اس شرط مین علے التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کرڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز
ہی جیسا یون ہی بیع جائز ہی کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہو جائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہی جمیع موزونات کا نہر الفائق
مین کہا اسواسطے یہہ بیع جائز ہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر مشروط
سے ہو تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہی اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہو تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو
عقد مقتضی ہی تا مقدار مبیع معلوم ہوجاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھہ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ
فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اوسکی مقدار مین تو مشتری کا
قول معتبر ہے قسم کے ساتھہ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہے طحاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہی بمعنی مانعۃ الخلو اسواسطے کہ گاہے ظرف
کی مقدار واحد ہوتی ہی اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہہ
وجہ ہی کہ جب مشتری نے ظرف پہیر دیا اور وہ تولا گیا اور اوسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اسکے سوا اور تہا جسکا وزن پانچ
رطل تہا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہی یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہی تو مشتری قابض
ہی اور قول معتبر نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہی تو بہی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا
اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھہ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح
اور صحیح ہے بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوھبانیۃ ولیس لھم قال الامام تقاسم
بلد تسبیح ولو یتخذ کذا البیع فیکرہ اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ مین یہہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کرلینا کوچہ غیر نافذہ کا
یعنی کوچہ [illegible]

جائز نہین اور اسیطرح اوسکے بیع بہی مذکورہ یعنی بیع بہی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید ہواسطے لگائی تا معلوم ہو جاوے
کہ وجہ نافذہ یعنی شارع عام کی بیع باطل اوسکے جائز نہین کذا فی الطحطاوی وفی مَعَایَاهَا وَارْتضاہ فی الالغاز الاشباہ سعو مَالِكُ اَرْضٍ
لَيْسَ يَمْلِكُ بَيْعَهَا بِغَيْرِهِ شَرِيْكٍ ثُمَّ لَوْ مِنْهُ يَنْظُرُ اور وہبانیہ کے سوال مشکل سکت مین یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہیلیون مین اسکو پسند
کیا ہے کہ مالک زمین کو جو غیر نافذہ سکے بیچنے کا مالک نہین سوای اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے یعنی ناظم اسکے
جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور ... مین
بہی بیع طریق اور اوسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حَدٌّ اَیْ بُیِّنَ لَهٗ طُوْلٌ وَعَرْضٌ اَوْ لَا وَهِبَتُهٗ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اوسکی
حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسیطرح اوسکا ہبہ بہی صحیح ہے واذ الم یبین یقدر بعرض باب الدار العظمی اور جب
کہ بیع یا ہبۂ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اوس کا عرض بڑی گہر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹہیرایا جاوے ہم بہتر یہ تہا کہ شارح باب الدار
الاعظم کہتا یعنی ہواسطے کہ اعظم صفت ہے باب کی اور مراد اوس سے پہلا دروازہ ہے گہر کا نہتے لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بہی باب الدار العظمی
دار ہی تو ظاہر اعظم کہنے کی کچہ حاجت نہین ہواسطے کہ بڑی گہر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جسکو ہند مین پہاٹک بولتے ہین واللہ اعلم لا بیع
تسییل الماء وهبته لجهالته اذ لا یدری قدر ما یشغله من الماء بیع نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اوسکا بسبب اسکے
مجہول ہونے کے ہواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پہنچتا ہے اوسکی مقدار معلوم نہین ہم مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہے یعنی وہ مکان جسمین پانی
بہتا ہے چنانچہ نہر یا سطح یعنی چہت اور طریق سے یا رقبۂ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جسمین مرور واقع ہے تو مقدار مسیل مجہول ہے لہذا اوسکی بیع
اور ہبہ جائز نہین اور رقبۂ طریق معلوم ہے اگرچہ اوسکی حدود مذکور نہون تو اوسکی بیع اور ہبہ جائز ہے یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق
مراد ہے تو اگر زمین پر سیلاب ہے سو مجہول ہے اور اگر چہت پر ہے تو وہ حق تعلی ہے جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہے اسکی بیع مین دو روایتین
ہین وجہ بطلان یہہ ہے کہ یہہ مال نہین اور وجہ صحت یہہ ہے کہ اسکے طرف حاجت ہے اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہے یہہ اوس
صورت مین ہے جب من حیث المسیل اعتبار ہو اور اوسکا طول اور عرض نہ بیان ہوا اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجے تو وہ زمین
مملوک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے چنانچہ سرخسی نے ذکر کیا ہے یا من حیث المسیل اعتبار کیجے لیکن اوسکی حدود مذکور ہون تو بہی اوسکی بیع
جائز ہے بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیتہ للحسن الچلپی وصح بیع حق المرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا
وحدہ فی روایة وبه اخذ عامة المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححه ابو اللیث اور صحیح ہے بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے
حق کی بیع زمین کے ساتہہ بالاتفاق بلاخلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایکروایت مین بیع جائز ہے اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہے اور
دوسری روایت مین بیع اوسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہے ہم حق مرور کی بیع زمین کے ساتہہ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص
زمین کا مالک ہے اور اوسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہے اوس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہہ بیع
صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب وظاهر الروایة فساده الا تبعا خانیة وشرح وهبانیة وسنحققه فی احیاء الموات
اور اسیطرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتہہ بالاجماع اور فقط باری
بیچنا بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہے اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہے اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہہ قول مشائخ بخارا کا
مختار ہے کذا فی المنح اور ظاہر الروایت مین یہہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتہہ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات
کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسییل وهبته سواء کان علی الارض لجهالة محله کما مر او علی السطح لانه حق التعلی
وقدمر بطلانه صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اوسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اوسکے مکان کے چنانچہ مذکور

ہوچکا قبل اسکے یا چہت پر ہو سواسطے کہ وہ حق نقلی ہو اور اوسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہوچکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو
اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا نیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت و
علا الرجیکی سبعۃ فاذ الوجہینا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہین بیع اوس ثمن سے جو مؤجل ہو نوروز تک نوروز پہلا دن ہی
فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہہ نوروز سلطان ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہے جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور
بعد ہی نے سات نوروز شمار کئے ہین پہر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نکی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقد فاسد ہو کذا صرح
ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان ہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین
مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہے فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے معرب مہرجان معرب ہے مہرگان کا چونکہ وہ دن بہی متعدد
ہی نوروز کی مانند لہذا بیع صحیح نہین وصوم النصاری وفطر ہم وفطر الیہود وصومہم فاکتفی بذکر احدہما سراج اور نصاری
کے روزہ رکہنا اور نہ رکہنے کی مدت اور یہودیون کے روزہ نہ رکہنے اور رکہنے کی مدت سے بیع صحیح نہین مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیون
کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فے السراج اذا لم یدر المتعاقدان النیروز وما بعدہ فلو عرفاہ جاز بیع اوس وقت صحیح نہین جب
کہ متعاقدین نوروز اور اوسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہون اور اگر دونون اوقات مذکورہ کو جانتے ہون علے التحقیق تو بیع جائز ہی یعنی اسواسطے
کہ اب جہالت مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومہم للعلم بہ وہو خمسون یوما بخلاف نصاری کے
روزہ توڑنے کے مدت مقرر کرنا اون کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اوسکے معلوم ہونیکے اور وہ یعنی صوم نصاری کی مدت
پچاس دن ہین ہم دور مین تر تاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہین اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی مین پچپن دن اور
قہستانی مین سینتیس دن مسطور ہین ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانہا
تتقدم وتتاخر اور صحیح نہین بیع حاجیون کے آنے اور کہیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنی کہلیان یا مذہنے [دائین ۱۲] اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ
امور مذکورہ مین تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنہا ای عن ہذہ الآجال ثم اجل الثمن
الدین اما تاجیل المبیع او الثمن العین فمفسد ولو الی معلوم شمنی الیہا صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات
مذکورہ کے پہر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ مین مقرر کی تو اسطرح مدت ٹہرانا صحیح ہی اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹہرانا مفسد بیع ہی اگرچہ
مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ہم ثمن دین کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع
ہی تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد مین واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی ہذہ الاوقات
لان الجہالۃ الیسیرۃ محتملۃ فی الدین والکفالۃ لا الفاحشۃ چنانچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہی اسواسطے کہ کمتر جہالت دین
اور ضمانت مین محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور قدوم غائب او اسقط المشتری الاجل فی الصور المذکورۃ
قبل حلولہ وقبل فسخہ وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اتفاقا ابن کمال
وابن ملک بخلاف الجہالۃ الفاحشۃ کہبوب ریح ومجیء مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو
ساقط کرے امثلہ مذکورہ مین قبل آنے مدت کے اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق ہوجاوین قبل
اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہوجائیگا اور منقلب بجواز نہوگا بالاتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کی جیسے ہوا چلنے
اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کرے کذا فے العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائہما
وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیرہ ای غیر المحرم ببیع صیدہ یعنی صح ذلک عند الامام مع اشد کراہۃ کما صح ما مر

لان العاقد يتصرف باهليته وانتقال الملك الى الآمر امر حكمي وقال لا يجوز وهو الاظهر شرنبلالية عن البرهان یعنی اگر کیا
مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے یا خرید کرنیکے واسطے یا محرم نے غیر محرم کو کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہ توکیل اور
بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل ہے پہلی صورت میں اور غیر محرم
وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہی بیع اور شرا میں اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کیطرف یہ امر حکمی ہے اور صاحبین نے
کہا کہ بیع کو صحیح نہیں یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا اشد کراہت کے
ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اوسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق
کر دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی المنیر و نہ اور صحیح نہیں یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بیع بشرط معطوف
ہی خیر و زبر پر ہم بلکہ معطوف علیہ البیع ہے الخیر و زنہ نہ لفظ خیر و زکما لا یخفی شرط سے بیع ہونے کی فاسد ہو کہ حدیث مرفوع میں بیع اور شرط سے نہی
وارد ہی کذا فی الطحطاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفع لاحدهما او
فيه نفع لمبيع هو من اهل الاستحقاق للنفع بان يكون ادميا فلو لم يكن كشرط ان لا يركب الدابة المبيعة لم يكن
مفسدا كما سيجئ مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکہا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب جسکو عقد بیع مقتضی
نہیں اور نہ اوسکے مناسب ہے اور اوسمیں فائدہ ہو بائع یا مشتری کا یا اوسمیں فائدہ ہے اوس مبیع کا جو اہل ہے استحقاق منفعت کا اسطرح کہ مبیع آدمی
ہو اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یوں شرط کرنا کہ مشتری خریدی جانور پر سوار نہو تو یہ شرط مفسد بیع نہیں چنانچہ اس کا ذکر آویگا مع جو شرط
عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن میں اور مشتری کا مبیع میں تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے اور جو شرط عقد سے واجب نہیں اسکو
عقد مقتضی نہیں اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمیں اوسمیں مشتری کی منفعت ہو
جیسے کپڑا بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسیطرح اگر ایسی شرط ہی جسمیں نہ نفع ہی
نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اوسکے کہانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم يجر العرف به ولم يرد
الشرع بجوازه اما لو جرى العرف به كبيع نعل مع شرط تشريكه او ورد الشرع به كخيار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ
اوسکا رواج نہ جاری ہو اور شرع میں اوسکا جائز ہونا نہ وارد ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی تسمہ لگانیکی
شرط کے ساتھ یا اوس شرط کی اجازت شرع میں وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہیں كشرط ان يقطعه البائع ويخيطه قباء
مثال لما لا يقتضيه العقد وفيه نفع للمشتري چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اوسکی قبا سی دے یہ مثال ہی اوس شرط کی
جس کو عقد مقتضی نہیں اور اوسمیں فائدہ ہو مشتری کا ہے اور از انجملہ یہ شرط ہی کہ باغ کی بیع میں بائع اوسکے گرد کی دیواریں یا خندق بنا دے یا زمین کی
بیع میں یہ شرط کرے کہ بائع اوسمیں مسجد بنا دے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اوسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہے او يستخدمه مثال
لما فيه نفع للبائع وانما قال شهرا لما مر ان الخيار اذا كان ثلثة ايام جاز ان يشترط فيه الاستخدام درر یا یوں شرط
کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لیوے یہ مثال ہے اوس شرط کی جسمیں بائع کا فائدہ ہو مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو
چکا ہے کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اوسمیں استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدرر او يعتقه فان اعتقه صح ان بعد قبضه
ولزم الثمن عنده والا لا مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہے اگر اعتاق بعد اوسکے قبضہ
کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہیں ہوا تو عتق صحیح نہیں کذا فی شرح المجمع او يدبره او يكاتبه
او يستولدها ولا يخرج العين عن ملكه مثال لما فيه نفع لمبيع يستحقه یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو

حرم بنادی یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق وغیرہ کے خارج نہو یعنی اعتاق وغیرہ اوس شرط کی مثال ہے جسمین نفع ہی اوس مبیع کا جو مستحق ہی نفع کا هم اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہی اور عدم اخراج عن الملک مین بہی فائدہ ہے اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہہ آتا ہے کہ دست بدست نہ پہرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع او المشتری کذا فالاظہر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ پہر مصنف نے قاعدۂ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے کہ تو بیع صحیح ہے اوس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہی جسکو عقد مقتضی نہین اور اوسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہہ شرط کی کہ گہر مین فلانا شخص اجنبی رہی یا بائع یا مشتری اوسکو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی کشرط ان لا یبیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے یہہ شرط کرنا کہ مبیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہے او لا یقتضیہ لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کذا صرح ابن ملک ہم یعنی بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکہہ یا اس شخص کو ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہی ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو اگر ہے اور شرط الیہ نہو تو جائز نہین مگر جب کہ دونون اوسکی تعیین مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاوین اور قبل تفرق مشتری اوسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کری اور عاقدین رہن کو باطل کر دین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہوا اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکری تو جائز نہین او جری العرف بہ کبیع نعل ای صرم سماہ باسم ما یؤول الیہ عینی علی ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وہو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب استحسانا للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہو گئی ہو اوس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اوسپر دوال لگا دی اور ایسیکے مانند کیلین جڑنا ہی کہڑاؤن کا اس شرط سے بیع صحیح ہی بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑیکا نعل نام رکہا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہی سیر بفتح سین مہملہ وسکون یای تحتانیہ یعنی وہ دوال او رتسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر رہتا ہی هم صرم بفتح صاد معرب ہی چرم فارسیکا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقتہ کخیار المشروط اشباہ من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا ہوقت ہی جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کری اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہے مگر اس مثال مین کہ بیچی بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہوا اور اوسکی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط کی مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عبر ابن کمال باذن بائعہ صریحا او دلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اوسکے بائع کی رضامندی سی خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے بطرح کہ مشتری اوسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجای رضای بائع اذن بائع مذکور ہی هم ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضای بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہی اور امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اوس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کی مانند بجای رضا امر بائع کہتا تو بہتر تہا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل وتقدم حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے

امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل گئی اور اوسکا حکم پہلے مذکور ہو چکا ہم بیع باطل کا یہہ حکم مذکور ہو چکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اوسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتوی ہی وحينئذ فلا حاجة لقول الهداية والعناية وكل من عوضيه مال كما افاده ابن الكمال لكن اجاب سعدي بانه لما كان الفاسد يعم الباطل مجازا كما مر تحقق اخراجه بذلك فتنبه اور اسوقت مین یعنی جب کہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہو گئی تو کچھہ حاجت نرہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کی اس قول کی اور بیع فاسد کی دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب دیا ہی اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہو چکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہو گیا خبردار رہنا ہم حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہی کہ باطل کی افراد سے وہ ہی جو اس قید سے ہی خارج نہین ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہہ بیع باطل ہی باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضے اس قید کا یہہ ہی کہ یہہ قسم باطل کی فاسد ہی جو قبض سے مملوک ہوتی ہی اور حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ينهه البائع عنه ولم يكن فيه خيار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو ہم نہی بائع کی قید کی کچھہ حاجت نتھی اسواسطے کہ رضای بائع مغنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہی اسواسطے کہ درصورت خیار شرط کے قبض سے ملک ثابت نہو گی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار شرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولی نہو گی ملكه یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اوسکا مالک ہو گا ہم یعنی اوسکی ذات کا مالک ہو گا علمای بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کری تو صحیح ہی اور اگر اوسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہو گا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہو گا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب نہوتا اور علمای عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہی نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الهازل وفی شراء الاب من ماله لطفله او بيعه له كذلك فاسدا لا يملكه حتى يستعمله مگر تین صورت مین بعد قبض کے بہی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنیوالے کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے مین اپنی مال سے اپنے طفل کیواسطے یا باپ کے بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسیطرح یعنی اپنی مال سے اوسکا مالک نہو گا بدون استعمال کے ہم بحر الرائق مین یہہ مسئلہ محیط سے باین عبارت منقول ہی باع عبدا من ابنه الصغير فاسدا او اشترى عبد النفسه من مال الصغير فاسدا لا يثبت الملك حتى يقبضه ويستعمله انتهى یعنی باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنی ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کیواسطے اسیطرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہو گی تا وقتیکہ اوسپر قبضہ نکرے اور استعمال مین نلاوی اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہی تو ملک ثابت نہو گی مگر استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہو گا مگر جب کہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من ماله لطفله فاسدا او شرائه لنفسه من مال طفله كذلك لا يملكه حتى يقبضه ويستعمله تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانة لا يملكه به اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہو مشتری کے ہاتھہ مین وہ امانت ہی مشتری اس قبض سے اوسکا مالک نہو گا ہم یہہ قول اسپر مبنی ہی کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہہ ہی کہ تخلیہ قبض ہی اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو لو اوسکا مالک ہو گا بمجرد قبول اور جمیع تفاریق مین ہی کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہو گا کذا فی الطحطاوی واذا ملكه تثبت كل احكام الملك الا خمسة لا يحل له اكله ولا لبسه ولا وطيها ولا ان يتزوجها منه البائع ولا شفعة لجاره لو عقارا اشباه اور جب کہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگی سوای پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اوسکا کھانا اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا اوسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کی پاس اور شفعہ نہین اوسکے پڑوسی کو اگر مبیع زمین ہو کذا فی الاشباہ ہم مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اوسپر فسخ بیع واجب ہی تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوی تو اشتغال بوطی اعراض ہی فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کی اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ

اور سہو داوسکے وفی الجوہرۃ وشرح المجمع ولا شفعۃ بما فی بیع فاسد ھ اور جوہرہ اور شرح مجمع میں ہے کہ شفعہ نہیں بسبب خرید کرنے زمین کے تو بیع فاسد
سادسہ ہوئی یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اوسکے جوار میں دوسری زمین معرض بیع میں ہوئی تو مشتری کو بھی شفعہ نہیں لیکتا بمثلہ
ان مثلیا والا بقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ او تعذر ردہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ
کالمغصوب ھ مشتری قبض سے مالک ہوگا بیع کا مثل دیکر اگر مبیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہیں تو اوسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ
قیمت جو قبض کے دن اوسکی قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اوسکے ضمان میں داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اوسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند
مراد مصنف کی یہہ ہے کہ مبیع کو ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ھ اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے
رد عین واجب ہے نہ قیمت کذا فی النہر والقول فیہا للمشتری لانکارہ الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطے انکار زیادت یعنی مشتری
زیادتی قیمت کا منکر ہے اور معتبر قول منکر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہے
ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور یہہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن ملک ھ بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ یکون کو حذف
کرتا تا امتناعا عنہ مفعول لہ ہوتا اعداما کے نہج کذا فی الطحطاوی او بعدہ مادام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ
معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے جب تک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ میں ہے یہہ وجوب فسخ فساد مٹانیکے واسطے ہے اسواسطے
کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اوسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر ھ اور اگر مبیع میں کچھ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر
عنقریب آویگا ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء درر اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے
ہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں ہے اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر واذا اصر احدہما علی امساکہ وعلم
بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع بزازیہ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک بیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اوسکو فسخ
کردینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کرکے جائز ہے حق شرع کیواسطے کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تہا کہ علیہ فسخہ کہتا اسواسطے
کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اسواسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اوسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ
او بیع او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبرئ المشتری من ضمانہ
قنیۃ اور جس بیع فاسد کو پہیرے مشتری اوسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع یا کسی اور وجہ چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور
واقع ہو مبیع اوسکے بائع کے ہاتھ میں تو یہہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اوسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ھ اگرچہ یہہ متارکہ بیع سے
لیکن ظاہر بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ
مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق
ہو ایک جہت سے جب کہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کیطرف سے پہونچے اور اگر
اوسکے طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ھ اگر مشتری نے بیع فاسد غیر بالکو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور
اوسنے بالکو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے
نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کئے جنمیں بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فان باعہ ای باع المشتری الفاسد
بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پہر اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیچا بطریق
بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کیساتھ بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اوسکی غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اوسکے بائع سے بیع کی تو
یہہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابہی معلوم کر چکا یعنی مصنف کے اس قول میں وکل مبیع فاسد الخ وفسادہ بغیر الاکراہ فلو بہ ینتقض کل تصرفاتہ

المشتري اور حالانکہ فساد اوس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اوسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز ہون گے ۱ و وہبہ وسلمہا و اعتقہ ۱ و کاتبہ ۱ و استولدہا ولو لم تحبل رد ہا مع عقرہا اتفاقا سراج یا مشتری نے بیع ہبہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کر دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہو گئی ہو تو اسکو پہیرے اوسکے مہر مثل کی ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل بعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ ۱ و ذبح الشاۃ فیصیر المشتري قابضا اقتضاء فقد ملک المامور ما لا یملکہ الامر آزاد کیا غلام کو بعد اوسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے یعنے بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسیطرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اوسکا جس کا امر کرنیوالا مالک نہین وما فی الخانیۃ علی خلاف ہذا اما روایۃ ۲ و غلط من الکاتب کما بسطہ العادی اور جو خانیہ مین برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہی یا اغلاط کاتب سے ہی چنانچہ عمادی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم خانیہ مین ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اوسکے طرف سے آزاد کر دیا تو یہہ عتق بائع کیطرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسیطرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی النہر ۱ و وقفہ وقفا صحیحا لانہ ۱ ستہلکہ حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ وما فی جامع الفصولین علی خلاف ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو مستہلک کیا جب کہ اوسکو وقف کیا اور اوسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایت جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہے سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مفصل بیان کیا ہی ہم جامع الفصولین مین یون ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تاوقتیکہ عمارت بنا وے انتہے نہر الفائق مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہی اور یہہ بہتر ہے تعلیط سے اور بحر الرائق مین اسکو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی ۲ او رہنہ ۱ او اوصی او تصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا مبیع فاسد کو رہن رکہا یا اوسکی کسی شخص کیواسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق بندہ کے اوس سے مگر چار صورت مین جو اشباہ مین مذکور ہین ہم اشباہ مین ہے کہ عقد فاسد بتعلق حق العبد سے لازم ہو جاتا ہی اور فساد مرتفع ہو جاتا ہے مگر چند مسائل مین اجارہ فاسدہ یا پہر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسر کو دیا تو شخص اول کو اوسکا توڑنا جائز ہے اکشخص نے کسی مکرہ سے کوئی چیز مول لی پہر اوسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اوسکا توڑنا درست ہے مشتری نے مبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اسیطرح اگر نکاح کر دیا انتہے چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری مین ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہین اور اسیطرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہے اور اسیطرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آیندہ قول مین موجود ہی کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ ونکاح اور اسیطرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوای اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب نفاذ بیع فاسد کا ہم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بہی عذر ہے اور نکاح مین خراج عن الملک نہین وھل یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم ولوالجیۃ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہو جاتا ہی اوسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہی کہ ہان باطل ہو جاتا ہی کذا فی الولوالجیۃ ہم بیان گفتگو سے یہ ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ مین اور کلام ولوالجیہ قبل از قبض مین مفروض ہے تو یہہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا ومتی زال المانع کرجوع ہبۃ وعجز مکاتب وفک رہن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جب کہ مانع فسخ کا دور ہو جاوے چنانچہ پہیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا توبیع

فاسد کا حق فسخ عود کر یگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائی قیمت کا حکم کیا ہو بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم
قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ اب ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہیں ولا یبطل حق الفسخ بموت احدھما فیخلفہ الوارث
بہ یعنی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اوسکا خلیفہ ہوگا فسخ کرنے مین ایکا قوی ہے وبعد الفسخ لا
یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف ما لو شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا فلیس للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ
کالاجارۃ والرھن وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اوسکا بائع نہ لے تا وقتیکہ اوسکا ثمن منقود پھیر دے ثمن منقود سے ثمن
مقبوض مراد ہی نا غیر النقدین کو بھی شامل ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو
مشتری یعنی صاحب دین کو بعد فسخ مبیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں نہ اجارۂ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق
دین اور غیر دین کا کافی مین مذکور ہے ھم شرح نیلعی مین ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا
باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہین بخلاف بیع صحیح کے اور اسیطرح اگر اجارۂ
فاسدہ بدین سابقہ ہو پھر موجر اجارہ فسخ کرنے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہین بخلاف اجارۂ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
بدین سابق انتہے قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارۂ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنی دین کے لینے کے واسطے جائز
ہی اور اسیطرح مستاجر کو حبس جائز ہی جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہوگیا کہ شارح کا قول و عقد صحیح غلط ہی بلکہ یون کہنا تہا بخلاف عقدہا الصحیح کذا فی الحطاء و لمحنہا
اور اسی طرح شرح النقایہ مین ہی فان مات احدھما والموجر او المستقرض او الراھن فاسدا عینی فرایعی بعد الفسخ فالمشتری وغیرہ احق
بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حق حبسہ حتی یاخذہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارۂ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا
راہن مرجاے بعد فسخ کے کذا فی العینے والزیلعے تو مشتری اور مانند اوسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مرجاے اور مستاجر اور مقرض اور مرتہن زیادہ تر
حقدار ہین باقی ارباب دیون سے بلکہ احق ہین قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس مبیع کا حق ہے یہانتک کہ اپنا مال لیوے ھم بعد الفسخ نص علی المتوہم ہے
اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولے عبارت نیلعی کا یہ مضمون ہی کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری احق بالمبیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہی
بائع کی حیات مین اسیطرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارۂ فاسدہ لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور
اوسواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکہلی تو اسکو اجارہ کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شے
مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غرماء سے کذا فی الحطاء فیاخذ المشتری دراہم الثمن بعینہا لو قائمۃ ومثلہا لو ھالکۃ بناء علی تعین الدراہم
فی البیع الفاسد وھو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لیگا اگر دراہم ثمن کے موجود ہون اور اونکے مثل دراہم کو لیگا اگر وہ موجود نہون
بنا پر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد مین اور یہی قول تعین کا اصح ہی ھم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد مین دراہم کا متعین ہونا اصح
قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہی کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہین کیونکہ علت حرمت کی یہان تعین مال ہی تو جب ثمن بھی
مبیع کی مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول مین تصرف کرکے
دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایۃ الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر
متعین ولا یضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہی کہ بائع کو جو حلال ہے وہ فائدہ جو اسکو ثمن مین حاصل ہوا ہی وہ روایت
صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہین بلکہ حلت بہی دوسرے قول اصح پر مبنی ہی اسواسطے کہ عقد ثانی مین ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فا
نہین اور عقد اول مین ثمن کا متعین ہونا مضر نہین چنانچہ اسکو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہی ھم خلاصہ جواب یہ ہی کہ بائع کیواسطے نفع اسلیے
حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہی ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی مین غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر مین امام اعظم سے یون مروی ہی کہ ایک

مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خریدی اور دونون مین تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض مین امام نے فرمایا کہ جسنے
لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کئے اسکو نفع حلال ہے اسواسطے مشتری کو نفع حلال نہوا کہ عقد متعلق بمال متعین یعنے جاریہ ہی
تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سی متعلق نہین بلکہ اوسکا مثل ذمہ پر واجب ہے تو خبث اسمین متمکن نہوا تو اوسکا تصدق
واجب نہوا یہہ حکم ہی اُس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تہا اور زائل بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ مغصوب اور امانات مین جبکہ اسمین امانت دار خیانت کرے تو طرفین
کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونونکو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جب کہ عرض یا نقد مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق
نفع لازم ہی یعنی اگرچہ دونون نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہی جب تک بیع متبایعین مقایضہ ہو کیونکہ اسمین دونون کو نفع
حلال نہین چنانچہ عقد مقایضہ مین دونون کو نفع حلال ہے کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بالتعیین بان باعه یا ان بذالعقد تعلق
بعینه فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق به حلال نہین مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اوس بیع مین جو متعین ہو تعیین سی اسطرح پر کہ بیع مذکور کو
زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سی تو خبث جم گیا نفع مین تو اوسکو تصدق کرے ہم طحطاوی نے کہا مدعم حلت عقد اول مین منحصر ہی اور اگر
مبیع بیچکر اوسکے ثمن سی تجارت کری اور نفع حاصل ہو تو یہہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی مین کما طاب ربح مال ادعاه علی اخر فصدقه
علی ذلک فقضی ای اداه ایاه ثم ظهر عدمه بتصادقهما انه لم یکن علیه شیئ لان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا والخبث لفساد
الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہی نفع اوس مال کا جسکا مدعی ہے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی پہر ادا کیا
مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سی اوسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچہہ مال مدعی کا نہ تہا اسواسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوی
ملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہی وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہی نہ غیر متعین مین ہم مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جب کہ نقدین کا دعوی
کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعین ہے نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم ہین سو
ادا کر اوسنے ادا کیے پہر دونون نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اوسکو حاصل ہوا تو یہہ فائدہ اوسکو حلال ہے اسواسطے
کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہی پہر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پہر جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا
تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک کالغصب
فیعمل فیهما کما بسطه خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہے چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونون مین عمل کرتا ہی چنانچہ ملا خسرو
اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواه الدین لا یملکه اصلا ذکره فی النهر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین
کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہے ہم نہر الفائق مین کہا کہ فقہائے
کتاب الاقرار مین تصریح کی ہے کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہی اپنے اقرار مین تو اوسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اوسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک
حلال ہی نہ ابو یوسف کی نزدیک تو اسوقت مین اوسکو نفع حلال نہوگا اور یہان کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنے مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے
پہر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اوسکے باپ کو قرض ادا کردیا تہا سو دونون کا عدم دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہہ نہایت خوب فہم ہی
اسکو غور کرنا چاہیے وفیه الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاه واخرجه الینا ملکه وصح بیعه لکن لا یطیب
له ولا للمشتری منه بخلاف البیع الفاسد فانه لا یطیب له لفساد عقده ویطیب للمشتری منه لصحة عقده اور شہی کتاب مین
ہی کہ حرام انتقال پاتا ہی ایک سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اوسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام
کی طرف نکال لاوے تو اوسکا مالک ہوگا اور اوسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اوسکی ملک مین خبث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اوسکو حلال نہوگا اور
نہ اوسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اوسکے عقد کے فساد کے سبب سے اور جسنے اوس سے خرید کیا اوسکو حلال ہے

بسبب اوسکی صحت عقد کے هم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی خریداری حرام ہے مگر یہہ کہ خارج کرا ور غاصب اوسکی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کرے تو اب اوسکو مول لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی حظر الاشباہ الحرمۃ تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر مین ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اسکے دریافت ہونے کے ساتھہ مگر وارث کے حق مین نہین هم اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ مین بھی متحقق ہوتی ہے سواے وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اُسکے حق مین وہ مال حلال ہے وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وسنحققہ ثمہ اور ظہیریہ مین حلت وارث کو باین قید مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اُسکے مقام مین هم یعنے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصون کا مال بقہر غصب یا رشوت لیا ہے تو اُسپر واجب ہے کہ انکو یا اونکے وارثون کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیر یگا تو وارث پر وہ مال حرام ہے مجتبے مین ہے کہ مورث مرگیا اور کسب اوسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اوسنے کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہین بلکہ میراث وارثون پر مطلقا حرام ہے انتہے اس قول سے معلوم ہوا کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نجانتا ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف بنی اوغرس فیما اشتراہ فاسدًا شروع فیما یقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اوس جسکو فاسد خرید کیا تو اوسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہوگیا اور فسخ ممتنع ہوگیا شارح کہتا ہے یہہ شروع ہے اون مسائل مین جنمین حق استرداد قطع ہوجاتا ہے افعال حسیہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنے اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اوسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختون کو اوکھاڑے اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے هم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا یہہ جو امام کی دلیل ہے امتناع فسخ مین کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اسواسطے کہ اجارہ مین اگر درخت لگاوے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس گاہے دوام کے واسطے ہوتا ہے اور گاہے نہین وتعقبہ فی النہر بحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنے دفع کیا ہے نہر الفائق مین بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے هم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اوس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ اسمین تسلیط نہین تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بالکل تسلیط پر ہے انتہے طحطاوی نے کہا یہہ تعقب اوسوقت مسلم ہو جب کہ بائع کے حق کے سبب سے فسخ ہو تو یہہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اوسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھہ فرق نرہا بیع اور اجارہ مین وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسیطرح مانع فسخ ہے ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع سے متصل ہے اور اوس سے پیدا نہین ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے مین اور پیسنا گیہون کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہوگئی مشتری سے هم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلۃ کولدٍ او متولدۃ کسمن فلہ الفسخ ویضمنہا باستہلاکہا سوی منفصلۃ غیر متولدۃ جوہرۃ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنی غیر متولد چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گھی تو اوسکو فسخ کا اختیار ہے اور ضامن ہوگا اوسکا تاوان دے اسکے استہلاک سے سوای منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرہ هم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہہ ہے کہ چارون قسم کی زیادتی مین سے فقط متصل غیر متولد زیادتی مین فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہ باقی مین وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردًا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین مین ہے کہ اگر مبیع ناقص ہوگئی مشتری کے ہاتہہ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتہہ یعنے بقدر نقصان کچہہ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے یعنے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ کرے چاہے

ابنی ہے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الا اذا تبایعا ماشیان فلا باس به لتعلیل النهی بالاخلال بالسعی فاذا انتفی انتفی اور مکروہ تحریمی ہے صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کے وقت مگر جب کہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت میں تو کچھ مضائقہ نہیں بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہو گئی ہم قرآن مجید میں منصوص ہے کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو اسمے واجب میں خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت میں بیع مکروہ نہیں کیونکہ مانع سعی کی نہیں کذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح نقایہ اور بحر الرائق میں اسکو بھی مکروہ کہا ہے تلیے اسواسطے کہ نصوص مطلق ہیں کذا فی الطحاوی وقد خص منه من لاجمعة علیه ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہے اوس سے بیع اوسکی جسپر جمعہ فرض نہیں مصنف نے اسکو اپنی تحریر میں ذکر کیا ہے یعنے عورتیں اور مسافر اور بیمار دن کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہیں کیونکہ اونپر سعی واجب نہیں وکرہ النجش بفتحتین ویسکن ان یزید و لا یرید الشراء او یمدحه بما لیس فیه لیروجه اور مکروہ ہے لاڑیاپن نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہیں کہ قیمت بڑہا دے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا بیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہیں تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کریں ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑیاپن نکاح وغیرہ میں بھی جاری ہے ہم یعنی حسن لاڑیے پن کی فقط بیع میں خاص نہیں نکاح وغیرہ میں بھی حرام ہے اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے لا تناجشوا یعنی لاڑیاپن نکرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النهی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتها اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاء الخداع عنایۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہے اوس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہو گئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خریداری ثمن کا زیادہ کرنا بقدر قیمت مکروہ نہیں بسبب نہونے فریب کے کذا فی العنایۃ یعنی اس صورت میں بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہیں لہذا مکروہ نہیں والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنی بھائی کی بیع پر اور پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور میں بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد ہے نہ ذمی اور مستامن اوسکا جواب شارح نے اپنے اس قول میں دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نہر اور بھائی کا ذکر حدیث مذکور میں قید نہیں کافر کے اخراج کیواسطے بلکہ زیادتی تنفر کے واسطے ہے کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہے وھذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المهر والا لا یکرہ لانه بیع من یزید وقد باع علیه الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنے کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر درصورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہیں تو کراہت نہیں اسواسطے کہ یہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ہم عنایہ میں ہے کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہے کہ دو شخص مول چکاویں ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جاویں اور ہنوز عقد بیع منعقد نکریں کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کیطرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہیں انتہے اور جامع ترمذی میں انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اوسنے کہا کیوں نہیں ایک کملی ہے جسکو کچھ میں اوڑہتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جسمین میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ اونکو میرے پاس لے آ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت نے اونکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ میں انکو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دونوں کو دو درہم کو لیتا ہوں سو حضرت نے دونوں چیزیں اسکو دیں اور دونوں درہم مرد انصاری کو دئیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کولہاڑی

میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسمین اپنے دست مبارک سے بینٹ ڈالا پھر فرمایا کہ جا لکڑیان لا کر اور بیچا کر اور میں تجھکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اوسکو دس درم حاصل ہوئے سو اوسنے کچھہ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھہ سے کہانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیری مونہہ مین ہی قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی ھم یہ حدیث جواز نیلام کی جو بالفعل ہند مین مشہور ہے اصل ہی وَتَلَقِّی الْجَلَبِ یعنی المجلوب ۱؎ وَالْجَالِبِ اور مکروہ ہی اناج کی بہرتی کو آگے بڑہکر لینا اور خرید کرنا جلب بالفتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ھم تلقی جلب کی صورت اسبیجابی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلہ مین جا کر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین آکر اوسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر مین آتا تو اہل شہر کو کشایش ہوتی در صورت قحط تلقی جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہو تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ شہر والا قافلہ کو آگے بڑہکر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرلے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو یہہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہی بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وَهٰذَا اِذَا كَانَ يَضُرُّ بِاَهْلِ الْبَلَدِ اَوْ يُلَبِّسُ السِّعْرَ عَلَى الْوَارِدِيْنَ لِعَدَمِ عِلْمِهِمْ فَيُكْرَهُ لِلضَّرَرِ وَالْغَرَرِ اور یہہ کراہت یعنی تلقی جلب اسوقت ہی جب کہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانیوالون پر شہر کے نرخکو مخفی رکھے بسبب اونکی لاعلمی تو یہہ مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دہوکہا دینے کے دوسری صورت مین اَمَّا اِذَا انْتَفَيَا فَلَا يُكْرَهُ اور جب کہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون تو تلقی جلب مکروہ نہین وَكُرِهَ بَيْعُ الْحَاضِرِ لِلْبَادِيْ اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کرکے بیچے صحیح مسلم وغیرہ مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع کرے اور چہوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے آدمیونکو بعضون سے وَهٰذَا فِيْ حَالَةِ قَحْطٍ وَعَوَزٍ وَاِلَّا لَا لِانْعِدَامِ الضَّرَرِ اور یہہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہی اور اگر قحط نہو تو شخص بیرونی کا مال بیچدینا بطریق دلالی کے مکروہ نہین بسبب معدوم ہونے ضرر کے ھم یعنے قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اوس سے کہا کہ تو یہہ مین جلدی نکر مین تجھکو گران بیچدونگا تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے قِيْلَ الْحَاضِرُ الْمَالِكُ وَالْبَادِيْ الْمُشْتَرِيْ وَالْاَصَحُّ كَمَا فِي الْمُجْتَبٰى اَنَّهُمَا السِّمْسَارُ وَالْبَائِعُ لِمُوَافَقَةِ آخِرِ الْحَدِيْثِ دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقِ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ رواہ مسلم وَلِذَا عُدِّيَ بِاللَّامِ لَا بِمِنْ بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہی اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر جیسا کہ مجتبی مین ہی یہہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہی اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چہوڑ دو لوگونکو تا اللہ تعالی روزی دے بعضونکو بعضون سے اور اسیواسطے بیع کا تعدیہ لام سے ہوا نہ من سے ھم یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داؤد مین لَا يُكْرَهُ بَيْعُ مَنْ يَزِيْدُ لِمَا مَرَّ وَيُسَمّٰى بَيْعَ الدَّلَالَةِ مکروہ نہین بیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین پیالہ و کمل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع الدلالہ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہی لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہی وَلَا يُفَرَّقُ عَبَّرَ بِالنَّفْيِ مُبَالَغَةً فِي الْمَنْعِ لِلَعْنِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدٍ وَوَلَدِهٖ وَاَخٍ وَاَخِيْهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهٗ عَيْنِيْ وَعَنِ الثَّانِيْ فَسَادُهٗ مُطْلَقًا وَبِهٖ قَالَ زُفَرُ وَالْاَئِمَّةُ الثَّلٰثَةُ بَيْنَ صَغِيْرٍ غَيْرِ بَالِغٍ وَذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ اَيْ مَحْرَمٍ مِنْ جِهَةِ الرَّحِمِ لَا الرَّضَاعِ كَابْنِ عَمٍّ هُوَ اَخٌ رَضَاعًا فَافْهَمْ اور جدائی نہ کی جائے صغیر غیر بالغ اور اوسکے قرابتی محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت سے جیسے چچا کا بیٹا جو رضاعی بہائی ہو تو اسکو بوجہ شارح کہتا ہی مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر کے تعبیر کیا مبالغہ کے واسطے منع بیع مین بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اوسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اوسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بہائی اور اوسکے دوسرے بہائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ یہہ بیع فاسد ہی ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو ھم لفظ مین مبالغہ منع کا اسواسطے ہوا کہ تفریق کو محال عدیم الوقوع ٹہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کیواسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے مراہق یعنی قریب البلوغ بھی صغیر مین داخل رہا اِلَّا اِذَا كَانَ التَّفْرِيْقُ بِاِعْتَاقٍ وَتَوَابِعِهٖ وَلَوْ

علی مالٍ او بیع من حلف بعتقه او کان المالک کافرًا والعبد صغیرًا طلبته بالشرائع او متعلمًا ولو الآخر طفله او مکاتبه فلا بأس او تعدّد
محارمه فله بیع ما سوی واحدٍ غیر الاقرب والابوین والملحق بهما فتح مگر جب کہ تفریق بسبب اعتاق اور اوسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد
اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا ایسے شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسنے غلام بیع کے آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ
وہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اوسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں
تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوای ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ھ اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور
خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کی برابر ہے او بحق مستحق کخروجه مستحقًا یا تفریق بواسطے حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا مستحق نکلنا یعنی
زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام انمیں دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں وکدفع احدهما بالجنایة وبیعه بالدین او باتلافه
مال الغیر وردّہ بعیب لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالغیر اور چنانچہ دینا دو میں سے ایک غلام کو بسبب اوسکے ارتکاب جنایت
کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کرڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق
جائز ہے اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اوسکے محرم میں منع ہے تو بنظر دفع ضرر کے ہے غیر سے صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں ھ یعنی منظور شرع یہہ ہے
کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اوسکے محرم سے منع فرمایا اور یہہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقا تفریق منع ہو تو درصورت
جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت میں قرضخواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیبدار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی
بخلاف الکبیرین والزوجین فلا بأس به خلافًا لاحمد فالمستثنی احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ انمیں کچھ مضائقہ
نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنی گیارہ ہیں ھ یعنی صغیر اور اوسکے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں
میں جائز ہے ۱ اعتاق ۲ توابع اعتاق ۳ اوسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنیکی قسم کھائی ہے ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جب کہ مالک متعدد ہوں ۶ جبکہ
صغیر کے محارم کئی شخص ہوں ۷ جب کہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف
مال غیر میں ۱۱ پھیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق میں بارہویں صورت یہہ زیادہ کی ہے جب کہ صغیر قریب البلوغ ہوا اور اوسکی ماں اوسکی بیع سے راضی ہو وکما یکرہ
التفریق ببیعٍ وغیرہ من اسباب الملک کصدقة ووصیة یکرہ بشراءٍ الا من حربی ابن ملک وبقسمة فی المیراث والغنائم جوهره
اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اوسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے ایسا ہی خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید مکروہ
نہیں کذا ذکر ابن ملک اور میراث اور غنائم میں قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ ھ ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم جنمیں ایک صغیر ہے چھوڑ کر مر گیا
اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہونچتا ہے تو واجب یہہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی اوسکا ثمن قسمت کرلیں اور اسیطرح غنیمت
کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزلہ مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیوع مکروہ
کے واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحدٍ منهما ایضًا بحر وغیرہ لدفع الاثم مجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری
پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ بسبب دور کرڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیه
تصحیح شراء کافرٍ مسلمًا او مصحفًا مع الاجبار علی اخراجهما عن ملکه وسیجی فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجمع میں یہہ بھی روایت ہے کہ ہم صحیح کہتے ہیں
شراء کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجبار کے ساتھ اور یہہ مسئلہ متفرقات میں آویگا واللہ تعالی اعلم ھ یعنے اگر کافر مسلمان غلام یا مصحف کو خرید کرے تو یہہ خرید
صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جائیگا کہ اونکو اپنی ملک میں نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے واللہ اعلم بالصواب **فصل فی**
الفضولی یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ھ فضولی منسوب ہے فضول کیطرف جو جمع ہے فضل بمعنے زیادت کے چنانچہ القصاری اور اعرابی مناسبته ظاهرة
مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شی پر موقوف ہے یعنے فاسد میں قبضہ پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی العینی وذکرہ

فی الکنز بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کنز مین بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہی اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتون مین سے
ہے وجہ اسکی یہہ ہی کہ مستحق دعویکے وقت یہہ کہتا ہے کہ یہہ مبیع میری ملک ہی اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اوسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی
حقیقت ہی اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ھو من یشتغل بما لا یعنیہ فالقائل
لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیہ الکفر فتح وہ یعنی فضولی لغت مین اسکو کہتے ہین جو مشغول ہو بیفائدہ کام مین تو جسنے کہا اوس شخص سے جو
امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر بالمعروف شرعًا واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اوسکو فضولی کہنا
ظاہر اسکے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوئی اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہین ہوتی واصطلاحًا من یتصرف
فی حق غیرہ بمنزلۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل و وصی اور اصطلاح فقہ مین فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق مین تصرف
کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہے تو اسمین وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہین اور بغیر اذن شرعی
فصل ہی جس سے مانند وکیل اور وصی کے خارج ہو گئے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کے تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکًا کان کبیع وتزویج او اسقاطًا
کطلاق واعتاق ولہ مجیز ای لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفًا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ
وہ تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اوسکا مجیز ہے یعنے اوس تصرف کیواسطے وہ شخص موجود
ہی جو قادر ہے اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کیوقت مین تو یہہ تصرف منعقد ہوگا مالک کے اجازت پر موقوف ہوکر یعنے اگر مثلا زید نے خالد
کے مال کی بیع کیا یا اوسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اوسکی زوجہ کو طلاق دی یا اوسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھے گا تو
بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا ورنہ باطل ہوگا وما لا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا بیانہ صبی باع مثلا ثم بلغ
قبل اجازۃ ولیہ فاجازہ بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازہ بنفسہ لم یجز لانہ
وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل ما لم یقل اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہین حالت عقد
مین تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلا پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اوسنے بیع سابق کو جائز
رکہا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے وقت صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تہا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلا اپنی زوجہ کو
طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اوسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکہی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اوسکا کوئی مجیز نہ تہا یعنی
صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نرکہتا تہا اور اوسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یون
نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ہم
ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ غیر کی ملک مین متصرف نہین لیکن چونکہ اوسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اوسکو
فضولی قرار دیا وقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغًا عاقلا فلو صغیرًا او مجنونًا لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر معزیا للحاوی اور
غیر کے مال کی بیع متوقف ہی اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر مین ہے حاوی سے
نقل کرکے وہذا ان باعہ علی انہ لمالکہ اور یہہ یعنے توقف بیع اس صورت مین ہے اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے
یعنے بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہی اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط الخیار فیہ
لمالکہ المکلف او باع عرضًا من غاصب عرض آخر للمالک بہ فالبیع باطل اور اگر اوسکو بیچا اس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہے یا اوسکو بیچا اپنی
ذات سے یعنے خود خرید کیا یا مبیع اوسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اوس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب
کی بعوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہے ہم ابو سعود نے حاشیہ اشباہ مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو

غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاع مغصوب بعوض متاع مغصوب کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہو گی اسواسطے کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہے
سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین میں حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہو گی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہو گی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصون کی متاع کو غصب کیا اور
بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر ایسی حکم ہے دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا تو غصب کچھ قید نہیں اور متاع کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کر کے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود معاوضات میں متعین نہیں کذا فی
الطحطاوي والحاصل ان بيعه متى توقف الا في هذه الخمسة فباطل اور حاصل کلام یہہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتون
مین باطل ہے ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور پانچوین صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قيد بالبيع لانه لو اشترى لغيره نفذ عليه
الا اذا كان المشتري صبيا او محجورا عليه فيتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا ہے اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے
کوئی چیز خرید کریگا تو مشتری یعنے فضولی پر نافذ ہو گی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہو گی جسکے واسطے
خریدی تھی ہم نے جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہو گی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے
نہ نافذ کو پھر اگر فضولی نے وہ چیز اوسکو دے اور ثمن اوس سے لے تو دونون مین بیع التعاطی ہو جائیگی کذا فی الطحطاوي عن البحر هذا اذا لم يضفه الفضولي الى
غيره فلو اضافه بان قال بع هذا العبد لفلان فقال البائع بعته لفلان توقف بزازيه وغيرها یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہے جب
ایسے خرید کو غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کیطرف نسبت کی ہو گی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ
مین نے اسکے ہاتھ بیچا تو اوسکی اجازت پر خرید موقوف ہو گی کذا فی البزازية وغيرها لان بيعه لنفسه باطل كما في البحر والاشباه عن البدائع كانه
لان علامه ... اسکے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کا
علم حلبی نے کہا کہ ... کے قول سابق یعنے فالبيع باطل کی یہہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ مصنف کے قول لنفسه لمالكه کی یہہ تعلیل ہو وكذا لمعين
لنفسه لان الواحد لا يتولى طرفي البيع الا الاب لكمال ... اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کی دو طرفون کا متولی
ایجاب و قبول کا متولی نہین ہوتا سو ... چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہو چکا وعبارة الاشباه بيع الفضولي موقوف الا في ثلث فباطل
اذا باع لنفسه بدائع واذا شرط الخيار فيه للمالك تلقيه واذا باع عرضا من غاصب عرض اخر للمالك به فتح لكن ضعف المصنف
الاولى بخ الفتها لفروع المذهب لتصريحهم بان بيع الغاصب موقوف وبان للمبيع اذا استحق فللمستحق اجازته على الظاهر مع ان البائع
باع لنفسه لا للمالك الذي هو المستحق مع انه توقف على الاجازة اور عبارت اشباہ یہہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتون مین
باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جب کہ نہین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اوس شخص
کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اوسکے مخالف ہونیکے مسائل مذہب
سے کیونکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اسکی تقریر یہہ ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اوس بیع کی اجازت درست
ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الثانية ففي
النهر وينبغي الغاء الشرط فقط قلت وحاصله كما قاله شيخنا ان بيعه موقوف ولو لنفسه على الصحيح انتهى اور دوسری صورت
کی تضعیف نہر الفائق مین یون ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور حاصل کلام جیسا کہ ہمارے استاد نے فرمایا ہے
یہ ہے کہ بیع فضولی کی درصورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتهى کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوي لكن في حاشية الاشباه
لابن المصنف وزدت عليه مسئلتين من الحاوي وهما بيع الفضولي مال صغير ومجنون لا ينعقد اصلا الى هنا لكن ابن مصنف نے
حاشیہ اشباہ مین ہمارے مصنف اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کئے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کی

کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوتی یعنی باطل ہے انتہی۔ طحطاوی نے کہا اسی بنا پر معنی انتہی ہے وتوقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی و
کذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولے اور ولی کی اجازت پر اور اسیطرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے
وفی العمادیۃ وغیرہا لا تنعقد اقاریر العبد ولا عقودہ وسنحققہ فی الحجر اور عمادیہ وغیرہا میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اوسکے
عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر میں ہم ظاہرا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد
اور جواب اسکا یون ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے وتوقف بیع مالہ من فاسد عقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے
مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ہم غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نہ جانتا ہو وبیع المرہون والمستاجر والارض فی
مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتہن ومستاجر ومزارع اور جو چیز گرو ہے اور غیر کے اجارہ میں ہے اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی میں ہے اسکی بیع مرتہن اور
مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونوں کا
مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی وتوقف بیع شیء برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علمہ المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل اور موقوف
ہے بیع شے کی اوسکی رقم پر یعنی ثمن کی علامت جو اوسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کرلیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو باطل
ہے ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں اسکے بالعکس ہے قلت وفی مرابحۃ البحر انہ فاسد لہ عرضیۃ
الصحۃ لا بالعکس ہو الصحیح وعلیہ فتحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے
جسکو صحت عارض ہوسکتی ہے یعنے علم فی المجلس سے نہ بالعکس اسکے یعنی صحیح عارض الفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی
حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں وترک المصنف قول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ
فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں ہم درر میں
ہے کہ ایک شے زید کے ہاتھ بیچی پھر اوسکو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہیں یہاں تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کردیں تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری
کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ مینے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر
کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہوچکا اسواسطے کہ مشتری بیع کا مالک ہوگیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف
ہے اوسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا للصاحبین والبیع بما باع فلان والبائع یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس
بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح والا بطل اور بیع موقوف ہے بعوض اوس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع
اوسکو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اوس ثمن کے مانند جس پر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اوس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر
مشتری مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کرگیا تو تینوں صورتوں میں بیع صحیح ہے اور نہیں تو باطل ہے وبیع الشیء بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل
والی اور موقوف ہے بیع شے کی اوسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہوگئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیع فیہ خیار
المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جسمیں خیار مجلس شرط ہو یعنے اگر مجلس میں اختیار کریگا تو صحیح ہے والا غیر صحیح وتوقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک
یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مر عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے بشرطیکہ غاصب نے اوسکے مالک کے
واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہوچکا وتوقف ایضا بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب
اور یہی موقوف ہے بیع مالک کی شے مغصوب کو گواہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہوں سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود
غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح والا نہیں وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم میں ضرر ہے بائع کا اوسکی تسلیم فی المجلس پر
موقوف ہے ہم چنانچہ چھت کی کڑی بیچنا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور موقوف مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثوں کی

اجازت پر موقوف ہی وَبَیْعُ الوَرَثَۃِ التَّرِکَۃَ المُسْتَغْرَقَۃَ عَلیٰ اِجَازَۃِ الغُرَمَاءِ اور بیچنا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہون کی اجازت پر موقوف
ہی وَبَیْعُ اَحَدِ الوَکِیْلَیْنِ، وَالوَصِیَّیْنِ، وَالنَّاظِرَیْنِ اِذَا بَاعَ بِحَضْرَۃِ الاٰخَرِ تَوَقَّفَ عَلیٰ اِجَازَتِہٖ وَبِغَیْبَتِہٖ فَبَاطِلٌ اور دو وکیلون یا دو وصیون
یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہے
وَاَوْصَلَہٗ فِی النَّھْرِ اِلیٰ نَیِّفٍ وَثَلٰثِیْنَ اور نہر الفائق مین بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہی ہم نہر الفائق مین اڑتیس قسمین بیع موقوف
کی مذکور ہین از انجملہ مصنف اور شارح نے تیئیس قسمین ذکر کی ہین وَحُکْمُہٗ اَیْ بَیْعِ الفُضُوْلِیِّ لَوْ لَہٗ مُجِیْزٌ حَالَ وُقُوْعِہٖ کَامِرٌ قَبُوْلُ الاِجَازَۃِ
مِنَ المَالِکِ اِذَا کَانَ البَائِعُ وَالمُشْتَرِیْ وَالمَبِیْعُ قَائِمًا بِاَنْ لَا یَتَغَیَّرَ المَبِیْعُ بِحَیْثُ یُعَدُّ شَیْئًا اٰخَرَ لِاَنَّ اِجَازَتَہٗ کَالبَیْعِ حُکْمًا اور حکم
یعنی اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اوسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جب کہ بائع یعنی فضولی اور مشتری
اور مبیع قائم ہو بطور یکہ مبیع متغیر نہو گئی ہو بطور یکہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی ہے... برابر ہے ہم
تغیر مبیع کی یہ صورت ہے کہ مثلا کپڑے کی قطع اور دوخت نہوئی ہو والا اجازت مفید نہو گی کیونکہ اب اوسکا نام کپڑا نرہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین
کرنے کے کہ اسمین اجازت مفید ہو گی ایسا ہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کرنیکے اجازت غیر مفید ہے
کذا فی الطحطاوی وَکَذَا یُشْتَرَطُ قِیَامُ الثَّمَنِ اَیْضًا لَوْ کَانَ عَرَضًا مُعَیَّنًا لِاَنَّہٗ مَبِیْعٌ مِنْ وَجْہٍ فَیَکُوْنُ مِلْکًا لِلْفُضُوْلِیِّ وَعَلَیْہِ مِثْلُ المَبِیْعِ لَوْ
مِثْلِیًّا وَاِلَّا فَقِیْمَتُہٗ وَغَیْرُ العَرَضِ مِلْکٌ لِلْمُجِیْزِ اَمَانَۃٌ فِیْ یَدِ الفُضُوْلِیِّ مُلْتَقیٰ اور اسیطرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو
اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹھہریگا اور خرید فضولیکی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک
ہوگا اور فضولی پر مثل بیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہین تو قیمت اوسکی واجب ہو گی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقود ہے تو وہ
مالک مجیز کی ملک ہے فضولیکے ہاتھ مین امانت ہے کذا فی الملتقی وَکَذَا یُشْتَرَطُ قِیَامُ صَاحِبِ المَتَاعِ اَیْضًا فَلَا یَجُوْزُ اِجَازَۃُ وَارِثِہٖ لِبُطْلَانِہٖ بِمَوْتِہٖ
اور اسیطرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہین اجازت اوسکے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے اجازت کے اوسکی موت سے وَحُکْمُہٗ اَیْضًا اَنَّ اَخْذَ المَالِکِ
الثَّمَنَ اَوْ طَلَبَہٗ مِنَ المُشْتَرِیْ یَکُوْنُ اِجَازَۃً عِمَادِیَّۃٌ اور بیع فضولیکا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اوسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیۃ
وَھَلْ لِلْمُشْتَرِی الرُّجُوْعُ عَلَی الفُضُوْلِیِّ بِمِثْلِہٖ لَوْ ھَلَکَ فِیْ یَدِہٖ قَبْلَ الاِجَازَۃِ الاَصَحُّ نَعَمْ اِنْ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّہٗ فُضُوْلِیٌّ وَقْتَ الاَدَاءِ وَاِلَّا لَا اِنْ عَلِمَ قُنْیَۃٌ
وَاعْتَمَدَہُ ابْنُ الشِّحْنَۃِ وَاَقَرَّہُ المُصَنِّفُ وَجَزَمَ الزَّیْلَعِیُّ وَابْنُ مَلَکٍ بِاَنَّہٗ اَمَانَۃٌ مُطْلَقًا اور کیا مشتریکو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر
ثمن فضولیکے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادائی ثمن کیوقت یہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز
نہین اگر اوسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسیکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور زیلعی اور ابن ملک نے
اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہین وَقَوْلُہٗ اَسَأْتَ
غَیْرُ اِجَازَۃٍ بِئْسَ مَا صَنَعْتَ وَاَحْسَنْتَ اَوْ اَصَبْتَ عَلَی المُخْتَارِ فَتْحٌ اور مالک کا یون کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب
کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی المختار ھم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنتَ اور اصبتَ اجازت نہین کیونکہ
استہزا کے واسطے بھی بولتے ہین کذا فی الطحطاوی وَھِبَۃُ الثَّمَنِ مِنَ المُشْتَرِیْ وَالتَّصَدُّقُ عَلَیْہِ بِہٖ اِجَازَۃٌ لَوِ المَبِیْعُ قَائِمًا عِمَادِیَّۃٌ
اور ثمن ہبہ کرنا مالک کو مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیۃ وَقَوْلُہٗ لَا اُجِیْزُ رَدٌّ لَہٗ
اَیِ البَیْعِ المَوْقُوْفِ فَلَوْ اَجَازَ بَعْدَہٗ لَمْ یَجُزْ لِاَنَّ المَفْسُوْخَ لَا یُجَازُ بِخِلَافِ المُسْتَاْجِرِ لَوْ قَالَ لَا اُجِیْزُ بَیْعَ الاٰجِرِ ثُمَّ اَجَازَ جَازَ اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا
بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہین اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہین ہے بخلاف مستاجر کہ اگر کہے کہ مین اجازت نہین دیتا اجارہ کی والیکی بیع کو پھر بعد اسکے اجازت دی تو جائز ہے
اَفَادَ کَلَامُہٗ جَوَازَ الاِجَازَۃِ بِالفِعْلِ وَالقَوْلِ وَاَنَّ لِلْمَالِکِ الاِجَازَۃَ وَالفَسْخَ وَلِلْمُشْتَرِی الفَسْخُ لَا الاِجَازَۃُ وَکَذَا لِلْفُضُوْلِیِّ قَبْلَھَا فِی البَیْعِ لَا النِّکَاحِ لِاَنَّہٗ مُعَبِّرٌ مَحْضٌ اور افادہ

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکہنا اور اوسکا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو
فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کی بیع مین فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح مین کیونکہ فضولی نکاح مین سفیر محض ہے کذا فی
البزازیہ ھ جب فضولی نکاح مین سفیر ہوا تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہو نگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اوسمین فضولیکو فسخ کا اختیار ہے تا حقوق
اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازتِ مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوقِ عقد اوسکے طرف راجع ہون گے یعنے مطالب تسلیم اور
مخاصم بالعیب ہوگا اور یہہ اوسکا ضرر ہے تو اوسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اوسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح و فی المجمع لو اجاز احد المالکین
خیّر المشتری فی حصتہ و الزمہ محمد بہما اور مجمع مین ہے کہ اگر دو مالکون مین سے ایک مالکنے بیع جائز رکہی تو مشتری مختار ہے اُسکے حصے لینے مین
اور محمد نے مشتری پر حصہ کی بیع لازم رکہی ہے بلا اختیار بعہ ان فضولیا باع ملکہ فاجاز ولو لم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعتبر
اجازتہ لصدورہا بالاجازۃ کالوکیل حتی یصح حط الثمن مطلقا بزازیہ اگر یہہ سنا کہ فضولی نے اوسکا مال بیچا سو اوسنے بیع کو
جائز رکہا اور حالانکہ اوسکو ثمن کی مقدار معلوم نہین پہر جب اوسکو علم ہوا مقدار کا تو اوسنے بیع کو رد کیا تو اوسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہو جانے
فضولی کے اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اوسکا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنے جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت
دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقا خواہ مالک کو اسکا علم ہو یا نہو کذا فی المنح اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ
المشتری او باعہ فاجاز المالک بیع الغاصب او ادی الغاصب الضمان الی المالک علی الاصح ھدایہ او ادی المشتری
الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی نفذ الاول وھو العتق لا الثانی وھو البیع لان الاعتاق انما یفتقر للملک وقت نفاذہ لا
وقت ثبوتہ خرید کیا غاصب سے غلام کو پہر مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا یا اوسکو بیچ ڈالا پہر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکہی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو
بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنے عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اس
واسطے کہ اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونیکے وقت ھ یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تہا مالک کے دفع ضرر کے واسطے اور
بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور اس حدیث شریف مین کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہی ثبوت کے
وقت قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکہ بہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اس
واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہین تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اوسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ھ یعنے غاصب کی ملک تاوان سے ثابت
ہوئی نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہین تو عتق اوس وقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہ تہی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اوسمین ملک ثابت
ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی العطایا ولو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع
کالکسب والولد والعقر ولو قبل الاجازۃ یکون للمشتری لان الملک تم لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتہہ کاٹا گیا
مثلا غلام مبیع کا اوسکی مشتری کے پاس پہر اوسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسیطرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے چنانچہ اوسکا کسب اور
لونڈی کا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت کے حادث ہو مشتری کے مملوک ہین اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے
تو قطع وغیرہ اوسکی ملک مین حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اوسکی ملک تاوان سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے وتصدق بما زاد
علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخولہ فی ضمانہ نہر اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کے نصف ثمن پر اوسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے
بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن اوسکے ضمان مین کذا فی الفتح ھ ایک ہاتہہ کی دیت غلام مین نصف قیمت ہے اور مشتری کے ضمان مین نصف ثمن
داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہے تو نصف ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہوگی اوسمین شبہہ ہو عدم ملک کا لہذا اوسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی
البحر و عن الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ فبرھن المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد

انه لم یأمره بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع بکیفیته ولم یقبل قوله للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اوسکے امر کے بیچا
پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع
پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اوسکے گواہ مردود ہین اور اوسکا قول مقبول نہوگا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنے اسواسطے
کہ محل نزاع بائع اور مشتری مین تو یہی امر ہے ہم وجہ تناقض یہہ ہے کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اوسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ
مقبول نہین ہوتی مگر صحیح دعوے پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی مقبول نہونگے کما لو اقام البائع البینة انه باع بلا امر او برهن علی اقرار
المشتری بذلک واصله ان من سعی فی نقض ما تم من جهته لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اوسنے
بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرحکے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اوس چیز کے توڑنے مین جو اوسی شخص کی جہت سے
کامل اور پوری ہوئی ہے تو اوسکی سعی مقبول نہین مردود ہے مگر دو مسئلون مین مقبول ہے ایک مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اوسپر قبضہ کیا
پھر دعوی کیا کہ بائع نے اوسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ اوسکے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ
کی اور موہوب لہ نے اوسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اوسکو مینے مدبرہ کیا تھا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی ہبہ سے لیلے اور اسپر محمول ہوگا
کہ اوسنے یہہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اوسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نرہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر البائع المذکور عند القاضی او عند غیره انه
بحر بان رب العبد لم یأمره بالبیع ووافقه علیه علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لا یمنع صحة الاقرار
فاذا توافقا بطل فی حقهما لا فی حق المالک للعبد ان کذبهما وادعی انه کان بامره فیطالب البائع بالثمن لانه وکیل لا المشتری خلافاً
للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اسطرحپر کہ غلام کے مالک نے مجھکو اسکی بیع کا حکم نہین کیا اور عدم
امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب ہونے تہمت کے اپنی ذات کے
اقرار مین پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب کرے اور اوسکا
مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنے اونکے نزدیک
مشتری سے بھی مطالبہ کرسکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے بھرلے کذا فی الطحطاوی باع دار غیره بغیر امره واقبضها المشتری ثم
ادخلها فی بناء المشتری فقید اتفاقی دوسرے غیر کا گھر بیچا بدون اوسکے امر کے اور اوسپر مشتری کا قبضہ کرایا کذا فی الدر اور گھر کا داخل کرنا
مشتری کی عمارت مین چنانچہ کنز مین واقع ہے سو قید اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الدرر بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے نقو
اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری لم یضمن البائع قیمة الدار لعدم سرایة اقراره علی المشتری پھر بائع فضولی
نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا تاوان نہ دیگا بسبب نہ سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر ہم عدم سرایت
اقرار بائع اوسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزع دار کی علت ہے یعنے مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم
ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف
کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی فان برهن المالک اخذها لانه نور دعواه بها اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لیگا اسواسطے کہ
اوسنے اپنے دعوے کو شہادت سے روشن اور ثابت کردیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع فضولی واجر آخر
معا ثبت الاقوی فتصیر مملوکة لا زوجة فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اوسکو اجارہ دیا یا اوسکا نکاح کردیا یا رہن
رکھا پھر دونون فضولیون کے فعل کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یعنی بالتقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح
یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو

جداجدا بیچا ہیو دونون کے واسطے اجازت ہوئی ساتھی تو نکاح باطل ہوگا اور دونون مشتریونکو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے مین ختیار ہوگا
كذا في الهم سكوت المالك عند العقد ليس باجازة خانيه من اخر فصل الاقالة مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہین چنانچہ خانیہ مین ہی فصل
اقالہ کے اخیر سے **باب الاقالہ** یہہ باب ہی اقالہ کے احکام مین ہم مناسبت اقالہ کی فضولے سے یہہ ہے کہ اقالہ عبارت ہی رفع عقد سے اور عقد
فضولی در صورت عدم اجازت مرفوع ہوتاہے هي لغة الرفع من اقال اجوف يائي اقالہ لغت مین رفع ہے اقال اجوف یائی سے ہم بعضونے کہاکہ اقالہ قول
سے مشتق ہی اور ہمزہ سلب کا ہی شارح نے ہسکو رد کیاکہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہاکہ عرب بولتے ہین قلت البيع بالكسر اگر قول سے
مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہہ ہے کہ اسکا مصدر شلاسے یائی آتاہی نہ واوی مجموع اللغة مین کہا قال البيع قيلا فسخه تیسری وجہ یہہ ہی کہ اہل لغت
مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہما نے ہسکو ق ی ل کے مادہ مین ذکر کیا ہے نہ ق و ل مین وشرعا رفع البيع اور شرع مین اقالہ عبارت ہے رفع
بیع سے یعنے بیعکو بعد اوسکے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا وعمم في الجوهرة فعبر بالعقد اور جوہرہ مین اقالہ کو عام کہا ہے تو یون تعبیر کیا
کہ اقالہ عبارت ہی رفع عقد سے تو یہہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہے وتصح بلفظين ماضيين وهذا ركنها او احدهما مستقبل كاقلني
فقال اقلتك لعدم المساومة فيها فكانت كالنكاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظون سے اور یہہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا
مستقبل چنانچہ مشتری نے کہاکہ مجھسے اقالہ کر بائع نے کہاکہ مین نے تجھسے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ مین مول چکانا نہین تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہہ
جواب ہی سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ بیع
لفظ مستقبل سے منعقد نہین ہوتی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اقالہ مین ہر حکم بیع نہین اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ مین جاری نہین بخلاف بیع کے وقال
محمد كالبيع قال البرجندي وهو المختار اور محمد نے کہاکہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظون سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے
کہاہی قول مختار ہی وتصح ايضا بفاسختك وتركت وتاركتك ورفعت اور اقالہ صحیح ہوتاہی ان الفاظ سے بہی جو متن مین مذکور ہوئے یعنے
تجھسے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجہسے مین نے متارکہ بیع کا کیا اور بیعکو مینے اوٹھا ڈالا ہم مصنف نے اشارہ کیاکہ اقالہ فقط اقلتك کے لفظ پر منحصر نہین بلکہ
الفاظ مذکورہ سے بہی صحیح ہے وبالتعاطي ولو من احد الجانبين كالبيع هو الصحيح بزازيه اور اقالہ صحیح ہے تعاطے سے بہی اگرچہ ایک ہی طرف سے ہو
بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے كذا في البزازيه ہم یعنے اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتریکو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم
کرے بلا تلفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہی وفي السراجية لابد من التسليم والقبض
من الجانبين اور سراجیہ مین ہی کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن مقبوع ضرور ہے دونون جانب سے ہم یہہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنے غیر صحیح ہی و
تتوقف على قبول الاخر في المجلس ولو كان القبول فعلا كما لو قطعه او قبضه فور قول المشتري اقلتك لان من شرائطها اتحاد
المجلس اور اقالہ موقوف ہی طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس مین اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے بیعکو قطع کیا یا اوسپر قبضہ کرلیا في الفور
مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتك اسواسطے کہ اقالہ کی شرطون سے اتحاد مجلس ہے ہم نے فور سے مراد یہہ ہی کہ قبول اسی مجلس مین واقع ہو شرط اتحاد
مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہی جو قنیہ مین مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پہر اوسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہاکہ مین اس
ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہہ خبر مشتریکو دی مشتری نے کہاکہ مین بہی نہین چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی بسبب متحد ہونے مجلس کی ورضى المتعاقدين
او الورثة او الوصي اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہی متعاقدین کی یا اونکے وارثون یا وصی کی وبقاء المحل القابل للفسخ بخيار فلو زاد زيادة
تمنع الفسخ لم تصح خلافا لهما اور شرط ہی باقی رہنا اوس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنے خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رؤیت کے تو
اگر مبیع مین ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلاف الصاحبین ہم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ
رنگ اور درخت اور زیادت منفصلہ متولدہ چنانچہ ولد اور ثمرہ وقبض بدلي الصرف في اقالته اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا

صرف کے اقالہ مین وان لا یھب البائع الثمن للمشتری قبل قبضہ اور یہہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نکیا ہو قبل اوسکے قبضہ کرنیکے
ہم طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اوسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہین وان لا یکون المبیع باکثر من القیمۃ
فی بیع ماذون و وصی و متولی اور یہہ شرط ہے کہ بیع اوس ثمن سے نہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف
کی بیع مین ہم تعنے ایک چیز کی قیمت ایک درم ہے اور غلام ماذون یاوصی یا متولے نے اوسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں
برعایت مولے اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر کثیر القیمت کو بثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہین ونصح اقالۃ المتولی
ان خیرا للوقف والا لا الاصل ان من ملک البیع ملک اقالتہ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء قیل وبالسلم اشباہ
اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولے کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہوا اور نہین تو نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ جو بیع کا مالک ہی وہ اقالہ بیعکا بھی مالک ہے
مگر پانچ صورتون مین مالک بیع کا مالک اقالہ نہین تین صورتین تو مذکور ہوچکین یعنے بیع ماذون اور وصی اور متولے اور چوتہی صورت خرید کا وکیل
بعضون نے کہا اور پانچوین صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنے مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہین کرسکتا ابویوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک
اوسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوھرۃ اور اقالہ جاری نہین نکاح اور طلاق اور
مین کذا فی الجوہرۃ اھو اسلئے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہی یعنے طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونیکے مرتفع نہین ہوتی عتاق کے مانند
والابراء بحر من باب التحالف اور اقالہ نہین ابرا مین کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابرا سے ساقط ہوگیا اور ساقط پھر عود نہین کرتا
وھی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہی بدلیل حدیث شریف ہم ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے من اقال مسلما بیعۃ اقال اللہ عثرتہ یوم القیمۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیعکا اقالہ کرے حق تعالے قیامت کے دن اوسکی ذلت اور لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت مین
مسلما نادما وارد ہے کذا فی فتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر وفیما اذا غر البائع یسیرا ام فحشا فلو فاحشا فلہ الرد کما سیجی اور
اقالہ واجب ہی عقد مکروہ اور فاسد مین کذا فی البحر اور اوسمین اقالہ واجب ہے جب کہ بائع نے مشتری کو تہوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے اوسکو زیادہ فریب
دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہی چنانچہ آویگا وحکمھا انھا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ھو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد اور اقالہ کا
حکم یہہ ہی کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق مین اوس چیز مین جو منجملہ احکام عقد کے ہے موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہین ہم موجبات عقد وہ
امور ہین جو بنفس عقد ثابت ہون بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق
مین بیع جدید نہین مگر جب کہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدین کے حق مین اور غیر متعاقدین کے حق مین
بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا اما لو وجب بشرط زائد کان بیعا جدیدا فی حقھما ایضا کان شری بدینہ المؤجل عینا ثم تقایلا لم یعد الاجل
فیصیر دینہ حالا کانہ باعہ منہ ولو ردہ بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیھما خانیہ
اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہوئی تو اقالہ متعاقدین کے حق مین بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی شے
کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اوس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نکریگی تو اوسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جائیگا گویا صاحب دین نے
اوس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضی پہیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پہر
ثابت ہوگی کیونکہ یہہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہین اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون مین عود نکریگی کذا فی الخانیہ ہم
یعنی اقالہ اور رد بالعیب مین کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہہ ہی کہ بیع مین مدت اور کفالت کا اعادہ نہین بسبب اقالہ کے اور رد بعیب مین مدت کا اعادہ ہی
نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونھا فسخا فروعا فالاول انھا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا
للشرع لا قبلہ مطلقا ابن الملک پہر مصنف نے بسبب ہونے اقالے کے فسخ چند فروع ذکر کئے فرع اول یہہ ہی کہ اقالہ باطل ہوتا ہی

[illegible]

بعد ولادت مبیع کے بواسطے متعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بنظر حق شرع شریف نہ قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصۂ تفریع یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع **والثانی تصح بمثل الثمن الاول وبالسکوت عنه** اور فرع ثانی یہ ہو کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے سکوت سے یعنی درصورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہوتا **ویرد مثل المشروط ولو المقبوض اجود او ازید** ۲ اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کھوٹا ہو اگر ثمن دس دینار تھا اور مشتری نے اوسکے عوض درم دئیے پھر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ارزان ہوگئے تو مشتری دینار لیگا نہ درم کذا فی النہر **ولو تقایلا وقد کسدت رد الکاسد** اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہوگئے تو کاسد پھیرے کذا فی النہر عن الفتح **الا اذا باع المتولی او الوصی للوقف او للصغیر شیئا باکثر من قیمته او اشتریا شیئا باقل منها للوقف او للصغیر لم تجز اقالتهما ولو بمثل الثمن الاول وکذا الماذون کما مر** ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولے نے وقف کیواسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خریدی وقف یا صغیر کیواسطے اسکی کمتر قیمت سے تو اقالہ اونکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی مثل سے اقالہ ہوا اور اسیطرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا **وان وصلیة شرط غیر جنسه او اکثر منه او اجله وکذا فی الاقل الا مع تعیبه فیکون فسخا بالاقل لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص قیل الا بقدر ما یتغابن الناس فیه** ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ ثمن مشروط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن میں مگر مبیع کے معیوب ہوجانیکے ساتھہ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہو تو یہ فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ تر نہ کمتر بعضوں نے کہا مگر اسقدر کی زیادتی اور کمی میں کچھ مضائقہ نہیں جس میں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا ان شرط کا ان وصلیہ ہو نہ فصلیہ ہم ان شرط متعلق ہو ما قبل استثنا سے تو اسکی تقدیم استثنا پر مناسب تہی کذا فی الحلبی **والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقها به کما سیجئ** اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اوسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا ہم تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتہہ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزان خرید کیا سو زید نے کہاکہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اوسکے ہاتہہ بیع کیجیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیچی تو بیع ثانی منعقد نہوگی اسواسطے کہ یہ اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر **والرابع جاز للبائع بیع المبیع منه ثانیا بعدها قبل قبضه ولو کان بیعا فی حقهما لبطل کبیعه من غیر المشتری** عینی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوسری بار بعد اقالہ کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ فساد منقول ہے قبل اوسکے قبض کے **والخامس جاز قبض المکیل والموزون منه بعدها بلا اعادة کیله ووزنه** اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبض کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اوسکے کیل اور وزن کے یعنے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہوتا **والسادس جاز هبة المبیع منه بعد الاقالة قبل القبض ولو کان بیعا فی حقهما لما جاز کل ذلك** اور فرع سادس یہ ہو کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کیواسطے بعد اقالہ قبل القبض کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ سب کچہہ جائز نہوتا ہم وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع فسخ ہوجاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل القبض **وانما هی بیع فی حق ثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالة فلو قبله فهی فسخ فی حق الکل فی غیر العقار** اور اقالہ تو بیع ہی متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہوا اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہی سب کے حق میں ماسوای زمین کے ہم زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہی بخلاف منقول کے **ولو بلفظ مفاسخة[۱] او متارکة[۲] او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا** اور اگر اقالہ بلفظ مفاسخہ یا متارکہ یا تراد یعنے باہم رد کرنے کے ہوگا تو باتفاق امام اور

[۱] باہم فسخ کرنا ۱۲ [۲] باہم ترک کرنا ۱۲

صاحبین کے مبیع ٹہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع ہے ہم بلفظ بیع اقالہ کی یہ صورت ہو کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتہہ بیچو جسکو
تو نے خرید کیا وثمرته فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع الشفعة ثم تقایلا قضی لہ بہا لکونہ بیعا جدیدا فکان الشفیع ثالثا
اور اوسکا ثمرہ یعنے حق ثالث مین اقالہ کے بیع ہونیکا ثمرہ چند مواضع مین ہے سو موضع اول یہہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہوا اور شفیع نے شفعہ سے انکار کردیا پہر بائع
اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اوسکو دلایا جاویگا بسبب اوسکے ہوسنے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا۔ و
الثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمہ بعدہا لانہ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہین کرسکتا بسبب
اوس عیب کے جو اوسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اوسکے حق مین ہم تلعنے جب کہ مشتری نے مبیعکو دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونون مین
اقالہ ہوا پہر معلوم ہوا کہ مبیع مین عیب تہا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اوسکو پہیرے بائع اول کو تو اوسکو یہہ جائز نہین اسواسطے کہ یہہ اوسکے
حق مین بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموہوب لہ الموہوب
من آخر ثم تقایلا لانہ کالمشتری من المشتری منہا اور موضع ثالث یہہ ہے کہ واہب کو ہبہ پہیر لینا جائز نہین جب کہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے
شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونون مین اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد
الثمن جاز للبائع شراؤہ منہ بالاقل اور موضع رابع یہہ ہے کہ مشتری نے جب کہ مبیعکو بیچا دوسرے کے ہاتہہ قبل نقد ثمن کے تو بائعکو اوس سے خرید کرنا
کمتر ثمن سے جائز ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہین دیا پہر اوسکو دوسرے کے ہاتہہ بیچا پہر بائع ثانی اور مشتری
ثانی مین اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پہر آئی پہر بائع اول نے مشتری مذکور سے اوسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے
گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی والخامس اذا اشتری بعروض التجارۃ عبدا للخدمۃ بعد ما حال علیہا الحول و
وجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر ثالثہما اذ الرد بعیب بلا قضاء اقالۃ
اور موضع خامس یہہ ہو کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام مین کوئی عیب نکلا مشتری
نے اوسکو بغیر حکم قاضی پہیر دیا اور اجناس کو پہیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئین مالک کے ہاتہہ مین تو اونکی زکوۃ ساقط نہوگی پس یہان فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا
اسواسطے کہ بوجہ عیب کے پہیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ہم غلام مین خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اوسکی خرید استہلاک
نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہین اور غیر قضائی قید کا یہہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق مین فسخ ہو تو گویا بیع واقع نہوئی اور جناس
ہلاک ہوگئین تو زکوۃ واجب نہوگی رد بعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق مین تو مشتری بیع اول سے جناس کا مستہلک ہے لہذا زکوۃ واجب ہوئی اطلاق الفسخ نہ فقیر کی حق مین تو بیع اول سے مرتفع ہوجاتا
کذا فی الطحطاوی ویزاد التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء لانہ حق اللہ تعالی فاللہ ثالثہما صدر الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر
تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہو اسواسطے کہ استبراء حق اللہ ہو تو اللہ تعالے تیسرا ہو استعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ ہم وجوب استبرا
کی یہہ صورت ہو کہ لونڈی خرید کی اور اوسپر قبضہ کیا پہر اقالہ بیع ہوا تو یہہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث مین تو بائع اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی
مگر بعد استبراء کے والاقالۃ بعد الاجارۃ والرہن فالمرتہن ثالثہما فہی تسعۃ اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن
کے تو مرتہن تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے نو ہوئے ہم نہر الفائق مین کہا کہ مجہسے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو مینے جواب
دیا کہ اقالہ موقوف ہے میرے نزدیک بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق مین اور ثالث یہان مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پہر اقالہ
کیا انتہے تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوسنے جائز
رکہا تو نافذ ہے اور نہین تو باطل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تہا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہو کذا فی الطحطاوی والاقالۃ یمنع صحتہا ہلاک المبیع ولو حکما
کاباق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیعکا اگرچہ ہلاک حقیقے نہین بلکہ حکمی ہو چنانچہ بہاگ جانا غلام کا ہے اور اگر ہلاکی مبیع کی بعد اقالہ کے ہو تو اقالہ

تو اقالہ باطل ہوکر بیع پھر قائم ہو گی کذا فی البحر لا الثمن ولو فی بدل الصرف نہ ہلاکی ثمن کی اگرچہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف مین واقع ہو ہم چونکہ اصل بیع مین
مبیع ہی نہ ثمن لہذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاکی ثمن کی وہلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہوجانا مانع اقالہ کا
نہین بقدر باقی کے جز کو کل کے ساتھ اعتبار کرکے ہم از انجملہ یہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اوسکے
حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اسکو قنیہ سے ذکر کرینگے ولیس منہ ما لو اشتری صابونا فتجفف فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت
نہین اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہوگیا پھر دونون نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے
جائز نہین واذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان
قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ احد البدلین مقایضہ اوسیطرح سلم مین ہلاک ہوجاوے تو اقالہ صحیح باقی بدل مین اور مشتری
پر ہالک کی قیمت لازم ہی اگر وہ قیمت والی چیز ہوا اور مثل ہالک لازم ہی اگر وہ مثلی ہوا اور اگر دونون بدل ہلاک ہوگئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف مین باطل
نہین ہم مقایضہ عبارت ہی بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثنا منقطع ہے تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز
عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعدہا قبل القبض بطلت بزازیہ ہم دو شخصون نے اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اوسکی
تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہوئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا مشجرۃ فقطعہ او عبدا فقطعت یدہ واخذ
ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شئ للبائع من ارش الشجر والید ان عالما بقطع الید والشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم
خیر بین الاخذ بجمیع الثمن والترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا
خون بہا لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اسکو لازم ہو اور اوسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھہ نہین اگر بائع قطع دست اور درخت
سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے مین یا ترک کرنے مین کذا فی القنیہ وفیہا شری ارضا مزروعۃ ثم حصدہا
ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ مین ہی کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین مین اوسکے حصے کے برابر ہم یہ
تو بعض مبیع کے ہلاک مین داخل ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونون نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہین اسواسطے
کہ عقد خرید پر وارد ہی نہ گیہون پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ مین ہی کہ دونون نے
اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہی تو اوسکو پھیر دے اور اوسکا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ مین
ہی کہ پھیرنے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اوسکے غیبت مین کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت مین پایا نہین کذا فی
الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون
المسلم فیہ دینا سقط والساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہی اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اوٹھ جائیگا اور بیع پھر آوے گی سوای اقالہ سلم کے
کہ وہ اقالہ کو قبول نہین کرتا ہو اسواسطے کہ سلم مین مسلم فیہ دین ہی کہ ساقط ہوگیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہین آتا کذا فی الاشباہ وفیہا راس المال بعد الاقالۃ
کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ مین ہی کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی جیسا قبل اقالہ کے تھا تو جیسے تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز
نہین جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہین ہم یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے جیسے تصرف جائز نہین جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف
جائز نہین یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہین کرسکتا کذا فی الحلبی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف حکم راس المال کا قبل اقالہ اور
بعد اقالہ کے یکسان ہی مگر دو صورت مین یکسان نہین ایک صورت یہ ہی کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال مین بعد اقالہ کے تو دونون پر باہم قسم
نہین ہم اس صورت مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونون قسم کہائین گے یعنے درصورت عدم گواہ بینہ کذا فی الطحاوی
ولو تفرقا قبل قبضہ جاز الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہی مگر صرف مین جائز نہین

ہم اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض رأس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ قبض رأس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثنا منقطع ہے کیونکہ
کلام رأس المال مین ہے وفیہا اختلف المتبایعان فی الصحة والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحة والفساد لمدعی الصحة اور اشباہ مین
ہے کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف مین مدعی صحت کا قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلة اذا
ادعی المشتری بیعه من بائعه باقل من الثمن قبل النقد فادعی البائع الاقالة فالقول للمشتری مع دعواه الفساد مین کہتا ہون مگر ایک صورت مین کہ مدعی
فساد کا قول معتبر ہے جب کہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا
قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے ہم اس صورت مین مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادا ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اسلئے کہ
ادعا اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہین مگر بیع صحیح مین تو باوجودیکہ یہان صحت اور فساد مین خلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا
ولو بعکسه تحالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استهلکه فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے بالعکس ہو یعنے بائع مدعی ہو کہ مین نے مبیع کو مشتری سے مثل
ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونون پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جب کہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ مین ہلاک کر ڈالا
ہو تو دونون پر قسم نہین ہم جب کہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہے مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ مین مبیع کو ہلاک کیا تو وہ
قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی البحر وغیرہ وفی الخلاصة باع کرما وسلمه فاکل مشتریه نزله سنة ثم تقایلا لم یصح اور منسوبات
مین ہے یہہ مسئلہ لکہا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پہل کہایا ایک سال پہر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین ہم نزل بضم نون وزاء
ہے اگرچہ بمعنے روزی وہمانی کے ہے لیکن یہان پہل انگور کا مراد ہے **باب المرابحة والتولية** یہہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام مین لما بین
المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جب کہ بیع مثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ہم یعنی ابتک اون بیوع کا بیان تہا جنمین جانب مبیع ملحوظ
تہا اب اون بیوع کا بیان شروع ہوا جنمین جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اسواسطے ہوئی کہ بیع مین مبیع اصل ہے
نہ ثمن نہر الفائق مین ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کیطرف اسواسطے حاجت ہے کہ ناواقف محتاج ہے تاجر واقفکار کی فعل کیطرف تو اوسکی مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کی ساتہہ خرید کرنیسے ناواقف
کی خاطر جمع ہوگی اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع
التولیہ ہمکو دو صدیق نے کہا وہ آپکے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن پر ولم یذکر المساومة والوضیعة لظهورها اور مصنف نے مساومہ اور وضیعہ کا ذکر نکیا بسبب
ظاہر ہونیکے ہم مساومہ وہ بیع ہے جسکے ثمن مین متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیون نہو تو اسمین ثمن اول کیطرف التفات نہین اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور
اس کا رواج سوداگرون مین کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض استرباح ہے المرابحة مصدر رابحه مرابحہ مصدر ہے رابح کا ہم عرب بولتے ہین باع المتاع او
اشتری مرابحة یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جب کہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کردیا وشرعا بیع ما ملکه من العروض ولو بهبة او ارث او وصیة او
غصب فانه اذا قومه باقام علیه وبفضل مؤنته وان لم تکن من جنسه کاجر قصار ونحوه ثم باعه مرابحة علی تلك القیمة جاز مبسوط اور اصطلاح شرعین
مرابحہ عبارت ہے اوس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہوگیا ہے منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ اوسکا ثمن یعنی قیمت
اوتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مملوک اوسکو حاصل ہوا اور ساتہہ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مصروفہ مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ مزدوری دہوبی کی اور مانند اوسکے
پہر بائع اوسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط ہم خلاصہ یہہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی مین منحصر نہین کہ مبیع بائع کی خرید ہوا ور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ ظاہر
عبارت کنز اور وقایہ سے متبادر ہوتا ہے بلکہ ہر مملوک چیز مین مرابحہ جاری ہے سو اگر مبیع خرید ہی بائع کی تو اسمین مرابحہ یون ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑہا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق
ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہے تو اون مین مرابحہ یون ہے کہ اوس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کرکے بیچے طحطاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا
مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہین چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور حاشیہ زیلعی مین جائز ہے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت یہہ ہے کہ
مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اوسکی قیمت کا تاوان دیا پہر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اوسکو بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے

باب المرابحة والتولية

یعنی ضمان پر نفع لیکر چلپی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف مین تصرف کرکے کچھہ کا کچھہ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہی بیع مملوک سے
ساتھہ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم **والتولیۃ مصدر ولّی غیرہ جعلہ والیًا** اور تولیہ مصدر ہے ولّٰی غیرہ کا یعنی غیر کو والی
اور کارساز مقرر کیا **وشرعًا بیعہ بثمنہ الاوّل ولو حکمًا یعنی بقیمتہ وعبّر عنہا بہ لانہ الغالب** اور اصطلاح شرع مین تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اوسکے
ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اوس چیز کی قیمت ہی اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ ثمن مین اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید
کرنا اوتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہو لیکن ظاہرا یہہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے
ثمن کو عام ٹھیرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اوسکو بھی شامل ہو جاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ
ہی جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے **وشرط صحتہما کون العوض مثلیًا او قیمیًا مملوکًا للمشتری** اور مرابحہ اور تولیہ کے
صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنے ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور کیلی اور موزون اور عددی
متقارب او رمثلی نہو تو کا ہو اسواسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلے ہو چنانچہ کپڑا العوض غلام کے خرید کیا تو یہان مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ
قیمت مجہول ہے ہان اگر مشتری اوسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تہا بائع کی خرید مین تو غیر مثلے سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ عمرو نے خرید
کیا عوض کپڑے زید کے اور اوسکو تسلیم کردیا پہر عمرو کے بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پہر عمرو کے مشتری نے عمرو بیچا زید کے ہاتہہ بعوض
اوسی کپڑے اور کچھہ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اوسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر بتصرف **وکون الربح شیئًا معلومًا ولو قیمیًا مشارًا الیہ**
کہذا الثوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیّر شرح المجمع
للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلے نہو بلکہ قیمت والی چیز مشارٌ الیہ ہو چنانچہ کپڑا السبب نفعے ہونے جہالت کے تو اگر بیع کریگا دہ یازدہ
کے نفع پر یعنے دس کو بعوض گیارہ کے بیچا تو جائز نہوگا مگر یہہ کہ مشتری کو ثمن اوسکا مجلس عقد مین معلوم ہو جاوے تو اوسکو لینے نہ لینے مین اختیار ہوگا کذا
فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اوسکا معلوم نہوا لہذا بیع جائز نہوئی **ویضمّ البائع الی رأس المال اجر القصار والصبغ بای**
لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی
الزرع والکروم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملاوے بائع راس المال کیطرف مزدوری دہوبی اور رنگ
کی کوئی رنگ کیون نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈوری بٹنے کی مزدوری اور غلہ اوٹھالانے اور بہیڑ بکریون کے ہانک لانے
کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور کہیت اور سچائی انگور کی اور اوسکی جاروب کشی اور بندہون
اور نہرون کی صفائی اور درخت لگانا اور گہر کی چونہ کاری ہم اور اسیطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور موتی مین سوراخ کرنے کی مزدوری اوسکے ثمن
کے ساتہہ ملاوے کذا فی النہر **واجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان السلعۃ وصاحبہا المشروط فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر ورجّح فی**
البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتہہ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول مین مشروط تہی اسی قید پر یقین کیا ہے درر مین اور بحر الرائق مین اطلاق
کو ترجیح دی ہی سمسار وہ شخص ہی جو متاع اور صاحب متاع کو بتادے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال مین کچھہ فرق نہین صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار
اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری مین لیکن عرف فقہا مین دونون مین فرق ہی سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتہہ متاع
غالبا نہر الفائق مین ہی کہ عدم ضم اجرت دلال بالاجماع ثابت ہی **وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضمّ درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ**
التجار بالضمّ اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع مین زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اوسکی قیمت مین زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام
اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگرون کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنے جسکو تجار اپنے عرف مین راس المال
کے ساتہہ ملاتے ہون اوسکو ملانا چاہیئے **ویقول قام علیّ بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب** اور بائع کہے کہ یہہ چیز مجکو اتنے کو پڑی اور یون نکہے کہ مینے

اتنے کو خریدی ہی اسواسطے کہ یہہ جھوٹ ہے ہم مثلاً ایک کپڑا چار روپیہ کو خرید کیا اور ایک روپیہ اوسکی سلائی مین صرف ہوا تو مالک اوسکے بیچنے کے وقت یون کہے کہ یہہ قمیص یا یہہ قبا مجھکو پانچ روپیہ کو پڑی ہی اور یون نکہے کہ مینے پانچ کو خریدی ہی کہ صاف جھوٹ ہے یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہوا اور اگر بطریق مساومہ (چکانا) بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم الموروث ونحوہ ؛ و باعہ برقمہ لو صادقاً فی الرقم فیہ اور اسیطرح مرابحہ جائز ہی جب کہ شے موروث وغیرہ کی قیمت ٹہرا دی یا بیچا اوسکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم مین سچا ہو کذا فی الفتح ہم رقم عبارت ہی اوس علامت سے جو کپڑے وغیرہ پر لکہی ہوا اور ثمن پر دلالت کرے صادقاً فی الرقم سے مراد یہہ ہے کہ مشتری رقم کو نہین پہچانتا اور کپڑے پر دس روپیہ کی رقم لکہی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہہ دس کی رقم ہی مین اسپر اتنا نفع لیکر بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ ہو تو جائز ہی اور اگر دس کو گیارہ بتاویگا تو بیع صحیح نہوگی ؛ لا یضم اجر الطبیب والمعلم درر ولو للعلم والشعر وفیہ ما فیہ فلذا علّلہ فی المبسوط بعدم العرف ؛ نہ ملاوے طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت مین جو کچہ کہ ہے سو ہے اسواسطے مبسوط مین عدم ضم تعلیم کی اجرت مین عدم عرف کو علت قرار دیا ہی ہم بعضے علما نے عدم ضم کی علت یہہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک مین زیادہ نہین ہو جاتی تا انکہ یہہ غلط ہی بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہی یعنے اگر رواج ہو ضم کرنیکا تو ملادے والا نہ ملادے کذا فی الفتح ملخصاً و الدلال والراعی اور نہ ملاوے راس المال کے ساتہہ اجرت دلال اور چرانے والے کی ولا نفقۃ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذاتکا خرچ ہم یعنی جو سوداگر کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت مین سفر تجارت کے اندر اسکو بہی اس بیع مین حساب نکرے ولا اجر عمل بنفسہ او تطوع بہ متطوع ہم اور نہ ملاوے اجرت اوس عمل کی جو بذات خود کیا یعنے مثلاً اپنا رنگنا اور سینا حساب نکرے یا کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اسکی اجرت بہی نہ ملاوے وجعل الآبق وکذا بیت الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانما تضم کما مر جواہر وکانہ للعرف والا فلا فرق یظہر فتبصر ؛ اور غلام گریختہ کے پکڑلانیکی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اوسکو راس المال کے ساتہہ ملاوے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہو اور اگر یہہ علت نہین تو کچہ فرق ظاہر نہین ہوتا بیت الحفظ اور مخزن مین سو تامل کر لے وما یوخذ فی الطریق من الظلم الا اذا جرت العادۃ بضمہ ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور راس المال کے ساتہہ نہ ملاوے اوس خرچ کو جو لیا جاتا ہی راہ مین ظلم سے مگر اوسوقت ملانا چاہیے جب کہ رواجمین اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہی ضم اور عدم ضم مین چنانچہ معلوم کرچکا تو یعنے وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہی چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلالت کرتا ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اسکو مقتضی ہی کہ درصورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بہی راس المال کے ساتہہ ملاوے فان ظہر خیانتہ فی مرابحۃ باقرارہ او برہان علی ذلک او بنکولہ عن الیمین اخذہ المشتری بکل ثمنہ او ردہ لفوات الرضی ہی اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ مین اوسکے اقرار سے یا گواہ سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اوسکو لیلے پورے ثمن سے یا اوسکو پہیردے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنے درصورت خیانت مشتری اوس بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اوسکو لینے نہ لینے مین اختیار ہوا نہر الفائق مین ہی خیانت یہہ کہ ثمن کے ساتہہ اوسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہین یا جو نو درہم کو مثلاً خرید کی ہو اوسکو دس درہم کی بتاوے وفی الحط قدر الخیانۃ فی التولیۃ لتحقق التولیۃ اور مشتریکو اختیار ہو مقدار خیانت کا کم کر دینا تولیہ مین تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ہم یعنے اگر قدر خیانت کو کم نکرے تو تولیہ ثابت نہوا اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہین ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو ہلک المبیع او استہلکہ فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنع منہ من الرد لزمہ بجمیع الثمن المسمی وسقط خیارہ ؛

اگر مبیع ہلاک ہو جاوے یا اوسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ مین اوسکے پہیردینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہی رد کی چنانچہ عیب یا زیادتی مانعہ تو مبیع اوسکے لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اوسکے پہیردینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیباً ثم حدث آخر لہ رجع بالنقصان اور ہم اول ذکر کرچکے ہین کہ اگر صاحب تولیہ مبیع مین عیب پاوے پہر دوسرا عیب اوسمین پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پہیرلے ہم مولی اسم مفعول ہی تولیہ سے [illegible]

ہو سطرح جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تساوی عقدین کا مقتضی ہے کذا فی الحاوی و شراءٗ ثانیاً بجنس الثمن الاول
بعد ابیعہ بربح فان ذکبہ بطرح ما ربحہ قبل ذلک خرید کیا اسکو دوبارہ ثمن اول کے ہمجنس سے بعد اوسکے بیچنے کے نفع لیکر پھر اگر اوسکا مرابحہ کیا چاہے تو
کم کر ڈالے اسقدر کو جو نفع پہلے سے قبل اسکو ہم صورت اسکی یہہ ہی کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اوسکے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو
خرید کیا تو اگر اب دوسرے بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یون کہے کہ یہہ کپڑا مجکو پانچ کو پڑا ہے اسپر جتنا چاہے نفع
لے اور قید بجنس ثمن کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہوا اور ثمن ثانی دس درم ہون تو اسکو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے ہو اسطے کہ خرید
ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اوسکا طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ مین دخل نہیں کذا فی النہر وان استغرق الربح ثمنہ
لم یرابح نعلا فالمراد ھو ان فق و قولہ اوثق بحسا اور اگر فائدہ اوسکے ثمن کو مستغرق ہو سطرح پر کہ دس درم سو خرید کر کے بیس درم کو بیچی بطور مرابحہ
پھر اوسکو مشتری سے خرید کرے بعوض دس درم کے تو اب دوسرے بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونو صورتوں
مین ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہی اور یہہ قول خلق پر سبکتر ہی اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر و لو بیّن ذلک او باع بغیر الجنس او تخلل
ثالث جاز اتفاقاً فافہم اور اگر اسکو بیان کردے سطرح پر کہ پہلے ہمکو بیچا تھا اتنا نفع لیکر پھر اتنے کو خرید کیا اور اب مین اتنے نفع پر بیچتا ہون یا بیچے بغیر جنس ثمن
اول کے یا تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو یعنے زید نے خالد کے ہاتھہ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتھہ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام
اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہی کذا فی النہر ذا تجر ای جاز ان یبیع مرابحۃً لغیرہ سیدٌ اشتری من مکاتبہٖ او ماذونہٖ ولو المستغرق دینہ لرقبتہ
فاعتبار ھذا القید لتحقیق الشراء فعیر المدیون بالاولیٰ علی ما اشتری الماذون کعکسہ نفیاً للتھمۃ مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ غیر شخص سے
بیع کرنا جائز ہی اوس مولے کو جسنے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اوسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے
بالعکس اسکے یعنی ماذون اگر اپنے مولے سے خرید کرے تو مرابحہ مولے کی خرید پر کرے تہمت دور کرنیکے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنے استغراق دین کا اعتبار
خرید کی تحقیق کے واسطے ہے ہو اسطرح کہ اگر غلام ماذون مدیون نہوگا تو مولے کا اوس سے خرید کرنا صحیح نہوگا کیونکہ وہ مولے کا مال ہے تو غیر مدیون مین بطریق اولے
یہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہہ ہی کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اوسکے مولے نے اوس سے پندرہ درم کو مول لیا تو مولے دس
درم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولے نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اوسکے غلام مذکور نے اوس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیچیگا باتفاق
امام اور صاحبین کے ہو اسطے کہ یہہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک مین نقصان بابت شے کو مفید ہی مگر اسمین عدم عقد کا شبہہ ہی ہو اسطے کہ غلام کا مال حق مولے سے
خالی نہیں تو گویا مولے نے اپنی ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ مین اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنیکے واسطے
کذا فی النہر وکذا کل من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہٖ و فرعہٖ ولو بیّن ذلک ذا تجر علی شراء نفسہٖ ابن الکمال اور اسیطرح حکم ہی ہر ایسے شخص کا جسکی گواہی
اسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اسکی اصل اور فرع اور اگر بیچنے والا غلام یا اصل یا فرع بیان کردے کہ میںنے اسکو اپنے غلام یا مولے سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا
ہی تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال ہم اس حکم مین جسے الزوجین اور احد المتفاوضین اصل اور فرع کے ساتھہ برابر ہین اور یہہ مذہب
امام کا خلاف الصاحبین کذا فی الحاوی ولو کان مضارباً معہ عشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوباً و باعہ من رب المال بخمسۃ عشر باع الثوب مرابحۃ
رب المال باثنی عشر و نصف لان نصف الربح ملکہ وکذا عکسہ کما سیجیٔ فی بابہٖ و تحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جسکے
پاس دس درم ہین بالمناصفہ نفع پر اونہین درمون سے اوسنے کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال کا
ساڑھے بارہ درم کو بیچے ہو اسطے کہ نصف نفع یعنی اڑہائی درم ملک ہی صاحب مال کی اور اسیطرح اسکے بالعکس مین حکم ہے یعنے جبکہ صاحب مال بائع ہوا اور مضارب مشتری
چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربۃ مین آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق مین ہی ویرابح مرید ھا بلا بیان ای من غیر بیان انہ اشتراہ سلیماً اما بیان نفس العیب
فواجب فتعیب عندہٖ بالتعیب بافتہ سماویۃ او بصنع المبیع و وطی الثیب ولم ینقصہا الوطی کقرض فارٍ و حرق نارٍ للثوب المشتری و

قال ابو یوسف وزفر والثلثة لابد من بیانه قال ابو اللیث وبه ناخذ ورجحه الکمال واقره المصنف مرابحہ لنفع لیکر بیچے بلا بیان یعنی بیع
جائز ہی بدون اسطرح بیان کرنیکے کہ اسنے بیعکو بسلامت خرید کیا تہا سوا وسمین عیب لگ گیا اوسکے پاس لحوق عیب کی کسی سبب آفت آسمانی سکے یا بسبب فعل
اور ثیبہ کے جماع کسی بشرطیکہ جماع سے اسمین کچہ نقصان نہو گیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خرید کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع
نظر اس سی کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب کی کا بیان کر دینا مرابحہ مین ضرور ہی فقیہ ابو اللیث
نے کہا اسی قول یعنے وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بہی اسیکو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بہی اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی ہم بیان نفس عیب
ہو اسطرح واجب ہی تا فریب دینا لازم نہ آوی خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اسپر بیان کر دینا واجب ہی بعضے مشائخ نے کہا
کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحطاوی ورابح ببیان بالتعییب ولو بفعل غیرہ بغیر امرہ
وان لم یاخذ الارش وقید اخذہ فی الهدایة وغیرها اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیبدار کر دینے کے بیان سے یعنے اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق
ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا اور نقصان
نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسیر بنشرہ وطیه لصیرورة الاوصاف مقصودة
بالاتلاف ولذا قال ولم ینقصها الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اوسکے کہولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی
بسبب ہو جانے اوصاف کے مقصود و تلف کر ڈالنے سے اور اسیواسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہ قید لگائی کہ عدم بیان اوسوقت ہی جب کہ جماع سے اسمین نقصان نہو گیا
ہو ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہین تو اونکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت
کا موجب ہی لہذا اوسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اس
واسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوتی اشتراہ بالف نسیئة وباع بربح مائة بلا بیان خیر المشتری ادہار خرید کیا ہزار
درہم سے اور بیچا سو درہم کے نفع پر یعنے گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہی کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہی ترک
کرے فان تلف المبیع بتعیب او تعییب فعلم بالاجل لزمه کل الثمن حالا پہر اگر مبیع تلف ہوئی عیبدار ہو جانیسے یا عیبدار کر دینی سی پہر مشتری کو
علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو ادہار خرید کیا تہا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیة فی جمیع ما مر اور اسی
طرح مرابحہ کی مانند تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنے درصورت معیوب کر دینے اوسکے باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیبدار ہو جانیکے
آفت آسمانی سے اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی ادہار خریدنے مین بہی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بالفضل
ما بین الحال والمؤجل بحر ومصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پہیر لینا ہی زیادتی کا جو مابین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہی کذا فی البحر
شرح المصنف ہم یعنے اگر ثمن حال مثلا پندرہ ہون اور ثمن مؤجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درہم بائع سے پہیر لے ولی رجلا شیئا ای باعه
تولیة بما قام علیه اوبما اشتراہ به ولم یعلم المشتری بکم قام علیه فسد البیع لجهالة الثمن وکذا الحکم المرابحة وخیر المشتری بین
اخذہ وترکه لو علم فی مجلسه والا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنے اوسکو بطور تولیہ بیچا بعوض اوسقدر کے جتنا اوسپر پڑا از قسم ثمن اور
مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اوس ثمن کے جس سے اسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اوسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہی بسبب معلوم نہونے ثمن کے
اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اسکے لینے اور چہوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس مین معلوم ہو تو بیع
باطل ہے ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہی کیونکہ یہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انه لا رد بغبن فاحش هو ما لا یدخل تحت
تقویم المقومین فی ظاهر الروایة وبه افتی بعضهم مطلقا کما فی القنیة ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیه اکثر روایات المضاربة
وبه یفتی ثم رقم وقال ان غره ای غر المشتری البائع او بالعکس او غره الدلال فله الرد والا لا وبه افتی صدر الاسلام وغیره ثم قال وتصرفه

فی بعض المبیع قبل علمه بالغبن غیر ما نقص منه فان مثل ما تلفه ویرجع بکل الثمن علی الصواب الملتقی ملخصاً جان سہا کو کہ ردبیع نہیں ظاہر
الروایۃ میں غبن فاحش یعنے نقصان ظاہر سے غبن فاحش دمے جو قیمت ٹھیرانیوالون کی قیمت مقرر کرنے مین داخل نہو اور اسی عدم رد کا بعضون نے
فتوے دیا ہے مطلقاً خواہ اسکو دہوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیہ پہر صاحب قنیہ نے رمز لکہی اور کہا اور غبن فاحش مین پہیر دینے کا فتوے دیا جاوے لوگون پر
آسانی کرنیکے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربۃ کی اکثر روایات ہین اور اسیکا فتوے ہے پہر صاحب قنیہ نے رمز لکہی اور کہا کہ اگر اسکو دہوکا دیا یعنی
مشتری سے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دہوکا دیا یا اوسکو دلال نے دہوکا دیا تو اسکو ردبیع کا اختیار ہی اور نہیں تو نہیں یعنے اگر اسکو کسی نے دہوکا نہیں
دیا تو ردبیع مین اختیار نہین اور اسی قول کا فتوے دیا ہے صدرالاسلام وغیرہ نے پہر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض مبیع مین قبل دریافت ہونے
غبن کے مانع رد بیع نہین تو مشتری اوسکا مثل پہیرے جسکو اوسنے تلف کیا اور سب ثمن پہیر لے بنا بر صواب قول کے انتہی قول القنیۃ ملخصاً جسقدر تصرف
کیا اوسکے رد مثل کے ساتھہ باقی جسکو بہی رد کرے چنانچہ قنیہ مین مصرح ہی لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اوسکا قول مردود ہو جو قائل ہی کہ رد باقی جائز
ہو اوسکے حصہ کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی یعنی لو کان قیمیاً لم اَرہ باقی رہی یہہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور اسمین غبن فاحش ہوا ہو تو اس
مسئلہ کو مصرح نہین دیکہا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ مین کہتا ہون قول اخیر پر یعنے
اگر غبن فاحش فریب دینے سے ہو تو رد جائز ہے ورنہ نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء مین اور اسکی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ہم صاحب
تحفہ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہین کہ مغبون رد نکرے ولیکن یہہ حکم اوس مغبون مین ہی جسکو کسی نے دہوکا نہین دیا اور اگر اسکو فریب دینے سے غبن ہوا تو اسکو
پہیر دینے کا اختیار ہی انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کیطرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور
لا یوجب الرجوع الا فی ثلاث منہا ہذہ اور اشباہ کی کتاب الکفالۃ مین خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنے دہوکہا پڑنا موجب رجوع
نہین مگر تین صورتون مین ازانجملہ ایک یہہ صورت ہی جو متن مین مذکور ہو چکی یعنے غبن فاحش سے رد ہی اگر اوسکا دہوکہا دیا ہو وثانیہا ان یکون فی عقد یرجع
نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ فلو ہلکت ثم استحقت رجع علی الدافع بما ضمنہ اور قاعدہ اوسکا یہہ ہی کہ غرور اوس عقد مین ہو جسکا نفع دافع کی
طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پہر اگر دونون تلف ہون پہر مستحق غیر نکلین تو دافع سے پہیرلے جسقدر اوسنے تاوان دیا ہو دافع شامل ہے بائع اور مشتری
اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکہنے والا اپنی حفظ مال سے اور موجر اجرت سے منتفع ہوتا ہی ودیعت کی صورت یہہ ہی کہ زید نے کوئی چیز خالد کے
پاس امانت رکہی یہہ ظاہر کرکے کہ مین اسکا مالک ہون پہر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتہہ مین پہر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہی کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو
اختیار ہی کہ زید سے بقدر ضمان پہیر لے کیونکہ اوسنے اسکو دہوکا دیا اسطرح پر کہ ودیعت میری ملک ہی اور صورت اجارہ یہہ ہی کہ مثلاً جانور اجارہ دیا یہہ ظاہر کرکے کہ
یہہ میرا مملوک ہی پہر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پہر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اوس سے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پہیر لینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولا رجوع
فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہین فریب دینے سے عاریت اور ہبہ مین کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ مین اپنی ذات کیواسطے ہی یعنی مستعار اور موہوب جب
مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پہر وہ مستحق غیر نکلی اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونون شخص معیر اور واہب سے رجوع نہین کرسکتے کیونکہ استعارہ اور موہوب کا نفع مستعیر
اور موہوب کے طرف راجع تہا نہ معیر اور واہب کے طرف الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کبایعوا عبدی ہذا فقد اذنت لہ ثم ظہر حراً وابن الغیر
رجعوا علیہ بالغرور لو کان الاب حراً والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہہ ہی کہ غرور عقد معاوضہ کے ضمن مین ہو چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام
یا میرے بیٹے سے خرید و فروخت کرو مقرر مینے اسکو تجارت کا اذن دیا ہی پہر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہی یا وہ غیر کا بیٹا ہی نہ زید کا تو اہل بازار زر بیع پہیر لین بسبب غرور کے بشرطیکہ
باپ اذن دینے والا شخص آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اوسکے آزاد ہونیکے بعد پہیر لین وہذا ان اضافہ الیہ وامر بمبایعتہ اور یہہ دہوکہا دینے والے سے پہیر لینا
ثبوت ہو کہ جب اوسنے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یون کہا ہو کہ یہہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہی اور اوسکے ساتہہ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو ومنہ لو بنی المشتری
او استولد ثم استحقت رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد اور منجملہ غرور در عقد معاوضہ کے یہہ صورت ہی کہ اگر مشتری نے گہر مین عمارت بنائی یا لونڈی سے جماع کیا

پیر گھر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت بھرے ھم بائع سے قیمت لینا عمارت کا اُسوقت ہو جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دی لیکن تسلیم ولد کو فقہا نے ذکر نہیں کیا مگر اونکا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہو کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھیریگا اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دیگا اور بائع سے اوس قیمت کو بھریگا واللہ اعلم کذا فی البحر **و منہ ما یأتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد بخلاف ارتھنی** اور از انجملہ وہ مسئلہ ہی جو باب الاستحقاق میں آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید کرلے کہ میں غلام ہوں بخلاف یوں کہنے کے کہ مجکو رہن رکہلو ھم نے اوسکے کہنے سے اوسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب بغیبت معروفہ ہو تو فریب دینے والے پر کچھہ نہیں والا مشتری اوسی سے بھرے اور وہ بائع سے کذا فی البحر و معلوم کرکہ درالمختار کے نسخے یہان مختلف ہین اکثر نسخون مین یون ہو کہ اشترنی فانا عبد ارتہنی اور بعضے نسخون مین یون ہے بخلاف ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تہا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسکو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہو کہ خرید کرنے مین رجوع ضمان ہو نہ رہن رکہنے مین واللہ اعلم **الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما لو زوجہ امرأۃ علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق و سیجیٔ آخر الدعوی** تیسری صورت یہہ ہو جب کہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہی پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے بھریگا اور یہہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر مین آویگا **فرع** مسئلہ لمحقہ شارح کا **ھل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظہر المصنف لا للتصریحہم بان الحقوق المجردۃ لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمناہ فی خیار الشرط فتنبہ** پس کیا انتقال کرتا ہو رد بسبب فریب وغیرہ سے وارث کیطرف یعنے اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اوسکا وارث اوسکو پہیر سکتا ہی یا نہین مصنف نے اپنی شرح مین عدم انتقال کو قوی کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہین ہوتے حالانکہ یہہ حق مجرد عن العوض ہی کیونکہ عبارت سے فقط ارادہ واپسی ہے مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یون ہو کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہی ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے مین کہتا ہون اور ہم اسکو پہلے ذکر کرچکے ہین خیار الشرط مین دوبارہ نقل کرکے **لکن ذکر المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایدہ بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب ویصیر مغرورا بخلاف الوصی فتأمل** لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح مین جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہی وہ جو اسکے مخالف ہی اور مصنف مائل ہوا اسکے طرف کہ رد بسبب غرور اوسی موروث ہوتا ہی خیار العیب مانند اور مصنف ہی کے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونیکو نقل کیا ہی اور اسکی تائید کی ہی اشباہ کی اوس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رد بیع کرتا ہی بسبب عیب کے اور مغرور ٹہرجاتا ہی بخلاف وصی کہ وہ مغرور نہین ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر عدم وجہ تائید یہہ ہو کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مفید ہی کہ خیار الغرور موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹہیرا مورث کی دہوکہا دینے سے **وقدمنا عن الخانیۃ انہ متی عاین ما یعرف بالعیان انتفی الغرور فتنبہ** اور ہمنے مقدم کیا ہی باب خیار الشرط مین خانیہ سی کہ جب اوسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہوجاتی ہی مشاہدہ کرنے سے تو خطرو فریب ساقط ہو جاتا ہی غور کرلے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیہما وتأجیل الدیون

یہہ فصل ہے بیع اور ثمن کے تصرف کرنے مین قبل قبضہ کرنیکے اور زیادہ اور کم کرنے دونون مین اور دیون کی مدت مقرر کرنے مین **صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان کمنقول فلا یصح اتفاقا** بیع عقار کی یعنے اوس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونیکا خوف نہین قبل اسبات کے کہ اوسکے بائع سے لیکر اوسپر قبضہ کیا صحیح ہی بسبب عدم خطرہ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہی تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین اکہڑ کے بہ جانیکا ریت سی تو اوسوقت مین غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین تو اوسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین ہی امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل القبض کے جائز نہین کیونکہ شریعت نے غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہی شیخین کہتے ہین کہ نہی کی علت یہہ ہی کہ بر تقدیر ہلاکی مبیع کے انفساخ بیع محتمل ہی اور ہلاکی عقار مین نادر اور نادر کا کچھہ اعتبار نہین منح الغفار مین ہو کہ مصنف نے تعبیر صح سے بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضامندی بائع پر موقوف ہین تو

بائع کو قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہو نہ بیع سے وکتابۃ واجارۃ وبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما
سیجیئ جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اُسکے مقبوض ہونیکے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اُسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب
متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ وتدبیرہ وھبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورھنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد
وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنیسے پہلے اور اوسکے مدبر کرنے اور اُسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے
کے دوسری شخص کو اوسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہی محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے ہم یعنی اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اُسپر قبضہ نہیں کیا تو اوسکا عتق اور
تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہی خلافًا لابی یوسف وجہ قول محمد یہہ ہو کہ یہہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے
اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہی قبض مین تو قبضۂ مامور بجای قبضۂ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کیواسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف
بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک بیع قبل قبض کے فاسد ہی اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی
صحیح ہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد ینفسخ بھلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فجائز عینی اور صحت
تصرفات مذکور کا قاعدۂ کلیہ یہہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہی ہلاکی عوض سے قبل اُسکے مقبوض ہونیکے چنانچہ بیع اور اجرت بشرطیکہ مین ہو یا نقد
تو اُسمین تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فاسخ نہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اُسمین تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہی کذا فی العینی والمنقول
لو وھبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ منہ قبلہ لم یصح ھذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الھبۃ مجاز عن
الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقا جوھرہ قلت وفی المواھب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتھی ونفی الصحۃ یحتملھما فتدبر اور بیع
منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اوسکے مقبوض ہونیکے سو بائع نے اُسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی
اسواسطے کہ ہبہ مجاز ہی اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہی کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہی مطلقا
خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہوں اور مواہب الرحمن مین ہے کہ بیع منقول قبل القبض کی باطل ہی انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہی غور کرے ہم یعنی بیع
منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہی اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اُسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اُسمین دونوں محتمل ہین کیونکہ باطل کو بھی
غیر صحیح کہتے ہین اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہی اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی بیع اور ثمن ثابت ہین تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنے خطر انفساخ عقد دہم تو
ہلاکی مبیع اور طلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہی اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بفسادہ وبانہ لا یقال لآکلہ انہ اکل
حراما لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خرید کیا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہی یعنے مکروہ تحریمی ہی اوسکا بیچنا اور کھانا تاوقتیکہ اُسکو ناپ لے اور البتہ علمانے اُسکے
فساد بیع کی تصریح کی ہی اور اسکی کہ اُسکے کھانیوالے کو حرام خور نکہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنے فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو مشرح بیان کیا ہی حرام خور اسواسطے نکہینگے
کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانیوالا ہی مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اوسنے کیل کرنیکے حکم کو ترک کیا کذا فی النہر ہم ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ
الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اُسمین دو صاع جاری نہون ایکصاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور اسیطرح اسکو اسحق اور بزار اور عبدالرزاق اور
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہی اگرچہ اس حدیث مین ضعف ہی لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمۂ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہی کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت فقہی کو شارح اسکے بیان کریگا
ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لاحتمال الزیادۃ وھی للبائع اور مکیل کی مانند ہی موزون یا معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی
بائع کا حق ہی ہم یعنی جب مکیل اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اُسمین تصرف کرنا قبضہ کرنیکے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنیکے جائز نہیں کہ شاید زیادہ ہو مثلا
بائع نے کہا کہ یہہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہی تو اگر واقع مین بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ہیں لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب تا غیر کے مال مین تصرف کرنا لازم
نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہہ ہو کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اوتنا ثمن کم کر ڈالے فتح القدیر مین کہا کہ معدود سے عددی متقارب مراد ہی چنانچہ انڈہ
اور اخروٹ بخلاف فانہ یجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل اور موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کی چنانچہ ایک ڈھیر

گیہوں کو خرید کیا تو اوسکا تولنا او ناپنا لازم نہیں ہے واسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اسمین احتمال زیادتی کا نہیں وقید بقولہ غیر الدراھم والدنانیر لجواز التصرف فیھما بعد
القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیہ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور مصنف نے
موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم او دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنیکے مانند بیع التعاطی کے ہے واسطے کہ موزونات مین بارہ مشتری کو وزن
کرنیکی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ہم خلاصہ یہہ ہے کہ بیع موزونات مین دو صورت مین مشتری کو دوسری بار وزن کر لینا
شرط نہیں ایک دراہم او دنانیر کے عقد صرف مین ہے واسطے کہ اونکی مقدار مقرری مین غالبا تفاوت نہیں ہوتا اور دوسری بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دیئے اور بائع نے
مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہو گی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیلہ من البائع بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا او بعدہ بغیبتہ فلو
کیل بحضرۃ رجل فشراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانہ سے ناپنا مشتری کے سامنے
بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقا خواہ اوسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اوسنے کیل کو خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اوسکے
کیل کرنیکے تو جائز نہیں اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو بواسطے عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض نہ تھا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ہم حضور مشتری مین کیل
بائع ہو سطرح کافی ہوا کہ بیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا ہو سطرح کافی نہوا کہ اوس وقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون پر صحیح نہیں ولو کان المکیل او الموزون
ثمنا جاز التصرف فیہ قبل کیلہ ووزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر کیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اسمین تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف
ثمن کی قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہے پھر جب ثمن مین تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متممات بطریق اولی جائز
ہو لا یحرم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرطہ الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فعوفی حرمۃ ماذکر کموزون والاصل ان الذرع وصف لا قدر فیکون
کلہ للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہیں بیع مذروع کی قبل اسکے پیمائش
گز اگرچہ اسکو بشرط پیمائش خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کی مانند ہو گیا او قاعدہ اسکا وہ ہے جو چند بار ذکور ہو گیا
کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنے ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون
سے اوس موزون کو مستثنی کیا ہے جسکو تبعیض یعنے ٹکڑے کرنا مضر ہو ہو واسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نرہا وصف ہو گیا ہم مضرت تبعیض موزون
چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہیں رہتا تو اس وقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط
وزن خرید کیا ہو مناسب یہہ تہا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بھبۃ او بیع او غیرھما لو عینا
ای مشارا الیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیکہ ممن علیہ الدین و لو بعوض ولا یجوز من غیرہ ابن ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے
سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنے اوسکے طرف اشارہ ہوسکتا ہو متاع ہو لقب اور اگر
ثمن دین ہو تو اسمین تصرف اوسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو سطرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کری عوض ثمن کے جو دین ہے
اور تملیک دین جائز نہیں غیر مدیون سے کذا صرح ابن ملک سواء تعین بالتعیین کمکیل او لا کنقود فلو باع ابلا بدراھم او بکر بر جاز اخذ
بدلھما شیئا آخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہے خواہ ثمن معین ہو جاتا ہو معین کرنے سے چنانچہ کیل یا متعین نہوتا ہو تعیین سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہوں سے بیچا تو درم اور گیہوں کے
عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ہم عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع مین بیچتے تھے تو درم کی جگہہ دینار اور بجای دینار درم لیتے تہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اس کو جائز رکہتے تہے کذا فی المنح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمھر واجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق
بمال وموروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلھا قبل قبضھا عینی سوی صرف وسلم
فلا یجوز اخذ خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہے ہر دین مین قبل اوسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور
تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا اور وارث اور وصیت کے چیز خلاصہ یہہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون مین

قبل القبض یعنی تصرف کا جائز ہی کذا فی العینی سواے صرف اور سلم کے کہ اونمین خلاف جنس ثمن لینا جائز نہین بسبب فوت ہونے اونکی شرط کے ہم یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہے
تو قبل اوسکے تصرف اوسمین جائز نہین وصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ من المشتری او وارثہ خلاصہ ولفظ ابن ملک او من اجنبی اور صحیح
ہی زیادہ کردینا ثمن مین اگرچہ زیادتی اوسکی خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد مین ہو یا بعد اوسکے مشتری کیطرف سے زیادتی ہو یا اوسکے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے
کہا یا زیادتی اجنبی کیطرف سے ہم اگر اجنبی کی زیادتی بامر مشتری ہو تو مشتری پر واجب ہے نہ اجنبی پر اور اگر اوسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کرلی تو اوسپر لازم ہے
ورنہ باطل ہی اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنیکے وقت مشتری کیطرف سے ذمہ کرلیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگرچہ بامر مشتری تہا تو اجنبی مشتری سے پہیر لے اور
نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی من البحر ان فی غیر صرف وقبل البائع فی المجلس ولو بعدہ بطلت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف مین ہو اور بائع اوسکو
زیادتی کی مجلس مین قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ ہم صرف مین زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہین کیونکہ سود ہی وفیہ لو
ندم بعد ما زاد اجبر اھ در خلاصہ مین ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنیکے بعد پچہتاوے تو اوسپر جبر کیا جائے یعنی حاکم بزور دلاوے وکان المبیع قائما فلا تصح بعد ہلاکہ
ولو حکما علی الظاہر بان باعہ ثم شراہ ثم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہین بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاکی حکمی ہو بنا بر
قول ظاہر کے اسطرح پر کہ مشتری نے اوسکو بیچا پہر اوسکو خرید کیا پہر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول مین ہم بیع کو ہلاک حکمی اسواسطے کہا کہ اختلاف آئیگا اختلاف ملک سے برابر ہے
اور اگر بیچنے کے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کریگا تو بطریق اولی جائز ہے کذا فی الطحطاوی زاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو باع بعد
القبض او دبر او کاتب او ماتت الشاۃ فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف ما لو آجر او رہن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام
الاسم والصورۃ وبعض المنافع اور خلاصہ مین زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنی ہونا مبیع کا محل مقابلہ زیادتی در حالیکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق مین
اسطرح پر کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج نہوگئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اوسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مرگئی پہر مشتری نے ثمن زیادہ کردیا
تو جائز نہین بسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اسکے کہ اگر مبیع کو باجارہ دیا یا اوسکو رہن کیا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتون مین زیادہ کرنا
جائز ہے بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع مبیع کے ہم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچہہ حاجت نہ تہی اسواسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت اور موت
ہلاک حکمی مین داخل ہین کذا فی الحلبی وصح الحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہے کم کردینا ثمن کا یعنی بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع
اور قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد فبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہی بطریق استناد کے یعنی
گویا زیادتی اور کمی ابتداء عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کردینا ہم وجہ بطلان یہہ ہی کہ اسمین اصل عقد کی تبدیل ہی کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا کم کردینا
یا ہبہ ہی یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلعی واثر الالتحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وہلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما
یظہر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے التحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہی تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور استحقاق اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف
مین لیکن شفعہ مین فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہی نہ زیادتی کا ہم یعنی اگر اول دس کی خرید تہی پہر مشتری نے پانچ درم ثمن مین زیادہ کردئیے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم
کر ہی اور در صورت کم کردینے ثمن کے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتہہ پہیر لے اور بائع کو حبس مبیع
تا قبض زیادتی اختیار ہی اور صرف مین زیادتی اور کمی مفسد عقد ہے بسبب سود کے اور شفعہ مین شفیع کو زیادتی اسواسطے لازم نہوئی کہ اوسکا حق ثابت ہو چکا تہا بیع اول
تو لزوم زیادت مین اوسکے حق کا ابطال ہے اور حالانکہ بائع اور مشتری اوسکے ابطال کے مالک نہین وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعہا ان فی غیر سلم
زیلعی وقبل المشتری اور مبیع مین زیادہ کردینا صحیح ہے بائع کیجانب سے اور بائع کو اوسکا دینا لازم ہی بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ مین نہو کذا فی الزیلعی اور مشتری
اوسکو قبول کرے ہم زیلعی نے کہا مسلم فیہ مین زیادہ کرنا صحیح نہین کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے اوسکو تو موجود فرض کیا ہی مسلم الیہ کی دفع حاجت کے واسطے اور
مسلم فیہ مین زیادہ کرنا اوسکی حاجت کا دافع نہین بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہین ویلتحق ایضا بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط
حصتہا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بہی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہی تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل قبض کے تو اوسکا حصہ ثمن سے

ساقط ہوگا مثلاً تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پہر تین سیر جلے قبل قبضہ کے تو مشتری کو دو درم دینا لازم ہوگا ایکدرم
ساقط ہو جائیگا وکذا لو زاد فی الثمن عرضاً فہلک قبل تسلیمہ انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اگر مشتری نے ثمن میں کچھ زیادہ کر دیا پہر وہ تلف ہوگیا
قبل التسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر حساب کے کذا فی القنیہ ہم مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی جسکی قیمت پچاس
درم تھے پہر کتاب ضائع ہوگئی قبل التسلیم کے تو بیع کی ایک تہائی مین بیع فسخ ہوگی کذا فی البحر یعنے ہواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قائم
ہی تو اسکا مقتضے یہہ ہی کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہو واللہ تعالیٰ اعلم ولا یشترط فی الزیادۃ فی الثمن قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن کما مر اور شرط نہیں
ہیہان کی زیادتی مین یعنی زیادت مبیع مین قائم رہنا مبیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اوسکی ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اوسمین قیام مبیع شرط ہی چنانچہ عنقریب گذر
ہوچکا ویصح الحط من المبیع ان کان المبیع دیناً وان عیناً لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بما دفع فی براءۃ
الاسقاط لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقاً اور صحیح ہے کم کر دینا مبیع سے اگر مبیع دین ہوا اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں ہواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہی اور
اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اوسکا اسقاط صحیح ہے تو پہیرلے جو اوسنے دیا تہا براءت اسقاط مین نہ براءت استیفا مین بالاتفاق ہم کہتے ہین کہ متعین گیہون
پیمانہ بہر خرید کئے پہر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کر دئے قبل قبضہ کرنیکے تو جائز نہیں ہواسطے کہ گیہون عین ہین یعنے متعین مشار الیہ ہین اور حالانکہ اسقاط عین
صحیح نہیں اور اگر گیہون کے ڈہیر سے بقدر ایک پیمانہ کی خرید کی پہر چہارم ساقط کئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے ہواسطے کہ گیہون یہان دین ہین اور اسقاط دین صحیح ہی اور
براءت اسقاط کی مثال یہہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفا کی مثال یہہ کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا بطریق
براءت استیفا اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقہا فقولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کی تو اسمین دو قول ہین یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع مین
اختلاف ہی واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو ہبۃ او حطاً فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی فینبغی ان یعول علیہ عند الفتوی بحر اور وہ
ابراء جو ثمن کیطرف مضاف ہو وہ تو صحیح ہی اگرچہ ابرا بطریق ہبہ یا کم کر دینے ثمن کے ہو تو مشتری پہیرلے جو اوسنے ثمن دیا تہا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے
فتوی دینے کے وقت کذا فی البحر یعنے شیخ الاسلام کے نزدیک ابرا مین تفصیل ہے کہ براءت اسقاط مین رجوع ہی نہ براءت استیفا مین اور شمس الدین سرخسی کی نزدیک براءت ثمن بعد
استیفا اور قبضہ کے صحیح ہی تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہی اور جب براءت استیفا مین رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط مین بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اسمین اختلاف ہوا تو
مفتی پر تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ مین رجوع کرنا براءت اسقاط مین اور عدم رجوع براءت استیفا مین باتفاق علما نقل کیا ہی سو خلاف واقع ہی
کذا فی الطحطاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنے سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفی البزازیۃ باعہ علی ان یہبہ من الثمن
کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ کذا جاز لالتحاق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ مین ہی بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے ہقدر ہبہ کرے تو صحیح
نہین اور اگر اس شرط پر بیچی کہ ثمن سے اتنا کم کر ڈالے تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوای ہبہ کے یعنے ہبہ اصل عقد سے لاحق نہین ہوتا والاستحقاق
للبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد ویتعلق بالزیادۃ ایضا فلو رد بخو عیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا
اوس سے متعلق ہوتا ہی جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بہی متعلق ہی تو اگر عیب وغیرہ سے مبیع پہر جائے تو مشتری سب پہیرلے یعنی ثمن اور زیادتی اور جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو
بالکل جس سبیکا اختیار رہی تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پہیرلے اور جب شفیع بیعکو بحق شفعہ لے تو وہ ثمن بلا زیادتی کے ساتہہ جسکو بائع
بیع پر زیادہ کر دیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ولزم تاجیل کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہی تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے ہم دین وہی ہی جو کہ دن پر واجب ہو
عقد یا استہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن المقدسی نہر الفائق مین ہی تاجیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن مبیع ہو یا سوا اسکے ہواسطے کہ حق دین کو ساقط کر دینا جائز ہی تو تاخیر مطالبہ
بطریق اولے جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنے بلا مدت باقی رہیگا اور خانیہ مین ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ مینے مدت کو باطل کیا یا اوسکو چھوڑا تو دین
حال ہو جائیگا اور اگر مدیون نے کہا کہ مین مدت سے بری ہون یا مجکو اوسکی کچھ حاجت نہین تو یہ قول ابطال اجل نہوگا کذا فی النہر الا فی سبع علی ما فی مداینات الاشباہ بدل
صرف وسلم وثمن عند اقالۃ وبعدہا وما اخذ بہ الشفیع ودین المیت والسابع القرض مگر سات صورتون مین تاجیل دین لازم نہین چنانچہ اشباہ کی مداینات میں ہے

صرف کے دونون عوضون مین اور سلم مین یعنی رأس المال مین اور ثمن مین اقالہ کے وقت اور اوسکے بعد اور اوس قرض مین جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین
میت مین اور ساتوین قرض مین ہم بحرالرائق مین ہے کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہین خلاصہ مین ہو کہ اگر مدیون مرگیا اور دین حال ہوگیا
اور وارثون نے اوسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہین نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہو کہ مسائل مذکورہ مین تاجیل صحیح نہین نہ کہ صحیح
غیر لازم ہو چنانچہ ظاہر بحرالرائق اسپر ناطق ہے کیونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھہ ملحق کیا ہو فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہین ہم وجہ اوسکی یہہ ہے
کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ اور صلہ ہے ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہین وہ قرض دینے کا بھی مالک نہین چنانچہ وصی اور صبی اور ولی اور مکاتب
اور عبد ماذون پھر جب عاریت ٹھیرا تو اوسمین تاجیل لازم نہوئی کیونکہ معیر کو اگر اوسنے عاریت کی مدت ٹھیرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کی
قرض معاوضہ ہو کیونکہ اوسمین رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہین کیون کہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے اودھار ہو اور یہہ مقتضی نسیہ قرض
کو ہے اور یہہ خلاف اجماع ہو لہذا علماء حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہو کذا فی الزیلعی وفی النہر یعنی اگر قرض مہینہ بھر کے وعدہ پر دیا ہو تو مقرض مستقرض سے
ہی فی الحال مطالبہ کر سکتا ہو الا فی اربع اذا کان مجحوداً تاجیل قرض لازم نہین مگر چار صورتون مین لازم ہو جب کہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو دوسری صورت
عاشم نہادت ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ مین تیرے قرضکا اقرار نکرونگا تا وقتیکہ تو اوسکی کچھہ مدت مقرر کردے یا اصل مال سے کچھہ کم کر
دے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو ثابت لازم ہوگی کہ اوسکا فی الحال مطالبہ نہین کر سکتا یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ اوسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر
علانیہ گواہون کے روبرو یہہ کہا تو مقرض فی الحال ماخوذ ہوگا کذا فی الطحطاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا
حکم دیا ہو بعد ثابت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک او احالہ علی آخر فاجلہ المقرض او احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبرئۃ یا مستقرض نے
قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کیواسطے کچھہ مدت مقرر کردی یا مستقرض نے اپنے اوس مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہے ہواسطے کہ حوالہ بری الذمہ کر دینے

والا ہو محیل کا ہم جواز کی دونون صورتین ملکر ایک مسئلہ ہین جیسے مسئلہ رابعہ یعنی وصیت مین دو صورتین مین والرابع الوصیۃ اوصی بان یقرض من مالہ
الف درہم فلاناً الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسامح فیہا نظراً للموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ فیصح ویلزم چوتھی صورت
لزوم تاجیل اوسکی وصیت ہو یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ اوسکے مال سے ہزار درہم فلانے شخص کو قرض دیئے جائین سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اوسکے ثلث مال سے
اور آسانی کیجائیگی سال کی مدت مین بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اوس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت ٹھیرانیکو وصیت کی تو صحیح ہوا اور مدت لازم ہے
والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدل صرف وسلم وصحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ وشفیع ودین میت ولازم فیما عدا ذلک
واقرہ المصنف وتعقبہ فی النہر بان الملحق بالقرض تاجیلہ باطل اور خلاصہ یہہ ہو کہ تاجیل دین کی تین طرح ہے بدل صرف اور سلم مین تو تاجیل باطل ہو اور
تاجیل صحیح غیر لازم ہے قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت مین اور تاجیل لازم ہے سوای انکے مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت
رکھا ہو لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہو کہ ملحقات قرض یعنی اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہے ہم قول صاحب نہر کا سابق مفصلاً مذکور ہو چکا قلت
ومن حیل تاجیل القرض کفالتہ مؤجلاً فیتاخر عن الاصیل لان الدین واحد کما ذکرنا فی خاتمۃ التحفظ مین کہتا ہون اور منجملہ تدابیر تاجیل
قرض کے ضمانت ہی قرضکی مدت ٹھیرا کر تو مطالبہ قرض کا اصیل سے ضمناً متاخر ہوجائیگا ہواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہہ پانچوین صورت عدم جواز تاجیل
قرض سے مستثنی ہوئی اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم جیسے اگر زید نے مثلاً سو درہم خالد سے قرض لئے اور چاہا کہ ادای قرض کی کچھہ مدت مقرر ہو جاوے تو اوسکا طریقہ یہہ ہے کہ
زید عمرو کو ضامن دے اور عمرو ایکسال یا ایک مہینہ کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمناً زید سے مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہو کہ ابو یوسف کے نزدیک
در صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہوگا مگر مستقرض سے فی الحال مطالبہ ہے تو شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہو واللہ تعالی اعلم وفی
الاشباہ حیلۃ تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلاً الی کذا ویصدقہ الطالب انہ کان مؤجلاً علیہما ویقر
الطالب بان المیت لم یترک شیئاً والا لامر الوارث بالبیع للدین وہذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ

اشباہ کے باب الحیل مین تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تہا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب دین اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اسکے کفیل پر دین مؤجل تہا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت نے کچہہ متروکہ نہین چہوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اوسکے بعد الی کا ادای دین کیواسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہی کہ جب دین مؤجل نے الحال واجب الادا ہوجاتا ہی مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہین ہوتا ہم عنقریب مذکور ہوچکا کہ ضامن پر دین مؤجل ہوجاتا ہی اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہی علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہے تو اس تکلف کی کچہہ حاجت نہین خلاف واقع ظاہر کرکے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجیٔ اٰخر الکتاب انہ لو حل بموتہ او ادّاہ قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وھو جواب لمتاخرین مین کہتا ہون آخر کتاب مین آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اوسکی مدت کے آنیکے ادا کردیا تو اوسکے واسطے منافع تجارت سے کچہہ نہین مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب متاخرین فقہا کا یعنے جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہی مدیون اور دائن کی بیچ مین اسمین سے مدیون کچہہ نفع نپاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیہ۔

فصل فی القرض یہ فصل ہے قرض کے بیان مین ھو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب مین وہ چیز ہے جسکو تو دے تاکہ اوسکا تقاضا کرے ھم چیز عام ہی قیمی اور مثلی سے اور تقاضا بہی عام ہی بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وھو اخصر من قولہ اور شرعا قرض وہ ہی جسکو تو دے منجملہ مثلیات کے تاکہ اوسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آیندہ سے ھم طحطاوی نے کہا لیکن یہہ تعریف ودیعت پر بہی صادق آتی ہے جسمین عین شی کا تقاضا ہوتا ہی چنانچہ ودیعت عقد مخصوص ای بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لآخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وھبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تاکہ وہ شخص لیتا مال پہیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اوسکے چنانچہ یون کہنا کہ مجکو اتنے درم دے تا مین تجکو مثل اوسکی پہیر دون دفع مال بمنزلہ جنس کے ہی اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کی قید سے مانند ودیعت اور ہبہ نکل گئے ھم ودیعت کی مانند عاریت ہی کیونکہ ودیعت اور عاریت مین رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبہ کی مانند صدقہ ہی کہ دونون مین نہ رد مثل ہے نہ رد عین ہی وصح القرض فی مثلی ھو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک اور صحیح ہی قرض مال مثلی مین مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کرڈالنے سے اوسکے مانند تاوان دینا پڑے ھم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیز اور عددی متقارب جیسے انڈہ اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ مین قرض صحیح نہین کذا فی العالمگیریہ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکسان ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہین مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزون مین چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہونے رد مثل کے ھم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات مین رد مثل نہین ہوسکتا لہذا قرض اونمین صحیح نہوا قالہ عالمگیری متفاوت چیز مین قرض صحیح نہین چنانچہ ریاحین رطبہ اور بقول مین لیکن حنا اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے کچہہ مضائقہ نہین واعلم ان المقبوض بالقرض الفاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کرکہ جو چیز مقبوض بالقرض فاسد ہی وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اوس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اوسکا بیچڈالنا حرام نہین بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ھم قرض فاسد جیسے گیہون کا قرض لینا بلکہ سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع ہواسطے حرام ہوا کہ شارع کی ایمین اجازت نہین اگرچہ متعاقدین راضی ہوجاوین کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض الدراہم والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقاربا فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجیٔ تو صحیح ہی قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اوس چیز کا جسمین پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہی یا وہ کا شمار ہوتا ہے بشرطیکہ متقارب ہو اس صحیح ہی قرض لینے اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کرکے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربوا مین آویگا ھم طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقراض مین فقہا نے عمدگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہین کہا استقرض من الفلوس الرائجۃ والعدالی فکسدت فعلیہ مثلہا کاسدۃ ولا یغرم قیمتہا وکذا کل ما یکال ویوزن لما مرّ انہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ بغلائہ ورخصہ ذکرہ فی المبسوط من غیر خلاف وجعلہ فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام

وعند الثانی علیه قیمتها یوم القبض وعند الثالث قیمتها فی آخر یوم رواجها وعلیه الفتویٰ ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لئے پھر انکا رواج
جاتا رہا تو اوسپر مانند اوسکے غیر مروج فلوس لازم الادا ہین اور وہ شخص اونکی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسیطرح ہر کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے ہواسطے کہ
مذکور ہوچکا کہ قرض مین ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہین اوسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط مین اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ مین وجوب مثل کو امام اعظم کا
قول ٹھیرایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اوسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اوسپر لازم ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم
گرانی اور ارزانی کا اوسوقت اعتبار نہین جبکہ قرض لینا اور ادا کرنا ایک ہی شہر مین ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا غایہ مین ہے کہ ظاہرا عدالی جمع ہے عدلی کی اور
بحر الرائق کے باب الصرف مین بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ وتخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ دراہم ہین جو عدال کیطرف منسوب ہین شاید عدال بادشاہ کا
نام ہے جسکے طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی العطایا قال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذه صاحب القرض بمکۃ فعلیه قیمته
بالعراق یوم اقترضه عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیه ان یرجع معه الی العراق فیاخذ طعامه منا بزازیہ سے کہا اور اسیطرح
مسئلہ فلوس کے مانند ائمہ ثلثہ مین خلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیہون یا مطلق اناج قرض لیا عراق مین مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ شریفہ مین تو اوسپر
قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق مین تہی اوسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور
صاحب قرض پر لازم نہین کہ مستقرض کے ساتھ پہر جا عراق کیطرف اور وہان اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ مین قیمت عراق اور قیمت مکہ معظمہ کا حال بیان نہین کیا سو اگر
دونون شہر دونکی ایک ہی قیمت ہو تو قیمت عراق کا کچہ اعتبار ضرور نہین اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام
ببلد الطعام فیه رخیص فلقیه المقرض فی بلد الطعام فیه غال فاخذه الطالب بحقه فلیس له حبس المطلوب ویؤمر المطلوب بان
یوثق له بکفیل حتی یعطیه طعامه فی البلد الذی اخذ منه اور اگر اناج قرض لیا اوس شہر مین جسمین اناج ارزان ہے پہر قرض دینے والے نے اوس
شہر مین قرض لینے والے سے ملاقات کی جسمین اناج گران ہے اور طالب نے اپنے حق کا اوس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہین اور مطلوب کو حکم
ہوگا کہ اعتماد کرلے ضامن دیکر تا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اوس شہر مین جس مین اوس سے قرض لیا تہا استقرض شیئا من الفواکه کیلا او وزنا فلم یقبضه
حتی انقطع فانه یجبر صاحب القرض علی تاخیره الی مجئ الحدیث الا ان یتراضیا علی القیمة لعدم وجوده بخلاف الفلوس اذا کسدت وتمامه
فی صرف الخانیة قرض لیا کوئی میوہ ناپکر پیمانہ سے یا تولکر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا نکیا یہان تک کہ میوہ منقطع ہوگیا یعنی اوسکی فصل جاتی رہی تو صاحب
قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تا تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہہ کہ دونون اوسکی قیمت پر راضی ہوجاوین بسبب موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے
جب کہ اونکا رواج جاتا رہے تو اونکی قیمت دینا جائز نہین کیونکہ فلوس غیر مروجہ ناپیدا نہین اور پورا بیان اسکا خانیہ کے باب الصرف مین ہے ویملک
المستقرض القرض بنفس القبض عندهما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فله رد المثل ولو قائما خلافا له بناء علی انعقاده بلفظ
القرض وفیه تصحیحان وینبغی اعتماد الانعقاد لافادته الملك للحال بحر اور مالک ہوجاتا ہے مستقرض قرض کا بمجرد قبضہ کرنیکے امام اور
محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک تا قیام قرض اوسکا
رد مثل جائز نہین طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنے بدون اوسکے استہلاک کے اور اسمین انعقاد اور عدم انعقاد دونو قولونکی
تصحیح وارد ہے اور رائق سے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اوسکے مفید ہونیکے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنے بمجرد لفظ قرض اور قبضہ کے ملک عین فی الحال ثابت
ہوجاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہین فجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراهم مقبوضة
فلو تفرقا قبل قبضها بطل لانه افتراق عن دین بدین بزازیہ فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے
بعوض دراہم مقبوضہ کے پہر اگر دونون شخص متفرق ہوئے قبل قبض دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہہ افتراق عن الدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ
ہم خرید مستقرض افادہ ملک پر متفرع ہے یعنے جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اوسکے ذمہ ضمان مثل ثابت ہوگیا تو اب اوسکو اوس کا خرید کرنا بثمن نقد

جائز ہوا بحرالرائق مین ہی کہ بیع الدین بالدین جائز ہی بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف مین یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف مین کذا فی الطحطاوی و اقرض صبیا محجورا فاستہلکہ الصبی لایضمن خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعہ او اودعہ و مثلہ المعتوہ قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اسکو تلف کیا تو اوسپر ضمان نہین بخلاف ابو یوسف کے اور اسیطرح خلاف ہی طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اوسکے پاس امانت رکھی اور اوسنے تلف کرڈالی اور صغیر کے مانند مرد بیہوش ہے ہم ابو یوسف کی نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہی فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یؤاخذ بہ قبل العتق خلافا للثانی وہو کالودیعۃ سواء خانیہ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اوس قرض کا مواخذہ نہین اوسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم مین برابر ہین کذا فی الخانیہ وفیہا استقرض من آخر دراہم فاتاہ المقرض بہا فقال المستقرض القہا فی الماء فالقاہا قال محمد لاشئ علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعۃ فان بالالقاء یعد قابضا والفرق ان لہ اعطاء غیرہ فی الاول لا الثانی وعزاہ لغریب الروایۃ اور خانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اوسکے پاس دراہم لایا مستقرض نے کہا کہ انکو پانی مین ڈالدی اور اوسنے دراہم پانی مین ڈالدیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہین اور یہی حکم دین اور سلم کے رأس المال کا ہی بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی مین ڈالدینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونون صورتون مین یہ ہی کہ ماخوذ کو غیر کے دینے کا اختیار ہے پہلی صورت مین یعنے قرض اور دین اور رأس المال نہ دوسری صورتین یعنی خرید اور ودیعت مین اور صاحب خانیہ یعنی قاضیخان نے اس قول کو روایت غریبہ اور اوسکے طرف نسبت کیا ہی ہم خرید سے مراد یہ ہی کہ بائع مبیعکو مشتری کے کہنے سے پانی مین ڈالدی اور ثمن منقود کا پانی مین ڈالنا مراد نہین کذا فی الطحطاوی وفیہا القرض لایتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منہا لایبطلہ ولکنہ یلغو شرط رد شئ آخر فلو استقرض الدراہم المکسورۃ علی ان یؤدی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض اور خانیہ مین ہے کہ قرض متعلق نہین ہوتا جائز شرطون سے یعنے تعلیق بشرط کو قرض قبول نہین کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہین کرتی ولیکن دوسری چیز کی پھیر دینے کی شرط لغو ہوجاتی ہی تو اگر ٹوٹے پھوٹے دراہم قرض لئے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو دوسرے شہر مین ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر مانند مقبوض کی یعنے ٹوٹے پھوٹے دراہم کا دینا اور اسیطرح اوسی شہر مین اناج کا دینا جہان قرض لیا جامع الفصولین مین ہے کہ قرض مین مجال الفاسد شرط نہین اور قرض کا محل تعین ہی کذا فی الطحطاوی فان قضاہ اجود بلاشرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لایجبر پہر اگر مستقرض نے نہایت کہری جنس ادا کی بدون مشروط ہونے عمدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کہری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوسپر زبردستی نہین کیجائیگی کذا فی البحر ہم قول ثانی یعنے عدم جبر صحیح ہی جیسے ناقص تر کے قبول مین جبر نہین کذا فی العالمگیریۃ اور اگر دین مؤجل تہا اور اوسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اوسکے قبول مین جبر ہوگا شارح نے اسکا حکم بیان نکیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج ہو جیسے ایکدانگ یعنی بقدر چہ جو کے سو درم مین تو جائز ہے نہ ایکدرم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز مین دو قول ہین اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج نہین اور مدیون اسکو جانتا نہو تو اوسکو پہیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اوس چیز کو تبعیض یعنے اوسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہین اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو بطریکہ اونمین کوئی خفیف الوزن درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہین اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہے ملخصا اور تبیین المحارم مین ہی کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہین کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمۃ مین جائز نہین اور غیر محتمل القسمۃ مین جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ اور خلاصہ مین ہے کہ شرط کرکے قرض دینا حرام ہوا اور شرط لغو ہی اسطرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اوسکو فلانے شہر کی طرف لکہدے تا اوسکا دین وہان دیا جاوے ہم اور اگر استقراض مطلقاً بلا شرط ہوا اور بعد اوسکے ایفاء دین دوسری شہر مین ہو تو مکروہ نہین کذا فی العالمگیریۃ اس صورت کو ہندوستان مین ہنڈوی کہتے ہین اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ مین آویگا وفی الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام فکرہ

المرتھن فسکنی المرتھن فیہ باذن الراھن اور اشباہ مین ہو کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوی وہ حرام ہی تو مرتہن کو گھر ہی مکان مین راہن کے اذن سے رہنا مکروہ
ہو یعنی اسواسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضون نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرھن مین بیان کریگا امام کرخی نے کہا کہ
نفع قرض کا اوسوقت حرام ہی جبکہ منفعت مشروط ہوا ور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ تر ادا کرے تو کچھہ مضائقہ نہین اور اگر مقرض نے درم اسواسطے قرض دئے تا مستقرض اوس
متاع مثمن گرانی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہی اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہو تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی الاستقراض
پر محمول کیا ہے اور افضل یہہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہہ قرض کے سبب سے ہی اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو
تو تحفہ لینے سے پرہیز نکرے اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہی یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسیطرح حکم ہی شمس الائمہ
نے کہا کہ یہہ جو محمد نے کہا ہی کہ مدیون کی دعوت کا کچھہ مضائقہ نہین تو اسپر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہوا اور اگر دعوت کی عادت نہو یا
بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال نہین اور اگر دائن مدیون کے دراہم پاوے بشرطیکہ دین حل
نہوا ہو اور وہ دراہم عمدہ تر نہون تو اوسکو لینا جائز ہی والا جائز نہین چنانچہ اگر درم قرض ہون اور اوسکے دینار پاوے تو لینا درست نہین کذا فی الحطاوی والمنصفا
فروع مسائل ملحقہ شارح کے استقرض عشرۃ دراھم وارسل عبدہ لاخذھا فقال المقرض دفعتہ الیہ واقر العبد بہ وقال دفعتھا الی
مولای وانکر المولی قبض العبد العشرۃ فالقول لہ ولا شئ علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضھا بجہۃ بحق قرض اگر دس درم اور اپنے
غلام کو اون کے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ مینے غلام کو قرضہ دیا اور اوسکے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ مینے درم اپنے مولے کو دئے اور مولے
نے قبض غلام کا انکار کیا یعنے دس درم غلام کے قبضے مین نہین آئے تو مولے ہی کا قول معتبر ہوگا اوسپر کچھہ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ بھر لیگا اسواسطے
کہ غلام مقر ہی کہ اوسنے دراہم کو واجبی قبضہ کیا انتہے کذا فی البحر ھم واجبی قبض کی وجہ یہہ ہی کہ غلام نے بواسطے استقراض مولے کے دراہم پر قبضہ کیا تو معلوم
ہوا کہ اگر مولے قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادای قرض اوس پر لازم ہوگا کذا فی الحطاوی عن الثانیہ عشرون رجلا جاؤا واستقرضوا من رجل وامروہ بالدفع لاحدھم
فدفع لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیہ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور
اوسکو امر کیا اپنے گروہ مین سے ایک مرد کے دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہین کرسکتا اوس شخص سے مگر بقدر اوسکے حصے کے مین کہتا ہون اس قول سے
مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیہ ھم فتاوی عالمگیری مین کہا خلاصہ سے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی
توکیل جائز نہین اور استقراض کی پیام رسانی آمر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح پر کہ فلانے شخص مرسل کو قرضہ دے
تو قرض آمر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنے قرضکو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اسطرح پر کہ مجھکو قرض دے فلانے شخص مرسل کیواسطے تو وکیل
اپنی ذات کیواسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لئے وہ اوسیکے مملوک ہون گے اوسکو اختیار ہی چاہے موکل کو ندے کذا فی الحطاوی وفیہا استقراض العجین
وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخبز بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ والسلام من خمیرۃ یتعاطاھا الجیران ایکون ربوا فقال ما راہ المسلمون حسنا
فھو عند اللہ حسن وما راہ المسلمون قبیحا فھو عند اللہ قبیح اور قنیہ مین ہے کہ قرض لینا گوندہے آٹے کا تول کر جائز ہی اور لائق ہی جائز ہونا قرض کا خمیرہ
مین بدون وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سؤال ہوا اوس خمیر کا جسکو پڑوسی ایکدوسریکو دیا لیا کرتے ہین کہ کیا یہہ بیاج ہی تو فرمایا کہ جسکو مسلمین اچھا
جانین وہ خدا تعالے کے نزدیک خوب ہی اور جسکو مسلمان برا جانین وہ خدا کے نزدیک برا ہی ھم مختار الفتاوی مین ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہی بحر الرائق
مین ہے کہ وزن کی قید سے اشکل نکل گئی تو اشکل سے قرض بلا وزن جائز نہین اور حدیث ما راہ المسلمون کی مسند احمد مین ابن مسعود سے مروی ہی اور یہہ حدیث
موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہی نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا کذا فی الحطاوی عن المقاصد الحسنہ وفیہا شراء الشئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض
یجوز ویکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ مین ہی کہ کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہی اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت کہا
ہی ھم اسکی گفتگو عنقریب کو رہو چکی قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود لو ادان زید العشرۃ باثنی عشر او بثلثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی

زمانینا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا تعطی العشرۃ بازید من عشرۃ و نصف و نبۃ علی ذلک تلم یمتثل ماذا یلزمہ فاجاب یعزر و یحبس الی ان تظہر توبتہ وصلاحہ فیترک مین کہتا ہون اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین یہہ سوال ہی کہ اگر زید نے درم دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرضدئیٔ ہمارے زمانے مین بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہی اس پر کہ دس درم ساڑہے دس سے زائد پر ندیئے جاوین یعنی زید کو اسپر آگاہ کر دیا گیا اور اوسنے نمانا کیا سزا اوس پر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جوابدیا کہ اوسکو تعزیر دیجاوی اور قید کیا جاوی یہان تک کہ اوسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اوسکی خلاصی ہو ہم معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالۃ مین آویگا صورت اوسکی یہہ ہی کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اوسنے یہہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار مین دس درم ہے زید کے ہاتہہ بارہ درم کو بیچا پہر زید نے اوسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم وفی ہذہ الصورۃ ہل یرد ما اخذہ من الربح لصاحبہ فاجاب ان حصلہ منہ بالتراضی ورد الامر بعدم الرجوع لکن یظہر ان المناسب الامر بالرجوع واتبع من ذلک السلم حتی ان بعض القری قد خربت بہذا الخصوص انتہی اور اسی صورت مذکورہ مین سوال ہو کہ کیا صاحب دین پہیر دی جو اوسنے نفع لیا ہی مدیون سی تو مفتی ممدوح نے جوابدیا کہ اگر اوسکو نفع اوس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہی لیکن ظاہرا پہیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے بتر سلم ہی یہان تک کہ بعضے قریات اس عمل مخصوص سے ویران ہو گئی انتہی جواب المفتی المرحوم ہم یہان سلم سے ایک قسم خاص مراد ہی یعنے دراہم قلیل دے اور بہت سے گیہون یا گہی وغیرہ ٹہیرا لے بطرح پر کہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو مسلم فیہ کا یا کمتر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہہ باب ہی ربوا یعنے سود اور ربا کے احکام مین ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مین زیادت ہی مگر یہہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی یاایہا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ ای ایمان والو بیاج نکہاؤ اس آیت مین ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین ہوا ور کا ہے ربوا الفضل زیادت کو بھی کہتے ہین تسمیے بمعنے مصدری قال اللہ تعالی واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنے اموال ربویہ کے قرض اور بیع مین زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصا معلوم ہوا کہ جیسے بیع مین سود حرام ہی ویسے ہی قرض مین بہی حرام ہے تو یہہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہین کہ سود تو فقط بیع مین حرام ہے نہ قرض مین سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ مین ابن مسعود سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کہانے والے اور کہلانیوالے پر ابو داؤد اور ترمذی مین اتنی روایت زیادہ ہی کہ سود کے دونو گواہون اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نرہیگا مگر سود کہائیگا اور اگر سود نکہائیگا تو اوسکو اوسکی بہاپ لگی گی اور ایک روایت یون ہی کہ اوسکا غبار لگے گا کذا فی التیسیر ہو لغۃ مطلق الزیادۃ ربوا لغت مین مطلق زیادت کو کہتے ہین یعنے خواہ کیل یا وزن مین زیادت ہو یا سوا اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئۃ والبیوع الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیہ وبحر اور شرع مین ربوا عبارت ہی زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا نسیئہ یعنے تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف مین داخل ہو گئین اسواسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہین تو واجب ہے پہیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اوسکا رد ضمان اسواسطے کہ ربوا مین عوض مملوک ہو جاتا ہی قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر ہم نسیئہ کی یہہ صورت ہی کہ درم کو درم سے بیچا سوا ایکدرم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہوا ایکدن یا دو دنکا تو اگرچہ یہان حقیقے زیادتے نہین لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیئہ سی اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہین چنانچہ بیع باشرطین خالی عن عوض خرج مسئلۃ صرف الجنس بخلاف جنسہ ربوا وہ زیادتی ہی جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اوسکے مخالف جنس سے نکل گیا ہم باب الصرف مین مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بہر گیہون اور پیمانہ بہر جو اور سکے دو چند گیہون اور جو سے بیع کرے تو جائز ہو کیونکہ گیہون بمقابل جو اور جو بمقابل گیہون واقع ہوگئے تو یہہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹہیری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہی تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہین ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہین مثلا دس گز ثوب ہروی کو پانچ گز ثوب ہروی سے دست بدست بیچا ربوا نہین کیونکہ مقدار شرعی سے نقصے ہی اور

باب الربوا

اسی طرح ایک انڈے کو دو انڈون سے دست بدست بیچا ربوا نہین مشروط ذلک اے تفضل لاحد المتعاقدین ای بائع او مشتر فلو شرط لغیرھما فلیس بربوا
بل بیعًا فاسدًا اور یہہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونون کے سوا اجنبی کے واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہہ
ربوا نہین بلکہ بیع فاسد ہے ھم ربوا نہین یعنے مصطلح ربوا نہین والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا مین داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے
اسواسطے کہ یہہ مشعر ہے اسکا کہ ثبوت ربا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہین ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض
اور مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہین آپس مین تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل
ثمر یہہ سب حرام ربوا ہی چنانچہ جواہر اور منتف مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی فی المعاوضة فلیس الفضل فی الھبة بربوا فلو شری عشرة دراھم فضة
بعشرة دراھم وزادہ دانقا ان وھبه منه انعدم الربوا ولم یفسد الشراء وھذا ان ضرھا الکسر لانھا ھبة مشاع لا یقسم کما فی المنح عن الذخیرة
عن محمد ربوا وہ ہے جسمین فضل مذکور معاوضے کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ مین ربوا نہین اگر خریدے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ
یعنی چھہ جو کی برابر چاندی ثمن مین زیادہ دے اگر یہہ زیادتی بائع کو ہبہ کر دی مشتری نے تو ربا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہوئی یعنے ہو اسواسطے کہ یہہ فضل فی الہبہ
نہ فضل فی المعاوضہ اور فضل فی الہبہ ربوا نہین اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اور یہہ یعنے صحت ہبہ اسوقت ہے جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو
مضر ہو اسواسطے کہ یہہ ... اور ... جو قسمت پذیر نہین کذا فی المنح عن الذخیرة عن محمد وفی صرف المجمع ان صحة الزیادة والحط قول الامام وان
محمدا اجاز الحط وجعله ھبة مبتدأة کحط کل الثمن وابطل الزیادة قال ابن الملک والفرق بینھما خفی عندی اور مجمع کے باب الصرف مین ہے
کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز کہا ہے اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کی مانند اور زیادہ کرنے
کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ھم طحطاوی نے کہا یہہ مسئلہ مستقلہ ہے موضوع اوسکا یہہ ہے کہ متعاقدین
نے متساوین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع اون دو درمون کے مسئلے کی مانند ہے
جسمین ایک سم کا وزن زیادہ ہے قال وفی الخلاصة لو باع درھما بدرھم واحدھما اکثر وزنا فالفضل له زیادته جاز لانه ھبة مشاع لا یقسم ولو
باع قطعة لحم بلحم اکثر وزنا فوھبه الفضل لم یجز لانه ھبة مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے
درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اوسنے حلال کر دیا یعنے بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر
گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اوسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہین کیونکہ یہہ ہبہ ہے مشاع قسمت پذیر کا
قلت وما قدمنا عن الذخیرة عن محمد صریح فی عدم الفرق بینھما وعلیه فالکل من الزیادة والحط والعقد صحیح عند محمد کذا
عند الامام سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبه علی ھذا مین کہتا ہون کہ جو ہمنے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل
کیا وہ صریح ہے عدم فرق مین درمیان زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور بموجب اوسکے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک
اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوای عقد کے کہ وہ فاسد ہے بواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہئے کیونکہ مین نے کسی شخص کو نہین دیکھا جسنے اس پر
آگاہ کر دیا ہو ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہان ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جبکہ زیادت ظاہر ہو
گئی ہو احد العوضین مین یعنے بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جبکہ عقد متساوین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض مین زیادہ کر دیا ہو تو اول
مین ہبہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی مین زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلته ای علة تحریم الزیادة القدر المعھود بکیل او وزن
مع الجنس اور علت اوسکی یعنے تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ھم اصطلاح فقہ مین علت
وہ ہے جسکے طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوای کیل یا وزن کے ذراع
اور عدد کو شامل نہ رہی کذا فی الطحطاوی جنس عبارت ہے مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل

اسباب ہیں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوای بخاری کے عبادہ بن الصامت سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر
والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء یداً بید فاذا اختلف ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید زاد مسلم فمن زاد او استزاد فقد اربیٰ
کذا فی النہر والفتح یعنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہوں گیہوں سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک
نمک سے بیچو مثل کو بعوض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جب کہ یہ اجناس مختلف ہوں تو بیچو تم جا ہو جسطرح بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں اتنی زیادتی ہے
کہ جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور میں تماثل کو شرط بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہیں
اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کیطرف اشارہ فرمایا ہے اسواسطے کہ سونا چاندی موزون ہیں اور گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک کیلی ہیں تو گویا ارشاد
ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیز میں مماثلت واجب ہے اور پوری مماثلت دو چیزوں میں دو اعتبار سے ہوتی ہے باعتبار صورت کے اور باعتبار معنے کے تو کیل اور وزن سے
مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور اتحاد الجنس سے مماثلت معنوی اور بجملہ تتمیم تماثل مساوات ہے تقابض البدلین میں کیونکہ حال کو موخر پر مزیت ہے مثل مشہور ہے
النقد خیر من النسیۃ لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ فان وجدا حرم الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمد ای التاخیر
فلم یجز بیع قفیز بر بقفیز منہ متساویاً واحدہما نساء سو اگر مقدار اور جنس دونوں ساتھ پائے جائیں تو فضل یعنے زیادت اور تاخیر دونوں حرام ہیں اور جائز
نہیں قفیز بھر گیہوں کی بیع قفیز بھر گیہوں سے برابر اور حالانکہ ایک عوض میں تاخیر ہو ہم نساء بالمد و فتح نون عبارت ہے تاخیر سے اور اسیطرح اگر دونوں عوض نسیہ
ہوں تو بھی حرمت ثابت ہے شارح نے فضل پر تفریع کی بسبب اوسکے ظاہر ہونیکے اور اگر فضل اور تاخیر دونوں مجتمع ہوں تو حرمت فضل کے سبب ہوگی کذا فی
العطایہ وان عدما بکسر الدال من باب علم ابن ملک حلا کہروی بمرویین لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونوں
معدوم ہوں تو زیادتی اور تاخیر دونوں حلال ہیں چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسببیکہ علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے
ابن ملک سے نقل کیا کہ عدما بکسر دال علم یعلم کے باب سے ہے ہم کپڑی میں نفے مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفے جنسیت بسبب اختلاف نام اور حقیقت
مقصود کے ہے پھر جب علت تحریم کے دونوں جز نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض بھی اسیطرح نسخہ گلستان کو دو بوستان نسخوں
میزان الطب سے بیچنا یا گاڑہے کے ایک تھان کو دو ہوتڑ کے دو چار تھانوں سے بدلنا حلال ہے اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیہ وان وجد احدہما ای القدر
وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبداً بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونوں چیزوں میں سے
ایک چیز پائی جائے یعنے فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر
کرکے تو بیع جائز نہوگی بسبب پائے جانے جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقتے علت تھا تو ایک امر کے ہونے سے شبہہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت
فضل حرام ہوئی اور شبہہ علت سے شبہہ فضل یعنے تاخیر اسواسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کے ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ بھر گیہوں دو پیمانہ بھر
جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے اسواسطے کہ دونوں کیلی ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہوں
اور گیہوں کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونیکی یہ مثال ہے کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی سے
یا تخت کی تخت سے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابوداؤد میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کو
فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کریں اور موطا میں ہے کہ علی مرتضے نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد
جنس محرم تاخیر کا نہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرۃ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے
بطریق نسیہ یعنی مدت ٹھیرا کر منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جز یعنے اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس حدیث سے اگلی
دونو حدیثیں متعارض نہیں ہوسکتیں کیونکہ وہ مبیح ہیں اور یہہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یوں ہوسکتا ہے کہ اجازت
قبل تحریم ربوا کے ہوگی واللہ تعالے اعلم واستثنی فی الہدایۃ والدرر الاسلام منقودا فی موزون کیلا ینسد اکثر ابواب السلم اور استثنا کیا ہے مجمع اور درر میں

[illegible]

ہرنی کی مثل [illegible] قریب ہے نقد [illegible] ۱۲

منسوب بمرو [illegible] کو اس کا شہر [illegible] ۱۲

نقود کی سلم کا جائز ہونا موزونون مین تا اکثر ابواب سلم کے بند نہو جاوین ھم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حدیث مشہور مین وارد ہی کہ درصورت اختلاف
جنس فضل جائز ہی اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہی کہ نقد یعنی دراہم اور دنانیر کو رأس المال قرار دینا موزونات مین جیسا کہ زعفران اور روئی وغیرہ مین جائز
نہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہہ ہی کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات مین بالاجماع مستثنیٰ ہی ورنہ سلم کے اکثر ابواب بند ہو جاوین اور ہدایہ مین اسکے
جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تو تولون اور ماشون سے ہوتا ہی اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیرون سے پہر جب طریقہ وزن کا مختلف
ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہوگئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بہی بیان ثابت ہی اختلاف معنوی یہہ ہے کہ نقود ثمن غیر متعین ہین اور زعفران
اور غیرہ مثمن متعین اور حکمی اختلاف یہہ ہے کہ نقود مین تصرف قبل قبضہ کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہوئی ق
نقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر بانفرادہ لا یحرم النساء بخلاف الجنس فالمحرم ح قال ق فی
السلم ان حرمۃ النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے غایۃ البیان سے نقل کیا ہی گیہون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون مین مین
کہتا ہون اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہین بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم مین گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق
سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ھم عبارت ابن کمال یہہ ہے کہ قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ یعنے ہمارے مذہب مین گیہون کا سلم زیتون مین
منصوص ہے اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ دونون مختلف القدر ہین کیونکہ گیہون کیلی ہین اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہین کیونکہ
اونہون نے اسلام مکیل کا موزون مین فرض کیا ہی اور حالانکہ وہ دونون مختلف القدر ہین تو جواز ہونا مکیل کا موزون مین یا مکیل کا مکیل مین کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہو گیا
زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی حاجت نرہی اور جب سلم مین یہہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نرہی کذا فی الطحطاوی ھم فرع علی الاصل
الاول بقولہ فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہی پہر اصل اول یعنے درصورت
وجود قدر اور جنس کے مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہمجنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی
کہانیکی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی ھم جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بہی حرام ہی لیکن
مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیہ لازم ہے بالعکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہی بالعکس کذا فی الحلبی ھم اختلاف الجنس یعرف
باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطہ الکمال یہہ معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہی اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف
سے چنانچہ مشرح کیا ہی اسکو صاحب فتح القدیر نے ھم فتح القدیر مین ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے متحقق ہی تو گیہون اور جو دو جنسین ہین اور ثوب
ہروی اور مروی دو جنسین ہین بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہی اور تمر یعنے کہجور کا پہل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور
رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہین اور اسیطرح صوف اور بالون کا سوت اور گاے اور بہیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبہ کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ
ہین اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنسین ہین اور آٹے جنکی اصول مختلف ہین وہ اجناس مختلفہ ہین انتہی ملخصا اور لحوم ابل جنس واحد ہین اور ابو یوسف سے مروی ہے
کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کر کے درست ہی اگرچہ طیر نوع واحد ہوا سواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہوکر بیع نہین ہوتا عادۃ ہین کذا فی النہر وحل
ذلک متماثلا لا متفاضلا اور بیع اسکی یعنی متحد القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھا کر وبلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدرہ بالمعیار بالذرۃ وبما دون نصف
صاع کحفنۃ وحفنتین وثلث وخمس ما لم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے بیع مع التفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے تقدیر اور نصف صاع
کم تر کا کوئی معیار مقرر نہین فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ بہر کی دو لپ اور تین اور پانچ سے جبتک کہ نصف صاع کو نپہنچے ھم معیار عبارت ہی پیمانہ سے یعنی وہ آلہ جسسے
مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہو جاوے نہر الفائق مین ہے کہ لپ و دو لپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہین جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے
واجبات مالیہ مین چنانچہ کفارات اور صدقۂ فطر مین نصف صاع سے کمتر تقدیر نہین فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو جیسے
ربع اور ثمن تو وہ مصر مین رائج ہو تو اوسکا تفاضل معتبر نہین یہہ اوس صورت مین ہے کہ جب احد البدلین نصف صاع کو نپہنچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز

نہین فتح القدیر مین کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ دو لپ مین بھی ربوا ثابت ہوتا ہے وتفاحۃ بتفاحتین وفلس بفلسین او اکثر باعیانہما لو اخرہ لکان اولی لما فی
النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسے کی دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ
دونون بدل متعین ہون شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالون کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق مین ہے کہ تعیین سب مین
قید ہے تو اگر دونون عوض غیر معین ہون یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہین باتفاق شیخین اور محمد کے وتمرۃ بتمرتین وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین وسکین
بسکینین ودواۃ بدواتین واناء بانائین ما لم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل فیہ اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے
کی دو انڈون سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دوسری برتن بہائی سے
بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح وابرۃ بابرتین وذرۃ من ذہب وفضۃ مما لا یدخل
تحت الوزن بمثلیہا فجاز الفضل لفقد العلۃ وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کحنطۃ بشعیر حل مطلقا لعدم العلۃ وحرم
الکل محمد وصحح کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہین دونون کے مماثل جنس سے
یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرہ سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ مین بسبب نہونے معیار کے یعنے اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہین اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے
جانے جنس کے یعنے چونکہ بدلین متحد الجنس ہین لہذا تاخیر حرام ہے یہان تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہون کی بیع جو کے دو لپ تو تاخیر حلال ہے مطلقا
خواہ فضل ہو یا نہو بسبب معدوم ہوجانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سبکو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال الدین نے
فتح القدیر مین نقل کیا ہے ہم فتح القدیر مین یون ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہین ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹہیری تو واجب ہے کہ بیع ایک سیب
کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر مکائیل بنصف صاع سے کمتر ہون چنانچہ ہمارے دیار مصریہ مین ہین تو کچہہ بھی شک نہین اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف
صاع اسکو مستلزم نہین کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجیے اور مجکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آیا ہے اور حالانکہ معلے نے محمد سے روایت کی ہے کہ اونکی نزدیک
مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر مین حرام ہے وہ اوسکے قلیل مین بھی حرام ہے انتہی ملخصا وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر
وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذہب وفضۃ فہو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا
ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہون اور جو اور
کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسیطرح ہے تا قیامت کاہے متغیر نہوگا تو صحیح نہین بیع گیہون کی گیہون سے تولکر کیونکہ
وہ کیلی ہے چنانچہ اگر سونا بیچے سونے سے یا چاندی چاندی سے کیل کرکے تو صحیح نہین کیونکہ وہ وزنی ہین اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھہ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع
قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنے سے ہم نص اسواسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج کاہے باطل پر ہوجاتا ہے جیسے ہمارے زمانے مین متعارف ہے کہ شمع اور
چراغ قبرستان مین لیجاتے ہین عید کی راتون مین اور نص شارع بعد از ثبوت باطل پر نہین ہوسکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی
فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کی کیلی یا وزنی ہونے پر شارع سے تصریح نہین تو وہ رواج پر محمول ہے یعنے اگر رواج ہے اوسکے کیل کا تو
وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر
طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہون
وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع مین وارد ہوا ہے تو اسوجہ سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے مین اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تہین پہر جب رواج
بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول
پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گنکر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے مین اوسکی مثل سے تولکر یعنے دراہم وزنی ہین اور آٹا کیلی تو جواز استقراض
دراہم اور آٹے کی بیع اوسکی مثل سے تولکر جائز نہین مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض ہوسکتی ہے کہ بعبارت عادت کے دراہم کے وزن مین اختلاف

نہین ہوتا فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منع استقراض دراہم گن کر وارد ہوا اور غیاثیہ مین ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض دقیق تولکر جائز ہو اگر لوگون مین رواج ہوا اور اسی پر فتوی ہے تو اب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نرہی کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادة الناس بحر وافق المصنف اور کافی مین وارد ہی کہ لوگون کی عادت پر فتوی ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین ہمکو ثابت رکہا ہی ہم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان مین گیہون کا بدلنا گیہون سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہان رائج نہین وزن ہی مروج ہو واللہ تعالی اعلم

والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضة بلا شرط تقابض حتی لو باع برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف مین اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر مین بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہون گیہون سے بیچے معین کرکے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبضکے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام مین ولو احدہما دینا فان ہو الثمن وقبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اوس پر قبضہ کرلے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے ہم مثلا گیہون کو گیہون سے بیچا اور ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہے یعنے مدخول با ہو جائز ہی اسطرح کہ بعت منک ہذا القفیز من الحنطة بقفیز حنطة اور جو مدخول با ہو جائز نہین وہ مبیع ہی قبض اسواسطے شرط جواز ہوا کہ دین متعین نہین ہوتا مگر قبض سے والا لا لبیعہ ما لیس عندہ سراج اور اگر دین ثمن نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہین کیونکہ یہ بیع اوس چیز کی ہو جو اوسکے پاس نہین کذا فی السراج وجیدہ مال الربوا لا فی حقوق العباد وردیئہ سواء اور ربوا کا کہرا مال اور کہوٹا برابر ہے اور حقوق عباد مین کہرا کہوٹا کے برابر نہین ہم ربوا مین کہرا کہوٹا اسواسطے برابر ٹہیرا کہ اگر جودت اور رداءت کا تفاوت معتبر ہو تو بیعکا باب بند ہو جاوے اسواسطے کہ مثلا گیہون دوسرے گیہون کی مثل نہین ہو سکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف مین تفاوت شمار نہین کرتے اور اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ جیدہا وردیہا سواء کذا فی الطحطاوی پہر جب کہرا مال اور کہوٹا برابر ٹہیرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کرکے جائز نہین مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد مین جودت و رداءت برابر نہین تو اگر زید خالد کا مال تلف کریگا تو اوسکی برابر مقدار اور جودت مین زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو والا قیمت اوسکی لازم ہوگی ولیکن مستحق جودت لعصبیت نہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی اربع مال وقف وبتیم ومریض وفی القلب لرہن اذا انکسر اشباہ مگر چار مسائل مین مال ربوا کی جودت اور رداءت برابر نہین وقف اور یتیم اور مریض کے مال مین اور گروی کنگن مین جب کہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ ہم مال وقف کو مال یتیم سے مصنف نے ملحق کیا ہی بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے ایک قفیز جید گیہون ردی گیہون کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہین اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیچکرے تو یہ تبرع ثلث مال مین نافذ ہوگا یعنی برعایت حق ورثہ اور اگر گروی کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر جنس کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی

اثر فلوسا بمثلہا او بدراہم او دنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کامز فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی مین ہے کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہی کہ بیع الفلوس بالفلوس مین اور بیع الفلوس بالنقدین مین تقابض شرط نہین چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد اسمین مختلف ہی انتہی اور بیع الفلس بالفلسین مین شرط التعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع اللحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین اما نسیئة فلا جیسے جائز ہی بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کی جنس سے ہو مثلا گاے کا گوشت گاے یا بیل سے بیع کری تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جسطرح سی کہو برابر یا کم و بیش بشرط التعیین کے اور بطریق نسیہ تو جائز نہین ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہی کہ اتحاد جنس مین تاخیر حرام ہی اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلا گاے کا گوشت بکری سے بیچکری تو اگر نسیہ گوشت مین ہی تو یہ سلم ہی حیوان مین اور اگر اوسکی عکس ہو تو یہ سلم ہی گوشت مین حالانکہ حیوان اور لحم دونون مین سلم جائز نہین وشرط محمد زیادة المجانس اور محمد نے شرط کیا ہی زیادہ ہونا ہم جنس کا ہم جنس سے گوشت مقطوع مراد ہی تاکچہ گوشت جانور کے گوشت کی مقابل ہو اور کچہ گوشت اوسکے جگر اور طحال وغیرہ کی مقابل ہو والا ربوا ثابت ہوگا کذا فی الحلبی ولو باع مذبوحة بحیة او بمذبوحة جاز اتفاقا ولذا المسلوخ ان تساویا وزنا ابن ملک واراد بالمسلوخة المفصولة عن السقط کالکرش والامعاء بحر اور اگر مذبوح جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو باتفاق

شیخین اور محمد کے جائز ہے اور اسیطرح کہال اور اوجہڑی دو جانوروں کی باتفاق بیع جائز ہے اگر دونوں وزن میں برابر ہوں کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی
نے مسلوخ سے اوس جانور کا ارادہ کیا جو اوجہڑی اور انتڑیوں وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں ضمیر ارادطحاوی کیطرف راجع ہے
شارح کو مناسب تہا کہ اوسکا کلام ذکر کرتا [illegible] کا نام منطبق نہیں ہوتا چنانچہ کہال اور اوجہڑی
اور انتڑیاں اور تلی وکما جاز بیع کرباس بالقطن وغزلہ مطلقا لیف ما کان لاختلافھما جنسا اور جیسی جائز ہے بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے
مطلقا جسطرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا بعد نقض کے سوت اور روئی نہیں ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن
بغزل القطن فی قول محمد وھو الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقا محمد کے قول میں اور یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی
وفی القنیۃ لاباس بغزل قطن بثیاب قطن یدا بید الا نھما لیسا بموزونین ولا جنسین وکذلک غزل کل جنس بثیابہ اذا لم توزن اور قنیہ
میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کے سوت کی بیع میں روئی کے کپڑوں سے دست بدست اسواسطے کہ دونوں موزون نہیں جو زیادتی جائز نہو اور دونوں مختلف الجنس
نہیں کہ دست بدست شرط نہو اور اسیطرح مطلقا دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس کے سوت کی اوسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہوتا ہو مسئلہ بقیہ سے
معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بطریق نسیہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہے
کہ تفاضل جائز ہے نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب او بتمر متماثلا کیلا لا وزنا خلافا للعینی فی الحال لا المآل خلافا لھما فلو باع مجازفۃ
او متوازنۃ لم یجز اتفاقا ابن ملک اور جیسے جائز ہے بیع تر کہجور کی تر کہجور سے اور خشک کہجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ
تماثل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک فی الحال کی تساوی
کافی نہیں ہے جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک [illegible] صاحبین [illegible] باقی
اونکے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہوجاتا ہے خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور زیادتی
حال کا کم ہوجانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں لیکن بشرطیکہ موجب اوسکا امر خلقی ہو تساوات کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین [illegible] سے مساوات معلوم نہیں ہوتی
اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بہاری ہوتی ہے ترازو میں اور پیمانہ میں ہلکی ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب کہ بغداد میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے
سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہیں کہ رطب تمر ہے یا نہیں اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر
تمر نہیں ہے تو بہی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پہر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ میں زید بن عیاش
سے سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہوجاتا ہے خشک ہو کر لوگوں
نے کہا ہاں تو آپ نے ہمکو منع فرمایا انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بعضوں نے
یوں جواب دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیہ مراد ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں
یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا انہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی
منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے وتمامہ فی فتح القدیر وعنب بعنب او بزبیب متماثلا کذلک اور جیسے جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سے اور خشک
انگور سے برابر برابر اسیطرح فی الحال نہ فی المآل وکذا کل ثمرۃ تجف کتین ورمان یباع رطبھا برطبھا وبیابسھا اور اسیطرح جو پہل کہ خشک ہو جاتا ہے جیسے انجیر اور
انار اوسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع بر رطبا او مبلولا بمثلہ وبالیابس جیسی جائز ہے بیع تر یا بہگوئے گیہوں کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع
تمر او زبیب منقوع بمثلہ او بالیابس منھما خلافا لمحمد زیلعی اور اسیطرح جائز ہے بیع بہگوئی خشک کہجور یا انگور کی اوسکی مانند [illegible] یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمد
کذا فی الزیلعی کہ اونکے نزدیک [illegible] کی بیع [illegible] سے جائز نہیں [illegible] والا جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ وفی العنایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب
والتمر والجیدۃ والردیئۃ فھو ساقط الاعتبار وکل تفاوت بصنع العباد کالحنطۃ بالدقیق والحنطۃ المقلیۃ بغیرھا یفسد کما سیجی اور

حـ واقول بعض نسخون میں [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible]

غایہ مین ہے کہ جو تفاوت پیدایشی ہے چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور عمدہ و ناقص پس وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی اومین تفاضل جائز نہین اور جو تفاوت کہ آدمیون کے
فعل سے ہے چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہونکی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وکبیع لحوم مختلفۃ بعضہا ببعض متفاضلا یدًا
بید یعنی اور جیسے جائز ہے بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست ہم لحوم مختلفہ مین تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط
بسبب اتحاد قدر کے ولبن بقر وغنم اور جائز ہے بیع گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کہ اونمین تفاضل
جائز نہین کہ دونون ایک ہی جنس ہین کذا فی الطحطاوی وخل دقل بفتحتین ردیٔ التمر وخصۃ باعتبار العادۃ بخل عنب اور جائز ہے ناقص کھجور کے سرکہ کی
بیع انگوری سرکہ سے بڑھا کر دقل بفتح دال وقاف عبارت ہے ناقص کھجور سے اسکو مخصوص ذکر کیا باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکہ کا یہی حکم ہے لیکن عادۃ خلق
یہی ہے کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہین لہذا فقط اوسیکو ذکر کیا وشحم بطن بالیۃ بالفتح ما یسمیہ العوام لیۃ او لحم اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبہ کی چکتی
یا گوشت سے اگرچہ دنبہ کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی والیہ بفتح الف وہ ہے جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہین وخبز ولو من بر باحدہما او دقیق ولو منہ اور جائز ہے روٹی کی
بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو تو بھی یا روٹی جائز ہے اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہو گئی کیلی نرہی بخلاف گیہون
اور آٹے کے کہ وہ دونون کیلی ہین تو قدر اور جنس دونون مفقود ہین یہانتک کہ بیع بطریق نسیہ بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ
ودہن مربی بالبنفسج بغیر المربی منہ متفاضلا او وزنا کیف کان لاختلاف اجناسہا فلو اتحد لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یوزن
عادۃ حتی لو وزن لم یجز زیلعی اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تو لکر جسطرح ہو بسبب مختلف ہونے اونکی
اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیعین تفاضل سے اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہین اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہین مگر چڑیون کے گوشت مین
باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ اونکا گوشت موزون نہین رواجمین اگر اوسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہین کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج
والاوز وزنی فی عادۃ مصر وفی النہر لعلہ فی زمنہ اما فی زماننا فلا والحاصل ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصفۃ
فلیحفظ اور فتح القدیر مین ہے کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت مین اور نہر الفائق مین ہے کہ شاید وزنی ہونا اوسکے (یعنے صاحب فتح ۱۲) زمانے مین ہوگا ہمارے زمانہ مین تو
مصر مین وزنی نہین اور خلاصہ یہہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اسکو یاد رکہنا چاہیئے ۱۲ م اختلاف اصل چنانچہ گائے کا
گوشت بکری کے گوشت کے ساتھہ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبہ کی چکتی مین اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھہ وجاز الاخیر ولو
الخبز نسیئۃ بہ یفتی درر ای اذا اتی بشرائط السلم لحاجۃ الناس والاحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس ما یسمی اور جائز ہے اخیر صورت یعنی روٹی
کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹیکی تسلیم مین تاخیر ہو اسیکا فتویٰ ہے کذا فی الدرر یعنی تاخیر تسلیم وقت جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری بجالاوے فتویٰ دیا ہے
بسبب حاجت آدمیون کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم مین ہے اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہے اسے کی جنس سے جو معین اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہوتا ہے گیہونکی روٹی مین اور
مقبوض جو کی روٹی ہوتی ہے تو اسمین استبدال مسلم فیہ ہے اسکے قبضے ہونے سے پہلے اور یہہ جائز نہین وفی القہستانی معزیا للخزانۃ الاحسن ان یبیع
خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز ویجعل الخبز الموصوف بصفۃ معلومۃ ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری
الخاتم بالبر اور قہستانی مین خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہون کی سلم کرنیکا روٹی مین یہہ ہے کہ مثلا انگوٹھی بیچڈالے نانبائی سے بقدر ارادہ روٹیکے اور اوس روٹیکو
جو موصوف بصفت معین ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نانبائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اسکو تسلیم کر دے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کرلے یعنی اس طریق سے شرائط سلم کے
ہونگی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی وسیجیء جواز استقراضہ ایضا اور قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ سلم
جائز ہے روٹی مین تولکر اور اسیطرح گن کر اور اسی پر فتویٰ ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا ۱۲ م سلم کا جواز روٹی مین گن کر قہستانی مین مذکور نہین علاوہ اسکے
روٹی معدود منضبط نہین تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو السعود مین نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی مین سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے
اونکے نزدیک سلم جائز ہی بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد الاسم حادی اور جائز ہے دودھ کا پنیر کی

بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحاوی لا یجوز بیع البر بالدقیق والسویق هو المقلو ولا بیع الدقیق بالسویق مطلقا وزنا او کیلا لعدم المسوی
فیحرم بشبهة الربوا خلافا لهما جائز نہیں گیہوں کی بیع گیہوں کے آٹے یا اوسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسیطرح اگرچہ دونوں برابر ہوں اسواسطے کہ دونوں
برابر کردینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہی بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہے
دست بدست ھ گیہوں کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہیں تفاضل اسواسطے جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہیں کیونکہ آٹا اور ستو گیہوں کے
اجزا ہیں اور تساوی اسواسطے جائز نہیں کہ معیار دونوں میں کیل ہے اور کیل سے تسویہ نہیں ہو سکتا کیونکہ گیہوں پیسنے سے زیادہ ہو جاتا ہے وتباع
الدقیق بالدقیق متساویا کیلا اذا کانا مکبوسین فجائز اتفاقا قاله ابن ملك كبيع سويق بسويق وحنطة مقلية بمقلية واما المقلية بغيرها فف
بکما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کرکے بشرطیکہ دونوں کو پیمانہ میں داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا شرح ابن ملک جیسی ستو کی بیع
ستو سے اور بھنے گیہوں کی بیع بھنے گیہوں سے جائز ہی اور بھنے گیہوں کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہے چنانچہ گذر گیا ھ بھوننے سے گیہوں ہلکا ہو جاتا ہے لہذا اوسکی
بیع غیر بھنے سے فاسد ہے طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے بیچے تو کرنا ہمیں دو روایتیں ہیں ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمهملة الشیرج
حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدره بمثله والزائد بالثفل وكذا كل ما لثفله قيمة كجوز بدهنه ولبن بسمنه وعنب
بعصیره فان لا قیمة له كبيع تراب ذهب بذهب فمتى زاد تحقق ربوا الفضل اور جائز نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع میٹھے تیل
سے یہانتک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو اوس روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل میں ہو اور روغن زائد کھلی کے
مقابل ہو اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس چیز میں جسکی کھل اور کھوجر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اوسکے تیل سے اور دودھ کی اوسکے گھی سے اور انگور کی اوسکے
شیرہ سے سو اگر کھوجر کی قیمت نہو جیسے زرآلود مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہو سونا زیادہ ہونے سے بسبب ربا ذی کے بیاج کی ویستقرض الخبز وزنا وعددا
عند محمد علیه الفتوی ابن ملك واستحسنه الكمال واختاره المصنف تيسيرا اور روٹی قرض لیجاوے تولکر اور گنکر محمد کے نزدیک اوسی پر فتوی ہے
کذا ذکره ابن ملک اور مستحسن جانا ہی اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں آسانی کے واسطے وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیئة
جاز وبعکسه لا وجاز بیع کسیرا نیه کیف کان اور مجتبی میں ہے کہ ایک نقد روٹی بیچی اور ادھار دو روٹیوں سے تو جائز ہے اور بالعکس یعنے نقد دو روٹیوں کو
ایک روٹی ادھار سے جائز نہیں اور روٹی کے ٹکڑوں کی بیع ہر طرح جائز ہے یعنی نقدا اور نسیئة ولا ربوا بین سید وعبده ولو مدبرا او ام ولد لا مکاتبا اور بیاج نہیں درمیان
مولے اور اوسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو نہ مکاتب ھ غلام کا مال مملوک ہی مولے کا جسطرح پہلے سے یہاں ربوا کو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ بجائی حر کے ہے
قبض اور تصرف کی راہ سے اذا لم یکن دینه مستغرقا لرقبته وكسبه فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملك وغيره لكن في البحر عن المعراج التحقيق الاطلاق
وانما يرد الزائد لا للربوا بل لتعلق حق الغرماء غلام اور سید کے مابین ثبوت بیاج نہیں جبکہ غلام کا دین اوسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو تو بیاج
ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحرالرائق میں معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنے ہر طرح بیاج نہیں خواہ اوسکا دین مستغرق ہو یا نہو
اور غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہی تو بیاج کے سبب سے نہیں بلکہ قرضخواہوں کے حق متعلق ہونیسے ولا ربوا بين متفاوضين وشريكي عنان اذا تبايعا من
مالهما ای مال الشركة زيلعي اور بیاج نہیں دو متفاوض اور عنان کے دو شریکوں میں جب کہ دونوں نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی الزیلعی
قید مذکور شرکت عنان میں ہے اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہیں دونوں صورتوں میں بیاج اسواسطے ثابت نہیں کہ ثمن اور مبیع میں
دونوں شریک ہیں تو بعد العوضین کا فضل اوسکی ملک سے خارج نہیں ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بين حربي ومسلم مستأمن ولو بعقد فاسد او قمار ثمة لان
ماله ثمة مباح فيحل برضاه مطلقا بلا غدر خلافا للثاني والثلاثة اور بیاج نہیں کافر حربی اور اوس مسلم میں جو حربیوں کا مستامن ہے اگرچہ عقد فاسد یا قماربازی
سے ہو بیاج نہیں وہاں یعنی دار الحرب میں اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب میں مباح ہی مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اوسکی رضامندی سے ہر طرح بدون دغا
بازی کے بخلاف ابو یوسف اور ائمۂ ثلثہ کے ھ حلت ربوا میں دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں آ گیا اور مسلمان سے ایک درہم

عوض دو درم کے بیع کریگا تو بالاتفاق جائز ہوگا آقا باحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مباح اُسوقت نہین جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو ورنہ لا نکہ مباح ہو حت خواہ زیادتی مسلم کیطرف سے ہو خواہ حربی کیطرف سے اور جواب مسئلہ حلت دونون صورتکو شامل ہے کذا فی العلامہ و فتح القدیر مین ہے کہ ابو یوسف او ائمہ ثلثہ کی یہہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین خواہ دار الحرب مین ربوا ہو یا دار الاسلام مین اور طرفین کی دلیل یہہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور یہہ حدیث غریب ہے مبسوط مین کہا کہ یہہ حدیث مکحول کی مراسیل سے ہے اور مکحول ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورہ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تہی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تہا پہر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط ملا مشرکین مکہ سے لیا اور یہہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اسوقت دار الحرب تہا اور تیسری دلیل یہہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہے نہ مال مباح مین اور علماء مذہب نے درس مین التزام کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہے انتہے ملخصا وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا جوہرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ولم یہاجرا اور جو حربی مسلمان ہوگیا دار الحرب مین اور اوسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نکی او سکا حکم حربی کی مانند ہے تو مسلم کو او سکے ساتہہ ربوا درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے اسواسطے کہ او سکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہین اگر اوسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پہر گیا اہل حرب کیطرف تو ربوا بالاتفاق نہین کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون مصنف کی قول سے معلوم ہو گیا حکم ان دونون شخصون کا جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کیطرف انہون نے ہجرت نکی کیونکہ دونون حربیکے مانند ہین حکم مین ہم یہہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ در صورت اسلام و ہجرت ربوا نہین سو غلط ہے ٹہیک یہہ ہے کہ اس صورت مین بالاتفاق ربوا جائز نہین چنانچہ منح الغفار مین ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح نہر الفایق مین ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اوسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پہر گیا اوسکی طرف تو او سکے ساتہہ ربوا جائز نہین والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الست مسائل اور خلاصہ یہہ ہے کہ ربوا حرام ہے مگران چہہ مسئلون مین حرام نہین ہم صواب یہہ تہا کہ شارح چہہ کی جگہہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کر کے ۱ میان کو اپنی غلام کے ساتہہ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتہہ دار الحرب مین ۵ مسلم کو او سکے ساتہہ جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اوسنے ہجرت نکی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجئے تو صحیح ہے واللہ تعالے اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الحقوق

فی البیع اخرہا لتبعیتہا ولتبعیۃ ترتیب الجامع الصغیر یہہ باب ہے بیع کے حقوق مین مصنف اس باب کو مسائل بیع کے پیچہے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہہ مین حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور بیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر بیع کے سبب سے جیسے راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیع کے لایا والا قیاس یہہ چاہتا تہا کہ اول کتاب البیوع مین قبل خیارات کے اسکو ذکر کرتا اشتری بیتا فوقہ اخر لا یدخل فیہ العلو مثلث العین ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر یا لمرفق علیہ لان الشی لا یستتبع مثلہ زید کی کوٹہری جس پر دوسری کوٹہری ہے تو اس خرید مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہوتا وقتیکہ تصریح نکرے بالاخانہ کی بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع نہین ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہین اور لام بہرحال ساکن ہے ہم دریافت کرنا چاہیے کہ یہان تین چیز کا معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چہت ہو اور شب باشی کیواسطے وہ بنا ہوا اور بعضونکے نزدیک بیت مین ڈیوڑہی کا ہونا بہی شرط ہے اور حکم او سکا یہہ ہے کہ بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہین ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا کل قلیل وکثیر اوسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کی مانند ہے مسقف ہونے اور شب باشی مین اور شئے اعلے کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین باتعدات آدمی رہین اوسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بہی ہو مگر او سکا صحن غیر مسقف نہین اوسمین اصطبل نہین اور دار نام ہے اوس ساحت کا جسکے گرد حد دو ہون اور وہ مکان بیوت اور اصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح وکذا لا یدخل العلو بشراء منزل ہو ما لا اصطبل فیہ الا بکل حق ہو لہ او بمرافقہ

اى حقوقه كالطريق ونحوه وعند الثانى المرافق المنافع اشيأ اور اسیطرح بالاخانہ داخل نہین منزل کی خرید مین منزل وہ ہے جسمین اصطبل نہین مگر بکل حق ہو کہ یا بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہین چنانچہ راہ وغیرہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہین کذا فی الاشباہ ھم مرافق جمع ہے مرفق کی بکسر میم و فتح فا مرافق عبارت ہین توابع سے چنانچہ شرب اور مسیل اور حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل او رکثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اور اسکی متصل چیزون سے اور جامع الفصولین مین ہے کہ حقوق عبارت ہین مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع دار ہین اور ظاہر الروایہ مین مرافق حقوق ہین كذا فى النهر او بكل قليل وكثير هو فيه او منه یا بالاخانہ منزل کی خرید مین داخل ہوتا ہے بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل مین داخل ہے یا اوس سے متعلق ہے وہ مبیع ہے ھم چونکہ منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہوگا بیت کی مشابہت سے ويدخل العلو بشراء دار وان لم يذكر شيئا ولو الابنية بتراب او بخيام او قباب اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید مین اگرچہ کچھ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع مین داخل ہے اگرچہ مکانات دار مٹی کے ہون یا خیمے یا خرگاہ، وهذا التفصيل عرف الكوفة وفى عرفنا يدخل العلو بلا ذكر فى الصور كلها فتح وكافى سواء كان المبيع بيتا فوقه علو او غيره الا دار الملك فتسمى سرای ٹھرا اور یہ تفصیل بیت اور منزل اور دار کی موجب رواج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف مین بالاخانہ داخل بیع ہو جاتا ہے بدون اسکے ذکر کے سب صورتون مین کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوای اوسکے مگر دار السلطان سے سرای ہے کذا فی النہر ھم استثنا کرنا دار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہین اور یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اوسکی یہ ہے وفى عرفنا يدخل من غير ذكر فى الصور كلها سواء كان المبيع بيتا فوقه علو او منزل كذلك الا ان كل مسكن يسمى خانہ فى العجم ولو علوا سواء كان صغيرا كالبيت او غيره الا دار الملك فتسمى سرای انتہے اور چونکہ بنا احکام کی عرف پر ہے تو ہر اقلیم اور ہر زمانہ مین وہان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا كذا فى العطاء وكما يدخل فى شراء الدار الكنيف وبئر الماء والاشجار التى فى صحنها وكذا البستان الداخل وان لم يذكر ذلك جیسے داخل ہوتا ہے دار کی خرید مین پاخانہ اور پانی کا کنوان اور وہ درخت جو گھر کے صحن مین واقع ہین اوسیطرح داخل بیع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہو اگرچہ اوسکی بیع کی تصریح نکی ہو لا البستان الخارج الا اذا كان اصغر منها فيدخل تبعا ولو مثلها او اكبر فلا الا بالشرط زيلعى وعينى داخل بیع نہین ہے باغ گھر کے باہر کا مگر اوسوقت داخل بیع ہے بطریق تبعیت کے جب کہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور گھر کی برابر ہو یا بڑا تو داخل نہین مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظلة لا تدخل فى بيع الدار لبنائها على الطريق فاخذت حكمه الا بكل حق ونحوه مما مر وقالا ان مفتحها فى الدار تدخل كالعلو اور چھتا داخل نہین ہوتا گھر کی بیع مین اسواسطے کہ اوسکی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اوسنے راہ کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اسکے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہے تو گھر کی بیع مین داخل ہے بالاخانہ کی مانند ويدخل الباب الاعظم فى بيع بيت ودار مع ذكر المرافق لانه من مرافقها اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیع مین ذکر مرافق کے ساتھہ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق مین داخل ہے كذا فى الخانيہ لا يدخل الطريق والمسيل والشرب الا بنحو كل حق ونحوه مما مر داخل بیع نہین راہ اور پانی بہنے کی جگہہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذکر مرافق یا کل قلیل وکثیر ھم عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان کی ملک مین ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کیطرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اوس گھر کے دروازہ کے عرض کی برابر ہے اور طول اوسکا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی مین ہے اور مسیل وہ مکان ہے جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی العطاء بخلاف الاجارة للدار او الارض فتدخل بلا ذكر لانها تعقد للانتفاع لا غير بخلاف گھر اور زمین کے اجارہ کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ مین داخل ہونگے بلا ذکر حقوق اور مرافق اسواسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کیواسطے ہے نہ سوا اسکے یعنی اگر بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہین بخلاف بیع کے کہ اوسمین قطع نظر انتفاع کے ملک رقبہ بھی مقصود ہے والرهن والوقف خلاصہ اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف مین طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہین ولو اقر بدار او صالح عليها او اوصى بها لم يذكر حقوقها ومرافقها لا يدخل الطريق كالبيع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اوسپر صلح کی یا اوس

اگر کوئی ومیت کی کسی شخص کے واسطے اور اوسنے گہر کے حقوق اور مرافق ذکر کئے تو راہ داخل نہوگی بیع کے مانند ولایدخل فی القسمۃ وان ذکر الحقوق او
المرافق اذا لایمکن الا برضی صاحبہ کذا فی البحر عن الفتح اور قسمت مین راہ داخل نہین اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہون مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی
الیعقوبیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ لایقصد بہ الانتفاع قلت ہو جید لولا مخالفتہ للمنقول کما مر ولفظ الخلاصۃ ویدخل الطریق
فی الرہن والصدقۃ الموقوفۃ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ مین ہے لایق یون ہے کہ رہن بیع کی مانند ہو ہو اسطے کہ مرہون سے انتفاع مقصود
نہین ہوتا مین کہتا ہون کہ یہ کلام جید ہے اگر اوسکی مخالفت منقول سے نہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہوچکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق رہن اور صدقہ
موقوفہ مین اجارہ کی مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا تابع ہوکر تعقیبینبغی ان تکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع
والوجہ فیہ لایخفی نہر یعنی لائق یون ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کی مانند ہو عدم دخول طریق مین اور وجہ اسکی مخفی نہین انتہے ما فی النہر
ہم ہبہ وغیرہ مین استحسانًا ہے اوس ملک کا جو سابق مین نہتی تو اشیاء مذکورہ تابع بیع ہوئین تو مناسب ہے کہ اونمین بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام مین استحقاق لغت مین عبارت ہے طلب حق سے ہم اور اصطلاح فقہ مین استحقاق عبارت
ہے ہوجانے شخص سے مستحق واسطے ایک شی کے حق اس باب کا یہ تہا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جبکہ
استحقاق حقوق سے مناسب ہوا لفظا ومعنے لہذا اوسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی والاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق
والحریۃ الاصلیۃ ونحوہا کتدبیر وکتابۃ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور حریت اصلی ہونا اور مانند اسکے چنانچہ
مدبر اور مکاتب ہونا مثلا جب کہ یہ ثابت ہو کہ مبیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہے
وثانیہما ناقل لہ من شخص الی اخر کالاستحقاق بہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان ما فی یدہ من العبد ملک لہ وبرہن اور
قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنیوالی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اوسکے قبضہ مین
غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالناقل لایوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لایوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل فسخ عقد کا موجب
نہین بنابر ظاہر الروایۃ کی اسواسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہین ہے اسنے عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری فسخ عقد نہوگا و
الحکم بہ حکم علی ذی الید وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ ولو مورثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلاتسمع دعوی الملک منہم للحکم
علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قابض پر اور اوس شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثون تک متعدی ہوگا کذا
فی الاشباہ تو مسموع نہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ اونپر حکم ہوچکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث من حیث الارث
دعوی نہین کرسکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اسطرح پر کہ بائعین مین سے کوئی بائع کہے کہ مین نہین پہیر تا کیونکہ مستحق کاذب ہے اسواسطے
کہ مبیع میری ملک مین جنی ہے یا میرے بائع کی ملک مین بواسطہ یا بلا واسطہ کذا فی الحلبی لمخصا ولایرجع احد من المشترین علی بائعہ مالم یرجع علیہ ولا علی الکفیل
مالم یقض علی المکفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پہیر لے اپنے بائع سے جب تک اوس
سے ثمن نہ پہیر لیا جاوے یعنے مشتری اوسط رجوع ثمن نکرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اوس سے نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پہیرے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہو تا دو
ثمن ایک ملک مین مجتمع نہوجاوین اسواسطے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہے ہم اجتماع ثمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول مین ظاہر ہوتی ہے یعنی بائعین متوسطین
مین اسواسطے کہ متوسطین مین سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر یہ شخص متوسط ثمن پہیر لے قبل پہیر دینے کے تو اسکی ملک مین دو ثمن مجتمع ہوجاوین اور حالانکہ یہ
جائز نہین دونوں مالم یشئ قلیلا ولو ابرأ عن ثمنہ بعد الحکم لہ برجوعہ علیہ فلبائعہ ان یرجع علی بائعہ ایضا لزوال البدل عن ملکہ اور اگر مشتری نے
اپنے بائع سے کمتر چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری الذمہ کردیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہوگیا مشتری کو بائع سے ثمن پہیر لینے کا تو مشتری کی بائع کو اپنے بائع سے
ثمن پہیر لینا جائز ہے بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کردیا ثمن سے تو گویا اوسنے بائع سے لیلیا کذا فی الطحطاوی

ولو حکم للمستحق فصالحہ المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کیواسطے حکم ہوا اور مشتری سے مستحق نے صلح کرلی کچھہ ثمن دیکر تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرلے ہواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کردیا اور پورا بیان ہسکا جامع الفصولین میں ہے یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھہ تھوڑا ثمن مجہ سے لے اور مبیع مجھکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کرسکتا والمبطل موجبہ ای یوجب فسخ العقود اتفاقا اور استحقاق مبطل موجب ہے فسخ عقود کا بالاتفاق یعنے جو عقود کہ بائعین میں جاری ہوئے ہیں اونکے فسخ ہونےمیں قاضی کے حکم کی کچھہ حاجت نہیں کذا فی الدرر فلکل واحد من الباعۃ الرجوع علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اوس مشتری سے ثمن نہ پھیر لیا گیا ہو وہ رجوع ہو ایضا کذلک علی الکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین اذ بدل الحر لا یملک اور مشتری اسیطرح اپنے بائع کے ضامن سے بہی ثمن پھیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے ہواسطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہوچکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من الناس سواء کان ببینۃ او بقولہ انا حر اذا لم یسبق منہ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اوسکے اس قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے پہلے اوس سے غلامی کا اقرار نہو گیا ہو کذا فی الاشباہ ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں حر اصلی ہوں اور سابق میں اوسنے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اوسکی حریت اصلیہ کا حکم کردیا تو یہہ حکم حریت کا سب لوگونپر ہوگا کذا فی الحلبی فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگونپر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعوی اوسپر مسموع نہوگا وکذا العتق وفرعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہیں ہم فروع عتق کتابت اور تدبیر اور استیلاد ہے اور عتق سے وہ عتق مراد ہے جو ملک مطلق میں ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی الملک المؤرخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یکون قضاء قبلہ کما بسطہ منلا خسرو ویعقوب باشا فان اکثر الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو اور یعقوب باشا نے مشرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں ہم خلاصہ یہہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر حکم ہے اور ملک مورخ میں عتق کا حکم ثابت ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے یعنی قبل تاریخ کے سب پر حکم نہیں ہوتا اگر زید نے کہا کہ یہہ غلام ہے میں تیرا مالک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں محمود کا غلام تھا چہہ برس سے سو اوسنے مجھکو آزاد کردیا اور اوس نے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا دعوی مندفع ہوگا پھر اگر زید نے یہہ دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں سات برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہے اور اس دعوی کو اوسنے گواہی سے ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہوگا اور بکر چاہد کا مملوک ٹہیرے گا کذا فی الطحطاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک اخر ووقف اخر وہو المختار وصححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہے وقف کے حکم میں بعضونے کہا کہ حریت کے حکم کی مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کی مانند نہیں تو وقف میں دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہے اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہے وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب ونکاح وولاء وفی الوقف یقتصر علی الاصح اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار صورتمیں حریت اور نسب اور نکاح اور ولا میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں ہوتی یہی بنابر قول اصح کے ہم یعنی جب قاضی عورت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولاء عتاقۃ کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہیں وثبت رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ لما سیجیء انہا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہے ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہو سواسطے کہ آویگا کہ شہادت حجت متعدیہ ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا رجوع لانہ حجۃ قاصرۃ اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہوا یا اوسکے انکار قسم سے یا مشتری کے خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اوسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا نہیں ہواسطے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے نہ متعدیہ والاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا فی کل شیء کما ہو ظاہر کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کما مر ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جسکا ظہور سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں

چنانچہ ظاہر کلام سے یہی نکلتا ہے بلکہ عتق اور اوسکی مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ مین چنانچہ مذکور ہوچکا ذکر کیا ہے
اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لا الاقرار بل ھو حجۃ قاصرۃ علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ نہ اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر ہی
پر بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر ہے چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں لہذا اوسکا اقرار اوسی پر حجت ہے نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت
حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کافہ ناس کے حق مین نافذ ہے کذا فی المنح بقی لو اجتمعا فان ثبت الحق بھما قضی
بالاقرار الا عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح وغیرہ باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونون مجتمع ہون سو اگر حق دونون سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا
جائیگا مگر حاجت کیوقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولے ہے کذا فی الفتح والنہر ہم اجتماع کی صورت یہہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اوسکی
ملک کا اقرار کیا تو یہان اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑی چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو
گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الحلبی فلو استحقت مبیعۃ وَلَدَت عند المشتری لا باستیلادہ ببینۃ تبعھا ولدھا بشرط القضاء بہ ای بالولد
فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشھود فلو بینوا انہ لذی الید او قالوا لا ندری لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ مبیعہ جو کہ مشتری کے
پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اوسکا بچہ اوسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہوگیا ہو قول صحیح مین کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہے
اس تقیید کا جب کہ گواہون نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہون نے یہہ بیان کردیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یون کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم نکرے کذا فی النہر قید
باستیلادہ لانہ لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ للمستحق کما مر فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا
استیلاد ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اوسکے مستحق کو ولد کی قیمت دیکر چنانچہ دعوی نسب کے باب مین مذکور ہوچکا
ولان الزوائد المتولدۃ بالحبل لا یتبعھا فیاخذھا وحدھا والفرق ما مر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اوسکا بچہ لونڈی کا
تابع نہوگا تو وہ مرد فقط اوس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہوچکا قاعدہ مذکورہ مین یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ وھذا اذا
لم یدعہ المقر لہ فلو ادعاہ تبعھا وکذا سائر الزوائد نعم لا ضمان بھلاکھا کزوائد المغصوب اور یہہ یعنی نہ تابع ہونا ولد کا مبیعہ کے اوسوقت ہے جب کہ مقر لہ
ولد کا دعوی نکیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہیں اگر مستحق
کے واسطے قابض نے درخت کا اقرار کیا مگر درصورت دعوی مقر لہ ہان یہہ البتہ ہے کہ ہلاک زوائد سے ضمان نہیں ہے مثل زوائد مغصوب کے ولم یذکر النکول لانہ
فی حکم الاقرار قہستانی معزیا للعمادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نکیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم مین ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے
عمادیہ کے طرف منسوب کرکے ومنع التناقض ای التدافع فی الکلام دعوی الملک لعین او منفعۃ لما فی الصغری طلب نکاح الامۃ یمنع دعوی
تملکھا اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کی دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ صغری مین ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اوسکے مالک ہونیکے دعوی کا مانع ہے
ہم تناقض اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کرسکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولے نہیں تو دونون ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک
ہونے کا دعوی کرنا پھر اوسکے نکاح کی درخواست کرنا صریحا متناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی یہہ مثال ہے ملک عین کے دعوی کی اور ملک منفعت کی یہہ مثال ہے کہ ایک
عورت کی نکاح کا دعوی کرنا پھر اوسکے نکاح کا پیام دینا وکما یمنعھا لنفسہ یمنعھا لغیرہ الا اذا وفق اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسیطرح اپنے غیر کے
دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہوسکے ہم بزازیہ مین ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہہ چیز میری ہے پھر دعوی کیا کہ دوسرے موکل کی ہے تو یہہ دعوی مقبول نہیں مگر بعد توفیق
اسطرحپر کہ یہہ چیز میری ہے فلانے موکل کی تھی جسنے مجکو خصومت مین وکیل کیا تھا پھر اوسنے میری دوسری موکل کے ہاتھ اسکو بیچا اور اوسنے بھی مجکو خصومت کیواسطے وکیل کیا
کذا فی الحلبی وھل یکفی امکان التوفیق خلاف سنحققہ فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کیواسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی
ضرور ہے اسمین اختلاف ہے علما کا اور اوسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات مین وفروع ھذا الاصل کثیرۃ سیجئی فی کتاب الدعوی ومنھا ادعی علی آخر
انہ اخوہ وادعی علیہ النفقۃ فقال للمدعی علیہ لیس ھو باخی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ھو اخی

لم یقبل للتناقض وان قال لی او ابنی قبل اور اس اصل یعنے منع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اور ازانجملہ یہہ ہی کہ دعوی کیا بیت پر کہ یہہ
میرا بہائی ہے اور اوسپر نفقہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بہائی نہین پہر مدعی کچہہ متروکہ چہوڑکر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اوسکی میراث طلب کرتا اور یہہ
کہا کہ وہ میرا بہائی تہا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اوسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تہا تو مقبول ہوگا ھم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی
کیا اوسکے بعد مدعا علیہ نے ابوة یا بنوة کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو یہہ جو کہا صاحب بحر وغیرہ کے کلام کو پڑ گیا بلکہ مطلب وہان کا یہہ ہے کہ اگر بجای دعوے
اخوة مدعی بنوة یا ابوة کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ مجہول اوس نے دیکہا ناقص مقبول ہے بخلاف اخوة کے کذا فی الطحطاوی وایضا لان التحریة کلام کا تناقض دعوے حریت کا مانع نہین واعلم
ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببه کالنسب والطلاق وکذا الحریة اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ تناقض اوسکے دعوی کا مانع نہین ہی جسکا سبب مخفی ہی چنانچہ نسب
اور طلاق اور حریت ھم تناقض نسب کی یہہ صورت ہی کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اوسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسری کے ہاتہہ بیچا پہر زید نے دعوی کیا کہ
غلام اوسکا بیٹا ہی تو دعوی اوسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہی اور یہہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور
ہی اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اوسکا وارث نہین پہر بولا کہ مین اوسکا وارث ہون تو مسموع ہی اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہہ ہی کہ زوجہ اپنی
زوج سے خلع کیا پہر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تہی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پہیر لیگی اگرچہ کلام متناقض ہے اسواسطے کہ
زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہے اور اوسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراه معتمدا علی
مقالته فاذا هو حر ای ظهر حرا فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبة معروفة یعرف مکانه فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام ابا مشتری سے
کہے مجکو خرید کر کہ مین زید کا غلام ہون سو اوسنے خرید کیا اوسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنے اوسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا اب اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت
معروفہ غائب ہے یعنی مکان اوسکا معلوم ہو تو غلام پر کچہہ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنے قابض سے ثمن پہیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد
بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اوسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پہیر لے بخلاف ابو یوسف کے ھم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ
ایک روایت ہی اون سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط او انا عبد فقط لا رجوع علیه اتفاقا درر اور اگر اوسنے اتنا کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام
ہون فقط تو اوسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر ھم عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت مین یہہ ہے کہ کبہی آزاد کی خرید اوسکی خلاصی کیواسطے ہوتی ہی چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل
حرب سے اور عدم رجوع کی وجہ دوسری صورت مین یہہ ہے کہ ایک شخص کا ہر غلام ہوتا ہی کسیکا اور اوسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر
به اور غلام ثمن پہیر لے بائع سے جب اوسکو پاوے بخلاف الرهن بان قال ارهنی فانی عبد لم یضمن اصلا والاصل ان التغریر یوجب الضمان فی ضمن عقد
المعاوضة لا الوثیقة بخلاف رہن کے اسطرح کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکہلے کہ مین غلام ہون پہر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہی تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہہ
ہی کہ دہوکہا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی بیع مین ضمان اسواسطے ہی کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن مین اسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد
وثیقہ ہی نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برهن انه وقف محکوم بلزومه قبل والا لا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمد
المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صوبه الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجیء اخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پہر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہی جسکے لزوم وقف
قاضی کا حکم ہوگیا ہی تو یہہ تناقض مقبول ہی اور نہین تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح
اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے بخلاف تصویب زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہوچکا اور آخر کتاب مین آویگا ھم شرط الحکم قاضی
لزوم وقف مین امام کا قول ہے اور نفوذ زوال ملک بیچ مطلقا اشتری شیئا ولم یقبضه حتی ادعاه اخر انه له لا تسمع دعواه بدون حضور البائع والمشتری
للقضاء علیهما خرید کی ایک چیز اور اوسپر قبضہ نہین کیا تا اینکہ دوسرے شخص نے اوسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہی تو دعوی اوسکا مسموع نہین بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے
واسطے حکم قاضی اونپر دونون کی ہے ولو قضی له بحضرتهما ثم برهن احدهما علی ان المستحق باعه من البائع ثم هو باعه من المشتری قبل ولزم البیع وتمامه فی
الفتح اور اگر مدعی کیواسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہوجاوے پہر بائع یا مشتری اسپر گواہ لائی کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتہہ بیچا تہا پہر بائع نے اسکو مشتری کے

ہا ہنہ بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے لا عبرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند الدعوی غابت عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن القصۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکا لی منذ سنتان مثلا وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہیں کچھ اعتبار غائب ہونیکی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعوے کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہوگیا ایک برس سے تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اصحال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا مملوک تھا دو برس سے مثلا اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی بلکہ مستحق کیواسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوے کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف سے ہم دونوں طرف سے یعنے دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہ ہے کہ منح الغفار میں محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی العطایا والعلم بکونہ ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو استولد مشتراۃ یعلم غصب البائع ایاہا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن وان اقر بملکیۃ المبیع للمستحق درر اسکا معلوم ہونا کہ مبیع غیر کی مملوک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اوس خریدی لونڈی کو جسکو جانتا ہے کہ بائع نے اسکو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب نہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیر لے بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہو وفی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ورجع لم یبطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب امر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا اقر صریحا لانہ محتمل بخلاف النص اور قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر یہ مبیع مستحق غیر نکلی مشتری کے قبض میں اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اوسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اوس صورت کے جب کہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صریح اقرار کے یعنے اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ علی مضمونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنی ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلانے قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہیں بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے ہم دغیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس ایک گدہا مستحق غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل پائی پھر اسکو اوسنے سمرقند میں پایا سو اوسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لیگیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس پر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا حکم دینا جائز نہیں تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی نہ دیں کہ بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے گدہا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اوس بائع سے حکم دیا کذا فی العطایا وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ لانہما لتحصیل العلم للقاضی فلذا لزم اسلامہم ولو الخصم کافرا اسیطرح یہی اعتماد کا حکم ہے سوای نقل شہادت اور وکالت کے یعنی محاضر اور سجلات اور صکوک کی اسواسطے کہ اونمیں ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اسواسطے کہ دونوں قاضی کے علم حاصل کرنے کیواسطے ہیں اور اسیواسطے اسلام شہود لازم ہے اگرچہ خصم کافر ہو ہم یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہے اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اوسکے مضمون کے معتبر نہیں نقل شہادت کی یہ صورت ہے کہ گواہوں نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اسپر حکم نکرے بلکہ گواہی لکھ لے تا قاضی مکتوب الیہ اسپر حکم کرے اور مکتوب شہود وطریق کو سپرد کرے اور نقل وکالت کی یہ صورت ہے کہ مثلا مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی وکالت نامہ لکھکر اوس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہے جسمیں قاضی مضمون خصمین اور تداعی اور شہادت لکھی اور سجل وہی جسمیں اسکی تنفیذ لکھی اور رد ہوا اوسکے پاس اور صک وہ ہے جو مشتری اور شفیع وغیرہ کا لکھا ہے کذا فی العطایا

ولا رجوع فی دعوی حق مجہول من دار فصولح علی شیء معین واستحق بعضہا لجواز دعواہ فیما بقی ولو استحق کلہا رد کل العوض للتعذر المدعی فی المجموع
اور بدل صلح کا پہیر لینا نہین ایک گہر کے حق مجہول کے دعوی مین جسکا مصالحہ ہو گیا شی معین پر اور بعض گہر مستحق غیر نکلا ہو اسواسطے کہ جائز ہے کہ مدعی کا دعوی باقی
مین ہو جو مستحق مین اور اگر تمام گہر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پہیر جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین واستفید منہ ای من جواب المسئلۃ امران احدہما
صحۃ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالۃ الساقط لا تفضی الی المنازعۃ والثانی عدم اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح لجہالۃ المدعی بہ حتی لو برہن
لم یقبل ما لم یدع اقرارہ بہ اور اوس سے یعنے جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شئے معین پر اسواسطے کہ نادانی شی ساقط
کی منازعت کو نہین پہونچاتی دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اوس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ
لاویگا تو مقبول نہونگے جب تک یہہ دعوی کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنے اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا
جاویگا کذا فی العطاوی ورجع المدعی علیہ بحصتہ فی دعوی کلہا ان استحق شیء منہا لفوات سلامۃ البدل اور سب گہر کے دعوی مین اگر کچہہ اسمین سے مستحق غیر کا
تو مدعا علیہ بقدر اوسکے حصہ کے پہیر لے بسبب فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گہر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دیکر اوس سے صلح کی پہر بعض
گہر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پہیر لے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سالم نرہا قید بالمجہول لانہ لو ادعی قدرا معلوما کربعہا لم یرجع ما دام فی یدہ ذلک
المقدار وان بقی اقل رجع بحساب ما استحق منہ مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا چنانچہ چوتہائی گہر کا دعوی تو بدل صلح کو
نہ پہیر لے جب تک اوسکے ہاتہہ مین مقدار یعنی چوتہائی باقی رہے اور اگر اس مقدار سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب کے موافق مدعی سے پہیر لے یعنی مثلا مدعی نے ربع کا
دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے پہیر لے کذا فی العطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو صالح من الدنانیر
علی دراہم وقبضہا فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان ہذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق البدل بطل الصلح فوجب الرجوع دریوقبہا
فی وکم آخر فلینظر اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اوسپر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونیکے تو دنانیر کو پہیر لے اسواسطے کہ یہہ صلح بمنزلہ صرف کے ہے پہر
جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگئی تو اصل یعنے دنانیر کا پہیر لینا واجب ہوگیا کذا فی الدرر اور اوسی کتاب مین اسیطرح کی چند فروع اور ہین اونکو دیکہنا
چاہیے وفی المنظومۃ المحبیۃ مہمۃ منہا اور منظومۂ محبیہ مین مسائل مہمۂ ضروریہ ہین از انجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہے لو مستحق ظہر للمبیع + لہ علی بائعہ
الرجوع + بالثمن الذی قد دفعا + الا اذا البائع ہہنا ادعی + بانہ کان قدیما اشتری + ذلک من ذا المشتری بلا مرا + اگر ایک مبیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو
بائع سے اوس ثمن کا پہیر لینا جو اوسکو دیا ہے جائز ہے مگر جبکہ بائع نے یہان یہہ دعوی کیا کہ مین نے اس مبیع کو زمان قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تہا بلا شک یعنی اگر اس امر کو
بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہین بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہو تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی العطاوی لو اشتری خرابۃ + وانفقا + شیئا علی تعمیرہا وطفقا
ذاک یشید بعدہا اکامہا + ثم استحق رجل تمامہا + فالمشتری فی ذاک لیس راجعا + علی الذی غدا لتلک بائعا + ولا علی ذا المستحق مطلقا + بذا الذی کان
علیہا انفقا + اگر ویران زمین خرید کی اور کچہہ اوسکی مرمت مین خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اسکے اوسکے ٹیلون کا برابر کرنا شروع کیا پہر ایک مرد اوس تمام زمین کا مستحق نکلا
تو مشتری اسمین پہیر لے نہین سکتا اوسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا پہیر لیسکتا ہے اوس مال کو جو اوسکی درستی مین صرف کیا ہے مستحق سے بھی مطلقا رجوع جائز نہین
نہ ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہین لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی العطاوی وان مبیع مستحقا ظہرا + ثم قضی القاضی علی من اشتری
بہ فصالح الذی ادعاہ + صلحا علی شیء لہ اداہ + یرجع فی ذلک بکل الثمن + علی الذی قد باعہ فاستبن + اور اگر ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہو پہر قاضی نے مشتری
پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اوسکے مدعی سے کچہہ اوسکے مال دینے پر صلح کرلی تو مشتری اس امر مین تمام ثمن اوسکے بائع سے پہیر لے یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے
مبیع کو مستحق سے خرید کرلیا کذا فی العطاوی وفی القنیۃ شری دارا وبنی فیہا فاستحقت رجع بالثمن وقیمۃ البناء مبنیا علی البائع اذا سلم النقض الیہ یوم تسلیمہ
وان لم یسلم فبالثمن لا غیرہ اور قنیہ مین ہے کہ ایک گہر خرید کیا اور اسمین عمارت بنائی پہر وہ گہر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اوسکے
تسلیم کے دن قیمت ہے پہیر لے بشرطیکہ ملبوس یعنے لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کو قبضے مین کردے اور اگر قبضہ نکروادیا ہو تو فقط ثمن پہیر لے نہ کچہہ اور لو استحقت

بجمیع بناءھا لما ذکرنا ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمة البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے
ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو
حفر بئرا ونقی البالوعة او رمی عن الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمة لا بالنفقة کما فی مسئلة
الحزانة حتی لو کتب فی الصک فما انفق المشتری فیھا من نفقة او رم فیھا من مرمة فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھودا یا نجاست
کا ہر بچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اوسکے بائع سے کچھ پھیر نہ لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے
نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلے میں مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر بائع نے بیعنامہ میں لکھدیا کہ جو مشتری سے گھر میں صرف کریگا اور اسمیں کچھ مرمت کریگا
تو وہ بائع کے ذمے ہے در صورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی ھم فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر بئرا او طواھا یرجع
بقیمة الطی لا بقیمة الحفر فاذا شرطاه فسد اور اگر کنواں کھودا اور اوسکی میں بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی
شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیة ان تنظر علیھا یرجع بقیمة بناء القنطرة لا بنفقة حفر الساقیة وبالجملة فانما یرجع اذا بنی فیھا او
غرس بقیمة ما یمکن نقضه وتسلیمه الی البائع فلا یرجع بقیمة جص او طین تمامه فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسیطرح اگر
نہر کھودی تو اگر اوسپر پل بنایا تو بنائی پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کی خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا تو اوسوقت ہے جب کہ اسمیں کچھ عمارت بنا دی یا درخت بو دیے اور اس
چیز کی قیمت پھیر لے جسکا توڑنا اور بائع کا اسپر قبضہ کرا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیر لے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرھویں فصل میں ہے وفیه
شری کرما فاستحق نصفه له رد الباقی ان لم یتغیر فی یده ولم یاکل من ثمره اور فصولین میں ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو
باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اوسکے پاس متغیر نہوا ہو اور اوسکا پھل کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحقت احدھما ان قبل القبض خیر المشتری
وان بعده لزمه غیر المستحق بحصته من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے
چاہے دوسرا قطعہ لے لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو اوسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اوسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق
العبد او البقرة لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب العبد او براذع الحمار لم یرجع بشیء وکل شیء یدخل فی البیع تبعا لا حصة له من الثمن لکن یخیر
المشتری فیه قنیه اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اوسپر جو خرچ کیا ہے اسکو نہ پھیر لے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیر لے اور جو چیز کہ
بیع میں بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اوسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیه ولو استحق من ید المشتری الآخر کان
قضاء علی جمیع الباعة ولکل ان یرجع علی بائعه بالثمن بلا اعادة بینة لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیه المشتری عند ابی حنیفة وقال ابو یوسف له ان
یرجع قال الا تری ان المشتری الثانی لو ابرأ الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حرا فلکل الرجوع قبله خانیه اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلے
مشتری کی ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادۂ شہادت لیکن نہ پھیر لے قبل اسکے کہ اوسکا مشتری اوس سے
پھیر لے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اوسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف سے کہا گیا تو نہیں دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن معاف
کر دے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اپنے پھیر دینے کے کذا فی الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفه
خانیہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے خبردار رہنا ولو اشتری عبدا فاعتقه بمال اخذه منه ثم استحق العبد لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور
اگر غلام خرید کیا پھر اوس سے مال لیکر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیر لے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسکو اوسکا بعینہ پورا مال ملگیا ولو شری دارا بعبد
واخذت بالشفعة ثم استحق العبد بطلت الشفعة ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتھی اور اگر ایک گھر خرید کیا عوض غلام کے اور
گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہونے بیع کے **باب السلم** یہ باب ہے سلم کے باب السلم
احکام میں ھم مصنف نے اوس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین یا وزن عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کی اور

صرف بجای مرکب کے ہی کیونکہ صرف مین قبض عوضین کا شرط ہی اور سلم مین احد العوضین کا اور سلم جائز ہی قرآن اور حدیث سی اسواسطے کہ ابن عباس نے آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہی اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ مین تشریف لائے تو وہان کے لوگون مین بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز مین وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم مین اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہی بنابر حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کیواسطے فی الحال محتاج ہی اور غنی نفع آیندہ کے واسطے کذا فی المحیط کو ہو لغۃ تسلف وزنا و معنی سلم بفتحتین لغت مین سلف کی مانند ہی وزن اور معنے مین ہم مغرب مین ہو کہ جب ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہین کہ سلف فی کذا و اسلم و اسلف کذا فی النہر و شرعا بیع آجل وہو المسلم فیہ بعاجل وہو رأس المال اور اصطلاح شرع مین سلم عبارت ہی مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھہ مدت والی چیز مسلم فیہ ہی اور بلا مدت رأس المال ہے یعنے مثلا پہلے روپیہ دینا اور ایک دو مہینہ کی مدت پر گیہون یا جو خرید کرنا اسکا نام سلم ہے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہی ہے جو بیع کا رکن ہی یعنی ایجاب اور قبول یہان تک کہ سلم منعقد ہوتی ہی بیع کے لفظ سے قول اصح مین ہم اور قول غیر صحیح مین سلم بلفظ بیع منعقد نہین ہوتی لیکن انعقاد بیع بلفظ سلم باتفاق روایات سے سلم مین ایجاب اور قبول اسطرح ہو کہ ایک شخص کہے کہ اسلمتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی النہایۃ و یسمی صاحب الدراہم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور دراہم کو رأس السلم اور مسلم بکسر اللام کہتے ہین ویسمی الاخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلا المسلم فیہ والثمن رأس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ کہتے ہین اور گیہون کو مسلم فیہ بولتے ہین اور ثمن کو رأس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ ولرب السلم فی الثمن والمسلم فیہ لف و نشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہی ثمن مین مسلم الیہ کی ملک ثابت ہی اور مسلم فیہ مین رب السلم کی ترکیب مین لف و نشر مرتب ہی ہم رب السلم کی ملک مسلم فیہ مین باعتبار دین فی الذمہ ثابت ہی لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہین کذا فی النہر اور یجوز فیما امکن ضبط صفتہ ومعرفۃ قدرہ اور صحیح ہی سلم اوس چیز مین جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اوس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا منضبط صفت اور معرفت مقدار ہواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اوسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعۃ ہوگی لہذا جائز نہین ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون وخرج بقولہ مثمن الدراہم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافا لمالک اور صحیح ہی سلم اوس چیز مین جسکی صفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ مکیل اور موزون جو ثمن سے مثمن کی قید سی دراہم اور دنانیر نکل گئے ہواسطے کہ دراہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہین لیکن ثمن ہین نہ مثمن تو انمین سلم جائز نہین یعنے دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہین ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری وبصل وثوم ولبن بکسر الباء واجر بعد تبیین ملبن معین بین صفتہ ومکان ضربہ فی الخلاصہ اور چنانچہ عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور پیاز اور لہسن اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جسکی صفت اور پاتھنے کا مکان مصرح ہوگیا ہو کذا فی الخلاصہ ہم عددی متقارب سے مراد وہ چیز ہی کہ افراد قیمت مین متفاوت نہون اور اوسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق مین کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہی بسبب تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی کثوب بین قدرہ طولا وعرضا وصفتہ کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام او مصر او زبید او عمرو ویرقیہ او غلظہ ووزنہ ان یتقوم بہ فان الدیباج کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زادت قیمتہ فلا بد من بیانہ مع الذرع اور چنانچہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہی جیسے کپڑا جسکی مقدار مصرح ہوگئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اوسکی مصرح ہوگئی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا یا کتان کا یا دونون سے مرکب اور اوسکی صنعت کا بیان ہوگیا ہو چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمرو کا اور بیہ بتصریح ہوگئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اوسکی مشرح ہوگئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو ہواسطے کہ دیبا جتنا گران وزن ہوتا ہی قیمت اوسکی زیادہ ہوجاتی ہے اور حریر جتنا کہ ہلکا ہوتا ہی قیمت اوسکی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے مین وزن کا بیان بھی ضرور ہے گز کے بیان کے ساتھہ ہم امور مذکورہ کا بیان ہواسطے صحت حکم کو شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہے لا یصح فی عددی متفاوت ہو ما یتفاوت مالیتہ کبطیخ وقرع ودر ورمان فلم یجز عددا بلا تمیز صحیح نہین سلم عددی متفاوت مین عددی متفاوت وہ ہی جسکی مالیت مین تفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اوسکی افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور موتی اور انار تو ایسی چیزون مین سلم جائز نہین گنکر بلا تمیز یعنی بلا ذکر ضابط چنانچہ طول یا غلظ یا غیر ذلک فقط ذکر عدد سے سلم جائز نہین کذا فی المنح وما جاز عددا جاز کیلا ووزنا اور جسمین سلم جائز ہے گنکر اوسمین کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہی کذا فی النہر اور

جسمین کیل جائز ہے اسمین وزن بہی جائز ہے اور جسمین وزن جائز ہو اوسمین کیل جائز ہی بقول مستحار کچی اینٹ مین کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الطحاوی عن البحر و یعقد فی
سمک ملیح و صغار یکیل و عدد اً اور صحیح ہے سلم خشک مچہلی نمک سود مین شارح نے کہا سمک ملیح لغت فصیح ہو اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہے و فی طری حین یوجد
وزناً و ضرباً ای نوعاً معیناً اور صحیح ہے سلم تازہ مچہلی مین اوس وقت جبکہ وہ پائی جاتی ہے وزن سے اور اوسکی قسم بیان کرکے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ
دونون کی قید ہے ہم طحطاوی نے کہا جواز سلم بوقت موجود ہونا ظاہر تر مچہلی کی قید ہے اسواسطے کہ خشک مچہلی بازارون مین ہر وقت ملتی ہے ہان اگر بعضے وقت بازار
مین منقطع ہو تو سلم جائز نہین اقسام مچہلی کی بکثرت ہین چنانچہ رہو اور چال اور پڑسن وغیرہ اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہو جاوے و لا عدداً
للتفاوت جائز نہین سلم مچہلی مین باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے بعضے مچہلی یکسان نہین جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع ہو و لو صغاراً جاز وزناً و کیلاً اور
اگر مچہلیان چہوٹی ہون تو معلوم نہین وزن اور پیمانہ دونون جائز ہین جیسے بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع ہو و فی الکبار روایتان مجتبی اور بڑی مچہلیون مین دو روایتین
ہین کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن مین مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہین اور متون مین تو جواز ثابت ہے کذا فی الطحاوی و لا فی
حیوان ما خلافاً للشافعی سلم جائز نہین کسی جاندار مین بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اوسمین جائز نہین اسواسطے کہ حدیث مین نہی وارد ہے
سلف فی الحیوان سے اور اسواسطے کہ یہان حیوان منضبط نہین ہو سکتا اگر چہ ضبط ظاہر ممکن ہے کذا فی البحر و اطرافه کروس و اکارع خلافاً لمالك و جاز وزناً فی روایة
اور سلم جائز نہین جانور کے اطراف مین چنانچہ اوسکے کلہ پایون مین بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت مین سلم جائز ہے تو لکر و لا فی حطب بالحزم و رطبة بالجرز الا
اذا شرط بما لا یؤدی الی النزاع و جاز وزناً فقط اور سلم جائز نہین لکڑیون مین گٹہے باندہکر اور نہ رطبہ مین مٹہی باندہکر مگر جبکہ اسطرح ضبط اور تعین ہو جاوے کہ باعث نزاع
نہو اور لکڑیون اور رطبہ مین تو لکر سلم جائز ہے کذلك فی الفتح ہم تعیین قاطع نزاع کی یہہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹہا باندہا جاتا ہو اوسکا طول مصرح ہو جاوے سطرح کہ
مقام گفتگو باقی نہے حزم بضم حاء حطی و فتح زاء معجمہ جمع ہے حزمہ کی یعنے گٹہا اور جرز بضم جیم و فتح راء مہملہ جمع ہے جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحاوی و جوهر و خرز اور
سلم جائز نہین جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ہم خرز بتحریک وہ چیز ہے جو تاگے مین پرو دیجاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہر اجواہرات اور موتیون مین بطریق وزن
کے بہی سلم جائز نہین اسواسطے کہ دو موتیون مین تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت مین اگرچہ عدد اور وزن مین اتفاق ہو کذا فی الطحاوی الا صغار لؤلؤ تباع وزناً
لانه انما یعلم به مگر چہوٹے موتی بیچے جاتے ہین تو لکر اسواسطے کہ اونکی قیمت تو لنے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحطاوی نے مکی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے صغار
جواہر کا و منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور اوس نایاب چیز مین سلم جائز نہین جو بازارون مین نہین ملتی عقد سلم کے
وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار مین نہو اور گہرون مین ہو تو اوسکا اعتبار نہین و لو انقطع فی اقلیم دون اخرلم یجز
فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم مین نہ دوسری اقلیم مین تو سلم جائز نہین منقطع مین یعنی اقلیم عدیم الوجود مین شی منقطع کی سلم جائز نہین اسواسطے کہ اوسکا لانا بدون مشقت
عظیمہ کے متصور نہین تو عجز عن التسلیم لازم آیا و لو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجوده و الفسخ و اخذ رأس ماله اور اگر مسلم فیہ منقطع ہوئی
بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اوسکے پائے جانیکا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے و لحم و لو منزوع عظم
و جوزاه اذا بین و صفه و موضعه لانه موزون معلوم و به قالت الائمة الثلثة و علیه الفتوی بحر و شرح مجمع اور گوشت مین سلم جائز نہین امام کے نزدیک اگرچہ
بے ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبین نے اوسکو جائز کہا ہے جب کہ اوسکا وصف بیان ہوگیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا
اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر و شرح المجمع ہم اتقانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت
مین سلم جائز ہی بشرط بیان جنس اور سن اور نوع اور صفت اور موضع اور مقدار کے یعنی گای کا گوشت یا بکری کا جانور یکسالہ ہو یا کم و بیش نر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا
گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم و بیش کذا فی الطحاوی و لکن فی القهستانی انه یصح فی المنزوع بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع و فتنبه لیکن قہستانی مین ہے
کہ بے ہڈی کے گوشت مین سلم جائز ہی بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اوس گوشت مین ہے جسکی ہڈی جدا نہین ہی خبردار رہو لکن صرح غیره بالروایتین فتنبه
لیکن غیر قہستانی نے صراحت کی ہے دو روایتوں کی سو تامل کرنا ہم یعنی امام سے دو روایتین ہین ایک روایت مین مطلقاً سلم جائز نہین اور دوسری روایت مین تفصیل کو

یعنی وہ دونون جو شارح کے کلام مین ہین ۲

ہی مطلق اوسنے کہا کہ مسند یا کین کا حذف کرنا بہتر تہا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدراک کی کیا ضرورت ہی و لو حکم بجوازہ اتفاقاً جاز انتہی اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیہ و فی العینی انہ قیمی عندہ مثلی عندھما اور عینی مین ہی کہ گوشت امام کے نزدیک قیمتی ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بمکیال و ذراع مجہول قید فیہما اور جائز نہین سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونون کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم علماء نے کہا پیمانہ معین اگر معین مراد ہی اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفا متعذر ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا تو سلم جائز ہی وجوزہ الثانی فی الماء قربا للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز رکہا ہی پانی مین مشکون بہر کے بسبب رواج کے کذا فی الفتح ہم یعنی سقے سے چند مشکین پانی کی خرید کرنا مین مشک سو جائز ہے

ولا بر قریۃ بعینہا و تمر نخلۃ معینۃ الا اذا کانت النسبۃ لتعیین الصفۃ لا لتعیین الخارج کخمرچی او بلدی بہ یراد فالمراد و المقتضی العرف فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گانون کے گیہون اور معین کہجور کے درخت کے پہل مین مگر جب کہ نسبت پہل اور کہجور کے درخت اور گانون کے بیان صفت واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شئے خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہون کی نسبت ہماری ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی سلم کا عرف یعنی ہے ہم یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہی تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پہل مین سلم اسواسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہون اوس گانون مین یا پہل اوس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم باقی ہے تو اسمین احتمال فسخ عقد کا ہی لہذا صحیح نہین علاوہ برین وہ چیز فی الحال معدوم بہی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہوگیا کیونکہ اقلیم کیطرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم مین بہی گیہون نہ پیدا ہون احتمال ضعیف ہے ولا فی حنطۃ حدیثۃ قبل حدوثہا لانہا منقطعۃ فی الحال وکونہا موجودۃ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہین سلم نئے گیہون مین قبل اوسکے پیدا ہونیکے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا اوسکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کیوقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونون وقتون کے مابین مین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہی و فی الجوہرۃ اسلم فی حنطۃ جدیدۃ او فی ذرۃ حدیثۃ لم یجز لانہ لا یدری ایکون فی تلک السنۃ شیء ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عامہ مفسد لہ ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ مین ہی عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئی چنے مین تو جائز نہین کیونکہ معلوم نہین کہ اوس سال مین وہ پیدا ہوگا یا نہین مین کہتا ہون اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقۂ سلم مین یہہ قول لکہا جاتا ہی کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہی قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہین وشرطہ ای شروط صحتہ التی تذکر فی العقد سبعۃ بیان جنس کبر او تمر و بیان نوع کسقی وبعلی و صفۃ کجید او ردی و قدر ککذا کیلا لا ینقبض ولا ینبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط جو عقد مین مذکور ہوتی ہین سات ہین ا بیان ہی مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون یا کہجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ آدمیون کی سیچی یا بارش تہا کی سیچی ۳ بیان اوسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گیہون یا گیہون میں جو ملا ہوا ۴ بیان مقدار ... اتنے کیل بجو کیل سے کہ کیل نہ سکڑے اور پہیلے نہین واجل واقلہ فی السلم شہر بہ یفتی ۵ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم مین ایک مہینہ ہی اسیکا فتوی ہے ہم مقدار مدت مین اختلاف ہے اور اصح وہ ہی جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہی کیونکہ اوسکے ما فیہ عاجل اور اقصی آجل ہے اور ماخوذ ہو مسئلہ یمین سے یعنی جو قسم کہائی کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اوسنے قبل تمام ہونے مہینہ کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ ماد وں شہر کے حکم عاجل مین ہی اور شہر اور مافوق اوسکے آجل ہے علماء نے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر و فی الحاوی لا باس بالسلم فی نوع واحد علی ان یکون حلول بعضہ فی وقت وبعضہا فی وقت آخر اور حاوی مین ہے کہ سلم کرنیکا کچہہ مضائقہ نہین نوع واحد مین اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت مین ہو اور بعض کا دوسرے وقت مین ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیاخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالا لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولذا شرط دوام وجودہ لتدوم القدرۃ علی تسلیمہ بموتہ اور باطل ہو جاتی ہی مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لیگا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسیواسطے یعنی ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہی صحت سلم مین تا اوسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کے وارث بعد اوسکی موت کے تسلیم پر قادر ہوں

بیان شرائط صحت سلم

[illegible]

وبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقداره کما فی مکیل وموزون وعددی غیر متفاوت واکتفیا بالاشارة کما فی مذروع وحیوان ۶ مقدار راس
المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو رأس المال کی مقدار سے چنانچہ مکیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت مین اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان
مین ہم صاحبین نے کہا کہ جب رأس المال کے طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اوسکی مقدار کا ضرور نہین چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہ این سابہ بالاتفاق کافی
ہے ہو اسطے کہ مذروع مین گزون کا معلوم ہونا مشروط نہین کیونکہ عقد اوسکی مقدار سے متعلق نہین ہو اسطے کہ مسلم فیہ گزون کی شمار پر منقسم نہین ہو اسطے کہ گز وصف
ہوا وسکے مقابل مین کچہہ ثمن نہین پڑتا تو اوسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی قلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد رأس
المال ابن کمال ہم جواب دیتے ہین امام کے طرف سے کہ کاہے مسلم الیہ قادر نہین ہوتا مسلم فیہ کے تحصیل مین تو رأس المال کے پہیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صرح ابن کمال یعنی
اگر مقدار رأس المال کی معلوم نہوگی تو نزاع واقع ہوگا وقد ینفق بعضہ ثم یجد بالباقیہ معیبا فیردہ ولا یستبدل لہ رب السلم فی مجلس الرد فینفسخ
العقد فی المردود ویبقی فی غیرہ فیلزم جہالة المسلم فیہ فیما بقی ابن ملک فوجب بیانہ اور کاہے مسلم الیہ بعض راس المال کو خرچ کر ڈالتا ہے پہر باقی رأس المال کو
عیب دار پاتا ہے تو اوسکو پہیر دیتا ہے اور رب السلم مجلس رد مین اوسکو بدل نہین دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا اوسقدر رأس المال مین جو پہیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود مین
تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی ملتقی مین کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان رأس المال کی مقدار کا والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل ومؤنة
اور ساتواں ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اوس مسلم فیہ مین جسمین بار برداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی بار برداری مین کلفت اور مشقت ہو وہان بیان مکان
ایفا شرط ہے مانند مشک اور سوتی کے ومثلہ الثمن والاجرة والقسمة اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہے ثمن کی صورت یہہ ہے کہ ایک شخص نے عبد خریدا
مکیل یا موزون کے عوض اور خرید کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور اجرت کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گہر یا جانور اجارہ لیا بعوض مکیل یا موزون
کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور قسمت کی صورت یہہ ہے کہ دو شخصون نے ایک گہر قسمت کرلیا اور ایک شخص نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد
کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی وعلیٰنا مکان العقد وبہ قالت الثلثة
کالبیع والقرض والاتلاف والغصب قلنا ہذہ واجبة التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی
مذہب ہے باقی تینون اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب مین واسطے تسلیم بیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور
غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہین امام کے طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض وغیرہا واجب التسلیم ہین فی الحال لہذا وہی زمین وہی مکان متعین ہوگیا بخلاف پہلی صورتون کے یعنی
سلم اور ثمن اور اجرت اور قسمت کے فلو شرط الایفاء فی مدینة فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلة منہا بریٔ ولیس لہ ان یطالبہ فی
محلة اخری بزازیة ایفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر مین تو سب محلے اوسکے برابر ہین ایفا مین تو اگر وہ تسلیم کرے اوس شہر کے کسی محلہ مین بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار
نہین ہے کہ اوس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ مین کذا فی البزازیہ وفیہا قبلہ شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین
الاجارة والتجارة اور بزازیہ مین قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لاد کر پہونچانا اپنے گہر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہین بسبب جمع
ہوجانے دو عقد کے یعنی اجارہ اور تجارت ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہے وما لا حمل لہ کمسک وکافور وصغار
لؤلؤ لا یشترط فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا ویوفیہ حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز مین اوٹہانے کی کچہہ حاجت نہین جیسے
مشک اور کافور اور چہوٹے موتی تو اوسمین مکان ایفاء مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچادے جہان اوسکا جی چاہے قول اصح مین اور ابن
کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے ہم حمل اور مؤنت اوس چیز مین نہین جسمین پیٹہ پر لادنے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہین اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی
ولو عین فیما ذکرنا مکانا تعین فی الاصح فتح لانہ یفید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کرلیا اوسمین جو مذکور ہوچکا یعنی جسمین بار برداری کی حاجت نہین تو مکان
مشروط متعین ہوجائیگا قول اصح مین کذا فی الفتح ہو اسطے کہ تعیین مکان سقوط خطرہ راہ کی مفید ہے ویبقی من الشروط قبض رأس المال ولو عینا قبل الافتراق
بابدانہما وان ناما او سارا فرسخا او اکثر اور باقی رہا شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین

سو گو یہ پن بقدر فرسخ یا زیادہ وسا تھ چلے گئے ہون ھم مصنف اور شارح نے بیان شروط مین تغییر اسلوب ہو اسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہین ہین جنکا ذکر کرنا شرط
ہو بلکہ اونکا وجود بلا ذکر کافی ہو ولو دخل فی خیمة الله راهيًا ان تتوارى عن المسلم اليه بطل وان بحيث يراه لا اور اگر رب السلم مکان مین داخل ہوا اور ہم
نگاہ لاوی اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم باطل ہو گیا اور اگر سا تھ ہی داخل ہوا ہو کہ اوسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہین وصحت الكفالة والحوالة والرهن بمال السلم
رأس مال السلم جائز ہے اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ھم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن اور رب السلم سے
قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور در صورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت او حوالہ
باطل ہین اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال علیہ کے طرف متوجہ ہو گا کذا في الهداية وهو شرط بقائه على الصحة لا شرط
انعقاده بوصفها فينعقد صحيحا ثم يبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو
در صورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہو گا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو ابى المسلم اليه قبض رأس المال أجبر عليه خلاصه اور اگر
مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اوسپر زبردستی کیجائیگی کذا في الخلاصه وبقي من الشروط كون رأس المال منقودا وعدم الخيار وان لا يشتمل البدلان
احدى علتي الربوا وهو القدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء تتحقق به اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور
نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتون سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے واسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کی ہونے سے ھم
قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہون مین اور اسیطرح زعفران اور گھی مین صحیح ہوا ہو اسطے کہ اگرچہ بدلین مین وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہو کہ
نقود کی باٹ علیحدہ ہین اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا مین ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعد في العيني تبعا للغاية سبعة عشرا ور عینی نے با تباع
غایۃ البحتبی کے سلم کی شرطین سترہ شمار کی ہین ھم از انجملہ چھ شرطین راس المال مین یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اوسکا منقود اور مقبوض
ہونا ، در نو شرطین مسلم فیہ مین یعنے بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور قیاسا مال ہونا جو تعین سے ہو متعین اور منضبط ہو
وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جسمین خیار شرط نہو اور ایک
شرط بنظر بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتون مین سے ایک علت کا نہونا كذا في البحر عن المنح وزاد المصنف وغيره القدرة على تحصيل المسلم فيه اور اپنی شرح
مین مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ھم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہین باوجود اشتراط عدم انقطاع کے
نہر الفائق مین کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو نہر فرع على الشرط الثامن بقوله وان اسلم مائتي درهم في كر بقتم فقد ما ئتي ن
فقيز ادا القفيز ثمانية مكاليك والمكوك صاع ونصف عيني مستحال كون المائتين مقسوم مائة دينا عليه اي على المسلم اليه ومائة نقدا نقدها
رب السلم وافترقا على ذلك فالسلم في حصة الدين باطل لانه دين بدين وصح في حصة النقد ولم يشع الفساد لانه طارئ حتى لو نقد الدين في
مجلسه صح في الكل پھر مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درہم کا ایک کر گیہون مین حالانکہ دو سو یا نظر حق
مقسوم ہین کہ ایک سو درہم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایکسو نقد جنکو رب السلم نے المحال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہے کیون کہ
مبادلہ ہو دین کا دین سے اور یہ جائز نہین اور سلم صحیح ہو نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد
اوسکے بقدر دین باطل ہو گیا تا اینکہ اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درہم مین سلم صحیح ہو گا شارح نے کہا کر بضم کاف و تشدید راء جملہ عبارت ہے سا تھ
قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ھم اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایکسو تیس درہم کا دونون نصف ثمانا نانیا
وعلى غير العاقد فسد في الكل اور اگر دو سو مین لکیسو بیا مون اور ایکسو درہم یا ایک سو درہم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہو ولا
يجوز التصرف المسلم اليه في رأس المال ولا لرب السلم في المسلم فيه قبل قبضه بنحو بيع وشركة ومرابحة وتولية ولو ممن عليه حتى لو وهبه منه
كان اقالة اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے جیسے بیع اور شرکت اور مرابحہ اور

تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اُسی شخص سے کئے ہوں جسپر رأس المال یا مسلم فیہ ہو یہان تک کہ اگر رب السلم نے مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کر دی تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ
ہبہ قبول کر لے ہم رأس المال میں اسواسطے تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور بعد تصرف کرنا اوسمین قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہی اور
مسلم فیہ میں اسواسطے تصرف درست نہیں کہ وہ مبیع ہو اور مبیع منقول میں قبل قبضہ کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہو کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو
مجکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہو کہ غیر شخص سے کہے کہ رأس المال پر کچھ مجکو فائدہ زیادہ دیدے یا اوسکے
برابر دیدے تا مسلم فیہ بخصوص تیرا ہو وفی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنے بعض سلم میں اقالہ
کرنا اور بعض کو قائم رکہنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو چنانچہ نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اوسکے کذا فی المحیط و لا یجوز ان یشتری رب السلم
شیئا من المسلم الیہ برأس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب السلم کو خرید کرنا
مسلم الیہ سے بعوض رأس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد میں اگر سلم فاسد ہو تو استبدال رأس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہو قبل قبضہ
بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او رأس مالک ای الا سلمک حالۃ قیام العقد او رأس مالک حال الانفساخ
فامتنع الاستبدال خرید مذکور جائز نہیں قبل قبضہ کرنے رأس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ تو نہ لے مگر اپنا سلم یا اپنا رأس المال یعنے
اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا رأس المال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہو گیا ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہو اور
اہل حدیث کو اسمین گفتگو ہو لیکن یہ حدیث ابوداود اور ابن ماجہ اور ترمذی میں بالمعنے باین لفظ ابوسعید خدری سے مروی ہو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ فی غیرہ یعنے جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اُسکو اوسکے غیر میں نہ پھیرے اور یہ مقتضی ہو اسکو کہ نہ لے مگر اوسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف
بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ الجواز التصرف فیہ بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اوس سے استبدال جائز
ہی لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں بسبب جائز ہونے اوسکے تصرف کے بدل صرفین بخلاف سلم کے یعنے رأس المال میں تصرف جائز نہیں ہم
یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہی کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس میں اسواسطے کہ صرف میں تعیین حاصل نہیں ہوتی بدون قبض
کے کیونکہ اوسکا استبدال جائز ہے تو اوسمین قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اوسکے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اوسمین تعیین
بالقبض کی حاجت نہیں لہذا اوسمین نفس قبض جب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی المحیط ولو شری المسلم الیہ فی کر کر ۱۳ و امر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء
عما علیہ لم یصح للزوم الکیل مرتین ولم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر میں اگر اوسنے ایک کر گیہون مثلا خرید کیا اور بعد خرید مذکور کے رب السلم کو
امر کیا اوسکے قبضہ کر لینے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبار اور حالانکہ دو پیمانہ نہیں پایا گیا ہم پیمانہ نا پنا
دوبار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اوسکے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم میں اور دو لزوم عقد بشرط کیل
میں سو یہان حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور اصل اسمین وہ حدیث ہی جسمین بیع طعام سے نہی وارد ہو تا وقتیکہ اوسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور
دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہی جب کہ دو عقد مجتمع ہون اور ایک عقد میں تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہو موزون اور
معدود کا کذا فی المحیط و صح لو کان الکر قرضا وامر مقرضہ بہ لانہ اعادۃ لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہو اور اپنے مقرض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح
ہی اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہو نہ بدلنا ہم صورت قرض یہ ہی کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہون قرض لئے پھر زید نے ایک کر گیہون خرید کئے اور خالد کو اوسپر
قبضہ کرنیکا امر کیا ادای قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ دین اول سلم تہا پھر جب مدت اوسکی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر
گیہون قرض لئے اور رب السلم کو امر کیا اوسپر قبضہ کرنیکا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما صح لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ منہ لہ ثم لنفسہ
ففعل فاکتالہ مرتین لزوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہو اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اوسکے بائع سے اپنی ذات کیواسطے بعد اسکے امر
کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنیکا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اوسکو دو بار پیمانہ کیا یعنے ایکبار مسلم الیہ کے قبض کیواسطے اور دوسری بار رب السلم کیواسطے تو

پھر قبض صحیح ہے بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہاں دو بار پیمانہ کرنے سے زائل ہو گیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان
یکیل المسلم فیہ فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم بغیبتہ اما بحضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ وامر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ
ظرف البائع ثم لم یکن قابضا للمبیع بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ کو کہا کہ
مسلم فیہ کو ناپ کر میرے ظرف میں سو اوسنے ناپ دیا او سکے ظرف میں یعنے رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض
ہو جائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسیطرح کے ناپنے کو سو اوسنے ناپ دیا بائع کے ظرفین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا
بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کی ظرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہے اور اول یعنے رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے
ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہاں سلم اور خرید میں فرق ہے کہ در صورت مذکورہ مشتری قابض ٹہیر یگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود میں ہے تو وہ مالک ہو گیا بمجرد عقد کی
تو بائع اوسکا وکیل ہو گیا امساک ظروف میں بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اوسکا مالک نہیں ہو سکتا بدون قبضہ کے پھر جب
قبض صحیح نہ ٹہیرا تو مسلم الیہ مستعیر ظرف ہو گیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کیواسطے کیل العین المشترا ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری ف
قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدی عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونوں کا بھر دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے باامر مشتری کے بسبب تابع ہونے دین کے
عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون کے ایک کر میں پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے متعین گیہون بقدر ایک کر کے خرید کیے پھر
رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیہون یعنے دین اور عین اسمین بھر دے تو اگر اوسنے پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف میں تو عین کا قابض
ہوا کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے
قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہیں اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹہیرا کہ ملک کا خلط ہو گیا قبل التسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی المحیط و مضادہ
بعکسہ وھو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیراہ بین نقض البیع والشرکۃ اور اسکے بالعکس یعنے پہلے دین کا پیمانہ کرنا قبض نہیں اور صاحبین نے مشتری کو مختار
کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے لے اوتنے مال میں بائع کا شریک ہو جاوے کہ سلم
امۃ فی کر بر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ ۲۱ وماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود علیہ وھو المسلم فیہ
وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیہما فی المسئلتین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہون میں اور لونڈی پر قبضہ ہو گیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے
سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مر گئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مر گئی اوسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود
علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض تھی سبب ہے ضمان کا لہذا
یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ میں اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہے تا اینکہ وہ مقبوض ہوا اور سلم میں
کچھ شک نہیں کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہیں کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہے لہذا اوسکی قیمت
واجب ہوئی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کی مانند حکم ہے مقایضہ میں ہم یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہو گیا ہو
(بیع عین کی عین کے ساتھ ہو)
اسواسطے کہ بیع المقایضہ میں ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹہیر یگا بخلاف الشراء بالثمن فھلاک الامۃ
اصل فی البیع بخلاف خرید کرنیکے ثمن سے دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ لونڈی اصل ہے بیع میں ہم یعنے اگر لونڈی کو مثلا ہزار درہم سے خرید کیا پھر لونڈی مر گئی
بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اوسکی موت کے بعد تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں لونڈی اصل ہے بیع میں کیونکہ وہ مبیع ہے اور مبیع کا ہلاک
قبل القبض مبطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی رأس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع
اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونیکے بخلاف بیع کے کہ اسمین اقالہ جائز نہیں دونوں طرح کے ہلاک میں تقایلا البیع فی
عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام میں پھر غلام بہاگ

گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری ہی قادر ہو اوسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال خود قائم ہو کذا فی القنیہ والقول لنافی
الرداءۃ والتاجیل لا للنافی الوصف وھو الرداءۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہو نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا ہم یعنی اگر
ایک شخص کہے کہ مینے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہو اور دوسرا کہتا ہو کہ مینے کچھہ شرط نہین کیا تو مدعیکا قول معتبر ہے نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی
کا اور رداءت یعنی نقصان بیان بطور مثال کے ہو تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہو تقدیر اجل سے
لیکن یہان تاجیل سے اجل مراد ہو اور اجل عبارت ہو قائم وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق
وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندھما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جسنے اپنا کلام
بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اوسکے ساتھی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اوسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا
ایکہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت لغت مین اوس سے عبارت ہو کہ انسان وہان گرے جہان سے
نکل نہ سکے لیکن یہان تعنت سے مراد یہہ ہو کہ اوسکا منکر ہو جو اوسکے حق مین نافع ہے تعنت کی صورت یہہ ہو کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھہ شرط نہین کیا تو یہان
مسلم الیہ کا قول شرط الاوین معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ راس المال پر عادت مین زائد ہوتا ہو تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ
مدت نہتی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مسلم الیہ متعنت ہو اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنی
مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یون کہنا کہ مینے ردی شرط کیا تہا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مینے کچھہ شرط نہین کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تہی اور مسلم الیہ نے
کہا بلکہ اجل شرط تہی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا
قول معتبر ہی کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتمد ہو کہ مدعی صحت ہو اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک
رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہو صاحب درر نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک دونون صورتون مین یعنے تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہو
اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تہا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندھما للمنکر کذا فی الطحطاوی
یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کیطرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کیطرف ہذا الفائق مین بھی امام اور صاحبین کا مذہب بر عکس نہند مصحح طحطاوی نے کہا عقد واحد
پر اتفاق ہونا چنانچہ ہمقام مین ہے ہو اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہی کیونکہ سلم بلا مدت بھی سلم فاسد ہے دوسرا عقد نہین بخلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ
ثابت ہوگا اور صورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار
مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتہہ معتبر ہی کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ہم طالب سے مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہو وای برھن قبل وان
برھنا فبینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونون گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے
گواہون پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنے زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ الا ان
یبرھن الاخر وان برھنا فبینۃ المطلوب اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے مین تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتہہ معتبر ہو مگر جبکہ
دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم فقالا استصناعا تحالفا اور اگر دونون سلم مین اختلاف کرین یعنے
ایک شخص عقد سلم کا مقر ہوا اور دوسرا مدعی تو دونون قسم کہائین بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع ھو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہی طلب عمل
صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا ہم یہہ لغوی معنی ہین اور شرع مین استصناع یہہ ہو کہ صانع یعنی کاریگر چنانچہ موزہ گر کفشگر یا ٹہٹہیرہ سے کہے کہ مجکو اتنا لنبا چوڑا موزہ
یا کفش بنادے یا کچھہ چیز جسمین اتنا سماوے اور وزن اوسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنادے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر
باجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہو اگر اوسمین مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو
یعنی مہلت دینے کے
بطریق استعجال کے ہو اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہین ہوجاتا پہر جب استصناع مؤجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی

جملہ شرائط سلم

قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیرہ ذلک هم اگر استصناع میں سلم کی مانند مدت ہو چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے بالتفصیل اور اگر مدت سلم
کے لائق نہین تو وہ استصناع ہی اگر اوسمین تعامل خلق جاری ہوا ور اگر تعامل نہین تو وہ استصناع فاسد ہو اگر مدت علی سبیل الاستعجال مذکور ہوا ور اگر مدت علی وجہ
الاستعجال مذکور ہو بطور یکہ اوسکو کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسون تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے ہی نہ تاخیر مطالبہ کیواسطے
شرح زیلعی وغیرہ مین ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس مدت مین موضوع ہی جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہین کذا فی العطاء یہ
دریافت کرنا چاہئے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہین اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہین ہو سکتا کیونکہ استیجار اوس عمل پر جو اجیر کی ملک
مین ہو جائز نہین چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اوٹھا لیچل اس مکان مین وہان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہین
اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہی کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہین ولیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہی بسبب تعامل اور رواج کے جو راجع ہے
اجماع عملی کیطرف زمانہ رسالت سے ابتک بلا انکار اور بطور تعامل احادیث میں مندرج ہی کہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی اور ثابت ہوا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور جسمین تعامل نہین اوسمین عدم جواز بہ نظر قیاس مذکور کے چنانچہ
جولاہہ سے بنوانا اور سکے سوت سے قمیص سلوانا درزی سے اور سکو سوت سے کذا فی فتح القدیر تجری فیہ تعامل ام لا و قال لا اول استصناع استصناع مؤجل جل
معلوم سلم ہے خواہ اوسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہوا اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنے جسمین تعامل جاری ہے وہ استصناع ہی نہ سلم وان ذکر فیہ ای الاجل فیما فیہ
تعامل الناس کخف وقمقمۃ وطست بمہملۃ وذکرہ فی المغرب بالشین المعجمۃ وقد یقال طسوت صح لا استصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول
لوگون کا جاری ہو چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہو اور مغرب مین اسکو بشین معجمہ ذکر کیا ہی اور گاہی اسکو طسوت
بھی بولتے ہین هم طست لغت طی مین طس بسین مشدد تھا ایک سین کو تاء مثناۃ فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یون کہتا و یقال
فی جمعہ طسوت تو ٹھیک تھا کذا فی العطاء وبغیرہ لا اعدۃ علی الصحیح لتفرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پر مصنف نے
اوسکے بیع ہونے پر تفریع کی اپنے آیندہ قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الامر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر پر زبردستی کیجائیگی اوسکے بنانے پر اور بنوانے
والا اوس سے پھر نہین سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع ھو العین لا عملہ فلا فالبرذعی اور استصناع مین
مبیع خود وہ شی مصنوع ہو نہ عمل اوسکا برخلاف ابو سعید برذعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عملہ
لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اوسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اوسکا لینا صحیح نہوتا
ولا یتعین للمبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور مبیع اوسمین نہین ہو جاتی آمر کے واسطے
بدون اوسکی رضامندی کے تو صحیح ہی بیچنا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اوسکے آمر کے اور اگر مبیع اوسکے واسطے متعین ہوتی تو اوسکا بیچنا درست نہوتا
وله ای للآمر لا لغیرہ اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ لا خیار للصانع بعد رؤیۃ المصنوع لہ وھو الاصح ظہر اور اسکو یعنی آمر کو اوسکے لینے مین اختیار
ہی بسبب خیار الرؤیۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہی کہ صانع کو اختیار نہین بعد دیکھنے اوس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہی کذا فی النہر ولغیرہ
ای فیما لا یتعامل فیہ کالثوب الا باجل کسا مر اور استصناع صحیح نہین اوسمین جسکو بنوانیکا لوگون مین رواج نہین چنانچہ کپڑے مین مگر مدت ٹھیراکر چنانچہ باب السلم
مین مذکور ہوچکا یعنی جسمین تعامل نہین اوسمین فرمایش صحیح نہین بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھیری تو اب مراعات جمیع شروط سلم کی لازم
ہوگی کذا فی العطاء هم لفعل ہندوستان مین طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اور اہل عقد و کتابین چھپواتے ہین تو ظاہر ایسے استصناع صحیح ہے خواہ کل
قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھ نہ دیجاوے مگر فرمایش مین یہ ضرور ہی کہ ایسا کاغذ ہوا اور اوراق کا عرض و طول اتنا اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار
منقول عنہ وغیرہ ذلک اور صاحب فرمایش کو بعد رؤیت کے اخذ و ترک کا اور چھاپنے والیکو قبل رؤیت صاحب فرمایش کے بیع کتب مین اختیار ہی اور اگر بشرائط
سلم آپس مین معاملہ ہو تو اوس صورت مین عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالی اعلم فان لم یفصل فسمہ ان ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال کان للاستعجال کعلی ان

سلہ مرغم احمد قمقمہ او ہر آفتابہ کیا ہی اوسمین تشیع الا ہوا جیسا پیدا ہو اور طاس بھی سلہ بمعنے اور نمونہ بنائی اور

نظر فیه فان کان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال ہو تا خیر المطالبہ مذکور ہوا اور اگر استعجال کے
واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صانع سے یون شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہو تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحاوی نے کہا یہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ الی آخر
التقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ حال کے ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا السلم فی الدبس لا یجوز لما فی اجارۃ جواہر الفتاوی لو جعل الدبس اجرۃ لا یجوز
لانه لیس بمثلی لان النار عملت فیه و لذا لا یجوز السلم فیه فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم و شیرہ رطب مین جائز نہین اسواسطے کہ جواہر
الفتاوی کی کتاب الاجارہ مین مذکور ہے کہ اگر دو شاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ مثلی نہین کیونکہ آگ نے اسمین اپنا عمل کیا ہے اور اسی
واسطے سلم اسمین جائز نہین تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر عین ہو یعنی بیچ حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معاینہ اسمین دہوکا نہین ہم و لبس بالکسر یکے بعد دیگرے
عبارت ہے عسل تمر سے سلم اسمین اسواسطے جائز نہین کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے گاہی جلنے سے بہت گاڑہا ہو جاتا ہے اور گاہے پتلا تو اوسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن
نہین بخلاف گہی کے کہ اسمین تاثیر آگ کی بعد معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گہی بگڑ جاوے کذا فی الحاوی قلت و ینبغی فی الغصب ان الرب والقطر
والعصیر والمطر والآجر والصابون والعصفر والسرقین والجلود والصنم دبر مخلوط بشعیر قیمی فلیحفظ مین کہتا ہون اور آگے آوے گا کتاب الغصب مین
کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور پکی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور چرڑی اور کہال اور گیہون جو سے قیمت والی چیزین ہین مثلی نہین اسکو یاد
رکہنا چاہیے ہم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قیمتی ہوئین تو انمین عقد سلم جائز نہین طحطاوی نے کہا باب السلم مین کہ رب وہ چیز ہے جو نچوڑ سے نکلے
اور قطر ایک قسم ہے عسل قصب سے اور محشی مذکور نے کتاب الغصب مین کہا کہ رب عبارت ہے ہر پہل کے نچوڑے ہوئے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف مین وہ ہے
جو شکر سے ٹپکے بحر البحرین مین کہا کہ اصطلاح اطبا مین رب عبارت ہے اوس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پہر گاڑہا کیا جاوے آگ سے جوش کر
یا آفتاب مین رکہکر **باب المتفرقات** من ابوابها و عبر فی الکنز بمسائل منثورۃ و فی الدرر بمسائل شتی والمعنی واحد یہ باب ہے ان
مسائل کے ذکر مین جو اپنے ابواب سے متفرق ہین اور کنز مین اس باب کو مسائل منثورہ اور درر و غرر مین مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہے ہم
عادت فقہا یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب متقدمہ مین چھوٹ گئے اور اپنے مواضع مین مذکور نہوئے تو اون سبکو یکجا مذکور کر دیتے ہین اور اونکو ہا ء ثلثہ سے کسی ایک نام
سے مسمی کرتے ہین اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح و لا قیمۃ له و لا یضمن متلفه و قیل بخلافه یصح و یضمن قنیه خرید
کیا بیل یا گہوڑا کچی مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہین اور اوسکی کچہ قیمت نہین اور اوسکے تلف کرنے والے پر تاوان نہین اور قول ضعیف
اسکے برخلاف ہے یعنے بیع صحیح ہے اور متلف پر ضمان ہے کذا فی القنیہ ہم جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہین تو اوسکا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان
اسواسطے نہین کہ یہ آلات لہو ہے و فی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بها الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف
سے روایت ہے کہ کہلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کہیلنا جائز ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ طرز بیان اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ قول بہی ضعیف ہے و صح بیع
الکلب و لو عقورا والفهد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعها حتی الهرۃ و کذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر و هو المختار للانتفاع بها و بجلدها
کما قدمناه فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتہی اور بندر اور درندون کی بیع اونکی باقی اقسام کے ساتہہ یہانتک
کہ بلی کی بہی بیع جائز ہے اور اسیطرح درندون پرندون کی خواہ وہ معلم ہون یا نہون سوای سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے
اور انکی کہالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین پہلے ذکر کر چکے ہین ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقا جائز نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی مسند مین عن الهیثم عن عکرمۃ عن ابن عباس روایت کی قال
رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کے ثمن مین اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن
حبان نے ذکر کیا ہے کہ هیثم ثقات تابعین سے ہے و تمامه فی فتح القدیر والنحر بالقرد ان کان حراما لا یمنع بیعه بل یکره کبیع العصیر خمر و هبانیه
اور سنحر اپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے مانع اوسکی بیع کا نہین بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی بیچنا شراب بنانیوالے سے کذا فی شرح الوهبانیہ **فرع**

باب المتفرقات

مسئلہ لمعہ شارح کا لا ینبغی اتخاذ کلب لا لخوف لص او غیرہ فلا بأس ومثلہ سائر السباع یعنی لائق نہین کتے کا پالنا اور رکہنا مگر چور وغیرہ کی خوف سے تو کچہہ مضائقہ نہین اور اسکے کی مانند باقی درندے ہین کذا فی العینی هم یہ کہتے کہ گہر مین رکہنا جائز نہین مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب ماشیۃ او ضاریۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنے جو کتا رکہیگا سوای شکار اور مواشی کے کتے کے تو اوسکے ثواب سے ہر روز دو قیراط گہٹتے جاوینگے وجاز اقتناءہ لتصید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بہیڑ بکری اور کہیت کی حفاظت کیواسطے بالاتفاق کافی بیع حرم حمام کثیرۃ جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے محیط وفتح کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہہ ہے جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ یہہ اقل قیمت بیع سے وهو حبۃ قنیہ اور صحیح ہی اوسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ واذنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیعکی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت کسرۃ خبز لا یجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہین کذا فی القنیہ هم یعنے اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہین کذا فی العطاء اور کما لا یجوز بیع هوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہین زمین کے کیڑوں کا بیچنا مانند خنافس کہ یہی اور بچہو اور چہپکلی اور گوہ کے هم خنافس جمع ہے خنفساء کی بضم خا معجمہ وسکون نون وفتح فا کہ سیاہ کیڑا ہے گندہ بو سوائے گہبریلے کے فارسی مین اوسکو غوزک کہتی ہین محیطا ورنہ کہا محیط مین ہی کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ استعمال جانتے ہین اور خون نکالنے کے معالجے مین اوسکے طرف حاجت ہو ولا هوام البحر کالسرطان اور جائز نہین دریا کے کیڑونکی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے هم چونکہ جواز بیعکا مدار حلت انتفاع پر ہی اور کیڑونسے کچہ فائدہ ملنا حرام ہے لہذا اونکی بیع جائز نہوگی کذا فی المحیط وعن الفتح وکل مافیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع مالہ ثمن کسقنقور وجلود الخز ونحوہا للتداوی لوحیا واطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا مین ہین سوای مچہلی کے اونکی بیع جائز نہین اور قنیہ مین جائز کہا ہے اوسکا بیچنا جو قیمت والی چیز ہے چنانچہ سقنقور اور کہال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اسکے جواز بیعکو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات هم سقنقور جانور ہے گوہ کی مانند دریای نیل کے کنارہ پر تولد ہوتا اور بلاد مین بے مثل ہے اور خز بضم خا معجمہ اور زا معجمہ مشدد وہ دریائی جانور ہے اسکے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہی بحر الجواہر مین ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہی جسکا خصیہ جند بیدستر ہے صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہے پہر یہہ نام اوس کپڑے کا ہوگیا جو اوسکے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا درر وفی البدائع انہ غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپوں کی بیعکو جائز کہا ہے اگر اون سے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین چنانچہ تریاق فاروق وغیرہ مین اور اگر فائدہ نہین تو بیع جائز نہین اور اس قول کو بدائع مین رد کیا ہے اسطرح کہ یہہ کلام راست اور درست نہین ہے اسلیے کہ جو چیز شرعا حرام ہے اوس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہین مانند شراب کے تو اوسکی بیعکے مشروع کرنیکی حاجت واقع نہین ہوتی هم کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا کہ حرام چیز سے اوسوقت علاج کرنا جائز ہے جب اوسی مین شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اوسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق بین القولین یہہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا سانپ کے استعمال مین منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالی اعلم وبطل بیع دہن نجس ای متنجس کما فی منلاہ فی التکملۃ الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات نجس نہین نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ هم اوسکو مسائل بیعین بیع فاسد کے باب مین معلوم ذکر کر چکے ہین هم متنجس کی قید سے مردار اور سؤر کے تیل سے احتراز ہو گیا وینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد یعنی کام مین لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اوس مکان مین جو مسجد کے سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع غیر خمر وخنزیر اور اور کافر ذمی مسلم کی مانند ہی بیعون مین چنانچہ صرف اور سلم اور ربا وغیرہ مین هم ذمی مسلم کی مانند ہے اسواسطے کہ مکلف حاجتمند ہی تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہین وہ اونکو بہی جائز ہین اور جو مسلم کو جائز نہین وہ اونکو بہی جائز نہین سوای مستثنیات آئندہ کے غیر الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا بل بخنق او ذبح مجوسی فانہا کالخنزیر فقد امرنا بترکہم وما یدینون هم بیع مین ذمی مسلم کے مانند ہے سوای شراب اور سور اور اوس مردار جانور کے جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنیسے مرا کہ وہ سور کے مانند ہے اور هم امور ہین اونکے عدم تعرض پر اور اونکے معتقدات کے ترک پر هم شارح اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل ذمہ کا حکم

تعرض ان اشیاء مین ہو اسطے نہین کہ یہہ چیزین اونکے حق مین شرعًا مباح ہین چنانچہ ہم سمجھ چکے ہین کہ خمر اونکے حق مین بہی ثابت ہی کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب
باحکام شرعیہ ہین لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہین جاتے کیونکہ وہ اونکی حرمت کے معتقد نہین اور ہم مامور ہین اونکو اعتقادیات کے عدم تعرض
وصح شراء الکافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبدًا مسلمًا او مصحفًا او شقصًا منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا اور مصحف شریف کا
یا دونون مین سے کچھ حصہ مول لینا مثلا ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین ذکر کر چکے ہین وجبر علی البیع اور کافر پر زبردستی کیجائیگی بیچڈالنے پر
یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہوگا لیکن حکم زبردستی اوس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہی
ولو المشتری صغیرًا اجبر علیہ ولیہ فان لم یکن اقام القاضی لہ ولیًا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اوس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر صغیر کا کوئی
ولی نہو تو قاضی اوسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اوسپر بیعین زبردستی کیجائے وکذا لو اسلم عبدہ وبیعتہ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جائیگا بیعین اگر کافر کا
غلام مسلمان ہوجاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام مین ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضًا اور کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اوسکو
مکاتب کیا تو جائز ہے پہر اگر مکاتب ادای بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو اوسکے مالک پر بہی جبر کیا جائیگا بیچڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا
سعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونون محنت مزدوری کرین اپنی قیمت کے ادا کرنے مین ودفعًا
ضررًا لوطئہ مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی سے ولد پر ضرر کیا جاوے یا کوشش کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہہ وطی حرام ہی **فرع** مسئلہ
ملحقہ شارح کا من عادتہ شراء المرد ان یجبر علی بیعہ دفعًا للفساد بحر وغیرہ وکذا المحرم اخذ صیدًا یؤمر بارسالہ لونڈو کا خرید کرنا جسکی عادت
ہو تو اوسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کیواسطے کذا فی البحر وغیرہ اور اسیطرح جس محرم نے شکار لیا تو اوسکے چہوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض
الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہوگیا تو شراب ساقط ہوگئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو
متعذر ہی اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہوگیا تو دو روایتین ہین ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہی اور دوسری روایت ادای قیمت کی اور یہی قول محمد کا
کذا فی الطحطاوی وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا
جس خریدی لونڈیکا نکاح کر دیا اوسکے مشتری نے اوسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہی اوسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے
تو اوسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا لا مجرد نکاحہا استحسانًا نہ فقط اوسکا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہی مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض
البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی وھو المختار تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسف کے قول مین اور یہی مختار ہے
وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو ماتت قبل القبض لم یبطل النکاح وان بطل البیع فیلزمہ المہر للمشتری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے
مقید کیا ہی اوس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہوا اور اگر بیع کا باطل ہوجانا اوسکی موت سے ہو قبل قبضہ کر نیکے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہوگئی
تو اوسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا فتح مشتری کیواسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر مین مذکور نہین اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہہ کیونکر ہوگا
کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کی مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہا یہہ ہے کہ نفع بدلے نقصان کی ہے کذا فی الطحطاوی واشتری شیئًا منقولًا اذ فی العقار لا یبیعہ
القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبۃ معروفۃ فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع
المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظرًا للغائب واوفی الثمن وما فضل یمسکہ للغائب وان نقص تبعہ البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری
قبل قبض اور قبل ادای ثمن کے غائب ہوا بغیبت معروف یعنے اوسکا مکان معلوم ہے اور اوسکے بائع نے گواہ قائم کئے اسپر کہ اوسنے ہمکو بیچا ہے جس غائب کی
تو وہ چیز اوسکے قرضہ مین نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہان ہے تو مبیع بیچی جاویگی یعنی
قاضی اوسکو بیچے یا نائب قاضی بطور نظر یعنی رعایت حال غائب کے اور ثمن بائع کا ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اوسکو غائب کیواسطے رکہہ چہوڑے اور اگر ثمن سے
کم ہو تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب کہ اوسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے

تو قاضی اُسکی نالش نہ سُنیگا کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا اور مبیع کے نہ مرہون ہے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا اور مرتہن نے بیچنے کے
واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اوسکی جائز ہے کذا فے المحیط و عن جامع الفصولین وَاِنِ اشتریٰ اثنان شیئًا وغاب
واحدٌ منہما فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل ودفع الکل للحاضر اور اگر دو شخصون نے ایکچیز خریدی اور دونون میں سے ایک شخص غائب ہوا یعنی
طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہیں کذا فے النہر تو شخص حاضر کو اوسکا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجائیگی کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے
دینے پر وَلَہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن بخلاف احد المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اوسکا روک رکھنا
اپنے شریک سے جب کہ وہ سفر سے آوے یہانتک کہ اوسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنے اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے
مستاجر حاضر نے سب اجرت دیدی تو اوسکو حبس کرنا ادائی اجرت جائز نہیں وَالفرقُ انّ للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرًا بخلاف
المؤجر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھیرا بخلاف موجر کے یعنی
جب کہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنی ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون اوسکے کہ جمیع ثمن دے تو حاضر مضطر ٹھیرا اور مضطر کو رجوع ثمن
اور حبس مبیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونیکے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا
استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فے النہر اللّٰھم الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ خدا وند اگر جب کہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی در صورت شرط تعجیل اجرت اجارہ
در حکم بیع ہوگا یہہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب باع شیئًا بالف مثقال ذھب وفضۃ نصفًا بہ ای بالمثقال فیجب خمسمائۃ مثقال من
کلٍ منہما لعدم الاولویۃ کوئی چیز بیچی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی کے ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے
بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونون کیطرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو
مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق مین کہا لیکن ہر صورت مین بیان صفت جودت وغیرہا شرط ہے اور اگر یون کہا کہ ہزار دراہم اور
دنانیر سے بیچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہان جید ہی مراد ہونگے وَفی بیعہ شیئًا بالف من الذھب والفضۃ نصفًا والصرف للوزن المعہود فالنصف
من الذھب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراھم اور کسی چیز کی بیع بعوض ہزار کے سونا اور چاندی کے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن
متعارف مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے یعنے پانسو دینار مثقالی اور پانسو درہم چاندی کے مراد ہونگے
کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی النہر ومثلہ لہ علیّ کُرّ حنطۃ وشعیرٍ وسمسم لزم من کل ثلث الکر وھذا قاعدۃ فی المعاملات کلہا کمہر ووصیۃ ووديعۃ
وغصب واجارۃ وبدل خلعٍ وغیرہ فی موزون ومکیل ومعدودٍ ومذروعٍ علیؔ اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یون کہا کہ اوسکا میرے اوپر ایک کر گیہون
اور جو اور تل ہیں تو ہر ایک شے ثلثہ سے کر کی تہائی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات میں مثل مہر اور وصیت اور امانت اور غصب
اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور مکیل اور معدود اور مذروع میں کذا فی العینی علم مہر کی صورت یہہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور
فضہ سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین کئے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی
اور پانسو درم فضہ کے واسطے ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہما موزون کی مثال یہہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک میں سے
ثلث قنطار واجب ہوگا اور مکیل کی صورت خود شارح بیان کرچکا اور معدود کی صورت یہہ ہے کہ سو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہہ ہے کہ
سو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فے الطحطاوی وَقولہ وزن سبعۃ تقدم فی الزکوۃ اور مصنف کا یہہ قول وزن سبعۃ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا ہم فلذ
سبعہ سے مراد یہہ ہے کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہیں اور ہر مثقال بیس قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الکمال ان اسم الدراھم
ینصرف للمتعارف فی بلد العقد ففی مصر ینصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے کہ درم کا نام پھرتا ہے اوسکے طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر میں
تو مصر کے شہر میں درم سے فلوس مراد ہونگے وافاد فی النہر ان قیمتہا تختلف باختلاف الازمان فافتی اللقانی بانہ یُساوی نصفًا وثلثۃ فلوس فلو اطلق

الواقف الذی ہو اعتبار زمنہ لان عرف واقف الاہمیۃ للفضۃ لانہ الاصل کما لو قیدہ بالنقرۃ کما وقف الشیخونیۃ والصرغتمشیۃ ونحوہما فقیمۃ درہمہا
نصف قیمتہا اور نہر الفائق مین تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف ازمان کے سو لقانی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہے ساڑہے تین فلوس کے تو اگر وقف
کرنیوالا درم کو مطلق کہے چاندی یا تانبے کی قید نہ لگادے تو اوسکے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اوسکے زمانے کا عرف معلوم ہو اور نہین تو درم چاندی کے درم کیطرف
منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھہ مقید کیا یعنے یون کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندیکا درم مراد ہوگا چنانچہ شیخونیہ اور صرغتمشیہ اور
اونکے مانند نے درم نقرئی کی قید لگائی ہے تو اوسکے درم کی قیمت د و نصف ہے ہم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین لقانی مالکی ہے کذا فی النہر طحطاوی نے
حموی سے نقل کیا کہ درم کی قیمت د و نصف ہونا یہہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہہ اوسوقت مسلم ہے جبکہ دراہم مذکورہ صاحب نہر متغیر نہو گئے ہون علاوہ اسکے
صاحب نہر خود قول ذکر کر چکا ہے کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہے تو اوس سے عدول کرنا چاہیئے وافاد المصنف ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذہب علی الفلوس النحاس بعرف
مصر الآن فلابد من مرجح فان لم یوجد فالعمل علی الاستمارات القدیمۃ للموقف کما عوّلوا علیہا فی نظائرہ کمعرفۃ خراجہ ونحوہ قال وبہ افتی
المنلا ابو السعود آفندی اور مصنف نے اپنی شرح مین تصریح کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور فلوس مسی پر مصر کے بالفعل کے عرف مین تو درم
نقرئی کی قید مین بہی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نپایا جاوے تو وقف کی عطایای قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہانے نظائر وقف مین اسپر اعتماد کیا ہے چنانچہ
معرفت خراج اور اوسکی مانند مین مصنف نے کہا اور اسیکا فتوی دیا ہے ملا ابو سعود فندی نے ہم مرجح اعدل وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ
واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف استمار قدیمہ معتبر ہوگا استمار قدیمہ سے مراد عطاء قدیمی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قبض زیفا بدل جید کان له
علی اخر جاہلا بہ فلو علم وانفقہ کان قضاء اتفاقا و نفق او انفقہ فلو قائما ردہ اتفاقا فہو قضاء لحقہ اور اگر ایک شخص نے کہوٹے درم ناواقفی سے
قبض کئے عوض کہرے درمون کے جو دوسرے شخص پر اوسکے تہے اور درم خرچ ہوگئے یا اوسنے خرچ کر ڈالے تو یہہ اوسکے حق سے ادا ہوجاتا ہے طرفین کے نزدیک
سو اگر کہوٹا ہونا اسکو معلوم ہوا اور اوسنے خرچ کر ڈالا تو ادای حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہوا اور اگر ناواقفی سے کہوٹے درم لئے اور وہ ہنوز موجود ہین تو انکو
بالاتفاق پہیر دے ہم بحر الرائق مین لکہا ہے ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہے درم مغشوش سے نہر الفائق مین ہے کہ درم زیف وہ ہے جو بیت المال مین داخل ہو وقال
ابو یوسف اذا لم یعلم یرد مثل زیفہ ویرجع بجیدہ استحسانا کما لو کانت ستوقۃ او بہرجۃ واختارہ للفتوی ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر
والشرنبلالیۃ فینبغی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کہوٹا ہونا معلوم نہو تو بعد خرچ ہوجانے کے اسکی مانند کہوٹے درم پہیر دے اور کہرے
درم اوس سے پہیر لے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نبہرجہ درم ہون تو رد مثل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی دینے کیواسطے
مین کہتا ہون اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین تو اسیکا فتوی دیا جاوے ہم ستوقہ وہ درم ہے جسپر چاندی کا تیز ہو اور نبہرجہ وہ
درم جو دار الضرب سلطانی مین نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسّر فیہا ظبی ای انکسر رجلہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان للکاسر
لا للآخذ فہو للآخذ لسبق یدہ للمباح اور اگر چڑیا نے بچہ یا انڈہ دیا ایک مرد کی زمین مین یا ہرن کا پانون اسمین خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اوسکا مملوک ہے جسنے
اسکو پایا اور لیا کیون کہ اوسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہوگیا تو اگر کوئی مرد اوسکے پانون کو توڑیگا تو ہرن توڑنیوالے کا ہوگا نہ پکڑنے والے کا الا اذا ہیأ
ارضہ لذلک فہو لہ مگر جب کہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسیکے واسطے مہیا کر رکہا ہو تو صاحب زمین اوسکا مالک ہوگا نہ آخذ او کان صاحب الارض قریبا من
الصید بحیث یقدر علی اخذہ لو مد یدہ فہو لصاحب الارض لتمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اسطرح کہ اگر وہ
اوسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتہ پہیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہے بسبب اوسکے قادر ہونیکے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اوسکا مالک نہوگا کذا فی النہر
وکذا امثل ما تعلق بشبکۃ نصبت للجفاف او دخل دار رجل ودرہم او سکر نثر فوقع علی ثوب لم یعد له سابقا ولو کفّ لاحقا فلو
اعدہ او کفہ ملکہ بہذا الفعل اور اسیطرح مسئلہ مذکورہ کی مانند ہے وہ شکار جو پہنس گیا اوس جال مین جو پہیلایا گیا تہا خشک کرنیکے واسطے یا شکار داخل
ہوگیا ایک مرد کے گہر مین اور درم یا شکر جو اوچہالے گئے یعنی والون کے واسطے سو اوس کپڑے پر پڑی جو سابق سے درم یا شکر لینے کیواسطے مہیا نہین کر رکہا اور نہ کپڑا

سیا گیا بعد اسکے تو اگر درم اور شکر لینے کیواسطے کپڑا اوہیا کیا ہو یا کپڑا اسمیں لیا ہو بعد پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑیکا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فصل
سی **فروع** مسائل ملحقہ شارح عسل النحل فی ارضہ ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالھا شہد کہی کا ہی اوسکی زمین مین تو وہ اوسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ
زمین شہد کیواسطے مہیا ہو یا نہو اسواسطے کہ شہد زمین کی زیادات پیدایشی سے ہوگیا ہم انزال الفتح جمع ہی نزل بفتحتین کی بمعنے ترنیم و زیادت مزروع کذا فی
الطحطاوی شری دارا فطلب المشتری ان یکتب لہ البائع صکا لایجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا جاء بعدول وصک فلیس
لہ الامتناع من الاقرار گہر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکہانا چاہا تو اوسپر زبردستی نکیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکلکر شاہد
کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں ہم صک وثیقہ ہی جسمین اقرار بیع اور قبض ثمن کا
اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اسلئے جائز نہیں کہ یہ مقتضائے عقد بیع نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری کے ہی اسواسطے کہ
مشتری عدول ہی شاہدون کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر اشہاد ضرور ہی کذا فی الطحطاوی شری
قطنا فغزلتہ امرأتہ فکلہ لہ روئی خرید کی سو اوسکی زوجہ نے اوسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہی ہم چون کہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہین کی تو ظاہر
زوج پر اجرت لازم نہوگی المر آۃ اذا کفنت بلا اذن الورثۃ بکفن مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جب کہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو متروکہ
زوج سے بہرلے ولو اکثر لا ترجع بشیئ قال رحمہ اللہ ولو قیل ترجع بقیمۃ کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے
جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جائے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے بہرلے تو بعید نہیں طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر مین مطلع نہیں ہوا
ہم ظاہر امرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہان سے شارح نیہ فروع نقل کی ہین اور بعید نہین کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما واشتری بہ او بالدراہم المغصوبۃ
شیئا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وھذا قیاس وقال ابو بکر کلاھما سواء ولا یطیب لہ کسب حرام سے کچہہ پیدا کیا اور اوس
یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدہ کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہین دیا تو خیرات نکرے اور یہہ قیاس ہے
اور ابو بکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونون برابر ہین اور اسکو فائدہ لینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے ضمان کے بعد مراد ہی اور
ظاہر اقول ابو بکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہہ ہی کہ غلام کو غصب کیا اور اوسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پہر دوسرے غلام کو بعوض عرض کے
بیچا پہر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہوئی اوسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ و
کذا لو اشتری ولم یقل بھذہ الدراہم واعطی من الدراہم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خرید کی اور یہہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خرید کی اور ثمن دیا دراہم سے
یعنی دراہم مغصوبہ سے ہم فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو
امام کے قول مین زائد مال کو تصدق کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اوسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خریدی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدی
اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بہی اسیطرح ہی ابو یوسف کے قول مین اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نکرے کذا فی الطحطاوی دفع مالہ مضاربۃ لرجل جاھل جاز اخذ ربحہ
مالم یعلم انہ اکتسب الحرام اپنا مال بطریق مضاربت کے اوس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اوسکی منفعت لینا جائز ہی جب تک معلوم نہو کہ اوسنے کسب حرام سے
حاصل کیا ہم طحطاوی نے کہا مناسب تمام وہ مسئلہ ہی جو خانیہ مین مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچہہ خرید کیا تو اوسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہی لازم ہی یا نہیں تو تامل
کرنا چاہیے کہ اگر بائع اوس شہر اور اوس زمانے مین ہو جسکے بازارون مین اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچہنا لازم نہیں اور بنا و حکم ظاہر پر رکہے اور اگر غالب
حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من رمی ثوبہ لا یجوز لاحد اخذہ مالم یقل حین رمی لیاخذہ من اراد جسنے اپنا کپڑا
پہینکدیا تو کسی کو اوسکا لینا جائز نہیں جب تک کہ اوسنے اپنا کپڑا پہینکنے کیوقت یون نکہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے ہم یہہ قول ظاہر الروایت ہے نہ ہبہ کیونکہ موہوب لہ
متعین نہیں اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا مبیح کی ملک پر جائز ہی اور جب ظاہر الروایت کا قول معلوم نہو تو ظاہر الینا جائز نہیں کیونکہ لینا مالک مہمل ہی کذا فی
الطحطاوی باع الاب ضیعۃ طفلہ والاب مفسد فاسق لم یجز بیعہ استحسانا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہی تو اوسکی

بیع جائز نہین بطریق استحسان کے شَرَطَت لِطِفلِهَا عَلَی اَن لَا تَرجِعَ عَلَیهِ بِالثَّمَنِ جَازَ وَهُوَ کَالهِبَةِ اِستِحسَانًا ماننے اپنے طفل کے واسطے کوئی چیز خریدی کی اس شرط پر
کہ صغیر پر رجوع ثمن نکریگی تو جائز ہے اور یہہ خرید ہبہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے قَالَ لِآخَرَ اِشتَرِنِی اَو فُکَّنِی فَشَرَاهُ رَجَعَ بِالَّذِی کَانَ اَقرَضَهُ فِی الفِدیِ
دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر یا مجھکو خلاص کر سو اوسنے اسکو خرید کیا تو جو اوسنے دیا ہے پہلے فدیہ میں سو گویا اوسنے اوسکو قرض دیا ہے پھیر لینا اسکا قولین ہے اور مفتی بہ
عدم رجوع ہے اور اسیر نہین وہ شخص ہے جسکو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی المحیط وفی جامع الفصولین ولو قال بالف فشراه بالالفین لا یلزمه الفضل لانه
تخلیص لا شراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھکو مثلا ہزار درم سے خرید کر سو اوسنے اوسکو زیادہ ہزار درم سے خرید کیا تو اوسپر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ اسیر کا خلاص
کرنا ہے نہ خرید کرنا ہم جامع الفصولین مین لزوم رجوع فضل مذکور ہے اور تعلیل تخلیص مفید لزوم ہے نہ عدم لزوم کذا فی المحیط وفی المحیط شری دارا وذبغ وتاذی جیرانها
ان عمل الدوام یمنع وعلی الندرة یحتمل منه ایک گھر خرید کیا اور اوسمین دباغی یعنی چمڑا پکایا اور اوسکے پڑوسی اذیت پانی لگے تو اگر دباغی علی الدوام کرتا ہو تو منع
کیا جاوے اور اگر گاہے گاہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے ہم جامع الفصولین مین ہے ایسے مسائل مین قیاس یہہ ہے کہ جو اپنی ملک خالص مین تصرف کرے وہ روکا نجاوے اگرچہ
غیر کو ضرر ہو لیکن یہہ قیاس متروک ہے وہان جہان غیرون کو ضرر ہو بضرر صریح بعضون نے کہا اسیکو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المحیط وفی
شری لحما علی انه لحم غنم فوجده لحم معز فله الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور اسکو بکری کا گوشت پایا تو اوسکو پھیر دینا جائز ہے
ہم غنم بکری کو بھی شامل ہے سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہے مگر یہہ کہ عرف مین غنم بھیڑ کے ساتھہ مخصوص ہے قال زن لی من هذا اللحم ثلثة ارطال فوزن له
اجبر وبین هذا الخبز فوزن لم یجبر مشتری نے کہا کہ مجھکو اس گوشت سے تین رطل تولدے سو اوسنے تولدیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اوسکے لینے پر اور اگر کہا
اس روٹی مین سے تولدے اور اوسنے تولدی تو اوس پر لینے کے واسطے جبر نہوگا شری بزر خربزا فاذا هو بطیخ او شری بزر البطیخ فاذا هو بزر القثاء
ان قائما رده وان مستهلکا فعلیه مثله خرید کیا خربوزہ کا بیج اور وہ ربیعکا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزہ کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اوسکو
پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اوسپر اوسکی مانند پھیر دینا جائز ہے ہم پھیر دینے کی وجہ یہہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہے ساوم صاحب الزجاج قدحا فدفع له
قدحا فنظر فوقع منه علی اقداح فانکسرت ضمن الاقداح لا القدح ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اوسنے پیالہ دیا کہ اوسکو دیکھے
سو اوسکے ہاتھہ سے پیالہ گر پڑا اور پیالون پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے پیالون کا نہ اوس پیالہ کا جو گر پڑا ہم پیالون کا ضمان ہے اسواسطے لازم ہوا کہ لوگون کے
اموال مین خطا سے تعدی نہین اور اوس پیالہ کا ضمان اسواسطے نہین کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہے بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی
لہذا اسکا مضمون نہین شری شجرة باصلها وفی قلعها من الاصل ضرر بالبائع یقطعه من وجه الارض من حیث لا یتضرر به البائع ولو انهدم
من سقوطها حائط ضمن القالع ما تولد من قلعه ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑسے اوسکے اوکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہو تو اوسکو کاٹ لی زمین کے اوپر سے
جہان بائع کو ضرر نہو اور اگر اوسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اوکھاڑنے والا اوسکا تاوان دے جو اوسکو اوکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دراہم زیوفا
فکسرها المشتری لا شیء علیه ونعم ما صنع حیث غشه وخانه وکذا لو دفعه الیه لینظر الیه فکسره کھوٹے درم دیے سو مشتری نے اونکو توڑ ڈالا تو اوسپر
تاوان نہین اور اوسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اوسنے اوسکو دغا دی اور خیانت کی اور اسیطرح اگر اوسنے اوسکو دیا تا وہ اوسکو دیکھے اور اوسنے اوسکو توڑ ڈالا تو اوسپر کچھہ نہین
مناسب تہا کہ شارح بجای مشتری بائع کہتا یا یہہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہان ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا بأس ببیع تلکشوتی اذا بین
غشه او کان ظاهرا یری وکذا قال ابو حنیفة رحمه الله فی حنطة تخلط فیها الشعیر والشعیر یری لا بأس ببیعه وان طحنه لا یبیعه کچھہ مضائقہ نہین تلکشوتی
پنیر کی بیعمین جبکہ بائع اوسکی کھوٹ بیان کردے یا کھوٹ ظاہر ہو کہ مشتری اوسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اوس گیہون مین جسمین جو مخلوط ہون اور جو
نظر آتے ہون اوسکی بیع مین کچھہ مضائقہ نہین اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم اسواسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہین رہتا ہان اگر بیان کردے تو بیع جائز ہے وقال
الثانی فی رجل معه فضة نحاس لا یبیعها حتی یبین اور ابو یوسف نے کہا اوس مرد کے باب مین جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہے کہ اوسکو نہ بیچے یہان تک کہ بیان
کردے وکل شیء لا یجوز فانه ینبغی ان یقطع ثم یعاقب صاحبه اذا انفقه وهو یعرفه اور ہر چیز کہ جائز نہین سو لائق یہہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اوسکا مالک سزا دیا جاوے

جب کہ مغشوش کو وہ خرچ کرتی جان بوجھکر تو خوشی فلو تنابذ بہم فدفعہا الیہ وقال ھی بلد ھلک لا ینفقھا حتی یبدلھا پیسی خریدی کئی درم کو سو بائع نے ٹکو جیسے دیئے اور کہا کہ یہ پیسے درم کے عوض ہیں تو اونکو خرچ نکرے جب تک کہ شمار نکرے ھم ظاہر اشمار کرنا اس صورت پر محمول ہے جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس حال سے ضرور ہوا کہ شاید درم جیب ہو تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم نہو کہ کتنے پیسے ہے تو شری بالدراہم الرغیف وغیرہ قال ما یشتری بالجید حل لہ کوئی چیز خریدی کی کہوٹے درم سے اور جسقدر کہرے درم سے مول لیتے ہیں اوسکے کہرے سے راضی ہو گیا تو اوسکو حلال ہے یعنی ایک چیز کہرے درم سے مثلا سیر بہر بکتی ہے اور اوسیکو کہوٹے درم سے آدھ سیر لی راضی ہوکر تو اوسکے واسطے حلال ہے تو شری ثوبا ببغداد علی ان یوفی ثمنہ بسمرقند لم یجز لجہالة الاجل کپڑے خریدی بغداد میں اس شرط پر کہ اوسکا ثمن سمرقند میں ادا کریگا تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط خراج کلہا علی المشتری فھو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہے تو بیع فاسد ہے تلخیص ہو اسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اسمین بائع کا فائدہ ہے اخذ الخراج من الاکار لہ ان یرجع علی الدھقان ۲ حسن استحسانا خراج لیا گیا کشتکار سے تو اوسکو زمیندار سے پہیر لینا بطریق استحسان جائز ہے شری الکرم مع الغلة وقبضہ ان رضی الاکار جاز البیع ولہ حصتہ من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خرید کئی پہلوں کے ساتھہ اور اوسپر قبضہ کیا اگر کشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور کشتکار کو بقدر اوسکے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہیں تو اوسکی بیع جائز نہیں ھم مراد وہ کشتکار ہے جسکا پہلوں میں حصہ ہے قضاہ درہما وقال انفقہ وان لم یروج فردہ علی فقبلہ ولم ینفقہ لہ ردہ ۲ حسن استحسانا بخلاف جاریة وجد بہا عیبا فقال اعرضہا او بعہا فان لم تنفق فاعرضہا فعرضہا علی البیع سقط الخ مشتری نے بائع کو درم دیئے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہو تو مجکو پہیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نکئے تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہے بطریق استحسان کے بخلاف اوس لونڈی کے کہ جسمین مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیچنے کے واسطے پیش کر پہر اگر سو اگر بک جاوے تو بہتر ہے والا مجکو پہیر دے سو مشتری نے اسکو بیچنے کے واسطے پیش کیا تو پہیر دینا ساقط ہو گیا ھم دونون صورتون مین فرق یہ ہے کہ درم مقبوض عین حق قابض نہیں بلا تجوز بخلاف تصرف فی المبیع کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اوسمین اختیار باطل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قال ابو حنیفة رحمہ اللہ اذا وطی رجل امتہ ثم زوجہا مکانہ فللزوج ان یطأہا بلا استبراء وقال ابو یوسف لا احب لہ ان یطأہا حتی تحیض حیضة کما لو اشتراہا کما سیجئ فی الحظر الکل من الملتقط

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پہر اوسکا نکاح کر دیا وہین تو زوج کو اوسکی وطی بلا استبراء جائز ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ میں اسکو نہیں جانتا ہوں اور زوج اوسکا قربت نکرے جب تک کہ اوسکو ایک حیض نہ آوے جب سے اوسکو خرید کرے تو استبراء لازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الحظر میں اور یہ فروع ملتقط کی ملتقط میں ھم امام کے نزدیک زوج پر ہر چند استبراء لازم نہیں مگر مالک پر استبراء واجب ہے چنانچہ شارح نے کتاب النکاح میں وغیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے شاید ملتقط کی عبارت میں ہوگا والا در مختار میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی وما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی شرط فاسد سے اور اوسکی تعلیق شرط سے صحیح نہیں وہ بیع او قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے ھھنا اصلان احدھما ان کل ما کان مبادلة مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما لا فلا کالقرض بیان دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ ہو مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ھم جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں اوسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہیں ہوتا ہو اسطے کہ شروط فاسدہ ربا سے متعلق ہیں اور ربا معاوضات مالیہ سے مخصوص ہے نہ اوسکے غیر سے تو وہان فقط شرط ہی باطل ہو جائیگی ثانیہما ان کل ما کان من التملیکات او التقییدات کرجعة یبطل تعلیقہ بالشرط والا صح دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو تصرف کہ تملیکات یا تقییدات میں سے ہے چنانچہ رجعت تو اوسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تملیکات یا تقییدات سے نہیں بلکہ اسقاطات یا التزامات یا ولایات یا تحریضات سے ہے تو اوسکی تعلیق شرط سے صحیح ہے ھم رجعت تقیید کی مثال ہے نہ تملیک کی لکن فی الاسقاطات والالتزامات یحلف بہا کحج وطلاق یصح مطلقا لیکن اون اسقاطات اور التزامات میں جنسے قسم کہائی جاتی ہے چنانچہ حج اور طلاق تو اونکی تعلیق شرط سے مطلقا صحیح ہے یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب ھم حج اور طلاق مین لف و نشر غیر مرتب ہے یعنی حج التزام کی مثال

ہے اور طلاق بمعاوضہ کی دنی الاطلاقات والولایات والتحریضات بالملائم بزازیہ اور اطلاقات اور ولایات اور تحریضات یعنی ترغیبات بشرط مناسب تعلیق صحیح ہو دم
اطلاقات چنانچہ اذن دینا تجارت مین اور ولایات جیسے قضا اور امارت اور تحریضات چنانچہ امام کا یون کہنا کہ جو غازی کافر کو مارے وہ اسکا انعام پاوے کذا فی الطحطاوی قال والاول
اربعة عشر علی ما فی الدرر والکنز واجارة الوقایة سوا اول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہین چودہ ہین بموجب درر اور کنز اور وقایہ کی کتاب الاجارہ کے
ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہہ بیان ماتن کے مخالف ہے اسواسطے کہ مصنف نے دونون اصلون کی تمثیل ساتہہ ہی کی ہے نہ فقط اصل اول کی اور جو اصل اول کی مثالین ہیں
وہ اصل ثانی کی بھی مثال ہو سکتی ہے بالعکس اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزین شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہین وہ مسائل مذکورہ فی المتن مین منحصر
کیونکہ حجر ماذون اور اجل اور قتل خطا اور رجعت موجبہ للمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے انتہی البیع ان علقه بکلمة ان لا بعلی علی ما بینا فی البیع
الفاسد چودہ امور سے اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی نہ بلفظ علی چنانچہ ہمنے اسکو بیع فاسد مین بیان کیا ہے ہم مگر کہ صورت مین تعلیق بلفظ ان شرطیہ باطل نہین
چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ مین نے یہہ چیز تیرے ہاتہہ بیچی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہو جاوے اسواسطے کہ اجنبی کیواسطے اختیار شرط کرنا صحیح ہے اور عاقد کا یون کہنا کہ
بشرط لکذا بمنزلہ شرط کے ہے اور ضرور ہے کہ شرط اوسکے ساتہہ متصل ہو والا بیع جائز ہے اور یہہ ضرور ہے کہ صلب عقد مین شرط ہو تو الحاق شرط کسی التحاق نہوگا
اصح روایت مین اور ذخیرہ مین ہے کہ لکڑیان خریدین گانون مین شرا صحیح اور خرید کی متصل بلا شرط یون کہا کہ لکڑیان میرے مکان تک پہنچادے تو بیع فاسد نہین
کیونکہ یہہ جدید کلام ہے کذا فی الطحطاوی والقسمة للمثلی اور قسمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے ہم مراد جنس واحد ہے اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمی مال کی قسمت
کے مانند ہے تعلیق کی یہہ صورت ہے کہ شریک اقتسام کرین اگر فلانا شخص راضی ہو اما قسمة القیمی فتصح بخیار شرط ورؤیة اور قیمت والی مال کی قسمت تو صحیح ہے خیار شرط
اور خیار رؤیت سے والاجارة اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہہ صورت ہے کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ مستاجر اسکو قرض دے یا تحفہ دے یا مستاجر دوکان یا گھر کی مرمت
کرے اور جتنا مرمت مین خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کرلے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی قوله اذا جاء رأس الشهر فقد اجرتك داری بكذا فیصح به
یلحق عمادیة تعلیق اجارہ صحیح نہین مگر اس قول مین کہ جبکہ مہینہ کا سر آوے تو مقرر ہے تجکو اپنا گھر اتنے کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہے اسی طرح اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیة وقوله
لغاصب ان فرغتها والا فاجرتها کل شهر بکذا اجارة کما سیجی فی متفرقات الاجارة ثم انه تعلیق بعدم التفریغ او بالک کے اس قول مین غاصب سے کہ تو فارغ
کرے اور نہین تو کرایہ اوسکا ہر مہینے مین اتنا ہے جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ مین آویگا باوجود یکہ یہہ تعلیق ہے بعدم تفریغ پر والاجازة بالراء تقول البکر اجزت
النکاح ان رضیت امی فبطل الاجازة بزازیہ اور اجازت برابر ہے جبکہ باکرہ یون کہے کہ مین نے نکاح کو جائز رکہا اگر میری ماراضی ہو تو باطل ہے اجازت
کذا فی البزازیہ وکذا کل مالا یصح تعلیقه بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازته بالشرط بحر فقصرها علی البیع قصور کما وقع فی المنح
اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر صحیح نہین یعنی جسمین تملیک یا تقیید ہے جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اسکی تعلیق صحیح نہین شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا
بیع پر قصور بیان ہے چنانچہ منح الغفار مین واقع ہوا ہے ہم طحطاوی نے کہا منح الغفار مین بیع کی تمثیل واقع ہے اور مثال سے تخصیص ثابت نہین ہوتی اور کلیہ صاحب بحر کو
مصنف نے خود ذکر کیا ہے یعنے تو اب کچہہ قصور نرہا قال والرجعة قال المصنف انما ذکرتها تبعا للکنز وغیره قال شیخنا فی بحره وهو خطاء والصواب انها لا تبطل
بالشرط اعتبارا لها باصلها وهو النکاح واطال الکلام لکن تعقبه فی النهر وفرق بانها لا تفتقر لشهود ولا مهر وله رجعة الامة علی الحرة بخلاف نکاحها بعد طلاقها فا
تبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مین نے تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق
مین کہا کہ رجعت کا بیان ذکر کرنا خطا ہے اور ٹھیک بات یہہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہین ہوتی بہ اعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل
یعنی نکاح شرط سے باطل نہین ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل نہین ہوتی اور صاحب بحر نے بیان بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے
اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح مین اسطرح پر کہ رجعت مین گواہون اور مہر کی حاجت نہین اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اوس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد
اوسکی طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمین گواہون اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہین اور نکاح باطل نہین
ہوتا شرط سے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر ایسا اعتراض قوی نہین کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے یہہ لازم نہین کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم مین بھی اور نیز

صاحب بحر سے کہا اوسنے صورت نزاع کو مخالفت کی صورتون مین مذکور کیا والشکل عن مال بمال درر وغیرھا اور صلح مال کی بعوض مال کے کذا فی الدرر۔ غیرہ وفی النھر الظاھر الاطلاق حتی لوکان عن سکوت او انکار کان فدا فی حق المنکر ولا یجوز تعلیقہ اور نہرالفائق مین ہو کہ ظاہر اطلاق صلح مراد ہے یعنی بیتکی تخصیص بیان نکر کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدا ہوگا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ہم کہتے ہین کہا کہ حق تقیید ہی نہ اطلاق کیونکہ بیان گفتگو اوسکی ہی جو شرط فاسد سے باطل ہوتا ہی یعنی معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ نہین اور ہرچند اسکی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام ہے اوسکے بطلان مین شرط فاسد والابراء عن الدین لانہ تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہی ایک راہ سے ہم منح الغفار مین ہو کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک ہی لہذا پہر جاتا ہی رد کرنے سے اگرچہ اسمین معنے اسقاط ہی انتھے حلبی نے کہا کہ ابراء عن الدین مین مبادلہ مال کا مال سے نہین تو لایق یہ ہے کہ شرط سے باطل نہو اور تعلیق مین اسکا معتبر کرنا دلالت نہین کرتا مگر اسکے بطلان پر تو اس صورت مین مناسب تہا کہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا الا اذا کان الشرط متعارفا فتعلیق ابراء صحیح نہین مگر جب کہ شرط متعارف ہو چنانچہ زوجہ سے کہا کہ مین نے مجکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو تجدید نکاح کرے بعوض مہر کے اور اوسکا مہر مثل سو درم ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی العطاء او علقہ بامر کائن کان اعطیتہ شریکی فقد ابراتک وقد اعطاہ صح یا ابراء کو معلق کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا یون کہنا کہ اگر تو فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ مینے مجکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اوسکے شریک کو دیچکا ہی تو تعلیق مذکور صحیح ہے وکذا بموتہ ویکون وصیۃ ولو لوارثہ علی ما بحثہ فی النھر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہی طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وارث کیواسطے ہو چنانچہ صاحب نہرالفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہی وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ہم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ مینے مجکو معزول کیا بشرطیکہ تو مجکو تحفہ دے یا فلانا شخص آدے اور حق تعالی کے واسطے مجہپر اعتکاف واجب ہے اگر میرا بیمار صحت پاوے یا فلانا شخص آدے فانھما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقھما بالشرط سو اسواسطے کہ عزل وکیل اور اعتکاف اوس جنس سے نہین جنسی قسم کہاتے ہون تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہوی وھذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النھر اور یہ یعنے عدم جواز تعلیق دو روایتون مین سے ایک روایت ہی چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہی نہرالفائق مین ہم نہرالفائق مین کہتے ہیں کہ خرسی کی روایت مین تعلیق بشرط جائز ہی اور عدم جواز تعلیق اعتکاف منافی ہی اسکے جو اعتکاف مین مذکور ہوچکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہی اور جب اوسکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہوسکتا جامع الفصولین مین ہے کہ جسکی تعلیق بشرط جائز ہے وہ شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا انتھے والصحیح الحاق الاعتکاف بالنذر اور ملحق کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی عبادات مندرہ سے صحیح قول ہے ہم کہتے ہیں علما اوسکے کہا یون کہنا واضح تہا کہ صحت تعلیق اعتکاف صحیح ہو کیونکہ وہ عبادات سے ہی اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہی اسواسطے کہ وہ عبادات سے ہے نہ یہ کہ وہ ملحق بعبادات ہی والمزارعۃ اور مزارعت چنانچہ یون کہنا کہ مینے اپنی زمین تجکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجکو اتنا قرض دے یا فلانا شخص آوے والمعاملۃ ای المساقاۃ لانھما اجارۃ اور معاملہ یعنے درختون کی سینچائی چنانچہ یون کہنا کہ مینے تجکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض مزارعت اور مساقات کی تعلیق اسواسطے صحیح نہین کہ دونون اجارہ ہین فالاقرار اور اقرار بطور یہ کہ زید کے مجہپر ہزار درم ہین اگر وہ مجکو قرض دے یا فلانا شخص آوے بحرالرائق مین کہا کہ اقرار خبر معاوضات مالیہ سے نہین لیکن اسکی تعلیق صحیح نہین اور وہ باطل ہوجاتا ہی شرط فاسد سے الا اذا علقہ بمجیء الغد او بموتہ فیجوز ویلزمہ الحال یعنی اقرار باطل ہوتا ہی مگر جب اسکو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرین تو جائز ہی اور فی الحال اسپر لازم ہو جاتا ہی کذا نفے یعنی ہم اقرار کیا کہ مجہپر ہزار درم ہین جب کہ مہینہ پورا ہو یا لوگ موسم سے افطار کرین تو یہ اقرار جائز ہے اور دعوی مدت کا باطل مگر جب مدت شہادت یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ رہیو کہ فلانے شخص کے مجہپر ہزار درم ہین اگر مین مر جاؤن تو اسپر ہزار درم ثابت ہوئی خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے کذا فی العطاء والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہین چنانچہ یون کہنا کہ مینے اپنا گہر وقف کیا اگر فلانا شخص سفر سے آوے والرابع عشر التحکیم لقول الثانی اذا اھل الشھر فاحکم بیننا لانہ صلح معنی فلا یصح تعلیقہ ولا اضافتہ عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیہ اور چودہوین حکم مقرر کرنا چنانچہ تحکیم کا یون کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو تو پنچایت کردے ہمارے درمیان اسواسطے کہ تحکیم صلح ہی فی الحقیقت تو اوسکی تعلیق اور زمان مستقبل کیطرف اضافت کرنا صحیح نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب القضاء مین ہے ہم توضیح اوسکی یہ ہے کہ تحکیم صورۃ تولیت اور معنے صلح ہی تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہین اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو شک اور

بستا جس عورت کو طلاق بر نہی ۱۹۱۱

احتمال کے ساتھ صحیح نہیں اور مصنف کا قول غیر مفتی بہ ہے کیونکہ اسکی تصحیح اور مخالفت صحیح مروی ہے فی البزازیۃ انہ یبطل بالشرط الفاسد وکذا البحر نقلا عن الاشباہ اور ان مسائل میں سے جو شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں ابطال مدت باقی رہا سو بزازیہ میں ہے کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہے اور اسی طرح عبداً ذون کی تصرف کو روکنا بموجب اوس روایت کے جو اشباہ میں ہے ہم ابطال اجل کی صورت یہ ہو کہ مدیون نے کہا کہ میں نے وہ مدت جو ادائی دین کی مقرر ہے باطل کر دی اس شرط پر کہ دائن مجھکو فلانی چیز ہبہ کرے اور دائن راضی ہو گیا تو یہ ابطال باطل ہے اور مدت باقی رہیگی وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضۃ المالیۃ سبعۃ وعشرون علی ما عدّہ المصنف تبعا للعینی وزدت ثمانیۃ اور جو مسائل کہ صحیح رہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے بسبب عدم معاوضہ مالیہ کے وہ ستائیس ہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں شمار کیا ہے عینی کا تابع ہوکر اور میں نے آٹھ مسائل اور زیادہ کئے ہیں ہم تو مجموع مسائل ماتن اور شارح کے پینتیس ہوئے چنانچہ رقم اعداد سے معلوم ہوگا القرض والهبۃ والصدقۃ والنکاح والطلاق والخلع والعتق والرهن از جملہ اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عتق ۸ رہن مثلا مقرض نے کہا کہ میں نے تجھکو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا اور واہب نے کہا کہ میں نے یہ لونڈی تجھکو ہبہ کی مگر دی اس شرط پر کہ اسکے پیٹ کا بچہ میرا مملوک ہو زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہو اور شرط فاسد ہے اور مہر مثل واجب ہے زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہو اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کیجیو میں نے تجھ سے خلع کیا بشرطیکہ مجکو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہو تو طلاق واقع ہوگی اور مال بھی واجب ہوگا مولی نے کہا غلام سے کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجکو اختیار ہو راہن نے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے پاس رہن کیا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر میں تجکو اتنی مدت تک نہ پہونچاؤں تو وہ غلام تیرا ہی تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہے کذا فی العطاء والایصاء کجعلتک وصیا علی ان تتزوج بنتی ۹ کسیکو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کر لے والوصیۃ ۱۰ وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنی ولد کا نکاح میری بیٹی سے کر لے تو ایصا اور وصیت صحیح ہے اور شرط لغو ہے والشرکۃ ۱۱ شرکت چنانچہ یوں کہنا کہ تجکو میں نے اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجکو اتنا تحفہ دے والمضاربۃ ۱۲ مضاربت اسطرح کہ اسکو ہزار درم دئے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایک سال زراعت کے واسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے کذا فی النهر وکذا القضاء والامارۃ کولیتک بلد کذا او مؤبدا او ما لم تعزل وبطل الشرط فله عزله بلا جنحۃ اور اسی طرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴ حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں نے تجکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دائمی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اوسکے معزول کرنیکا بلا قصور اختیار ہے ہم ولایت موبدہ سے مراد یہ ہے کہ کہدے اسکو معزول نکرے وهل یشترط لصحۃ عزله کماله علی بدا السلطان ان یقول رجعت عن التابید افتی بعضهم بذلك واختار فی النهر اطلاق الصحۃ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنیکی صحت میں شرط ہے اوس مدرس کے جسکو ہمیشہ کیواسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا کیا شرط ہو کہ میں نے تابید یعنی ہمیشہ منصوب کہنے سے رجوع کیا بعضے علما نے اسکا فتوی دیا ہے اور نهر الفائق میں اطلاق صحت کو پسند کیا ہے یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نکرے ہر وقت معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہے وفی البزازیۃ لو شرط علیه ان لا یرتشی ولا یشرب الخمر ولا یمتثل قول احد ولا یسمع خصومۃ زید صح التقلید والشرط اور بزازیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ وہ رشوت نہ لے اور شراب نہ پئے اور کسیکا کہنا نمانے اور زید کی مثلا خصومت نسنے تو تقلید قضا اور شرط دونوں صحیح ہیں ہم یعنے اگر انمیں سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اوسکا حکم باطل نہوگا اور اوسکا حکم خصومت زید میں نافذ نہوگا او سلطان پر واجب ہو کہ اگر اوسکا قضیہ پیش ہو تو آپ فیصل کرے کذا فی العطاء عن البزازیۃ والکفالۃ ۱۵ ضامنی اسطرح کہ میں تیرے غریم کا ضامن ہوں اگر تو مجکو قرض دے والحوالۃ ۱۶ حوالہ اسطرح کہ میں تیرا اوس مثلا زید پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ درصورت انکار یا موت زید کے تو مجھ سے مطالبہ نکرے الا اذا شرط فی الحوالۃ الاعطاء من ثمن دار المحیل فتفسد لعدم قدرۃ علی الوفاء بالملتزم کما عزاہ المصنف للبزازیۃ واجاب فی النهر بان هذا من المحتال وعد ولیس الکلام فیه فلیحفظ حوالہ شرط فاسد سے جائز ہے مگر جب حوالہ میں شرط ہو محال کو دینا محیل کے گھر کے ثمن سے تو حوالہ فاسد ہے کیونکہ محتال قادر اوسکے ادا پر نہیں جسکا اوسنے التزام کیا چنانچہ اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہو اور نهر الفائق میں جواب یا کہ یہ قول محتال کیجانب سے وعدہ ہے اور وعدہ میں کلام نہیں تو اسکی تفتیش کرنا چاہیے شارح نے اشارہ کیا کہ کلام صاحب نہر غیر منقح ہے کیونکہ یہ شرط ہے نہ وعدہ اور یہ شرط محتال علیہ کے جانب سے ہے نہ محتال کیطرف سے کذا فی العطاء والوکالۃ ۱۷ اور کالت

اسطرح پر کہ مین نے تجکو وکیل کیا بشرطیکہ تو اپنے وین سے مجکو بری الذمہ کرے والاقالۃ ۱۰۔ اقالہ اسطرح پر کہ عاقدین اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو اول سے
یا کمتر تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فے الطحطاوی والکتابۃ ۱۹ کتابت اسطرح کہ کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر بشرطیکہ تو شہر سے
باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ نکرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہے کذا فے المنح الا اذا کان الفساد فی صلب العقد ای
نفس البدل ککتابتہ علی خمر فتفسد بہ وعلیہ یحمل اطلاقہم کما فی البحر مگر جب کہ فساد صلب عقد مین یعنی نفس بدل کتابت مین ہو چنانچہ اوسکا مکاتب
کرنا شراب پر تو اس سے کتابت فاسد ہو جاتی ہے اور اسی پر اطلاق فقہا محمول ہے چنانچہ اسکو ملا خسرو نے درر مین تحریر کیا ہے ہم عمادی اور استروشنی وغیرہما نے کہا کہ
کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہو جاتی ہے ملا خسرو نے کہا کہ یہ اطلاق اوس فساد کے بطلان پر محمول ہے جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہ
روایت اس حمل کے مخالف ہے کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اوسکا حمل داخل کتابت نہین تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ کتابت شرط فاسد سے باطل
ہو جاتی ہے انتہی تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فے الطحطاوی واذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا
کہ مین نے تجکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ تک تجارت کرے فلانے امر مین تو یہ اذن جمیع تجارات اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ودعوۃ الولد کقولہ
الولد منی ان رضیت امرأتی ۲۱ ولد کے نسب کا دعوی کرنا چنانچہ یہ لڑکا میرا ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہے اور شرط باطل والصلح عن دم العمد
۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اوسکا ولی قاتل سے کسی شی پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرضہ دے یا تحفہ تو صلح صحیح ہے اور شرط فاسد اور قصاص
ساقط کیونکہ اسقاطات سے ہے اور شرط کا محل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ ولو یذکرہ اکتفاء بالصلح درر ۲۳۔ اور اسیطرح قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے
باطل نہین ہوتا اور فقہا نے ابرا کو ذکر نہین کیا صلح پر کفایت کر کے کذا فے الدرر وجہ کفایت یہ ہے کہ صلح اور ابرا مین چندان فرق نہین اسواسطے کہ جب ولی نے
قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نرہے یا اوس سے صلح کرے تو ابرا اور صلح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وعن الجراحۃ التی فیہا
القود والا کان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اوس زخم سے جسمین قصاص لازم ہے اور اگر ایسا زخم ہو جسمین دیت لازم ہو تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت
مین اموال کا طریقہ جاری ہے تو گویا وہ معاوضات مالیہ مین ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جنایۃ غصب و ودیعۃ و عاریۃ اذا ضمنہا رجل وشرط فیہا حوالۃ
او کفالۃ درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن
ہو اور انمین حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فے الدرر یعنی غاصب مغصوب مین اور امانت دار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے اور کچھ مال پر صلح کرے
ادائی بدل صلح مین کوئی شخص جانب جانی کا ضامن ہوا اور ضامن حوالہ یا ضمانت انمین شرط کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا مین ضامن ہون بشرطیکہ
فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والنسب والحجر والماذون درر ۲۸ نسب ۲۹ ماذون
پر تصرف کا روکنا کذا فی النہر نسب عوق ولد مین مذکور ہو چکا لیکن وہ ولد مین خاص ہے اور یہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل نہوگا والغصب وامان القن اشباہ ۳۱ غصب ۳۲ امان
القن کذا فی الاشباہ یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہے اور شرط باطل یعنی شمنون مین سے بجای امان نفس امان القن مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان ذات مغصوب بشرط مراد ہے
والا اس غصب مین اشتراط شرط کا وجہ ہے وعقد الذمۃ ۳۳ عقد ذمہ اسطرح پر کہ بادشاہ کہے اوس کافر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ کہتا ہے
کہ مین نے تجپر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجکو کچھ تحفہ دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وتعلیق الرد بالعیب ۳۴ رد بالعیب کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین مبیع مین عیب
پاؤن گا تو تجکو پھیر دونگا بشرطیکہ تو مجکو بعض ثمن سے بری الذمہ کرے طحطاوی نے کہا یہ مثال مناسب باب ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بخیار
الشرط ۳۵ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین بیع کو تین دن مین جاری نکرون تو تجکو پھیر دون بشرطیکہ مین تجکو تحفہ دون یا تو مجکو تحفہ دے
طحطاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہے وعزل القاضی کعزلتک ان شاء فلان فینعزل ویبطل الشرط اما ذکرنا انما کلہا لیست بمعاوضۃ مالیۃ
فلا تؤثر فیہا الشروط الفاسدۃ ۳۶ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا قاضی سے کہ مین نے تجکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط
مذکور باطل ہوگی اسواسطے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی تیرہ سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیہ نہین تو انمین شروط فاسدہ اثر نہین کرتین ہم

ترجمہ مین مذکور ہوچکا کہ شروط فاسدہ ربا کیطرف راجع ہین اور ربا تحقق نہین ہوتا مگر معاوضات مالیہ مین ﴿وَيَبْقَى مَا يَجُوزُ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ وَهُوَ مُخْتَصٌّ بِالْإِسْقَاطَاتِ الْمَحْضَةِ الَّتِي يُحْلَفُ بِهَا كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَبِالِالْتِزَامَاتِ الَّتِي يُحْلَفُ بِهَا كَالْحَجِّ وَالصَّلَاةِ وَالتَّوْلِيَاتِ كَالْقَضَاءِ وَالْإِمَارَةِ﴾ عینی و زیلعی اور باقی رہے وہ تصرفات جنکی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے اُن اسقاطات خالصہ سے جن سے قسم کہائی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور عتاق اور اُن التزامات سے مختص جن جیسے قسم کہاتے ہین چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہے تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی م اور جمیع تصرفات مذکورہ شروط فاسدہ سے باطل نہین ہوتے کما زاد فی النهر ﴿الْإِذْنَ فِي التِّجَارَةِ وَتَسْلِيمَ الشُّفْعَةِ وَالْإِسْلَامَ﴾ نہر الفائق مین ما یجوز تعلیقہ مین اذن فی التجارۃ اور تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے وحرر المصنف دخول الاسلام فی القسم الاول لانہ من الاقرار و دخول الکفر ھنا لانہ ترک اور مصنف نے اپنی شرح مین منقح کیا ہے دخول اسلام کا قسم اول یعنی جسکی تعلیق شرط سے صحیح نہین کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منقح کیا ہے دخول کفر کا یہان یعنی جواز تعلیق مین کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنی ترک اسلام سے ہم اسلام عبارت ہونا اقرار سے علما مین مشہور نہین بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق قلب سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط سے صحیح نہین ہوا سواسطے کہ سبب معلوم ہے کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ غالبا اوس فعل سے نفرت رکہتا ہے تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہین کہتا تو اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس تنفر کے جو تعلیق سے اوسنے ظاہر کیا ہے اور خود مصنف نے بہی اسکو آخر کلام مین بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی ﴿وَيَصِحُّ تَعْلِيقُ هِبَةٍ وَحَوَالَةٍ وَكَفَالَةٍ وَإِبْرَاءٍ عَنْهَا بِمُلَائِمٍ﴾ اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی ابرا کا شرط مناسب پر ہم بزازیہ کی کتاب البیوع مین ہے کہ تعلیق ہبہ بلفظ ان شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علی جائز ہے اگر شرط ملائم ہو چنانچہ ہبہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور ہبہ صحیح ہے اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا تو صحیح ہے اور اگر شرط محض ہے چنانچہ دخول دار اور ہبوب ریح تو کفالت جائز ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما

﴿تَصِحُّ إِضَافَتُهُ إِلَى الزَّمَانِ الْمُسْتَقْبَلِ الْإِجَارَةُ وَفَسْخُهَا وَالْمُزَارَعَةُ وَالْمُعَامَلَةُ وَالْمُضَارَبَةُ وَالْوَكَالَةُ وَالْكَفَالَةُ وَالْإِيصَاءُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْقَضَاءُ وَالْإِمَارَةُ وَالطَّلَاقُ وَالْعَتَاقُ وَالْوَقْفُ فَهِيَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ﴾ اور جسکا اضافت کرنا زمان مستقبل کیطرف صحیح ہے وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسیکو واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ تصرف ہین ہم یعنی تصرفات مذکورہ کو آیندہ زمانہ کے طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے کہ مستاجر تا منافع عین کرسکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنیکے وقت اور موجر کو جائز نہین کہ اوسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی مثال ہے کہ موجر کہے کہ مین نے تجھکو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینہ کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ مین نے اپنا یہ گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ یہ ایک قول ہے شرنبلالیہ مین ہے کہ اختیار عدم صحت اضافت معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ﴿وَبَقِيَ الْعَارِيَةُ وَالْإِذْنُ فِي التِّجَارَةِ فَيَصِيرَانِ مُضَافَيْنِ أَيْضًا﴾ عمادیہ اور باقی رہا ذکر عاریت اور اذن فی التجارۃ کہ یہ دونون بہی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی العمادیہ ﴿وَمَا لَا تَصِحُّ إِضَافَتُهُ إِلَى الْمُسْتَقْبَلِ عَشَرَةٌ الْبَيْعُ وَإِجَازَتُهُ وَفَسْخُهُ وَالْقِسْمَةُ وَالشَّرِكَةُ وَالْهِبَةُ وَالنِّكَاحُ وَالرَّجْعَةُ وَالصُّلْحُ عَنْ مَالٍ وَالْإِبْرَاءُ عَنِ الدَّيْنِ لِأَنَّهَا تَمْلِيكَاتٌ لِلْحَالِ فَلَا تُضَافُ لِلِاسْتِقْبَالِ كَمَا لَا تُعَلَّقُ بِالشَّرْطِ لِمَا فِيهِ مِنْ مَعْنَى الْقِمَارِ﴾ اور جنکی اضافت زمان مستقبل کیطرف صحیح نہین وہ دس ہین بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اوسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہین تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کیطرف جیسے کہ شرط کے ساتہہ معلق نہین ہوتے کیونکہ اسمین معنے قمار ہین یعنی مخاطرہ ہے کہ شرط محقق ہو یا نہو ہم ظاہرا رجعت اور ابراء پر تملیک صادق نہین کیونکہ رجعت تو تقیید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر یون کہین کہ رجعت مین تملیک زوج ہی تمتع سے اور ابراء مین تملیک ہے مدیون کو ﴿وَبَقِيَ الْوَكَالَةُ عَلَى قَوْلِ الثَّانِي الْمُفْتَى بِهِ﴾ اور جنکی اضافت صحیح نہین انمین وکالت کا شمار کرنا باقی رہا جب ابو یوسف کے مفتے بہ قول کے ہم جب عدم صحت اضافت وکالت پر فتوی ہوا تو اوسکا شمار کرنا ان تصرفات مین جنکی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہے

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان مین ﴿عَنْوَنَهُ بِالْبَابِ لَا بِالْكِتَابِ لِأَنَّهُ مِنْ أَنْوَاعِ الْبَيْعِ﴾ مصنف نے اسکا عنوان باب کیا نہ کتاب یعنی اسکو بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے ہم شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے

باب الصرف

کہ اوسمین کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اسطرح ہو کہ بیع کی چار قسمیں ہین چنانچہ کتاب البیوع کے شروع میں مذکور ہو چکا یعنے یا بیع العین بالعین ہے
یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین بالدین عبارت ہی صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے هُوَ لُغَةً اَلزِّيَادَةُ
صرف لغت مین بمعنے زیادت کے ہے وَلِهٰذَا حدیث شریف مین نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو حق تعالیٰ اوسکا
صرف اور عدل قبول نکریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنے شرعی معنے مین موجود ہین
کہ صرف مین تقابض بدلین شرط ہی تو یہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع مین تقابض بدلین شرط نہین وَشَرْعًا بَيْعُ الثَّمَنِ بِالثَّمَنِ اَيْ مَا خُلِقَ لِلثَّمَنِيَّةِ
وَمِنْهُ الْمَصُوْغُ جِنْسًا بِجِنْسٍ اَوْ بِغَيْرِ جِنْسٍ كَذَهَبٍ بِفِضَّةٍ اور شرع مین ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہی خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے
اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونیکے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنے چاندی یا سونا اور چاندی
سونے کا زیور اور برتن بھی اسمین داخل ہے یعنے اوسکی بیع بھی صرف مین داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور
اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نرہا ولہذا عقد مین متعین ہوجاتا ہی کذا فی النہر فتح القدیر مین ہے کہ ثمن وہ ہی جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلہ کے
وقت اور نقود مستحق بالعقد نہین ہوتے مگر بطریق دین کے وَيُشْتَرَطُ عَدَمُ التَّاْجِيْلِ وَالْخِيَارِ وَالتَّمَاثُلُ اَيِ التَّسَاوِيْ وَزْنًا اور شرط ہے عدم تاجیل
اور عدم خیار اور تماثل یعنے دونون عوضون کا برابر ہونا وزن مین ہم عدم تاجیل وخیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا وَالتَّقَابُضُ بِالْبَرَاجِمِ لَا
بِالتَّخْلِيَةِ قَبْلَ الْاِفْتِرَاقِ اور شرط ہے باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیون کے جوڑون سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنے تقابض بالتخلیہ کافی نہین
جب تک ہاتھ سے قبض نہو اور ظاہرا اسمین سے قبض تقابض بالبراجم مین داخل ہے کذا فی البحر وَهُوَ شَرْطُ بَقَائِهِ صَحِيْحًا عَلَى الصَّحِيْحِ اور تقابض
صرف کی صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنابر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی یہ مدت معین کرنیوالے عاقد نے مدت باطل کر دی قبل
افتراق کے اور عوض کو نقد دیا بعد افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہین اِنِ اتَّحَدَا جِنْسًا وَ
اِنْ وَصْلِيَّةٌ اخْتَلَفَا جَوْدَةً وَصِيَاغَةً لِمَا مَرَّ فِي الرِّبٰوا تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونون عوض ایک ہی جنس ہون اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین
مختلف ہون ہو اسطے کہ باب الربوا مین مذکور ہو چکا کہ مال ربوا مین جید اور ردی برابر ہے ہم جب عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو
معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپیہ دیکر خرید کرتے ہین یا چھلا یا آرسی بسبب صنعت یا دہ کاری کے بڑھا کر روپیہ سے مول لیتے ہین سو عین
ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانون کو اوس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اسطرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل ڈالے یعنی چاندی کو اشرفیون یا پیسون سے خرید کرے وَ
اِلَّا بِاَنْ لَمْ يَتَجَانَسَا شُرِطَ التَّقَابُضُ لِحُرْمَةِ النَّسَاءِ اور اگر دونون عوض ہمجنس نہون چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے
تاخیر کے ہم یعنے درصورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہی تماثل شرط نہین طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین مین جب تقابض البدلین شرط ہو اتو معلوم ہوا کہ اگر
چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اوسمین قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے نہ دونون عوض کا قبض فَلَوْ بَاعَ النَّقْدَيْنِ اَحَدَهُمَا بِالْاٰخَرِ جُزَافًا
اَوْ بِفَضْلٍ وَتَقَابَضَا فِيْهِ اَيِ الْمَجْلِسِ صَحَّ تو اگر نقدین یعنے چاندی سونے مین سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کرکے بیچا اور عاقدین
نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے ہم یہہ تفریع ہی تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس مین فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو یہ تخمینی اور فضلی دونو
درست ہین اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپیہ خرید کرے یا ایک روپیہ سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی
سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہین پھر اگر اسی مجلس مین تساوی عوضین معلوم ہوگئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی وَالْعِوَضَانِ لَا يَتَعَيَّنَانِ
حَتّٰى لَوِ اسْتَقْرَضَا فَاَدَّيَا قَبْلَ افْتِرَاقِهِمَا وَاَمْسَكَا مَا اَشَارَا اِلَيْهِ فِي الْعَقْدِ وَاَدَّيَا مِثْلَهُمَا جَازَ اور دونون عوض متعین نہین ہوتے بیع الصرف مین یہانتک کہ
اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا اپنے جدا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اوس نقد کو جسکی طرف عقد مین اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا
تو بیع جائز ہو ہم اسیطرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اوسکا ہم جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنح وَيَفْسُدُ الصَّرْفُ بِخِيَارِ الشَّرْطِ وَالْاَجَلِ

لاخلالہا بالقبض اور فاسد ہوجاتی ہو بیع الصرف خیار شرط اور مدت مقرر کرنیسے ہواسطے کہ خیار شرط اور شرط قبض کے خلل انداز ہین یعنی ہواسطے کہ جبتک اختیار باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور خیار اوسکا مانع ہے اسیطرح مدت مانع قبض ہے ویصح ان اسقطہما فی المجلس لزوال المانع اور صرف صحیح ہے دونون کے ساقط کرڈالنے کے ساتھ بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنے اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پہر اوسی مجلس مین دونون کو ساقط الاعتبار کردیا تو بیع صحیح ہوگی یعنے بشرط تقابض البدلین فی المجلس وصح خیار الرؤیۃ والعیب فی مصوغ لا نقدین اور خیار رؤیت اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن مین صحیح ہے نہ نقدین مین ہم خیار الرؤیۃ نقدین مین صحیح نہین کیونکہ انعقاد عقد نقدین کے مثل پر ہوتا ہے نہ عین نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقدین مین خیار العیب بھی نہین ہوتا حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ خیار العیب نقدین مین داخل ہوتا ہے تو اگر بسبب عیب کے مجلس مین پہیر دیگا تو صرف باقی ہے اگر اوسکا بدل داخل کریگا اوسی مجلس مین اور اگر بعد افتراق دیگا تو بیع الصرف باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الشرط الفاسد یلتحق باصل العقد عندہ خلافاً لہما یعنی شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہوجاتی ہے امام کے نزدیک خلاف صاحبین کے کذا فی النہر ہم مراد شرط فاسد سے جو بعد عقد کے مذکور ہو فظہر بعض الثمن زیوفاً فردّہ لا ینتقض فیہ فقط کچھ ثمن کہوٹا نکلا سو اوسنے اوسکو پہیر دیا تو اوسیقدر مین بیع ٹوٹیگی یعنے ہواسطے کہ اوسمین قبض نہوا اور دوسرے عوض مین دونون شریک ہوجائینگے بشرطیکہ اوسمین کوئی ایسا دینار نہو جو ثمن مردود کی مقدار پر ہو کذا فی الطحطاوی لا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضہ لوجوب قبضہ حقاً للہ تعالی تصرف کرنا نہچاہیے صرف کو ثمن مین قبضہ کرنے سے پہلے بسبب واجب ہونے قبض کے حق اللہ کی جہت سے فلو باع دیناراً بدراہم واشتری بہا قبل قبضہا ثوباً مثلاً فسد بیع الثوب والصرف بحالہ تو اگر بیچا دینار کو بعوض درم کے اور درمونسے مثلاً کپڑا خرید کیا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امۃ تعدل الف درہم مع طوق فضۃ فی عنقہا قیمتہ الف انما بین قیمتہما لیفید انقسام الثمن علی القیمۃ او انہ غیر جنس الطوق والا فالعبرۃ لوزن الطوق لا لقیمتہ فقدرہ مقابل بہ والباقی بالجاریۃ بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درہم کی برابر ہے اوس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اوسکی گردن مین ہے جس طوق کی قیمت ہزار درہم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف ہواسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا ثمن پر معلوم ہو یا یہہ معلوم ہو کہ وہ یعنے غیر نقد جنس طوق کی مغایر ہے اور نہین تو وزن طوق کا اعتبار ہے نہ اوسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلہ مین واقع ہوگا ہم لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا شرط نہین بلکہ اصل یہہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھہ ملا کر بیچے بعوض نقد مجانس کے تو یہہ ضرور ہے کہ نقد منضوم الیہ سے ثمن زیادہ ہو بالفین متعلق بباع ونقد من الثمن الفاً او باعہا بالفین الف نقد والف نسیئۃ او باع سیفاً حلیتہ خمسون ویتخلص بلا ضرر فباعہ بمائۃ ونقد خمسین فما نقد فہو ثمن الفضۃ سواء سکت او قال خذ ہذا من ثمنہما تحریاً للجواز مسطورہ اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درم کے اور ثمن سے ہزار درم دئیے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے ہطرح کہ ایک ہزار نقد ادا اور ایکہزار کا وعدہ یا تلوار بیچی جسکا زیور پچاس درہم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے سو اوسکو بعوض سو درم کے بیچا اور پچاس درہم ثمن مین دیئے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری ساکت رہا ہو یا یون بولا ہو کہ یہہ لے دونون کے ثمن مین سے شارح نے کہا ثمن مؤدی کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہوجانے کے واسطے ہم چونکہ عاقل مسلمان ہین تو باعتبار حسن ظن کے اونکا فعل حتے الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن معجل اوسکا ٹہیرایا جسمین شرط تعجیل شرط ہے اگرچہ اوسنے یہہ بھی کہا ہو کہ یہہ دونون کا ثمن ہے ہواسطے کہ تثنیہ سے کبھی واحد بھی مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید مین ہو کہ یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان یعنی ابو سعود نے کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہے کہ یہہ شرط ہی اوسمین حالانکہ ایسا نہین ہے یعنی ضرر اور عدم ضرر حکم مین یکسان ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وکذا لو قال ہذا المعجل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضاً لدخولہا فی بیعہ تبعاً ولو زاد خاصۃ فسد البیع لازالتہ الاحتمال اور اسیطرح مثل سابق چاندی کا ثمن ٹہیرایا جائیگا اگر مشتری نے یون کہا کہ یہہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہے ہواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع مین تابع ہوکر یعنے تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہین اور اگر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون بولا کہ یہہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد

ہوگئی اسواسطے کہ اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنے اسطرح کی گنجایش نرہی کہ زیور کو تلوار مین داخل سمجھے فَاِنْ افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیۃ
فقط وصح فی السیف اِن تخلص بلا ضررٍ کطوق الجاریۃ وان لم تخلص الا بضرر بطل اصلا سو اگر بیع مذکور مین عاقدین کا افتراق ہوا بدون
قبض ثمن تو بیع فقط زیور مین باطل ہے اور تلوار مین صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع
باطل ہے ہم کہتے ہیں نہ زیور مین بیع صحیح ہے نہ تلوار مین اسواسطے کہ زیور کا حصہ مثل الافتراق واجب القبض ہے پھر جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوگی
بواسطہ فقدان شرط اور اسیطرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جسکے جدا کرنے مین ضرر نہیں کہ وہان فقط جاریہ یا
تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن
فلو مثلہ او اقل او جہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب بیچی نقد سو ملکر چنانچہ مفضض اور مزرکش
بیچا جاوے بعوض اوس نقد کے جو اوسکے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع
ہوا ایسی نقد سے جو اوسکا غیر جنس ہے تو فقط تقابض شرط ہے ہم مفضض وہ ہے جسپر چاندی کا پتر ہو چنانچہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے پتر سے مڑھے اور
مزرکش چنانچہ کمخاب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن مین بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اوسکے برابر چاندی واقع ہوا ور باقی ثمن مثلا اوس لکڑی
کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پتر ہے اور در صورت تساوی ثمن اسواسطے بیع فاسد ہے کہ مثلا لکڑی کے عوض مین کچھ ثمن نہیں رہتا اور در صورت عدم علم کمی بیشی کے
اسواسطے بیع فاسد ہے کہ اسمین شبہہ ہے فضل کا اور شبہہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی بیع مثلا اشرفیون سے کی تو یہان زیادت اور قلت اور مساوات کچھ
شرط نہیں اختلاف جنس کے سبب ہان تقابض البدلین البتہ شرط ہے ومن باع اناء فضۃ بفضۃ او بذہب ونقد بعض ثمنہ فی المجلس ثم افترقا
فیما قبض واشترکا فی الاناء لانہ صرف اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اوسکا کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقدین یعنی بشرط قبض ظرف پھر دونون
مین جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے بقدر جسمین قبض ہوا اور دونون شخص برتن مین شریک ہوگئے کیونکہ یہ صرف ہے ولا خیار للمشتری لتعیبہ من
قبلہ بعدم نقدہ اور اسمین اختیار نہیں مشتری کا بسبب عیبدار ہو جانے برتن کے مشتری کی جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ہم کہتے ہیں بوجہ عیب شرکت مشتری دبیع
نہیں کر سکتا کہ یہ عیب اوسکی طرف سے ہوا ہے بائع کیطرف سے بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض حیث یخیر لعدم صنعہ بخلاف ہلاک احد العبدین کہ قبل قبض
کے اوسمین مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں وان استحق بعضہ ای الاناء اخذ المشتری ما بقی بقسطہ او رد لتعیبہ بغیر
صنعہ قلت ومفادہ تخصیص استحقاقہ بالبینۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری ما بقی کو بقدر
اوسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہو جانے مبیع کے بلا فعل مشتری مین کہتا ہون اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہونیکا ہے
شہادت سے نہ اقرار سے تو اوسکی تلاش اور تحقیق کرنا چاہیے ہم جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹھیر الو در صورت استحقاق اقرار مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ
استحقاق مستحق کے گواہون یا بائع کے انکار کرنے سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کیجانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو
نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متی ینفسخ المبیع اذا ظہر الاستحقاق
وظاہر الروایۃ انہ لا ینفسخ ما لم یفسخ وہو الاصح فتح پھر اگر مستحق بیعکا اجازت دے قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے فقہا مین اختلاف
ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے جب کہ استحقاق ظاہر ہوا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی جب تک فسخ نکیجائے اور یہی اصح ہے کذا فی الفتح وکان الثمن لہ
یاخذہ البائع من المشتری ویسلمہ لہ اذ الوکیل یصیر وکیلا بعد الاجازۃ ویصیر العاقد وکیلا لا الحکم فتتعلق احکام العقد بہ دون المجیز حتی یبطل
العقد بمفارقۃ العاقد دون المستحق یعنی ہر اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اوسوقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری
متفرق نہوگئے ہون بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت مین عاقد یعنی بائع وکیل ہو جائیگا اجازت دینے والا لیکن تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے مجیز
سے نہ اسلیئے عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرہ ولو باع قطعۃ نقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتری ما بقی بقسطہ

[illegible]

بلا خیار لان التبعیض لا یضرھا اور اگر چاندی کا ڈلا بیچا اور اوسمین سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری بایع کو بقدر اوسکے حصے کے سلے بلا اختیار رد بیع ہو اسواسطے
کہ کاٹنے کو ضرر نہیں کرتا ہم مشتری کو اسواسطے اختیار نہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا مضر ہے لہذا
استحقاق ظرف میں مشتری مختار ہے وھذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہا ولو قبل قبضہا لہ الخیار لتفرق الصفقۃ وکذا الدینار والدراھم
یعنی حکم اور تیہ یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبض ہو تو مشتری کو اختیار ہے بسبب تفرق صفقہ کی
اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجوہرہ یعنی اگر دینار یا درہم بیچکر دیا بعض دینار یا درہم مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع کو اوسکے حصے کے موافق
لے بلا اختیار اسواسطے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب نہیں اصل نہیں کیونکہ استیفاء کل حق عوض لیکر ممکن ہے کذا فی العطادی وصح بیع درھمین ودینار
بدرھم ودینارین بصرف الجنس بخلاف جنسہ اور صحیح ہے بیع دو درہم اور ایک دینار کی ایکدرہم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی
درہم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درہم واقع ہو کر صحیح ہوگئی کیونکہ در صورت اختلاف جنس مساوی بدلین شرط نہیں ومثلہ بیع کر بر وکر شعیر بکری
بر وکری شعیر اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہے ایک کر گیہون اور ایک کر جو کی بیع گیہون کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنے گیہون کا ایک کر جو کے دو کر کے
مقابل پڑکر اور جو کا ایک کر گیہون کے دو کر کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہوگئی برابری شرط نہیں وکذا بیع احد عشر درھما بعشرۃ دراھم ودینار اور اسی طرح
صحیح ہے بیع گیارہ درہم کی دس درم اور ایک دینار سے ہم اگرچہ یہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہوچکا لیکن مصنف نے اسواسطے اسکو ذکر کیا تاکہ معلوم ہو
کہ دو جنس مختلف دونون عوضون میں سے ہر ایک عوض میں پائی جاوین یا فقط ایک عوض میں دونون صورتون میں کچھ فرق نہیں کذا فی النہر وصح بیع درھم
صحیح ودرھمین غلۃ یعنی فتتسلہ یردھا بیت المال ویقبلہ التجار بدرھمین صحیحین ودرھم غلۃ للمساواۃ وزنا وعدم اعتبار
الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایکدرم صحیح اور دو درم غلہ کی دو درم صحیح اور ایک درم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ بیع
میں معتبر و نشدہ یعنی وہ درم ہے جسکو بیت المال یعنے سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اوسکو لیتے ہون ہم عدم قبول بیت المال او جہ سے نہیں کہ وہ کھوٹا
ہے بلکہ دراہم غلہ مقطعہ یعنی شکستہ ہوتے ہیں اونمین سے کوئی ٹکڑا ایک درم ہوتا ہے اور کوئی کم اور اس سے کمتر اور بیت المال میں نہیں لیتے مگر عالی کذا فی العطادی
عن المکی من البرہان وصح بیع من علیہ عشرۃ دراھم دین ممن ھی لہ ای من دائنہ فصح بیعہ منہ دینارا بہا اتفاقا وتقع المقاصۃ
بنفس العقد اذ لا ربوا فی دین سقط اور صحیح ہے بیع اوسکا جسپر دس درہم قرض ہیں اوسکے ہاتھ جسکے درم ہیں یعنی اپنے دائن سے تو مدیون کو دائن سے
دینار کا بیچنا بعوض دراہم مذکورہ کے صحیح ہے اور مقاصہ یعنی برابا واقع ہو جائیگا بمجرد عقد کے اسواسطے کہ سود نہیں اوس دین میں جو ساقط ہوا ہے خلاصہ یہ ہے کہ زید کے
دس درم خالد پر دین ہیں سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور بمجرد عقد مذکور مقاصہ ہو جائیگا یعنے دین ثمن
میں مجرا ہو کر عاقدین حساب میں برابر سرابر ہو جائینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آیندہ کے کہ وہان مقاصہ کرنے کی ضرور حاجت ہے صاحب بحر وغیرہ نے کہا کہ اگر ماتن
یون کہتا وصح بیع مدیون بعشرۃ دراہم من دائنہ دینارا بہا تو اسمح تر اور مختصر تر ہوتا او بعشرۃ مطلقۃ عن التقیید بدین علیہ ان دفع
البائع الدینار للمشتری وتقاصا العشرۃ الثمن بالعشرۃ الدین ایضا استحسانا یا صحیح ہے بیع مدیون کی بعوض ایسے درمون کے جو مطلق
ہیں قید دین سے اس شرط سے کہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونون نے دس درم ثمن کو دس درم دین میں مجرا بھی کر لیا ہو بطریق استحسان کے ہم در صورت اطلاق
دراہم مقاصہ شرط ہے تو اگر عاقدین باہم مجرا نکر لینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع نہو گا چنانچہ عنایہ میں مصرح ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اوسکے واقع ہوا ہو
بقول اصح وجہ استحسان یہ ہے کہ جب عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہوگیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا تو اضافت الی الدین بطریق اقتضا ثابت
ہوگئی کذا فی العطادی وما غلب فضتہ وذھبہ فضۃ وذھب حکما اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور جسمین سونا غالب ہو وہ بحکم سونے
کے ہے مثلاً آٹھ ماشے چاندی ہو اور تین ماشے تانبا تو وہ مثل خالص چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود بواسطے انطباع کے غش سے کم تر خالی ہوتے ہیں اور
(و طبع اور سکہ لگنے کے)
تھوڑی غش ملتی ہوتی ہے چنانچہ ردی قسم میں لہذا قلیل ساقط الاعتبار ہوا اور زیادہ فلا یصح بیع الخالص بہ ولا بیع بعضہ ببعض الا متساویا وزنا تو صحیح

نہین خالص چاندی اور سونے کی بیع غالب الفضۃ والذہب سے اور نہ بیع اوسکی بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے وکذا لا یصح الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اور اسیطرح غالب الفضۃ والذہب کا قرض لینا صحیح نہین مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض مین مذکور ہو چکا و الغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب اور جسمین غش یعنے تانبا یا سیسہ غالب ہے چاندی سونے سے وہ اسباب اور اجناس کے حکم مین ہے غالب کو معتبر جان کر مسئلہ سابقہ اور لاحقہ دونون کی علت ہے فہو یبیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش فیہ لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ تر ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف مین مذکور ہو چکا وبجنسہ متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس بخلافہ اور صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار مین بسبب پہیرنے جنس کے مخالف جنس کیطرف ہم مثلا ایک مغشوش مین تولہ بہر چاندی ہے اور دو تولہ تانبا اور دوسرے مغشوش مین دو تولہ چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونون کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کے طرف پہیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کر کے بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لتعذر التمییز بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس مین دونون صورتون مین بسبب متعذر ہونے تمیز کے ہم دونون صورتین یعنے بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق اسواسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونون جانب مین موجود ہے اور غش مین تقابض اسواسطے شرط ہوا کہ اوسکے جدا کرنے مین چاندی یا سونے سے ضرر ہی وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربو فی الاولین وللاحتمالہ فی الثالث اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اوس سے کمتر ہو یا معلوم نہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہین بسبب بیاج کے پہلی دو صورتون مین یعنے صورت تساوی اور قلت اور بسبب محتمل ہونے بیاج کے تیسری صورت مین یعنے صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ ربوا بجای حقیقت ربوا ہے اور صورت تساوی مین اسواسطے ربوا ہی کہ چاندی مثلا چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض یا فی ربوا وہو ای غالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنے غالب الغش متعین نہین ہوتا معین کرنے سے اگر اوسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اوسکے ثمن ہوجانے کے اوس وقت مین ہم غالب الغش رائج اسواسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو جبتک اوسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہین یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہو گا چنانچہ خالص درہم یا اشرفی کی ہلاکت سے بطلان عقد نہین بلکہ اوسکا مثل دیا جائیگا والا یروج تعیین بہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہین تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اور جنس کے ہم متعین اسواسطے ہوگا کہ وہ اصل مین منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تہا بسبب اصطلاح اور رواج کے پہر جب اوس سے معاملہ کرنا لوگون مین متروک ہو گیا تو اپنی اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اوسکے ہلاک قبل القبض سے عقد باطل ہوگا یہ صورت مین ہی جب کہ متعاقدین اوسکا حال جانتے ہون اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بہی اسکو جانتا ہے سو اگر دونون اس حال سے خبردار نہون یا خبردار ہون مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو وہ امر رائج ہے بیع متعلق ہوگی بکم جب کہ وہ امر غیر مروجہ کیطرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الحکاوی عن النہر وان قبلہ البعض فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ والا فبجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہون اور بعضے نہ لیتے ہون تو وہ ناقص درمون کے برابر ہے تو اوسکے ہم جنس ناقص درم سے عقد متعلق ہوگا اگر بائع اوسکا حال جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو تو اوسکے ہم جنس عمدہ درم سے متعلق عقد ہوگا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ عملا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہی باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اوس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اسمین جسمین تصریح نہین فان راج وزنا فیہ او عددا فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اسمین وزن رائج ہو یا شمار ہر بیع ہو یا وزن اور شمار دونون جاری ہون تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے والمتساوی غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخلاصۃ اور جسمین غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضۃ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے مین تو بیع اور استقراض اسمین جائز نہین مگر تول کر لیکن جب کہ دونون کیطرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہین چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ مین ہم استثنا فقط تبایع کیطرف راجع ہے یعنے استقراض بہر صورت بلا وزن صحیح

[illegible]

نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہو واسطے کہ صرف کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا وَاَمَّا فِی الصَّرْفِ فَکَغَالِبِ غِشٍّ فَیَصِحُّ بِاعْتِبَارِ الْمِقْدَارِ اور بیع صرف
نہیں تو غالب الغش کے مانند ہو تو صرف صحیح ہوگی باعتبار گذشتہ کے واسطے اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اوس سے اکثر ہو ورنہ جائز
نہیں اور اگر اپنی جنس سے ہو تو تفاضل جائز ہو اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الحلبی وَاشْتَرٰی شَیْئًا بِہٖ یعنی بغالب
الغش وَہُوَ نَافِقٌ وَبِفُلُوْسٍ نَافِقَۃٍ فَکَسَدَ ذٰلِکَ قَبْلَ التَّسْلِیْمِ لِلْبَائِعِ بَطَلَ الْبَیْعُ کَمَا لَوِ انْقَطَعَتْ عَنْ اَیْدِی النَّاسِ فَاِنَّہٗ کَالْکَسَادِ خرید کی کوئی چیز غالب
الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اوسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہو گئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہو گئے ہوں لوگوں
کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہو وَکَذَا الْحُکْمُ فِی الدَّرَاہِمِ لَوْ کَسَدَتْ اَوِ انْقَطَعَتْ بَطَلَ اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر اوسکا رواج جاتا رہے یا منقطع ہو
جاویں تو بیع باطل ہے وَصَحَّحَاہُ بِقِیْمَۃِ الْمَبِیْعِ وَبِہٖ یُفْتٰی رِفْقًا بِالنَّاسِ بحر وحقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسیکا فتویٰ ہے لوگوں
کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ہم بجای قیمت بیع قیمت کاسد کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا کہ در صورت بقاء عہد قیمت کاسد واجب ہے ابو یوسف کے
نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے
اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے لوگوں کی آسانی کیواسطے انتہی تو جو اجمال کہ شارح کے کلام میں ہے اس تقریر سے معلوم ہو گیا
کذا فی الحلبی وَحَدُّ الْکَسَادِ اَنْ تُتْرَکَ الْمُعَامَلَۃُ بِہَا فِیْ جَمِیْعِ الْبِلَادِ فَلَوْ رَاجَتْ فِیْ بَعْضِہَا لَمْ یَبْطُلْ بَلْ یَتَخَیَّرُ الْبَائِعُ لِتَعَیُّبِہَا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد
یہ ہے کہ اوس سے معاملہ کرنا جمیع بلاد میں متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب اونکے عیبدار ہو جانے کے ہم اگر بائع
کے شہر میں رائج نہوں تو اوسکو اختیار ہے چاہے اونکو لے چاہے اونکی قیمت لے کذا فی البحر وَحَدُّ الْاِنْقِطَاعِ عَدَمُ وُجُوْدِہَا فِی السُّوْقِ وَاِنْ وُجِدَتْ فِیْ یَدِ الصَّیَارِفَۃِ
وَفِی الْبُیُوْتِ کَذَا ذَکَرَہُ الْعَیْنِیُّ وَابْنُ مَلَکٍ بِالْعَطْفِ خِلَافًا لِمَا فِیْ شَرْحِ الْمُصَنِّفِ وَقَدْ عَزَاہُ لِلْہِدَایَۃِ وَلَمْ اَرَہٗ فِیْہَا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور انقطاع کی حد نہ موجود ہونا
بازار میں اگرچہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں موجود ہو چنانچہ اسکو ذکر کیا ہے عینی اور ابن ملک نے بحرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ بواو عاطفہ مذکور ہے
بخلاف شرح مصنف کے نسخوں کے کہ اونمیں عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کیطرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا واللہ اعلم
حلبی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو وَفِی الْبَزَّازِیَّۃِ لَوْ رَاجَتْ قَبْلَ فَسْخِ الْبَائِعِ الْبَیْعَ عَادَ جَائِزًا
لِعَدَمِ انْفِسَاخِ الْعَقْدِ بِلَا فَسْخٍ وَعَلَیْہِ فَقَوْلُ الْمُصَنِّفِ بَطَلَ الْبَیْعُ اَیْ ثَبَتَ لِلْبَائِعِ وَلَایَۃُ فَسْخِہٖ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر دوسرا
با رواج ہو گیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہو گی بیع پھر کے بسبب فسخ نہونے بیع کے بدون فسخ کرنیکے اور بموجب اسکے تو مصنف کا یوں کہنا
کہ قبل تسلیم کے بیع باطل ہو گئی اوسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اوسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہو اور حق تعالیٰ توفیق دینے والا ہے وَقَیَّدَ
بِالْکَسَادِ لِاَنَّہٗ لَوْ نَقَصَتْ قِیْمَتُہَا قَبْلَ الْقَبْضِ فَالْبَیْعُ عَلٰی حَالِہٖ اِجْمَاعًا وَلَا یَتَخَیَّرُ الْبَائِعُ اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی ہے واسطے کہ اگر غالب
الغش کی قیمت کم ہو جاوے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں ہم جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو
غالب النقد کا حکم بطریق اولی ثابت ہو گیا وَعَکْسُہٗ لَوْ غَلَتْ قِیْمَتُہَا وَازْدَادَتْ فَکَذٰلِکَ الْبَیْعُ عَلٰی حَالِہٖ وَلَا یَتَخَیَّرُ الْمُشْتَرِیْ وَیُطَالَبُ بِنَقْدِ ذٰلِکَ الْعِیَارِ
الَّذِیْ کَانَ وَقَعَ وَقْتَ الْبَیْعِ فتح اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہو گئی اور زیادہ ہوئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں
اور مشتری سے اوسی نقد کا مطالبہ ہوگا جو بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح ہم عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اوسکے قیمت زیادہ ہو
جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الحلبی وَقَیَّدَ بِقَوْلِہٖ قَبْلَ التَّسْلِیْمِ لِاَنَّہٗ لَوْ بَاعَ دَلَّالٌ وَکَذَا فُضُوْلِیٌّ مَتَاعَ الْغَیْرِ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ بِدَرَاہِمَ مَعْلُوْمَۃٍ وَاسْتَوْفَاہَا
فَکَسَدَتْ قَبْلَ دَفْعِہَا اِلٰی رَبِّ الْمَتَاعِ لَا یَفْسُدُ الْبَیْعُ لِاَنَّ حَقَّ الْقَبْضِ لَہٗ عینی وغیرہ اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد و قبل التسلیم کی قید لگائی ہو واسطے کہ
دلال یا اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اوسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر اونکا رواج موقوف ہو گیا
صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہوگی ہو اسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہو کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب

ستارہ ہم اسیطرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ درم سے فلوس خرید کرے سو اوسنے فلوس خرید کیے اور اون پر قبضہ کیا پہر اونکا رواج جاتا رہا تو وہ
فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبضہ موکل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی الملتقط من الکبی وصح البیع بالفلوس النافقۃ وان لم تتعین کالدراہم
اور صحیح ہے بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہیں درمون کے مانند ہم فلوس سے بیع اسواسطے صحیح ہے کہ وہ بجملہ انواع مال ہیں دراہم کی مانند تا اینکہ اگر ملاک
قبل قبض تو عقد منفسخ نہیں اور اگر فلوس مل کرے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہیں ہوتے کہ اثمان میں داخل ہیں اور شی قمتہ کی تعیین واجب نہیں
بلکہ الرشی کو متعین کرے تو بھی متعین نہیں ہوتا مگر جب کہ عاقدین یون کہیں کہ ہمنے تعلیق حکم فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا
فی النہر وبالکاسدۃ لا حتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہیں تا وقتیکہ اونکو معین نکرے چنانچہ قماش اور اسباب سے بیع بلا تعیین صحیح
نہیں ہم تعیین اسواسطے ضرور ہے کہ درحالت عدم رواج فلوس مبیع ہین نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل
ا فلس القرض اذا کسدت وا وجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پہیر دینا واجب ہے
جب کہ فلوس کا رواج جاتا رہا ہو اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب کہی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ یہ حکم خلاف اوس صورت مین ہے
کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہون پہر اونکا رواج موقوف ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہون تو بعینہا اونکو پہیر دینا چاہیئے بالاتفاق کذا فی
المعراج وعن الشرنبلالیہ عن شرح المجمع وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایۃ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور نہر الفائق میں ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین
کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنے صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہے اشتری شیئا بنصف درہم مثلا
فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم او بقیراط فرید کی کوئی چیز مثلا نصف درم کی فلوس سے تو خرید
صحیح ہو بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اوسکے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اسقدر فلوس واجب ہیں جو نصف درم کو بیچے جاتے ہیں اور اسیطرح ثلث درم یا ربع
درم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے ہم زفر کے نزدیک یہ مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس معدود چیز ہیں تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اوسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول
نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پہر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہوگیا کہ قول مذکور سے اوتنے فلوس
مراد لیے ہیں جو نصف درم کے بدلے بیچے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہیں کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین
فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسیطرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب
عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا وبالنصف الآخر نصفا الا حبۃ صح وبکون المنصف الا حبۃ بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درم کبیر یعنے درم کامل دیا پہر بولا کہ دے مجہکو بعوض اوسکے نصف درم فلوس اور
چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو الا حبہ کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم کہ جو مقابل اپنی مثل کے
اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا لفظ فلوس منصوب صفت ہے نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا
اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبۃ یعنے دے مجہکو بعوض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درم کبیر کے
مگر حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر
حبہ خالی عن العوض رہا نہر الفائق میں ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اسمین
باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنے اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبۃ تو فلوس میں بیع جائز اور چاندی میں باطل صحح وکذا فی المعطاء
وبما تقرر ظہر ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء اولا قوبل بجنسہ اولا اور جو ثابت اور مذکور ہوچکا اول کتاب
البیوع سے یہانتک کہ اوس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہیں قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہی ہر حال میں وہ چاندی اور سونے سے مراد ہے خواہ حرف با داخل ہو یا نہ
ہو خواہ اپنے جنس سے مقابل ہو یا نہو ہم سابق مذکور ہوچکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب الا الذات اور قسم ثانی ذات

جو بیع ہو ہر مال مین چنانچہ کپڑا اور جانور ہم بیع ہے ہر مال مین یعنی خواہ اپنی جنس کے مقابل ہون یا غیر جنس کے باوجار ہ اونپر آگئے یا نہ آوے و الثالث ثمن
من وجه وبیع من وجه کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ ثمن ہو دوسری وجہ سے بیع چنانچہ مثلی چیزین کیلی اور موزونات سواے
نقدین کے فان اتصل بہا الباء فثمن والا فمبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ با و جارہ متصل ہو جیسے کہ اشتریت الثوب بالحنطة تو اس بار سے وہ ثمن ہے اور
اگر متصل نہو تو اس بار سے وہ مبیع ہے بحر الرائق مین یون ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد مین تو وہ مبیع ہے اور اگر معین نہو اور اسپر باو جارہ آوے اور اوسکے مقابل
بیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان رائجة فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہون تو ثمن کے مانند ہین اور نہین تو جنس اور قماش کے
مانند ہین والثمن من حکمه عدم اشتراط وجوده فی ملک العاقد عند العقد وعدم بطلانه ای العقد بهلاکه ای الثمن ویجوز الاستبدال
به فی غیر الصرف والسلم لا فیهما اور منجملہ احکام ثمن نہ مشروط ہونا اوسکے وجود کا ہے عاقد کی ملک مین عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا بسبب
ثمن کے ہلاک ہوجانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی اسکو خرچ کر ڈالنا اور اوسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم میں اور ان دونون مین یعنی بیع صرف
اور سلم مین ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہین وحکم المبیع خلافه ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکه وهکذا اور حکم مبیع کا
برخلاف ثمن کے ہے جمیع امور مذکورہ مین تو مشروط ہے مبیع کا موجود ہونا عاقد کی ملک مین عقد کے وقت اسی طرح باقی امور مین یعنی بیع باطل ہوجاتی ہے مبیع کے
ہلاک ہوجانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہین ومن حکمها وجوب التساوی عند المقابلة بالجنس فی المقدرات کما تقرر اور ثمن اور مبیع کی برابری کا
واجب ہونا منجملہ احکام کے ہے مقابلۂ جنس کے وقت مقدرات مین یعنی کیلی اور موزونات مین چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب الربوا مین یعنی مکیل یا موزون
مین در صورت اتحاد جنس ثمن اور مبیع دونون کا برابر ہونا واجب ہے قلت ویلحق ببیع العینة ویأتی متنا فی الکفالة وبیع التلجئة ویأتی متنا فی الاقرار
یہہ کتاب البیوع کا دنبالہ ہے بیع العینہ کے ذکر مین اور اوسکا بیان کتاب الکفالہ کے متن مین آویگا اور بیع التلجئہ کے بیان مین اور اوسکا ذکر کتاب الاقرار کے
متن مین آویگا فھم تذنیب عبارت ہے اوس سے جسکو آخر کلام مین لاوین اور اوسکو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدر ہے بمعنے مفعول اس تذنیب مین بیع العینہ
ذکر کا کچھہ فائدہ حاصل نہین تو بہتر یون تہا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیع سے بیع العینہ باقی رہی سو اوسکا ذکر کتاب الکفالہ مین آویگا کنا فی الطحطاوی وھو ان تلجئه
عقد أ والی امر ظاهر الی ما یفعل خوف عدو وهو لیس ببیع فی الحقیقة بل کالهزل کما بسطه فی الخرشی علی المنار اور معنے بیع التلجئہ یہہ ہے کہ عقد کو
شخص ظاہر کرین اور اوسکا دلمین قصد نکرین یعنی عقد کیطرف التجا واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت مین بیع نہین ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے
مانند ہے چنانچہ اسکو مین نے مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح منار کے آخر مین ہم معترف ہین کہ تلجیہ جائز ہے اوس امر کے کرنیمے جسکا باطن مخالف ہے اوسکے ظاہر کے فتاوی
عالمگیری مین ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ دفع الیہ مضطر ہوجاتا ہے اور تلجیہ تین قسم ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع مین
ہو بسطرح پر کہ کسی مرد سے کہے کہ مین یہ ظاہر کرتا ہون کہ مین نے اپنا گھر تیرے ہاتھہ بیچا اور یہہ فی الحقیقت بیع نہین ہے پھر اوسکو گواہی پر ظاہر مین بیچا تو یہہ بیع باطل ہے دوسری
قسم یہہ ہے کہ تلجیہ بدل مین ہو چنانچہ عاقدین باطن مین اسپر متفق ہون کہ ثمن ہزار درہم ہین اور ظاہر مین دو ہزار کو بیع کرین تو ثمن وہی ہے جو باطن مین ٹھہرا
ہوا اور زیادتی مین لو یا او نہوں نے ہزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یون ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر مین مذکور ہوا تیسری قسم یہہ ہے کہ عاقدین
باطن مین اسپر اتفاق کرین کہ ثمن ہزار درہم ہے اور ظاہر مین سو دینار سے بیع کرین محمد نے کہا قیاس یہہ ہے کہ عقد باطل ہوا اور استحسان مین سو دینار سے بیع
صحیح ہے اور اگر دونون اس پر اتفاق کرین کہ اوس بیع کا اقرار کرین جو نہین واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کرین تو وہ بیع باطل ہے اور اگرچہ دونون کی اجازت سے
بھی جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین تسامح ہے جسکا ایضاح یہہ ہے ونقلت عن التلویح ان الاقسام ثمانیة ومعلق اور مین نے نقل
کیا شرح مذکور مین تلویح سے کہ بیع التلجیہ کی آٹھہ قسمین ہین ومنعقد لہ فاسدان فصلا لا خر لاکراہ مسلطہ انه بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار
اور قاضی خان نے آخر اکراہ مین بیع التلجیہ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع الخیار کی مانند وجعله الباقانی
کالفاسد اور باقانی نے تلجیہ کو بیع فاسد اعتبار کیا ہے ولو ادعی احدهما بیع التلجیة وانکر الاخر فالقول لمدعی الجد بیمینه اور اگر ایک شخص نے بیع التلجیہ کا

دعویٰ کیا اور بعد اوس کے بائع نے اوسکا انکار کیا تو مدعی تلجیہ کا قول اوسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے ہم علماء نے کہا شاید یہ اسواسطے ہے کہ عقد اصل ہی یعنی جزاً خلاف
اصل ہے لہذا اوسکا قول معتبر ہوا ولو برھن احدھما قبل ولو برھنا فالتلجیۃ اور دونون مین سے اگر کسی نے گواہ لا کے اپنے دعویٰ پر تو گواہی مقبول ہوگی
اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنے اسواسطے کہ سنے بات خلاف ظاہر کی اثبات کیواسطے ہے ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اتفقا
علی البناء علی التلجیۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم ولو لم یحضرہما نیۃ فباطل علی الظاہر منیہ اور اگر دونون نے علانیہ
بیع کی اگر دونون اقرار کرین کہ بنا و بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہے بسبب متفق ہونے دونون کے اسپر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور تھا اور نہین تو بیع لازم
ہے یعنی اگر دونون اعراض پر متفق ہوئے یا بنا اور اعراض مین مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونون کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہوئی نہ بنا کی نہ
اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کذا فی المنیۃ ہم منار مین صریح ہے کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید
یہان دو قول ہین کذا فی الحقائق بالیقین اس مسئلہ مین دو قول ہین چنانچہ قول منیہ یعنے علی الظاہر اوس پر دلالت کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم قلت ولو تعاقدا
او تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ مین کہتا ہون کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا
کہ اگر عاقدین وفا پر ٹھیرالین قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہین مواضعت یعنی ٹھیرا رکھنے کا ہم وجہ افادہ
یہ ہے کہ بیع التلجیہ ہر وقت باطل ہے جب کہ دونون اسکا اعتراف کرین کہ بنا و علانیہ تلجیہ پر تھی والا بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ
وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہے وبیع الوفاء ذکرتہ ہنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو مین نے یہان ذکر کیا درر کا تابع ہوکر وصورتہ ان یبیعہ العین
بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین وسماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الاطاعۃ اور

فصل در ذکر بیع الوفا

بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی جنس بیچی ہزار درم کو مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو جنس مبیعہ پھیر دیوے اور شافعی مذہب
مین اسکو رہن معاد کہتے ہین اور مصر مین بیع الامانۃ بولتے ہین اور شام مین بیع الاطاعۃ کہتے ہین ہم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اوسکا عود راہن کی طرف
ہوتا ہے ایفاء مقبوض کے وقت اور بیع الامانۃ کی وجہ یہ ہے کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دئے اور بائع
نے صاحب درم کو امین سمجھ کر مبیع دی کہ جب مین اسکو درہم دونگا تو وہ بلا تکرار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی
مستعد ہے بعد وجود شرط کے قیل ہو رہن فتنفسخ زوائدہ اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقۃ رہن ہے تو زوائد اوسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو
منافع مبیع حلال نہین مثل مرہون کے وقیل بیع یفید الانتفاع بہ اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ مبیع سے فائدہ لینے کی مفید ہو وفی
اقالۃ شرح المجمع عن النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے یعنے بیع ہونے پر وقیل ان
بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہو تو رہن نہوگی ہم اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے
احکام مستقل ہین کذا فی الدرر ثم ان ذکرا الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جب کہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل
فسخ کو ذکر کیا یعنے شرط کیا یا دونون نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ لان
المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وہو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ واقرہ خسرو ہنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن الملک
فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ کے مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور ایفاء وعدہ کا وفا کرنا لازم ہے اسواسطے کہ مواعید
کبھی لازم الایفاء ہوجاتے ہین لوگون کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہے اسقول کو ملا خسرو نے یہان اور مصنف
نے باب الاکراہ مین اور ابن ملک نے باب الاقالہ مین زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ لو ذکرا الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ
ولم یذکر انہ فی مجلس العقد او بعدہ اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے
یہ ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد مین ہوا یا بعد اوسکے ہم جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی

المحتار وفي البزازية ولو باعه لآخر باتا توقف على إجازة مشتريه وفاء ولو باعه المشتري فللبائع أو ورثته حق الاسترداد اھ
بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو یہ بیع اوسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف
جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اوسکو بیچا تو اوسکے بائع اور بائع کے وارثون کو حق استرداد ثابت ہے ہم مشتری کی اجازت پر
موقوف ہوئی کہ حق مشتری اوس سے متعلق ہوگیا اور بائع اور اوسکے وارثون کو حق استرداد ہے بنظر جانب رہن وأفاد في الشرنبلالية
أن ورثة كل من البائع والمشتري تقوم مقام مورثه نظرا لجانب الرهن فليحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث
اونکے قائم مقام ہیں بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم یہی حکم فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے ولو استأجره بائعه لا يلزمه
الأجر لأنه رهن حكما حتى لا يحل الانتفاع به اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اوسکو اجرت لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہان تک
کہ اوس سے فائدہ لینا حلال نہیں ہم یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت وفي فتاوى ابن الحلبي إن صادفت الإجارة بعد قبض المشتري
المبيع وفاء ولو للبناء وكذا في صحيحه والأجرة لازمة للبائع طول مدة التواجر انتهى فتنبه میں کہتا ہون اور ابن الحلبی کے فتاوی میں ہو کہ
اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے بیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کیواسطے لازم ہے بقدر طول مدت
اجارہ کے انتہی تو آگاہ ہو جا ہم یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے شرنبلالیہ میں مذکور ہے کہ بیع الوفا میں نو قول ہین از انجملہ بعض علماء محققین کا یہ قول
جامع ہو کہ بیع الوفا بعض احکام میں تو فاسد ہے یہان تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعض احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے میں اور
بعض احکام میں بیع الوفا رہن ہے یہانتک کہ مشتری اوسکی بیع اور رہن کا مالک نہیں صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یون ہے کہ
فتوی دینے میں اس قول جامع سے عدول نکیا جاوے انتہی اور منجملہ منافع اوسکے کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ میں عدم ازاجارہ مذکور ہے
تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم کذا في المحتار قلت وعليه فلو مضت المدة وبقي في يده فأفتى علماء الروم بلزوم أجر المثل
ويسمونه بيع الاستغلال میں کہتا ہون اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے اگر مدت اجارہ منقضی ہوجاوے اور اوسکے ہاتھ میں باقی رہے تو علماء روم نے لزوم اجرت
مثل کا فتوی دیا اور علماء روم اس بیع کو بیع الاستغلال کہتے ہین وفي الدر صح بيع الوفاء في العقار استحسانا واختلف في المنقول اھ در
میں ہو کہ بیع الوفا زمین میں صحیح ہو بطریق استحسان کے اور منقول میں اختلاف ہو یعنی بعض صحیح کہتے ہیں اور بعض غیر صحیح ھم اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی
وطی بائع اور مشتری کو حلال نہیں ہو اسواسطے کہ اوسمین دونون کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہوگئی اور اسیطرح کہانا اور پہننا جائز نہیں اگر مبیع
ماکول یا ملبوس ہو کذا في المحتار وفي الملتقط والمنية اختلفا أن البيع بات أو وفاء ذكر أن القول لمدعي الجد والبتات إلا بقرينة الهزل
أو الوفاء اور ملتقط اور منیہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہو تو اوسکا قول معتبر ہے جو واقعی
بیع اور لزوم بیع کا مدعی ہو مگر بقرینہ ہزل اور وفا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا ہم قرینۂ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو بنسبت مبیع کے کذا في المحتار قلت
لكنه ذكر في الشهادات أن القول لمدعي الوفاء استحسانا كما سيجيء فليحفظ میں کہتا ہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات میں ذکر کیا کہ بیع الوفا
کے مدعی کا قول معتبر ہو بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات میں آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس ہے ولو قال البائع
بعتك بيعا باتا فالقول له إلا أن يدل على الوفاء نقصان الثمن كثيرا إلا أن يدعي صاحبه تغير السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین تیرے
ہاتھ بیچی بطریق بیع لازم کے تو اوسکا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اوسوقت دعوی لزوم بیع معتبر نہیں مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع
متغیر ہو جانے نرخ کا دعوی کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفي الأشباه في آخر قاعدة العادة محكمة عن المنية لو دفع
غزلا إلى حائك لينسجه بالنصف جوزه مشائخ بخارا للعرف ثم نقل في آخر ما عن إجارة البزازية أن به أفتى مشائخ بلخ وخوارزم وأبو
الليث أيضا قال والفتوى على جواب الكتاب للطحان لأنه منصوص عليه فيلزم إبطال النص اور اشباہ میں اواخر قاعدہ العادۃ محکمۃ کی اثنا

قنیہ سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جلاہے کو تا اوسکو بنے آدہے کپڑے کی مزدوری لینے پر اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف او عادت کے یہ جو صاحب
اشباہ نے اوسی قاعدہ کے آخر میں بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتوی دیا ہے مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب
اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری میں مذکور ہے یعنے عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے
تو جواز مسئلہ نساج کی سے ابطال نص لازم آتا ہے ھم مغنی ابو سعود نے کہا کہ فقہا کے عرف میں کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ مبسوط
محمد مراد ہے جسکو اصل بولتے ہیں کیونکہ اول عبارت اشباہ میں مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہہ ہے کہ اگر آٹا پسوانے کا اجارہ کرے کچہہ آٹے کو اجرت مقرر کرے
تو جائز نہیں اور چونکہ مسئلہ نساج مسئلہ طحان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہیں کذا فی العطایا ملخصا بتصرف وفیہا من المبحث الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء
انہ صحیح لحاجة الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ میں بیع الفاسد سے قول
سادس بیع الوفا میں یہہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیوں کے بیاج سے بچانے کیواسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر تنگ نہیں ہوا مگر
اوسکا حکم کشادہ ہو جاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فاقول علی اعتبارہ ینبغی
ان یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا
ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا
فتوی دیا ہے تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یون فتوی دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو[۱] وہ لازم ہے
اور دوکانون کا خلو اوسکا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اوسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہیں اور نہ اوسکے کرایہ دینے کا اوسکے غیر کو اگرچہ وہ دوکان
وقف ہو اور تحقیق خلو اول کتاب البیوع میں مذکور ہو چکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال
یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوة الا باللہ اور اسیطرح مین کہتا ہون
عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اوس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے
تو لائق یہ ہے کہ یہہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چھوڑ دے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لیے کا ارادہ
کرے تو وہ اوسکا مالک نہیں ولا حول ولا قوة الا باللہ انتہی وفی زواہر الجواہر معانی واقعات الضریری رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع
المتولی امرہ للقاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ
ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارة وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویؤمر المستاجر باداء
ذلک ان رضی بہ والا یؤمر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید ہے اوس
روایت سے جو واقعات ضریری مین ہے کہ ایک مرد ہے کہ اوسکے ہاتہہ مین دوکان ہے بجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اوسکا
حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کہولنے اور اوسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص
غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوارتر ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنی خلو کے لینے
مین بہی اولے ہے اور شخص کو اسمین اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز
رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پہیر لے اور مستاجر ثانی کو بھی خلو کے ادا کرنیکا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اوسکے باقی رکھنے سے ورنہ اوسکو دوکان
خالی ہو جانیکا حکم ہوگا انتہی بعد دینے حق خلو کے انتہے بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ الہندیۃ

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت میں مناسبتہا
للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضة انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے یہ ہے کہ بسبب ضمانت بیع مین اکثر اور بسبب ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار
مین ہے چونکہ اکثر ضمانت بایع کی طرف سے بعوض مبیع کی ہوتی ہے لہذا اسمین ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف سے مناسبت یہ ہے کہ دونون آخر کار

[۱] یعنی دوکان منہدم کو اپنے روپیہ سے بنوا دی اور مالک دوکان نے اوسکو مالک رکہا اور اسکا بیان اول کتاب البیوع صفحہ ۹-۱۰ مین گذرا ۱۲

عند الجمع سما وضمہ ہو اصل ہے جو ذمۂ مثلاً پر ثابت ہو کذا فی البحر هی لغة الضم کفالت لغت میں بمعنے ضم ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا اور کفالت
لغت میں بمعنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل اور ضم سے بھی کذا فی المصباح وحکی ابن القطاع کفلته وکفلت به وعنه بتثلیث الفاء
اصحاب ابن قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے ہم یعنی کفالت متعدی بنفسہ اور متعدی بحروف جارہ دونوں
مستعمل ہے اور تینوں کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہیں وشرعاً ضم ذمة الکفیل الی ذمة الاصیل فی المطالبة مطلقاً بنفس او بدین او
عین کمغصوب ونحوه کما سیجیٔ لان المطالبة تعم ذلک اور شرع میں کفالت عبارت ہے ملانے ذمۂ کفیل سے ذمۂ اصیل کے ساتھ مطالبہ میں مطلقاً
خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسا اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ مطالبہ شامل ہے اس مذکور کو یعنے نفس اور دین اور عین کو
ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے اور دین ثابت
نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنے ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط از ذمۂ اصیل اور یہہ قول غیر اصح ہے طحطاوی نے مصباح سے
نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب مالہ اور ما علیہ کی
اہلیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس و رقبہ سے صاحب ہدایہ نے […] تعبیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد و میثاق ہے ومن عرفها بالضم فی الدین اراد
تعریف نوع منها وهو الکفالة بالمال لانه محل الخلاف اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اسنے تو کفالت کی ایک قسم بیان کا ارادہ
کیا ہے یعنے ضمان ضامن کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم کہتا کہ اسمیں اختلاف ہے کہ دین ذمۂ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الحلبی وبه یستغنی عما ذکره
منلا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے ہم ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یوں تعریف کی ہے ضم ذمة
الی ذمة فی مطالبة النفس او المال او التسلیم شارح کا مطلب یہہ ہے کہ جب مطالبہ کو بے اطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہے تفصیل کی کچھہ حاجت باقی نہ رہی و
رکنها ایجاب وقبول بالالفاظ الاتیة ولم یجعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب قبول ہے الفاظ آیندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن
نہیں ٹھیرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کرے یا نکرے وشرطها کون المکفول به نفسا او مالا
مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد ولا قود اور شرط ضمانت یہہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اسکی
تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر وفی الدین کونه صحیحا قائما
لا ساقطا ولو بموته مفلسا ولا ضعیفا کبدل کتابة ونفقة زوجة قبل الحکم بها اور دین کی ضمانت میں ہو دین کا صحیح قائم شرط ہے نہ کہ دین کا ساقط ہونا
اگرچہ مفلس مر جانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ہم دین صحیح وہ ہے جو بدون ادا یا ابرا ساقط
نہ ہو صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درستی عجز مکاتب ساقط ہو جاتا ہے اور دین قائم کی قید سے میت مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر
کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم
کی مثال ہے خلاصہ یہہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس میت کی دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہہ […] سے صاحب نہر کی روایت مذہب فالبتہ
دینا بالاولی […] تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقۂ زوجہ قبل الحکم او الرضا اسکی کفالت بطریق اولے صحیح نہیں یعنے جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی
تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحکمها لزوم المطالبة علی الکفیل بما هو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنے اثر مترتب لازم ہونا
مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہو باعتبار نفس یا مال کے ہم یعنی اگر حاضر ضامنی ہے تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال کی ضامنی
ہے تو اسکا مطالبہ ہوگا واهلها من هو اهل التبرع فلا تنعقد من مجنون ولا صبی الا اذا استدان له ولیه وامره ان یکفل المال عنه فیصح
ویکون اذنا بالاداء […] اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنے مرد عاقل بالغ تندرست تو ضمانت کا عقد نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر یہہ
جب وہ […] واسطے […] ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہہ ضمانت صحیح ہو اور یہہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادا قرض میں کذا فی الکرمانی

مال ضامنی کی قید ہوا سلئے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں ہو اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز
زیادہ نہوگی سوای تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ہوگا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی یطالب بالمال
بموجب الکفالۃ ولولاہا لطولب الولی ھ اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے
مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں
مگر اوسکے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں وارثوں کا حق متعلق ہو گیا ولا من عبد ولو ماذونا فی التجارۃ ویطالب بعد العتق الا اذا اذنه
المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت کرنے میں اور غلام سے بعد آزاد ہونیکے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونے کا
اذن دیا ہو تو در حالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر ھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے
نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن مولاہ اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو ھ اصیل اور مکفول لہ کی شرط باقی رہ گئی
سو اصیل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت باطل ہے اور اسکا
آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اوسکا عاقل ہونا
شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی المعادن من البحر والمکفول لہ وھو الدائن مکفول لہ اور یہ یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں جسکے نفع کیواسطے ضمانت ہوتی
والمکفول علیہ وھو المدیون مکفول عنہ ویسمی الاصیل ایضا اور مدعا علیہ مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکے طرف سے ضمانت ہوئی اوسکو اصیل
بھی بولتے ہیں والنفس او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمته المطالبۃ کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم
ہوا وہ کفیل ہے ھ کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت
کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے ھ یہ حدیث سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں
ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے وتکرہ لانہا مکتوب فی التوراۃ الزعامۃ اولہا ملامۃ واوسطہا ندامۃ واخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامنی کرنا نہیں
زیادہ تر احتیاط ہے توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اسکے آخر میں ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی ھ ضمانت کے اول
میں ملامت ہے یعنی خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا حاضر نفس مجھے
لازم ہو گیا اور شاید مجھسے نہوسکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے
اور یہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارع نے ضمانت کی برائیاں ذکر کیں اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ شبہ نہیں ہے وہ خوبیاں بھی ہیں از انجملہ یہ ہے کہ ضامن ہونے سے
طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر خائف ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور
مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا وکفالۃ النفس تنعقد بکفلت بنفسہ وبما یعبر بہ عن بدنہ
کالطلاق وقد مر تمامہ اظھر لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ الطلاق فکذا فی الکفالۃ فتح اور کفالت نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد
ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں ضمانت کی اوسکی ذات کی اور منعقد ہے اوسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے
ہیں وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اوس سے طلاق واقع ہوگی تو اسیطرح کفالت میں کذا فی
الفتح یعنے اگر یہ بجای کل بدن کے بولتے ہوں تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اسکے ہاتھ کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع ککفلت بنصفه
او ربعه اور انسان کے جزو شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے میں نے کفالت کی اوسکے نصف یا ربع کی ھ نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو
اگر کفیل اپنے جزو شائع کیطرف اضافت کرے اسطرح کہ تیرے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہوا تو جائز نہیں کذا فی المعادن عن سراج وتنعقد بضمنته ای بقولی وعلی
الی اوعندی ھ وانا به زعیم ای کفیل او قبیل به ای بفلان او عرفوا وحمیل بمعنی محمول بدل ثم اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ

کہ میں اوسکا ضامن ہوا یا علیّ یا الیّ یا عندی ہے سو یا میں اوسکا زعیم ہون یعنی ضامن ہون یا اوسکا قبیل ہون یعنی فلانے شخص کا ضامن ہون یا اوسکا غریم حمیل ہون یعنی
محمول کذا فی البدائع م قولہ علیّ یعنی مجھپر اوسکی ضمانت لازم اور واجب ہے ہواسطے کہ علی کلمہ وجوب کا تو یہہ صیغۂ التزام ہوا قولہ الیّ یعنی چھوڑ اسکو میری
طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنی یہہ شخص میرے پاس ہے میں اوسکو تیرے پاس حاضر کرونگا اور حمیل یعنی کفیل یعنے قابل ضمان ہی طحطاوی کما ظہر یہہ ہی کہ
حمیل بمعنے فاعل ہو کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا وتنعقد بقولہ انا ضامن حتی یجتمعا او حتی یلتقیا ویکون کفیلاً الی الغایۃ تاتارخانیہ اور منعقد ہوتی
ہی کفالت اس قول سے کہ میں ضامن ہون یہان تک کہ طالب اور مطلوب جمع ہون یا یہان تک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اسکا ضامن غایت تک کذا فی
التاتارخانیہ م یعنے یہہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقت ہے تا اجتماع والتقاء طرفین وقیل لا تنعقد لعدم بیان المضمون بہ انہ نفس او مال کما
نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ انا ضامن حتی یجتمعا سے ضمانت منعقد نہین ہوتی بسبب نہ بیان ہونے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت
ہوئی اوسکا بیان نہین کہ وہ کیا ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہہ قول خانیہ میں ابو یوسفؒ سے مروی ہے قال المصنف والظاہر انہ لیس لمذہب لکنہ
استنبطہ منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال وقال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ظاہر عدم
انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہین لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور اسے اپنے فتاوی مین استنباط کیا ہی کہ اگر طالب کہے کہ تونے مال کی ضمانت کی ہی اور ضامن کہے کہ مین نے
حاضر ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہین م ملنے نے کہا ہواسطے ضمانت صحیح نہین کہ دونون کا اتفاق ایک امر پر نہین ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہہ استنباط منافی ضعف
نہین تو بطلان مستند قول مذکور کفالت نفس سے ثم قال وینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یؤاخذ باقرارہ فراجعہ پہر مصنف نے کہا کہ
لائق یون ہے کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اوسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ مین ولا تنعقد
فی قولہ انا ضامن او کفیل لمعرفتہ علی المذہب خلافاً للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہین ہوتی ضامنی اس قول مین کہ مین ضامن
یا کفیل ہون اوسکی معرفت اور شناخت کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہین ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہین کیا بلکہ شناخت
اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن لتعریفہ او علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہی اس قول مین کہ مین ضامن ہون اوسکی تعریف کا یا اوسکی تعریف
یعنی اوسکے پہچنوا دینے کا ضامن ہون اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہی کذا فی الفتح م ہواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہی تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو
مطلوب کے طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اوس سے ثابت نہین ہوتا مگر پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن
الجملۃ سراج چنانچہ اس قول مین لزوم ضمانت ہی کہ مین اوسکے چہرہ کا ضامن ہون ہواسطے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج وفی معرفۃ
فلان علیّ یلزمہ ان یدل علیہ خانیہ ولا یلزم ان یکون کفیلاً بہ اور اس قول مین کہ فلانے شخص کی معرفت مجھپر ہے اسپر بتا دینا لازم ہی اور بتا دینے کو
ضامن ہونا لازم نہین کذا فی النہر واذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلاً کان کفیلاً بعد الثلثۃ ایضاً ابداً حتی یسلمہ لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال
بریٔ وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلاً تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اوسکی تسلیم کرے ہواسطے کہ ملتقط
اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور مین بالفعل مطلوب کو تسلیم کرے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہی م یعنے ذکر مدت انقطاع
ضمانت کیواسطے نہین بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہی تو تا تسلیم مطلوب یہہ دائمی ضمانت ہی طحطاوی نے کہا کہ ابتدا و ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یون کہے کہ مین حاضر
ضامن ہون آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی نرہیگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو زاد وانا بریٔ بعد ذلک لم
یکن کفیلاً اصلاً فی ظاہر الروایۃ وہی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزمہ درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ مین بری ہون بعد اسکے یعنے یون کہا کہ تین دن تک ضامن
ہون اور بعد اسکے بری ہون تو اصلاً ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین اور یہہ حیلہ ہوا اوس کفالت مین جو لازم نہو م اصلاً ضامن نہوگا یعنی مطلقاً ضامن نہوگا نہ مدت
کے اندر نہ بعد مدت کے ہواسطے کہ اعتبار ہوتا ہی آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام مین وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اصل کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے
کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہوا اور پہر اوسنے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہی تو گویا کہ وقت اوسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی

الطحاوی قلت ونقلہ فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا حتی
تکون الفتوی لا قول بانہ ظاہر المذہب فتنبہ مین کہتا ہون کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام مین ابواللیث سے نقل کیا اسی پر فتوی ہے یعنی عدم
کفالت پر پہر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہوجاتا ہی انتہے کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ
ظاہر مذہب ہے سوا گاہ رہنا ہم تنبیہ ورصورت تعارض افتا ظاہر الروایہ کے طرف رجوع لازم ہے ولا یطالب بالمکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ
وبہ یفتی وصححہ فی السراجیۃ اورجب شلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذرجانے تین دن کے
ظاہر الروایۃ مین اور اسیکا فتوی ہے اور اسیقول کو صحیح کہاہے سراجیہ مین وفی البزازیۃ کفل علی انہ متی ما طلبہ فلہ اجل شہر صحت وکذا
اجل شہر من طلبہ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسلیم ولا اجل لہ ثانیا اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جبسے اور ہر بار کہ
اوس سے مطالبہ ہو تو اوسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہے تو ضامنی صحیح ہے اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جبسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب
اول کے بعد پہر جب مہینہ پورا ہوگا پہر طالب اوس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ہم یعنی
مطالب سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر باطل نہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقا شرقال وکفل علی انہ بالخیار عشرۃ
ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناہا علی التوسع پہر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ کو خیار ہو یعنی
مدت مین ضامنی کرے یا نکرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین ہو اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے فان شرط تسلیمہ
فی وقت بعینہ احضرہ فیہ ان طلبہ کدین موجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت مین تو ضامن اسکو اوس وقت مین حاضر کردے اگر
مکفول لہ طلب کرے جیسے اوس دین موجل کا ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہوچکی ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑہنا چاہیے تا کفیل اور مکفول لہ دونون کی شرط کو شامل
ہو فان احضرہ فبہا والا حبسہ الحاکم حتی یظہر مطلہ پہر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروط مین تو خوب ہے اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جب تک کہ اوسکا
ٹالنا ظاہر ہو ہم شارح کو یون کہنا بہتر تہا کہ اذا ظہر مطلہ ہو اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ ضامن کو حاکم قید نکرے تا وقتیکہ اوسکا ٹالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی
جزا ہے اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہین انتہے اور بعضے نسخون مین یظہر مطلہ ہے اور یہ ظاہر ہے خانیہ اور بزازیہ مین ہے کہ حبس اوس وقت ہے جب کہ ضامن نے پہلے ہی
اگر ضمانت کا منکر ہوا اور گواہون سے اوسکی ضمانت ثابت ہو تو اوس وقت اوسکی حبس مین جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظہر عجزہ ابتداء لا یحبسہ یعنی اور اگر
ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اوسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب امہلہ مدۃ ذہابہ وایابہ ولو لدار الحرب عینی وابن ملک
پہر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اوسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول بہ دار الحرب مین ہو کذا فی العینی وابن ملک ولو لم یعلم مکانہ
لا یطالب بہ لانہ عاجز ان ثبت ذلک بتصدیق الطالب یلی نعد فی البحر او ببینۃ اقامہا الکفیل مستدلا بما فی القنیۃ اور اگر ضامن مکفول بہ
مکان نجانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہے تو اوس سے مطالبہ کیا جاوے گا کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کی تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی
بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہاہے یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کرکے ہم طحطاوی نے کہا اسمین یہ خلل ہے کہ یہ گواہی اوس چیز کی نفی ہے
جس پر علم شاہد محیط نہین فاما المکفول بہ فیلا ان ملازمۃ الکفیل حتی یحضرہ کہ مکفول بہ غائب ہوگیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل جائز ہے تا وقتیکہ
اسکو حاضر کرے وحیلۃ دفعہ ان یدعی الکفیل علیہ ان خصمک غائب غیبۃ لا تدری فبین لی موضعہ فان برہن علی ذلک اندفع
عنہ الخصومۃ اور دفع ملازمت کا یہ حیلہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم غیبت غیر معلومہ غائب ہے سو اوسکا مکان مجہسے بیان کردے پہر اگر ضامن
اپنے اس دعوی پر گواہی گذرانے تو طالب کی خصومت اوس سے مندفع ہوجاویگی ولو اختلفا فان لہ خرجۃ للتجارۃ معروفۃ امر الکفیل بالذہاب الیہ
والا حلف انہ لا یدری فی منح اور اگر طالب اور ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول بہ کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہے کہ تو جانتا ہے
تو اگر مکفول بہ سوداگری کیواسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اوس تک جانیکا حکم ہوگا اور نہین تو اوس سے قسم لیجاوے کہ وہ اوسکا مکان نہین جانتا

اتُسرين كل موضع قلنا بذهابه اليه للطالب ان يستوثق بكفيل من الكفيل لئلا يغيب الآخر پہر جس مکان مین حتی ضامن کے جانیکو کہا تو طالب کو
جائز ہے کہ ضامن سے مضبوطی کرلے ضامن لیکر تاکہ دوسرا غائب نہ ہو جاوے ويبرأ الكفيل بالنفس بموت المكفول به ولو عبدا اراد به دفع توهم
ان العبد مال فاذا تعذر تسليمه لزمه قيمته وسيجيء ما لو كفل برقبته اور بری الذمہ ہوجاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام
ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنے سے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پہر جب اوسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اوسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ
غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الكفيل وقيل يطالب ارثه باحضاره معراج اور براءت حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہہ ہے
کہ ضامن کے وارث سے مکفول بہ کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا کذا في المعراج لا بموت الطالب بل وارثه او وصيه يطالب الكفيل وقيل يبرأ وهو ضعيف
والمذهب الاول اور ضامن بری الذمہ نہین ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اوسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ طالب
کی موت سے ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے کذا في الوصايه اور قوی مذہب پہلا ہے ويبرأ بدفعه الى من كفل له حيث اي في موضع يمكن مخاصمته
سواء قبله الطالب او لا وان لم يقل وقت التكفيل اذا دفعته اليك فانا بريء ويبرأ بتسليمه مرة قال سلمته اليك بجهة الكفالة او لا
ان طلبه منه والا فلا بد ان يقول ذلك اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کردینے سے ایسے مکان مین جہان اوسکو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب
اوسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کیوقت یون نکہا ہو کہ جب مین مکفول بہ کو تیرے سپرد کرون تو مین بری الذمہ ہون اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ایکبار
کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یون کہا ہو کہ مین نے اوسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یہہ اوس شرط پر ہے جب کہ طالب نے اوس سے مکفول بہ
طلب کیا ہو اور اگر طلب نکیا ہو تو یہہ کہنا ضرور ہے کہ مینے اوسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ہے مکان ممکن المخاصمة کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دیہات مین تسلیم ہوگی
تو ضامن بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب وہان خصومت پر قادر نہین ولو شرط تسليمه في مجلس القاضي سلمه فيه ولم يجز تسليمه في غيره وبه يفتى في زماننا
لتهاون الناس في اعانة الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی مین شرط ہو تو ضامن وہین اوسکو حاضر کرے اور اوسکی تسلیم غیر مجلس قاضی مین جائز نہین ہے اسکا
فتوی ہے ہمارے زمانے مین بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری مین ہم یہہ زفر کا قول مفتی بہ ہے ولو سلمه عند الامير او شرط تسليمه عند هذا
القاضي فسلمه عند قاض آخر جاز بحر اور اگر صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اوسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اوسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شرط تہی سو اوسنے
دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا في البحر ولو سلمه في السجن لو سجن هذا القاضي او سجن امير البلد في هذا المصر جاز ابن ملك اور اگر
اوسکو قیدخانہ مین سپرد کیا تو اگر اس قاضی کا قیدخانہ ہے یا حاکم شہر کا قیدخانہ ہے اسی شہر مین تو جائز ہے کذا صرح ابن ملک في شرح المجمع وكذا يبرأ الكفيل بتسليم
المطلوب نفسه لحصول المقصود وبتسليم وكيل الكفيل لقيامه مقامه ورسوله اليه لان رسوله الى غيره كالاجنبي اور اسیطرح ضامن بری الذمہ
ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہوگیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے اپنے وکیل کی
تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اوسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اسواسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کی
مانند ہے ہم تسلیم مطلوب سے اوسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اوسکے بغیر امر ہو تو بری نہین ہوتا اور غیر طالب کیطرف تسلیم رسول
کی یہہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اسکو اور فلانے شخص کے سپرد کر تا وہ طالب کو سپرد کرے پہر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہہ اجنبی کی مانند ہے
اور تسلیم اجنبی کی یہہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کیطرف سپرد کیا اور کہا کہ مین اسکو تیرے پاس ضامن کیجانب سے سپرد کرتا ہون سو اگر طالب اوسکو قبول
کرے تو ضامن بری الذمہ ہوگیا اور اگر چپ رہے تو ضامن بری نہین کذا في الطحاوي وفيه يشترط قبول الطالب ويشترط ان يقول كل واحد من
هؤلاء سلمت اليك عن الكفيل دفعه عن كفالته اي بحكم الكفالة عيني والا لا يبرأ ابن كمال فليحفظ اور تسلیم رسول مین قبول کرنا طالب کا شرط
ہے اور یہہ شرط ہے کہ ہر شخص اشخاص مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور رسول طالب سے کہے کہ مینے تجھکو سپرد کیا ضامن کیجانب سے کذا في الدرر
اور اوسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا کذا في العینی اور اگر یہ نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کذا صرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہئے فان قال ان لم اواف

ای ان اتی بہ غدا فہو ضامن لما علیہ من المال فلم یواف بہ غدا فعلیہ فلو عجز لحبس او مرض لم یلزمہ المال ام اذا عجز بموت
المطلوب او جنونہ کما افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لے آؤں تو میں ضامن ہوں اوس مال کا جو اوسپر ہے سو وہ مطلوب کو
نہ لایا باوجودیکہ مطلوب پر قادر تہا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اوسپر مال لازم نہیں مگر ہو قت جب کہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے
حاضر نکر سکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی آیندہ قول میں بیان کیا ہے اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہوجانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ میں ہے کہ جب
طالب غائب ہو تو قاضی اوسکے طرف سے وکیل قائم کرے کذا فی العنایۃ ملخصا ومات المطلوب فی الصورۃ المذکورۃ ضمن المال فی الصورتین لانہ
علق الکفالۃ بالمال بشرط متعارف فصح یعنی مطلوب مر گیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنیمیں باوجود قدرت اور مطلوب کے
مرجانے میں اسواسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت درحق تسلیم باطل ہوگئی نہ درحق مال ولا یبرأ
بعن الکفالۃ المعنیین لعدم التنافی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہوگا بسبب عدم مخالفت کے یعنے مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں تخالف
نہیں جو جمع نہو سکیں فلو ابرأ عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال لفقد شرطہ سو اگر صورت مذکورہ میں طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کر دیا پھر ضامن نے
مطلوب کو حاضر نکر دیا تو اوسپر مال واجب نہوگا بسبب پائے جانے اوسکی شرط کے یعنے شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تہی درصورت بقای حاضر ضامنی سو ابراء طالب سے
وہ باقی نرہی قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب طلب وارثہ ولو مات الکفیل طولب وارثہ حاصل یہ کہ مصنف نے موت طالب کی قید نہ لگائی اسواسطے
کہ اگر طالب مرجاتا تو اوسکا وارث طلب کرتا اور اگر ضامن مرجاتا تو اوسکے وارث سے مطالبہ ہوتا کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث الی الطالب بریٔ وان لم یدفعہ
حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا
یہان تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنے میت کے ترکہ سے مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاۃ وعدمہا فالقول
للطالب لانہ منکرہا وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیہ اور اگر دونوں نے مطلوب کی موافات اور عدم موافات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا
کیونکہ وہ منکر ہے اور اس صورت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیہ وفیہا لو اختفی الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ
اگر چھپ رہا طالب سو ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اوسکے طرف سے ایک وکیل قائم کرے تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاے ولا یصدق الکفیل علی الموافاۃ الا
بحجۃ اور ضامن کی تصدیق نکیجائیگی موافات پر یعنے مطلوب کے حاضر کر دینے پر بدون گواہی کے ادعی علی آخر مائۃ دینار ولم یبینہا اجیدۃ
ام ردیۃ ام اشرفیۃ لتصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کہ اوسپر سو دینار کا دعوی کیا اور اوسکی صفت کا بیان نکیا کہ دینار عمدہ ہیں یا نکمے
یا اشرفی ہیں تاکہ دعوی صحیح ہوتا فقال رجل للمدعی دعہ فانا کفیل بنفسہ وان لم اواف بہ غدا فعلی المائۃ فلم یواف الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ
التی بینہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے میں اوسکا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل اوسکا
حاضر نکرونگا تو مجھپر سو دینار ہیں سو اوسنے کل ادا نکیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنے وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا ہو یعنی ثابت کیا ہو گواہی سے یا مدعا علیہ کے
اقرار سے وتصح الکفالتان لانہ اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ بالنفس فترتب علیہا الثانیۃ اور صحیح ہونگی دونوں ضمانتیں
یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اوسپر دوسری ضمانت
یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہرچند اول دعوی مجہول غیر معین تہا لیکن جب آخر کار اوسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر
جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اوسپر مال ضامنی کی بہی صحت مترتب ہوگئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان میں اسکا قول
معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے ہم شارح تعلیل ضمیر لہ میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر کو مکفول لہ ہو جیسا کہ نہر میں ہے
یعنی اسواسطے کہ ابن تصویب تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کیطرف بقطع راجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام السراج یفید اشتراط
اقرار المدعی علیہ بالمال فلیحرر اور سراج کا کلام دال ہے کہ مدعا علیہ کے اقرار کے مشروط ہونیکا مفید ہو تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا تا دکر لائی وصح

جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہ میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یُجبَرُ المُدّعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حدٍّ و قودٍ مطلقًا مدعا علیہ پر جبر نہیں حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقًا وقالا یُجبَرُ فی حدّ قذفٍ و سرقةٍ و تعزیرٍ لانہ حق آدمی والمراد بالجبر الملازمة لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کیواسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ میں تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنے ساتھ ساتھ رہنا نہ قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قودٍ و قذفٍ و سرقةٍ جاز اتفاقًا ابن کمال فظاھر کلامھم انہا فی حقوقہ تعالی لا تجوز نھر قلت و سیجیء انہا لا تصح بنفس حدٍّ و قودٍ فلیکن التوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالے کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر میں کہتا ہوں آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہو جانا چاہیے ہم نفس حد اور قصاص میں اسواسطے ضمانت صحیح نہیں کہ استیفای حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں و بتحقیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حدود خالصہ میں ضمانت کا مجوز ہی چنانچہ مصنف تو وہ بطریق تبرع کے قائل ہے بخلاف اوسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہی تو اب دونوں کلام میں تناقض نہ ہوا ولا حبس فیھما حتی یشھد شاھدان مستوران او واحد عدل یعرفه القاضی بالعدالة لان الحبس للتھمة مشروع وکذا تعزیر المتھم بحر اور حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جبتک دو شاہد مستور العدالة والفسق گواہی ندین یا ایک شاہد عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور اسیطرح تعزیر متہم کی مشروع ہے کذا فی البحر **فوائد** چند فائدے ہیں جنکو شارح زیادہ کیا لا یلزم احدًا احضار احدٍ فلا یلزم الزوج احضار زوجتہ لسماع دعوی علیہا الا فی اربع کفیل نفس و سجان قاض والاب فی صورتین فی الاشباہ لازم نہیں کسی پر حاضر کرنا کسیکا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کیواسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن اور قاضی کے داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذا فی الاشباہ قنیہ میں ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو صاحب قرض کو داروغہ سے اسکے حاضر کر دینے کا مطالبہ جائز ہے ہم باپ نے اجنبی سے کہا کہ میرے بیٹے کا ضامن ہو سو ضامن نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اوسکا حاضر کر دینا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اوسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اوس سے قربت کر چکا ہے یعنے مہر دے چکا ہے اور اوسنے زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اوس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہیں تو امین اوسکے پاس بھیجے وفی حاشیتھا لابن المصنف معزیًا للاحکامات العادیة الاب یطالب باحضار طفله اذا تغیب اور ابن مصنف کی حاشیہ اشباہ میں ہی احکامات عادیہ سے نقل کرکے کہ باپ سے اوسکے صغیر کے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید یہ صورتین ہی جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الحلبی و فیھا القاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی وکذا المدعی علیه الا فی اربع مکاتبه و ماذونه و وصی و وکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایة والوکالة اور اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کیواسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا اسنے التاتارخانیہ اور اسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کیواسطے ضامن لے مگر چار صورتوں میں ضامن نہ لے اوسکے مکاتب اور ماذون میں اور وصی اور وکیل میں جب کہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نکی ہو ہم جب کہ مولے نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اوس سے ضامن نلیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون نے اپنے مولے پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولے سے حاضر ضامن نلیا جاویگا اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرتا ہو اور مدعا علیہ سے تینوں کی ضامنی طلب کرے تا اپنے گواہوں کو حاضر کرے تو قاضی ہوقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الحلبی و فی شرح المجمع عن محمدٍ اذا کان المدعی علیه معروفًا لا یجبر علی الکفیل ولو کان غریبًا لا یجبر اتفاقًا بل حقه فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع میں محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اوسپر جبر نہیں ضامن دینے کیواسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جبر نہیں بلکہ اوسکا حق فقط قسم میں ہی ہم یہ روایت ظاہر الروایہ کے مخالف ہی وبابراء الاصیل یبرأ الکفیل بالنفس الا اذا قال لا حق لی قبله ولا لموکلی ولا لیتیم انا وصیه ولا لوقف

مسائل الضمانی

الناملو لیہ و تحیینئذ یبرأ الکفیل اشباہ یعنی کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر جب ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت
مین جب کہ طالب یون کہے کہ اسکے جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اوس یتیم کا جسکا مین وصی ہون اور نہ اوس وقف کا جسکا مین
متولی ہون تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واما تفالۃ المال فتصح بہ ولو المال مجھولا اذا کان ذلک المال دینا صحیحا الا اذا کان
الدین مشترکا کما سیجیء لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لا تجوز ظھیریہ اور مال ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو
مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یہ اسلئے کہ دین کا قسمت کرنا اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی الظہیریہ
دین مشترک کی ضمانت کی یہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو عامر نے زید سے تقاضا کیا محمود اوسکے حصے کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہیں
اگرچہ دین صحیح ہی کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے اور وہ صحیح نہیں والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ فتصح مع انھا تسقط بموت
وطلاق اشباہ وکانھم اخذوا فیھا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوای دین صحیح ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے مین تو ضامنی
صحیح ہی باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہوجاتا ہی کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ مین استحسان پر عمل کیا ہی حاجت کی سبب نہ کہ قیاس پر
یعنی اگرچہ نفقہ دین صحیح نہیں مگر فقہا نے اسکی صحیح ہے تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عندنا بزازیہ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ
والا فھو لا یسقط لانہ لا یقبل التعجیز فیلغز ای دین صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ والای دین ضعیف وتصح بہ دین صحیح مین ضمانت صحیح ہی مگر بدل
سعایت مین اگرچہ وہ دین صحیح ہی ہمارے علماء کے نزدیک صحیح نہیں امام کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کی ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ سمجھے
بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجے تو صحیح نہیں کہ وہ ساقط نہیں ہوتا ہو اسلئے کہ وہ تعجیز کو قبول نہیں کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہین کہ کون صحیح
دین ہے جسکی ضامنی صحیح نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ بدل سعایت ہے اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح ہے تو جواب یہ ہے کہ نفقہ ہے ہم دین مشترک اور بدل سعایت
استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہے اور نفقہ کا استثنا بنظر صحت کے ہے والدین الصحیح ھو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل یلزمہ
سقوط الدین فیسقط دین المھر بمطاوعتھا لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہے جو ساقط نہ ہو سکے بدون ادا یا ابراء کے
اگرچہ ابراء حکمی ہو اوس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہو تو ساقط ہو گا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی وطی
سے راضی ہو تو مہر اوسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط بدونھما بالتعجیز ولو کفل وادی
رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامرہ وسیجیء قیدا اخر تو ضامنی صحیح نہیں بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابراء تعجیز مکاتب سے ساقط ہوجاتا ہے
اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لے جتنا اوسنے دیا یعنی اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کی امر سے اور آگے دوسری قید
آویگی ہم قید آیندہ یہ ہے کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ مجبور ادا کرنا لازم ہے ضمانت کے سبب بکفلت متعلق بتصح عنہ بالف مثال للمعلوم ضامنی صحیح ہی
اس لفظ سے کہ مین اوسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہے دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا کفلت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہے ومثال المجھول بادبعۃ
امثلۃ بمالک علیہ وبما یدرکک فی ھذا البیع وھذا یسمی ضمان الدرک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالین ذکر کین پہلی مثال یہ ہی کہ مین ضامن
ہوا اوس مال کا جو تیرا اوسپر ہے دوسری مثال یہ ہی کہ مین ضامن ہوا اوتنے مال کا جو تجھکو دینا پڑے اس بیع مین اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہین ہم درک بفتحتین وسکون ثانی
عبارت ہی ثمن پھیر لینے سے جب بیع مین استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک ضمان استحقاق بھی کہتے یعنی ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر
مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی مین سراج سے منقول ہے کہ جب مبیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب
استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے بائع سے ثمن پھیر لے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ مین ضامن سے پہلے خصومت کرنا مشتری کو جائز نہیں وبما بایعت
فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ خانیہ تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی یہ ہو کہ جو تو نے بیچا
فلانے شخص سے سو مجھپر ہے اور ایسے مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ مین تیری نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جبتک کہ زوجیت قائم ہے کذا فی الخانیہ وما غصبک فلان

فعلی ما ھنا شرطیۃ ای لان بایعتہ فعلی لا ما اشارتہ لما سیجیٔ ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کریا تجھ سے فلانے شخص نے وہ مجھ پر ہے لفظ
ما کا مثال ثالث اور رابع مین شرطیہ ہے یعنے اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجھ پر ہے نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اوس سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ بیع کی ضامنی صحیح نہین
ہے جو لفظ کہ لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کی مانند ہے چنانچہ یون کہنا کہ جو اوسپر ہے وہ مجھ پر ہے یا مجھ پر یہہ ہے کہ مین ادا کرون جو اوسپر ہے یا مین لازم کرلیا جو تیرا
دین اوسپر ہے تاتارخانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہے چنانچہ ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک
مرد نے طالب سے کہا کہ مین تیرے دین کا ضامن ہون کہ اوس سے لیکر تجھکو دونگا تو یہہ مال ضامنے نہین بلکہ ضمان تقاضا ہے کذا فی الخلاصۃ وشرط فی الکل القبول
ای وجود دلالۃ بان بایعہ او غصب الحال نھر اور ضمانت کی سب صورتون مین قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو
اسطرح پر کہ اوس سے بیچی ہو یا اوس سے غصب کیا ہو کذا فی النہر ھ یہہ قبول غیر صریح بحث ہے صاحب نہر کی ہے زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خرید کریگا یا جو تجھ سے
محمود غصب کریگا اوسکا مین ضامن ہون پھر فی الفور بیع یا غصب اتفاق ہوا تو ضامنے صحیح ہو گرچہ قبول ضمانت صریح نہین ولو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی
کلما وقیل یلزم الا فی اذا وعلیہ القھستانی والشرنبلالی فلیحفظ اور اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہوگی مگر کلما کے لفظ مین لازم
ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ مین لازم نہین اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھ عینی نے بحر سے نقل کیا کہ
امام ہندوانی نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اوسنے چند بار بیچی تو اوسپر ضمانت لازم نہین مگر اول بار کی انتہے اور قول ضعیف مین لفظ کلما کا
مفید عموم ہے کذا فی البحر ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعۃ صح بخلاف الکفالۃ بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے
تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ھ یعنے اگر ضامنی اسطرح کی کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اوسنے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یون کہا کہ
ما ذاب لک علیہ فعلی یعنے جو تیرا دین اوسپر واجب اور ثابت ہو وہ مجھ پر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہین کیونکہ یہہ ضمانت ہے دین متاخر الظہور کی وبخلاف
ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبتہ او قتلتہ فانا کفیل فانہ باطل اور برخلاف اس قول کے کہ جو
تجھسے غصب کرینگے لوگ یا جو شخص لوگون مین سے تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ بیچے یا جو شخص تجھکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو مین اوسکا ضامن ہون تو یہہ ضامنی باطل ہے ھ
اسواسطے باطل ہے کہ امثلہ مذکورہ مین یا مکفول عنہ کی جہالت ہے یا مکفول بہ کی کقولہ ما غصبک اھل ھذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی انسانا
بعینہ چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھسے غصب کرین اس گھر کے لوگ تو مین ضامن ہون سو یہہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک انسان معین کا نام نلے ھ بخلاف اس قول کے کہ
جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اوس شخص سے بیچ ڈالوگے تو مین ضامن ہون تو یہہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اوس سے بیچیگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا
فی النہر او علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للکفالۃ باحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط صریح ملائم یعنے وہ شرط جو موافق اور مناسب
ہو ضامنی کے بواسطے کسی امر کے امور ثلثہ سے ھ او علقت عطف ہے کان پر یعنی کفالۃ المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او معلقت بشرط بکونہ شرطا للزوم
الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ ورضی بہ المکفول لہ جاز
بخلاف ان اکلک سبع ہونا شرط کا مناسب ضمانت سے اسطرح پر کہ وہ لازم ہونے حق کی سبیل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا
کہ اگر بیع مستحق غیر نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھسے غصب کرے یا تجھکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھپر دیت ہے اور مکفول
یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجھکو درندہ کہا جائے تو مین ضامن ہون ھ بعضے نسخے مین بجای صیدک صدیقک ہے اور دیت سے
مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہے اور قتل مخاطب سے قتل خطا مراد ہے اسواسطے کہ قتل عمد مین حنفیہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اسواسطے صحیح نہین
کہ درندہ مکفول عنہ ہونیکی صلاحیت نہین رکھتا اور اسواسطے کہ اوسکا فعل ہدر ہے ھ او شرطا لامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من
الدین وھو معنی قولہ وھو ای والحال ان زیدا مکفول عنہ او مضارب او مودعہ او غاصبہ جازت الکفالۃ المتعلقۃ بقدومہ
لتوسلہ للاداء یا شرط ہو امکان استیفا کی یعنے ضامن کو وہ سہل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجھ پر ہے وہ دین جو اوسپر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف کے

اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید کہ مکفول عنہ ہے یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اوسکا شریک ہے تو وہ ضامن سے جو اوسکے آنے سے متعلق ہے جائز ہے بسبب قادر ہونے ضامن کے ابراء دین پر او شرط التعذر ای الاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلیّ واسئلتہ کثیرۃ فہذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ بہا یا شرط ہو کہ سکے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اوسکا دین مجہپر اور تعذر کی مثالین بہت ہین سو یہ بالکل وہ شروط ہین جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے ہم منجملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ کے یہہ مثالین ہین کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہے تلف ہو یا وہ مرجاے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ نہ دے یا تیرا دین چہہ مہینے تک نہ دے تو مین ضامن ہون ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فیبطل کے ولا یلزم المال وما فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور ضمانت صحیح نہین اگر اوسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہ آوے تو مجہپر ہے کیونکہ یہہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اوسکا بالیقین معلوم نہین تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ مین ہے وہ سہو ہے چنانچہ اسکو ابن الکمال نے تحریر کیا ہے ہم خلاصہ ہدایہ یون ہے کہ تعلیق بہبوب ریح و مجیء مطر اگرچہ صحیح نہین مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہوگی مثل طلاق اور عتاق کے فتح القدیر مین کہا خلاصہ یہہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتھہ کفالت اصلا صحیح نہین ہوتی اور آجل غیر ملائم کے ساتھہ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہوجاتی ہے اور اسمقام مین بہت گفتگو ہے اوسکا کچہہ ثمرہ نہین سواے اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی ولو جعلہ اجلا صحت ولزم المال للحال فلیحفظ ہان اگر شرط غیر ملائم کو ضمانت مین ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم مدت قرار دینا اس طرح کہ ضامن ہے کہ مین ضامن ہون تا ہبوب ریح و مجیء مطر ولا تصح ایضا بجہالۃ المکفول عنہ فی تعلیق واضافۃ لا تخییر کما کفلت بمالک علی فلان او فلان فتصح والتعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہین ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے بھی تعلیق اور اضافت مین نہ تخییر مین چنانچہ مین ضامن ہون تیرے اوس مال کا جو فلانے پر ہے یا فلانی پر تو تخییر مین یہہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کرلینا مکفول لہ کے اختیار مین ہے کیونکہ وہ صاحب حق ہے ہم تعلیق کی مثال یہہ ہے کہ اگر تجہسے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہہ ہے کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت ہو اوسکا مین ضامن ہون کذا فی الچلپی علی الدرر وحشی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹہیرانا بلا وجہ ہے اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی اسکو عمادیہ مین اضافت کی مثال مین ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہہ بھی اضافت نہین تو شاید اضافت سے یہان مستقبل کی اضافت مراد ہے واللہ تعالی اعلم ولا بجہالۃ المکفول لہ وبہ مطلقا اور صحیح نہین ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے ہرطرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مکفول بہ سے مراد یہان نفس ہے نہ مال اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہین نعم لو قال کفلت رجلا عرفہ بوجہہ لا باسمہ جاز و ای رجل آتی بہ وحلف انہ ہو بریٔ بزازیہ ہان اگر ضامن ہے کہ مین ضامن ہوا ہون اوس مرد کا جسکا مونہہ پہچانتا ہون نہ نام اسکا تو ضامنی جائز ہے اور جس مرد کو لا دیگا اور قسم کہا دیگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ وفی السراجیہ قال لضیفہ وہو یخاف علی دابتہ من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ مین ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ مہمان اپنے جانور پر بہیڑئیے سے ڈرتا ہے کہ اگر بہیڑیا تیرا گدہا کہا جاے تو مین ضامن ہون سو اسکو بہیڑیا کہا گیا تو وہ ضامن نہین ہم علت عدم ضمان اکل ذئب کا سبع مین مذکور ہو چکی نحو ما ذاب ای ما ثبت لک علی الناس او علی احد منہم فعلیّ مثال للاول ونحو ما بایعت احدا من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا ان لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجہپر ہے یہہ مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی اور مانند اسکے یہہ ہے کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون مین سے وہ مجہپر ہے کذا فی معین المفتی او ما ذاب علیک للناس او لاحد منہم علیک فعلیّ مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگون کا تجہپر یا کسی کا لوگون مین سے تجہپر سو مجہپر ہے یہہ ثانی کی مثال ہے یعنی مکفول لہ کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد و قصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہین ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی عقوبات مین ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہا ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہے معین جانور کی بار برداری کی جسکو کرایہ لیا بار برداری کیواسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے اسواسطے کہ ضمانت مین معقود علیہ کا تغییر لازم آتا ہے ہم تغییر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اوسکی تسلیم سے عاجز ہے کیونکہ اسکو قدرت نہین غیر کے جانور پر دا

عوض میں اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہیں ہوا کذا فی المعطاء من البحر بخلاف غیر المعین لوجوب مطلق
الفعل لا التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمین ضمانت صحیح ہے بسبب ایجاب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے م یعنے غیر معین جانور مین مطلق باربرداری
واجب ہے اور ضامن اسپر قادر ہے اسطرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا لادے اور تسلیم اسپر واجب نہیں بخلاف معین جانور کے کہ وہان تسلیم واجب ہے نہ باربرداری شارح فی
عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کے طرف اشارہ کیا جسکو ابو نصر اقطع نے ذکر کیا ہے اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابۃ معینہ اسواسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہوا
تو موجر پر تسلیم جانور واجب ہے نہ باربرداری پھر جب باربرداری کی ضمانت کریگا تو اوسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہین لہذا صحیح نہین اور اگر جانور غیر معین
ہو تو وہان ایسا نہیں کیونکہ وہان موجر پر باربرداری واجب ہے سو اوسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی المعطاء ولا بمبیع
قبل قبضہ ومرہون وامانۃ باعیانہا اور صحیح نہیں ضمانت عین مبیع کی قبل اوسکے قبضہ کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی م امور مذکورہ کی ضمانت
صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہو اصیل پر اسطرح کہ عین مکفول دے یا اوسکے بدل کو اور یہان ایسا نہیں کیونکہ مبیع مضمون بالثمن
اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر فلو بتسلیمہا صح فی الکل درر ورجحہ الکمال تو اگر ضمانت ہو امور مذکورہ
کی تسلیم کی تو سب مین ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے م چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اوسکا التزام ضامن کو
ممکن ہے کذا فی النہر فلو ہلک المستاجر مثلا لاشئ علیہ کالکفیل بالنفس پس اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلا ہلاک ہوجائے تو ضامن
پر کچھ واجب نہیں جیسے حاضر ضامن کے م مستاجر یہان بفتح جیم ہے وجہ عدم لزوم شئے یہ ہے کہ جانور وغیرہ کی ہلاک سے اجارہ فسخ ہوگیا تو اصیل مطالب بتسلیم نرہا اور
واجب تو یہان اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اوسکا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح وصح ایضا لو المکفول بہ ثمنا لکونہ
دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیہ اور بھی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے
ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اسوقت دین صحیح نہیں جب کہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہوگا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر
محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اوسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا وکذا لو مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فہو امانۃ کما مر اور اسیطرح
ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہوگیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی در صورت عدم تسمیہ ثمن
ضمانت اوسکی صحیح نہیں کیونکہ امانت مین ضمانت نہیں ومبیعا فاسدا او بدل صلح عن دم وخلع ومہر خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد
یا بدل ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ م وجہ صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزین باطل نہیں ہوجاتین ہلاک ہونے عین سے
کیونکہ ضمان قیمت اشیاء مذکورہ اونکی قائم مقام ہوجاتا ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا المعطاء نے کہا اولے یہ ہے کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تا بدل صلح
پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اوسکا بے معنے ہے والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی م دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہین یا غیر مضمون تو اعیان
غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت او شرکت او عاریت او مستاجر بفتح جیم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہین یعنی در صورت ہلاک کے
قیمت واجب نہیں چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح نہیں یا اعیان مضمون
بنفسہا ہین یعنی اونکی قیمت واجب ہے در صورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع او مقبوض علی سوم الشراء تو اوسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر
وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اوسکی یا مثل اوسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصا ولا تصح الکفالۃ
بنوعیہا بلا قبول الطالب او نائبہ ولو فضولیا فی مجلس العقد اور دونون قسم کی ضامنی یعنے مالی ضامنی اور حاضر ضامنی صحیح نہین بدون
قبول کرنے طالب کے مجلس عقد مین یا قبول کرنے اوسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہو فضولی ہو م تو اگر اصیل راضی ہوجاے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے
تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن پھیر لے اور اگر وہ راضی ہو بعد اوسکے قبول کرنیکے تو نہیں لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس مین ضامنی

قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامن سے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الحاوی وجعل ما الثانی بلا اجمال و
بہ یفتی درر و بزازیہ واقرہ فی البحر بہ قالت الائمۃ الثلثۃ لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولہما واختارہ الشیخ
قاسم ہذا الحکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز کہا ہے ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو
بحر الرائق میں اور یہی قول ہے تینون اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے
اس قول کو پسند کیا ہے تیہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشاء ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنہا بان قال انا کفیل بمالی فلان علی فلان حال غیبۃ
الطالب او کفل وارث المریض الملی عنہ بامرہ بان یقول المریض لوارثہ اکفل عنی بما علی من الدین فکفل بہ مع غیبۃ الغرماء صح التمون
بلا قبول اتفاقا استحسانا لانہا وصیۃ فلو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت سے اس طرح پر کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا
ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یہہ خبر دی طالب کے غائب ہونیکے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کیطرف سے اوسکے امر سے اس طرح پر کہ مریض
کہوا پنے وارث سے کہ تو میرے طرف سے ضامن ہوا اوس مال کا جو مجھپر دین سے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں
بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح
نہو گی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع ہم کفالت وارث اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ
ہوجائے اور اسمیں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکور کی الیک سبب ظاہر ہونیکے اسواسطے کہ اخبار عن العقد اخبار ہے
اوسکے دونوں رکن سے یعنے ایجاب اور قبول سے وفی الفتح الصحۃ اوجہ وحقق انہا کفالۃ لکن یرد علیہ توقفہا علی المال اور بحر النہر میں ہے کہ ضمانت
اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجہہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت
ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو لہ مال علی غائب ہل یؤمر الغرماء بانتظارہ او یطالب الکفیل لم ارہ وینبغی علی انہ وصیۃ ان ینتظر
لا علی انہا کفالۃ اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اوسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرینگے اوسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اوسکے
وصیت ہونے پر لائق یہہ ہے کہ شخص غائب کا انتظار کیا جائے نہ اوسکی کفالت ہونے پر ہم یہہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض
مذکور کی ضمانت مسر طرح ضمانت نہیں ہے اس واسطے کہ وہ صحیح نہیں بدون مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی
اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں وقیدنا بامرہ لان تبرع
الوارث بضمانہ فی غیبتہم لا یصح ورویٰ الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض میں اوسکے امر کی ہواسطے کہ تبرع وارث کا اوسکی ضمانت میں
صاحب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بہن ولو ضمنہ بعد موتہ صح سراج ولعلہ
قول الثانی لما مر نہر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اوسکی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج اور شاید کہ یہہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی
النہر ہم مذکور یہہ ہوچکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفی البزازیۃ اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ میں ہے کہ دونوں نے
اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشا ہونے میں تو مخبر کا قول معتمد ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد نے بیان کلام کو جائز
قرار دیا کذا فی الحطاوی ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان بہ کفیل او رہن معراج او ظہر لہ مال فتصح بقدرہ
ابن ملک اور صحیح نہیں ضمانت اوس دین کی جو ساقط ہو میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر جو قت دین ساقط نہیں جب دین میت کا کوئی کفیل
ہوگیا ہو اسکی زندگی میں یا رہن ہو کذا فی المعراج یا اوسکا مال ظاہر ہوگیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم سقوط دین میت مفلس سے
احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اوسکی حیات میں ہوئی یا اوسنے کچھہ رہن رکھدیا تو اب دین اوسکا ساقط نہوگا بسبب عدم
ضرورت کے قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پہر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال ضمانت صحیح ہوگی او کفلہ دین بعد موتہ فتصح الکفالۃ بہ

بان حفر بئرا علی الطریق فتلف به شیء بعد موته لزمه ضمان المال فی ماله وضمان النفس علی عاقلته لثبوت الدین مستندا الی وقت السبب وهو الحفر الثابت حال قیام الذمة منبع یا میت کو دین لاحق ہوا اوسکی موت کے بعد تو اوسکی کفالت صحیح ہو بطرح کہ میت نے کنوان کھودا تھا راہ مین یعنے اپنی غیر ملک مین پہر اوس مین کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اوسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اوسکے مال مین اور ضمان نفس اوسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور سبب کنوان کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت مین کذا فی البحر وهذا عندنا وصححاها مطلقا وبه قالت الثلثة اور یہ یعنے عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقا خواہ اوسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع به احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی المحیط ولا تصح کفالة الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل ببیعه لان حق القبض له بالاصالة فیصیر ضامنا لنفسه اور صحیح نہین ضامن ہونا وکیل کی ثمن مین واسطے موکل کے اوس چیز مین جسکے بیچنے کے واسطے اوسکو وکیل کیا ہو اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالة تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ہو جائیگا اور حالانکہ یہ صحیح نہین حکم وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمان رسول صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاوے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل ہو تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفادہ ان الوصی والناظر لا یصح ضمانهما الثمن عن المشتری فیما باعاه لان القبض لهما ولذا لو ابرأ عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کے طرف سے اوس چیز مین جسکو دونون نے بیچا ہے صحیح نہین اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق اونہین دونون کے واسطے ہے ولہذا اگر دونون مشتری کو بری الذمہ کر دین ثمن سے تو صحیح ہے اور دونون پر ضمان لازم ہوگا ہم یہ استنباط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے ولا تصح کفالة المضارب لرب المال به ای بالثمن لما مر ولان الثمن امانة عندهما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہین مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب المال کیواسطے اوس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت مین مذکور ہوچکی اور اسواسطے کہ وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہین کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا اونکا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونون کا بدون قبض ظاہر نہین اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح الشریک بدین مشترک مطلقا ولو بارث لانه لو صح الضمان مع الشرکة یصیر ضامنا لنفسه ولو صح فی حصة صاحبه یؤدی الی قسمة الدین قبل قبضه وذا لا یجوز اور صحیح نہین ایک شریک کو دوسرے شریک کیواسطے ضامن ہونا دین مشترک مین کسیطرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اسمین حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے مین ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اوسکے مقبوض ہونیکے لازم آتی ہے اور یہی ضمان لنفسه اور قسمت دین قبل قبض جائز نہین نعم لو تبرع جاز کما لو کان صفقتین ہان اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اسصورت مین ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ہم جدائی عقد امام کے نزدیک اسطرح ہے کہ لفظ بعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصہ کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نرہی ولا تصح الکفالة بالعهدة لاشتباه المراد بها اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ عہدہ کی مراد مین اشتباہ ہے ہم ضمانت عہدہ اسطرح ہے کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری کیسے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن آپس مین سکوت کرین بیان نکرین کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہین اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اوس وثیقہ میں بولا جاتا ہے جو ملک بائع کا شاہد ہوا اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اگر اوسکی تسلیم کا مشتری کیواسطے ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہوا جسپر قادر نہین اور مشترک ہے عقد مین اور اوسکے حقوق اور درک اور خیار شرط مین اور چونکہ عمل اوسپر قبل بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے لہذا اوسکی ضمانت صحیح نہین بلکہ باطل ہے کذا فی العطایا ولا بالخلاص ای تخلیص مبیع یستحق لعجزه عنه اور نہ ضمانت خلاص کی یعنے اوس مبیع کو خلاص کرنیکی ضمانت صحیح نہین جو مستحق غیر ہو بسبب عاجز ہونے ضامن کے اوس سے نعم لو ضمن تخلیصه ولو بشراء ان قدر والا فرد الثمن کان کالدرک یعنی ہان اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہوا اگرچہ تخلیص اوسکے خرید کرنیکے سبب سے ہو اگر قدرت ہو ورنہ پہیرا دینے ثمن مشتری کو پہیر دیگا تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہہ فائدہ ہے

جسکو شارح نے زیادہ کیا ہے حتیٰ اذا ادی بکفالۃ فاسدۃ یرجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال ونظیرہ لو کفل بدل الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادی حسب
انہ مجبر علی ذلک لضمانہ السابق واقرہ المصنف فلیحفظ جب کہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بھر لے کفالت صحیحہ کی مانند اذا
فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اسکی یہہ ہے کہ اگر ضمانت کتابت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے بھر لے اوس دین کو جو اوسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو
یہہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اوسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھ تو معلوم ہوا کہ اگر
ادا کریگا بلا ظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں ولو کفل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی وھو غیر صبی عبد
محجور بن ابن ملک اور اگر کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یون کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجھپر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب
صغیر محجور اور غلام محجور نہیں کذا صرح ابن ملک ھ تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لانہ رجوع ترجع علیہ بما ادی ان ادی بما ضمنہ وان ادی
فیما ضمنہ وان ادی اخذ ملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب وکما لو ملکہ بھبۃ او لارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے بھر لے جو کچھ
ادا کیا ہو اگر اوسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اوسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول بہ جید تھا سو اوسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق بھر لے اگرچہ
اوسنے بدتر ادا کیا ہو بسبب اسکے کہ ضامن نے دین کو بسبب ادا کرنیکے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی
ھ ضامن کے مالک ہونے کی یہہ صورت ہے کہ طالب مر جاے اور ضامن اوسکا وارث ہو یا طالب نے اوسکو اپنی حیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہہ صرف کفیل کے واسطے جائز ہے
اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ یہان دین منقول ہوا کفیل کی طرف بمقتضاے ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ
الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اوسکو مطلوب سے نہ بھر لے بسبب اوسکے تبرع کے مگر جب کہ
مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت کو جائز کہا تو مطلوب سے مال مذکور بھر لے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یھب الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ
ولوالجیہ اور حیلہ بھر لینے ضمانت بلا امر کا یہہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنے جانب سے کذا فی الولوالجیہ ھ ولوالجیہ میں
یہہ حیلہ بضمن کفالت نفس مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہہ حیلہ کفالت مال میں بھی ابتداءً جاری ہے بعضون نے کہا یہ حیلہ اوسوقت جاری ہے جب کہ ضامن نے
بقدر دین دیا اور یہہ ذکر کیا کہ یہہ اصیل کا دین ہے اور اگر اسکو اصیل کا دین کہکر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یطالب کفیل
اصیلا بمال قبل ان یودی الکفیل عنہ لان تملکہ بالاداء ولکن للکفیل اخذ رھن من الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ نکرے ضامن اصیل
قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کے جانب سے اسواسطے کہ ضامن اوسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہان ضامن کو کوئی چیز گرو میں لینا اصیل سے قبل ادا روا ہے
کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ھو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جاے ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اسکو وہ چھوڑا دے
واذا حبسہ لہ حبسہ ھذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا ملازمۃ ولا حبس معراج اور جب کہ طالب ضامن کو
قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہہ اسصورت میں ہے جب کہ اوسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر
بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اوس پر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی المعراج وفی الاشباہ اداء الکفیل یوجب براءتھما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا
ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءت کا موجب ہے ھ للطالب متعلق ہے اداء سے جو فصل ہے کذا فی الحموی الا اذا احالہ الکفیل علی مدیونہ وشرط
براءتہ لنفسہ فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا ھ یون قید نہیں
بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محال علیہ بھی حکم رکھتا ہے ویبرئ الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برھن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرأ فقط
کما لو حلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا
چنانچہ اگر اصیل قسم کھائیگا کہ میں نے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری ہوگا کذا فی البحر ھ مسئلہ قسم کا منح الغفار میں قنیہ سے منقول ہے تو یہہ جو شارح نے
بحر الرائق کے طرف نسبت کیا ہے سو مہمل ہے ظاہرا یہہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب کے ہے تو اسپر کچھ قسم آوے تو تصویر اسکی یہہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا

سو کوئی آدمی اوسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو وہ بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحاوی ولو ابرأ الطالب
الاصیل او اخر عنہ ای اجلہ برئ الکفیل تبعا للاصیل الا الکفیل بالنفس کما مر اور اگر بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اوسسے تاخیر کرے یعنی ادای دین
کی کچھ مدت مقرر کردے تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہوکر گر کفیل بالنفس بری نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا حاضر ضامن کی بحث مین وتاخیر الدین عنہ تبعا للاصیل الا اذا
صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم کفلہ انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصالح الی عتق الاصیل ولہ مطالبۃ الکفیل الان اشباہ او
متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہوکر مگر جب کہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کو
ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنیوالے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہو جائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا
بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ہم خانیہ مین مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق مین کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگدست ہو تو
طالب اوس سے مطالبہ نہین کرسکتا اور ضامن سے کرسکتا ہے اگرچہ مقدور والا ہو کذا فی الطحاوی ولا ینعکس لعدم تبعیۃ الاصل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہین یعنی
براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہین اور نہ تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے تعرفوا لو تکفل بالحال مؤجلا
تاجل عنہما لان تاجیلہ علی الکفیل تاجیل علیہما ان اگر نفس المال حال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونون سے مطالبہ متاخر ہو جائیگا
ہو اسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن دونون پر مہلت دینا ہو وفیہ یشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور مین ہے
کہ قبول کرنا اصیل کا ابرا اور تاجیل کو شرط ہو نہ قبول کرنا کفیل کا ہم ظاہر اضمیر فیہ بحر الرائق کیطرف راجع ہو جو قبل اسکے مذکور ہے اور حالانکہ یہہ عبارت اوسمین نہین بلکہ اوسمین یہہ
یون مذکور ہے کہ ابرا اصیل اور تاجیل اوسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنیسے پھرتا ہے اور تاجیل اوسکی نہین پھرتی انتہے خلاصہ اوسکا یہہ ہے
کہ ابرا قبول پر موقوف نہین لیکن رد کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحاوی الا اذا وھبہ او تصدق علیہ درر قبول کفیل شرط نہین مگر جب کہ طالب نے اوسکو ہبہ کردیا
یا اوسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہو کذا فی الدرر ہم ہبہ در متوسط غنی یعنے کفیل کے ہو اور صدقہ بحالت فقیر ہونیکے قبول ہو اسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین مین تسلیط
علی المدیون شرط ہو قلت وفی فتاوی ابن نجیم تاجیلہ علی الکفیل یتاجل علیہما وعزاہ للحاوی القدسی فلیحفظ مین کہتا ہون اور ابن نجیم کے فتاوی مین ہو کہ
کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونون پر مہلت ہو جاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کیطرف منسوب کیا ہو تو یاد رکھنا چاہیئے ہم طحاوی نے کہا یہہ قول
مستثنی متن پر محمول ہے یعنی لو تکفل بالحال الخ تو اب متن سے کچھہ منافات نرہی وفی القنیۃ طالب الدائن الکفیل فقال لہ اصبر حتی یجیء الاصیل فقال
لا تعلق لی علیہ انما تعلقی علیک ھل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وھو المختار اور قنیہ مین ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اوسنے کہا صبر کر تا کہ اصیل
آجاوے سو صاحب دین نے کہا کہ اوسپر میرا کچھہ تعلق نہین میرا تو تعلق تجھی پر ہو کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہو جائیگا جواب دیا کہ ہان بری الذمہ ہوگا اور بعضون نے کہا کہ بری نہوگا
اور یہی قول مختار ہی ہم وجہہ مختار ہونے قول مذکور کی منح الغفار مین قنیہ سے یون منقول ہے کہ لوگ اس قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہین کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے
ہین انتہے اور ظاہر مراد اس قول سے تضییق ضامن ہو نہ براءت اصیل واذا حل الدین المؤجل علی الکفیل بموتہ لا یحل علی الاصیل فلو اداہ وارثہ لم یرجع
لو الکفالۃ بامرہ الا الی اجلہ حلا فالزفر اور جب کہ دین مؤجل حال ہوجاے ضامن پر اوسکی موت سے تو حال نہین ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن کا وارث اوسکو ادا کرے تو
اصیل سے پھیر لے اگر کفالت اوسکے امر سے ہو مگر اوسکی مدت تک یعنی بدون آنے مدت کے اصیل سے لے نہین سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل المؤجل علی الکفیل اتفاقا
اذا حل علی الاصیل بہ ای بموتہ ولو ما تا خیر الطالب درر چنانچہ حال نہین ہوتا دین مؤجل ضامن پر بالاتفاق جب کہ دین حال ہوا اصیل پر اوسکی موت سے اور اگر ضامن
اور اصیل دونون مرگئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنے اوسکو اختیار ہے چاہے ضامن کے متروکہ سے لے چاہے اصیل کے صالح احدھما رب المال عن الف الدین علی نصفہ
صح لا مثلا برئا الا اذا کانت المسئلۃ مرتبۃ یعنی اصیل یا کفیل نے صلح کرلی صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اوسکے نصف پر مثلا یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونون بری الذمہ ہوگئے
مگر مسئلہ صلح کا چار صورتون کو محتمل ہے ہم ایک صورت یہہ ہے کہ دونون کی براءت صلح مین شرط کی ۲ فقط اصیل کی براءت شرط کی ۳ سکوت واقع ہوا براءت سے ۴ فقط کفیل کی
براءت شرط کی طحاوی نے کہا بلکہ مسئلہ مثمنہ ہی یعنے آٹھہ صورت کو محتمل ہے چار صورتین باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا شرط براءتہما او براءۃ الاصیل

اور سکوت ہوتا تو جب کہ دونوں کی براءت شرط کی صلح میں یا براءت اصیل یا براءت سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہوگئے و اذا شرط براءۃ الکفیل
وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لاصل الدین اور جب کہ صلح میں فقط کفیل کی براءت شرط کی تو یہہ فسخ ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین ہم فسخ
کفالت متعدد دین میں سے جسمیں صلح واقع ہوئی مثلاً نصف میں نہ کل دین میں فبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ دون الاصیل فیبقی علیہ الالف فیرجع
علیہ الطالب بخمسمائۃ و الکفیل بخمسمائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی براءت میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہیں گے
تو طالب اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو و لو صالحہ علی جنس آخر رجع بالالف کما مر اور اگر کفیل نے صلح کرلی
طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلاً بعوض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہزار ہو اسطے لیگا کہ وہ مبادلہ سے دین کا مالک ہوگیا
صالح الکفیل الطالب علی شیئ لیبرئہ عن الکفالۃ لم یصح الصلح و لا یجب المال علی الکفیل خانیہ وہو باطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس بحر صلح
کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کردے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح
بسبب اپنے اطلاق کے مال ضامنی اور حاضر ضامنی دونوں کو شامل ہے کذا فی البحر ہم کفالت نفس میں عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلاً دے
تا اسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہیں اور اوسکی براءت میں کفالت سے دو روایتیں ہیں کذا فی البحر و انہ قال
الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کہا طالب نے ضامن سے
کہ برئت الی یعنے تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اوس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے
طالب کے قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض کا ہے برئت الی کی ترکیب سے اسواسطے کہ لفظ الی موضوع ہے انتہای غایت کیواسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہے اس ترکیب
میں تو ضرور ہے کہ منتہا کے واسطے مبدا بھی ہو سو یہاں ابتدا انہیں بلکہ کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے براءت ایسی ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے
یوں کہا کہ تو نے مجھکو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہیں لیسکتا تو ضامن اب اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم و مفادہ براءۃ المطلوب للطالب
لاقرارہ کالکفیل اور مفاد تعلیل براءت مطلوب ہے طالب کیطرف سے بسبب اوسکے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہو سکتا بسبب اقرار
قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دوبار مقبوض نہیں ہوتا و فی قولہ للکفیل برئت بلا الی او ابراتک لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض
اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ برئت بدون لفظ الی یعنے تو بری ہو گیا یا میں نے تجھکو بری کردیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لیسکتا چنانچہ اس قول میں
رجوع نہیں کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی میں ہے کیونکہ یہہ بری کردینا ہے طالب کے طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہے ابرای طالب اور ادا
کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ابراتک میں تو صاف ابتدا و اسقاط ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اور کفیل
مالک دین نہیں ہوتا مگر ایفا سے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اوسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کردیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل
اسقاط ہے باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل براءت بالابراء میں مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض میں کذا فی العطایا و خلافا لابی یوسف فی الاولی ای برئت فانہ جعلہ
کالاولی ای الی قیل وہو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وہو اقرب الاحتمالین فکان اولی نہر عن العنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنے برئت
میں اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام معظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسیکو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا
قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ ہم دو احتمال یعنے براءت ایفا اور براءت اسقاط و اجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا
بالقبض عملا بالعرف اور اجماع علما ہے کہ اگر طالب لفظ براءت کو کاغذ میں لکھے گا تو یہہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہہ راجع ہے مسئلہ خلافی کیطرف یعنی اگر
لفظ برئت طالب لکھدیگا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہو جائیگا بالاتفاق ہو اسطے کہ عرف میں کتابت نہیں مگر ایفای مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہر گئی کذا فی العطایا
وہذا کلہ مع غیبۃ الطالب و مع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان لمرادہ اتفاقا لانہ المجمل اور یہہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب
ہونیکے ساتھ ہے اور اوسکے حاضر ہونے کے ساتھ اوسیکے طرف رجوع ہوگی اوسکے مراد کے بیان میں بالاتفاق کیونکہ اوسکا کلام مجمل ہے یعنے طالب سے پوچھا جائیگا

کہ تو نے قبض مال کا اقرار کیا ہو یا نہیں اور یہہ لفظ بحر الرائق مین نہایہ سے اور فتح القدیر مین بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی العطائے و فصل الکفالۃ بالحوالۃ وہ ہے جو
کفالت کے حوالہ ہو یعنی اگر کسی نے محتال علیہ سے کہا کہ برئت الی تو محتال علیہ محیل سے مال پھیر لیگا اور اگر برائتک کہیگا تو رجوع نہیں اور اگر بریت کہے تو فقہا میں
اختلاف ہے و یبطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج و اقرہ المصنف ھنا و فی المتفرقات لکن فی
النھر ظاھر الزیلعی و غیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو
مصنف نے یہان ثابت رکھا ہے اور متفرقات مین لیکن نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی بہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ
شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جسمین طالب کو فائدہ نہیں جیسا کہ دخول دار اور مجیء غد اور شرط ملائم جیسا کہ استیفا و بعض المال و تعجیل بعض
قید بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت مین کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس مین
تفصیل ہے جو خانیہ مین مذکور ہے ھم مصنف نے قید کفالت مال متن مین ذکر نہیں کی تو یہہ مطلب ہے کہ اثناء مسائل کفالت مین اسکا ذکر کرنا بجای تقیید ہے واللہ
اعلم خانیہ مین تفصیل مذکور یون ہے کہ جب حاضر ضامن کی براءت معلق بشرط ہو تو اوسکی چند وجوہ ہین ایک وجہ یہہ ہے کہ براءت جائز اور شرط باطل چنانچہ
طالب نے کفیل نفس کو بری کیا اس وہم سے کہ ... شرط پر ... دوسری وجہ یہہ کہ براءت اور شرط دونون جائز ہین چنانچہ ایک شخص بالنفس اور حاضر ضامن تھا
سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہو جاے اور تیسری وجہ یہہ ہے کہ براءت اور شرط دونون جائز نہین چنانچہ فقط حاضر ضامن سے
طالب نے یہہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب سے تکو بری کیا تو یہہ باطل ہے کذا فی العطائے و عن السیخ تحفۃ لا یسترد الاصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ
لیدفعہ الی الطالب ان لم یعطہ طالبہ نہ پھیر لے اصیل اوس مال کو جو دیا اوس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اسواسطے کفیل کو دیا تا
کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اوسکے طالب کو نہ دے ھم باوجودیکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اسکو نہیں پھیر سکتا اسواسطے کہ ضمانت بامر اصیل
وہ دین ثابت ہوتے ہین ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادا ہے تو جب
بعد وجود سبب ادای دین مین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اوسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اوسکو پھیر نہیں سکتا کذا فی شرح الوقایۃ ولا یعمل تعمیمہ
عن الاداء لو کفیلا بامرہ و الا عمل لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر و اقرہ المصنف تکتہ قدم قبلہ ما یخالفہ فیحرر اور کچھ عمل نکریگا روکنا
اصیل کا ادای دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہیں تو اوسکا روکنا عمل کریگا اسواسطے کہ اصیل اوس وقت مین استرداد کا مالک ہے کذا
فی البحر اوسکو ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لیکن شرح مذکور مین قبل اسکے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اسکے مخالف ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ھم طحطاوی
نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو اب اوسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہین و ان ربح الکفیل بہ
طاب لہ لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ خلافا للثانی اور اگر مال مذکور مین کفیل کچھ نفع حاصل
کریگا تو اسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اوسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی سے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ تقاضا قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ
کیا ہوگا تو نفع اوسکو حلال نہیں کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے برخلاف ابو یوسف کے ھم قبض بطریق اقتضا کی یہہ صورت ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون
کہ کہین طالب بچہ سے اپنا حق نہ لے لہذا اس مال کو قبل اسکے ادا کرے لیکے اور قبض بوجہ رسالت اسطرح ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر
اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے
خواہ اصیل کذا فی العطائے و ندب ردہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ درر فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب
اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصیل کو جب کہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اوس دین مین پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنے سے چنانچہ
گیہون نہ اوس دین مین جو تعیین سے متعین نہوتا ہو چنانچہ نقود تو وہان رد کرنا مستحب نہیں ھم جامع صغیر مین استحباب رد کیو اسطے ادای اصیل کی قید مذکور نہیں لیکن
درر کی عبارت مبہم ہے خلاف مقصود کی کذا فی العطائے وجہ استحباب کی یہہ ہے کہ اسمین خبث آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اوسکے پھیر دینے

جبر نہین کر سکتا کذا فی النہر ولو ردہ هل يطيب للاصيل الاشبه نعم ولو غنيا عنايه اور اگر نقد مال کی منفعت کفیل اصیل کو پھیر دی تو کیا اصیل کو وہ مال
طیب ہو یا نہین قول اشبہ بالحق یہہ ہی کہ ہان حلال طیب ہی اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی العنایہ امر الاصيل كفيله ببيع العينة اي بيع العين بالربح نسيئة
ليبيعها المستقرض باقل ليقضي دينه اخترعه اكلة الربوا وهو مكروه مذموم شرعا لما فيه من الاعراض عن مبرة الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے
ضامن کو بیع العینہ کا یعنی چاہا عین کا اور بازار سے دیکر قرض لینے والا اوسکو ثمن اول سے کمتر بیچ لے تاکہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خوارون نے ایجاد
کیا ہی اور وہ بیع شرعاً مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اسمین قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہی عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہی سلف سے اسکو بیع العینہ اسواسطے
کہا کہ اسمین میلان ہے دین سے بیع العینہ کیطرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہہ ہی کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپیہ کو
ادھار بیچے منفعت حاصل کرنیکے واسطے پھر مشتری وہ کپڑا دس روپیہ کو نقد بیچے اور پانچ روپیہ کا نقصان اوٹھا دے اور بعضون نے کہا صورت اوسکی یہہ ہی کہ عین خرید
کرے زیادہ تر اوسکی قیمت سے اور اوس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعوض اوتنے ثمن کے لے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول
شخص غیر کو کمتر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپیہ کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس
روپیہ کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ اوسکو دیئے محمود نے وہی دس روپیہ خالد کو دیدیئے توسط شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا بیچے ہوے
کو کمتر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسیطرح بیع العینہ کی چند صورتین اور بہی ہین محمد نے کہا کہ یہہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے برابر ہے اسکو سود خوارون نے
اختراع کیا ہو اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا تبايعتم بالعينة واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظهر عليكم عدوكم یعنی جب تم خرید فروخت بطریق
بیع العینہ کے کرنے لگو اور بیلون کی دمون کے پیچھے پڑو گے یعنی کہیتی مین مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب
ہون گے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہہ بیع مکروہ نہین کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے دل مین یہہ آتا ہی کہ جسکو دافع اخراج کرتا
ہی اگر اوسکی ایسی صورت کی بیع کی جسمین وہ چیز سب یا بعض دافع کیطرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورتین اور چنانچہ یہہ صورت کہ پندرہ روپیہ قرضدینے پھر
اوسکے ہاتھ دس روپیہ کا کپڑا پندرہ روپیہ کو بیچا پندرہ روپیہ جو قرضہ دیئے تھے پھیر لئے تو دافع سے خارج نہوئی مگر دس اور جو خارج ہوا تہا اوسمین سے بعض پھر
تو ایسی بیع مکروہ ہی یعنی مکروہ تحریمی اور اگر مبیع اوسکے طرف راجع نہوئی تو اوسمین کراہت نہین مگر خلاف اولی ہی شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جو فتح القدیر
مین مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکہتا ہی اسطرح کہ قول محمد کراہت بیع العینہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کے طرف کل یا بعض مبیع آوے
اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اوس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کیطرف کچہہ عود نکرے اسیطرح حدیث بہی اسیصورت پر محمول ہی جسپر محمد کا قول محمول ہی لہذا اب وہ شبہہ
ساقط ہوگیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیونکر قائل ہوئے باوجود اوس حدیث کے جو کہ مقتضی ہی مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی و هم فتح القدیر مین ذکر ہی
کہ جب دافع کے طرف وہ عین جو اوسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کریگی تو وہ بیع شری بیع العینہ نہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مسترجعہ سے نہ مطلق عین سے والا ہر بیع بیع العینہ ہو
ففعل الكفيل ذلك فالمبيع للكفيل وزيادة الربح عليه لانه العاقد ولا شيء على الامر لانه اما ضمان الخسران او توكيل بمجهول وذلك باطل
پہر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی بموجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو بیع مذکور کفیل کے واسطے ہی اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اوسکی مضرت کفیل پر
ہی کیونکہ کفیل ہی عاقد ہی اوس بیع کا اور کچہہ لازم نہین اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہی نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول
باطل ہے خلاصہ یہہ ہی کہ یہہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کیطرف راجع ہی ضمان خسران اسواسطے باطل ہے کہ ضمان نہین ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان
کسی پر مضمون نہین ہوتا اگر بائع بازار مین کہی مشتری سے کہ جو نقصان تجکو لاحق ہوا وہ مجہہ پر ہے یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر تیرا غلام بہاگ گیا تو وہ مجہہ پر ہی تو جائز
نہین وکالت فاسدہ کی وجہ یہہ ہی کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہین كفل عن رجل بما ذاب له او بما قضى له عليه او بما لزمه عبارة الدر ولزم بلا ضمير
وفي الهداية وهذا ماض اريد به المستقبل كقوله اطال الله بقاءك ضامن ہوا ایک مرد کیطرف سے اوس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب
ہو اوس مرد پر یعنی اصیل پر یا اوس مال کا ضامن ہوا جسکا قاضی اوسپر حکم کرے یا جو مال کہ اوسکو لازم ہو اور در کی عبارت مین لفظ لزم بدون ضمیر کے ہی اور ہدایہ مین ہی کہ

ف ذکر بیع العینہ

ملہ یعنی دس روپیہ کو جو ایکا فروخت ... اور بعدہ پندرہ روپیہ ... محل مالک کو پہونچاوے

ملہ بجواو سکے ایک روپیہ جسقدر یعنی دس روپیہ طلب کرو اوسقدر کو دو مال مین ... اسکو بیچا جاوے اور دام اوسکے ... دو چار زیادہ بتاکر اور ... دس ... پھر دینے والے کے ... بموجب ... ١٢

یہہ یعنی لفظ واجب اور مضے ماضی ہے اور مراد اوس سے مستقبل ہے چنانچہ اطال اللہ بقاءک مین فغاب الاصیل فبرھن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برھانہ حتی یحضر الغائب فیقضی علیہ وفیہ ایضا بتمامہ الاصیل پر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اوسکی مقبول نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اوسپر مال مذکور کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل ہم وجہ اسکی یہہ ہے کہ کفیل نے اوس مال کا التزام کیا جو اوسپر قاضی زمان مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ مین تو یہہ ضمانت ہی اوس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعیکا دعوے مطلق ہی کیونکہ اوسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تہا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہین تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی ولو برھن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال وھو ای الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اوسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنے شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو زاد بامرہ قضی علیہما فللکفیل الرجوع لان المکفول بہ ھھنا مال مطلق فامکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہی غائب کا اوسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا بہر لینا اصیل غائب سے جائز ہے اسواسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول بہ بیان یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہے تو اوسکا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے ہم گواہی بیان مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ مین اسواسطے کہ وہان مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تہا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور بیان مکفول مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی [illegible] دعوی پر مبتنی ہی حموی نے کہا اگرچہ یہہ قضا علی الغائب ہی مگر یہہ یہہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شے ضمناً ثابت ہوتی ہے اور قصداً ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وھذہ حیلۃ اثبات الدین علی الغائب اور یہہ یعنی مسئلہ ثانیہ ہی اثبات دین کا غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہی ولو خاف الطالب موت الشاھد یتواضع مع رجل ویدعی علیہ مثل ھذہ الکفالۃ فیقر الرجل بالکفالۃ وینکر الدین فیبرھن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرأ الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرلے کسی مرد کے ساتہہ اور اوسپر اسطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پہر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جاوے پہر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دارالقضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پہر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند حوالہ ہے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہی کفالتہ بالدرک تسلیم منہ للمبیع کفالت بالدرک تسلیم ہے واسطے مبیع کے جانب کفیل سے ہم یعنے جس نے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اوسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہی تو اگر بعد اسکے یہہ دعوی کریگا کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اوسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ ملک بائع کا اقرار ہی اوسکی بیعکے وقت تو بعد اسکے اپنی ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پہر اوسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہے شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہو ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اوسکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہین کمکتب شہادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعا نافذا باتا فانہ تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اوس کاغذ مین جسمین یہہ لکہا ہے کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہہ شہادت بہی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی کما لو شہد بالبیع عند الحاکم قضی بہا او لا فانہ یہہ بہی ملک بائع کی تصدیق ہی اگر گواہی دی بیعکی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو حموی نے نقل کیا کہ گواہی دینا تقاضہ بیع کا اقرار ہی باتفاق روایات لا یکون تسلیما لو کتب شہادتہ فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکہنا اوس بیع کے کاغذ مین جو مطلق ہی قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہی جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیعنامہ مین نہین تو گواہی لکہنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرکے

اسواسطے کہ بیع گاہی غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھے ہوتا واقعہ یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرنیکے
واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی او کتب شہادته علی اقرار العاقدین لانه مجرد اخبار فلا تناقض یا
اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہہ مجرد اخبار ہے تو کچھہ تناقض نہین یعنے دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع
مین مشروط نہین اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع گاہی مالک سے صادر ہوتی ہے گاہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانه وقع اتفاقا
باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھہ مہر کرنا مذکور نکیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل
زمانہ کے یعنے اہل زمان سابق کی عادت یہہ تہی کہ بعد کتابت اپنے نامون کے مہر بہی کر دیتے تہے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو
قال الکفیل ضمنته لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانه ینکر المطالبة ضامن نے کہا کہ مین اوسکا جہہ سے ضامن ہوا ہون
ایک مہینہ تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسه ای الحکم المذکور
فی قوله لک علی مائة الی شہر مثلا اذا قال الآخر وہو المقر له حالة لان المقر له ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہوا اس قول مین کہ تیرے مجہپر
مین ایک مہینہ کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنے مقر له نے کہا کہ سو حال ہین نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر له مدت کا منکر ہے والحیلة لمن علیه دین موجل
وخاف الکذب او حلوله باقراره ان یقول اہو حال او موجل فان قال حال انکره ولا حرج علیه زیلعی اور جسپر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا
حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجہپر حال ہے یا مؤجل پہر اگر وہ کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اوسکا انکار کرے
اور اوس انکار مین اسپر کچہہ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب درصورت انکار دین سے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہے
انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہے کہ وہ اسمین صادق ہے ولا یؤخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ مجرد
الاستحقاق لا ینقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پہیر دینے کا حکم
اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ مجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع مین مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج ای
الموظف فی کل سنة وہو ما یجب علیه فی الذمة بقرینة قوله والرہن به اذ الرہن بخراج المقاسمة باطل نہر علی خلاف ما اطلقه
فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے
اس قول کے قرینہ سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر بخلاف اطلاق بحر الرائق کے
ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جہة العباد ہو تو موظف باقی دیون کے مانند ہوگیا مضمون ہو نہین بخلاف خراج
مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہان تک کہ اگر کہیتی تلف ہو جاوے تو کشتکار پر کچہہ واجب نہین اور کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے اطلاق اور
تقیید دونون نقل کئے ہین تو اوسپر کچہہ اعتراض وارد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا وجوز الزیلعی الرہن فی کل ما تجوز به الکفالة بجامع التوثق منقوض
بالدرک لجواز الکفالة به دون الرہن اور جواز رہن کہا زیلعی کا ہر ایک اوس چیز مین جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق کے منقوض ہے درک سے بوجہ
جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنے حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہے طحطاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر کا
ہے اور متاخرین مصنفین اوسکے تابع ہین حموی نے اسکا جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور اونکو کلیہ جو کہتے ہین تو بایمعنے کہ داخل تحت شمول
نہین ہین نہ بایمعنے کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع نائبہ کی بمعنے مصیبت وحادثہ یہان مراد وہ
مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق مین ہے کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے
سب خلق کو فائدہ ہے اور چوکیدار محلہ کی اجرت اور وہ مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیون کے چھوڑانے کے واسطے
معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہین اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ

اہلِ اسلام کی اوس امر مین جسمین مصلحت ہو مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال مین کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبہ ہے چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے
مین لوگون پر ناحق مقرر ہوگئے ہین انکی صحت کفالت مین اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح مین صحت کفالت پر فتویٰ ہے انتہےٰ ملخصاً **ولو بغیر حق کجبایات زماننا**
فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتویٰ صدر الشریعۃ واقرہ المصنف
وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی از راہ ناحق ہوون چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ مین دیون کے مانند ہین
بلکہ اون سے بھی فوق ہین یہان تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لے تو مزارع کو مالک زمین سے اوسکا بھر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی
شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اسکو مسلم رکھا ہے ہم درر اور منتقے مین ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتویٰ دینا چاہیے
فتح القدیر مین ہے کہ جبایات موظفہ لوگون پر ہمارے زمانے مین بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا یومیہ یا سہ ماہی سلطان کے واسطے
مقرر ہوا ہے انمایہ ہین ہے کہ مصیبت کبرٰی ٹکس ہے یعنے مصادرۂ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اوسکی کفالت جائز نہین کذا فی الطحطاوی **وقیدہ شمس الائمۃ**
بما اذا امرہ بہ طائعاً فلو مکرہاً فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع مین یہہ قید لگائی ہے جبکہ اوسکا امر کرنا بخوشی
ہو اگر اوسپر زبردستی ہوگی امر کرنے مین تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ مین ہم یہہ کلام مربط ہے محذوف سے جسکے حذف
کرنے سے مطلب مین خلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار مین یہہ ہے کہ جو غیر کے نائبہ کو اوسکے امر سے ادا کرے تو اوس سے بھر لے اگرچہ رجوع
شرط نکیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ مین ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اوسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ مین ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہہ ثبوت ہے جب کہ اسکو
اوسکا تعنےلو ای دین کا امر اکراہ سے نکیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہین کذا فی الطحطاوی **وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل**
اجر وعلیہ فلا یفسق حیث عدل وہو نادر اور علمانے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات مین قائم بانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین از روی انصاف کے ہو
وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور اس قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھیریگا جب کہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر **وفی وکالۃ البزازیۃ**
قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی او قال الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذا لا یتقم فی دیارنا لکثیرا وہوان الظلمۃ
یمسک رجلاً ویحبسہ فیقول لاخر خلصنی فخلصہ بمبلغ فحینئذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتدبر کذا بخط المصنف علی ہامشہا
فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ مین ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھکو چھوڑا مصادرۂ حاکم سے یا قیدی نے اسطرح کہا سو اوسنے چھوڑا یا تو مال تخلیص مین جو خرچ کیا ہو وہ
اوس شخص سے بھر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے مین کہتا ہون اور ایسا حادثہ ہمارے ملک مین بکثرت ہوا کرتا ہے کہ سو لباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید
کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھکو چھوڑا دے سو وہ اوسکو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت مین مبلغ مذکور بھر لے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ بمجرد
اوسکے امر کرنیکے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ مین مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے **والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ہی**
النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایّاما کان فالکفالۃ صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ قسمت
عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضون نے سوا اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم قسمت بتفسیر مذکور
مصدر ہے بمعنے مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سہ ماہی مین مقرر ہو بعضون نے تفسیر قسمت یون کی کہ پہلے دو شخص قسمت کر لین پھر ایک شریک دیگر
دخل نہ دے سو اوسکا کوئی ضامن ہوا اور بعضون نے یون تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک ٹالے پھر اوسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے
کیونکہ اوسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی **قال رجل لاخر اسلک ہذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن** ایک مرد نے دوسرے سے
کہا کہ یہہ راہ چل ہو اسطے کہ اس راہ مین خوف نہین با امن ہے پھر وہ شخص اوس راہ مین گیا اور اوسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہین **ولو قال ان کان**
مخوفا واخذ مالک فانا ضامن والمسئلۃ بحالہا ضمن اور اگر یون بولا کہ اگر یہہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو مین ضامن ہون اور یہہ مسئلہ
بدستور مسئلۂ سابقہ ہے یعنے بموجب اوسکے کہنے کے وہ شخص اوس راہ مین گیا اور اوسکا مال چھین گیا تو وہ شخص ضامن ہوگا **ہذا وارد علی ما قدمہ بقولہ**

ولا تصح بجهالة المكفول عنه كما في الشرنبلالية یہہ اعتراض وارد ہو مصنف کے اور قول متقدم پر کہ ضمانت صحیح نہین کہ مکفول عنہ کی جہالت سے کذا ستفید
الشرنبلالیہ ہم بیان صحت ضمان صحت کفالت کی جہت سے نہین تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہے کہ قائل نے دھوکہ دیا اور فریب رجوع کا موجب ہوتا
ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت مین ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضة
او ضمن الغار صفة السلامة للمغرور نصا كما عرف وتمامه فی الاشباه ومر فی المرابحة اور قاعدہ کلیہ یہہ ہو کہ فریب کہانیوالا فریب دینیوالے سے
اوسی صورت مین رجوع کرتا ہے جب کہ فریب درضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینیوالا سلامتی کی صفت کا فریب کہانے والے سے بصراحت ضمانت کرے
کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے اور باب المرابحہ مین مذکور ہو چکا ہم عقد معاوضہ احتراز ہی عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی
کی شان متن مین مذکور ہے اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہہ ہے کہ وہ اوسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
ضمان الغرر فی الحقيقة هو ضمان الكفالة فریب کا ضمان فی الحقیقة وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہو نہ ضمان اتلاف کے مانند للكفيل
منع الاصيل من السفر لو كفالته حالة ليتخلصه منها بأداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اوسکی کفالت فی الحال کی ہو
مؤجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے ہم تو معلوم ہوا کہ ضمانت مؤجل مین روکنا اوسکو جائز نہین
اگر ضامن چاہے اوسکے ساتھہ بنا رہے تا طول مدت وفي الكفيل بالنفس ترده اليه كما في الصغرى اى مع بالرد اور کفیل بالنفس مین تو یہہ حکم ہے کہ
حاضر ضامن اصیل کو پہیرلا دے اوسکے پاس کما فی الصغری یعنے اگر حاضر ضامنی اصیل کے امر سے ہو من قام عن غيره بواجب بامره رجع بما دفع وان
لم يشترطه كالامر بالانفاق وبقضاء دينه الا فی مسائل امره بتعويضه عن هبته وباطعام عن كفارته وباداء زكوة ماله وبان يهب
فلانا عنی الفا جو شخص کسیطرف سے مال واجب اوسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اوسکو اوس غیر سے پہیر لے اگرچہ رجوع مال شرط کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ
اور اوسکے ادای دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین ۱ پہلا مسئلہ یہہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنی ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ سے کہانا دینے
کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوة دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میرے طرف سے ہزار ہبہ کرے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو
مال ہبہ کیا پہر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اوسکے ہبہ کا عوض دے سو اوسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہوا اور یہہ شخص آمر سے رجوع مال
نکرے مگر بشرط رجوع انتہے اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہین فی كل موضع يملك المدفوع اليه المال
المدفوع اليه مقابلا بملك مال فان المأمور يرجع بلا شرط والا فلا وتمامه فی وكالة السراج والكل من الاشباه جہان کہین کہ وہ شخص جسکو
مال دیا گیا وہ اوس مال کا مالک ہو جاوے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور آمر سے اپنا مال پہیر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع نہین اور پورا بیان اسکا سراج
کی کتاب الوکالة مین ہے اور یہہ سب فروع مذکورہ اشباہ سے منقول ہین ہم مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہو بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری
تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میرے طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور مامور اپنا مال پہیر لیگا مشتری سے اور اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلا دے تو بھی صحیح
ہو کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنے طرف سے حج کروا دیگا تو ایسا فی مسئلہ
مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہین تو مامور کو یہان اپنا مال پہیر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفي الملتقط الكفيل المختلعة
بمالها على الزوج من الدين لا يبرأ بتجديد النكاح بينهما اور ملتقط مین ہو کہ جو ضامن ہے مختلعہ کا اوس مال کا جو اوسکے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ
نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہو جانے سے ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اوسکا دین
ہی جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اوس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوج کیطرف سے پہر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ
تجدید نکاح متعلقین سے ساقط کفالت مذکورہ نہین ثوب غاب عن دلال لا ضمان عليه کپڑا غائب ہو گیا دلال سے تو اوس پر تاوان نہین ہم اسلئے کہ دلال
وکیل اجرت گیر ہے تو وہ امین ہوا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساوم واتفقا على ثمن فعليه قيمة الثوب

اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اوسکے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکاندار دونون پر متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت
کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعه فی حانوت فھلک ضمن الدلال بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام
لانه مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پہرا پہر اوسکو دوکان مین رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان
نہین امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہو ھ دلال پر ہواسطے ضمان ہوا کہ اوسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی
اوسکی ثابت ہوئی دلال معروف فی ید الثوب تبین انه مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منه بری مشہور دلال ہے جسکے ہاتھ مین
کپڑا ہو جسکا مسروق ہونا کہل گیا سو دلال نے کہا کہ مین نے کپڑا پہیر دیا جس سے لیا تہا تو وہ بری المواخذہ ہو ولو قال طالب خبرا فی مصر کذا
فاذا اخذت مالی فلک عشرۃ منه یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرۃ ملتقط اور اگر صاحب مال نے کہا کہ میرا دیون فلانے شہر مین ہے سو جسوقت
کہ تو میرا مال اوس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درم یا دینار ہین اوس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط واقتیت بان
ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانه وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لا یصح ضمانه لانه یصیر عاملا لنفسه فلیحرر شارح کہتا ہے
اور مین نے ہکا فتوی دیا ہو کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہے اور فقہانے ذکر کیا ہو کہ وکیل کی ضمانت
صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہوجاتا ہو تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے ھ عامل لنفسہ ہواسطے ہوتا ہو کہ قبض ثمن کی ولایت اوسیکے واسطے ہو اور
ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہو دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہو کہ جو متاع اور اوسکے مالک کو بتاوے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہے
فائدة ذکر الطرسوسی فی مؤلف له ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لا تجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی الله
عنه صادر ابا هریرۃ انتهی وذلک حین استعمله علی البحرین ثم عزله واخذ منه اثنی عشر الفا ثم دعاه للعمل فابی رواه الحاکم وغیره
یہ فائدہ ہو جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب مین ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالدارون سے جائز نہین مگر بیت المال کے عاملون سے بایناستدلال کہ عمر رضی الله عنه نے
ابو ہریرہ رضی الله عنه سے ڈانڈ لیا انتہے کلامہ اور یہ اوسوقت ہوا تہا جب کہ فاروق اعظم نے اونکو بحرین کا عامل کیا تہا پہر اونکو معزول کیا اور بارہ ہزار
اون سے لیئے پہر اونکو عاملی کے واسطے بلایا سو اونہون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہہ روایت کی ہے ھ سیوطی نے تفسیر درمنثور مین سورہ یوسف کی اندر
اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر مین بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی الله عنه سے روایت کی ہو کہ عمر نے مجھکو بحرین کا عامل کیا پہر مجھکو معزول کیا
اور دس ہزار مجھسے ڈانڈ لیئے پہر عاملی کے واسطے مجھکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیه السلام نے عاملی کی
درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تہے تمسے تو مین نے کہا کہ یوسف علیه السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پرپوتے نبی کے اور مین تو امیہ کا بیٹا
ہون ڈرتا ہون کہ بیعلمی سے کچھ کلام کرون اور بے علمی سے کچھ فتوی دون اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بیعزتی ہو اور میرا مال چہینا جاوے کذا فی النہر
والمراد بعمال بیت المال خدمته الذین یجبون امواله ومن ذلک کتبته اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتهم ویلحق بهم
کتبة الاوقاف ونظارها اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللهو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالهم منهم وعزلهم فان عرف خیانتهم فی
وقف معین رد المال الیه والا وضعه فی بیت المال نهر بحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے بیت المال کے خادم مراد لئے ہین جو بیت المال کے
اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اونکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشائش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین ہواسطے کہ توسع اونکی خیانت کی
دلیل ہے اور اونہین کے ساتھ متصدیان اوقاف اور اوقاف کے ناظر ملحق ہین جب کہ وہ کشائش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون
اور عمارات بناوین تو حاکم کو اونکے مال اون سے چہین لینا اور اونکا معزول کرنا جائز ہے سو اگر اونکی خیانت کسی وقف مخصوص مین معلوم ہوجاے تو اوس مالکو
اوسی وقف مین داخل کر دے اور نہین تو بیت المال مین رکھے کذا فی النہر والبحر سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اوس قسم کا ہو جسکو دریافت کیجئے اور چہپا ڈالیئے اور اسکا
فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا ہواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاے تو وہ عمال مذکورین کے اموال کو

چھین لین نہ اوقاف مین اون اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ اونکو لائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحاوی وفی التلخیص لو کفل الحال مؤجلا تأخر عن الاصیل ولو قرضا لان الدین واحد قلت وقد منا انها حیلة تاجیل القرض اور تلخیص مین ہے کہ اگر دین الحال کی ضمانت کری کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہے وسیجئ ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن منعه ولکن یسافر معه فاذا حل منعه لیوفیه اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اوسکا روکنا درست نہین ولیکن صاحب دین اوسکے ساتھہ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہوچکے تو اوسکو سفر سے روکے تا وہ ادای دین کرے ہم منتقی مین ہے کہ درصورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادای دین مین ٹال کرتا ہو تو ضامن لیجاوے نہیں تو نہین کذا فی الطحاوی واستحسن ابو یوسف اخذ کفیل شهرا لامراة طلبت کفیلا بالنفقة لسفر الزوج وعلیه الفتوی اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکہا ہے ایک مہینے کا ضامن دینا اوس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کی اور اسی قول پر فتوی ہے ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس اوسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وقاس علیه فی المحیط بقیة الدیون لکنه مع الفارق کما فی شرح الوهبانیة للشرنبلالی اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے ہم یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین موجلہ کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اونکی لیجاے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونیکی وجہ یہ ہے کہ دیون قوی تر ہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ برین منتقی مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہے کذا فی الطحاوی لکن فی المنظومة المحبیة ؎ لو قال مدیونی مرادہ السفر + واجل الدین علیه ما استقر + وطلب التکفیل قالوا یلزم + علیه اعطاء کفیل یعلم + لیکن منظومہ محبیہ مین ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اوسپر ہنوز مستقر نہین اور اسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اسکو ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین ؎ لو حبس الکفیل قالوا جاز له + اذا اراد حبس من قد کفله + لانه قد کان لاجله + حبس فلیجازہ بفعله + اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اسکو جائز ہے کیونکہ ضامن کی محبوسی اوسیکے واسطے ہوئی ہے تو چاہیے کہ وہ اسکو بدلا دیوے اپنے فعل سے ؎ ثم الکفیل ان یمت قبل الاجل + لا شک ان الدین فی ذا الحال حل + علیه فالوارث ان اداه لم + یرجع به من قبل ما التاجیل تم + پھر اگر ضامن مرجاے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین دین فی الحال اوسپر واجب الادا ہوگیا تو اگر ضامن کا وارث اوسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھیر لے قبل تمام ہونے مدت کے ہم اصل مین یون تہا کہ لم یرجع من قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہوگیا اپنے فعل پر اور یہ بعضون کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحاوی

باب کفالة الرجلین

یہ باب ہے دو مردون کے ضامن ہونے کا ہم چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد کے اسکو شروع کیا دین علیهما لآخر بان اشتریا منه عبدا بمائة وکفل کل عن صاحبه بامره جاز ولم یرجع علی شریکه الا بما ادی زائدا علی النصف لرجحان جهة الاصالة علی النیابة دین ہے دو شخصون پر دوسرے آدمی کا اسطرح پر کہ دونون نے اوس سے ایک غلام سو روپیے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر مدیون اپنے ساتھی کا اوسکے امر سے تو جائز ہے اور نہ پھیر لے اپنے شریک سے مگر اوتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین ہے اور دوسرے مطالبہ ہم یہ حکم مشہور متین ہے جب کہ دونون دین صفت اور سبب مین برابر ہون اور اگر صفت مختلف ہو اسطرح کہ ایک شخص پر دین مؤجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اوسکی تعیین اپنے شریک کے جانب سے صحیح ہے اور اوس سے پھیر لے اور اوسکے بالعکس مین رجوع نہین اور اگر سبب مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین موڈی اپنے شریک کیجانب سے صحیح ہے اسواسطے کہ

دو جنس مختلف مین نیت معتبر ہے نہ جنس واحد مین اور دونون کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور ضامن ادا کریگا
اور اپنے شریک کیجانب سے اُسکو ٹھیرا دیگا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اوسکے حصہ سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی
الطحاوی ولانہ لو رجع بنصفہ لادّی الی الدور درر اور اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا
کہ اگر نصف شریک کیجانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اوسکو شریک سے پھر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادای نائب یعنی ادای
کفیل بامر اصیل بمنزلہ ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسیطرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا اور قبۃ کرنا چاہئے کہ یہان حقیقت دور
مراد نہین کیونکہ وہ عبارت ہے توقف الشیء علی نفسہ سے اور سنے الحقیقۃ یہان تسلسل نے الرجوعات لازم ہے ولان کفلا عن رجل بشیء بالتعاقب بان
کان علی رجل دین فکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع وھذہ العقود [illegible]
الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کے جانب سے بطریق تعاقب اسطرح پر کہ ایک مرد پر دین تہا سواوسکے دو مرد ضامن ہوئے اونمین سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ
علیحدہ ضامن ہوا پھر دونون کفیلون مین سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اوسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلہ سے جدا
ہوگیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ایک ساتھ ہی ضامن ہون پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ
ہو جائیگا کیونکہ دونون پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھیرا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا
ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے
جمیع دین کا ضامن ہے علی التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائے گا فما ادّاہ احدہما رجع بنصفہ علی شریکہ
لکون الکل کفالۃ ھہنا سو دونون شخصون مین سے جو شخص جسقدر مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اوسکے نصف کو اپنے شریک سے پھر لیگا کیونکہ یہان بالکل کفالت ہے ہم جب
بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہان ثابت نہوا بخلاف مسئلہ اولے کہ وہان اصالت راجح ہے کفالت پر وان شاء رجع بالکل علی الاصیل
لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال مودی پھر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے ولان ابرأ الطالب احدہما اخذ الطالب
الکفیل الآخر بکلہ بحکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کردے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اوسکی کفالت کے ہم
چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع
دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اوس سے صحیح ہے ولو افترق المتفاوضان وعلیہما دین اخذ الغریم ایہما شاء منہما بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ
کما مرّ اور اگر دو شریک مفاوض مین افتراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نرہے اور دونون پر دین ہو تو صاحب دین اون مین سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور
مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنے ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ مین مذکور ہو چکا ہم دستور مین مذکور ہے کہ غریم وہ
ہے جسکا دین ہو اور جس پر دین ہو کذا فی الطحاوی یعنی دائن اور مدیون دونون کو غریم کہتے ہین ولا یرجع علی صاحبہ حتی یؤدی اکثر من النصف لما مرّ
اور رجوع نہین اپنے ساتھی سے تاوقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نکرے چنانچہ مسئلہ اولے کی تعلیل مین مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہے نصف مین اور کفیل ہے نصف
باقی مین تو جو ادا کریگا وہ اوسکے دین مین شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اوسیقدر مین رجوع ہے کاتب عبدیہ
کتابۃ واحدۃ وکفل کل من العبدین عن صاحبہ صحّ استحسانا مولے نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یون کہا مثلا کہ تم
تمکو مکاتب کیا ایکہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے ہم بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہین کیونکہ
کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہین تو در صورت اجتماع بطریق اولے صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان صحیح
ہے اور شارع کی رضامندی عتق مین ثابت ہے کذا فی الطحاوی ملخصا وحینئذ فما ادّی احدہما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور اسوقت
جو کچھہ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اوسکا نصف مال پھر لیگا بسبب برابر ہونے دونون کے یعنے اصالت اور کفالت مین ولو اعتق المولی احدہما

والمسئلۃ بحالہا ومواخذۃ ایہما شاء منہما بحصۃ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ وللاخر بالاصالۃ اور اگر مولے نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا
اور مسئلہ بدستور سابق ہو تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولے دونون مین سے جس سے چاہے اوس غلام کا حصہ جسکو اوسنے آزاد نہین کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے
بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام آزاد سے بباعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ بکفالتہ وان اخذ الاخر لا صالتہ
پہر اگر مولے مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے پہر لے بسبب اوسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ
رجوع نہین کرسکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن عبد مالا لا موہو فانکونہ لم یظہر فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ
کالذی لزمہ باقرارہ واستقراضہ واستہلاکہ ودیعۃ ای المال المذکور حال وان لم یسمہ ای الحلول لحلولہ علی العبد
وعدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل موجلا تاجل کما مر اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی
طرف سے اوس مال کا جسکا دین ہونا حق مولے مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہے بعد اوسکے آزاد ہونیکے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار
یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنے مال مذکور حال ہے نہ موجل اگرچہ اوسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ
مال غلام سے بسبب اوسکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اوسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور پہر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی
ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت موجل کی ہو تو اوس صورت مین مال موجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہوچکا ادعی شخص رقبۃ عبد فکفل بہ رجل فمات
العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ کما مر دعوے کیا ایک شخص نے غلام کی
گردن کا سو اوسکا ایک مرد ضامن ہوا پہر غلام مکفول بہ مرگیا قبل اوسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اوسکا مملوک تھا تو ضامن ضمان دیگا
اوسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور انہین قابض پر بعین واجب ہے
اور بعد ہلاکی عین رد قیمت واجب ہے اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہوئی
قیمت عبد مدعا علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد بری الکفیل
کما مر فی الحوالۃ اور اگر غلام پر مال کا دعوے کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پہر غلام مرگیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہوچکا
یعنی اسواسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہوجاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق
لہ اور اگر وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہین ضامن ہوا اپنے مولے کیطرف سے اوسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولے کیواسطے ثابت ہے ظاہر
غلام مین لیاقت کفالت نہین کیونکہ وہ اہل تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولے کے امر سے اوسکی عدیم التصرفی زائل ہوگئی پہر جب کہ غلام پر دین نہوا تو اوسکی مالیت
مین مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن اوسکے ضامن ہونے مین کافی ہوگیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فاذا اعتق
فادی او کفل سیدہ عنہ بامرہ فادی ولو بعد عتقہ لم یرجع واحد منہما علی الاخر لانعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلا منہما لا
یستوجب دینا علی الاخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پہر جب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پہر اوسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولے غلام کا ضامن ہوا غلام
کے طرف سے اور اوسکے امر سے پہر اوسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولی مین سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے
کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہین دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہوگی بعد
اوسکے یعنے بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلنا چنانچہ اگر ضامن
ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پہر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اوسنے کفالت جائز رکہی تو یہہ کفالت رجوع دین کی موجب نہوگی اوس دلیل کے
جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہین ہوتا وقالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر
اموالہ اور علما نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولے ہر ادای دین کفالت کے واسطے اوسکے باقی اموال سے یعنی غلام

سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہے اوس سے ادا ہی دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر ۹ فائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ ای الدین برقبتہ وھذا لو یثبتہ المصنف متنا فی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے مولے کے جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اوسکی گردن سے اور یہہ یعنی فائدہ کفالت مولی و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح مین بطور متن کے ثابت نہین کیا یعنے بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالہ

یہہ کتاب ہے حوالہ کے احکام مین ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہہ ہے کہ دونون عقد مین التزام ہے اوس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور عہدہ کے مگر یہہ کہ حوالہ مین اصیل کی براءت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح ھی لغۃ النقل حوالہ لغت مین بمعنے نقل اور زوال ہے وشرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحال علیہ اور مصطلاح شرع مین حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف وھل توجب البراءۃ من الدین المصحح نعم فتح اور کیا حوالہ براءت دین کا موجب ہے قول صحیح یہہ ہے کہ ہان یعنے محیل بریٔ الذمہ ہو جاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ہم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بریٔ الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہین اور اگر دین اوسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابرا صحیح ہوتا کذا فی النہر المدیون محیل والدائن محال ومحتال ومحال لہ ومحتال لہ ویزاد حاسین وھو حویل فتح مدیون محیل ہے یعنے حوالہ کرنیوالا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال لہ اور محال اور ان چار الفاظ پر پانچوان مزید لفظ حویل کذا فی الفتح ومن یقبلھا محتال علیہ ومحال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول والمال محال بہ اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال اور محال علیہ ہے تو صاحب دین مین اور حوالہ قبول کرنے والے مین فرق بواسطے صلہ کے ہے یعنی دائن مین لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنیوالے مین لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور گاہے اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے ہم تقدیر محتال بصیغہ اسم فاعل محتول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محتول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کے صلہ کی محتال اسم فاعل کے ساتھہ کچھہ حاجت نہین بلکہ محتال علیہ کی ساتھہ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونون میں تفریق بصلہ و عدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یون ہے کہ مثلا زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہین سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنے اپنا قرض اسپر اتارا اور اوس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت مین خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال لہ اور محال اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درم محال بہ ہے فائدہ جلیلہ رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مینے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے کہ مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا اسیطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہہ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہین تو حوالہ عبد ماذون اور محجور کا صحیح ہے اور رضای محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال مین بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ غیر صحیح ہے اور ہونا اوسکا مجلس حوالہ مین شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین اور محال علیہ مین عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہین اگرچہ بامر محیل ہو اور گو اوسکا ولی اسکو جائز رکھے ہو اسواسطے کہ بامر رضا ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ مین اور یہہ شرط انعقاد ہے اور محال بہ مین یہہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہین تو جسکی کفالت صحیح نہین اوسکا حوالہ بھی صحیح نہین کذا فی الحطاوی من البحر والحوالۃ تصح برضاء الکل بلا خلاف الا فی الاول وھو المحیل فلا تشترط علی المختار شرنبلالیہ عن المواہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سبکی بلاخلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل مین سو اوسکی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہین کذا فی الشرنبلالیہ عن المواہب زیادات مین رضای محیل شرط نہین مگر قدوری مین شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل

یعنی مال بال مین متفاوت ہوتے ہین تو اوسکی رضامندی ضرور ہے کہ اوسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی نارضامندی سے اور رضامندی محتال علیہ کی اسلیئے شرط ہوئی کہ اوسپر دین کا اداکرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اوسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے مین متفاوت ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور نہ ہی محیل ہواسطے شرط نہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام مثل قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کے حق مین اور محیل کا اسمین کچھہ ضرر نہین بلکہ اسمین اوسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اوسپر رجوع نہین کرسکتا جب کہ حوالہ بغیر محیل ہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ وَاِذَا اُحِیْلَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَحْتَلْ یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادای دین کرنا ظلم ہے اور جب تم مین سے کسیکو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیئے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور ہر ظاہر یہہ ہے کہ یہہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرما کذا فی الفتح ملخصا بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضای محیل اسواسطے شرط کی ہے کہ اوسپر رجوع درست ہو تو کچھہ اختلاف نہین روایت مین ہم یہہ توفیق بین القولین ہے یعنے اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہین کرسکتا مگر جب کہ حوالہ اوسکی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن استظہر الاکمل ان ابتداء الحوالۃ ان کان من المحیل شرط ضرورۃ والا لا اور اکمل نے عنایہ مین قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کے طرف سے ہے تو رضای محیل ضرور شرط ہے اور نہین تو شرط نہین ہے یعنے اگر محیل کیجانب سے ہے تو احالہ ہے اور یہہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہین اور یہہ روایت قدوری کا محل ہے اور اگر ابتدا اوسکی محتال علیہ کیجانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضای محتال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضای محیل اور یہہ روایت زیادات کا محل ہے انتہے خلاصۃ العنایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام مین بمعنے احالہ ہے اور زیادات کے کلام مین بمعنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی واراد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ام اور بعضے نسخے مین قبولہا ہے یعنی قبول محتال اور محتال علیہ شرط انعقاد ہے یہہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پہر اوسکو خبر پہنچے اور وہ جائز رکہے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقین لا حضورہما واقرہ المصنف لیکن درر وغیرہا مین محتال یا اوسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصون کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بزازیہ اور خانیہ مین بہی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہین رہتی لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر مجہول مین نہ عین مین جوہرہ مین زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق مین انتہے ہم عین مین اسواسطے حوالہ صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اوسکا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کیطرف نہین ہو سکتا اور یہہ عدم صحت حوالہ مطلقہ مین ہے اور حوالہ مقیدہ مین تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی مین ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اوسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نکرے چنانچہ اوس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر نہ اوسکا دین ہے نہ اوسکے پاس محیل کا عین ہے کذا فی الطحطاوی وبہ عرف ان حوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ محرزۃ لا تصح اور جوہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محرزہ سے صحیح نہین ہے تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولے حوالہ جائز نہوگا وکذا حوالۃ المستحق بمعلومۃ فی الوقف علی الناظر فہر اور ایسے حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ محفوظہ کا وقف سے صحیح نہین کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وہذا فی الحوالۃ المطلقۃ ظاہر واما المقیدۃ ففی البحر ان المال فی ید الناظر ینبغی ان تصح کالاحالۃ علی المودع والا لا لانہا مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا بحق الغنیمۃ وعندی فیہ تردد کہ پہر صاحب نہر نے دو ورق کے بعد کہا اور یہہ یعنی عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ مین ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ مختص بدیون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو بحر الرائق مین ہے کہ اگر مال

ناظر کے پاس سے تو لائق یون ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہی اور اگر مال ناظر کے پاس نہین تو حوالہ صحیح نہین کیونکہ وہ مطالبہ اور مطالبہ ناظر پر نہین بدون مال کے اور مقتضائے بحث صاحب بحر صحت حوالہ ہی کو غنیمت اور میرے نزدیک اسمین تردد ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ مؤید صحت ثبوت ارث ہی یعنی غنیمت محرزہ مین غازی کے ورثہ اوسکا حصہ بطور ارث پاتے ہین تو ملک اوسکی غنیمت مین متاکد ہوگئی تو اب غنیمت و ودیعت کے مانند ہوئی صحت حوالہ مین وبرئ المحيل من الدين والمطالبة جميعا بالقبول من المحتال للحوالة اور بری الذمہ ہو جاتا ہی محیل دین اور مطالبہ سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ہم بقول معتمد براءت موقت بعدم ہلاک ہی اور فائدہ براءت کا یہہ ہی کہ اگر محیل مرجاوے تو محتال اپنا دین اوسکے ترکہ سے نہین لیسکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اوسکے ارباب دیون سے ضامن لے اس خوف سے کہ مبادا اوسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط براءت ہی اسیطرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہی کذا فی البحر فلا يرجع المحتال على المحيل الا بالتوى بالقصر وهو هلاك المال لان براءته مقيدة بسلامة حقه تو محتال رجوع کریگا محیل پر مگر تلف مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی براءت بسلامتی حق محتال مقید ہی توی بالف مقصورہ عبارت ہے ہلاک ہونے مال سے اور بعضون نے اسکو بالف ممدودہ بھی کہا ہے توی بروزن تلف لغت مین معنے ہلاک مال ہے اور اسکے اصطلاحی معنے مصنف آگے ذکر کریگا جب براءت مقید بسلامتی حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہہ براءت استیفا ہو نہ براءت اسقاط پھر جب استیفای حق متعذر ہوا تو رجوع اصل مدیون پر واجب ہوا وقيده في البحر بان لا يكون المحيل هو المحال عليه ثانيا رجوع درصورت ہلاک کو بحر الرائق مین اسطرح مقید کیا ہے کہ محیل وہی محتال علیہ نہوا ہو دوسری بار ہم صاحب بحر نے کہا یہہ قید اسواسطے لگائی کہ ذخیرہ مین ہے کہ ایک مرد نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر محتال علیہ نے اوسکا حوالہ اوسپر جسپر اصل دین ہی کیا تو محتال علیہ اول بری ہوگیا پھر اگر ہلاکی مال ہوگی تو محتال علیہ اول پر عود نہوگا انتہے ایضاح اسکا یون ہی کہ حامد محمود کا مدیون ہے سو حامد نے دین محمود کا حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو درصورت ہلاکی حامد پھر دین کا اعادہ زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہوگیا حوالہ ثانیہ سے وهو باحد امرين ان يجحد المحال عليه الحوالة ويحلف ولا بينة له اي للمحتال وللمحيل او يموت المحال عليه مفلسا بغير عين ودين وكفيل وقالا بهما وبان فلسه الحاكم اور وہ یعنی ہلاکی احد الامرین سے ہوتی ہے یہہ کہ محال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کہاجاوے اور محتال اور محیل کے واسطے شہادت نہو یا محال علیہ مفلس مرجاوے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونون امر مذکور سے اور اسطرح سے کہ محال علیہ کو حاکم مفلس ٹھیرادے ولو اختلفا فيه اي في موته مفلسا وكذا في موته قبل الاداء وبعده فالقول للمحتال مع يمينه على العلم لتمسكه بالاصل وهو العسرة زيلعي وقيل القول للمحيل بيمينه فتح اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اسمین یعنی محال علیہ کے مفلس ہوکر مرجانے مین اور اسیطرح اوسکی موت کے اختلاف مین قبل ادای دین اور بعد اوسکے تو محتال کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگی ہی ہم کذا فی الزیلعی اور بعضون کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ محتال نے کہا کہ محال علیہ مفلس ہوکر مرگیا اور محیل نے کہا کہ متروکہ چھوڑکر مرا تو محتال کا قول معتبر ہے اسطرح قسم کہاکر کہ واللہ مجھکو اوسکا مالدار ہونا معلوم نہین اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر بالتصاف یمین علی العلم صحیح نہین کیونکہ اوسمین قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہہ وجہہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طالب المحتال عليه المحيل بما اي بمثل ما احال به مدعيا قضاء دينه بامره فقال المحيل انما احلت بدين ثابت لي عليك لم يقبل قوله بل ضمن المحيل مثل الدين للمحال عليه لانكاره مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اوس دین کے مماثل کا جسکا محیل نے حوالہ کیا تہا مطالبہ کیا یون مدعی ہوکر کہ اوسکا دین ادا کیا اوسکے امر سے سو محیل نے کہا کہ مین نے تو اوسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تہا تیرے اوپر تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ محیل مماثل دین کا ضامن دیگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ہم تو نے محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تہا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا وقبول الحوالة ليس اقرارا بالدين لصحتها بلا دين اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہین بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی ولو قال المحيل للمحتال احلتك على فلان بمعنى وكلتك لتقبضه لي فقال المحتال بل احلتني بدين لي عليك فالقول للمحيل

لانہ شرکہ ولفظ الحوالۃ تستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنے تجھکو وکیل کیا تاکہ دین میرے واسطے قبض کرے
سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھپر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ
حوالہ وکالت میں مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ سے وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب یہ ہے کہ وکالت کی [illegible]
لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتا ہے مجازاً کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اوسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق
ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھہ کیونکہ اسمیں کچھہ مخالفت ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بمالہ عند زید حالکونہ ودیعۃ بان اودع رجلا الفا
ثم احال بہا غریمہ صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اوس مال کا جو زید کے پاس ہے حالانکہ وہ ودیعت ہے اسطرحپر کہ امانت رکھے ایک مرد کے پاس ہزار پھر اوسکا حوالہ
کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمیں داخل ہوئی اور وہ عین مستاجرہ ہے جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ
برئ المودع وعاد الدین علی المحیل لان الحوالۃ تقیدت بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرأ لان مثلہ یخلفہ پس اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعتدار
بری الذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کی وجہ سے بخلاف اوس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے
محتال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنے بدل مغصوب اوسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل
ہلاک ہو اسطرحپر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا براءت میں کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتحقیقہ ایضا بل ینبغی [illegible]
الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام یعنی حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہوگیا ہم تینہ ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ
بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح ہے کہ حوالہ کو قرض یا مانند اوسکے اور کسی دین کے ساتھہ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ و
المحتال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحتال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقید کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محتال علیہ
محیل کو اوسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین والوں کے ساتھہ برابر ہے اوسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مرگیا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا
دین محال بہ محیل کے سب ارباب دیون میں حصوں کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا مال ہے کہ اوسپر کسیکا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہیں ہوا
بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ خسرو وغیرہ بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا
ہے یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنے محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا مطالبہ کرسکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دیسکتا ہے اور محتال علیہ
محیل سے رجوع کرسکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اوسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی وفتح القدیر میں ہے کہ حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل طالب سے کہے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر
اور یہ نہ کہا کہ محال علیہ اوس مال سے ادا کرے جو میرا اوسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محال علیہ کے پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اوسکو طلب کرسکتا ہے
کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہیں ہوا اسواسطے کہ حوالہ اس سے متعلق واقع نہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ کے ذمہ پر ہے اور ذمہ میں کشایش اور گنجایش ہے
یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور تکملہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ اوس پر حوالہ کرے جسپر محیل کا دین ہے یا کہ
پاس اوسکا عین ہے انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریما لہ ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ
بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح
ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اوس شرط کو عقد بیع مقتضی نہیں اور اسمیں بائع کا فائدہ ہے کہ
جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت میں اکثر اوس
شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کی مانند ہوئی کذا فی الدرر ادی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فہو بالخیار ان شاء رجع علی
المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع ورد الاستحقاق ادا کیا محتال علیہ نے مال اوسکا حوالہ فاسدہ میں تو اوسکو اختیار ہے چاہے
اپنا مال محتال قابض سے پھیرے اور چاہے محیل سے پھیرے اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس مکان میں جہاں استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیۃ ہم استحقاق وارد ہو یعنی [illegible]

استحقاق رجوع ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محتال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال پھیر لے وفيها وَمِن صُوَرِ فَسَادِ الحَوالَةِ مَا لو شَرَطَ فِيهَا الإعطاءَ مِن ثَمَنِ دارِ المُحِيلِ مثلاً لِعَجزِهِ عن الوفاء بالملتزم نعم لو ابتاع جاز كما لو قبلها المحتال عليه بشرط الإعطاء من ثمن داره ولكن لا يجبر على البيع ولو باع يجبر على الأداء اور بزازیہ میں ہے کہ فساد حوالہ کی صورتون میں سے وہ صورت ہے جسمین مثلاً محتال بہ کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محتال علیہ کے اوسکے دینے سے جسکا التزام کیا ہان اگر محیل اپنے گھر کا بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اسطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے ولیکن محتال علیہ پر زبردستی نہوگی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادای محتال بہ پر زبردستی ہوگی ہم کہتے ہیں اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محتال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اوسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل بیع کے ہان اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی العطایا ملخصاً ولا یصح تأجیل عقدها فلو قال ضمنت بما لك علی فلان علی ان احیلك به علی فلان الی شهر انصرف التأجیل الی الدین لانه لا یصح تأجیل عقد الحوالة بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے اوس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ مین تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کر دونگا بعد مہینے کے تو یہہ تاجیل دین کے طرف منصرف ہوگی یعنی ضامن پر ادای دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں کذا فی البحر عن المحیط وكرهت السفتجة بضم السين وتفتح وفتح التاء اور مکروہ ہے سُفتَجَہ بضم سین وسکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شی محکم ہے چونکہ اس قرض مین سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہوگئی لہذا اسمی بسفتجہ ہوا وهی اقراض لسقوط خطر الطريق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہوجانے کے واسطے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ اپنا مال دوسرے کسی شہر مین ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تاکہ وہ اوسکے دوست یا وکیل کو مثلاً دوسری شہر مین دے تا اس طریقہ سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنے خطر راہ کا ساقط ہوگیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن ابو اسامہ کی مسند مین علی مرتضے رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فهو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند مین سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجة حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اوسکی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین ذکر کیا اور اس باب مین حسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کی مصنف مین عن خالد الاحمر عن حجاج عن عطا سے منقول ہے کانوا یکرهون کل قرض جر منفعة یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اوس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصاً حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہہ ہے کہ یہہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہہ شرط ہوئی کہ دوسری شہر مین دے تو یہہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان مین صحیح نہیں فكانه احال الخطر المتوقع على المستقرض فكان فی معنی الحوالة تو گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو بمعنی حوالہ ہوگیا ہم شارح نے یہہ وجہ مناسبت سفتجہ کی کتاب الحوالہ کے ساتھہ بیان کی باتباع امام کردری فتح القدیر اور نہر الفائق مین وجہہ مناسبت یون مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ دامی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ سے اسجہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اوس مال کا جو مستقرض پر ہے اپنے وارث یا دوست کے واسطے جو دوسری شہر مین ہے وقالوا اذا لم تكن المنفعة مشروطة ولا متعارفة فلا بأس به اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی مین منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اوسکا کچھہ مضایقہ نہین ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایک قول یہہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلقا ہے چنانچہ اس متن مین اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ مناط کراہت جر نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھہ مضایقہ نہین اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتاوی صغری اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہید مین اور بزازیہ کے باب الصرف مین بھی اسکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی مین واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا

یعنی ہنڈوی

اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کیطرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض سے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر یہ ہے
کہا کہ عدم شرط کے ساتھ یہ بوقت حلال ہے جب کہ اسکا بھیجنے دوسری شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہوا اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل ہوا کرتا ہے
ہوتا ہے یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہین انتہے طحطاوی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ عدم شرط کے قول پر حلت ہونیکا محل وہ ہے جب کہ
اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے انتہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کما فی النہر والبحر عن صرف البزازیۃ ولو ان المستقرض وھب
منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر مین بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض نے اسمین سے زائد کو ہبہ کر دیا تو جائز نہین
کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسمۃ ہے شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہے کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے مین
بلا شرط کچھ مضایقہ نہین اور اسیطرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن مین راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہین اور
اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین مین داخل نہوا اور بین الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو بھیجنے وائن کو مسلم نہین بلکہ اسکو پھیر دے اور ایک درم کو سو درم مین
بالاتفاق پھیر دے اور نصف درم مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضون نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض اسمین سے زائد کو ہبہ کرے تو جائز نہین کیونکہ
وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہی اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض ہے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے جو محتمل القسمۃ نہین ہے پھر مین
عارف سنان افندی کی تبیین المحارم مین دیکھا کہ اول تو انہون نے قاضی خان سے بزازیہ کی مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جسمین احتمال قسمت نہو تو جائز ہے یعنی ہبہ
مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بقبض دین الحوالۃ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کے طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنیکا تو صحیح نہین ہے اسواسطے
صحیح نہین کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے تا ابراء مؤبد حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضے نسخہ مین بجای عن المحتال علی المحتال ہے لہذا ان علی بمعنی عن ہے ق
لو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح ویطالب ایا شاء لان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح
ہے اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہے کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءۃ اصیل
حوالہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہا عن الثانی لو غاب المحال علیہ فجاء المحال وادعی جحودہ المال لم یصدق وان برھن لان المشھود علیہ غائب
فلو حاضرا وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ وجعل جحودہ فسخا اور خانیہ مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے
انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہو گی اگرچہ اس دعوے کو بشہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنے محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور
وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہون عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ھم تو اس صورت مین محیل پر دین عود کریگا
کیونکہ براءت محیل مشروط بسلامت حق محتال ہے اور یہہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہے جو سابق مین مذکور ہو چکا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کالاب او الوصی اذا احتال
بمال الیتیم فان کان الثانی خیرا للیتیم بان کان الثانی املأ صح سراجیہ والا لم یجز کما فی مضاربۃ الجوہرۃ قلت ومفادہ عدم الجواز لو تساویا او
تقاربا وبہ جزم فی الخانیۃ والوجہ لہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود ما شرعت للفائدۃ انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ قبول کرے
تو اگر یہ یتیم کے حق مین بہتر ہو اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنے محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہے کذا فی السراجیۃ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا
جائز نہین چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربۃ مین ہے مین کہتا ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونون شخص محیل اور محال علیہ متساوی ہون مالداری
اور ادای دین مین یا دونون متقارب ہون اور اسیکا یقین کیا ہے خانیہ مین اور دلیل بھی اسیکی مقتضی ہے اسواسطے کہ درصورت تساوی یا تقارب حوالہ
قبول کرنا اوس چیز کا اشتغال ہے جو مفید نہین اور مشروعیت عقود نہین مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالی اعلم ھم مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ شہر سے
اسیطرح غائب ہو گیا کہ اوسکا مکان معلوم نہین بسبب اوسکی عسرت اور عاجزی کے سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے پھر لے تو اوسکو رجوع بالدین محیل پر جائز
نہین جب تک محتال علیہ کی موت ثابت نکرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب القضاء

کتاب القضاء یہہ کتاب ہے مسائل
قضا یعنے جھگڑا فیصل کرنے مین لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبھا بما یقطعھا ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات مین واقع

ہوتے ہین تو مصنف دیون اور بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو اونکی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہی دیون سے مراد دیونے
ہین جنمین کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہے ہو بالمدّ و یقصر لغۃ الحکم قضا بالف ممدودہ ہے اور بالف مقصورہ بھی آیا ہی لغت مین بمعنی حکم ہے ہر چند قضا
لغت مین بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و اداء و انہاء و صنع و منع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اختصار کیا تا معنے لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت
ظاہر ہو جائے و شرعا فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع مین قضا عبارت ہی فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہم یعنی
وہ فیصلہ جو خصومات مین واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فصل راجح بمعنے قطع ہی تو تعریف مین عطف تفسیری ہوا اور
بہتر یہہ تہا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امیر اور محکّم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی و قیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات
اور بعضون نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ مین مصرح ہی ہم از انجملہ بدائع مین تعریف یون مذکور ہی کہ قضا عبارت ہی حکم بین
الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات مین ثابت ہی خواہ حکم قطعی ہو اسطرح پر کہ اوس پر دلیل قطعی ہو یعنے نص مفسر کتاب یا سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع
سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبۂ ظن کے موجب ہو کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس اون مسائل اجتہادیہ مین ہی جسمین اختلاف
فقہا ہے یا جنمین سلف سے روایت نہین تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہو تو وہ جائز نہین کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہے اور اسطرح موضع اختلاف
مین وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہے تو جائز نہین کیونکہ حق اون سے متجاوز نہین اور یہہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور مقلد قاضی یعنی مثلاً
حنفی یا شافعی پر تو یہہ واجب ہی کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کر نہین معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق
حکم کر گیا جان کر تو اوسکا حکم جاری نہوگا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اوسکو ابطال حکم مناسب ہی اور بعضی روایات مین اوسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز
ہی برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر و ارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ ؎ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ست یلوح بعدہا التحقیق
حکم و محکوم بہ و لہ و محکوم علیہ و حاکم و طریق + اور ارکان قضا کے چہہ ہین چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول مین نظم کئے ہین یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے
چہہ ہین جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ۱ حکم ہے ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ہم ابن الغرس لعین معجمہ فواکہ بدریہ کا مصنف ہی اور
اطراف سے مراد ارکان ہین اور قضیہ عبارت ہی حادثہ سے جسکو عرف مین مقدمہ کہتے ہین حکم دو قسم ہے قولی اور فعلی حکم قولی یہہ کہ قاضی کہے کہ مینے تجہپر حکم کیا یا لازم کیا
یا تجہپر قضا مینے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہو گیا یا مین جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتہ بیچا
تو جائز نہین کیونکہ قاضی کی یہہ حکم ہے اوسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہین ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اوسکی شرط یہہ ہی کہ معلوم ہو اور
محکوم لہ یعنی مدعی اوسکی شرط یہہ ہی کہ دعوی اوسکا صحیح ہو اور مدعی اونمین ہو جنکی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ مین یہہ شرط
ہی کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور حاکم یعنے قاضی کی نو شرطین ہین اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت
رہنا ۹ حکم دینے کیواسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کیواسطے اور مرد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہین اور طریق عبارت ہی بینہ یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی
ملخصا و اہلہ اہل الشہادۃ ای اداءہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا کی وہ ہی جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادای شہادت علی
المسلمین کے لائق ہی کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم ادای شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیت اور کفر کی حالت مین صحیح ہی نہ ادای شہادت
اور مراد ماتن یہہ ہی کہ قضا اور شہادت دونون کا مرجع ایک چیز کی طرف ہی یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا نہ اندہا نہ محدود فی القذف نہ بہرا گونگا ہونا اور چونکہ
اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تہے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اطروش یعنے جو شور کی آواز سنے تو قول اصح یہہ
ہی کہ اوسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر و یرد علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اہل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور ماتن کے کلام
پر یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہی تا وہ ذمیون مین حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب
التحکیم مین ذکر کیا ہی ہم خلاصۂ اعتراض یہہ ہی کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہین رکہتا مگر اوسکا قاضی ہونا ذمیون پر صحیح ہی تو کلیہ مذکورہ صادق

نرہا یہہ اعتراض ہے صاحب نہر کا جواب اعتراض یہہ ہی کہ یہہ قاضی خاص کی تعریف ہی یعنی قاضی مسلم کی اور یہہ خود ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی بھی
ہی تو ذمی پر اوسکی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی وشرطہا اہلیتہا شرط اہلیتہ فان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ
علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہی
اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونون باب ولایت سے ہین اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر ملزم ہے اور قضا خاصم پر ملزم ہے
اسی واسطے کہا گیا ہی کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہی کذا صرح ابن الکمال ہم جلبی نے کہا کہ ماتن کا یہہ قول مکرر ہوگیا اوسکے قول سابق کے ساتھہ طحطاوی
نے کہا تکرار کا فائدہ یہہ ہے کہ قول آیندہ یعنے والفاسق اسکے اوسپر مترتب ہو والفاسق اہل لہا فیکون اہلہ لکنہ لا یقلد وجوبا ویاثم مقلدہ
کقابل شہادتہ بہ یفتی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہی کہ فاسق کو قاضی نکیجے اور اوسکا قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہی
جیسے اوسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسیکا فتوی ہے ہم مغرب مین ہی کہ لغت مین فسق خروج من الاستقامۃ کو کہتے ہین اور شرع مین ارتکاب
کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نچاہئے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین مین امانت داری کے لائق نہین
اوسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قولہ مفتی بہ کے مقابل وہ قول ہے جو بعضون نے کہا کہ بہتر یہہ ہی کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو
جائز ہی اور وہ قول ہی کہ قضاء فاسق صحیح نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے
خصوصا اس زمانہ مین نہر الفائق مین کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجئے تو قضا کا دروازہ بند ہوجاے خاصکر ہمارے زمانے مین لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی
صحیح ہی چنانچہ خلاصہ مین ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدیۃ بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ
فلیحفظ درر اور قاعدیہ مین قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہی جب کہ قاضی کے گمان مین فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہوجاے تو اسکو یاد کرنا چاہئے
کذا فی الملتقی یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہو یا صدق اور کذب گمان مین دونون برابر ہون تو اسکو قبول نکرے یعنے اصلا قبول کرنا صحیح نہین واستثنی الثانی
الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیہ قال فی النہر وعلیہ فلا یاثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق
بینہما انتہی قلت سیجیء تضعیفہ فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کرلیا ہے کیونکہ اوسکی شہادت قبول کرنا واجب ہی
کذا فی البزازیہ نہر الفائق مین کہا تو موجب اس قول کے اوسکے قاضی کرنے مین بھی گنہگار نہوگا جب کہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہہ کہ ابو یوسف قبول شہادت
اور قضا کی تقلید مین فرق کرتے ہون انتہی علائی نے الہر مین کہا مین کہتا ہون تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اوسکے طرف رجوع کرو کتاب الشہادۃ مین فتح القدیر سے مذکور
ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہین کیونکہ یہہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا
فی وجود العدالۃ ظاہرا ورد الامر بتقدیم الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین ہی کہ ہرگاہ ظاہرا تساوی واقع ہوئی
ہمارے زمانہ کے قاضیون مین وجود عدالت مین تو امر سلطانی وارد ہوا اوسکی تقدیم کا جو افضل یعنے زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت مین ہم کہتے مفتی ممدوح کے
زمانے مین تہا اور اب تو عدم عدالت مین تساوی موجود ہی تو اب اسکو مقدم کیجئے معروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہین جو مفتی موصوف کے زمانہ مین سلطان کے روبرو
معروض ہوئے اور اونسے جواب مین امر کیا کذا فی الطحطاوی والعدو لا تقبل شہادتہ علی عدوہ اذا کانت دنیویۃ ولو قضی القاضی بہا لا ینفذ ذکرہ
یعقوب باشا فلا یصح قضاؤہ علیہ لما تقرر ان اہلہ اہل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن
عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہین اوسکے دشمن پر جب کہ دونون مین دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اوسکا
حکم نافذ نہین یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہین اسواسطے کہ ثابت ہوچکا کہ اہل قضا وہ ہی جو اہل ہے شہادت کا مصنف نے
اپنی شرح مین کہا اسیکا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے قال وکذا سجل العدو لا یقبل علی عدوہ کہا مفتی امین الدین نے
اور اسیطرح سجل عدو کا مقبول نہین اوسکے عدو پر ہم سجل عدو سے مراد قاضی کا مکتوب ہی دوسرے قاضی کیطرف قاضی کاتب کے دشمن کے مقدمہ مین اور سجل سے وثیقہ موثوقہ

مراد نہیں کیونکہ خطا پر عمل کرنا ہمارے مذہب مین نہیں مجھکو اس عبارت کا مطلب بھی ظاہر ہوا اور ضمیر قال راجع ہے مفتی مذکور کے طرف کیونکہ یہہ عبارت مصنف کی
شرح مین موجود نہیں کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن شرح الوهبانیة انه لم یر نقلها عندنا و ینبغی النفاذ لو القاضی عدلا پھر مصنف نے اپنی شرح مین
علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے یہہ نقل کیا کہ دشمن پر قضاء قاضی کے مسئلے کی نقل نظر نہیں پڑی ہمارے نزدیک اور نفاذ قضا لائق ہے اگر قاضی عادل ہو و
قال ابن وهبان بحثا ان بعلمه لم یجز وان بشهادة العدل بحضر من الناس جاز انتهی اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا
کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہو تو لینے بموجب اوسکی دانست کے تو جائز نہیں اور اگر بشہادت عدول ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہو انتہی کلامہ قلت
واعتمده القاضی محب الدین فی منظومته فقال ۔ ولو علی عدوه قاض حکم + ان کان عدلا ینفذ ذاک وابرم + واختار بعض العلماء وفصلا
ان کان بالعلم قضی لن یقبلا + وان یکن بمحضر من الملا + و بشهادة العدول قبلا + مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ
مین سو یون کہا اور اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا اگر قاضی عادل ہے تو یہہ حکم صحیح ہے اور مبرم اور بعضے علما نے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی
نے اپنی دانست پر حکم دیا تو مقبول نہوگا ہرگز اور اگر قضا جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہو قلت لکن نقل فی البحر والعینی والرملی
والمصنف وغیرهم عند مسئلة التقلید من الجائر عن الناصحی فی تهذیب ادب القاضی للخصاف ان من لم تجز شهادته لم یجز قضاءه
ومن لم یجز قضاءه لا یعتمد علی کتابه انتهی و هو صریح او کالصریح فیما اعتمده المصنف کما لا یخفی فلیعتمد وبه افتی محقق الشافعیة الرملی
وبین خطه نقلت انه لو قضی علیه ثم اثبت عداوته بطل قضاءه فلیحفظ مین کہتا ہون بحر الرائق اور عینی اور رملی اور مصنف وغیرہم نے
سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلہ کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی مین ناصحی سے یہہ نقل کیا ہے کہ جسکی شہادت جائز نہین اوسکی قضا جائز نہیں اور جسکی قضا جائز نہیں اوسکے
مکتوب پر اعتماد نہیں انتہے کلام الناصحی اور یہہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اوس قول مین جسپر مصنف نے متن مین اعتماد کیا چنانچہ یہہ پوشیدہ نہیں تو اسی پر
اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتوی دیا ہے رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے مین نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اوسنے قاضی کی عداوت ثابت کردی
تو اوسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکہنا چاہیے وفی شرح الوهبانیة للشرنبلالی ثم انما تثبت العداوة بنحو قذف وجرح وقتل ولی لا بمخاصمة
نعم هی تمنع الشهادة فیما وقعت فیه المخاصمة کشهادة وکیل فیما وکل فیه و وصی وشریک اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے پھر عداوت
تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت سے ہان مخاصمت مانع شہادت ہے اوس مقدمہ مین جسمین مخاصمت واقع ہوگئی جیسے
شہادت وکیل کی اوس مقدمہ مین جسمین وہ وکیل ٹہیرا اور جیسے شہادت وصی اور شریک کی ہم یعنے وصی کی گواہی اوس امر مین مقبول نہیں جسکی اوسکو وصیت ہوئی
اور نہ شریک کی مال شرکت مین کذا فی الطحطاوی والفاسق لا یصلح مفتیا لان الفتوی من امور الدین والفاسق لا یقبل قوله فی الدیانات ابن
ملک زاد العینی واختاره کثیر من المتاخرین وجزم به صاحب المجمع فی متنه وله فی شرحه عبارات بلیغة وهو قول الائمة الثلثة ایضا
اور فاسق صلاحیت نہیں رکہتا مفتی ہونیکی یعنے امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول
نہیں ہوتا کذا شرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کہا اور اسکو بہت متاخرین فقہا نے اختیار کیا ہے اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہے
اور عینی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ ہین اور یہی ائمہ ثلثہ کا بہی قول ہے وظاهر ما فی التحریر انه لا یحل استفتاءه اتفاقا کما بسطه المصنف اور
جو تحریر مین ہے اوسکا ظاہر مطلب یہہ ہے کہ فاسق سے فتوے لینا اور مسئلہ پوچہنا بالاتفاق حلال نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین مشرح بیان کیا ہے و
قیل نعم یصلح وبه جزم فی الکنز لانه یجتهد حذار نسبة الخطاء اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکہتا ہے اور اسی قول پر
کنز مین یقین کیا ہے اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہے نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی اوسکو خاطی نکہے
طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح حذر نسبة الخطا کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنی احذر ہے یعنے بمعنے امر کذا فی القاموس ولا خلاف فی اشتراط اسلامه
وعقله وشرط بعضهم تیقظه لا حریته وذکورته ونطقه فیصح افتاء الاخرس لا قضاءه اور علما مین خلاف نہیں مفتی کے اسلام اور عقل

شرط ہونے مین اور بعضون نے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہے نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اوسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہی نہ اوسکی قضا م گونگے کا فتوی دینا اوسوقت صحیح ہے جب کہ اوسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مثل ناطق ہے اگر کہا جاوے کہ یہہ چیز کیا جائز ہے پہر وہ سر ہلا دے یعنی ہان کہدے تو اوسکے اشارہ پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی النہر **فائدہ جلیلہ** فتاوی عالمگیری مین ہے سزاوار یہہ ہی کہ مفتی خوش خو با مروت سیر زادہ اور نقیۃ النفس سلیم القلب حسن المعرفت ہو اور صحیح یہہ ہے کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہی اوس شخص کا جو اوسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہی کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اوسکو جو لیاقت نہین رکھتا اور شرائط فتوے سے یہہ ہی کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکھے اغنیا اور عوام سلطان اور امرا کے طرف میلان نکرے بلکہ پہلے اوسکا جواب لکھے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہہ ہی کہ کاغذ استفتا کو محترم رکھے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑہے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جاوے پہر جواب لکھے اور یہہ شرط ہے کہ کاغذ کو پہینک نہ دے جیسے کہ بعض لوگون کی عادت ہی کیونکہ اوسمین اللہ تعالے کا نام ہے اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جواب تحریر کر چکے تو لائق یہہ ہے کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکھے اور واجب ہی کہ مفتی حلیم رزین نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوی کے واسطے امتحان کرے اور اگر فتوے دینے مین چوک جاوے تو رجوع کرے اور اس سے شرماوے نہ ننگ کرے اور یہہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے اور اوسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرے اور واجب نہین افتا اوس امر مین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہے اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوے نہ دے اوس حالت مین جبکہ اوسکے مزاج متغیر ہون اور بہتر یہہ ہی کہ بلا اجرت فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہے باوجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اوسکے واسطے کچہہ روزی مقرر کر دین تو جائز ہے اور حاکم پر لازم ہی کہ مدرس اور مفتی کو عطا بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہے بولچال مین تو متعلقات لفظ سے اہل شہر کو فتوی دینا اوس مفتی کو جائز نہین جو اونکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہے اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب اون سے کوئی مسئلہ پوچہا تو پوشاک پہن عمامہ باندہکر بیٹہتے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی منقول ہے محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہی فرمایا کہ جب اوسکا صواب اکثر ہو اوسکی خطا سے انتہے بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہہ ہی کہ اوسکے جواب کے بعد واللہ الموفق یا بعد التوفیق لکہے کذا فی النہر **ویکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت والزمت بعد دعوی صحیحۃ م** اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیحہ کے یعنی قاضی مین بلفظ صیغہ حکم بعد دعوی لازم ہی تو یہہ گونگے کے اشارہ کر دینے سے نہین ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا **واما الاطرش وہو من یسمع الصوت القوی فالاصح صحتہ بخلاف الاصم** اور اطرش یعنے جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اوس بہرے کے جو مطلق نہین سنتا **ویفتی القاضی ولو فی مجلس القضاء وہو الصحیح درر من لم یخاصم الیہ ظہیریۃ وسیتضح** اور فتوی دے قاضی اوسکو جو اوسکے پاس فیصلہ کرانے نہین آیا کذا فی الظہیریۃ اور آگے یہہ مسئلہ واضح ہوگا فتوی دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ اثنا مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا لمنح اور خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی المنح و

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقا یعنے خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہون یا نہون ہم جامع الفصولین مین ہے اور اگر ایک مسئلہ مین ہمارے اصحاب مختلف ہون تو اگر ابو حنیفہ کے ساتھ صاحبین مین سے کوئی ہو تو دونون کے قول لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے انہین اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف اونکا بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو بیان صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت مین بہی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اس پر متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا مین بعضون نے کہا کہ مجتہد مخیر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضون نے کہا کہ بیان ابی حنیفہ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی **ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وہو الاصح منیہ وسراجیہ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ** پہر ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پہر

ف یعنی کوئی ایسی باتین مقرر ہین

بعد محمد کا قول لے پہر اونکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المنیہ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق سے طرح ہو کہ پہر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو خبردار ہو یعنے مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق مین اور منیہ اور سراجیہ مین زفر او حسن بن زیاد ہم تر بین حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتویٰ دے اور یہہ جائز نہین کہ ایک مقدمہ مین دونون قولون کا فتویٰ دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیون سے ایسا ہی واقع ہوا و صحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور حاوی قدسی مین اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر م تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح راء مصدر میمی بمعنی ادراک یعنے دو مختلف قولون مین قوت ادراک معتبر ہی اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کے طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول یعنے منیہ اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہین کرسکتا علاوہ اسکے کہ ہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اوسکے برخلاف ہوتا ہے یا بسبب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جسپر یہ شخص مطلع نہین بحرالرائق مین کہا کہ تصحیح حاوی قدسی اسصورت مین ہی جب کہ امام ایک جانب مین ہو اور صاحبان دوسری جانب مین صاحب بحرالرائق نے کہا اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہین امام کے مین کہتا ہون کہ یہہ شبہہ مجہپر مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب مین نے نہین دیکہا مگر جواب مین سمجہا ہون اونکے کلام سے وہ یہہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا کہ کسیکو فتویٰ دینا ہمارے قول کا حلال نہین جب تک یہہ نجانے کہ ہمنے کہان سے کہا ہی اور سراجیہ مین نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تہے تو اوسکا یہی سبب تہا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تہے کیونکہ امام کی دلیل اونکو معلوم ہوتی تھی اور اونپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اوسکے موافق فتویٰ دیتے تہے سو مین کہتا ہون کہ یہہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے مین تہی یعنی اسواسطے کہ اونکو رتبۂ اجتہاد حاصل تہا اور ہمارے زمانہ مین تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ مین ہی تو اب فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہی اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہان سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی حاوی مین تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہی تو نتیجہ یہہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنے مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتویٰ دیا ہو کیونکہ اونہون نے برخلاف قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے اونکے حق مین یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر لازم افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ اونکی دلیل نجانین انتہے مضمون البحر کذا فی الطحطاوی ولا یخیر اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد متی خالف معتمد مذہبہ لا ینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب در مختار اور قاضی مختار نہین اخذ مذاہب مین جب کہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اوسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے فتویٰ کیواسطے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہی اپنے فتاویٰ مین اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول مین قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کرچکے ہین اور آگے بھی مذکور ہوگا وفی القہستانی وغیرہ اعلم ان کل موضع قالوا الرأی فیہ للقاضی فالمراد قاض لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ مین ہی معلوم کرکہ جس مقام مین علمانے کہا کہ اسمین قاضی کی رای ہے تو وہان وہ قاضی مراد ہی جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ مین ہی کہ مجتہد فیہ یعنی جسمین اختلاف مجتہدین ہو اسمین تو نفوذ حکم قاضی فقط جبہی ہے جب کہ قاضی کو یہہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہی اور اگر یہہ معلوم نہو تو حکم اوسکا نافذ نہین ہم یہہ حکم ہی قاضی مجتہد کا اسواسطے کہ ابہی معلوم ہوچکا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب واجب ہی غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہو یا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اوسکا حکم مخالف نہوجائے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما بعد ان یکون اورعہما سراجیہ اور جب کہ دو مفتی ایک مقدمہ کے جواب مین مختلف ہون تو فقیہ تر کا قول لے بعد متقی تر ہونیکے کذا فی السراجیہ یعنی جو دونون مین زیادہ تر فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اوسکے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا رأی لہ فیہ شاور العلماء ونظر احسن اقاویلہم وقضی بما رآہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون

غیرہ ۱ توق فی الفقہ وجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رأیہ برأیہ او ملتقط مین ہو اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اوسکی رای اوسمین نہو یعنی اوسکا اجتہاد کسی شق پر واقع نہو تو علما سے مشورہ سے اور اونکے اقوال مین سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹہیک اور حق جانے اوسپر حکم کرے نہ اوس قول پر کہ اوسکے سوا ہو مگر اس صورت مین جب کہ غیر قاضی فقیہ اور وجوہ اجتہاد مین قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اقوی کے جائز ہے اور یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اطراف و جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ مین اور اگر قاضی مجتہد نہین تو در صورت اختلاف جو اوسکے نزدیک افقہ اور اورع ہو اوسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہے ثم قال و ان لم یکن مجتہدًا فعلیہ تقلیدہم و اتباع رأیہم فاذا قضی بخلافہ لا ینفذ حکمہ پہر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اوسپر تقلید اصحاب مذہب اور اونکی رای کا اتباع واجب ہے تو اگر برخلاف اوسکے حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا ہم کہتے ہیں کہ در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور در صورت اختلاف قول حنفیہ کا اتباع لازم ہے کذا فی الحطاوی المصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ و فی روایۃ النوادر لا فینفذ فی القری و فی عقار لا فی ولایتہ علی الصحیح خلاصہ و بہ یفتی بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونیکی شرط ہے ظاہر الروایۃ مین اور روایۃ النوادر مین شہر کا ہونا شرط نہین تو حکم اوسکا جاری ہوگا دیہات مین اور اوس زمین مین جو اوس قاضی کی حکومت مین واقع نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصہ اور اسی قول غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اخذ القضاء برشوۃ لسلطان او لقومہ وہو عالم بہا او بشفاعۃ جامع الفصولین و فتاوی ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ بعلمہ غیر بلانیۃ و حکم لا ینفذ حکمہ قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اوسکی قوم کو رشوت دیکر اور حال آنکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہو یا سفارش کرا کے قضا لی کذا فی جامع الفصولین و فتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اوسکے عملہ و کارکنان نے قاضی کی دانست مین اور حکم کیا تو اوسکا حکم نافذ نہین ہم جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اوسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہین حدیث مین راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت وارد ہے راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رائش وہ جو دونون مین متوسط ہو جسکے ہاتھ رشوت حاصل ہو لی بہتیری نے کہا کہ اس زمانہ کے قاضیون کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیئے نصرمن عسکر قاضیون کو طرفہ ماجرا ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت دیکر قضا لیتا ہے اگر اوسکو ملامت کیجئے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہین تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتھ مین نہ پڑے اور حق تعالے پر کوئی چیز مخفی نہین سراج وہاج مین ینابیع سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگون مین حکم کرے پہر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس اوسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اوسکو لائق ہے کہ اوسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ مین ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم مین بحر الرائق مین ہے کہ اگر قاضی کے عملہ مین سے لوگ رشوت لینگے قاضی کی نادانستگی مین تو اوس صورت مین قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہہ جو مصنف نے ختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہین ہوتا یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق مین فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہہ ہے کہ جس مقدمہ مین رشوت لی اوسمین حکم نافذ نہین اور اوسکے سوا اور مقدمات مین نافذ ہے اور یہہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ دونون مین حکم نافذ نہین اور تیسرا قول یہہ ہے کہ دونون مین نافذ ہے اور یہہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر مین اسیکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق موجب عزل نہین تو ولایت اوسکی قایم ہے واللہ تعالے اعلم کذا فی الطحطاوی تتمہ رشوت بضم و فتح و کسر اول مراد فہ جعل ہے بعضون نے کہا کہ رشوت وہ ہے جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہے جسمین اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ ہے جو آخذ اور معطی یعنے دینے والے اور لینے والے دونون پر حرام ہے مثلاً تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہہ بہی آخذ اور معطی دونون پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اوسکا امر درست کر دے یعنے اوسکا کام بنا دے سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت یہہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اوسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کیونکہ یہہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونیکا حیلہ لینے والے کے واسطے یہہ ہے کہ آخذ کو ایکدن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکہلے کہ یہہ اجارہ صحیح ہے

تقسیم رشوت و احکام آن

تو اوسکے منافع مملوک ہو جائینگے پہر اوسکو سلطان کے پاس فلانے کام کیواسطے بہیجے اور حوادث فتویٰ سے یہہ ہے کہ اوس باشانے اپنی ذات کا اجارہ کیا تہا بعضے امراسے ہو اسطے کہ فلانے شہر مین اوسپر سے دفع ظلم کیا کرے پہر اوس باشا مرگیا تو یہہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو مین نے اس استفتا کا جواب یون دیا کہ یہہ اجارہ صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ اجارہ ہتا اوس طاعت پر جو اوسپر واجب متعین تہی یعنی وہ شخص ناظم ملک تہا اور ناظم پر محافظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو دونون جانب سے حلال ہے صرف محبت کے واسطے دوسری قسم وہ جو جانبین کو حرام ہے یعنے ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کے واسطے تیسری قسم یہہ کہ لینے والیکے طرف سے حرام ہو نہ دینے والیکے طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا اور حیلہ اوسکا یہہ ہے کہ اوسسے اجارہ کرلے تین دن کا کام کرنیکے واسطے پہر وہ اوس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اوسپر جائز ہوا ہے اور بلاشک اس فعل کا اوسکو یعنے اوس باشا کو اجارہ کرنا جائز نہین چنانچہ تو معلوم کرچکا یعنے دفع ظلم ناظم پر واجب ہے تو جائے کہ اوسکا اجارہ جائز ہو چوتہی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کیواسطے دے یعنے ظالم مدفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ مین اسی قسم رابع سے اسکو ٹہیرایا ہے جسکو شاعر لیتا ہے کذا فی النہر فتاوی عالمگیری مین ہے اور رشوت کی ایک قسم یہہ ہے کہ ایک مرد دوسریکو کچہہ مال بطریق ہدیہ دے تا اوسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اور اوسکی حاجت کا معین ہو اور یہہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہہ کہ حاجت اوسکی حرام ہو تو اس وجہ مین دینے والیکو دینا اور لینے والیکو لینا حلال نہین وجہ ثانی یہہ کہ حاجت اوسکی مباح ہو اوسکی بہی دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ کہ شرط کرے کہ ہدیہ اسواسطے دیتا ہے تا اوسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت مین لینے والیکو لینا حلال نہین اور اسمین اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہین بعضون نے کہا کہ حلال نہین اور بعضون نے کہا حلال ہے اور حلت عطا اور اخذ کا یہہ حیلہ ہے سب کے نزدیک کہ اہل مقدمہ اوسکی ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرلے تا وہ اوسکا کام کرے بعوض اوس مال کے جو اوسکو دیا چاہتا تہا تو یہہ اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجر ہوگا پہر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اوس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہائے کہا کہ یہہ حیلہ اوسوقت صحیح ہے جب کہ وہ کام جسکے واسطے اوسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جسپر استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہوگی تو اجارہ صحیح نہین اور بعضے کو اعطا بدون اس حیلہ کے حلال ہے یا نہین اسمین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک حلال نہین اور بعضون کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنے حلت عطا کا قول اصح ہے یہہ اوسوقت ہے جب کہ اوسنے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والیکو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط مین کہا کہ یہی قول اصح ہے دوسری صورت یہہ ہے کہ درستی مقدمہ کو صریحاً شرط نکرے لیکن مطلب اوسکا ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اوسکی اعانت کرے اس صورت مین اختلاف مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہہ قول ہے کہ یہہ مکروہ نہین یہہ اوسوقت ہے جب کہ قبل اس مقدمہ کے دونون مین مہادات نہو یعنے باہم ہدیہ دینے لینے کی عادت نہو اور اگر دونون مین مہادات کی عادت ہو قبل اسکے لسبب دوستی یا قرابت کے پہر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تہا پہر وہ اوسکا مقدمہ درست کردے تو یہہ خوب بات ہے کیونکہ یہہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر مین ہے کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو ولیکن بالیقین معلوم ہے کہ اسواسطے ہدیہ لایا ہے کہ اوسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اسپر ہین کہ اسکا کچہہ مضائقہ نہین اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کردے پہر بعد اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اسمین کچہہ مضائقہ نہین اور عبداللہ بن مسعود سے جو اسمین کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی ہے انتہی قوله کما لو جعل لمولیه مبلغا فی کل شهر یاخذه منه ویفوض الیه قضاء ناحیته فتاوی المصنف لکن فی الفتح من قلد بواسطة الشفعاء کمن قلد احتسابا ومثله فی البزازیة بزیادة وان لم یحل الطلب بالشفعاء اور یہی عدم نفاذ حکم مین کی یہہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کی دینے والیکو کچہہ روپیہ دیوے کہ ہر مہینے مین تم مجہسے لیلیا کرو اور کسی پرگنہ کی قضا میرے حوالہ کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر مین ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ مثل اوسکے مانند ہے جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ مین ہے اتنی زیادتی کے ساتہہ اگرچہ طلب قضا سفارشیون کے واسطہ سے حلال نہین ہے یہہ مستدرک ہے جامع الفصولین کا جو قبل اس قول کے مذکور ہوچکا ولو کان عدلا ففسق بالخذها او بغیرها وهو الاصح المعتمد استحق العزل وبه

وقیل یَنعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک اور اگر قاضی عادل تھا پھر فاسق ہو جاوے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو وہ معزول نہ ہوگا بنا بر وجوب کے تھنے سلطان پر اوسکا معزول کرنا واجب ہو کذا فی البزازیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے بدون معزول کرنیکے اور اسی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال وابن الملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو ہو لسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے عادل وہ ہے جو احکام شرع بجالاوے اور اوسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہہ کہ حکم اوسکے سے باہر ہو جاوے گناہ کبیرہ کرکے چنانچہ استماع غنا و رقص واخذ رشوت وغیر ذلک فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اوسکا بیٹا یا کوئی اور قرابت دار جسکی گواہی اوسکے حق مین درست نہین بشرطیکہ قاضی اوسکے رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر فھو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ فی البحر اور خلاصہ مین نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جاوے پھر صالح اور متقی ہو جاوے توبہ اور اسلام سے یا اوسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اوسنے اپنے فسق وغیرہ مین حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بحر الرائق مین اعتماد کیا ہے یہہ قول مبنی ہے اوس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہین ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے وہ اوسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اوسکی معزولی کا قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانھا مبنیۃ علی القھر والغلبۃ اور فتح القدیر مین ہے کہ امارت اور سلطنت مین فقہا کا اتفاق ہے عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بنای امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لکن فی اوّل دعوی الخانیۃ ان الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی مین ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے ہم بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہو کہ حاکم جب فاسق ہو جاوے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہی معزول نہین ہوتا تو یہہ مستدرک ہی عدم عزل والی کے اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفھمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہہ ہو کہ قاضی موثوق بہ اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین ہم عفاف یعنی پاکدامنی عبارت ہو محرمات اور خوارم مروت سے باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہی اوس قوت سے جو مدرک کلیات ہی یعنی قاضی کامل العقل چاہئیے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہین خصاف نے کہا کہ اہل صلاح وہ ہی جو مستور رہو نہ پردہ ورنہ صاحب تہمت مستقیم الطریقہ سلیم الناحیہ کامن الاذی قلیل السہو ہو نہ شارب نبیذ نہ سبابہ جال نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور فہم بعضون کے نزدیک وہ قوت ہو جس سے نفس الناطقہ کہتا تدابیر اور معانی کیواسطے مستعد ہو جاتا ہی اور سنت عبارت ہی حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہین اور وجوہ فقہ سے وہ طرق مراد ہین جن سے فقہ مستنبط ہوتی ہے اور وہ اصول جن پر بنای فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ مستحبات کی شرط ہین والاجتہاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہی بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم لعینے وجود اجتہاد ہر زمانے مین متعذر ہی اور قضا کی طرف ہر زمانہ مین حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہین دریافت کرنا چاہئیے کہ اجتہاد لغت مین عبارت ہی بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے اور اصطلاح مین اجتہاد عبارت ہے فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح مین کہا بذل طاقت سے مراد یہہ ہی کہ ایسی کوشش کرے کہ اوس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جاوے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنے شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا جاننا ہونا اور یہہ شرائط تو مجتہد مطلق کے حق مین ہین جو جمیع احکام شرعیہ مین فتوی دیتا ہو اور جو ایک حکم خاص مین مجتہد ہو نہ دوسرے حکم مین تو اس پر معرفت اوسیقدر کی لازم ہی جو اس حکم خاص سے متعلق ہے مثلا حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر متوقف نہین اور یہان اجتہاد سے اول مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عند الاکثر فیصح تولیۃ العامی ابن کمال ویحکم بفتوی غیرہ علاوہ بران خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت مین جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور حکم کرے

ساله طریقہ تھیسہ اقامۃ درست برای ... ساله بعضے فقیہ ... [illegible]

قاضی جاہل غیر شخص کے فتوی سے حکم دے اسواسطے کہ مقصود قضا سے حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہو سکتا ہو غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب فواکہ بدریہ
کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ نا قابل علم اور فہم غیر درست ہے اور کمتر مرتبہ یہہ ہو کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام
شرعیہ کا کتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور عادی اور رجوع میں کیفیت اتیان اور رضامندی سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی
ایمان البزازیۃ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالفتوی ایضاً فلا بد من کون الحاکم فی
الدماء والفروج عالماً دیناً کالکبریت الاحمر وابن الکبریت الاحمر وابن العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی
ظاہر پر حکم کرتا ہے یہہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہیں تو دماء اور فروج میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہے اور
اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہو کبریت احمر اور کہاں علم انتہی کلام البزازی حموی کہتے ہیں جب یہہ ثابت ہوا کہ بنای فتوی دیانت پر ہے یعنی
فیما بینہ وبین اللہ اور بنای قضا ظاہر لفظ پر ہے اور جسپر قرائن دلالت کریں تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی ہر مقدمہ میں متصور نہیں
اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانت ہو دماء اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونوں میں خونریزی اور اختلاف انساب سے ضرر زائد ہو حموی نے
کہا بعض نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ افتا سے وہ مراد ہے جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو
تو وہ اسمین کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے نہ ہر مسئلہ میں و مثلہ فیما ذکر المفتی اور قاضی کی مانند اوصاف مذکورہ
مین مفتی سے یعنی مفتی کا بھی موثق بہ ہونا ضرور اور وہی عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں وہو عند الاصولیین المجتہد
اما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفت وفتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیون کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے
اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر میں شرح بیان کیا ہے ہم فتح
القدیر میں ہے رای اصولیین اسپر مستقر ہوگئی ہے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور جب اوس سے کوئی سوال کرے
تو اوسپر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلاً امام ابوحنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علماء موجودین کا فتوی درحقیقت فتوی نہیں بلکہ
وہ کلام مفتی کی نقل ہے اور اسکے نقل کرنیکے دو طریقے ہیں یا یہہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روات معتمدین اسکو پہنچا
یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند اونکے تصانیف مشہورہ معتمدہ مجتہدین سے کیونکہ
کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھہ ذکر کیا ہے رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبہ ولا یسئلہ بلسانہ اور نہ خواہش کرے
قضا کی اپنے دل سے اور نہ اوسکا سوال کرے اپنی زبان سے ہم یہہ نفی بمعنی نہی ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کیطرف سے توفیق خیر اسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو
زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اوسکے طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ای عبد اللہ بن سمرہ امارت کا سوال نکیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اوسکے طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجھکو امارت دیجائیگی
تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہیں حرام ہے اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوئی تو سوای خذلان کے ہوئی
دارین اوسکا کیا ثمرہ ہو اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوئی وہ اپنی رب پر توکل کریگا تو وہ ملہم بخیر ہوگا
فی الخلاصۃ طالب التولیۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او ادعی ان العزل عن القاضی الاول بغیر جنحۃ
تھا اور خلاصہ میں ہے کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجائے مگر جب کہ طالب پر قضا متعین ہوجائے یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو یا متولی یا قاضی جدید
یہہ دعوی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں ہے کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز
نہیں اور اسمین کچھہ فرق نہیں مابین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور در صورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہہ تنفیذ شرط کی طلب ہو اور

در صورت دعوی بقصور ی اگر قاضی جدید پہلی بحالی عہدہ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اوس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پہر اوسکو متولی کرے انتہی بحرالرائق مین ہے کہ اگر
قاضی متعین ہو بایطرح کہ اوسکے سوا کوئی لیاقت قضا نرکہتا ہو تو اوسپر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہین اور ظلم ظالمین منع ہو قال و استحب الشافعیۃ
والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو شخص گمنام کے واسطے تاکہ اوسکا
علم ظاہر ہو و یختار المقلد الاقدر والاولیٰ بہ اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اوس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنے غیر
سے یعنی تنفیذ قضا مین قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حلم مین فضل ہو اوسکو یہہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی مین ابن عباس سے مروی
ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امر مسلمین ہو کسی شئی مین پہر وہ حاکم اور عامل کرے ایک مرد کو اور حالانکہ وہ جانتا ہے کہ انمین
یعنی مسلمین مین کوئی شخص اولےٰ باین عمل ہے اور اوس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا تو البتہ اوس نے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور
جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلےٰ موصلی مین مروی ہے اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر
کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور بقدر روزانہ ہو اور اگر کچھہ نہ لے اور مفت عمل قضا کرے تو فضل ہے اور اصل اسمین قول ہے اللہ تعالیٰ کا
مال یتیم مین جسکو وصی اوسکی کا رندگی کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو
فقیر ہو تو دستور کے موافق کہا وے عمر فاروق نے سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدہ قضا پانسو درہم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت اونکی عیال کے اور شریح قاضی کو سو
درہم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضیٰ نے شریح کو پانسو درہم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کے عیال فاروق اعظم کے وقت مین کم تہے اور غلہ ارزان تہا اور بعد اسلام بعہدہ مرتضوی
مین اونکی عیال بکثرت تہی اور غلہ گران تہا تو قاضی کی روزی مین کچہہ تقدیر اور حد نہین بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہہ اجرت نہین اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہین
کذا فی النہر و لا یکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضب آلود ناحق پسند
معاند حق نہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنے احکام شرعیہ کے جاری کرنیمین خلیفہ ہے ہم عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہے اور اخلاق
مذکورہ تو آپ ہی فساد ہین و فی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف کذا فی تتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے مین خلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون کے
نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا ہو اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنے پر محمول ہے اور بعضون کے نزدیک جائز نہین شاید ہو اسواسطے کہ یہہ لفظ مخصوص
بانبیاء علیہم السلام ہے مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے و کرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز یکفی احدھما
الکراھۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اوس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز مین سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہے کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اکثر نسخ در مختار مین کرہ التقلید ہے اور مصنف کی شرح مین کرہ التقلد ہے اور یہی مناسب ہے اور اسیطرح ملتقے کے قول مین والتقلید رخصۃ ہے اور بہتر والتقلد رخصۃ ہے
کذا فی الطحطاوی و لمن تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم شہادہ قضا اوسکے واسطے متعین
ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بیخوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہین کذا فی الفتح پہر اگر لیاقت قضا اوسی شخص مین منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہین تو فرض کفایہ ہے
ہم فتح القدیر مین ہے محل کراہت اوس وقت ہے جب کہ قضا اوسپر متعین نہو اور اگر اوسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اسپر واجب ہے کہ آپکو ظلم وغیرہ
سے بچا ہی رہے مگر یہہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولی عدمہ اور
قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم در صورت عدم خوف ظلم
قبول قضا مکروہ نہین ہو اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ مین ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا مین داخل ہونا جائز نہین مگر بجبر
سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہہ ہے کہ دخول رخصت ہے اور امتناع رخصت انتہی تو بموجب اسکے اولیٰ عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہہ ہے
کہ دخول نفس قضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہین اور فتح القدیر مین اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اگر خطا
پڑتی ہے اوس شخص کے گمان مین جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکہتا ہے پہر اوسی سے خلاف اوسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر و یحرم علی غیر الاھل الدخول

فیہ قطعًا من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہونا اہل پر داخل ہونا قضا مین یقینا بلا تردد فی الحرمۃ تو سبین احکام خمسہ ہین ہم خلاصہ
یہ ہی کہ قبول قضا کا ہو فرض مین ہوتا ہی اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہی واسطے متاہل کے جب کہ اوسکے سوا اور لوگ بھی لیاقت
قضا رکہتے ہون اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے در صورت یکہ نفی ظلم وتیقن
انصاف کذا فی النہر ۔ اب چند احادیث در باب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ان النبی صلے
اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے
کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل مین ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنے جسنے قضا طلب کی وہ بے
چھری ذبح ہو گیا و لہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہان تک صبر کیا کہ قید
خانہ مین مر گئے اور محمد بن حسن اسیواسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہے کیونکر اوسکے پار ہو سکون تیر کر تو ابو یوسف
نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کانی بک قاضیا یعنی شاید کہ تو قاضی ہوگا صحیح مسلم مین ابو ذر سے روایت
ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای ابوذر مین تیری واسطے وہ چیز محبوب رکہتا ہون جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکہتا ہون ہرگز نہ حکم کیجیو دو شخصون پر اور
مال یتیم کا متولی نہوجیو اور ابو داؤد مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہین دو دوزخ مین ہین اور ایک بہشت مین ایک
مرد وہ ہی جسنے حق کو دریافت کیا پہر اوسیکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت مین ہے اور ایک مرد وہ ہی جس نے حق کو دریافت کیا اور پہر حکم ندیا اور حکم مین جور کیا
تو وہ دوزخ مین ہے اور ایک مرد وہ ہے جس نے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگون کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ مین ہے اور صحیح ابن حبان مین عائشہ
صدیقہ سی روایت ہی کہ مین نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کیدن تو شدت حساب مین اتنا گرفتار ہوگا
کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر مین دو شخصون مین فیصلہ نکیا ہوتا اور نسائی مین روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجکو اختیار دیا جاوی میری گردن مارنے مین اور قضا قبول
کرنے مین تو مین اپنی گردن کٹوانا اختیار کرون اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصون پر حاکم ہوا پہر اوس نے اونمین اونکی خوشی
یا ناخوشی کیموافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اوسکا ہاتھ گردن مین بندہا ہوگا سو اگر اوس نے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نلی اپنے حکم مین
اور ظلم نکیا تو حق تعالے اوسکے غل اور بندش کہولدیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم مین رشوت لی اور ظلم کیا تو اوسمین اوسکا بایان ہاتھ
داہنے ہاتھ کیطرف باندہا جائیگا پہر وہ ڈال دیا جائیگا جہنم مین کذا فی فتح القدیر ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرًا ذکرہ
مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا
اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جب کہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کری تو اب حرام ہو ہم عادل وہ ہی جو ہر شئے کو اوسکے مقام پر رکہی اور بعضون نے کہا
جو توسط اختیار کری افراط اور تفریط مین خواہ توسط عقائد مین ہو یا اعمال مین یا اخلاق مین وقیل غیر ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظلم مین کچہہ شک نہین اور حالانکہ
علمای سلف نے اوسکے زمانے مین قضا قبول کی تاتارخانیہ مین ہے کہ اسلام شرط نہین اوس بادشاہ مین جو قاضیون کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافرون کی
قبضے مین ہین وہ بلاشک بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ اونہون نے اونمین کفر کا حکم جاری نہین کیا اور قاضی وہان مسلمان ہین اور ملوک جو اونکی اطاعت
بضرورت کرتے ہین وہ مسلمان ہین اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہین تو فاسق ہین اور جس شہر مین کہ کفار کے طرف سی حاکم مسلم ہے تو اوس مین اقامت جمعہ
و عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامی جائز ہے کیونکہ اون پر مسلم مستولی ہی اور طاعت کفر تو مخادعہ ہی اور وہ بلاد جن پر کفار حاکم ہین مسلمانون کو
وہان مین اقامت جمعہ اور عید جائز ہی اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہی تراضی مسلمین سے اور مسلمانون پر واجب ہے کہ کفار سی حاکم مسلم کی درخواست کرین انتہی اور
مسکین نے اسکو اپنی شرح مین اصل کے طرف نسبت کیا ہی اور مانند اسکے جامع الفصولین مین ہے کذا فی النہر ولو فقد والٍ بغلبۃ کفار وجب علی
المسلمین تعیین والٍ وامام للجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہی معین کرلینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح ہم

فتح القدیر مین ہو کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ جو جسکی تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین مین اب کافر غالب ہو گئے ہین جیسے قرطبہ مین تو مسلمین پر واجب ہی کہ بہمہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کرین اور اوسکو والی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ اونمین فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹہیرا دین جو انکو جمعہ پڑہایا کرے انتہی اور یہہ وہ قول ہے جسکی طرف نفس مطمئن ہوتا ہو تو اسی پر اعتماد کرنا چاہئے کذا فی النہر ومن سلطان الخوارج واھل البغی واذا صحت التولیۃ صح العزل واذا رفع قضاء الباغی الی قاضی العدل نفذہ وقیل لا وبہ جزم الناصحی اور جائز ہی قضا قبول کرنا خارجیون کے بادشاہ اور باغیون سے اور جب کہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو اونکا معزول کرنا بہی صحیح ہے یعنے اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جب کہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کیطرف تو اسکو جاری رکہے اور بعضون نے کہا کہ جاری نکرے اور اسی پر یقین کیا ہو ناصحی نے ھ بحرالرائق مین ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح مین فاسق صلاحیت قضا کی رکہتا ہو اور یہی قول معتمد ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ثانی خلاف معتمد ہے فاذا تقلد القضاء طلب دیوان قاضٍ قبلہ یعنی السجلات یہ سب کہ عہدہ قضا پر منصوب ہو تو قبل کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ھ دیوان اصل مین معنے جریدہ حساب ہی پہر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پہر موضع حساب پر اور یہان مراد وہ تہیلیان اور بستے ہین جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہون دستور یہہ ہے کہ قاضی دو نسخے لکہتا ہے ایک اپنے پاس رکہتا ہے کہ شاید اوسکے طرف کاہی حاجت ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھ مین دیتا ہے اور جو خصم کے ہاتھ مین ہے وہ اعتماد کے لائق نہین تو قاضی منصوب دو شخص یا ایک امین کو بہیجے تا قاضی معزول یا اوسکے امین سے کاغذ مذکور ولے اور ہر ایک کاغذ کا حال اوس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تہیلی مین رکہے تا نکالنا آسان ہو پہر بعد قبض کے اوسپہ مہر کر دے تا تغییر کا خوف نرہے سجل وہ جسمین خصومت متخاصمین اور اقرار مدعا علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا نکول اسطرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ نرہے اور اسکو عرف مین کہتے ہین اور صک وہ جسمین بیع یا رہن یا اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینون کو شامل ہے اور رجال کے عرف مین سجل وہ ہی جسکو شاہدون نے واقعہ مین لکہا اور قاضی کے پاس لائے اور اسپر قاضی کا خط نہین اور حجت وہ جسمین سجل سے واقعہ منقول ہو اور اوسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اوسکے شاہدون کا خط ہو اور خصم کو دیا جاتا ہے کذا فی الطحاوی عن البحر ونظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے اون قیدیون کے حال مین جو قاضی کے قیدخانہ مین ہین یعنی قاضی ایک معتمد کو قیدخانہ مین بہیجے اور وہ قیدیون کے نام اور اونکی اخبار اور اونکے مقید ہونے کا سبب لکہلاوے دریافت کرے کہ کسنے اونکو مقید کیا و: ما المحبوس فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالھم اور جو شخص حاکم کے قیدخانہ مین محبوس ہے تو امام یعنے بادشاہ پر اونکے حال کا نظر کرنا لازم ہی فمن لزمہ ادب ادبہ والا اطلقہ سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اوسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہین تو اسکو چہوڑ دے ہم یون کہنا مناسب تہا جیسا کہ بحرالرائق مین شرح ادب ہی کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چہوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اوسسے قضیہ متعلق ہو ولا یبیت احد فی قید الا رجلا مطلوبا بالدم اور کسیکو شب باش نہونے دے قید مین مگر اوس مرد کو جو خونریزی مین ماخوذ ہو ونفقۃ من لیس لہ مال فی بیت المال بحر اور اوس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہین بیت المال مین ہے کذا فی البحر یعنے مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال مین ہو اور یہی حکم ہے مشرکین کے محبوسون کا اور سزاوار یہہ ہو کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اونکے نام لکہے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحاوی فمن اقر منھم بحق او قامت علیہ بینۃ الزمہ الحبس ذکرہ مسکین وقیل الحق سو محبوسین مین سے جو حق کا اقرار کرے یا اوسپر گواہی قائم ہو تو اوسکو حبس لازم رکہے اسکو مسکین نے شرح مین ذکر کیا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اوسپر حق لازم کر دے یہہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہے والا نادی علیہ بقدر ما یری ثم یطلقہ بکفیل بنفسہ فان ابی نادی علیہ شہرا ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اوسپر منادی کرا دے جسقدر کہ مدت قاضی کی راے مین آوے پہر محبوس کو چہوڑ دے اوس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اوسپر مہینہ بہر منادی کرا دے پہر اسکو چہوڑ دے ہم طریقہ ندا یون ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلہ مین منادی کو بہیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچہہ دعوی ہو وہ حاضر ہو تا اوسکی سروکاری ہو وعمل فی الودائع وغلات الوقف ببینۃ او اقرار ذی الید اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی

یا قابض کے اقرار سے ہم حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں تو اموال وقف ناظروں کے تحت میں ہیں اور ودائع یتامیٰ کے اوصیا کے قبضے میں ہیں اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسکے موافق عمل کرے جیسا کتاب میں مذکور ہے ولم یعمل المولی بقول المعزول لالتحاقہ بالرعایا وشہادۃ الفرد لا تقبل خصوصا بفعل نفسہ درر ومفادہ ردھا ولو مع آخر نہر اور قاضی منصوب عمل نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق ہو جانے معزول کے رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصاً اپنی ذاتی فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصاً کا مفاد ہے کہ شہادت معزول کی اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنے جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نرہی اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افتی قاری الہدایۃ بقبولہا وتبعہ ابن نجیم فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکور کا فتویٰ دیا ہے اور ابن نجیم صاحب [illegible] اسکا تابع ہوا ہے تو خبردار رہو ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاویٰ میں قبول شہادت کا فتوےٰ مذکور ہو الا ان یقر ذو الید انہ ای المعزول سلمہا ای الودائع والغلات الیہ فیقبل قولہ فیہما اقرارہ الا اذا بدأ ذو الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لآخر فیسلم للمقر لہ الاول ویضمن المقر قیمتہ ای مثلہ للقاضی باقرارہ الثانی ویسلمہ الی من اقر لہ القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جب کہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کئے ہیں تو اب ودائع اور محاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کیواسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقرلہ کو تسلیم کئے جائینگے اور تاوان دیگا مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقرلہ کو تسلیم کرے ویقضی فی المسجد ویختار مسجدا فی وسط البلد تیسیرا للناس ویستدبر القبلۃ کخطیب ومدرس خانیہ اور قاضی مسجد میں بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے ہم چونکہ قضا عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نکرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقاد کے ہے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانہ میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں والمحضر علی المدعی ہو الاصح بحر عن البزازیۃ وفی الخانیۃ علی المتمرد وہو الصحیح اور اجرت حاضر کرنیوالے کی مدعی پر ہے یہی قول اصح ہے کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت متمرد و سرکش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنیوالے کی بیت المال میں ہے بحر الرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اوسی شہر میں [illegible] درم سے [illegible] درم تک اور خارج شہر میں ہر [illegible] فی فرسنگ تین درم سے چار درم تک اور بزازیہ میں ہے کہ حاکم کے یہاں سے احضار کی درخواست کرے وکذا السلطان والمفتی والفقیہ اشباہ [illegible] اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہے او فی دارہ ویاذن عموما یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے علی العموم ہم خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور دربان اور حاجب نہ مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر دفع ازدحام خصوم کے واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نکرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت میں اور جس روز جلوس کا ارادہ کرے غسل وغیرہ [illegible] اور [illegible] احسن ثیاب اور اعتدال احوال میں کذا فی الطحطاوی [illegible] ہدیۃ التنکیر للتقلیل ابن کمال ای القاضی ہدیہ اور سوغات [illegible] ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ واسطے تقلیل کے ہے اسواسطے تھوڑی سی حقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پھیر دے [illegible] لفظ معلوم ہوا کہ بیت المال میں رکھوا دے یہی تو اسکے اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کذا فی الطحطاوی وہی ما یعطی بلا شرط اعانۃ بخلاف الرشوۃ ابن ملک اور ہدیہ وہ ہے جو دیا جاتی [illegible]

۳ یعنی جیسے کہ قاضی معزول سے [illegible] ۱۲

ف (فرق ہدیہ ورشوت)

اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت مین یہہ فرق ہے کہ ہدیہ مین اعانت مشروط نہین ہوتی اور رشوت مین مددگاری اوسکا برابری مشروط ہوتی ہے ولو تاذی المھدی بالرد یعطیہ مثل قیمتھا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والیکو پھیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اوسکو بقدر اوسکی قیمت کے عطا کرے کذا فی الخلاصہ ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او بعد مکانہ وضعھا فی بیت المال اور اگر ہدیہ کا پھیر دینا اوسکی عدم معرفت یا اوسکے مکان کی دوری سے متعذر ہو تو اوسکو بیت المال مین رکھے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ھدایاہ لہ تاترخانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہہ ہے کہ آپکو ہدایا آپ کے ملوک تہی کذا فی التاتارخانیہ ہم یہہ منع دخل ہے یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول علیہ السلام کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نکرے اوسکا جواب یا کہ یہہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص مین اتباع جائز نہین اور وجہ خصوصیت شاید واللہ اعلم یہہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر ہدیہ خلاف شرع حضرت سے متصور نتھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہین ومفادہ انہ لیس للامام قبول الھدیۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیھا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الھدیۃ لانہ انما یھدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی اور تاتارخانیہ کا مفاد یہہ ہے کہ امام یعنے سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہین والا خصوصیت نہین رہتی اور تاتارخانیہ مین ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اوسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے یعنے اوسکے ہدیہ دینے مین تو دنیا کی کاربراری کا احتمال ہے ہم شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونون قولون مین منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ اختصاص نبوی سے یہہ لازم نہین آتا کہ سلاطین ہدیہ قبول نکرین اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کرین اور بیت المال مین رکھدین تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ مین مذکور ہو چکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اسکو مصالح مسلمین مین صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہین رہتی الا من اربعۃ السلطان والباشا اشباہ و بحر و قریبہ المحرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لھما درر مگر چار شخصون کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنی قرابتی محرم کا یا اوس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہو دونون کی کذا فی الدرر یعنے بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضا مین رجوع نہو ہم تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اوتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابتی اور معتاد دونون کا ہدیہ قبول نکرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اوسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے مین بھی عدم خصومت کی قید لگائی جاے سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول کرنیکی یہہ وجہ ہے کہ اونکا ہدیہ بیت المال مین سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف مین سے ہے اور ظاہرا قبول ہدیہ انصورتین سے ہے جب کہ حلت غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور حرمت دونون برابر ہون تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض لے اگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت اعانت اور اسیطرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی و

دعوۃ خاصۃ وھی التی لا یتخذھا صاحبھا لولا حضور القاضی ولو من محرم او معتاد وقیل ھی کالھدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کو جہان لینے کو قبول نکرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نکرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے ہم بعضون نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور انکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضون نے کہا دس شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر صحیح ہے چنانچہ سراج مین ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم شیخین کا قول ہے اور محمد کا قول ہے کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمین صلہ رحم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب بحر نے کہا تو یون کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نکرے گو محرم و معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی و فی السراج و شرح المجمع ولا یجیب دعوۃ خصم وغیر معتاد ولو عامۃ للتھمۃ اور سراج اور شرح مجمع مین ہے اور قاضی قبول نکرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے ہم اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے مین ایکبار پھر وہ ہر ہفتے مین بعد قاضی ہونیکے دعوت کرے تو قبول نکرے

عادت قدیمی سے تو نہ قبول کرے مگر یہ صورت تعین جب کہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہوگیا ہو کذا فی المحیط و عن التاتارخانیہ ویشہد الجنازۃ ویعود المریض ان لم یکن لہما ولا علیہما دعوی شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعا علیہ نہون کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا واشارۃ ونظرا ویمتنع عن مسارۃ احدہما والاشارۃ الیہ ورفع صوتہ علیہ اور واجب ہو کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنے مدعی اور مدعا علیہ کو یکسان رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنے چپکے ایک کے کان مین بات نکرے اور باز رہے ایک شخص کے طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نکرے ہم امور مذکورہ مین مساوات بین الخصمین اسواسطے واجب ہے تا دوسرے کی دلشکنی نہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور ہو اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بالقضا بین المسلمین ہو وہ اونمین مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر مین اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس مین تا شریف تیری ظلم مین طمع نکرے اور ضعیف تیرے عدل سے نا امید نہو اور احد الخصمین سے چھپکے بات نکرے اور نہ وہ بجہہ سی مخفی بات کرے اور اوسکو تلقین حجت نکرے بسبب تہمت کے نوازل اور فتاوی کبری مین ہے کہ بادشاہ نے مخاصمت کی ایک مرد کے ساتہہ سو بادشاہ قاضی کے پاس اوسکی نشست گاہ مین آکر بیٹہا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹہے اور بادشاہ کا مخاصم وہان بیٹہے اور قاضی زمین مین بیٹہکر دونون مین فیصلہ کرے اور اسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ اونہون نے امیر المومنین علی مرتضے کو اور اونکے مخاصم کو اسطرح بٹہلایا اور باتفاق اہل علم یہہ مستحب ہے کہ دونون کو اپنے سامنے بٹہلاوے اور ایک کو اپنی داہنے اور دوسرے کو بائین نہ بٹہلاوے کیونکہ داہنا طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹہین دو ہاتہہ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹہتا ہے استاد کے روبرو اور چارزانو یا پیرون پر نہ بیٹہین اور اگر اسطرح بیٹہین تو تعظیم قضا کے سبب سے قاضی اونکو منع کرے اور ہوان قاضی کے اوسکے سامنے کہڑے رہین ہیبت قضا کے واسطے پہر جب خصمین حاضر ہون تو قاضی مختار ہے چاہے اون سے ابتدا بہ تکلم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہان تک کہ وہی کلام آغاز کرین پہر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جاوے تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونون کے کلام ساتہہ کرنے مین شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہین پہر مدعا علیہ سے کلام کروایا جاوے اگرچہ مدعی جواب اوس سے نہ طلب کرے یہی قول اصح ہے تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال دعاوی مین ترتیب مختار ہے یعنی اول دعوی اول کا فیصلہ کرے پہر دوسرے پہر تیسرے کا و علی ہذا القیاس اور اسپر ایک امین غیر مرتشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکہے اور امین کو چاہئے کہ قاضی کے دروازہ پر علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق مین تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نکرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی مین حجت منقطع ہوجاتی ہے اکثر امور کو آدمی بہول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی کے روبرو کہڑا ہونا معروف نہتہا یعنی سلف صالح مین اسکا رواج نہتہا تو یہہ بہی اون محدثات سے ہے جسکے طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال والادب ہین تو قاضی عمل کرے بمقتضای حال اس خیر کا ارادہ کرے نہ حشمت نفس جو تکبر کیطرف پہنچاتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی مین عبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب اور تواضع اور انکسار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہئے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکہے تا سجل فاسد نہو جاوے بعضے شروط کے ترک کرنیسے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر مین مذکور ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا نہر الفائق مین ہے کہ اطلاق تسویہ بین الخصمین فی الجلوس عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت و ذلیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو گرسہ کہ اگر بادشاہ مدعا علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹہے اور بادشاہ اور اوسکے مدعی کو وہان بٹہلاوے اور آپ زمین پر بیٹہکر فیصلہ کرے انتہی والضحک فی وجہہ وکذا القیام لہ بالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسطرح ایک شخص کے واسطے اوٹہنے سے باز رہے بطریق اولے ہم ہو اسطے کہ قاضی کی ضحک سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہوجائیگا کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونون مین سے ضیافت نکرے ہم اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین امام حسنؓ سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضے کے گہر مین آکر اوترا آپ نے اوسکی ضیافت کی پہر جب اوسنے یہہ کہا کہ مین یہہ چاہتا ہون کہ فلانے شخص سے خصومت کرون تو علی مرتضے نے فرمایا کہ یہان سے اوٹہ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہمکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کریں مگر کہ اوسکے ساتھہ اوسکا خصم ہو اخرجہ عبد الرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور ہواسطے کہ تہمت
میلان ہے کذا فی الفتح کہ تعنی لو فعل ذلک معہما جاز یعنی اگر اسکو دونوں کے ساتھہ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں ہے کہ ضیافت
میں احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اوسکا یہہ ہے کہ اگر دونوں سے سرگوشی کرے یا دونوں کے طرف
کنایہ سے اشارہ کرے تو جائز ہے انتہی ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقاً ولو بغیرہما الذہابہ بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی نکرے حکم کی مجلس میں مطلقاً اگرچہ
خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہیں رہتا ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا بأس بہ یعنی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ
کو حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف سے روایت ایک یہہ بھی ہے کہ تلقین حجت میں کچھہ مضائقہ نہیں کذا فی العینی ہم تلقین حجت اسواسطے جائز نہیں کہ اسمیں تہمت ہے
اور دوسرے کی دل شکنی ہے ولا یلقن الشاہد شہادتہ واستحسنہ ابو یوسف فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت
نکرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین میں شاہد کو زیادہ دانست حاصل نہو ہم ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت
اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھہ ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت
نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے اور مدعا علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف
کر دیئے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوے مدعی کے موافق کرلے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہہ بالاتفاق
جائز نہیں جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہیں اور مبسوط میں ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بقضا ہوئے
اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادای شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین نکریں تو حق ضائع ہو جاے کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ
فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا میں ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونیکے سبب سے ہم اور قنیہ
میں بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا میں اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی
الولوالجیۃ حکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع
الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویعزل من ولاہ ق
علیہ وسیجی اور ولوالجیہ میں حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہے کہ میں میلان نہیں کیا یعنی میں نہیں جھکا احد الخصمین کی طرف
یہان تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت میں ہارون رشید کے ساتھہ میں دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید پر یعنی
اوسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے انتہی میں کہتا ہوں اس حکایت کے مسئلے سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اوس بادشاہ پر جسنے اسکو
قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر میں ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اوس سلطان کی نفع اور مضرت میں جسنے اوسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا **فروع** مسائل
ملحقہ شایع کے فی البدایۃ من جملۃ آداب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدایع میں ہے کہ جملہ ادب قاضی یہہ ہے کہ قاضی
کلام نکرے احد الخصمین سے اوس بولی میں جسکو دوسرا خصم نہیں جانتا یعنے اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التاتارخانیۃ والاحوط ان یقول
للخصمین احکم بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ میں ہے اور زیادہ تر احتیاط یہہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعا علیہ
سے کہے کہ تمہارے مابین میں حکم کردوں تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھہ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائیگا دونوں کی تحکیم سے ہم بعضے قاضی حکم کرنیکی دونوں سے
اجازت چاہے جب وہ کہیں کہ حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھہ خلل ہو مثلاً رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح
ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی بحق ثم امرہ السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اسکو
حکم کیا کہ پھر سر نو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنے دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں بزازیہ سے
یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہہ فرض نہیں تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیہ تحلیف المدعی من المقضی لہ لم یحلفہ علی العلما

اموصحیح ام لا فان منتم الزمه القاضی بذلک جواہر الفتاوی جو ہار او س نے نسخہ سجل کا مانگا او س سے جو جیتا تا سجل کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں پر سو اوس نے نسخہ نہ دیا تو قاضی اوس پر اسکا دینا لازم کر دیگا یہ محیط میں ہے کذا فی جواہر الفتاوی وفی الفتح متی امکن اقامۃ الحق بلا ایغار صدر کان اولی اور فتح القدیر میں ہے کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو بہتر ہے ہر طریقہ اوسکا یہ ہے مثلاً یون نہ کرے کہ جو شخص پایا ہے اوس سے قاضی بند کرے اور وجہ حکم اوس سے بیان کرے اور کہے کہ ہم نے تیری حجت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع ایسا ہی تھا اسکے سوا نہیں ہو سکتا تھا یہ اسواسطے ہے کہ وہ لوگون سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اسکی شکایت سنکر بدگمان نہون کذا فی الطحاوی المفضا وھل یقبل قصص الخصوم ان جلس للقضاء لا والا اخذها ولا یأخذ بما فیها الا اذا اقر بلفظه صریحا اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نکرے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر قاضی فیصلہ کے واسطے بیٹھ چکا ہے تو قبول نکرے اور اگر ہنوز نہیں بیٹھا تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ پکڑے مگر اوس بات کو کہ پکڑے جو کہ اوسنے بلفظ صریح اقرار کیا ہو حکایات سے وہ حکایات مراد ہیں جو دعوے سے متعلق ہیں چنانچہ مضارب کا یون کہنا کہ میں مال مضاربت کو سفر میں لیگیا اور فلانے شہر میں اسکو بیچا اور اوس سے اجناس کو خرید کیا اور مانند اسکے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعوے سے نہیں مجلس حکم میں سماع حکایات اسواسطے نہیں کہ مجلس سماع دعوے اور بینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے بطور حکم کشرے کہے کہ اسکے پاس میرا مال مضاربت تھا سو یہ سفر میں لیگیا پھر اوسنے وہان گھبا کی بیع سے مال ضائع ہو گیا اب میں اوس سے تاوان چاہتا ہون تو مدعا علیہ جواب میں کہے کہ ہان یا اوسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح یہ ہے کہ مضارب کہے کہ میں نے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چھوڑا اور میں شہر میں حمال کے لانیکے واسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا تو مال نپایا کذا فی الطحاوی

فصل فی الحبس یہ فصل ہے حبس کے احکام میں ہے چونکہ حبس منجملہ احکام قضا تھا اور مختص باحکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اوسکو علیحدہ فصل کرکے ذکر کیا حبس مصدر ہے بمعنے منع یعنے روکنا اور بند کرنا پھر موضع حبس پر اوسکا اطلاق ہوا کذا فی الکفایہ اہل ہند حبس کو قیدخانہ اور بندیخانہ اور جیلخانہ بولتے ہیں اور مشروع ہے بقوله تعالیٰ او ینفوا من الارض یعنی حبس شروع ہے حق تعالیٰ کے اس قول سے یا نفی کیے جائیں زمین سے یعنی قطاع الطریق ہر نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہیں کہ متصور نہیں تو نفی سے حبس مراد ہے وحبس علیه الصلوٰة والسلام رجلا باتهمة فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد متہم کو مسجد میں محبوس کیا ہر رسول علیہ الصلوٰة والسلام کے زمانے میں اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حبس مسجد میں تھا یا دہلیز میں یا ناکہ کوا اور ایک قول یہ ہے کہ فاروق نے ایک گھر کہ معظمہ میں چار ہزار درم کو خرید کیا اوسکو محبس ٹھہرایا واحدث السجن علی رضی اللہ عنه وبناه من قصب وسماه نافعا فنقبه اللصوص فبنی غیره من مدر وسماه مخیسا بفتح الیاء وتکسر موضع التخییس وهو التذلیل اور امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے قیدخانہ ایجاد کیا اور اوسکو بانس سے بنایا اور اوسکا نام نافع رکھا سو اوسمین کو نقب دیا چورون نے یعنی اور قیدیون کو نکال لیگئے پھر حضرت موصوف نے اسکے سوا اور محبس بنایا مٹی کے ڈھیلون سے اور اوسکا نام مخیس بفتح یا کہا اور کسرہ یا بھی جائز ہے مخیس موضع تخییس یعنے ذلیل کرنے کا مکان ہے مخیس بضم میم وفتح خاء وتشدید یا مع الفتح اسم ظرف ہے یعنی محل تذلیل اور بکسر یا اسم فاعل ہے یعنی ذلیل کرنیوالا وفیه یقول علی رضی اللہ عنه الا ترانی کیسا مکیسا بنیت بعد نافع مخیسا حصنا حصینا وامینا کیسا اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھکو نہیں جانتا عاقل تیز کا عاقل جاننے والا میں بعد نافع کے مخیس بنایا مکان مضبوط اور امیر دار دغا اباتن دار عاقل ٹھہرایا ہم خلاصہ یہ ہے کہ حبس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہوا اسکے جواز پر اجماع منعقد ہوا کذا فی الزیلعی وصفته ان یکون بموضع لیس به فراش ولا وطاء لیتضجر فیوفی صفت قیدخانہ یہ ہے کہ ایسا مکان ہو جہان فرش و سورہنے کا بچھونا نہو تا محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے ہم بہتر یہ تھا کہ مصنف ان یکون موضع کہتا بحذف با جارہ اور وطاء بوزن کتاب و سحاب خلاف غلط ہے چنانچہ قاموس میں ہے تو معلوم ہوا کہ فراش اور وطاء ایک ہی چیز ہے اور بعضون نے کہا کہ وطاء وہ فرش ہے جو سونے کے واسطے مہیا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر ہوگا کذا فی الطحاوی ومفاده انه لو جیئ له به منع منه او مفاد و تعلیل یہ ہے کہ اگر محبوس کے واسطے بچھونا لایا جاوے تو منع کیا جاوے ولا یمکن احد ان یدخل علیه للاستیناس الا اذا به وجع اه لاحتیاجه للمشاورة اور کوئی قادر نکیا جاوے اوسکے پاس جانے پر جی لگانیکے واسطے مگر اوسکے قرابتدار

اور پڑوسی جانے پاوین مشورہ کی احتیاج کے سبب سے ہم نے نہ ہو اسطے کہ اوسکے مشورہ سے معمور ہے یعنی ادا ہی ہین ولا یمنع عند الاطولۃ ومفاد
ان زوجتہ لا تحبس معہ لو طی الحادثۃ وہو الظاہر اور اقارب اور جیران نزدیک یاد وہ نہین ہین اور مفاد عدم طول مکث اقارب یہہ ہے کہ مجبوس کی
زوجہ اوسکے ساتھہ قید کیجاے اگر قید کرانے والی وہی ہو اور یہہ قول ظاہر ہے ہم زوجہ اقارب اور جیران مین داخل نہین تو انکا مذکور کہان حاصل ہوا اور
یہہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کر نیسے نہر الفائق مین یون مذکور ہے کہ جب مجبوس جماع کا محتاج ہو تو اوسکی زوجہ یا لونڈی اوسکے پاس جاے
اگر وہان اوسکا امکان ہو اور اسمین دلیل یہہ ہے کہ زوجہ اوسکی قید نکی جاے اوسکے ساتھہ اگرچہ طالبہ ہو اوسکی اور یہہ ظاہر ہے انتہی لیکن اسمین بھی یہہ خلل
ہے کہ طالبہ ہونیکی تقیید ما تقدم سے مستفاد نہین بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقا ثابت ہوتا ہے بحر الرائق مین ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو مشائخ کے نزدیک زوجہ کے
ساتھہ قید کیجائیگی کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط یمکن من وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ اور ملتقط مین ہے کہ مجبوس کو قدرت دیجاے اوسکی لونڈی کی قربت پر
اگر مجبس مین خلوت ہو ولا یخرج للجمعۃ ولا الجماعۃ ولا لحج فرض فغیرہ اولی اور مجبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعات پنجگانہ اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض
یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولے نہ نکلے ولا لحضور جنازۃ ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخلاصۃ یخرج بکفیل لجنازۃ امہاتہ وفروعہ
لا غیرہم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونیکے واسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ مین ہے کہ ضامن دیکر نکلے اپنے اصول اور فروع کے
جنازہ کے واسطے نہ سواے اونکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضا اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا بہ یفتی اور اگر بیمار ہوا ایسا کہ
ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہین پاتا کسیکو جو اوسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنے سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت کرنیوالا ہو
تو نہ نکلے اسیکا فتوی ہے ولا یخرج لمعالجۃ وکسب بل لا یکتسب فیہ ولو لہ دیون تخرج لتقاضیہم ثم یحبس خانیہ اور نہ نکلے علاج اور کمائی کے واسطے
بلکہ مجبس مین بھی کسب نکرے اور اگر مجبوس کے لوگون پر دیون ہون تو خصومت کے واسطے تقاضیکے پس جاوے پھر قید کیا جاے کذا فی الخانیہ ولا یضرب المجبوس الا فی
ثلث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابطۃ ما یفوت بالتاخیر الی خلف اشباہ
اور نہ مجبوس بیمار پڑے مگر تین صورت مین ایک یہہ کہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے دوسرے یہہ کہ اپنے قرابتدار محتاج پر مال خرچ نکرے تیسرے یہہ کہ اپنی
زوجات کے درمیان باری ترک کرے نصیحت کرنے اور سمجھانیکے بعد اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہوجاے تاخیر سے اور کوئی چیز اوسکی قائم مقام نہوسکے
اوسکے ترک مین ضرب ہے کذا فی الاشباہ ہم ضرب اسطرح ہوئی کہ تاخیر کفارہ مین زوجہ کا ضرر ہے اور نفقہ ولی جلس مین قرابت دار کا ضرر ہے کیونکہ النفقہ
جو کہ مدت گذر جانے سے اور اسیطرح مزید حبس مین زوجات کا فوت حق ہے قلت وزادہ فی الوہبانیۃ وان فرقہ دون تدینہ یا نفقۃ
فی العینیۃ آخرہ مین کہتا ہون اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جاے جو وہبانیہ مین ہے یعنے اور اگر مجبوس بہاگے اوسکے واسطے مارا جاے بدون
بیڑی ڈالنیکے اور دروازہ مجبس کو مٹی سے بند کرنا سرکشی مین مذکور ہے ہم یعنی اگر مجبوس سرکش ہو اور بہاگتا ہو تو دروازہ بند کر دیا جاے اور ایک سوراخ
چہوڑ دیا جاے جس سے روٹی پانی اوسکو دیا جاے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اسمین قاضی کی راے کو دخل ہے جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی الطحطاوی ولا یغل الا
اذا خاف فرارہ ولا یقید او یحول الی سجن اللصوص وہل یطین الباب الرای فیہ للقاضی بزازیہ اور مجبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جاے مگر
اوسکے بہاگنیکا خوف ہو تو بیڑیان ڈالی جاوین یا اوس مجبس مین بدلا جاے جو چورون کے واسطے مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی سے چن دیا جاے اسمین قاضی کو
اختیار ہے جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی البزازیہ ولا یجرد اور نہ مجبوس برہنہ کیا جاے کپڑے اتار کر ولا یواجر وعن الثانی یوجر لقضاء دینہ اور نہ مجبوس
محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جاے اوسکے اداے دین کے واسطے ولا یقام بین یدی صاحب الحق اہانۃ اور نہ
مجبوس صاحب حق کے آگے کہڑا کیا جاے اوسکی ذلت کے واسطے ولو کان ببلد لا قاضی فیہ لازمہ لیلا ونہارا حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاوی اور
اگر صاحب حق اوس شہر مین ہو جہان قاضی نہین تو مدیون کے ساتھہ بنا رہے رات اور دن یہان تک کہ اپنا حق پاجاے کذا فی جواہر الفتاوی ہم صاحب حق کو ملازمت
مین اختیار ہے اور یہہ اختیار نہین کہ مدیون کو کسب نکرنے دے یا گہر مین جانے دے اور اسیکے طرف اشارہ حدیث شریف مین ہے کہ لصاحب الحق الید واللسان یا ہتہ سے ملازمت

مراد ہو اور نہ بان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہے بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح و
تعیین مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جب کہ صاحب حق نے تعیین
مکان کا ارادہ نکیا ہو الا اذا طلب المدعی مکانا آخر فیجیبہ لذلک قنیہ مگر جب کہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے کذا
القنیہ وافتی المصنف تبعا لقاری الہدایۃ بان العبرۃ فی ذلک لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر
کہ اس میں یعنے تعیین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہے وفی النہر ان لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحوہ اہ نہر
الفائق میں ہے لائق یہ ہے کہ قبول نکیا جاوے اگر شرع نے محبوس کرنا مدعا علیہ کا چوروں کے مکان یا مانند اسکے اور سخت مکان میں طلب کیا ہو فرع مسئلہ متعلقہ
فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء سجن علی حدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے اور عورتوں کے واسطے علحدہ مردوں سے محبس بنایا
جاوے فتنہ دفع کرنیکے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وھو سدس درھم بالبینۃ عجل حبسہ بطلب المدعی بظہور المطل
بانکارہ اور جب کہ مدعی کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اوسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درم کا تو قاضی اوسکو جلد قید کرے
مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر ہو جانے تادہندگی کے مدعا علیہ کے انکار سے ہم درم ہوتا ہے سترہ رتی اور خمس رتی چاندی کا تو دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی
ٹھہری طحطاوی نے کہا طلب مدعی کی قید اسواسطے لگائی کہ بدون اوسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہیں مگر شریح کے قول میں ولا ان ثبت ببینۃ بل
باقرارہ لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اوسکی حبس میں
جلدی نکرے بلکہ اوسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نمانے تو اوسکو قید کرے ہم جب کہ اقرار سے ثابت ہو تو اوسکی نادہندگی ظاہر نہوئی لہذا اوسکی حبس میں
شتابی نکرے اور ادای دین کا اوسوقت امر کرے جب کہ اوسکے ادای دین پر خود قادر نہو اسلیے پر کہ مدعا علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا دین کیا اور
اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اوسکے پاس نکلی تو قاضی اوسکو لے اور ادای دین کرے کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے بعکس کہا سرخسی نے
یعنی اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس میں شتابی نکرے اور اقرار میں جلد حبس کرے ہو اسطے کہ مدعا علیہ کہہ سکتا ہے درصورت گواہی کہ مجھکو اسکا دین معلوم
نتھا مگر اب معلوم ہوا سو میں اب ادا کرونگا اور یہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والدرر واستحسنہ الزیلعی اور کنز
اور درر میں ثبوت بگواہی اور اقرار میں برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے ہم یعنے گواہی اور اقرار دونوں میں حبس کی تعجیل نکرے ہو اسطے
کہ ایفاء دین محتمل ہے تو حبس میں شتابی نکرے تاوقتیکہ اوسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ و
المجمع قال فی البحر وھو المذہب عندنا انتہی اور قول اول یعنے متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے
نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی منیۃ المفتی لو ثبت ببینۃ یحبس فی اول مرۃ وبالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن
التوفیق میں کہتا ہوں اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار بعد الامر میں محبوس کیا جاوے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسرے بار
اور تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں تو اب اقوال ثلثہ مذکورہ میں اتفاق ہو جانا چاہیے ہم یہہ توفیق تسویہ کے قول میں ظاہر نہیں ہوتی
اور نہ سرخسی کے قول میں اسواسطے کہ اوسکے نزدیک حبس مقر میں شتابی ہے نہ منکر میں تو یہہ نہیں کہہ سکتے کہ حبس مقر میں تعجیل ہے دوسری اور تیسری
بار حبس منکر میں تعجیل ہے اول بار اور ظاہرا یہہ قول رابع ہے اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نکیا بحر الرائق میں قلانسی سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت
ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اوسکے حبس کا طالب ہو تو قاضی اوسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویحبس المدیون فی
کل دین ھو بدل مال او ملتزم بعقد در ومجمع وملتقی مثل الثمن ولو لمنفعۃ کالاجرۃ والقرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ و
لو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا بزازیہ لانہ التزمہ بعقد کالمہر وھذا ھو المعتمد خلافا لفتوی قاضیخان لتقدیم المتون والشروح
علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاوے مدیون ہر ایک ایسے دین میں جو عوض ہو مال کا یا لازم کر لیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن مبیع کے اگرچہ

ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اوسکو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک
ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہوں کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور جیسے
یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت میں محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہے برخلاف فتوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح
فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہئے م قاضی خان نے کہا کہ در صورت دعوی افلاس حبس نہیں مگر ثمن اور قرض میں اور مہر معجل اور دین کفالت میں حبس بتحقیق اظہار
مفلسی میں لیکن یہہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہے لہذا معتمد نہیں اشیاء مذکورہ میں حبس کرنیکی وجہ باوجود دعوی افلاس یہہ ہے کہ جب مال اوسکے ہاتھ
میں آیا یعنے مبیع اور قرض تو ادای دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمین بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ
قبول مہر اور کفالت پر پیشقدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اوسکا یہہ قول کہ میں محتاج ہوں مسموع نہوگا کیونکہ یہہ قول متناقض کے مانند ہے بسبب
وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکہا والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے
نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی نقلا عن الحموی فی الاختیار بدل الخلع ھنا خطا فتنبہ انتہی اختیار شرح مختار میں بدل خلع کو یہاں شمار کرنا خطا ہے تو آگاہ رہنا
م بدل خلع کو یہاں شمار کرنا یعنے جہاں حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین
المغصوبۃ اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعا علیہ حبس کیا جائے ہر ایک اوس عین میں جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکہتا ہے جیسے عین مغصوب
ای ہی بزازیہ لا یحبس فی غیرہا ای غیر ما ذکر و ہو نیف و ثلثون صورۃ بدل الخلع و مغصوب و مستہلک و دم عمد و عتق حظ شریک و ارش جنایۃ و نفقۃ
قریب و زوجۃ و مہر مؤجل حبس کیا جاوے انکے غیر میں یعنے اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر میں اور یہہ کئی اور تیس صورتیں ہیں ۱ بدل خلع ۲ بدل مغصوب ۳ مستہلک یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اوسکا بدل ۴
دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کردینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت دار ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر مؤجل قلت ظاہرہ ولو بعد طلاق میں کہتا ہوں اور ظاہرا
اطلاق مہر مؤجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسمین حبس نہیں طلاق کے بعد بھی یعنے اگرچہ مہر مؤجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی حبس نہیں وفی نفقات البزازیۃ
یثبت الیسار بالاخبار ھنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کی نفقات میں ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہاں یعنی نفقات میں بخلاف
باقی دیون کے کہ وہاں فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لہ بیمینہ ما لم یثبت غناہ فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا کہ تنگدستی میں
منفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تاوقتیکہ اوسکی تونگری ثابت نہو تو اوسکی طرف مراجعت کر م مدار استدراک اسپر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہہ ہے کہ کشادہ دستی
شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یوں ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اوسکے غیر میں شہادت سے کیونکہ اوسکی عبارت میں تعیین
نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال وقال الدائن انہ ثمن متاع فالقول للمدیون ما لم یبرہن رب الدین طحطاوی
بحثا و اقرہ فی النہر اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ میرے ذمہ میں بدل مال کا نہیں ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول
معتبر ہوگا تا وقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نکرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں اسکو ثابت رکہا ہے م مدیون محبوس
نہوگا اگر مدعی فقر ہو فرع مسئلۃ لا یحبس فی دین مؤجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد لہ السفر معہ فاذا حل منعہ
منہ حتی یوفیہ بدائع وقد مناہ فی الکفالۃ مدیون محبوس نہوگا دین مؤجل میں اور اسی طرح سفر جانے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر
بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اوسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہو چکے تو اوسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر
کر چکے ہیں کتاب الکفالۃ میں ان ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر میں محبوس نہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلئے
کہ اصل تنگدستی ہے یعنے ہر شخص کے حق میں عسرت اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور یہہ امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو
بدون شہادت اوسکا دعوی مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقراض او بتقاضی غریمہ مگر یہہ کہ
اوسکا صاحب دین اوسکی مالداری اور تونگری گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادای دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کو تقاضا کر کے جو

ایک نسخہ میں خطا کے بعد ظاہرہ ہے ۱۲

حاصل ہو ہم شارح نے غنا کو بقدرت علی الوفا اسواسطے تعبیر کیا نا معلوم ہو کہ غنا سے غنا ئی زکوۃ مراد نہیں تو اگر مدیون لو قرض دینے والاسے اور وہ قرض لے تو وہ ظالم ہے محبوس ہوگا کیونکہ حبس جزاء ظلم ہے اور اوسکا ظلم ثابت ہو چکا وجود مستقرض سے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اوسکا مال دوسری پر ہو تو اوس تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نکرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحاوی عن الحموی فیحبسه حینئذٍ بما رأی ولو بعد ما هو الصحیح تو قاضی حبس کرے اسوقت میں جسقدر مدت کہ اوسکی رای میں آوے اگرچہ ایک دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے ہم تلخے جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی رای پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اوسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس میں آپ کو خلاص کرواتا تو محبوس سے سوال کرکے چھوڑ دے محمد کی روایت میں مدت حبس دو یا تین مہینے ہیں اور حسن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ہے اور میں کہتا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رای پر مفوض ہے کیونکہ لوگون کے حال متفاوت ہیں کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفة اذا کان المعسر معروفا بالعسرة لم احبسه وفی الخانیة ولو فقره ظاهرا سأل عنه عاجلا وقبل بینته علی افلاسه وخلی سبیله ہم بکہ ملتقط کی شہادات میں ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو میں اوسکو محبوس نکرونگا یعنے اوسکے حبس کا حکم نکرون اور خانیہ میں ہے کہ اگر اوسکی محتاجی ظاہر ہو تو اوسکا حال جلد لوگون سے دریافت کرے اور اوسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اوسکو چھوڑ دے کذا فی النہر وفی البزازیة قال المدیون حلفه انه ما یعلم انی معسر اجابه القاضی فان حلف حبسه بطلبه وان نکل خلاه واقره المصنف وغیره اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجھکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کہا گئی تو اوسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نکہائے تو اوسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکہا ہے قلت قدمنا ان الرأی لمن له ملکة الاجتهاد فتنبه میں کہتا ہون ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اوس قاضی کی رای کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنے قاضی غیر مجتہد کی رای کا کچھ اعتبار نہیں ہم جلبی نے کہا کہ شارح اسمین قہستانی کا تابع ہوا ہے میں کہتا ہون کہ ایسا امر یعنے تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہے ثم بعد حبسه ان رأه لو حاله مشکلا عند القاضی والا عمل بما ظهر بحر واعتمد المصنف پھر مدیون کے حبس کرنیکے بعد بقدر اوس مدت کے جو اوسکی رای میں آوے اگر اوسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اوسکی نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگون سے اوسکا حال دریافت کرے اور اگر ظاہر ہو تو بموجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسپر اعتماد کیا ہے سأل عنه احتیاطا لا وجوبا من جیرانه ویکفی عدل بخلاف الثانی پہر بعد حبس اوسکا حال اوسکے پڑوسیون سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحبین کی نسبت یعنے اوس کا مقصود ضرر نہیں ہم جو اخبار کہ لائق امر حق کے ہیں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر میں دو شخصون سے دریافت کرنا اوسکی کیفیت اخبار یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجون کا سا حال ہے خوراک اور لباس میں اور حال اوسکا تنگ ہے اور یہ بینے اوسکا حال ظاہر ہو محض دریافت کیا ہے کذا فی الطحاوی واما المستور فان وافق قوله رأی القاضی عمل به والا لا انفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اوسکا قول قاضی کی رای کے موافق ہو تو اوسپر عمل کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی انفع المسائل بحثا اور بحر الرائق میں ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول نہیں ولا یشترط حضرة الخصم ولا لفظ الشهادة الا اذا تنازعا فی الیسار والاعسار قہستانی اور شرط نہیں اخبار میں حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی اور مدعا علیہ تنگدستی اور کشادہ دستی میں نزاع کرین کذا فی القہستانی یعنی مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعا علیہ کہتا ہو کہ میں تنگدست ہون تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور اسیطرح خبر واحد در صورت نزاع مقبول نہیں بلکہ بینہ ضرور ہے قلت لکنها بالاعسار للنفی فهی لیست بحجة ولذا لم یجب السؤال انفع الوسائل فتنبه میں کہتا ہون لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ولہذا اوسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی انفع الوسائل سو خبردار ہو جامع بحر الرائق میں سغناقی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہے اور علامہ نوح آفندی نے کہا کہ شہادت کہتے ہیں کہ مدعا علیہ ضیق الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں بلکہ اثبات ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یظهر له مال خلاه بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا پہر اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اوسکو چھوڑ دے بلا ضامن

اگر تین صورتون نہین ضامن نہ کہ چھوڑ ہی یتیم کو مال مین اور وقف کو مالین اور جبکہ مستاودین غائب ہو ہم مفلس چھوڑ دینی کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اوسکی قاضی کی نزدیک ظاہر ہوگئی تو وہ مہلت دینی کا مستحق
ہوگیا ہو جب یت وآئیگی تو بعد اسکی اسکو قید کرنا ظلم ہی اور مال وقف کو مشائخ بحر نی قیاس کیا ہے مال یتیم پر اور علماء متاخرین اوسکی تابع ہوگئی ہین اشتباس مین کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیا للاول ولا لغیرہ
حتی یثبت غریمہ غناہ بزازیہ پہر جب ابن افلاس کی سبب حبس چہوڑا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نکرے اول دین کی واسطے اور اوسکی غیر کی واسطے تاوقتیکہ اسکا مستاودین اوسکی مالداری ثابت نکرے کذا فی البزازیہ وفی
القنیہ یمین المحبوس علی افلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی ان یقضی بہ ثم یحلف الدائن ثانیا اور قنیہ مین ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس کی گواہی دی سو مستاودین نی اسکا چہوڑ دینا چاہا قبل
اس بات کے کہ قاضی اوسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اوسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اسکو دوسری بار قید نکرا دے ہم شارح نے یہان ایک جملہ
قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنے صاحب دین قبل مفلس اوسکا اطلاق چاہے اور محبوس نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے
کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب ربہ یرید تطویل حبسہ ان علمہ وقدرہ اخذہ القاضی و
کفیلا وخلاہ خانیہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہوگیا تطویل حبس کا ارادہ کرکے اگر قاضی دین کو اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اوسکو لیکر
مدیون سے ضامن لے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ہم ضامن لے یعنے مال ضامن اور حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق
المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ مین ہے کہ چہوڑنا محبوس کا جائز نہین مگر اوسکے
مدعی کی رضامندی سے مگر جب کہ اوسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اوسکا چہوڑ دینا مدعی کی غیبت مین جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی
اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگر یہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد ہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ تعمیم ہے چنانچہ ہمنے اوسکی طرف اشارہ
کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ ابیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ مدۃ ضربت لابلاء
الاعذار اور اگر کہا ایسے شخص نے کہ محبوس کرنیکا ارادہ ہوا کہ مین اپنا اسباب بیچتا ہون اور دین ادا کرتا ہون تو قاضی اوسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹہیرا دے اور اسکو
قید نکرے اسواسطے کہ تین دن آزمایش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہوگئے ہین یعنے اتنے عرصہ مین ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو لہ عقار
یحبسہ ای لیبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجیء تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اوسکو حبس کرے
یعنی اسواسطے کہ تا اوسکو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اوسپر ہے اگرچہ بعوض ثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر مین ولم یمنع غرماءہ
عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جائین مدیون سے اوسکے دین والے بنا بر ظاہر الروایۃ ہم یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہے یعنی اگر محبوس کا
مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے اور اگر ارباب دیون اسکے ساتھ رہنے کا قصد کرین تو قاضی اونکو نہ روکے یہی ظاہر الروایۃ ہے امام سے خلافا للصاحبین امام کی
دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہی تا حصول قدرت ایفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اوسکے ساتھ رہین تاکہ وہ مخفی نکر ڈالے کذا فی الطحطاوی
فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین والے مدیون مفلس کے ساتھ لگے رہین لیکن رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ
رہین ہم اور ملازمت مین بہتر قول وہی ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود مین ملازمت کرے اور اوسکو جورو لڑکون کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو
دونون وقت کے کہانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جای ضرور سے جانے سے خواہ دائن آپ اوسکے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور
یہہ جائز نہین کہ اسکو دہوپ مین رکھے یا برف پر یا ایسے مکان مین کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویستاجر للمراۃ امراۃ تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کے
واسطے دوسری عورت نوکر رکھی جاوے کہ اوسکے ساتھ بنی رہے کذا فی القنیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب الملازمۃ ففی حجر
الہدایۃ یخیر الطالب الا بضرر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر مین ہے کہ طالب کو اختیار دیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر
ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اوسکے گھر مین نجانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس اچھا ہے کذا فی البحر وکلفہ فی البزازیۃ بکفیل
بالنفس اور بزازیہ مین حاضر ضامن دینے سے اوسکو تکلیف کیا ہے ہم خانیہ مین ہے کہ اگر اوسکی ملازمت مین اوسکی نوکری جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اوسکو چھوڑ دے
کذا فی الطحطاوی وللطالب ملازمتہ بلا امر قاض لو مقرا بحقہ اور طالب کو اوسکی ملازمت کا اختیار ہے بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اسکے حق کا مقر

ولا یقبل برھانہ علی افلاسہ قبل حبسہ لقیامہا علی النفی وصححہ عزمی زادہ اور مقبول نہین مدیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے
بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنی نفی غنا پر اور عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم بلا قید حبس گواہی نفی پر مقبول نہین اسواسطے کہ جب چند مدت
وہ محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اوسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اوٹھاتا اور اس قول کی صاحب نہایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی
عن البدایۃ وصحح غیرہ قبولہا اور غیر عزمی زادہ اور علما نے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے ہم اور اسیکا فتوی دیا ہے محمد بن فضل اور اسمعیل
بن حماد بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیہ رأیہ کما مر فان علم اعسارہ قبلہا والا لا
فرقہ فلیحفظ اور اعتماد اسی پر ہے معتمد علیہ قاضی کی رائے ہے سو اگر قاضی اوسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہین تو نہین کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے

وبینۃ یسارہ احق من بینۃ اعسارہا بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی احق بالقبول ہے اوسکی
افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیان تو اثبات کے واسطے ہین نہ نفی کیواسطے ہم یعنے اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری
اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت مین مالداری کی گواہی احق بالقبول ہے بدلیل گذشتہ نعم لو بین سبب اعسارہ وشہدا بہ فتقدم
لاثباتہا امرا عارضا بحثا واعتمدہ فی النہر ہان اگر مدیون اپنے مفلس ہو جانے کا سبب بیان کرے اور گواہ اوسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی
مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکور کے امر عارض کو یعنے یہہ گواہی اثبات کی ہوئی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا و فی
القنیۃ ان لم یبینوا مقدار ما یملک قبلت والا لم یمکن قبولہا لانہا قامت للمحبوس وہو منکر والبینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل اور
قنیہ مین ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کرین اوس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کرین تو اوسکا قبول
کرنا ممکن نہین اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہین وابد حبس المؤسر
لانہ جزاء الظلم قلت وسیجی فی الحجر انہ یباع مالہ لدینہ عندہما وبہ یفتی وحینئذ فلا یتابد حبسہ فتنبہ اور محبوس مالدار کی دائمی
کیجاویگی اسواسطے کہ حبس بدلا ہے ظلم کا مین کہتا ہون اور کتاب الحجر مین آگے آویگا کہ مدیون کا مال اوسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور
اسی کا فتوی ہے اور اسوقت مین تو اوسکا حبس دائمی نہین رہتا تو خبردار ہو جاؤ یعنے بموجب قول مفتی بہ مال بیچکر دین ادا کر کے وہ چھوڑ دیا جاویگا پھر دوام
حبس کہان باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقۃ زوجتہ وولدہ اذا ادعی الفقر فان قضی بہا لانہا لیست بدل مال ولا لزمتہ بعقد علی ما
مرحتی لو برھنت علی یسارہ یحبس بطلبہا اور قید نکیا جاویگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کیواسطے جب کہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے
نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہین اور نہ اوسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہان تک کہ اگر زوجہ اوسکی
مالداری شہادت سے ثابت کریگی تو اوسکی درخواست سے حبس ہوگا ہم خلاصہ یہہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ مین حبس نہین درصورت ادعای فقر مگر اوس صورت مین
جب کہ زوجہ اوسکی مالداری ثابت کرے کذا فی المنح بل یحبس اذا برھنت علی یسارہ بطلبہا کما لو ابی ان ینفق علیہا او علی اصولہ وفروعہ
فیحبس حیاۃ لہم بلکہ زوج محبوس ہو جب کہ اوسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے
سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاوے اون لوگون کے جلانے کے واسطے قلت وھل یحبس لمحرمہ لو ابی لم ارہ وظاھر تقییدہم
لا لکن ما مر من الاشباہ لا یضرب المحبوس الا فی ثلاث یفیدہ فلیتامل عند الفتوی مین کہتا ہون اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب اگر
نفقہ دینے سے انکار کرے مین نے اسکو صریح نہین دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہہ ہے کہ محبوس نہو یعنے تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اسکی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ
نہ دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صور تو تین صور مفید حبس ہے تو تامل کیجو فتوی دینے کیوقت ہم منجملہ صور ثلثہ ایک
صورت یہہ ہے جب کہ انفاق نکرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہین کیونکہ اصول اور فروع اقارب مین داخل نہین اور اقارب مین کسیکا نفقہ
واجب نہین مگر قرابتدار محرم کا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ عدول جائز نہین قول صریح سے اوس تقیید کیطرف جو ذکر عدد سے ماخوذ ہے وسیجی حبس الوالی

بدایۃ الصغیر اور آگے آویگا مجوسی ہونا ولی کا صغیر کے دین سے مانع ہو وین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہو وے تھے ادا کرنے سے ولی او سکا متولی ہے تو ولی ہونگے
کذا فی التمرتاشی عن السراج لا یحبس اصل و ان علا فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ و تصحیح بیع عقارہ کمنقولہ
بخلاف الحفظ نہ محبوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو مثلاً دادا پردادا اماں دادا اپنے فرزند کے دین میں بلکہ قاضی فرزند کا دین اصل کے عین مال سے یا اوسکی قیمت سے ادا
کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اوسکی اراضی کی ہے مانند اوسکے مال منقول کے کذا فی البحر فقیر کہتا ہے اور یہ کہنا چاہیئے ہم جنس اصول سے واسطے جائز نہیں کہ
حبس عقوبت ہے اور والد اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا بموجب نص قرآنی کے تو حبس تو بدرجہ اولیٰ
ہوا اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہو گا اپنے اصل کے دین میں اور ایک قرابتدار دوسرے قرابت دار کے
دین میں محبوس ہو گا عین مال اصل سے اوسوقت قضا دین کرے جب کہ موجود حق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اوسوقت جب کہ مال موجود اوسکے حق کی جنس سے
نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاضٍ نائبًا الا اذا فوض الیہ صریحًا کولّ من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ھنا
اقوی لان فی التصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ولّ من شئت واستبدل او استخلف من شئت
فان قاضی القضاۃ ھو الذی یتصرف فیہم مطلقًا تقلیدًا وعزلًا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اوسوقت جب کہ بادشاہ کیطرف سے اسکو
نائب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریحًا چنانچہ سلطان کا یوں کہنا قاضی سے کہ والی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یوں کہنا سلطان کا کہ میں نے
تجھکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہاں قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نائب کرنیکا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت
میں نائب کرنے اور معزول کرنے دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں کہ والی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی
القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوب اور معزول کرنے میں ہے غیر مفوض کو استخلاف میں اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے
استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہیں
کر سکتا تو توقع فساد نیابت قضا میں زیادہ ہے اور اگر قاضی نے نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتابت اقرار کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اوسکے
امر کے موافق کرے اور اسکو حکم دینا جائز نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ نائب حکم کرے اوس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو
گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی بخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک وغیرہ بخلاف اوس شخص کے
جو مامور ہوا سلطان کی طرف سے جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا ذکرہ
ابن ملک وغیرہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اوسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہو جاوے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ
ہے آفات اور بیماریوں کا تو گویا سلطان نے اوسکو نائب کرنے میں اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہ ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جاوے سو واسطے یہ
جمعہ تاخیر عن الوقت کا محتمل نہیں بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب
اگر بیمار ہو جاوے یا اوسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے امام جمعہ کو استخلاف اوسوقت جائز
ہے جب کہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ سماع خطبہ شرائط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اوس امام کے جسکا وضو ٹوٹ
اور اوسنے اوسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ ماموریہاں بانی ہے نہ مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ در حق اصل موجود ہے
کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ منلا خسرو وقال فی البحر لا اصل لہ وانما ھو فہم فہمہ من بعض العبارات وقد مر فی الجمعۃ اھ جو ملا خسرو نے
درر میں ذکر کیا بحر الرائق میں کہا کہ اوسکی کچھ اصل نہیں وہ تو اوسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ یہ گفتگو جمعہ میں ہو چکی ہے ملا خسرو نے ذکر کیا
کہ خطیب کو استخلاف ابتداءً جائز نہیں بلا اذن لکھے یعنی بلا سبق حدث اور در صورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اوسنے بضرورت جائز کہا
اپنی شرح میں کذا فی الطحطاوی نائب القاضی المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل وھو السلطان وحینئذ فلا یملک

ذکر مسائل استخلاف قاضی

ان یعزلہ القاضی بغیر تفویض منہ للعزل ایضا کوکیل وکّل وکذا لا ینعزل ایضا بعزلہ ولا بموتہ ولا بموت السلطان بل بعزلہ زیلعی وعینی وابن ملک وغیرھم فی الوکالۃ واعتمدہ فی الدرر والملتقی وفی البزازیۃ وعلیہ الفتوی وتمامہ فی الاشباہ وفی فتاوی المصنف وھذا ھو المعتمد فی المذھب لا ما ذکرہ ابن الغرس لمخالفتہ للمذھب اوس قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہے نہ معزول کرنا وہ نائب بمنزلہ نائب یعنی سلطان کیطرف سے اور ہر وقت میں تو قاضی اوسکے معزول کرنیکا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزول لیکن بھی مانند اوس وکیل کے جسنے وکیل کیا دوسرے یعنی باذن موکل کہ وہ معزول نہیں ہوتا اوسکے عزل سے اور اسیطرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنیسے اور نہ اوسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب مذکور سلطان کے معزول کرنیسے معزول ہوتا ہے چنانچہ زیلعی اور عینی اور ابن ملک نے کتاب الوکالہ میں مذکور کیا ہے اور درر اور ملتقی میں اوسپر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاوی میں ہے اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے منقول کے واسطے مذہب کے ہم ابن غرس نے فواکہ بدریہ میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہوجاتا ہے قاضی کی معزولی اور موت سے کذا نقلہ الطحطاوی عن المنح وتلیب غیرہ ای غیر المفوض لہ ان قضی عندہ او فی غیبتہ واجازہ القاضی صح قضاءہ لو اہلا بل لو قضی فضولی او ھو فی غیر نوبتہ واجازہ جاز لان المقصود حصول رایہ بحر قال وبہ علم دخول الفضولی فی القضاء اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا سلطان کیطرف سے مفوض نہیں اوسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اہل ہو قضا کا یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونیکے اسکو جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے کہ مطلب تو اوسکی رای حاصل ہوتا ہے اور وہ ان صورتون میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہوگیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الاشباہ والمنظومۃ المحبیۃ لو فوض لعبد فعتق صح ولو حکم بنفسہ لم یصح ولو عتق فقضی صح بخلاف صبی بلغ اشباہ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اوسنے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اوس نے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا ہم صاحب اشباہ نے احکام صبیان میں بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر نابالغ ہو پھر جب کہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور ماتن نے قاضی کا ذکر نہیں کیا مگر عموم والی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی واذا رفع الیہ حکم قاض آخر نفذہ لو دخل المیت والمعزول الحاکم لرأیہ لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فیعم فالقاضی فقید اتفاقی اذ حکم نفسہ قبل ذلک کذلک ابن کمال نفذہ ای الزم الحکم والعمل بمقتضاہ اور جب کہ مرافعہ ہو قاضی کیطرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اوسکو نافذ کردیتے یا دوسرے حکم کو اور عمل بمقتضاء حکم کو لازم کردے یعنی اپنے حکم میں اوسکے حکم کو نافذ اور لازم کردے شارح نے کہا قاضی کی قید سے تحکیم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنی غرض سے مخالف حکم کیا داخل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہوگا جمیع انواع مذکورہ کو سو اسکو سمجھنے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ خود اوس قاضی کا حکم قبل اسکے تنفیذ قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اوسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التحکیم میں آویگا اور عموم قاضی میں اہل بغی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل عدل اوسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو جستانی میں منیہ سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اسکو رد نہیں کرسکتا اور اگر ثانی نے رد کردی تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی لو مجتہدا فیہ عالما باختلاف الفقہاء فیہ فلو لم یعلم لم یجز قضاؤہ ولا یمضیہ الثانی فی ظاہر المذھب زیلعی وعینی وابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدون کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اسمین فقہا یعنی مجتہدون کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نے نجانا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اوسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری

کرے ظاہر مذہب مین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال ھم خلاصۂ مقام یہہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہا ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اوسکی تنفیذ واجب ہے یہہ صورت مین ہے جب کہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اوسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو امام سے دو روایتین مین یعنے تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اوسکا حکم نافذ نہ ہوے اسواسطے کہ اوسنے اوسکا حکم کیا جو خود اوسکے نزدیک خطا ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی نے کہا یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے قنیہ مین ہے کہ قاضی مقلد جب اپنی مذہب کی مخالف حکم کرے تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنی مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہین اسواسطے کہ جو اپنا مذہب عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اوس کی تقلید نہین کی مگر اوسکے مذہب کی جہت سے نہ اوسکے غیر کے مذہب ہے اور یہہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسی واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابوحنیفہ کے مذہب پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہین کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہے اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اوسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہوا اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہین محمد کے نزدیک خود اوس قاضیکو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی ما فی البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہے وہی قول معتمد علیہ ہے مذہب مین اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہہ ہے کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اوس قاضی مجتہد کے ہے جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اوسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولے نافذ نہوگی کذا فی النہر والحموی وشرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے یہی منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہے کلام الطحطاوی لکن فی الخلاصۃ وکفی بخلافہ دکانہ تیسیراً فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہے کہ خلاف اوسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م خلاف اوسکے فتوی دیا گیا ہے یعنی قضا علی المخالف نافذ ہے خواہ قاضی اوس مسئلہ مین اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فواکہ بدریہ مین ہے مین کہتا ہون لائق یہہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نکیجیے خصوصاً ہمارے زمانہ مین اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کو اپنی مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جای علم مذاہب بقیہ مجتہدین پھر اوسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہے یعنے جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بیمحل ہے اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر یعنے بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر ابن حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہے الزم کا یعنے قاضی حکم کو لازم کرلے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہوا اوسکے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنے حکم قاضی کیطرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اسوقت نافذ کرے جب کہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور حضار شہود اصل شرط نہین بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہے بزازیہ مین ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضائے اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اوس سے مال دلادے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہوا اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اوسکے نسب کا انتہی فلما کان فیحکم بمذہبہ لا غیر بحر اور اگر ایسا نہین تو یہہ افتا ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اوسکے کذا فی البحر ھم حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہے بقرینہ قولہ کان افتاءً اور اسواسطے کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ کان افتاءً حکم اول کے طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہو انتہی خلاصۂ مطلب حلبی یہہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیحہ واقع نہوا تو یہہ افتا ہے یعنی طلب فتوی ہے نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنی مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نکرے اور حاصل مضمون طحطاوی یہہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتا ہے نہ قضا

تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وَسَیَجِیْ اٰخِرَ الْکِتَابِ وَاَنَّہٗ اِذَا ارْتَابَ فِیْ حُکْمِ الْاَوَّلِ لَہٗ طَلَبُ شُھُوْدِ الْاَصْلِ اور آخر کتاب یعنی
مسائل شتّٰی سے پہلے کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہہ پڑے قاضی اول کے حکم میں تو اوسکو اختیار
ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اوسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہو کذا فی الحلبی قال وبہ یعرف ان
تَنَافِیْذَ زَمَانِنَا لَا تُعْتَبَرُ لِتَرْکِ مَا ذُکِرَ صاحب بحر نے کہا اور اوس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ کی تنفیذات معتبر نہین
بسبب ترک کرنے اوس چیز کے جو مذکور ہو چکی ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اسواسطے معتبر نہین کہ بلا دعوی اور بلا حادثہ وہ جاری کر دیتا ہے اسطرح کہ
صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہے خلاف قاضی کے حکم پر تا قاضی ثانی اوسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اوسکو ملا اور اوسنے اوسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق مین ہے
مین کہتا ہون اور لگے ہے یہہ لکھدیا جاتا ہے قاضی اول کے وثیقہ پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وَقَدْ تَعَارَفُوْا فِیْ زَمَانِنَا الْقَضَاءَ بِالْمُوْجَبِ
اور البتہ رائج ہو گیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیون مین قضا بالموجب یعنی موجب پر حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب
نہر نے ابن غرس سے تو مزید توضیح کیواسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن غرس نے فواکہ بدریہ مین کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف مین معروف نہین سلف مین تو صریح
فیصلہ ہوتے تھے مثلا یون کہتے تھے کہ فلانے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑیکا تسلیم مین بیعہ کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا اگر آتا تھا وغیر ذلک اور اسطرح
حکم صریح ہونا اصل ہے اسباب مین پہر قضا بالموجب متعارف ہو گئی توسع اور آسانی کے واسطے پہر تو بیہودگی کی یہان تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب کے
مدلول اور معنے سے آگاہ نہین وہ کہتا ہے کہ مینے حکم بالموجب کیا انتہے ملخصا موجب لغت مین اوسکو کہتے مین جسکو کوئی شئے واجب کرے اور اوسکو مقتضی ہو
اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وَھُوَ عِبَارَۃٌ عَنِ الْمَعْنٰی الْمُتَعَلِّقِ بِمَا اُضِیْفَ اِلَیْہِ فِیْ ظَنِّ الْقَاضِیْ شَرْعًا مِنْ حَیْثُ
اَنَّہٗ یَقْتَضِیْ بِہٖ اور موجب عبارت ہے معنے متعلق بالعقد سے جو عقد کہ شرعا مضاف اور منسوب ہے موجب کیطرف قاضی کے ظن مین جس حیثیت سے کہ قاضی اوسکا حکم
کرتا ہے ہم مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اوسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت مین مقتضاے بیع ہے یعنی خارج ہونا
مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اوسکا مشتری کی ملک مین اور تسلیم اور تسلم ثمن اور مثمن مین الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمہ تو یہہ معنے محکوم بہ
جو مضاف اور منسوب ہے بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے ظن مین شرعا وہی موجب ہے یہان اور اوسکو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت مقتضا کی قید سے وہ صورت
نکل گئی کہ مثلا قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اوسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اسواسطے
کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہین اور قاضیکو اوسکا دہیان بھی نہین تو یہہ موجب متعلق بالحکم نہوا اس مراد سے کہ قاضی نے اوسکا بھی حکم کر دیا فتامل کذا
فی الطحطاوی فَاِذَا حَکَمَ حَنَفِیٌّ بِمُوْجَبِ بَیْعِ الْمُدَبَّرِ کَانَ مَعْنَاہُ اَنَّہٗ حَکَمَ بِبُطْلَانِ الْبَیْعِ سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب
اوسکا حکم ہے بطلان بیعکا ہم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پہر اوس بیع مین تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے
اس بیعکے موجب کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہہ ہوگا کہ یہہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت مین وہ معنے ہین جو اس بیع محکوم بہ کیطرف مضاف ہے
شرعا قاضی کے ظن مین یعنے اس بیعکا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی وَلَوْ قَالَ الْمُوَثِّقُ وَحَکَمَ بِمُقْتَضَاہُ لَا یَصِحُّ لِاَنَّ الشَّیْءَ لَا یَقْتَضِیْ بُطْلَانَ نَفْسِہٖ
اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شی اپنی ذات کے باطل ہونیکو مقتضی نہین ہوتی ہم
یعنی اگر قاضی یا موثق یون لکھے کہ مین نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہین حنفی کے نزدیک تو یہہ عدم محل ہے
سے ہوا تو قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دیسکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ محل شافعیکو مانع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضا بیع مدبر کا حکم متوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیعکا کچھ
مقتضا ہی نہین ہے اسواسطے کہ شی اپنی ذاتکی بطلان کو مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وَبِہٖ ظَھَرَ اَنَّ الْحُکْمَ بِالْمُوْجَبِ اَعَمُّ فَھْمًا اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم
بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس نے
فواکہ مین کہا لازم یہہ آتا ہے کہ بیان حکم مین موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کے قضا کی بعض صورتون مین چنانچہ بیع المدبر کی

صورت مین ایسا اور موجب اور مقتضا مجتمع ہوجاتے ہین بیع صحیح کی قضا بالموجب مین چنانچہ اول مذکور ہوچکا فوائد بدریہ مین کہا حاصل یہہ ہو کہ موجب بیان مقتضا کی
سابقہ صادق آتا ہے اور بدون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال سے ظاہر امتیاز ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت ہے
الی آخر ما قال کذا فی الطحطاوی الا ما عرّی عن دلیل مجمع درصورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ سراسر دلیل سے اوسکو جاری
نکرے کذا فی المجمع ہم صاحب مجمع نے اسکو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا سراسر الدلیل کی ایک صورت یہہ ہو کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جب کہ
چند سال صاحب دین مطالبہ نکرے کذا فی الطحطاوی او خالف کتابا لم یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن
مجید ہو جسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنے قضا بلزوم حق متروک التسمیہ عمداً سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق ہو وین وراضح
کرنا چاہئے کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیہ عمداً حلال ہے اوسکا کہانا اور بیع اوسکی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمداً حلال نہین
نہ اوسکی بیع صحیح ہے بدلیل آیت قرآنی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی اور نکہاؤ اوس جانور کو جسپر اللہ کا نام نہین لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب
شافعی متروک التسمیہ مین ظاہراً آیت مذکورہ کے موافق نہین لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اوسکو باطل کریگا جاری نکریگا او سنۃ مشہورۃ
کتحلیل بلا وطی لمخالفتہ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے
بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہے ہم سعید بن مسیب کا یہہ مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثہ بمجرد نکاح محلل حلال ہوجاتی ہے بدون اوسکی وطی کے
تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اوسکو نافذ نکرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہو اور یہی حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی
قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا او اجماعاً کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ وکبیع ام الولد علی الاظہر وقیل ینفذ علی الاصح یا قضا
مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع صحابہ کرام کے اوسکے فساد پر اور جیسے ام الولد کی بیع بنابر قول اظہر اور بعضوں نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا
حکم نافذ ہو بر قول اصح ہم داؤد ظاہری کا یہہ مذہب ہو کہ ام ولد کی بیع صحیح ہے تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہوگا اور یہی پر فتویٰ ہے
اور یہی قول ہے محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہے اور شیخین کا یہہ مذہب ہے کہ قضاء مذکور نافذ ہے کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع
نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم آوے اور فتح القدیر مین ہے کہ قضاء مذکور دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر متوقف ہے بدائع مین ہو کہ اگر قاضی
ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہوگیا تو جاری نکرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی
ومن ذلک ما لو قضی بشاہد ویمین المدعی لمخالفتہ للحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر
نافذہ کے یہہ صورت ہو کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اوسپر ہین جو دعوی کرے
اور قسم اوسپر ہے جو منکر ہو او بالقصاص بیمین الولی واحدا من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب متعین کردینے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ
سے ہم بعض علما نے کہا کہ یہہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہے کہ جب مدعا علیہ مین اور مقتول مین عداوت ظاہرہ ہو اور اسکی عداوت غیر مدعا علیہ سے معلوم نہو بشرطیکہ
مدعا علیہ محلہ مین موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم ولی مقتول سے اوسکے دعوی پر بعد جب وہ قسم کہاوے تو اوسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے
نزدیک اسمین دیت اور قسامہ ہے تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہو تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہہ قضا مخالف اجماع ہے
کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ او بصحۃ نکاح المتعۃ او الموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نکرے او بصحۃ بیع
عبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نکرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو
خصاف نے ذکر کیا اسمین ہمارے اصحاب سے کچھہ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول نہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہہ قضا فصل مجتہد فیہ مین ہے کذا
فی الطحطاوی او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحۃ طلاق الدور وبقاء النکاح کما مرّ فی
بابہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور باقی رہنے نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین و قضاء عبد او صبی او مطلقاً

لہ یعنی صحیح ہونا اوسکی بیع کا ... امام شافعی کے نزدیک ...
لہ یعنی صحیح بیان کتاب الطلاق جلد دوم ...

اور قضا غلام اور صغیر کی مطلقا نافذ نہیں یعنی خواہ حر پر حکم کرین یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر پر کذا فی البحر وقضاء الکافر علی المسلم ابدًا ونحو ذلک
کالتفریق بین الزوجین بشهادة المرضعة لاینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اوسکے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی
کی گواہی سے نافذ نہین ہوتا قضا کے جمیع مسائل مذکورہ مین وتمامها فی الاشباه نیفًا واربعین اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے اشباہ مین چالیس اورچند
مسائل شمار کئے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ مین بطریق حصر کے مذکور نہین حموی نے کہا اور جن مسائل مین قضاء قاضی نافذ نہین ہوتی
ہو اونکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور فتح القدیر مین ہے جسکو تتبع چاہیے وہ کتب مذکورہ کیطرف مراجعت کرے وذکرت فی
الدلائل مایبلغ سبعین موضعًا ما لو قضت المرأة بحد او قود وسیجی متنا خلافًا لما ذکرہ المصنف شرحًا اور درر مین قضا نافذ کی سات صورتین
مذکور کین اونمین سے ایک یہہ صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہہ مسئلہ متن مین آویگا کتاب القاضی الی القاضی مین اوسکے برخلاف جسکو مصنف
نے شرح مین ذکر کیا ہم کسین دو قول ہین خانیہ مین نفاذ مذکور ہے اور بزدوی نے قضا جامع کے مقدمہ مین عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی البحر والاصل ان
القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ قضا صحیح ہے
موضع اختلاف مین نہ موضع خلاف مین اور اختلاف اور خلاف مین فرق یہہ ہے کہ اختلاف کیواسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کے واسطے ہم یہہ تفرقہ عرفیہ ہے والا
فقد قال تعالی وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب اور حالانکہ اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہین اور مراد شارح
یہہ ہے کہ موضع خلاف مین کوئی دلیل صحیح نہین مخالف کی نظر مین والا اوسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی البحر وهل اختلاف الشافعی
معتبر الاصح نعم صدر الشریعة اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہہ ہے کہ ہان معتبر ہے کذا فی شرح الوقایة لصدر الشریعة ہم شرح وقایہ مین ہے
ہدایہ مین کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہہ ہے کہ یہہ شرط نہین تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لایدخل تحت القضاء
بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہین یعنے اوس سے کوئی حکم متعلق نہین بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے اور اوسکی تاریخ
معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ مین کذا فی البحر فلو برهن علی موت ابیه فی یوم کذا ثم برهنت امرأة ان المیت نکحها بعد ذلک
قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پہر کوئی عورت گواہ لائی کہ میت مذکور نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو ثبوت نکاح کا
حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث ان کے ساتھہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہین اور استحقاق میراث سبب
علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونون گواہون
پر عمل ممکن ہے ولو برهن علی قتله فیه فبرهنت ان المقتول نکحها بعده لاتقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پہر عورت گواہ لائی
کہ مقتول نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اوسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا
جمیع العقود والمداینات اور اسیطرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات ہین ہم عقود جیسا کہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہ اور مداینات جیسا کہ قرض
اور ودیعت مستہلکہ یعنے جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضا مین کذا فی البحر الا فی مسئلة الزوجة التی قعدها ولد فانه تقبل بینتها
بتاریخ متاخر لما قضی القاضی به من یوم القتل اشباہ مگر اوس زوجہ کے مسئلہ مین جسکے ساتھہ لڑکا ہے اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے
اوس تاریخ کے ساتھہ جو متاخر ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اوسکی ولوالجیہ مین یون ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا
کہ اوس نے اوسکے باپ کو عمدًا تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت ہوا اور مین اوسکا وارث ہون کوئی اوسکا وارث نہین سوای میرے اور اس دعوی کو گواہون
سے ثابت کیا پہر ایک عورت آئی اور اوسکے ساتھہ ایک لڑکا ہے سو اوس نے گواہی قایم کی اس پر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھہ سے نکاح کیا اور یہہ
لڑکا اوسکا ہے اور اوسکا وارث ہے اس مدعی کے ساتھہ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسمین یہہ مستحسن جانتا ہون کہ عورت کے گواہون کو جائز کہون اور ولد کو
ثابت النسب کہون اور قتل کے گواہون کو باطل کردون اور یہہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب سے ہو اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا

فرق درمیان اختلاف و خلاف
اور نہین اختلاف سب
اور یہہ اختلاف اور دون
نہین سے مجرد
دیکہا ۔ سب
اور نہین اختلاف سب
اور ہر ان کہن
دیکہتی

ساتھ نہ ہو تو ابن مدعی کے گواہ مقبول ہونگے ؛ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی واستثنی محشوہا من الاول مسائل
منہا اذا ادعیا میراثا فلا تستقبل تاریخا اور اشباہ کے محشیون نے مستثنے کیلئے چند مسائل کو اول سے یعنے یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ ہے
کہ دو شخصون نے ایک چیز میں میراث کا دعویٰ کیا تو میراث او سکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق ہے ہم ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے میں اسکو اپنے باپ سے
میراث مین پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے مین ہے تو یہان تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نکی یا دونون نے ایک ہی
تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون مین نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی وبرهن الوکیل علی وکالته وحکم بها فادعی المطلوب موت الطالب الدافع
قبض دین کیے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر مدیون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعویٰ کیا یعنی طالب مرگیا بعد
توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنے وکیل اب مطالبہ نہیں کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبض باقی نہیں ہے طحطاوی نے کہا
یہان حکم کہان ہے جو کہیئے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں ہے یہ تو فقط دفع ہے دعویٰ کا برهن انه شراه من ابیه منذ سنة وبرهن ذو الید
علی موته منذ سنتين لم تسمع وقيل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اوس نے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر
دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی ہم استثنا بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قنیہ مین ہے کہ
یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسره ان القضاء بالبينة عبارة عن دفع النزاع والموت من حيث انه موت ليس محلا للنزاع ليرتفع باثبات
بخلاف القتل فانه من حيث هو محل للنزاع كما لا يخفى اور بھید او سکا یعنے موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینہ عبارت ہے دفع
نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منعقد ہے موت سے
یعنی جسوقت کہ موت ہوگی مال اوسکا وارث پائیگا بلا خصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں ہم اخیاس مین کہا
ہے کہ محمد نے دونون مین فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت مین کوئی حق لازم نہیں توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل بغیر اعا
نہیں قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخر مین چنانچہ مسئلہ سابقہ مین مذکور ہوچکا اسقاط ہے اوسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ
یہ نہیں ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق مین پھر زندہ ہوجاوے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق
اعتبار کے نہون گے بواسطہ تضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہان عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسواسطے
کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جسطرح حالت انفراد مین وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون مین درباب ارث تعارض نہوا اوسکے اسقاط اور اثبات
مین لہذا عورت کے گواہ یہان مقبول ہونگے کذا فی الطحطاوی وينفذ القضاء بشهادة الزور ظاهرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور
باطن مین ہم امام کے نزدیک اگر شخصے بواسطہ سبب معین دعویٰ کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن مین کذا
فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلا شخصے نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات
اوسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے
اسواسطے کہ رجال غلام ہین اللہ تعالیٰ کے اور نسا لونڈیان ہین اور مولی کو ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکون کے نکاح مین اور ولایت اللہ تعالیٰ
کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا
عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزور الشهود قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہون کے
کذب کو نجانتا ہو ہم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ ہو یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی
کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح
والفسوخ كاقالة وطلاق لقول علي رضي الله عنه شاهداك زوجاك قضا بشہادت زور نافذ ہے عقود مین مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ مین

له اور ایک نسخہ مین بعد رضی اللہ عنہ کے لک الزوجہ ہے یعنی جیسا ارشاد علی مرتضی رضہ کا اوس نسخہ مین الخ ۱۲

مانند اقالہ و طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا امام کی دلیل سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر
نکاح کا دعویٰ کیا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اوس نے قائم کئے تو آپ نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین
اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اوس سے کر دیجئے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں میں نکاح
منعقد نہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اسمیں دونوں کا محفوظ
رہنا تھا زنا سے اور شہود و باشبہہ کاذب تھے بدلیل قصۂ مذکورہ کذا فی الدر بیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے غیر پر دعویٰ کیا کہ اوس نے اس لونڈی کو
اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کئے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم نافذ ہے باطن میں بھی
امام کے نزدیک اور اوسکو اوسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعویٰ کیا اور شہود زور قائم کئے اور
قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اوسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہیں
زوج ثانی کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقۃ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اوسکو طلاق نہیں دی اسطرح کہ زوج ثانی احد الشاہدین
یا حقیقت حال نجانتا ہو اسطرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیریۃ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب
ہوگی حلت کا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہمنے حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھیرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے
نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنی درصورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہے
شہادت پر اور اوسکے نزدیک شہادت حق ہے بنا بر عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کے جانب سے کذا فی الطحطاوی
و صاحبین نے شرع میں تصرف اور امام کی قوی تر دلیل تحریم البضع سے یہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہو ظاہراً اور باطناً یہی تفریق
بامر اللہ ہے بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہے حق تعالے کے جانب سے کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلثۃ ظاہراً فقط وعلیہ الفتویٰ شرنبلالیۃ
عن البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشرنبلالیۃ عن البرہان م یعنی قضا بشہادت زور ظاہر میں نافذ ہے باطن
میں نہیں اسلئے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت ہے نہ باطن میں تو قضا بھی اسیطرح فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے قہستانی میں حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن
فتویٰ دار بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ قول ابو حنیفہ ہو الوجہ یعنی قوی ہے کذا فی الطحطاوی وبخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک فظاہراً فقط بما کالنزاع
لاسبابہ کالاقتضاء املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جو ذکر سبب سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بالاجماع بسبب تزاحم اسباب کے م یعنی املاک مرسلہ عقود و فسوخ کی مخالف ہیں کہ اونمیں ظاہر ہی میں فقط
قضا نافذ ہو وجہ یہی ہے کہ مثلاً نکاح میں نکاح مقدم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اوس سے کر دیا تم دونوں میں نکاح کا حکم کیا
قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب ضرور ہے اور بعض سبب اولے نہیں بعض سے بسبب تزاحم
اسباب ملک تو یہاں اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہیں بطریق اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ نہوئی تو مقضی لہ کو وطی اور اکل وغیرہ حلال نہیں اور
مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں کریگا تو لوگ اوسکو نسبت بفسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی عن الولوالجیۃ حتی لو
ذکر سبباً معیناً فعلی الخلاف ان کان سبباً یمکن انشاءہ تو اگر املاک میں سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو
جسکا انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ہے یعنی اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ فلانی چیز میری ملک ہے بسبب خریدنے کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور
قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی میں نافذ ہوگی نہ باطن میں والا لا ینفذ
اتفاقاً کالارث اور اگر ایسا سبب مدعی نے مذکور نہیں کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن میں کذا فی الطحطاوی نافذ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے
چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہو لیکن ایسا سبب نہیں ہے جسکو قاضی انشا کر سکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اوس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا
ہو سکے طحطاوی نے کہا بدائع میں ہے کہ میراث اور مطلق ملک دعوے میں برابر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں انتہی وکذا لو کانت المرأۃ محرمۃ بنحو ردۃ

اور ردّتہ وكما لو علم القاضی بكذب الشهود حیث لا ینفذ اصلا كالقضاء بالیمین الكاذبۃ زیلعی ونكاح الفتح اور چنانچہ اگر عورت محرم یعنی کہ
پر حرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہما کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہون کی دروغگوئی سے واقف ہو جاوے کہ وہان ہر گز قضا نافذ نہوگی جہوٹی قسم کی قضا
کے نہ کذا فی الزیلعی ونكاح فتح القدیر مین بہتر یہہ تہا کہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا ارث کے ساتہہ تمثیل نہ دیتا کیونکہ دونو
صورتون مین اصلا قضا نافذ نہین نہ ظاہر مین نہ باطن مین بخلاف ارث کے کہ اسمین فقط باطن مین نافذ نہین یہین کا فدیہ کی یہہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ
زوج نے اسکو معلقہ کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اوسکا منکر ہے تو قاضی نے اوسکو قسم دی اور اوسنے قسم کہائی انکار پر اور عورت جانتی ہے کہ بلا شبہہ
طلاق واقع ہوئی تو اوسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہین اور نہ اوسکی میراث لینا اوسکو درست ہے خلاصہ مین ہے کہ زوج کو اوسکی وطی حلال نہین
اجماعا کذا فی الطحطاوی وطی اسواسطے حلال نہین کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمین کاذبہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف
رایہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع ووقایہ وملتقی وقیل بالنفاذ یفتی
قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا مین برخلاف اپنی رای کے یعنے اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال تو نافذ نہوگا مطلقا بہول کر نہ عمدا صاحبین اور
ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری مین کافی سے فتوی
منقول ہے کذا فی الطحطاوی یہہ مسئلہ عنقریب شرح مذکور ہو چکا وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتہدا کالحنفیۃ زماننا بخلاف
مذہبہ عامدا لا ینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہین جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب
وہ اگر حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجہکر تو حکم مذکور نافذ نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح اپنا مذہب بہولکر حکم نافذ نہوگا صاحبین کے نزدیک
ہم حکم خلاف مذہب ... شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے شاگرد وانکے قول پر حکم کرے
تو یہہ حکم ... مین ہی یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ قاضی کو حکم بمذہب امام کی تقلید نہ واقع ہوئی ہو ورنہ وہ معزول ٹہیریگا کذا
فی الطحطاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے
ساتہہ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے مین تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہوگی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام الشرنبلالی
وقد غیرت بیت الوہبانیۃ بقولی ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ ما صح اصلا کیسطر اور البتہ مین متغیر کر دیا وہبانیہ
کی بیت کو سو لیون کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلا صحیح نہین نہ عامدا نہ ساہیا اسکو لکہہ کہنا چاہیے قلت واما امر الامیر فمتی صادف
فصلا مجتہدا فیہ ... قدمناہ عن سیر التاتارخانیۃ وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور امیر کا حکم تو جب کہ فصل مجتہد فیہ ملیگا تو امر اوسکا
نافذ ہوگا چنانچہ ہم نے پہلے مقدم ذکر کیا ہے کتاب السیر تاتارخانیہ وغیرہا سے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے لا یقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی
بہ یعنے نہ حکم دیا جاوے اوس شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اوسکے واسطے یعنے غائب کی مضرت اور منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہین بلکہ حکم نافذ ہی نہین بر قول
مفتی بہ کذا فی البحر ہم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا
اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ابو داود وغیرہ مین مروی ہے کہ جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کرکے بہیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب تیری سامنے دونون خصم بیٹہین تو حکم نکیجو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اسکو احمد اور ابن اسحق اور طیالسی اور حاکم نے بہی
روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا حکم کا مانع ہے اور یہہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے سے یا اوسکے نائب کے غائب
ہونے سے اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اس پر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن سے شہادت کے اور اوسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے
معلوم نہین ہو سکتا کذا فی فتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہین
مگر اوسکے نائب کے حضور مین نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور اوسکا وصی اور متولی وقف کا حاضر

وکیل خصومت اور دعوی کا ہو خواہ حکم کے واسطے اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سوا دسنے کسیکو وکیل مقرر کیا تا اوسپر حکم ہو پھر جو اقامت
بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اوسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت بینہ ہوئی سو وہ مر گیا اور وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر
اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا سو بینہ مذکور سے اوسپر حکم ہوگا جو حاضر ہے انتہی اور وصی سو وہ وصی مراد ہے جو میت کے
طرف سے ہو نہ قاضی کے طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہیں ہوتے ہیں کذا فی البحر افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی
الغائب والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرۃ وکیلہ وبحضرۃ وصیہ جامع
الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے یہہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل
مین یون لکھے کہ مین نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان
احد الورثۃ کذلک ینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین واجنبی بیدہ مال یتیم وبعض الموقوف علیہم ای لو الوقف
ثابتا کما مر فی بابہ اور مصنف نے کاف تمثیل سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنے نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف مین منحصر نہین اسواسطے کہ ایکشخص
وارثون مین سے اسیطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثون کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکون مین سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کیطرف سے
اور اسی طرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ مین یتیم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے یتیم کے جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے اونمین سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر
وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف مین مذکور ہو چکا اونائبہ شرعا کوصی نصبہ القاضی خرج المسخر کما سیجی یا قضا جائز ہے غائب پر اوسکے
شرعا نائب کے مقابلے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اوسکا ذکر آویگا مسخر وہی ہے کہ قاضی
ایک وکیل قائم کرے غائب کیطرف سے تا وہ مدعی کا دعوی سنے کذا فی الحلا من البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالۃ فلو شہدا
امۃ ثم ادعی ان مولاہا زوجہا من فلان الغائب واراد ردہا بعیب الزواج لم یقبل لاحتمال انہ طلقہا وزال العیب ابن کمال او ما یدعی
علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اوسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعوی کیا جاوے غائب پر وہی لا محالہ بلا احتمال سبب ہے اس دعوی کا جو شخص حاضر پر دعوی کیا
جاوے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی پھر لونڈی کے مالک پر یہہ دعوی کیا کہ اوس لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو
پھیر دے منکوحہ ہونیکے عیب سے تو دعوی اوسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اوسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کمال
ھ شارح نے یہہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنے تزویج غائب سے رد
العوض کا سبب قطعی نہیں انفکاک کے احتمال سے مثالہ ما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرہن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب
فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب الملکیۃ
لا محالۃ مثال سبب لا محالہ کی چنانچہ دعوی کیا اوس گھر کا جو ایک مرد کے قبضہ مین ہے اور مدعی قابض پر اثبات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اوس گھر کو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ
خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قطعا اس صورت مین ادعا علی الغائب یعنی شرا دار سبب ہے ادعا علی الحاضر کا یعنے مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے
خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنے بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکلیۃ ولہ صور کثیرۃ ذکر منہا فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب کی نیابت
حکمی کی بہت صورتین ہین اونمین سے مجتبی مین اونتیس صورتین مذکور ہین ھ انا بخلاف ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اوسکا فلانے غائب پر آنا ورین ہے
اور یہہ شخص حاضر اوسکا ضامن ہے اوسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونون پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہا تو غائب پر حکم نہوتا اور ازان
جملہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا یہہ گھر فلانے غائب سے اور مین اوسکا شفیع ہون اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اوسکی
خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اوس سے خرید کرنیکا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور ازانجملہ مسئلہ متن ہے اور ازانجملہ اثبات مستحق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو

شارح ذکر کرنیگا کذا اسنے بطحاوی عن السمر من المجتبی ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطا لما یدعیہ علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ
انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید وبرہن علی التطلیق بغیبۃ زید لا یقبل فی الاصح اذا کان فیہ ابطال حق الغائب فلو
لم یکن کما اذا علق طلاق امرأتہ بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوی کیا جاے غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس دعوی کی
جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے
طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جب کہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین
تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے
تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنے زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونیمین ہم قضائی الشرطین اختلاف مشائخ
ہے اور صحیح یہہ ہے کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت بمسبب کے حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور
ایسا نہین جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت بمشروط کے تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا فی صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات العتق علی
الغائب ان یدعی المشہود علیہ ان الشاہد عبد فلان فبرہن المدعی ان مالکہ الغائب اعتقہ تقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے
حیلون مین سے ایک حیلہ یہہ ہے کہ مشہود علیہ یعنی مدعا علیہ یہہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اوسکے مالک غائب نے اسکو
آزاد کر دیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلۃ الکفالۃ بمہرہا معلقۃ بطلاقہا اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کی مہر کی کفالت کا
معلق بطلاق عورت ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیری مہر کا ضامن ہون جو
زوج پر ہے سو اوسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو اوسنے طلاق پر گواہ قائم کئے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے
متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اسواسطے کہ من قبیل شرط مفسر ہین غائب کیواسطے جامع الفصولین
مین ہے کہ باوجود اسکے اگر قاضی نے اسپر حکم کر دیگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے ودعوی کفالتہ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقۂ
عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین نفقۂ عدت کا
ضامن ہون سو اوسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کئے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف
ومن اراد ان لا یزنی فحیلتہ ما فی دعوی البزازیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا وتزوجہا فاقرت بزوجیۃ
الغائب وانکرت طلاقہ فبرہن علیہا بالطلاق یقضی علیہا انہا زوجۃ الحاضر لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص
ارادہ کرے کہ زنا نکرے تو اوسکا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہے کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اوسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی
عدت منقضی ہو گئی اور مدعی نے اوس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اوسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر گواہ
طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادۂ شہادت کی حاجت نہوگی جب کہ شخص غائب حاضر ہوگا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر
یہہ دعوی راست ہو تو اسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے انتہی ذکر عدم ارادہ زنا بیموقع ہے اور طرز بیان شارح اسکا موہم ہے کہ دعوی دروغ مین یہہ حیلہ جاری ہے اور
حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ برہان طلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونون مین تلازم
نہین سو اگر یہہ مراد ہو کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو اب ظاہر ہے انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظہر الروایتین
عن اصحابنا ذکرہ منلا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین مین بیان
کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفعت کیواسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب مین بحر
الرائق مین ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کی نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگون نے دھوکہ کھایا ہے یعنی وہ عام سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب

مین قضا علی الغائب جائز ہے خواہ حنفی جسکے نزدیک جائز نہین اور ظاہرا یہہ فتوی اوس قاضی کے حق مین ہے جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہی اسواسطے
کہ حنفیہ کا اجماع ہی کہ قضا علے الغائب جائز نہین چنانچہ صدر شہید نے شرح آداب القاضی مین ذکر کیا ہے اور اگر عامی ہو تو ہمارے اصحاب کا مذہب لانسلم آیا
یا فتوی نفاذ کا مفقود کے حق مین محمول ہے نہ مطلق غائب مین وقیل لا ینفذ ورجحہ فی الخلاصۃ فی المنیۃ والبزازیۃ ومجمع الفتاوی وعلیہ الفتوی
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ قضا علے الغائب بلا نائب نافذ نہین اور اسی قول کو راجح کہا ہے اکثر علما نے اور منیہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاوی مین کہا اور اسی
قول پر فتوی ہے ورجح فی الفتح توقفہ علی امضاء قاض آخر اور فتح القدیر مین قضا علی الغائب کو موقوف ہونیکو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کردینے
پر یعنی قضا علے الغائب اوسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اوسکو جاری کردے ہم طحطاوی نے کہا بیان شارح اسکا مقتضی ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہی حالانکہ
یہہ بعینہ وہی قول ہے عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر لا یجوز الا لضرورۃ وہی فی خمس مسائل اور بحر الرائق مین ہی اور قول
معتمد وہ ہی کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہین مگر ضرورت کے سبب سے اور یہہ ضرورت پانچ مسئلون مین ہے ہم مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنے جسکو قاضی سامنے خصومت
کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے اشتری بالخیار فتوارٰی پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ کوئی چیز بشرط خیار خریدی سو بائع چھپ رہا یعنی مشتری نے
مدت خیار مین رد بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کیطرف سے وکیل قائم کری تا اوسکو بیع پھیر دی صاحب
بحر نے یہین دو قول نقل کئے ہین بلا ترجیح اختفی المکفول لہ دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ مکفول لہ چھپ رہا صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس
شرط پر کہ اگر اوسکو کل حاضر نکری تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہوگیا اور کفیل نے اوسکو نہ پایا یہانتک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال
لازم ہوگیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اوسنے مکفول لہ کیطرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اوسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا اما
یہہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی تو یہہ ابو یوسف کی بعضی روایات مین سے ہی کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیوفینہ الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہہ ہی
کہ مدیون نے قسم کہائی کہ البتہ اوسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہوگیا ہم خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حنث سے ڈرا تو قاضی
غائب کیطرف سے وکیل قائم کری اور اوسکو دین ادا کرے تو حانث نہو خانیہ مین کہا اسی قول پر فتوی ہے شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی حاجت
نہین اگر قاضی کو دین ادا کریگا تو حانث نہوگا بر قول مختار مفتے بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ مین ہی اور اگر وہان قاضی نہو تو حانث ہوگا بقول مفتے بہ کذا فی
الطحطاوی جعل امرہا بیدہا ان لم تصل نفقتہا فتغیبت چوتھا مسئلہ یہہ ہی کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اوسکا نفقہ نہ پہونچے سو عورت
چھپ رہی یعنے بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کری نفقہ قبض کرنیکے واسطے الخامسۃ اذا توارٰی الخصم فالمتاخرون ان القاضی ینصب
وکیلا فی الکل وہو قول الثانی خانیۃ پانچوان مسئلہ یہہ ہی کہ جب تنخاصم چھپ رہے اور قضا مین حاضر نہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کری سب صورتون
مین اور یہہ قول ہے ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ قلت ونقل شراح الوہبانیۃ عن شرح ادب القاضی انہ قول الکل وان القاضی یختم بیتہ مدۃ
ثم اذا ہام ینصب لہ وکیلا اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یہہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین سب کا قول ہی اور یہہ کہ قاضی غیر حاضر کے
گہر پر مہر کری جسقدر مدت کہ اوسکو مناسب معلوم ہو پہر وکیل قائم کری وولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکہم حیث کان
الدین لغیرہم وولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کے واسطے ہی نہ وارثون کو بسبب مالک ہونے وارثون کے جبکہ دین وارثون کے سوا اور کسیکا
ہو ہم مثلا متروکہ ہی پانسو کا اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو اب قاضی اوسکو بیچکر ادا دین کریگا نہ اوسکے وارث مگر جب کہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہون
اور وارثون کو استخلاص متروکہ کا حق ہے تو اگر وارث استخلاص کا قصد کری اور مال نقد ادا کری تو ارباب دیون سے زبردستی قبول کروایا جاویگا اور اگر وارث
کہین کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر نکرین تو قاضی کو بیع متروکہ مین اختیار ہی کذا فی الطحطاوی ویقرض القاضی مال الوقف والغائب واللقطۃ
والیتیم من ملی مؤتمن حیث لا وصی ولا من یقبلہ مضاربۃ ولا مستغلا یشتریہ قاضی قرضدی مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ
اور مال یتیم مالدار امانت دار کو جب کہ یتیم کا کوئی وصی نہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کری اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کری

ہم قاضی بسبب کثرت اشغال کے بذاتِ خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہین کرسکتا لہذا مستحب ہو کہ بطریق قرض کے دیوے کیونکہ قرض مین تاوان ہو اور ودیعت مین اور قاضی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والون کا حال دریافت کرے تا اگر کسیکا حال پریشان دیکھے تو اوس سے مال کو لیلے ہے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ آخذ ہے [illegible]
نہ محتاج ہو لہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہین اور قاضی کو یہہ جائز نہین کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا
منع ہے چنانچہ قنیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہے جسمین آمدنی ہو جیسے زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کی سبب ولہ اخذ المال من اب
مبذر و وضعہ عند عدل فی قنیہ اور قاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اوسکو کسی اچھے نامرد عادل کے پاس کذا فی التہذیب یعنی اسواسطے
کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے ویکتب الصک ای ذکر الحق لیحفظہ اور تمسک لکھا جاوے اموال اور کے قرض لینے والی سے بطریق استحباب کہ تا قرض یاد رہے ہم موی نے
کہا صک عبارت ہے مال دیگر کے اقرار نامہ سے وہ فارسی ہے لا یقرض الاب لو قاضیا لانہ لا یقضی لولدہ نہ قرض دیوے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ
باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہین کرسکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم کہتے ہین اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اوسکی سماعت
اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہین تو جواز اقراض کی علت منتفی ہو گئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی
ولا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزھم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دیوے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دیوے اگر
باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اون پر لازم ہوگا بسبب اونکے عاجز ہونیکے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے
ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اوس دوسری روایت کا کہ باپکو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اوسکی قاضی کی ولایت سے
عام تر ہے اسواسطے کہ نفس اور مال مین دونون کی ولایت یکسان ہے مگر مزید شفقت مین باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہرا باپ اوسکو قرض دیگا جو لیکر
منکر ہو جاوے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ جواز قرض اور عدم قرض مین قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہین بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے
بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو پھیر لینے پر قدرت نہین بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہون کو نپاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم
اور دانست پر حکم کریگا یا البتہ کا لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضہم للضرورۃ کحرق او نہب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے
اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنی ہے بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی یا غارتگری کا خوف ہو تو ایسی ضرورت مین بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر ومنی حاز
للملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو اوسوقت مین قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا یعنی جب کہ ابد تک
ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اوسوقت اوسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت مین قرض دینا بھی جائز ہے ولو قضی بالجور فالغرم علیہ فی مالہ ان
متعمدا واقر بہ ای العمد ولو خطأ فالغرم علی المقضی لہ درر اور اگر قاضی نے عمدا بطریق جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اوسکے ذاتی مال مین اگر
بقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے [illegible] جب کہ قاضی [illegible]
ہو تو وہ دو وجہ سے خالی نہین بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ کہ حق اللہ [illegible]
رد ممکن ہو اسطرح پر کہ مال صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے
غلام مالک کو دے اور عورت اوسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا ایسی ہوئی جسکا پھیر نا ممکن ہے اسطرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا
تو مقضی لہ کی قصاص کا حکم نہ ہو کیونکہ شبہہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال مین خون بہا واجب ہوگا یہہ سب کچھ اسصورت مین ہے جب کہ قاضی کی خطا
بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہوا اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہہ مقضی لہ کے حق مین ظاہر نہوگا جبتک کہ حکم کو مقضی لہ کے حق مین باطل
نکرے اور اگر قاضی نے حق اللہ مین خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود غلام یا کفار
یا محدود فی القذف ہین تو تاوان اسکا بیت المال مین ہے اور اگر قاضی نے عمدا ظلم کیا حکم مین اور اسکا اقرار کیا تو اوسکے مال مین تاوان ہوگا سب وجوہ
مذکورہ مین اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصا وفی المنح معزیا للسراج قال محمد لو قال

قاضی اگر حکم مین خطا کرے

تعملت ان يجري انعزل عن القضاء وفيه عن ابي يوسف اذا غلب جوره وارتشى ردت قضاياه وشهادته اور ربیع لنغاریین سے رجکو مرتسب کرکے کہ محیط سے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ مین عمدا ظلم کیا تو معزول ہوجائیگا قضا سے اور نیز امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اوسکے فیصلے اور گواہی مردود ہو

فروع مسائل ملحقہ شارح کے القضاء مظهر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہے یعنی حکم قاضی مظہر خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اوسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہہ صورت میں ہے جب کہ حکم واقع کے مطابق ہوا ور مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم بشہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی ويتخصص بزمان ومكان وخصومة حتى لو امر السلطان بعدم سماع الدعوى بعد خمسة عشر سنة فسمعها لم ينفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماع دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہوگا اور ظہیریہ کی مختصر مین ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایکدن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ مین ہے کہ اگر سلطان قضا مین خصومت استثنا کرے یعنے یون کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نکرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الان بعدها الا بامره الا في الوقف والارث ووجود عذر شرعي وبه افتى المفتي ابو السعود فليحفظ مین کہتا ہون تو اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جاوے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے عذر شرعی مین بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی مسموع ہوگی اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے حموی نے اپنے استاذ یحیی منقاری سے نقل کیا کہ سلاطین یعنے سلاطین روم اب اپنے قاضیون کو حکم کرتے ہین اپنی سب ولایت مین کہ دعوی نہ سنین پندرہ برس کے بعد سوائے وقف اور وارث کے انتہے اور یہہ بہی قطع حیل اور دفع تزویر کے واسطے ہے اور یہہ جو روایت تیس برس یا تینتیس برس یا چھتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی مین ہے درباب عدم سماع سو یہہ روایت قبل صدور نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی مختصرا امر السلطان انما ينفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباه من القاعدة الخامسة وفوائد شتى فلو امر قضاته بتحليف الشهود وجب على العلماء ان ينصحوه ويقولوا له لا تكلف قضاتك الى امر يلزم منه سخطك او سخط الخالق تعالى حکم بادشاہ کا اسوقت نافذ ہے جب تک شرع کے موافق ہو اور نہین تو نافذ نہین چنانچہ اشباہ کی پانچوین قاعدہ اور فوائد شتے مین مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیون کو شاہدون کے قسم دلانے کا حکم کیا تو عالمون پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کرین اور اوس سے کہین کہ اپنے قاضیون سے وہ امر نکروائیے جس سے آپکا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کرین تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کرین تو تیرا غضب ہے ہم صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت مین واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا تیسیر فیہ سے جواز تحلیف منقول ہے یعنے شاہدون سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہہ متوقف ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اسطرح پر کہ وہ صاحب رای ہو یعنی مجتہد ہوا ور اگر صاحب الرای نہو تو تحلیف نہین جائز ہے کذا فی الطحطاوی قضاء الباشا وكتابه الى القاضي جائز ان لم يكن قاض مولى من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اوسکا قاضی کیطرف جائز ہے اگر سلطان کے طرف سے قاضی معین نہو ہم روم مین باشا امیر کو کہتے ہین باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مفتی بہ نافذ ہے چنانچہ ادب القضا مین ہو کذا فی الطحطاوی والمحكم كالقاضي الا في اربعة عشر مسألة ذكرناها في شرح الكنز يعني البحر اور محکم یعنے پنچ قاضی کی مانند ہے مگر چودہ مسئلون مین جنکو ہمنے ذکر کیا ہے شرح کنز یعنے بحر الرائق مین ہم بحر الرائق مین سترہ مسئلے مذکور ہین اسطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ مین پھر اوسکا مرافعہ ہو قاضی یا محکم کیطرف تو اگر اوسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہین تو باطل کرے آور تحکیم پر تراضی خصمین ضرور ہے آور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین آور تحکیم حد اور قصاص اور دیت مین بقول صحیح جائز نہین آور فسخ یمین مضاف مین جواز تحکیم کا فتوی نہ دیا جاوے اگرچہ قول صحیح مین وہ نافذ ہوا اور محکم کا حکم غائب کے طرف متعدی نہین ہوتا اگرچہ واسطے الغائب سبب ہو ادعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلہ مین آور جائز نہین مکتوب محکم کا قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب اوسکے طرف جائز نہین آور محکم حکم نکرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونون مخاصم راضی ہون آور اگر محکم مرتد ہوجاوے تو معزول ہوگا پنچایت سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی آور اگر محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نکرے تو قاضی

اور دوسری پنچکو اوسکا قبول کرنا درست ہو اور پنچ کا حکم ایک وارث سی باقی وارثون کے طرف نہین پہونچتا اور حکم کا حکم بعیب بیع کے بائع کے
طرف نہین پہونچتا مگر جب کہ وہ تحکیم سے راضی ہوا اور اگر محکم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اوسکا حکم موکل کیطرف نہین متعدی ہوتا اور حکم اوسکا سفیہ کے
وصی پر نافذ نہین جسمین صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھہ مقید نہین بلکہ اوسکو حکم جائز ہے جیسے بلاد مین ہے بعد رضاء متخاصمین اور اگر محکم تین
اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سو ایک گواہ کہتا ہے کہ اوسکو خصومت مین وکیل کیا ہے فلانے فقیہ کیطرف اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ دوسرے
فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین اور محکم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ مین جلپی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم
انتہی ملخصاً اور منجملہ مسائل مذکورہ کے یہہ ہے کہ لعان بین الزوجین مین محکم کا حکم جائز نہین چنانچہ برجندی مین ہے کذا فی الخلاصہ و فی الفصل الاول من
جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم و یعزل و یعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور
معزول کیا جائے اور تعزیر دیجائے و فی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلث لریبۃ و لرجاء صلح الاقارب و اذا
استمہل المدعی اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین قاضیکو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور اشتباہ
کے سبب سے اور بہ امید صلح اقارب سے اور جب کہ مدعی مہلت چاہے م اشتباہ یہہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ تین گواہون نے قاضی کے
پاس ایکمقدمہ مین گواہی دی اور ہنوز اونکی گواہی کے بموجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ اونمین سے بولا استغفر اللہ مینے جہوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہہ
کلام سنا مگر یہہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کسنے یہہ کلام کیا سو قاضی نے اونسے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی اونکی گواہی پر
حکم نکرے اور لسان الحکام مین ہے کہ جب قاضی کے پاس بہائی یا چچیری بہائی جہگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہے کہ اونکو تہوڑا ٹالے اور جلدی حکم نہ دے تا
وہ باہم صلح کرلین اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہوجاتا ہے بہائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بہ امید صلح اقارب مین محصور
نہو بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینہ کا مورث ہو تو حتی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور یہہ مخالف نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ
قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا موید وہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہے کہ جب قاضی کو امید رضاء خصمین کی
توقع ہو تو اونکے رد کرنے مین کچھہ مضایقہ نہین اور دونون مین حکم جاری نکرے شاید صلح کرلین اور اونکو دو بار سے زیادہ رد نکرے اور اگر توقع صلح نہو
تو حکم جاری کردے انتہی اور جیسے کہ استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعا علیہ سے جب کہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو
نہ دفع فاسد کا اور ایکصورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر قضا جائز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نکرے اور دوسری شہر کے علما سے فتوی دریافت
کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین ہے کذا فی الخلاصہ لا یصح رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاءہ او بخلاف مذہبہ
اور قاضی کو اپنے حکم سے پہر جانا یعنی اوسپر عمل نکرنا اور اوسکو باطل کردینا جائز نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہوگئی
یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا اما اپنے علم پر حکم کیا پہر ظاہر ہوگیا کہ اوسکا علم وہم تہا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار
کیا اور دونون وہان سے غائب ہوگئے پہر دو شخصون نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہہ شخص وہی معترف ہے پہر معلوم ہوا
کہ یہہ اوسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے و در ظہور خطا کی یہہ صورت ہے کہ مثلاً حنفی المذہب نے مشاع محتمل القسمۃ کی صحت ہبہ کا
حکم دیا پہر اوسکو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہوچکا فتح القدیر مین ہے کہ امام کے نزدیک قاضیکو اپنے علم پر
حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کی وقت اوس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہے اوس حق کا علم جو حد خالص للہ نہین چنانچہ قرض یا ہبہ یا بیع
یا طلاق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدۂ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پہر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اوسکے سامنے آوے یا اپنی حالت قضا مین جہان کا
غیر شہر مین پہر اوس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اوسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اوسی شہر مین قاضی ہے پہر وہ معزول ہوگیا پہر بحال
سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نکرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصراً فصل م

القاضي حكم فلو زوج اليتيمة من نفسه او ابنه لم يجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں ہے فعل سے مراد وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلا تلفظ صیغۂ حکم نکاح مذکور ہے اسواسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جب کہ حکم ٹھہرا تو جائز نہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کیواسطے یا اپنے فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا في مسئلتين مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں ہے یہ استثنا ہے فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی اذا اذن الولي القاضي بتزويجها كان وكيلا ایک صورت یہہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا ہے قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم نہوگا تو اگر اوسکے عقد کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کے طرف تو اوسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والثاني اعطى فقيرا من وقف الفقراء كان له اعطاء غيره دوسری صورت یہہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اوسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے ہے اس مسئلہ میں قید یہہ ہے کہ قاضی نے فقیر کے واسطے راتبہ نہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر قرابت دار کے واسطے حکم نکردیا والا قاضی ثانی کو نقض اوسکا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضي حكم الا في مسئلة الوقف المذكورة قائمة فلو قال فرق لغيره صح امر قاضی کا حکم ہے مگر اوس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہوچکا تو امر اوسکا فتوی ہے تو اگر اوسکے سوا اور کے طرف صرف کرے تو صحیح ہے ہے مثلا قاضی کا یوں کہنا عا علیہ قامت برہان کے بعد کہ ... اور اگر تو یہہ تسلیم ہے اشباہ میں عمادیہ اور بزازیہ سے ہے کہ وقف کیا فقرا پر پہر بعضے قرابتدار واقف کے محتاج ہوگئے سو قاضی نے امر کیا کہ ... وقف میں سے ... دیا جاے تو یہہ امر بمنزلہ فتوی ہے یہان تک کہ اگر واقف یہہ ارادہ کرے کہ اوسکو دوسرے فقیر کے طرف صرف کرے تو صحیح ہے ... القاضي تحليف غريم الميت ... قاضی قسم دے میت کے دین والیکو اگرچہ مریض نے اوسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیئے اور اگرچہ وارث قسم طلب نکرین کذا فی الطحطاوی لا يقبل قول امين القاضي انه حلف المخدرة الا بشاهدين قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اوس نے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو شاہد دیں ہے بزدوی نے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہے جسکو غیر محارم نے نہیں دیکھا ہو یعنی کنواری ہو یا بیاہی اور جو عورت جلوہ گاہ عروسی میں بیٹھی اور اوسکو رجال اجانب نے دیکھا جیسا کہ بعضے بلاد میں عادت ہے وہ مخدرہ نہیں کذا فی الحموی من اعتمد على امر القاضي الذي ليس بشرعي لم يخرج عن العهدة جس نے اعتماد کیا قاضی کے اوس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدہ سے خارج نہوگا یعنی بری الذمہ نہوگا انتہی کلام الاشباہ ہے مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیروں کو سو دینار خیرات کرے اور وصی دوسرے شہر سے اور وہان تک نہ پہنچ سکے اور موصی کا اوس شہر میں ایک مدیون ہے جسپر ہزار درہم ہیں تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیروں کو دے تو مدیون پر اوسکا دین باقی رہیگا اور مدیون کا دینا تطوع ٹھہریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقدمنا في الوقف عن المنظومة المحبية معزيا للمبسوط ان للسلطان مخالفة شرط الواقف لو غالبه قرى ومزارع وانه يعمل بامره وان غاير الشرط فليحفظ اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومۂ محبیہ سے بنسبت مبسوط کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہون اور یہہ کہ حکم کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اوسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اوسکو یاد رکہنا چاہیئے ہے مفتی ابو سعود نے فتوے دیا کہ ملوک اور امرا کے اوقاف میں واقفین کی شروط کی رعایت نہیں اسواسطے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی مملوک ہے یا بیت المال کے طرف راجع ہے اسطرح پر کہ واقف اونکا رقیق ہے بیت المال کا جسکی آزادی ثابت نہیں انتہے اور یہہ حکم مطلق نہیں بلکہ اون اراضی میں سے جنہیں واقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر اونکی ملک ثابت ہے تو شروط کی مخالفت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف قلت واجاب مفتي آفندي بانه متى كان في الوقف سعة ولم يقصر في اداء خدمته لا يمنع فتنبه میں کہتا ہوں ابو سعود آفندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں گنجائش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے میں قصور نکرے تو ممنوع نہیں یعنے اوسکو وظیفہ لینا حرام نہیں سو آگاہ رہنا ہے یہہ بہی اوسی صورت پر محمول ہے جب کہ وقف واقف کا ملک نہو یا جواب اس اعتماد پر ہے کہ گنجایش وقف ظاہرا اس دلیل پر ہے کہ اصل اوسکی بیت المال سے ہے کذا فی الطحطاوی وفي الوهبانية يحبس الولي بدين الصغير حتى يوفيه؛ ويظهر فقر الصغير قلت لكن قدم شارحها عن قاضيخان الحر والعبد والبالغ والصبي في الحبس سواء فليتامل فيه

ھٰذا قالہ الشرنبلالی اور وہبانیہ مین ہے محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین مین یہان تک کہ اوسکو اوکے ہی یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے مین کہتا ہون لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی عبد البر نے مقدم ذکر کیا ہے قاضیخان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس ہونے مین برابر ہین تو غور کرنا چاہئیے ولی کی نفی حبس کو یہان یہہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اوسکا کاہیکو محبوس ہوگا ہم خلاصہ مین ہے کہ صغیر محجور علیہ محبوس نہین کیا جاتا دین استہلاک کی ولیکن اوسکا باپ یا وصی حبس کیا جاتا ہے انتہے اور ظاہر او جہ توفیق بین القولین یہہ ہے کہ قاضیخان کا کلام صغیر ماذون مین اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر محجور علیہ مین ہے چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی المحیط و قال ولیس للقاضی البیع مع وجود اب او وصی ہی فائدۃ حسنۃ قلت وہی فی القنیۃ ومتی باعا فللقاضی نقضہ لو اصلح کما نظم الشارح فضممتہ للمتن مغیرا لبعضہ فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہین با وجود باپ یا وصی کے اور یہہ خوب فائدہ ہے مین کہتا ہون اور یہہ مسئلہ تو قنیہ مین ہے اور جب کہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اوسکا توڑنا جائز ہے اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہے سو مین نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدلکر سو یون کہا ہے وینقض بیع من اب و وصیہ + ولو مصلحا والاصلح النقض یسطر + اور توڑی جاوے بیع باپ یا اوسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہونہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہے یہہ حکم مسطور ہے کتب مذہب مین سے ویحبس فی دین علی الطفل والد + وصی وللتادیب بعض یصدر + اور حبس کیا جاوے طفل صغیر کے دین مین باپ اور وصی اور تادیب کے واسطے بعضے علما حبس صغیر کی بہی صادر بتاتے ہین یعنے بعضون کے نزدیک حبس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہے تاکہ وہ ڈہیٹ نہو جاوے وفی الدین لم یحبس اب و مکاتب + وعبد لمولا لا لعکس فمعسر + اور صغیر کے دین مین باپ محبوس نہین ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب اپنے دین کتابت وغیرہ مین اور نہ غلام اپنے مولیٰ کے دین مین اور نہ مولیٰ غلام کے دین مین اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہے نعم لو العبد مدیونا یحبس المولی بدینہ لانہ للغرماء ہان اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولیٰ محبوس ہوگا اوسکے دین مین اسواسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہے یعنی حبس مولیٰ اسواسطے ہے تاکہ اونکو وہ دیون حاصل ہوجاوین جو غلام پر ہین کذا فی المحیط وکذا یحبس بدین مکاتبہ الا فیما کان من جنس الکتابۃ اور اسیطرح مولیٰ محبوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین مین مگر اوس دین مین محبوس نہین ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلا دس من گیہون ہین اور کتابت ہوئی مثلا دس درم پر تو اس صورت مین بدل کتابت مغائر ہے دین کی تو مولیٰ محبوس ہوگا اور اگر کتابت بہی دس من گیہون پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے ٹہیرا تو محبوس نہوگا ففی عتاق الوہبانیۃ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا + مکاتبہ والعبد فیہا مخیر + سو وہبانیہ کی کتاب العتاق مین ہے اور غیر جنس حق مین محبوس کرے مولیٰ کو مکاتب اوسکا اور غلام کتابت مین مختار ہے یعنے چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کردے بدون رضامندی مولیٰ کے کذا فی المحیط وفی حجرہا وتحبس ذو الکتب لعصاح الحبر + علی الدین اذ بالکتب ما ہو معسر + اور وہبانیہ کی کتاب الحجر مین ہے اور صحیح کتابون والا کاتب محبوس ہوگا دین مین اسواسطے کہ بسبب کتابون کے وہ مفلس نہین ہے قنیہ مین ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اوسکے پاس کتابین ہین تو وہ درحق قضاء دین مقدور والا ہے تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ و وجوب زکوٰۃ کذا فی المحیط

باب التحکیم

یہہ باب ہے تحکیم مین یعنے پنچ مقرر کرنے مین تحکیم بہی قضا کی فروع سے ہے اور محکم یعنے پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہے جسنے اسکو پنچ ٹہیرایا اور پنچایت حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ مینے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز مین تو میری پاس آتے ہین سو مین اونمین حکم کردیتا ہون تو مجہ سے فریقین راضی ہوجاتے ہین تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہہ کیا خوب ہے رواہ النسائی کذا فی النہر ہو لغۃ جعل الحکم فیما لک لغیرک اور تحکیم لغت مین عبارت ہے اس سے کہ تو اپنے مال مین غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما اور تحکیم عرف مین عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونون مین حکم کردے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہے یا مخاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتہہ قبول کرلینے دوسرے کے یعنی محکم کے اسکو یعنی متخاصمین ایک مرد سے کہین کہ ہمنے تجہکو حکم مقرر کیا تاکہ تو ہم مین حکم کرے اور وہ اسکو قبول کرے اور مانند اوسکے یہہ ہے کہ محکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور متخاصمین …

اسکو قبول کرلین محیط مین ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نکرے تو اوسکا حکم کرنا جائز نہین مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطہ من
جہة المحکم بالکسر العقل لا الحریة والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم بکسر کاف یعنے پنچ مقرر کرنے والے کیطرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور
نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو ہم پنچ ہونا ذمی کا مسلمین مین باطل ہے اور ذمیون مین ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایة وشرطہ من جہة
المحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنے پنچ کے طرف سے لیاقت رکھنا اوسکا ہے قضا کیواسطے چنانچہ اسکا ذکر ہوچکا یعنی پنچ
کی شرط یہ ہے کہ مرد مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے
نزدیک انتہی ہم ظاہرا فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہے کیونکہ قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الاھلیة المذکورة وقتہ ای التحکیم و
وقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما ہو الحکم فی مقلد بفتح اللام مشددة بخلاف
الشہادة اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کی وقت اور حکم کرنیکے وقت سب حالتون مین تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہوجاے یا صغیر کو پھر
وہ بالغ ہوجاے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہوجاے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی مین بخلاف شہادت کے یعنی شہادت مین فقط اداے شہادت
کی وقت اہلیت شرط ہے تحمل شہادت کیوقت وقدمنا انہ لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح وعزاہ سعدی افندی للمبتغی اور پہلے ہمنے ذکر کیا ہے
کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جاے پھر وہ آزاد ہوجاے پھر حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی افندی نے اسقول کو مبتغی کیطرف نسبت کیا ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف
متن کے ہے اور ظاہرا یہ ضعیف ہے حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا للجہالة فحکم بینہما ببینة او اقرار او نکول
ورضیا بحکمہ صح لو فی غیر حد وقود ودیة علی عاقلة متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اوس نے دونون مین حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور
دونون اوسکے حکم سے راضی ہوگئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر مین حکم کیا ہو مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کسی مرد
پنچ مقرر کرین اسکو جو اول مسجد مین داخل ہو تو بالاجماع جائز نہین بسبب اوسکے مجہول ہونیکے ہم شارح نے یہ رضاے متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ لگے متن کی مخالف
اور فتاوی عالمگیری مین صاف مذکور ہے کہ رضاے متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا بتحکیمہ کہتا عوض رضیا بحکمہ کے تو خوب ہوتا کہ تحکیم کر
خارج ہوجاتی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ تحکیم اوس امر مین صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد مین صحیح ہے نہ حقوق اللہ مین تو تحکیم اموال اور
طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ مین جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف مین انتہی اور قہستانی مین ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت
اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ مین اسواسطے صحیح نہین کہ عاقلہ راضی نہین اوسکے حکم سے اور پنچ کا حکم اوسپر
نافذ ہے جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا الاصل ان حکم المحکم بمنزلة الصلح وھذہ لا تجوز بالصلح فلا تجوز بالتحکیم اہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم
بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنے حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہین صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہونگی ویتفرد احدھما بنقضہ ای التحکیم بعد
وقوعہ کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربة وشرکة ووکالة بلا التماس طالب اور متخاصمین مین سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم
از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے نقض عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت مین بلا التماس طالب کے یعنے موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے
خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو فان حکم لزمہما ولا یبطل حکمہ بعزلہما لصدورہ عن ولایة شرعیة پھر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اوسکا ماننا
لازم ہوگیا اور اوسکا حکم باطل نہین ہوتا دونون کے معزول کردینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا یتعدی حکمہ الی غیرہما الا فی
مسئلة ما لو حکم احد الشریکین وغریمہ رجلا فحکم بینہما والزم الشریک تعدی للشریک الغائب لان حکمہ کالصلح بحر اور تعدی
نہین ہوتا حکم محکم کا متخاصمین کے غیر کیطرف مگر اوس مسئلہ مین کہ اگر احد الشریکین اور اوسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھیرایا سو اوسنے دونون مین حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک کا لازم
کردیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے تجار کا تو ہر شریک صلح سے راضی
ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو حکماہ فی عیب مبیع فقضی بردہ لیس للبائع ردہ علی بائعہ الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بتحکیمہ فتح

تو اگر بائع اور مشتری نے اسکو حکم مقرر کیا مبیع کے عیب مین سو اوس نے رد مبیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بلکہ اوسکا پہیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی
اور مشتری کے راضی ہوجانے سے اوس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلث یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کحکم بکون الکنایات
رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ تین یعنے حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثنا کرنا مفید ہی صحت تحکیم کو
جمیع مسائل مختلفہ مجتہدین مین چنانچہ کنایات کے رجعی ہونیکا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ہم ازانجملہ یہہ ہی کہ خود شوہر نے
سو مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پہر زوجین نے ایک شافعی مذہب کو حکم مقرر کیا کہ وہ دونون مین حلت کا حکم کری امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح
ہی کذا فی الخطاوی ومنصا لکن ہذا یعلم ویکتم وظاہر الہدایۃ انہ یجیب بلا الحل فافہم لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم رکھے اور چہپاوے اور
ظاہر ہدایہ سے یہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہیں ہے سو تامل کرو یعنے اگر مفتی سے کوئی مضطر کا سوال کرے جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یون جواب
دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھہ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اسواسطے واجب ہے تا عوام الناس ہمارے مذہب پر دلیر نہو جاوین و
صح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما اور صحیح ہی خبر دینا حکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت سے
اپنی ولایت کی حالت مین یعنے درصورت بقاء تحکیم متخاصمین ہم یعنے اگر مدعا علیہ سرکشی کرے اور حکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اخراج حق کے واسطے یا مدعی علیہ
شاہد کو فاسق کہے اور حکم اوسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے درحال بقاء تحکیم کیونکہ اوسکا اخبار اسحال مین قائم مقام ہے دو شاہدون کی شہادت کے
کذا فی الخطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء ولایتہ صحیح نہیں اوسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہوجانے اوسکی ولایت کے یعنے حکم کے بعد اسکی ولایت باقی
نرہی تو وہ منجملہ رعایا کے ہوگیا تو اب اوسکا اخبار بجای شہادت شاہدین نہین ہوسکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح
نہین حکم حکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کیواسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بہائیون
اور چچون اور ماون کی اولاد اور سسر اور داماد کے واسطے اوسکا حکم صحیح ہے جیسے اونکے واسطے شہادت صحیح ہی کذا فی البحر بخلاف حکمہما ای القاضی والحکم
علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور حکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہی جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہی حکما رجلین فلابد
من اجتماعہما علی المحکوم بہ مدعی اور مدعا علیہ نے دو شخصون کو پنچ مقرر کیا تو دونونکا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی ایک رای پر فیصلہ صحیح نہوگا تا وقتیکہ
دونون متفق الرای ہوون وامضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان حکمہ لا یرفع خلافا اور قاضی حکم کے حکم کو جاری کرے درصورت
مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اوسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ حکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ہے ہم اسواسطے کہ ولایت حکم مین
قصور ہی کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہی بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہی تو اوسکا رافع خلاف ہوگا ولیس لہ ای للحکم تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز
نہین حکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنے اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اسکو جائز رکہے تو جائز ہی
مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الخطاوی وحکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیۃ اور لزوم وقف پر حکم کا حکم کرنا رافع خلاف
نہین بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہی تو بقول صحیح حکم کے حکم سے یہہ خلاف مرتفع نہوگا فلو رفع الی موافق
لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ ولا ینفذہ لانہ لم یقع معتبرا پہر اگر حکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اوس قاضی کے طرف جو حکم کے مذہب کے موافق ہے
تو وہ سرنو سے لزوم وقف کا حکم کرے اوس کی شرط کی ساتہہ اور حکم کے حکم کو جاری نکرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوا ہم لزوم وقف کی شرط یہہ ہی کہ صادر
ہوا ہو اپنے محل مین کذا فی الخطاوی والحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عد فی البحر منہا سبعۃ عشر منہا لو ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج
لتحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہہ ہی کہ حکم قاضی کے مانند ہی مگر چند مسائل مین قاضی کے مانند نہیں اونمین سے بحر الرائق مین سترہ مسئلہ شمار
کئے ہین ازانجملہ یہہ ہی کہ اگر حکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا پہر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہین ہوتا
ومنہا لو رد الشہادۃ لتہمۃ فلغیرہ قبولہا اور ازانجملہ یہہ ہی کہ اگر حکم رد شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہی وینبغی ان لا یصلح

الحبس ولو ارادہ اور لائق یہہ ہی کہ محکم متولی حبس نہو اور مینے اسکو صحیح نہین لکہا ہے یہہ بحث ہی صاحب بحر کی طحطاوی نے کہا صدر الشہید نے تصریح کی ہی کہ محکم کو حبس کا اختیار ہی وکذا لم ارحکم قبول الہدیۃ وینبغی ان لا یجوز ان اہدی الیہ وقت التحکیم اور اسطرح مینے نہین دیکہا حکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر متخاصمین نے اسکو ہدیہ دیا ہو تحکیم کے وقت

باب کتاب القاضی الی القاضی

وغیرہ اراد بغیرہ قولہ والمرأۃ تقضی الخ یہہ باب ہے قاضی کے خط بہیجنے کا دوسرے قاضی کی طرف اور باب ہے غیر خط کا مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا والمرأۃ تقضی الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور احکام مین ہم کتاب بمعنی مکتوب ہی اور غیرہ عطف ہی کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب مین قاضی کے خط کے احکام مذکور ہین اور خط کے سوا اور بہی احکام اسمین ہین القاضی یکتب الی القاضی فی کل حق بہ یفتی استحسانا قاضی مکتوب لکہکر بہیجتا ہی دوسرے قاضی کے طرف ہر ایک حق مین اسیکا فتوی ہی بطریق استحسان کے ہم یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصا اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نسب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور عین منقولہ اور غیر منقولہ سب حقوق مین خط لکہنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے اور اسی پر متاخرین ہین اور اسیکا فتوی ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر حد وقود للشبہۃ قاضی خط لکہے سوائے حد اور قصاص کے بسبب شبہہ کے یعنی شبہہ بدلیت عن الشہادۃ سے اور اسواسطے کہ حد اور قصاص کی بنا اسقاط پر ہی تو انہین خط پر عمل کرنا انکے اثبات کی کوشش ہی کذا فی الدرر فان شہدوا علی خصم حاضر حکم بالشہادۃ وکتب بحکمہ لیحفظ الحکم شاہد گواہی دین خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکہے تا محفوظ رہے ہم یہہ قول مقصود بالذات نہین بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کی تمہید ہی کذا فی الدرر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بہول نجاے والا تحریر حکم کی حاجت نہین کیونکہ حکم تمام ہوجاتا ہی حضور خصم یا اوسکے وکیل سے مگر جب کہ غائب ہوجاے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکہنا چاہیئے تا حقدار کا حق ثابت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذا فی الزیلعی وکتاب الحکم ہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ہذا فی عرفہم وفی عرفنا کتاب کبیر تضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کی کتاب وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جسمین قاضی کا حکم مندرج ہی یہہ اصطلاح تہی سلف مین اور ہماری عرف مین سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہی جسمین لوگون کے وقائع اور مقدمات لکہی جاوین ہم مغرب مین ہی کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہی جسمین اوسنے اپنا حکم لکہا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بہیجا یا نہ بہیجا اور محضر وہ ہی جو قاضی کے سامنے اجرا کذا یعنی وصف دعوی اور اسامی شہود اور دراہم انتہی اور کفایہ مین ہے کہ محضر وہ ہی جسمین دعوی لکہا گیا قبل جواب دوسرے کے پہر جب اوسنے جواب دیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ تو تتمہ ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب وکتب الشہادۃ الی قاض یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وان کان مخالفا لرأی الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ ویسمی الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نکرے کیونکہ یہہ غائب پر حکم ہی اور لکہے گواہی کو اوس قاضی کے طرف جسکی ولایت مین خصم ہو تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اپنے مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اوسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہہ ابتداء حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی سنے الحقیقۃ یعنے اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمین حکم نہین لکہا اور قاضی کاتب کا مکتوب مسمے بکتاب حکمی ہے اور نہین ہم سجل اسواسطے نہین کہ اسمین حکم مندرج نہین اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بہ وختم عندہم ای عند شہود الطریق اور قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑہے یا انکو فقط مضمون سے مطلع کردے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر اونکے سامنے ہم شہود طریق وہ ہین جو قاضی کا خط لیجاتے ہین دوسرے قاضی کے پاس اور اونکے سامنے خط پڑہنے کا فائدہ یہہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت سے تا ادای شہادت طرفین کے نزدیک کذا فی البحر اور فتوی اسپر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط نہین اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہی کذا فی القہستانی وسلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ فی باطنہ وہو ان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکہنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہہ ہے کہ اسمین اپنا نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونون کی لکہے ہم یعنی فقط نام اور کنیت عنوان مین کافی نہین تا وقتیکہ دادا اور لقب لکہو جس سے دونون مشہور ہین

باب کتاب القاضی الی القاضی

اسواسطے کہ نام اور کنیت مین لوگ مشترک ہوتے ہین اور حموی نے کہا یہ شرط ہی کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہین انتہے اور یہ شرط ہی کہ مدعی اور مدعا علیہ کا نام بروجہ امتیاز لکھے اور حق اوسمین ذکر کری اور چاہی تو شہود کا ذکر بھی مندرج کری کذا فی العطاء ؎ فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قیل ہذا فی عرفہم و فی عرفنا یکون علی الظاہر فیعمل بہ سو اگر عنوان لکھنے سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا بعضون نے کہا کہ یہ یا بقین کے عرف مین تہا اور ہمارے عرف مین عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی العزمیۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف نے کفایت کی ہی اسپر کہ قاضی کاتب شاہدون کو اسپر گواہ کری کہ وہ اوسکا خط ہی یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہی ضرور نہین اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ عزمیہ مین کفایہ سے اور ملتقی مین ہی کہ خبر دیکھنے کے برابر نہین ہم کہتے ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور اونہون نے وقائع کو دیکھا اور جسمین مصلحت تہی اسکو معاینہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معاینہ نہین ہوا تو معاین تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہے کذا فی العطاء ؎ فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقرأہ الا بحضور الخصم وشہودہ ؎ پھر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اوسکی مہر کو پہلے دیکھے اور اوسکو قبول نکرے یعنے اوسکو نہ پڑہے مگر خصم اور اوسکے شہود طریق کے سامنے ہم تو اگر مدعا علیہ حق کا اقرار کری تو خط کی کچہہ حاجت نہین اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ میرے ساتھہ قاضی کا خط ہے تو اوس سے خط کی گواہ طلب کرے یہی مطلب ہی مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑہے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین جو اسکی گواہی دین کہ یہہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی العطاء ؎ ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونیکے مسلم کے فعل پر یعنے اگرچہ مدعی اور مدعا علیہ کافر ہون تو بھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہین یعنے قاضی نے اونکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہی ؎ الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم ای الشہود مگر جب کہ مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو شہود کی کچہہ حاجت نہین بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب مین کہ اسمین شہود کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ وہ ملزم نہین یعنے سلطان چاہی امان دے چاہے نہ دے م منح الغفار مین عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کیواسطے تو اب اسکی حاجت نہین کہ شہود گواہی دین کہ یہہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہی لو تبیر شمیا کہ شارح بجای فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی العطاء ؎ وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان قال ویلحق بہ البراءات اور اشباہ مین ہی کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہین مگر کتاب الامان کے مسئلے مین اور کتاب الامان سے ملحق من فرامین سلاطین درباب وظائف ہم براآت سے مراد فرمانات سلطانیہ ہین کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنیکے واسطے اور یہہ الحاق صاحب اشباہ کیطرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی العطاء ؎ ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہین مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے دفتر یعنی اونکے بہی کہاتے پر م دفتر بیاع عطف ہی کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب سے نہ ملحق - ابو سعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اوسکے قول پر خرید فروخت مین اعتماد کرین اور بیاع سے دلال مراد نہین کیونکہ اوسکے قول پر اعتماد نہین شہادت مین تو کتابت مین کیونکر اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ مین بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہی اسپر تو اگر بیاع کہے کہ مینے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانیکے اتنے درہم ہین تو اوسپر دین لازم ہو گیا تحریر نے کہا اور اسیطرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہے تو موضوع مسئلہ مصورت مین ہے کہ جب کاتب پر دین ہو نہ کاتب کا دین خزانۃ الاکمل مین ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچہ مال معین لکھا یعنی مجہپر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اوسکا اہل شہر اور سوداگرون مین معلوم ہے پھر وہ مرگیا اور سار اوسکا متاع دین طلب کیا اور وارثون سے دین کا مطالبہ کیا اور صراف کا خط لوگ پہچانتے ہین تو اوسکے دین کا حکم ہوگا اوسکے ترکہ مین انتہے طرسوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہی کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور یہان اسکا اعتبار نہین کیا اسکی وجہ نہین کہلتی اشباہ مین کہا ابن وہبان نے اسکا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر مین نہین لکہتا مگر وہ دین جو اوسکا ہی اور اسپر ہو انتہی جیسے دارم

بہت وسیع کر دیا جاتا ہے بلکہ مسائل کتابت کی اصل وضع اوسی دین میں ہے جو کاتب پر ہے چنانچہ نصوص مستند الیہا سے معلوم ہو چکا تو اگر اوس نے یہہ کہا کہ میرا دین فلانی پر آتا ہے اسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے نہیں کہا بلکہ بعضے ناواقفون نے ابن وہبان کی تعریض سے اسکو سمجھا ہے اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول صراحت رد کیا ہے کہ کہا اسپر تنبیہ ہے کہ معلوم ہوا کہ سوای مالہ اور ما علیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اسواسطے کہ نگاہ سے صراف وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہی انتہی علی الخصوص جب کہ تاجر معتمد علیہ اور مسلم ہو چنانچہ کہ شراء ایسا ہی ہے اس تشنے میں تو کیونکر عمل کیا جائیگا اوسکے خط پر اوسکے دین کے ثبوت میں اور جو یہکا فتوی دی وہ جاہل ہے اسل نص خزانۃ الاکمل سے اور منشاء غلط تعلیل ابن وہبان ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویجوزہ محمد لراوی وقاض وشاھد ان تیقن بہ قیل وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز کہا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اوسکا یقین ہو بعضوں نے کہا اور اسیکا فتوی ہے ہم خزانۃ الاکمل میں ہے کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز کہا ہے جب کہ وہ اپنا لکھا ہوا دیکھے اور حادثہ یاد نہو انتہی عیون میں کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے در صورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھہ میں نہوا سواسطے کہ غلط نادر ہے اور تغیر اور حیل کے اثر پر اطلاع ممکن ہے اور کبیر مشتبہ ہوتے ہیں خط ہر وجہ سے تو جب تیقن ہوجاے تو اوسپر اعتماد جائز ہے تا لوگون پر وسعت ہوجاے تنگی اسمیں باقی نرہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی

معرب تتمہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس میں سو ایک مرد آیا اور اوس نے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اوس نے صک ظاہر کی جسمیں خطوط ہیں عدول اور قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اوس نے حکم طلب کیا اس وثیقے کا علما نے کہا ہے کہ قاضی کو یہہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہی اور حجت شہادت ہے یا اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ حجت ہونیکی لیاقت نہیں رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسری خط کے اور اسی خانیہ میں ہے کہ ایکمرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اوسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہہ میرا خط نہیں اوس سے کچھہ لکہوایا گیا اور دونون کے خطوں میں بہت مشابہت ظاہر نکلی تو اسمیں علما کا اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ اوسپر حکم ہوگا اور بعضون نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہے انتہی اور یہہ جو حاوی زاہدی میں ہے کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اوسوقت کا باقی نہو اور اسمیں حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا ہو کہ یہہ میرے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہہ وثیقہ قائم مقام دو شاہد کے ہے تو جائز ہے اوسکے موافق حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغیر اور تزویر کی تہمت اوسمین نکرے اور اگر تہمت کرے اور صاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کہاے تو بہی اوسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نکہاے تو اوسکا حجت ہونا باطل ہے انتہی سو یہہ قول حاوی کا مخالف قاضیخان کی خانیہ کا ہے جو اصل مذہب کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی ولابد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشھادۃ علی الشھادۃ علی الظاھر وجوزہ الثانی بحیث لا یبیت فی بیتہ وعلیہ الفتوی شرنبلالیۃ وسراجیۃ اور ضروری ہے مسافت تین دن کی دونون قاضیون کے مابین میں جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکورہ ضروری ہے ظاہر الروایۃ میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادۃ کو جائز کہا ہے اوتنی مسافت میں جسمیں آدمی عود نکر سکے اوسدن اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہے خط قاضی کاتب کی موت اور اوسکی معزولی سے قبل پہونچنے خط کے دوسرے قاضی کے طرف یا بعد وصول خط قبل اوسکے پڑہنے کے اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہے واما بعدھا فلا یبطل اور بعد وصول کتاب اور بعد قرائت کے اگر کاتب مرگیا یا معزول ہوگیا تو خط باطل نہیں یعنی اوسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ للقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالتہ لخروجہ عن الاھلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہوجانیسے اور اوسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہوجانے سے بعد اوسکے عادل ہونیکے بسبب نکل جانے کاتب کی اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہے وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ عن الاھلیۃ اور ایسے ہی خط باطل ہوجاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہوجانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ مگر اوسوقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جب کہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دی یعنی یون لکھی کہ یہہ خط ہے فلانی قاضی کیطرف یا جو وہان کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے بخلاف مالو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصہ بخلاف

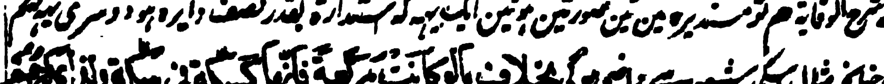
اگر ابتدا امام تعمیم کرے تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعمیم ابتدائی کو جائز کہا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصہ لا یبطل بموت الخصم اذا کان لہ وارث او
وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا شخاصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اوسکے وارث یا وصی کے اوسکے مقام پر قلت وکذا
لا یبطل بموت شاہدی الاصل کما سیأتی متنا فی بابہ خلافا لما وقع فی الخانیۃ ھنا فانہ مخالف لما ذکرہ بنفسہ ثمۃ فتنبہ اور ایسے ہی خط باطل
نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادۃ کے باب میں متن کے اندر آویگا بخلاف اوسکے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اوس
قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنے شہادت علی الشہادۃ کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت
فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الحلبی واعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضاء بعلمہ فی الاشہر فمن جوّزہ جوّزھا ومن لا فلا الا ان المعتمد عدم
حکمہ بعلمہ فی زماننا اشباہ اور معلوم کر کہ کتابت یعنے قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے بمنزلہ حکم کرنیکے اپنے علم و دانست سے ہے قول اصح
میں کذا فی البحر سو جسنے قضا بعلم قاضی جائز رکھی ہے اوسنے کتابت بھی اوسکی دانست سے جائز رکھی اور جسنے قضا بعلم جائز نہ رکھی اوسنے کتابت بھی جائز نہ رکھی مگر بہہ
حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ہم پھر جب قضا بعلم معتمد نہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتمد ہوگی وفیہا الامام یقضی بعلمہ
فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فعل الامام قید کما قدمناہ
فی الحدود ولم ارہ لکن فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی والمختار الان عدم حکمہ بعلمہ مطلقا میں کہتا ہوں سو کیا سلطان قید ہے قضا بالعلم
مسئلے میں چنانچہ ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حدود میں میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا
ہم شارح نے شرح وہبانیہ سے ہمہ اسکا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف
اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی الطحطاوی کما لا یقضی بعلمہ فی الحدود الخالصۃ للہ تعالی کزناء وخمر مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود
خالصہ اللہ تعالی میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقا یعنے خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا قبل قضا یہ ہو وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نہوا ہو چنانچہ
اسی قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ یعزر من بہ اثر السکر للتہمۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اوس شخص کو جسمین اثر بدمستی کا بسبب تہمت کے
ہم اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرعین وعن الامام ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغصب یثبت الحیلولۃ علی وجہ الحسبۃ
لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق
اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں تو زوجکو امر کرے زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت الازواج اور مولیٰ کو عدم استخدام قہری اور عدم وطی کا امر
کرے اور غاصب کو امر کرے دفع مغصوب کا یا اوسکو کسی امین کے پاس رکھواوے لیکن یہہ امر بطریق احتساب اور امید ثواب کے ہوگا یعنی بطور فتوے نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی
ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام یملک اقامۃ الجمعۃ وقیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی مصر او
رستاق والمعتمد الاول مصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کیطرف سے بلکہ اوس قاضی کیطرف سے جو معین ہے سلطان کیطرف سے کہ جو اقامت جمعہ کا مالک ہے
اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کیطرف مقبول ہے اور منقول پر عمل ہے ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور کمال الدین نے کتب
کتابا الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاض مولی بعد کتابۃ ھذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایتہ وقت الخطاب
جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اوس شخص کے طرف جسکو پہنچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اوس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد
کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اوس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو
اسکا مخاطب بھی نہ ٹھیرا یہہ تعمیم ابتدائی بمذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہے وفیہا لو جعل الخطاب للمکتوب الیہ لیس لنائبہ ان یقبلہ اور
اوسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کے طرف معین ہو گیا تو اوسکے نائب کو اوسکا قبول کرنا جائز نہیں ہم اور ایسے ہی اگر نائب کے طرف خطاب ہے
تو منوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی البحر والمرأۃ تقضی فی غیر حد وقود ولو ان اثم المولی لہا لخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ اور عورت

قاضی ہو سکتی ہے سوای حد اور قصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار رہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بہلا نہوا اوس قوم کا جسنے اپنا کار بار عورت
کو دیا ہم بحر الرائق مین لن یفلح قوم سے تعنے ہرگز بہلا نہوگا اوس قوم کا جنہون نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ اونہون نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو تدبیر
لائق اوسکے نہو سکیگی وتصلح ناظرۃ لوقف ووصیۃ لیتیم وشاھدۃ فتح فنص تقریرھا فی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا اشتراط الواقف بحر اور
عورت لیاقت رکہتی ہے وقف کے ناظر ہونیکی اور یتیم کی وصی بننے کی اور شاہد ہونیکی کذا فی الفتح تو صحیح ہے مقرر کرنا اوسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت مین اگرچہ
بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال وقد افتیت فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ
صاحب بحر نے کہا اور مینے فتوی دیا اوس شخص کے بارہ مین جسنے شہادت شرط کی اپنے وقف مین فلانے شخص کے واسطے پہر اوسکے ولد کیواسطے سو وہ شخص مر گیا اور اوسنے
ایک لڑکی چہوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ہم یہہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتوی پہ اعتراض کیا ہی کہ عرف واقفین
واجب الرعایۃ ہی اور ناحال کسی وقت مین اسکا اتفاق نہین ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اونکے الفاظ کا صرف کرنا اونکے عرف پر تو واقف کی غرض
شاہد کامل ہے تو اوسکی غیر مراد کے طرف کیونکر اوسکے لفظ کا صرف ہوگا کذا فی العطایا مختصرا وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی المسایرۃ جواز
کونہا نبیۃ لا رسولۃ لبناء حالہن علی الستر اور اشباہ مین منجملہ احکام عورت کی مذکور ہے کہ مسایرہ مین عورت کے نبی ہونیکو اختیار کیا ہے نہ اوسکے رسول
ہونے کو کیونکہ عورتون کا حال استتار اور اختفا پر مبنی ہے ہم اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہے تعلیم اور اقامت دلائل کیواسطے اور یہہ نہین ہو سکتا مگر مردسی
اور جواز ثبوت مقتضی وقوع نہین بدء الامالی مین کہا کہ عورت کا ہی نبی نہین ہوئی مسایرہ رسالہ ہے علم کلام مین فتح القدیر نے اوسمین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہے
کذا فی العطایا ولو قضت فی حد او قود فرفع الی قاض آخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ بخلاف شریح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد
اور قصاص مین پہر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے طرف جسکے مذہب مین عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص مین جائز ہی پہر اوس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ
کر دیا تو اوسکے غیر کو اوسکا ابطال جائز نہین بسبب خلاف شریح کے کذا فی العینی ہم عینی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتون کی شہادت مردون کے ساتھ حدود اور
قصاص مین جائز ہے انتہی پہر جب انکی شہادت جائز ہوئی تو انمین قضا بہی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا
ہم مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثی عورت کے مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اوسکا حکم غیر حد اور قصاص مین صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ لہ او
لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ او لولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیۃ اور درایت کر
کہ جب قاضی یا اوسکے ولد کا کوئی واقعہ حادث ہو پہر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب بہی یا اوسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اوسکی قضا جائز ہے
چنانچہ اگر قاضی اوس سلطان کیواسطے حکم کرے جسنے اوسکو عہدہ قضا سپرد کیا یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ہم اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ
کیواسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر وا
الملتقط فلیحفظ اور بزازیہ مین ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان مین قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اوسکے نفع اور نقصان مین اوسکی قضا بہی صحیح ہی انتہی
برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اوسکے ولد کی قضا کی طرف راجع ہی چنانچہ منح الغفار کی عبارت اوسپر
دلالت کرتی ہی کذا فی العطایا ویقضی النائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعکسہ وہو قضاء الاصل بما شہدوا بہ عند النائب فیجوز
للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اوسکا جسکی گواہی دی گواہون نے اصل کے پاس اور بالعکس اسکے
یعنی اصل کا حکم کرنا اوس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہی کہ حکم دے اوس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اسکے یعنے نائب حکم کرے
قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصہ **فروع** مسائل متفرقہ شایع کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب قاض من
لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ حکم نکرے قاضی اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع مگر جبکہ
قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے اوسکی گواہی مقبول نہین تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہی کذا فی الاشباہ

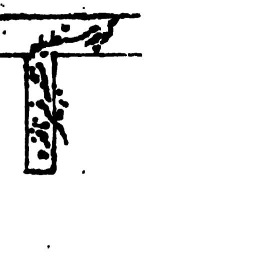
ہم معین الحکام میں ہے کہ قضا کے مانند افتا بھی ہے یعنے کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو انتہی یعنے جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے
کذا فی الحموی وغیرہ ؕ لا یقضی لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ میں ہے کہ حکم نکرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنی ولد کے واسطے مگر وصیت میں ہم یہاں
مناسبت سے کہتا ہوں کہ ایسا میں صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعضے اقارب پر جسکے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین
مرگیا پھر دوسرے مرد نے دعوی کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے
جائز ہے کیونکہ اس حالت میں قاضی شاہد ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ
ہو جائیگا اور اگر قاضی دین دیگا اوس مرد کو جو آپ کو وصی گمان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اوسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اوسکی وصایت کا
حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اوسکی نافذ نہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادای دین قاضی اس مرد کا شاہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس
گواہی میں قاضی کی منفعت ہے یعنے براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکور مرجاے
یا معزول ہو جاے تو قاضی ثانی اوسکے حکم کو باطل کریگا اور مدفوع الیہ کو وصی قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اور اوسکے قرابتدار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی
وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امراتہ ولامراۃ ابیہ ولو فی حیاۃ امراتہ وابیہ ؕ اور شرنبلالی نے وہبانیہ
کی شرح میں صحت قضای قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماکیواسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ اور اپنے باپ کی زندگی میں دیا ہو ؕ وانہ یقضی فیما تحت
نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اوقاف میں جو اوسکی تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے بمضمون مذکور دو بیتین
زیادہ کین سو یون کہا ہے ؎ ویقضی لام العرس حال حیوتہا ؕ وعرس ابیہ وھو حی کذا ذکر ؕ اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماکیواسطے زوجہ کی حالت حیات
اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہو یہہ حکم محرر ہے ؎ وبعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ ؕ بمیراث مقضی بہ فتبصرا
اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جسکا اوسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اوس چیز کا حکم کرے جسمین قاضی کے واسطے میراث نہو چنانچہ
اوس وقت میں دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماکیواسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فتبصرا برای بیت ہے یعنی بصارت حاصل کر
اس حکم کو دریافت کرکے ؎ ویقضی بوقف مستحق کونہ ؕ بوصف القضا والعلم او کان ینظر ؕ اور حکم کرتا ہے قاضی اوس وقف میں جسکی آمدنی کو بوصف قضا
وعلم مستحق ہے یا وقف قاضی کی تحت نظر ہو ہم یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہے تو اسمین قاضی کا حکم کرنا جائز
ہے اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ؕ ھذہ مسائل شتی ای متفرقۃ ؕ یہہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہیں
شتے جمع شتیت کی ہے بمعنے متفرق و مختلف قال تعالی (ان سعیکم لشتی) یعنی مختلف الجزا وجاؤا اشتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ شتی آئے یعنے
متفرق آئے ؕ یمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لاخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ وھو البیت التحتانی ؕ منع کیا جاے نیچے
مکان والا جسکے اوپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہے اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی میں ہم ایک مکان دو منزلہ ہو نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہو اور اوپر کے
مکان کا دوسرا شخص مالک ہو تو نیچے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کریگا مطلقا یعنی کہا لتعرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف
جائز ہے خانیہ میں ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنواں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانے والیکا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک
بعلت ضرر جائز نہیں ؕ او ینقب کوۃ بفتح او ضم الطاقۃ وکذا بالعکس دعوی الجمع یا منار تحتانی [illegible] روزن کھودے تو منع کیا جاے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی
الجمع یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیاں رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوۃ بفتح وضم کاف وتشدید واو عبارت
ہے طاق سے ؕ بلا رضی الاخر وھذا عندہ ؕ وھو القیاس ؕ جو یعنی صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے بدون رضامندی دوسرے کے
روکا جائیگا اور یہہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر ؕ وقالا لکل فعل ما لا یضر ؕ اور صاحبین نے کہا کہ دونوں میں ہر ایک کو وہ فعل
درست ہے جو دوسرے کو ضرر نکرے ہم ظاہر قول شارح [illegible] دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول معتمد ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر

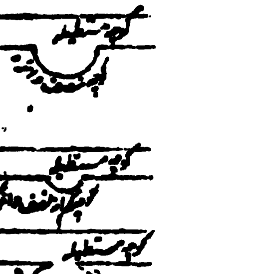
مسائل شتی

عموی مین ترسیع سو متصل ہے کہ یہی قول مستوی کے واسطے تمام ہے ولو انہدم الحائط المشترك بلا صنع منه لم يجبر على البناء لعدم التعدي اور اگر شریک کا
مکان گر گیا اوسکے مالک کے بدون مکر سے تو اوسپر اوسکے بنانے مین زبردستی نہوگی بسبب عدم تعدی کے والذی العلو ان يبني السفل ثم يرجع ما انفق ان بنی
باذنه او باذن القاضی و الا فبقيمة البناء يوم بنى (دمنا ما مر فی العيق) اور سکنی یا خانہ کو جائز ہے کہ بناوے یعنی نیچے کے مکان کو در صورت انہدام پھر
جو لوسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے بھرلے اگر اوسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اوسکی قیمت ہو بنانے کے دن
لوسکو بھرلے اور ایسا بیان اسکا عینی مین ہے هم خلاصہ مین ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اوسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اوسپر تاوان نہیں کذا
فی العمادیہ وبناية نافذة مستطيلة ای سكة طويلة يتشعب عنها سكة مثلها لكن غير نافذة الى محل اخر ثم قيد اهل الا ولى من فتح باب للمرور
لا للاستضاءة والريح مبني في الفصول النيرنافذة على الصحيح اذ لا حق لهم في المرور بخلاف النافذة زائغة مستطيلة یعنی لنبا کوچہ ہو
جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہو مانند پہلے کوچے کے لنبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسری مکان کے طرف یعنی بند ہو دوسری جانب سو تو روکے جاوین گے
پہلی کوچہ والے چلنے کے واسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ مین بقول صحیح اسواسطے کہ اونکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ
کہ اوسمین دروازہ پھوڑنا جائز ہے تیسی نے کہا روشنی کے واسطے اور ہوا آنیکے واسطے کوچہ غیر نافذہ مین دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہے
هم بیعنے اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ مین سطرح کہ اوسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کو کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار مین دروازہ نہیں پھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ
مین نکل آیا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہوتا ہے اور اوسکے واسطے حق مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ مین بلکہ اوسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون کے
ہوتا ہے ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ مین تو پہلے کوچے والون کا شفعہ اسمین ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ اونکو پہلے کوچے مین دروازہ لگانا
درست ہو کیونکہ اوسمین اونکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسمین سبکا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ مین فتح باب منع
نہیں بلکہ مرور ممنوع ہو اور اصح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع مین بنص محمد مصرح ہے اور یہ اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن
اوسکی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعای حق مرور کی تمہید ہو کذا فی فتح القدیر هم
معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر اصح ہو اور مثال کوچہ مستطیلہ اور شعبہ غیر نافذہ کی حاشیہ پر ہے وفي زائغة مستديرة لزق اي اتصل طرفاها ای
نهاية مستديرة بالمستطيلة لا يمنعون لانها ساحة مشتركة في دائرہ اور گول کوچے مین جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سو متصل ہین دروازہ
پھوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اوس صحن کے ہے جو گھر مین مشترک ہو دونون کنارون سو مراد گول کوچے کی نہایت
کشادگی ہو هم فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ مین حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک کے مانند ہے غایت امر یہ ہے
کہ وہ کج ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ مین مشترک ہین اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیع ہو کذا فی الفتح فتح باب تب ہو تا ہے جب کہ مستدیرہ نصف دائرہ کی برابر ہو نصف
کم ہو تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اسمین فتح باب جائز نہیں تو یہان دو صورتین تصور کرنا چاہیے پہلی صورت مین فتح باب جائز ہے نہ دوسری
صورت مین وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولی مین مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اوسکا دخل کشادہ تر ہوا دخل سے تو وہ
دوسرا موضع غیر مستطیلہ کا تابع ٹھہرا کذا فی شرح الوقایہ هم تو مستدیرہ مین تین صورتین ہوئین ایک یہ ہے کہ استدارہ بقدر نصف دایرہ ہو دوسری یہ کہ کم
نصف سو تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو كانت مربعة فانها كسكة في سكة وقد بيناه من
تنبيه النواية انتهى ابن كمال جعلنا الصور



بخلاف کوچہ مشبہ مربع کے کہ وہ مانند اوس کوچے کے ہو جو کوچے مین واقع ہو ولہذا کوچہ مربعہ والون کو نصب باب کا حکم ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح
هم یعنی کوچہ مستطیلہ والون کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ مین دروازہ لگاوین اور اس محل کی صورتین نسخون مین مختلف مرقوم ہین لیکن مقام سے قریب بالفہم ہین
کہ ابن کمال نے بنائی چنانچہ مترجم نے سہولت فہم کے واسطے حاشیے پر مفصل مرقوم کر دین ہین تتمہ فتح القدیر مین ہے کہ کوچہ غیر نافذہ جو اوسمین کے لوگون





ایک شخص نے گارا بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگون کے چھوڑی اور مٹی جلد اوٹھالی اور یہ شغل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نکیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر میں ہے سو اوسنے اپنی دیوار میں مٹی لیسنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں وہان جانے کی بدون داخل ہونے کے گھر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہے سو اوسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اوسکا ناپدان ہے دوسرے کے گھر میں سو اوسکے صاف کرنیکا ارادہ کیا اور ممکن نہیں بدون اوسکے گھر کے داخل ہوئے اور منع کرتا ہو تو اوسکے ہمسایہ کہا جائیگا کہ یا تو اوسکو داخل ہونے سے منع نکر یا وہ درست کیے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اوسکا مطلب پورا کردے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور یہی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑہا کھودا سو اوسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو بھی زبردستی نہیں پھر اگر دیوار منہدم ہوگئی تو اوسپر تاوان نہیں یہی قول ظاہر مذہب ہے حکایت ہو کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر مین کنوان کھودا ہے تو مجھے میری دیوار گرا اوس سے ضرر ہے امام نے کہا تو اپنے گھر میں اوسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کھود سو اوسنے ایسا ہی کیا تو اوسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہوگیا اوسنے ناچار ہوکر کنوان بند کر ڈالا امام نے منع جائز کا فتوی نہ دیا بلکہ اوسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضررا بینا فیمنع من ذلک وعلیه الفتوی بزازیة واختاره فی العمادیة وافتی به قارئ الهدایة حتی یمنع الجار من فتح الطاق وهذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نکیا جاوے شخص اپنی ملک میں تصرف کرنے سے مگر جب کہ اوسکے پڑوسیکو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اوس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اور اسکو پسند کیا ہے عمادیہ میں اور اسیکا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہے مشائخ کا بطریق استحسان کے ضرر بین سے ضرر صریح وہ ہے جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسے روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسیکو علما فتوی کے واسطے پسند کیا ہے اور اگر اندک منفعت بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہوجاوے ساتری نے کتاب الاستحسان میں ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھروں کے ہے اور اوس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اسمیں تنور بناوے جسمیں ہمیشہ روٹیان پکاوے اور دوکان کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیوں کی کنڈی کرنے کی پٹری بناوے تو جائز نہیں کیونکہ اسمیں پڑوسیوں کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاؤ نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ تنور کے دہوئیں سے بکثرت وشدت دہوان پھیلیگا اور چکی اور کنڈی کی پٹری سے دیوارین بودی ہوجاوینگی بخلاف حمام کے کہ وہ مضر نہیں مگر بسبب طراوت کے اور اسسے بچاؤ ممکن ہے درمیان میں دیوار اوٹھاکر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گھروں میں ہوتا ہے حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلانسی میں وہ قول پایا جو روزن بنانے کے واسطے اوس عمارت میں جو مشرف ہو کسیکی زمین یا گھر پر لائق اختیار ہے وہ یہ ہے کہ اگر روزن دہوپ یا شبنم کیواسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کیواسطے ہو تو روکا نجائیگا یعنے اگر سافل عمارت میں روزن ہو تو پہلی صورت ہے اور اگر عالی عمارت میں ہے یا اوسپر شباک یعنی جالی ہے تو وہ دوسری صورت ہے کہ ظاہر اروشنی کیواسطے ہو کذا فی العطایا وجواب ظاهر الروایة عدم المنع مطلقا وبه افتی طائفة کالامام ظهیر الدین وابن الشحنة ووالده ورجحه فی الفتح تبعا للمجتبی وبه یفتی واعتمده المصنف ثم قال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاهر الروایة انتهی قلت وحیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر ای افتائه اور جواب ظاہر الروایہ کا عدم منع ہے ہر طرح سے خواہ پڑوسیکا ضرر صریح ہو یا نہو اور اسیکا فتوی دیا ہے چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اوسکے والد نے اور فتح القدیر میں اسکو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی کتاب القسمة میں میں ہے کہ اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں وہان یعنی کتاب القسمة میں اسی پر اعتماد کیا ہے سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے میں بیان اختلاف ہوا ہوا ہے اور لائق یہ ہے کہ درصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایة پر اعتماد کیا جاوے انتہی میں کہتا ہون اور جب کہ مصنف کے متن اور شرح میں تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہے بارہا سو حاصل کرم جواب ظاہر الروایہ یہی قیاس ہے کہ انسان اپنی ملک کے تصرف میں مختار ہے کسیکا ضرر ہو یا نہو اور تجھکو معلوم ہوچکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں یعنے درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف سے نہ ہر ضرر میں والله اعلم کذا فی [illegible]

قلت وبقي ما لو اشكل هل يضره ام لا وقد حرر محشي الاشباه المنع قياسا على مسئلة السفل والعلو انه لا يتد اذا اضر وكذا اذا اشكل على
المختار للفتوى كما في الخانية قال المحشي فكذا التصرف في ملكه ان اضر او اشكل يمنع وان لم يضر لم يمنع قال ولم ار من نبه عليه
فليغتنم فانه من خواص كتابي انتهى مین کہتا ہون اور باقی رہی یہہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہین اور البتہ
اس کا جواب مین محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کرکے کہ صاحب سفل یا صاحب علو میخ و دیوار مین نہ ٹہونکے جب کہ دوسری کو
ضرر کرے ہاں اور اسی طرح حکم ہے جب کہ تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر مین بنابر اوس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ خانیہ مین ہے محشی نے کہا تو اسی طرح
انسان کا تصرف اپنی ملک مین اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر مین تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہین تو منع نکیا جائیگا محشی نے کہا مین نے
نہین دیکہا اوس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیئے کہ یہہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے انتہی کلام المحشی م ط وفی بہاء کہ محشی
اشباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تہی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا اوسی مطلب مین کافی تہا ادعى على آخر هبة مع قبض في
وقت فسئل المدعي بينة فقال قد جحدنيها اي الهبة فاشتريتها منه او لم يقل ذلك اي جحدنيها ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا
ایک وقت مین مثلا یہہ دعوی کیا کہ اوسنے فلانی چیز مجہکو رمضان مین دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اوسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کرکے منکر ہو گیا
ہبہ سے تو مین نے اوس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہہ نکہا یعنی انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نکیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پہر اوسکے بعد خرید کا ومفاده الاكتفاء
بامكان التوفيق وهو مختار شيخ الاسلام من اقوال اربعة اور مفاد عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہے بامکان توفیق اور یہہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے
منجملہ چار قولون کے ہم جس موضع مین تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اوسکی توفیق یعنی رفع تناقض مین فقہا کے چار قول ہین پہلا قول یہ
ہے کہ دونون کلامون مین بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہین دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقا خواہ مدعی کیجانب سے یا مدعا علیہ کے
طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتہا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو
نہ متعدد کذا فی المنح والبحر جب یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیئے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پہر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کرکے خرید کا دعوی کیا تو مدعی
کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نرہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پہر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو یہان توفیق بالفعل مدعی کے
کلام سے نہین بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختار الخجندي انه يكفي من المدعى عليه لا من المدعي لانه
مستحق وذلك دافع والظاهر يكفي للدفع لا للاستحقاق بزازية اور خجندی نے یہہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کے طرف سے کافی ہے نہ مدعی
کیجانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دفع کیواسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیہ یعنی
امکان توفیق کے نزدیک وجود اور وقوع اوسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع مین حجت ہو نہ استحقاق مین کذا فی البحر فاقام بينة على الشراء بعدها اي بعد
الهبة تقبل في الصورتين یعنی پہر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنی مثلا شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہوگی دونو صورتون مین یعنی
ایک صورت یہہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجہ سے انکار کیا دوسری صورت یہہ کہ نکہا ہو بعده وتہا ظاہر ہو شرا کانہ اقام کذا فی الحلبی وقبلها
لا لوضوح التوفيق في الوجه الاول وظهور التناقض في الثاني اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلا شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول
نہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول مین اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی مین ہم حاصل مسئلہ یہہ ہے کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلا دعوی کیا جب گواہ
طلب ہوئے تو اوسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلا شوال مین خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین ممکن
ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید مین تناقض نہین کہ اوسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہون نے کہا کہ مدعی نے اوسکو شعبان مین خرید کیا تو اسمین قول مدعی
اور شہادت شہود مین تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ مین اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا مملوک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا
مقبول نہین ولو لم يذكر لهما تاريخا او ذكر لاحدهما تقبل لامكان التوفيق بتاخير الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خرید دونون کی تاریخ مذکور نکی فقط

ہبہ یا قطعہ غیرہ کی تاریخ مذکور کی تو دعویٰ مقبول ہے بوجہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور نہو ئی تو احتمال ہو کہ خرید اس
بعد ہبہ واقع ہوئی ہو وهل یشترط کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط خلاف وینبغی ترجیح الثانی بجریان التناقض اور کیا شرط ہو کہ
دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہو اسمین خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہو کذا فی
البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہو ہم علامہ مقدسی نے کہا کہ یہہ خلاف لفظی ہو اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جبتک
وہ قاضی کے نزدیک ثابت نکیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونوں مجلس قاضی میں صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق
الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامه فی البحر اقره المصنف اور تناقض دفع ہو جاتا ہو خصم کی تصدیق
سے اور متناقض کے یون کہنے سے کہ مین نے کلام اول کو چھوڑا اور اب مین یہہ دعویٰ کرتا ہون اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے اور
مصنف نے اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہو ہم تکذیب حاکم کی یہہ صورت ہو کہ زید نے دعویٰ کیا کہ محمود اوسکے مدیون کا ضامن ہے سو محمود نے ضمانت کا انکار
کیا اور زید گواہ لایا اوسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پہر ضامن نے . یون مذکور پر دعویٰ کیا کہ مین اوسکا
ضامن ہوا تہا اوسکی اجازت سے اور پہر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پہر لینا جائز ہے یعنے مدیون یہہ نہین کہہ سکتا کہ
کفیل ضمانت کا اول منکر تہا اور اب مدعی ضمانت ہے یہہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعاً تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر
بتصرف کما لو ادعی اولاً انها ای الدار مثلا وقف علیه ثم ادعاها لنفسه او ادعاها لنفسه ثم ادعاها لغیره لم تقبل للتناقض چنانچہ
اگر دعویٰ کیا اول کہ وہ یعنی مثلاً گہر وقف ہے مجہپر پہر اوسکی ملکیت کا دعویٰ کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعویٰ کیا کہ وہ گہر غیر شخص کا ہے پہر اوسکی ملکیت کا
اپنے واسطے دعویٰ کیا تو مقبول نہین بسبب تناقض کے ہم یہہ تشبیہ ہو نفی قبول مین جب وقف کا پہر ملکیت کا دعوے کیا لہذا اب توفیق مین اگرچہ ممکن
نہین اسواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقیل تقبل ان وفق بان قال کان لفلان ثم اشتریته درر فی اواخر الدعوی اور بعضون نے کہا کہ
مسئلہ ثانیہ مین توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ کہے گہر اول فلانے شخص کا تہا پہر مینے اوسکو خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہے
قال ولو ادعی الملک لنفسه اولاً ثم ادعی الوقف علیه تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعویٰ ملک کا اپنی ذات کے واسطے کیا پہر دعویٰ کیا
کہ وہ مجہپر وقف ہی تو مقبول ہے ہم منح الغفار مین اسیطرح ہو اور بحر الرائق اور حموی مین تقیید بلفظ علیه نہین تو ہو جب عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے
اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پہر مینے اسکو وقف کر دیا اور درصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہے جسمین توفیق نہین مگر
بقول ابو یوسف توفیق ہو سکتی ہے کہ اونکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہو کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاها لنفسه ثم لغیره فانه یقبل
چنانچہ اگر اوسکا دعویٰ کیا اپنی ذات کے واسطے پہر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو درمنتقی قال
لاخر اشتریت منی هذه الجاریة وانکر الاخر الشراء جاز للبائع ان یطأها ان ترک البائع الخصومة واقترن ترکه بفعل یدل علی
الرضی بالفسخ کامساکها ونقلها لمنزله لما تقرر ان جحود جمیع العقود ماعدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجہسے یہہ لونڈی مول
لی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اوس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہے اگر بائع نے جہگڑا کرنا چہوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اوس فعل سے مقارن ہو
جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکہہ لینا اور اسکو اپنے مکان مین لیجانا اسواسطے جائز ہو کہ ثابت ہو چکا ہو کہ جمیع عقود کا انکار
سوائے نکاح کے فسخ ہے یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک مین داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردها بعیب قدیم
لتمام الفسخ بالتراضی عینی تو بائع کو لونڈی کا پہیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہے بباعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اوس عیب کے
سبب رد جائز ہے جسپر اسکو اطلاع نہوئی تہی قبل بیع کے والا رد جائز نہین کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب کے رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا
کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو یہہ فسخ ہوئی مشتری کے جانب سے پہر جب کہ بائع نے اوسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا کہ ملنے

الطحطاوی۔ اما النکاح فلا یقبل الفسخ اصلاً فلذا لو جحد انہ تزوجہا ثم ادعاہ وبرھن علی النکاح تقبل برھانہ اور نکاح تو مطلق فسخ قبول نہیں کرتا تو یہی
وجہ کہ اگر زوج زوجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اوسکی مقبول ہے ہم نکاح محتمل فسخ نہیں کسی سبب سے
تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہے
کہ اسکے بعد یون کہے کہ مین نے تم دونون مین تفریق کردی یا مرد یون کہے کہ میری زوجہ تھی سو مینے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا
دعوی کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر مرد مرگیا اور عورت آئی میراث کا دعوی کرتی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ
ثم ادعاہ لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف النکاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوی کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ
ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اوسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی مین
مناسب تھا مگر یہان انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم قضا انمین مذکور ہو اقر بقبض عشرۃ دراہم ثم ادعی انہا زیوف او نبھرجۃ صدق بیمینہ لان اسم
الدراہم یعمہا بخلاف الستوقۃ لغلبۃ غشہا اقرار کیا دس درہم کے قبضہ کرنے کا پھر مقر نے دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہین یا نبھرجہ تو اوسکی تصدیق
ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبھرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے کہ اونکو اسم دراہم شامل نہین بسبب غالب ہونے اونکی غش کے ہم
زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی مین نہ لیا جاوے اور سوداگرون مین اوسکا لینا جائز ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی مین کھرا مال لیا
جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونون طرف چاندی ہو موی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبھرجہ کے لفظ مین ب مقدم
ہے نون پر جیسا کہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولذا لو ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق ان کان البیان مفصولا وصدق لو بین موصولا
نہایۃ فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہین اگر یہ مقر مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہین تو اوسکی تصدیق
نہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اوسی اقرار قبض سے ملاکر کذا فی النہایہ تو تفصیل مذکور مفصول مین ہے نہ موصول مین ہم یعنی
تفصیل یعنی زیوف اور نبھرجہ مین اور ستوقہ مین در صورت انفصال بیان ہے یعنے اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبھرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ
کہا تو بطور انفصال تصدیق نہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبھرجہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض
الجیاد لم یصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درمون کے قبضہ کرنیکا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبھرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق
نہوگی مطلقا اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جب جودت کا اقرار کیا تو اب اوسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انہ قبض
حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافۃ لو بین موصولا وکذا لا اور اگر اقرار کیا کہ اوسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ
کیا یا اوسنے اپنا حق پورا بھر لیا تو اوسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت مین یعنی اگر یون کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان
کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہین کیا تو تصدیق نہوگی ہم نبھرجہ اور ستوقہ ہونیکا دعوی مانند ہے دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایہ مین ہے
کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر لوٹا کر بولا کہ ستوقہ ہین یا دراہم رصاص ہین تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الطحطاوی ولان قولہ جیاد کمفسر
فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاہر او نص فیحتمل التاویل ابن کمال اسواسطے کہ مقر کا جیاد یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہین بخلاف
غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اوسمین تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسر اوسمین مشہور ہی جو نص سے زیادہ تر واضح ہو بطرح پر کہ اوسکے
ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہی جسمین غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمین غیر مراد کا احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید
کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اوسمین زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال
بعید ہی ہے اقر بدین ثم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ ربوا وبرھن علیہ قبل برھانہ قنیہ من عدالۃ الدین وسیجیء فی الاقرار اقرار کیا
دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اوسکی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ مین ہے عدالۃ الدین سے اور آگے کتاب الاقرار

ین آخر بقال الآخر لك علي الف درهم فقال المقر له ليس لي عليك شيء ثم صدقه في مجلسه فلا شيء للمقر له الا بحجة او لو اثباتا او كذا الحكم في كل ما فيه المقر
ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تیری مجھ پر ہزار درہم ہین سو جسکے واسطے اقرار کیا اوس نے اوسکا اقرار رد کیا اسطرح کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہین یا وہ درم تیرے ہین
یا فلانے شخص کے ہین کہ انے بعد پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اوسی مجلس مین تو مقر لہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اسی
طرح کا حکم ہر ایک اوس اقرار مین جسمین ایک شخص کا حق ہے ہم مقر لہ مذکور کا جو ہین اسواسطے ثابت ہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہو گیا مقر لہ کے رد کر دینے سے اور
بعد انکار کے تصدیق کرنا یہہ دعوی ہے تو اوسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت
اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے مردود نہین ہوتا اور تصدیق الخ کی قید ہواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کریگا
تو مردود نہوگا اسیطرح ابراء من الدین اور ہبہ دین قبول کرنے سے تمام ہو جاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہین ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اوس نے قبول کیا پھر
رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبل قبول رد کریگا تو رد ہوگا بتصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھہ دین ثابت نہوگا
ایک شخص کے حق کی مثال یہی مسئلہ مذکورہ ہے تو یہان مقر لہ منفرد برد اقرار ہے بخلاف اوسکے اگر یون کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا
تو اوسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ مین منفرد نہین یعنی عقد مین منفرد نہین خلاصہ یہہ ہے کہ جس چیز مین دو شخصون کا
حق ہے اگر اسمین منکر رجوع کرے تصدیق کے طرف قبل اسبات کے کہ شخص آخر اوسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع اور نکاح اور جسمین
مین ایک شخص کا حق ہو جیسا کہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اوسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ومن ادعى على آخر مالا فقال المدعى عليه
ما كان لك علي شيء قط فبرهن المدعي على انه له عليه الف وبرهن المدعى عليه على القضاء اي الايفاء او الابراء ولو بعد القضاء
اي الحكم بالمال اذ الدين يقضى بمثله قبل القاضي صحيح الا في المسائل الخمسة كما سيجيء قبل برهانه لامكان التوفيق لان غير الحق قد يقضى
ويبرأ منه دفعا للخصومة اور جس نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھ پر کچھ تھا ہرگز سو مدعی اپنے گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار
ہین اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابرا مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم کیا
اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ مین دفع صحیح نہین چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی مین آویگا
تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابرا مین اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے
اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے ہم یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ مین مال دیچکا ہون یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اسکو گواہی سے
ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر مین تناقض ہے لیکن گواہی مقبول ہو کیونکہ رفع تناقض یہان متصور ہے اس احتمال سے کہ واقعہ مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا
اور مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ
مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ اوسمین علماء کے پانچ قول ہین وسيجيء في الاقرار انه لو برهن على قول المدعي انا مبطل في الدعوى او شهودي
كذبة او ليس لي عليه شيء صح الدفع الى آخره وذكره في الدرر قبيل الاقرار في فصل الاستثناء اور کتاب الاقرار مین آویگا یہہ کہ اگر
مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ مین دعوی مین جھوٹا ہون یا میرے گواہ جھوٹے ہین یا میرا اوسپر کچھ نہین تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر مین
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استثنا مین ذکر کیا ہے استشرا سے خواہش خریداری کما يقبل لو ادعى القصاص على آخر فانكر فبرهن
المدعي على القصاص ثم برهن المدعى عليه على العفو او على الصلح عنه على مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا
دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے بعوض مال کے ہم
یہان بھی کلام مدعی مین رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع مین اوسپر قصاص نہو اور اوس نے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دیکر صلح کر لی ہو قصاص کو
معاف کروالیا ہو وكذا في دعوى الرق بان ادعى عبودية شخص فانكر فبرهن المدعي ثم برهن العبد ان المدعي اعتقه يقبل تمام ايضاح

اور ایسا ہی حکم ہے دعویٰ رق مین سطرح کہ کہ دعویٰ کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اوس نے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اوسکی غلامی پر پھر غلام گواہ
لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کر دیا ہے تو برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر اوس نے صلح کر لی ہو مدعی سے ہر شئے برہان درصورت عدم صلح مقبول ہے اور اگر اوس نے انکار
کیا پھر کچھ مال پر صلح کر لی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا پر تو اوسکی برہان مسموع نہوگی ایضاح کذا فی الفتح واذا ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برهانہ علی الایفاء جاز
اور اگر مدعا علیہ نے ایفای دین مدعی کا دعویٰ کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کر لی تو اوسکا برہان ایفا پر مقبول ہے کذا فی البحر یعنے صلح دعویٰ ایفا کی مبطل
نہین اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے گاہے فیرحق بھی دیا جاتا ہے کذا فی الطحاوی وفیہ برهن انہ ادعی مائتی ثم اقران علیہ للمنکر
ثلث مائۃ یقطع المنکر ثلثمائۃ وقیل لا والیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا فذمتہ غیر مشغولۃ فی
زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحرالرائق مین ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اوسکے چار سو ہین پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر
تین سو ہین تو چار سو مین سے تین سو ساقط ہو گئے اور بعضون نے کہا کہ تین سو ساقط نہین اور یہی پر فتوی ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے
کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اوسکا ذمہ مشغول نہین اوسکے گمان مین پھر مقاصہ یعنے باہم مجرا ہونا کہان واقع ہوتا ہے واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا اعرفک
دعوی کا ما بینک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور مین تجھکو نہین پہچانتا ہون اور نہ اسکے چنانچہ یون کہا کہ مین نے
تجھکو نہین دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول ہے بسبب دشوار ہونے توفیق کے ہم یعنی ایکشخص نے دوسرے پر مال کا دعوے کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا
مجھ پر کچھ تھا ہرگز اور مین تجھکو نہین پہچانتا یا یون بولا کہ مینے تجھکو نہین دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلطہ نہین اور نہ دینا اور نہ لینا
یا مین اور تو ایک مکان مین مجتمع نہین ہوئے اور نہ اسکے بعد مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کئے تو مقبول نہین کذا فی فتح القدیر
شرح وقایہ مین ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصون کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابراء بدون معرفت کے نہین ہوا انتہی
وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یتولی بنفسہ
لا یقبل اور بعضون نے یعنے قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو کاہو اذیت ہوتی
ہے اپنے دروازہ کو غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سو وہ امر کرتا ہے مخاصم کے راضی کرنے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہین پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اسکو معلوم
کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ اون لوگون مین سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہین بلا واسطہ وکیل تو اوسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ہم یہ ہے
تفریع ہے قاضی خان کی محتجب وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضون نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحاوی
نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال صح درر فی اخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار ہان اگر مدعا علیہ اوس
شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر نے آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض مانع صحت
اقرار اون کا مانع نہین ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہے اوس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر محذوف یہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہو
تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اوس نے کہا کہ مین نے اوسکو کچھ نہین دیا پھر اوس نے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہے کہ شئے واحد مین دافع
غیر دافع ہو ہان اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے تو معنے جس دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہو چکا اوسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح
کہ اوسنے یہ اقرار کیا کہ دین اسکو پہونچ گیا ہے یا دین سو اوسنے لیکر اوسکو پہونچا دیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی
الطحاوی بخلاف اقر ببیع عبدہ من فلان ثم جحد لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کی بیع کا فلان شخص کو
پھر اوسکا انکار کیا تو اوسکا انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار مین ہم صحت انکار کا
سبب یہ کہ کلام متناقض نہین اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہین ادعی علی اخر انہ باعہ امتہ منہ فقال الاخر لم ابعہا منک قط فبرهن
المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا وارادردہا فبرهن البائع انہ ای المشتری برئ الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ

البائع للتناقض دعوی کیا دوسرے پر کہ اوس نے اپنی لونڈی اوسکے ہاتھہ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ مین نے اوسکو تیرے ہاتھہ نہین بیچا ہرگز سو گواہ پائے بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی مین عیب پایا اور اوسکے پھیرنے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے براوت کرچکا ہے اوسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ہم وجہ تناقض یہہ ہے کہ اول بیعکا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ براوت عیوب بیع ہونے بیع مقصور نہین و عن الثانی تقبل لامکان التوفیق بیع وکیلہ وابرائہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ہم جب اوسکے وکیل نے بیع کی تو یہہ کہنا درست ہوا کہ مینے بیع نہین کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہین ہوا اور براوت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنہ واقعۃ سمرقند اور از جنس مسئلہ متن واقعہ سمرقند کا جس مین تناقض واقع ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ مذکورہ کو مقدم بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ نکحہا بکذا وطالبتہ بالمہر فانکر فبرہنت فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ زوجہ ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلاصۃ نے دعوی کیا کہ اوس نے مجھہ سے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اوس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اوس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اوسنے عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا نکاح اوسکے باپ نے کردیا ہو اور وہ صغیر ہوا اور اوسکو معلوم نہو کذا فے الخلاصہ ہم یعنی اوسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہین ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کے منافی نہین پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بعوض مہر مین تناقض نہین کذا فے الطحطاوی وبطل جمیع صک کتب فیہ ان شاء اللہ تعالی فی اخرہ باطل ہوجاتا ہے تمام مضمون اوس صک یعنی کاغذ قوم کا جسکے آخر مین انشاء اللہ لکہا ہے ہم شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہوجاتا ہے خواہ اوسمین ایک شے مرقوم ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی مین ہے وقالا اخرہ فقط کی ہو استحسان راجح علی قولہ فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچہلا مضمون کاغذ قوم کا باطل ہوتا ہی جو انشاء اللہ سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہی جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ہم وجہ استحسان یہہ ہو کہ جمل مین اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہین اور وثیقہ لکہا جاتا ہی واسطے وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کے طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوی اور یہہ مقصود تحریر کے مخالف ہی تو استثنا اوسیکے طرف راجع ہوگا جو اوس سے متصل ہے کذا فے الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا ان الفرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہین اسپر کہ فرجہ خط مین فاصل سکوت کی مانند ہی ہم فرجہ یعنی اثناء تحریر مین کاغذ سادہ چہوڑنا ایسا ہی جیسے نطق مین سکوت کرنا تو انشاء اللہ مابعد فرجہ کے طرف راجع ہوگا جیسی سکوت مین مابعد سکوت کے طرف راجع ہوتا ہے وعلی انہ اذا کان للکل فی جمل معطوفۃ بواو واعقبت بشرط اور علمائے ثلثہ متفق ہین انشاء اللہ کے راجع ہونے پر کل کے طرف اون جمل منطوقہ مین جنمین عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور اونکے اخیر مین شرط ہو ہم چنانچہ ایک شخص نے یون کہا کہ میری عورت مطلقہ ہو اور میرا غلام آزاد ہے اور مجہپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے انشاء اللہ تو شرط تینون جملون کے طرف راجع ہے یعنی طلاق اور عتاق اور کسی کچہہ لازم نہین جمل منطوقہ کی قید ترجمہ مین اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ مین امام اور صاحبین کا اتفاق نہین چنانچہ مسئلہ صک مین مذکور ہوچکا واما الاستثناء بالا واخواتہا فللاخیر الا بقرینۃ کمائۃ درہم وخمسین دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اوسکے امثال سے اخیر کے طرف راجع ہوتا ہی مگر بقرینہ اول کیطرف راجع ہوجاتا ہی چنانچہ اسقول مین کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہہ استثنا اول یعنی درمون کے طرف راجع ہی نہ اخیر کے طرف بطریق استحسان کے ہم قرینہ یہان اتحاد جنسیت مستثنی منہ اور مستثنی ہی واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین فالیہما اتفاقا اور استثنا بلفظ انشاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونون کے طرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہی جسمین تعلیق واقع نہین بقرینہ مقابلہ چنانچہ یون کہنا کہ انت طالق وہذا حر انشاء اللہ کذا فے الحلبی وبعد طلاقین معلقین اوطلاق معلق وعتق معلق فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنا واقع ہونا بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونون کے طرف راجع ہوتا ہی محمد کے نزدیک

یعنی جس جگہ علماء کو ذکر کرنا ہی وہان منظور ہو کسی شرط پر معلق کیا جاوے اور یہہ سب اسیجگہہ ہے کہ ان شرائط معلق کا ذکر ہو لیکن بمقابلہ کی جہت سے بیان غیر معلق مراد ہوتا ہی ١٢

یعنی دو طلاق والی جو اوپر بیان ہو اسکی غیر معلق کی ١٢

اور خیر کیطرف راجع ہوتا ہی ابو یوسف کے نزدیک هم دو طلاق معلق کی مثال اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ اور طلاق معلق اور عتق معلق
کی مثال اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَ عَبْدِیْ حُرٌّ اور یہہ خلاف مطلق میں ہے اور منک میں تو دونون کا اتفاق ہے وَلَوْ بِلَا عَطْفٍ اَوْ بِہٖ بَعْدَ سُکُوْتٍ
فَلِلْاَخِیْرِ اِتِّفَاقًا اور اگر شرط واقع ہو بعد جملون بغیر عاطفہ کے یا جملون مین عطف ہو لیکن بابین مین سکوت واقع ہوا ہو لفظ مین یعنی جہ واقع ہوا شاخط مین تو
استثنا اخیر کیطرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد لعبد سکوت ہی کذا فی الخطا وَ عَطْفُہٗ بَعْدَ سُکُوْتِہٖ لَغْوٌ اِلَّا بِمَا فِیْہِ تَشْدِیْدٌ عَلٰی نَفْسِہٖ
وتمامہ فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہے مگر اوسمین لغو نہین جسمین سخت گیری ہے اوسکی ذات پر اور پورا بیان اسکا بحر الرائق
مین ہی هم یعنے جسمین متکلم کی ذات پر وسعت ہو تو وہان عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یون بولا کہ اگر تو اس گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے
پھر چپ ہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر مین اور یہہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہو مگر دونون گھرون کے داخل ہونے سے اور جسمین سخت گیری ہو اپنی
ذات پر چنانچہ یون بولا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہی اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجۂ ثانیہ یمین مین داخل ہو گی کذا
فی الخطا ﴿ مَاتَ ذِمِّیٌّ فَقَالَتْ عِرْسُہٗ اَسْلَمْتُ بَعْدَ مَوْتِہٖ وَقَالَتْ وَرَثَتُہٗ قَبْلَہٗ صُدِّقُوْا تَحْکِیْمًا لِلْحَالِ ذمی مرگیا سو اوسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان
ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثون نے کہا کہ قبل اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثون کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے
هم یعنی بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہی تو زمان گذشتہ مین بھی ثابت رہیگا تحریر مین ہے کہ استصحاب عبارت
ہی اوس امر محقق کی بقاء حکم سے جسکا عدم مظنون نہین کَمَا یُحَکَّمُ الْحَالُ فِیْ مَسْئَلَۃِ جَرَیَانِ مَاءِ الطَّاحُوْنَۃِ جیسے حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونیکے
مسئلے مین هم یعنی پنچکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ مین انتفاع پر قادر نہوا اوسکے پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب
فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اوسکے موافق زمان گذشتہ مین حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق مین بھی جاری تھا اور اگر فی الحال
جاری نہین تو سابق مین بھی جاری نہ تھا ﴿ اِنَّمَا تَصْلُحُ حُجَّۃً لِلدَّفْعِ لَا لِلْاِسْتِحْقَاقِ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہی حجت
ہونے کی فقط دفع دعوی کے واسطے چنانچہ مسئلۂ سابقہ مین نہ استحقاق کے واسطے کَمَا فِیْ مُسْلِمٍ مَاتَ فَقَالَتْ عِرْسُہُ الذِّمِّیَّۃُ اَسْلَمْتُ قَبْلَ مَوْتِہٖ
فَاَرِثُہٗ وَقَالُوْا بَعْدَہٗ فَالْقَوْلُ لَھُمْ لِاَنَّ الْحَادِثَ یُضَافُ لِاَقْرَبِ اَوْقَاتِہٖ چنانچہ حکم ہے اوس مسلمان کے باب مین جو مرگیا سو اوسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ مین
اسلام قبول کر چکی ہون قبل موت زوج کے تو مین اوسکی وارث ہون اور میت کے وارثون نے کہا کہ بعد اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثونکا
قول معتبر ہی اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کے طرف منسوب ہوتی ہے یعنے مابعد موت اقرب ہی ما قبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کے طرف منسوب
ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی هم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل اس پر دلالت کرتا ہی کہ یہہ مثال ہے
استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہین وجہ خلل یہہ ہے کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن مین تھا متن مین تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا
او ر دونون مین وجہ شبہہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلۂ طاحونہ کے درمیان مین آنے سے یہہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلۂ طاحونہ باقی
رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف ﴿ فرع ﴾ مسئلۂ شارح کا وَقَعَ الْاِخْتِلَافُ فِیْ کُفْرِ الْمَیِّتِ وَاِسْلَامِہٖ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِی الْاِسْلَامِ جو واقع ہوا
اختلاف میت کے کفر اور اسلام مین تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر هم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکے والدین ذمی ہین اور بیٹا
مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہوکر مرگیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو ﴿ قَالَ الْمُوْدَعُ بِالْفَتْحِ هٰذَا ابْنُ مُوْدِعِیْ بِالْکَسْرِ
الْمَیِّتِ لَا وَارِثَ لَہٗ غَیْرُہٗ دَفَعَہَا اِلَیْہِ وُجُوْبًا کَقَوْلِہٖ هٰذَا ابْنُ دَائِنِیْ کہا موَدَع بفتح نے یعنے جسکے پاس کسی کی ودیعت ہو اوس نے کہا کہ یہہ شخص میرے مودِع
بالکسر یعنے جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اوسکا یہہ بیٹا ہی کوئی اوسکا وارث نہین سوا اسکے تو واجب ہو کہ ودیعت اوس شخص کو تفویض اور
تسلیم کرے چنانچہ اس قول مین تسلیم دین واجب ہی کہ یہہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن قَیَّدَ بِالْوَارِثِ لِاَنَّہٗ لَوْ اَقَرَّ اَنَّہٗ وَصِیُّہٗ اَوْ
وَکِیْلُہٗ اَوِ الْمُشْتَرِیْ مِنْہُ لَمْ یَدْفَعْہَا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر امانتدار یہہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل ہے یا مشتری

ہو میت سے تو اوسکو ودیعت دیدے فان اقر ثانیا بابن اخر له لم یصدق فی حق الاول لانه اقر بما لا علی الغیر پہر اگر امانت دار دوسرے بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اوسکا اقرار مفید نہوگا جب کہ پہلا بیٹا اوسکی تکذیب کرے کیونکہ یہہ اقرار سے غیر کی مضرت کا ہے اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہوچکا کہ اوسکا کوئی مکذب نہین بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بہی وارث ہوگا ویضمن للثانی حظه ان دفع للاول بلا قضاء زیلعی اور درصورت تکذیب ثانی کو بقدر اوسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی هم قول بضمان بہی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر مین ہے اور مقابل اوسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا

کذا فی الحطاء ترکہ قسمت بین الورثۃ والغرماء بشهود لم یقولوا نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ الدرر وغیرها لا نعلم له وارثا او غریما لم یکفلوا اخلافا لهما لجهالۃ المکفول له ترکہ مقسوم ہوگیا درمیان وارثون کے یا دین والون کے اون گواہون کی گواہی سے جنہون نے یہہ نہین کہا کہ ہم نہین جانتے کہ میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسیطرح ہے لفظ نعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے نسخون مین اور عبارت درر وغیرہا کی یون ہے کہ اون شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنہون نے یہہ نہین کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہین جانتے ہین تو ضامن نہ لیجائیگی وارثون یا دین والون سے بسبب مجہول ہونے مکفول له کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک ضامن ضامن لیجائیگی هم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح کے نسخہ متن مین احد شرحین لم نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اوسمین لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا بصیغہ مجہول مضعف العین ہے اور ضمیر ورثہ وغیرہم کے طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص ترکہ چہوڑ کر مرگیا اور شاہدون نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہین لیکن اونہون نے حصر ورثہ کی گواہی نہین دی تو قاضی ترکہ قسمت کردے اونسے ضامن طلب نکرے ویتلوم القاضی مدۃ ثم یقضی اور قاضی کچہہ مدت قسمت ترکہ مین تاخیر کرے پہر قسمت کا حکم کرے هم تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پہر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دیوے اور مراد تاخیر حکم سے نہ تاخیر دفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو ثبت بالاقرار یکفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہون نہ شہادت سے تو ضمانت دین باتفاق امام اور صاحبین کے ولو قال الشهود ذلک لا اتفاقا اور اگر شہود کہیں یعنے یون کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا انکے نہین جانتے ہین تو نہ ضمانت دین بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وادعی علی اخر دارا لنفسه ولاخیه الغائب ارثا وبرهن علیه علی ما ادعاه اخذ المدعی نصف المدعی مشاعا وترک باقیه مع ذی الید بلا کفیل ولم یجحد ذو الید دعواه او لم یجحد خلافا لهما وقولهما استحسان نهایۃ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گہر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بہائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوی پر تو مدعی نصف گہر لے بطور مشاع اور چہوڑ دے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نکیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک درصورت انکار دعوی باقیکو اوسکے پاس نرکہے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایۃ هم امام کی دلیل یہہ ہے کہ حاضر خصم نہین غائب کے طرف سے استیفاء وارث مین اور قاضی کو تعرض جائز نہین بدون خصم کے هم صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ جب اوس نے دعوی ارث کا انکار کیا تو اوسکی خیانت ثابت ہوئی تو اب اوسکے پاس چہوڑنا مضرت سے خالی نہین ولا تعاد البینۃ ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثۃ خصما للمیت حتی تقضی منها دیونه اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جب کہ مدعی کا غائب بہائی سفر سے آوے قول اصح مین بسبب قائم ہوجانے ایک وارث کے مخاصم ہوکر میت کے طرف سے یہان تک کہ اوسکے ادا کیے جاوینگے متروکہ سے میت کے دیون قال انما یکون خصما بشروط تسعۃ مبسوطۃ فی البحر پہر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثون کے طرف سے اوس عین میں جو میت پر دعوی کیا جاوے تو شرطون سے جو مشرح مذکور ہین بحرالرائق مین هم سید حموی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح شروط ثلثہ کہتا ایک شرط یہہ کہ عین کل وارث کے ہاتھ مین ہو دوسری یہہ کہ اوسمین قسمت نہوگئی ہو تیسری یہہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میت سے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحرالرائق مین مذکور ہین وہ شرط نہین بلکہ بعض شرطین

ہین اور بعض احکام اور وہ ہمگی آیندہ بین نہ ہونگے کذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہہ ہو کہ دین اور عین بین فرق ہے ہم یعنی
الورثہ خصم نہین باقی وارثون کے طرف سے اوس عین کے دعوی مین جو میت پر ہے مگر جب کہ عین اوسکے ہاتھ مین ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے
تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثون کیجانب سے گرچہ اوسکے ہاتھ مین عین ترکہ نہو اسواسطے کہ دائن کا حق جمیع متروکہ مین شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور بدا
اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہہ ہے کہ دعوی دین مین بہی عین ترکہ کا بالکل ہاتھہ مین ہونا ضرور ہے بحرالرائق مین کہا کہ جو فتح القدیر مین ہے یعنی فرق مذکور
وہی حق سے باقی سہو اور یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو قابض پر تو اگر
اپنا دعوی ثابت کرے تو اوسکے اور باقی وارثون کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اونکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نکر سکا ہو
اور مدعا علیہ نے اوسکا دفع کر دیا ہو اسطرح پر کہ مینے اوسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعوی ارث کا حاضر اور غائب کے
حق مین دفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ومثلہ ای مثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح درر اور مانند اوسکے یعنے غیر منقول کے مانند منقول کی
ہے امر مذکور مین بقول اصح کذا فی الدرر یعنے اگر مال منقول مین دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لیلے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چہوڑ دے
لکن اعتمد فی الملتقی انہ یؤخذ منہ اتفاقا ومثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر مین اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لیا جائیگا ذی الید سے باتفاق امام
اور صاحبین کے اور ایسے ہی ہے بحرالرائق مین ہے ہم اسواسطے کہ منقول مین حفاظت کی حاجت ہو اور اوسکے لینے مین زیادہ تر حفاظت ہو اور زمین تو
خود محفوظ ہے قال واجمعوا انہ لا یؤخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائے یعنی منقول
مین اگر ذی الید مقر ہو ہم طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول مین اجماع نہین حالانکہ ایسا نہین کیونکہ درحالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی
حکم ہے اوصی لہ بثلث مالہ یقع ذلک علی کل شیء لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہہ وصیت ہر
چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع مملوکہ پر اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہمجنس میراث ہو تو جیسے میراث ہر چیز مین جاری ہے ویسے ہی وصیت بہی ہو
لو قال مالی او ما املکہ صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوۃ کی
جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب سے یعنے جس چیز مین حق تعالے نے صدقہ واجب کیا ہے
اوسمین ایجاب عبد بہی واقع ہوگا مال زکوۃ مین سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین
ہون یا نہون اسواسطے کہ جس چیز مین زکوۃ واجب ہوتی ہے اوسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اوسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ
امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ ۱۲ اور اگر شخص مذکور نیاوے سوای مال زکوۃ کے یعنے اوسکے پاس سوائے سوائم اور نقدین اور
اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اوسمین سے بقدر اپنے قوت کے رکہہ لے اور باقی خیرات کرے پہر سوای اوسکے جب کہ مالک ہو تو بقدر اوسکے تصدق کرے
ہم علماء متاخرین نے مقدار قوت کی یون ٹہیرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کے واسطے ایکدن کی قوت رکہہ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا
کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینہ کا قوت رکہہ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اوتنا رکہہ لے جو اوسکو کفایت کرے یہان تک کہ اوسکو
نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع ملکہ من رجل بثوب فی مندیل ولا یقبضہ
ولا یراہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرؤیۃ فلا یلزمہ شیء بحرالرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون یعنے مثلا اگر زید سے کلام کرون
تو جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہو تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اوس کپڑے کے جو رومال مین لپٹا ہوا ہے
اور اوس پر قبضہ کرے بدون اوسکے دیکھنے کے پہر وہ فعل کرے یعنے زید سے کلام کرے پہر اوس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پہیر دے تو اوسپر کچہہ صدقہ
لازم نآویگا ہم اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلا کلام زید کے وقت کوئی چیز اوسکی ملک مین نتہی بسبب بیچڈالنے کے اسواسطے کہ ملک کا
اعتبار حنث کے وقت ہونہ حلف کے وقت و لو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وہو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملک

مسئلہ عجیبہ

وکیل لم یکن له شیٔ لا یجب شیٔ اور اگر بولا کہ ہزار درم میرے مال سے صدقہ ہین اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے تو اسپر اوسقدر کا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اوسکی مملوک کوئی چیز نہین تو کچھ واجب نہین و صح الایصاء بلا علم الوصی فصح تصرفه اور صحیح ہے وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا ہے یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا ترکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہین پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اوس کی بیچ ڈالی تو صحیح ہے لا یصح التوکیل بلا علمه اور وکیل نہین صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنے اوسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہین والفرق ان تصرف الوصی خلافة والوکیل نیابة اور ایصاء اور توکیل مین فرق یہہ ہے کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہے اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے ہم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا اپوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہے نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہے تو یہان علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ مین مثلاً زید کو اوسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونیکا علم نہین پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہوگئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے جسکے پاس امانت رکھا ہے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانتدار کو علم توکیل ہوا اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کرادیا اور پھر تلف ہو تو کسی پر تاوان نہین کذا فی المحیط فلو علم الوکیل التوکیل ولو من ممیز او فاسق صح تصرفه سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے معلوم ہوا تو اب اوسکا تصرف صحیح ہے ولا یثبت عزله الا باخبار عدل او فاسق ان صدقه عنایة او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہین ہوتی وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے خبر دینے سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر دینے مین کذا فی العنایة یا معزولی ثابت ہوتی ہے دو شخص مستور العدالة ہون اور دو فاسقون کی خبر سے قول صحیح مین [illegible] بجنایة عبده فلو باعه کان مختارا للفداء اسیطرح خبردار ہونے مولے کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولے کو خبر پہونچی پھر اوسنے اوسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہے یعنی اوسکو فدیہ جنایت دینا پڑیگا و اخبار شفیع بالبیع اور اسیطرح شفیع کو بیع کی خبر پہونچانا یعنے اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین شفیع کو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا والبکر بالنکاح اور اسیطرح باکرہ کو نکاح کی خبر پہونچانا یعنے سکوت بکر رضا نہین مگر جب کہ اوسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ ساکت رہی تو یہہ سکوت رضا نہین والمسلم الذی لم یهاجر الینا بالشرائع اور جیسے اوس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہین کی احکام شرعیہ کی خبر پہونچی یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اوسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہے یہان تک کہ اگر فرائض ترک کریگا تو قضا اوسپر لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہی ہے کہ ایک فاسق کی خبر اسمین کافی ہے و کذا الاخبار بعیب لمرید شراء و حجر ماذون و فسخ شرکة و عزل قاض و متولی وقف فهی عشرة یشترط فیها احد شطری الشهادة لا لفظها اور اسیطرح عیب مبیع کی خبر دینا خریدار کو ارادہ کرنے والے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہہ دس چیزین ہین جنمین شہادت کی دو جزون سے ایک جز شرط ہے نہ لفظ شہادت ہم شہادت کے دو جز ہین ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کی اخبار مین ایک جز شرط ہے یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد عزل قاضی اور متولی وقف بحث ہے صاحب بحر کی نہ نقل مذہب کذا فی الطحطاوی و تشترط سائر الشروط فی الشاهد اور مخبر مذکورین باقی شروط شاہد کی شرط ہین یعنے آزاد اور بالغ ہونا اور یہہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہونا مع عدد یا عدالت خلاصہ یہہ کہ مخبر مین وہ شروط جو شاہد مین شرط ہے بجز لفظ شہادت و حضور مجلس قضا اور یہہ سب امام کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمییز مخبر شرط ہے کذا فی الطحطاوی و قیده فی البحر بالعزل القصدی و بما اذا لم یصدقه و یکون الخبر غیر المرسل و رسوله فانه یعمل بخبره مطلقا کما سیجیٔ فی بابه اور قید لگائی ہے بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جب کہ وکیل مخبر کی تصدیق نکرے اور اسکی کہ مخبر غیر مرسل ہو اور موکل کا پیام رسان نہو اسواسطے کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقا عمل ہے چنانچہ عزل وکیل کے باب مین آویگا حاصل یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہے اور عزل حکمی مین تو قبل علم

معزولی کے معزول ہوجاتا ہے عزل سکتے یہہ کہ موکل مرجائے یا اوسکو جنون مطبق ہوجائے خبر مرسل غلط ہے بلکہ صواب خبر صبی ہے چنانچہ بحرالرائق مین ہے
یعنی اگر خصم خبر دے تو عدد یا عدالت مخبر شرط ہے اور اگر شفیع کو خود مشتری یا بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب واجب ہے اگر تاخیر کریگا تو حق ساقط ہوگا پس یہہ
کی خبر پر معاملہ عمل لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صبی ہو یا اوسکی تکذیب کرے کذا فی الحطاوی باع قاضٍ او امینہ وان لم یقل جعلتک امیناً فی بیعہ علی
الصحیح ولوالجیۃ عبداً للدین للغرماء واخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی واستحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لان امین
القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہم لایضمن بل ولا یحلف بخلاف نائب الناظر قاضی یا اوسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہہ نکہا ہو کہ
مین نے تجکو امین مقرر کیا اوسکی بیع مین بقول صحیح کذا فی الولوالجیۃ غلام کو بیچا دین والون کے اداء دین کے واسطے اور مال لیا سو اوسکا ثمن ضائع ہوگیا
قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اوسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہین اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی
سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک اونمین سے تاوان نہین دیتا بلکہ اونسے قسم بھی نہین لیجاتی بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اوسکا قول بدون قسم کے
معتبر نہین ہم قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہین کہ اگر اون پر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کرین تو رعایا کی مصالح معطل
ہوجاوین کذا فی العینی ویرجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والون سے پھر لے بسبب متعذر ہونے رجوع کے
عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اوس شخص سے متعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہے اور عقد کے طرف
اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہان اصحاب دیون ہین جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہین جانتا کہ قاضی بیچنے کا حکم نہین دیتا جبتک
صاحب دین طلب نکرے کذا فی الحموی بتصرف ولو باعہ الوصی لہم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض
للعبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ وہو یرجع
علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو اوسے دین والون کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اوسکے حکم کے پہر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا
قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کیجانب سے اور ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیر لے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بنا کر
حقوق عقد وصی ہی کے طرف راجع ہون گے اور وصی دین والون پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے اونہین کی منفعت کیواسطے ہم جو کسیکے واسطے کام کرے
اور اوس کام کے سبب سے اوسپر ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اوس سے پھیرے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے لکھا ہے یہہ تھا کہ شارح ترجیح کہتا بجائے
ترجع کے ولو ظہر بعدہ للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ ہو الاصح اور اگر بعد اسکے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اوس مال مین سے پھیرے
یہی قول اصح ہے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی ہلک کان الہالک من مال الفقراء والثلثان الورثۃ لما مر
قاضی نے متروکہ موصی سے تہائی نکالی فقیرون کے واسطے اور اونکو نہین دی یہان تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیرون کا مال ضائع ہوگیا اور باقی دو تہائیان
وارثون کا حق ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنی قاضی فقیرون کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہوگا امرک قاضٍ عدل کر برجم او قطع فی سرقۃ
او ضرب فی حد قضی بہ بما ذکر وسعک فعلہ لوجوب طاعۃ ولی الامر ای مخاطب تجکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگسار کرنیکا یا ہاتھ
کاٹنے کا چوری مین یا مار نیکا حدین جسکا وہ حکم کرچکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجکو اوسکے فعل مین گنجایش ہے تنگی نہین بسبب واجب
ہونے طاعت حاکم کے یعنے طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی یہی تصدیق ہے ومنعہ محمد حتی یعاین الحجۃ واستحسنوہ
فی زماننا وفی العیون وبہ یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد نے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ کرے اور علماء نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے مین اور عیون مین
ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے ہم وجہ استحسان مذکور فساد قضاۃ ہے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عہدۂ قضا حاصل کرتے ہین تو احکام اونکے باطل ہین
اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن ہے بحرالرائق مین کہا لیکن مینے لیا ہے کے مسند شہید کی شرح آداب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع
کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی فذا صہ یہہ ہے کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پہر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر اونکا رجوع کرنا شیخین کے

قول سکے طرف صحیح ہوا کذا فی المحیط الا اذا کان یعاین القاضی الشہود تو اگر قاضی کے خط مین اوسکے موافق عمل کرنا بلا معاینہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت
کے یعنی بضرورت احیاء حق اور ہو اسواسطے کہ خیانت اسمین کم واقع ہوتی ہے کذا فی المحیط وقیل یقبل لو کان عالما عادلا اور بعضون نے کہا ہم قبول یا مزکا
قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو اور یہہ قول ہے ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم تہمت اور بعدت فساد اور غلطی کی ہے اور یہہ امر عالم عادل مین منتفی ہوا اور
اسبیجابی نے ذکر کیا کہ امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اوس صورت مین ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق
قضا کے نہین اور اوسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہین تو ابو منصور کا قول کشف ہے مذہب امام سے کذا فی المحیط وہی وان کان عدلا جاہلا ان
استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا اور اگر قاضی عادل جاہل ہے اگر اوس سے استفسار کیا جاوے تو جان شرائط کا خوب کرے تو اوسکی تصدیق
ہوگی اور نہین تو تصدیق نہوگی مثال اوسکی زنا مین یہہ ہے کہ قاضی کہے کہ مین نے زنا کی مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اور معنی اوسنے زنا کیا اوس
سوال سے تو متصل کیا تو اوسنے اقرار کیا چنانچہ اسمین معروف ہو اور اوسپر مین نے سنگساری کا حکم کیا اور حد سرقہ مین کہے کہ میرے نزدیک بحجت ثابت ہوا کہ
اوسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمین کچھ شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اوسنے عمدا بلا شبہہ قتل کیا تو اب اوسکی تصدیق اور قبول قول
واجب ہے کذا فی المنح وکذا لا یقبل قولہ لو کان فاسقا عالما کان او جاہلا للتہمۃ فالقضاۃ اربعۃ اور اسیطرح قاضی کا قول مقبول نہین اگر قاضی
فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم ہین ہر قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہے تو قاضی
اول کے قول پر قطع ید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب مین خوب بیان کرے تو تصدیق اوسکی واجب ہے اور قطع جائز ہے اور ثالث اور رابع کا
قول مقبول نہین کذا فی صدر الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا مگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا
قول مقبول ہے اسواسطے کہ بعد معاینہ حجت تہمت باقی نہین شارح نے حجت کو تاویل بسبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہوجاوے صب دہنا لانسان
عند الشہود فادعی مالکہ ضمانہ وقال الصاب کانت الدہن نجسۃ وانکرہ المالک فالقول للصاب لانکارہ الضمان والشہود یشہدون
علی الصب لا علی عدم النجاسۃ ڈہلکایا کسی آدمیکا تیل گواہون کے سامنے سو اوسکے مالک نے اوسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈہلکانیوالے نے کہا
کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اوسکا انکار کرتا ہے تو ڈہلکانیوالے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہین ڈہلکانے پر نہ کہ تیل کی
عدم نجاست پر ہم ظاہر الجواب عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہوجاوے تو اوسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چراغ مین جلانا
درست ہے غیر مسجد مین اور اگر اسکو اسپر حمل کیجیے کہ اوسکو پاک تیل کا ضمان نہین بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی بلا تردد صحیح ہے کذا فی
المحیط ولو قتل رجلا وقال قتلتہ لردتہ او لقتلہ ابی لم یقبل قولہ لئلا یؤدی الی فتح باب العدوان فانہ یقتل ویقول کان القتل لذلک
وامر الدم عظیم فلا یہمل بخلاف المال اقوال بزازیہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ مین نے اسکو قتل کیا بسبب اوسکے ارتداد اوسکے یا
بسبب اوسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کہل جاوے یعنے اگر اوسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد
عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اوسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جاویگا اور قاضی کہو کہ قتل
اوسیکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہے سو وہ مہمل چہوٹ نہین سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیۃ من کتاب الاقرار خون کا امر عظیم ہے لہذا
مال مین ایک قسم کفایت کرتی ہے اور خون مین پچاس قسمین صدق قاض معزول بلا یمین قال لزید اخذت منک الفا قضیت بہا
بالالف لبکر ودفعت الیہ او قال قضیت بقطع یدک فی حق وادعی زید اخذہ الالف وقطعہ الید ظلما واقرا بکونہما ای الاخذ
والقطع فی وقت قضائہ وکذا لو زعم فعلہ قبل التقلید او بعد العزل فی الاصح لانہ اسند فعلہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان
فیصدق الا ان یبرہن زید علی کونہ فی غیر قضائہ فالقاضی یکون مبطلا صدر الشریعۃ تصدیق کیجاویگی اوس قاضی معزول کی بدون قسم کے
جس نے زید سے کہا کہ مین نے تجہ سے دو ہزار درم لئے جنکا مین نے حکم کیا تہا بکر کے واسطے اور مین نے اوسکو دیا یا قاضی نے کہا کہ مین نے حکم دیا تہا تیرے ہاتہ کاٹنے کا حق مین

سلہ مترجم اول سے غلطی ہوئی ... قاضی کو ... [illegible]

اور زید نے اوسکے ہزار درم لیئے اور ہاتھ کاٹنے کا از راہ ظلم اسکے دعویٰ کیا اور اقرار کیا کہ زید نے بحکم امر قاضی اخذ اور قطع اوس قاضی کی قضا کی حالت
مین واقع ہوئی اور قطع قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اوسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونیکے قول اصح مین اسواسطے کہ زید نے قاضی
کے فعل کی اوس حالت معینہ یعنی قضا کے طرف نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہہ کہ زید گواہ لاوے یہہ کہ اخذ اور قطع حالت
قضا مین نہین واقع ہوئی تو اب قاضی مبطل ہوگا اوسی فصل مین کذا فی صدر الشریعۃ ہم حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اوسکا شاہد ہے اسلئے
کہ ظاہراً قاضی ظلم کا حکم نہین کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہین کہ فعل اوسکا قضا مین بسبب اقرار مدعی ثابت ہوا کذا فی العطائی ؀ **فرع** ؀ مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل
فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شیء فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ
نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھہ روزینہ مقرر نہو تو اوسکو دسوان حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے
لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب لوار سے نقل کیا پھر اسکے انکار مین مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ
اور خانیہ مین ہے کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ مین ہم اس مسئلے کا بیان کرینگے کل سے علاوہ برین یہہ قول محرر اور منقح بھی نہین اشباہ
مین خانیہ سے یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا
دسوان حصہ متولی کے واسطے مقرر کر دیا اور وقف مین ایک طاحونہ یعنی پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ مین بطور مقاطعہ جسمین متولی کی کچھہ حاجت نہین
اور پنچکی والے لوگ اس کا غلہ لیا کرتے ہین تو متولی کا دسوان حصہ اسمین واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہین لیتا مگر بطریق اجرت کے تو مستوجب اجر نہوگا
بدون عمل کے انتہے علامہ بیری نے کہا صواب یہہ ہے کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقف مین مقرر ہوا تو مراد اوس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہوا
اجرت مثل سے تو زائد کو پھیر دے گا اور تخصیص کر ہو اور خزانۃ الاکمل اور ولوالجیہ مین بطریق اجمال یون ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہین کذا فی
العطائی ملخصاً قلت لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجر بہ کانکاح صغیر لانہ واجب علیہ وجواب
المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتبہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہے کہ جو فعل کہ
قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو دونون کو اوسکی مزدوری لینا جائز نہین جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی
جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونون کو جائز ہے بقدر اونکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم
نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ قاضیکو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور
نکاح صغار پر کچھہ لینا جائز نہین اور اوسکے سوای حلال ہے اور مال یتیم کی بیعکی اجازت پر اجرت حلال نہین اور اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ
مین کہا اور اصح یہہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور کاہے ایک سو کے نوشتے کی مشقت جسمین اجناس مختلفہ ہین زیادہ ہوتی ہے دس لاکھہ نقد کی
مشقت پر مین کہتا ہون اور حاویہ مین ملتقط سے ہے اور یہہ جو بعضون نے کہا کہ ہر ایک ہزار مین پانچ درم اجرت ہے سو معتمد نہین اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی
فقہ سے مناسب اور لائق نہین اور کونسی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر مین اوسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اوسکی محنت کے اور بقدر اوسکی صنعت اور
مانند اجرت حکاک اور ثقاب کے مشقت قلیلہ مین اور شرح ترتاشی مین نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہہ قول ہمارے اصحاب کے
اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات مین ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول اور قصر اور اوسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کے لحاظ سے مرسوم سے
اجرت کا انتہے کذا فی العطائی ۔ وفیہا ۔ ولیس لہ اخذہ وان کان قاسماً وان لم یکن من بیت المال مقرر ۔ اور شرح وہبانیہ مین ہے اور قاضی کیواسطے اجرت
نہین اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو ... اوسکے واسطے بیت المال سے کچھہ مقرر نہو ۔ ورخص بعضہم لانعدام مقرر لہ وفی عصرنا فالقول الاول ینبغی ۔ اور
بعضون نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانہ مین تو پہلا قول منصور اور مختار ہے ۔ ویجوز للمفتی علی کتبہ خطہ علی قدر
ذلک من الکتب بخطہ ۔ اور مفتی کو اجرت مجوز بھی وہ اسکے لکھنے پر بقدر اوسکی کتابت کے اسواسطے کہ فتوے کتابت مین منحصر نہین یعنی اوسپر کتابت واجب

اور لازم نہین ہے شرح وہبانیہ مین جلال الدین ابو المحامد سے منقول ہے کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضایقہ نہین جواب فتوی کی کتابت کی اجرت لینے مین اسواسطے
کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہوتا ہے نہ ہاتھ سے لکھدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہے یعنی تا قیل اور قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے
کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام مین ہے شہادات جمع ہے
شہادت کی اگرچہ شہادت اصل مین مصدر ہے لیکن مصنف نے اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اوسکی انواع کے اخرھا عن القضاء لانھا کالوسیلۃ وھو
المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ
ھی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت مین عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جسمین شک اور تردد نہین وشرعا اخبار صدق لاثبات حق
فہو قلت فاطلاقہا علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع مین شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنیکے واسطے
کذا فی الفتح مین کہتا ہون جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہے ہم اخبار
بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ مد شہادت سے نکل گئین اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس
قضا مین بلفظ اشہد تکلم کرے بلفظ الشہادۃ تو اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ہے یعنی شہادت مین بالخصوص لفظ شہادت متعین ہے تو تعبیر بلفظ علم و
یقین کافی نہین فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بلفظ شہادت مجلس قاضی مین اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی
آزادی مین ہے مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہو گئی جو غیر مجلس قضا مین واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہین عتق جاریہ اور طلاق زوجہ مین صحت شہادت
کے واسطے دعوی شرط نہین بلکہ جمیع شہادت حسبہ کا یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی وسبب وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم
بہا ذو الحق وخاف فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جب کہ صاحب حق شہادت کی درخواست
کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونیکا خوف ہو سطرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہو جانے حق سے تو اسکو گواہی دینا
لازم ہوگا بلا طلب ہی کے کذا فی الفتح یعنے آدمیکے حق مین شہادت شاہد پر واجب نہین بلا طلب مدعی مگر در صورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی ادا سے
شہادت مین تو شاہد ستر کا مطالب ہے شرطہا احد و عشرون شہادت کی شرطین اکیس ہین شرائط مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک
ہے یعنی ایک شرط یہ ہے کہ مجلس قضا مین شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ شارح یون کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرائط التحمل ثلثۃ العقل
الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونیکی شرطین تین ہین عقل کامل ہونا شاہد ہونے
کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اوس چیز کا جسکی گواہی دیجاوے مگر اوسکا معاینہ شرط نہین جسمین تسامع سے گواہی ثابت ہے ہم جب عقل کامل ہوئی تو
مجنون اور صغیر لایعقل کا گواہ ہونا صحیح نہین اوسیطرح اندھے کی گواہی صحیح نہین بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور
اسلام اور عدالت شرط نہین تو اگر گواہ ہونیکے وقت صغیر عاقل ہو یا غلام یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہو جاوے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ
کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دین تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ
اور ادا و شہادت کی سترہ شرطین ہین دس شرطین عام ہین جمیع انواع شہادت مین اور سات شرطین بعض انواع شہادت مین خاص ہین منہا الضبط
از انجملہ ضبط ہے یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک و تردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہین بدون مقدمہ یاد
ہونیکے خلافا للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ
پر سطرح کہ دونون کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد عاقل بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر
ہو تو مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی
اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنیکی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھکر دونون مین فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم

قرابۃ ولاد اور وجیتہا ور منجملہ شرائط عدم قرابت ہو بسبب ولادت اور زوجیت کے ہے یعنی اصل کی فرع کے واسطے اور اسکے برعکس جائز نہیں
اور اسیطرح زوجین کی گواہی او عدم عداوۃ دنیویۃ اور منجملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہے تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں ہو دفع مغرم او جر مغنم
کما سیجئی یعنی منجملہ شرائط دفع تاوان اور حصول منفعت کا نہونا ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنے یہہ شرط ہے کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ حاصل
ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہم ماتن اور شارح نے شہادت کی شرائط کو باستیعاب ذکر کیا اور تفصیل شرائط اسطرح ہے کہ بعض شرائط
شاہد کے طرف راجع ہیں اونمیں سے پانچ وجوب قبول کی شرطیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو
اپنی ذات کے واسطے جر منفعت نکرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹاوے اور یہہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی
موکل کیواسطے مقبول نہیں اور یہہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعضی شرائط شہادت کے طرف راجع ہیں وہ یہہ ہیں کہ دو نو شاہدون کا اتفاق ہو
گواہی میں اور یہہ شروط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں اونمیں سے اسلام ہے اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی
مرد ہونا حدود اور قصاص کی گواہی میں اور تقدیم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمین توافق شرط ہے اور قیام رائحہ
شرب خمر کی شہادت میں مگر بعد مسافت اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت علی الشہادۃ میں تو یہہ
ادای شہادت کی شرطیں ہیں اور مکان شہادت یعنی مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہہ دونون تو تحمل اور ادا دونون میں شرط ہیں اور معاینہ
مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہو نہ ادا کی تو یہہ سب تیئیس شرطیں ہوئیں اور امتیاز کرنا عاقل کا ناعاقل سے یہہ شرط سوا زائد ہے جسکو شارح نے اعتبار کیا ہے تو باعتبار
سمع اکیس شرطیں ہوئی ہیں کذا فی الطحطاوی وركنها لفظ اشهد لا غير لتضمنها معنى مشاهدة وقسم واخبار للحال فكأنه يقول اقسم بالله
لقد اطلعت على ذلك وانا اخبر به وهذه المعاني مفقودة في غيره فتعين حتى لو زاد فيما اعلم بطل للشك اور شہادت کا رکن لفظ
اشہد ہی بصیغہ مضارع متکلم کوئی اور لفظ سوائے اسکے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنے شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو تو شاہد نے لفظ اشہد بولا گو
گویا یون کہا کہ مین اللہ کی قسم کہاتا ہون کہ مقرر مین مطلع ہون او سچ اور مین اوسکی خبر دیتا ہون اور یہہ معانی ثلثہ حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر مین تو
اسیواسطے لفظ اشہد کا متعین ہو گیا یہان تک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنے یون کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنے مین گواہی دیتا ہون اپنے علم کے موافق
تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے ہم لفظ اشہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہوا تو شہدت یعنی لفظ سے گواہی جائز نہیں اسواسطے کہ صیغہ
ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اسمین محتمل ہوگی تو مشاہد فی الحال کا مخبر نہوگا پھر جب کہ لفظ
اشہد متعین ہو گیا شہادت مین تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنے اگر شاہد یون کہے کہ مین جانتا ہون یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہے تو
شہادت مقبول نہیں اور اسیطرح یہہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحطاوی
وحكمها وجوب الحكم على القاضي بموجبها بعد التزكية بمعنى افتراضه فورا الا في ثلث قدمناها اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہے
قاضی پر بمقتضای شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم بمعنے افتراض حکم ہے فورا مگر تین صورتون مین جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہم یعنی جب
تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضای شہادت کے سنے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جب کہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو
شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں اشتراط تزکیہ صاحبین کا قول مفتے بہ ہو کذا فی الشرنبلالیہ فلو امتنع بعد وجود شرائطها اثم لتركه الفرض
واستحق العزل لفسقه وعزر لارتكابه ما لا يجوز شرعا زیلعی سو اگر قاضی بمقتضای شہادت حکم نہدے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے
بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنیکے لائق ہوگا بسبب اوسکے فاسق ہو جانیکے اور اسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اوسکے
مرتکب ہونے اوس چیز کے جو شرعا جائز نہیں کہنا نے الزیلعی وكفر ان لم ير الوجوب اي ان لم يعتقد افتراضه علي ابن ملك والظاهر
انه ايضا يكفره واستظهره المصنف الاول اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نجانے یعنے اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تب کافر ہوگا

کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کافیجے نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول یعنی
کفر درصورت عدم اعتقاد فرضیت کی تقویت کی ہے ہم کافیجی ایک عالم ہی جسکا رسالہ ہے مسمّے بسیف القضاۃ علی البغاۃ کذا فی المنح ویجب اداءھا
بالطلب ولو حکما کا ترجمہ اور واجب ہوا ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا نہو اور خوف
ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادای شہادت واجب ہو ہم افتراض ادای شہادت مجمع علیہ ہے حق تعالے نے فرمایا (لا تکتموا الشہادۃ ومن
یکتمہا فانہ آثم قلبہ) یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے ہو تو اوسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض
ہوا شاہدون پر پھر کتمان محرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اوسکا دل گنہگار ہو تو یہہ تاکید بر تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہو دل کے طرف
جو اشرف الاعضا ہی اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصے کے جن کا تعلق اعضاء ظاہری
سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالے کے اس قول مین کہا (ولا یأب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نکرین شاہد جبکہ
وہ بلائے جاوین کہ یہہ بھی عام ہے تحمل اور ادای شہادت مین لیکن تحمل مین متعاقدین کو شاہد کرنیکے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہئے ہم شاہدون کو
اونکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادای شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیئے نہ کہ قاضی اونکے پاس سماعت شہادت کیواسطے
آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہی کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہو جاتا ہی اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے
واسطے کوئی نہو تو شہادت فرض عین ہے اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہو مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی
مین ہو کہ شہادت عقود مین مستحب ہی مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہی اور اسیطرح رجعت مین شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہو کہ کچھ
مضایقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادای شہادت سے باوجود طلب کے جب کہ اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے اور اگر اور لوگ نہون تو
امتناع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ القاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ
اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحملٍ او
اداءٍ ولیکن ادای شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہو جو بحر الرائق وغیرہ مین شرح ہین از انجملہ عدالت قاضی اور اوسکا مکان قریب ہونا اور شاہد کو
قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اوسکے شتاب ترمقبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہو بشرطیکہ اوسکا بدل یعنے شاہد کا عوض کوئی اور
نہو اسیواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہی فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور ادا کے واسطے سوای دو شاہدون کے اور کوئی نہو ہم شارح نے شروط سبعہ سے
پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہی قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو
قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہہ ہے کہ ادا اور شہادت اوسپر متعین ہو دوسرے قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور
اوسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اوسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالے نے فرمایا (و
لا یضار کاتب ولا شہید) یعنی اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو تیسرے علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اوسپر گواہی دینا لازم
نہین یا علم سرعت قبول یعنے اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اوسپر ادای شہادت واجب ہے اگرچہ وہان اور بھی
شاہد مقبول الشہادۃ ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہے وجہ تامل شاید یہہ ہی کہ جب وہان وہ شخص موجود ہے جس سے
حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ہم تنبیہ ہی تو بلا طلب ادای شہادت واجب نہین مگر درصورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادۃ
شاہد ہو شاہد پر ادای شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہون اور اونھون نے گواہی بھی دی
ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط سادس یہہ ہی کہ شاہد کو
دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اوسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دی

یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا ہو یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب اسکو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر مخبر عدول نہون تو شاہدون کو اختیار ہے چاہین گواہی دین اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دین اور چاہین گواہی نہ دین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین شرط سامع یہہ ہی کہ شاہد کو یہہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف کے سبب سے اقرار کیا ہے اور اگر یہہ جانتا ہو کہ اوسنے خوف سے اقرار کیا ہے تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الحاوی ملخصا بتصرف وکذا الکاتب اذا تعین لکن له اخذ الاجرة لا للشاهد حتی لو ارکبه بلا عذر لم تقبل وبه تقبل لحدیث اکرموا الشهود اور یہی حکم کاتب کا ہے یعنے کتابت فرض ہے جب کہ کاتب متعین ہو جاوے یعنے جب اوسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہان تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کریگا تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشهود اور عذر یہہ ہی کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہو اور یہہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے یون روایت کی ہے کہ اکرموا الشهود فان الله تعالی یستخرج بهم الحقوق ویدفع بهم الظلم یعنی تکریم اور توقیر کرو شاہدون کی اسواسطے کہ اللہ تعالے اونکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور اونکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی الحاوی تو پیر مرد عاجز کو سواری دینا منجملہ توقیر اور تکریم کے ہے وجوز الثانی الاکل مطلقا وبه یفتی بحر واقره المصنف امام ابو یوسف نے شاہد کو کھانا مطلقا جائز کہا ہے اور اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہے اپنی شرح مین ہم تجویز اکل مطلقا ہے خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہد کے لئے سے پہلے یا اونہین کے واسطے طیار کیا ہو اور محمد نے مطلقا منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے ویجب الاداء بلا طلب لو الشهادة فی حقوق الله تعالی اور ادای شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالے کے حقوق مین ہو ہم واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ مین قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہہ ہے کہ حق تعالے کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بہی منجملہ اونکے ہے جن پر یہہ واجب ہے تو شاہد مدعی ہوا من جهة الوجوب اور شاہد ہوا من جهة تحمل الشهادة تو اور مدعی کی کچہہ حاجت نہوئی اور بعضون نے حق اللہ مین قاضی کو مدعی کہا ہے وهی کثیرة عدها فی الاشباه اربعة عشر اور حقوق اللہ تعالے کے بہت ہین اونمین سے اشباہ مین چودہ شمار کئے ہین ہم حقوق مذکورہ کی تفصیل یہہ ہے طلاق عدت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سوای حد قذف و سرقہ نسب خلع ایلا ظہار مصاہرت حرمت اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہہ ہی کہ وقف مین جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو عوام پر یا اعیان ہم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہین اور اگر فقیرون اور مسجد پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعوی مقبول نہین اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوی مقبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عمادیہ ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوی مقبول ہے اور عمادیہ مین فتاوی رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہے اور اضحی مین اختلاف ہے بعضون نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضون نے ہلال فطر پر اور نسب مین خلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضون کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہین اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت مین شرط یہہ ہی کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہی اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ ہے اور عتق عبد مین صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہین یعنے وجوب زکوة اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کے طرف راجع ہے کذا فی الحطاوی قال ومتی اخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر یفسق فترد صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسبہ اپنی شہادت مین تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اوسکی مردود ہوگی ہم بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ سے ان گواہون مین جواب دیا جنہون نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اونکی گواہی مقبول نہین کاکی نے کہا حسبہ وہ ہی جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الحطاوی کطلاق امراة ای بائنا وعتق امة وتدبیرها من حقوق الله چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی اور اوسکا مدبر ہونا ہم عورت عام ہے خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی مین زوجین کا پاس رہنا بطور ازدواج مخالف شرع

عه [illegible]

نہین اسواسطے کہ یہہ طرح کا رہنا رجعت مین شمار ہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولے پر اوسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اوسکی شرمگاہ وارثون پر حرام ہے مولے کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وکذا عتق عبد فی قول بعض کا شرح وہبانیہ اور اسیطرح ہے غلام کی آزادی اور اوسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہے کذا فی الطحاوی وکذا الرضاع کما مرّ فی بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب الرضاع مین مذکور ہوچکا وھل یقبل جرح الشاھد حسبۃً الظاھر نعم لکونہ حقا للہ تعالی شباہ اور کیا طعن کرنا شاہد مین ارادۂ ثواب مقبول ہے یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ ہان مقبول ہے کیونکہ حق اللہ ہے کذا فی الاشباہ ہم حسبۃً مال سے جرح سے یعنی اگر طاعن شاہد مین بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہراً مقبول ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃً شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہوچکے اور چار حق شارح نے زیادہ کئے یعنے عتق عبد اور اوسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق اَمَۃ اور اوسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ شارح نے پہلے بلفظ کثرت اوسکی طرف اشارہ کردیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہین ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقف مین بنا بر قول ضعیف تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم یعنے اگر موقوف علیہ اہل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہے کہ دعوی مسموع نہین مگر متولی سے پہر جب موقوف علیہ کا دعوے مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولے مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وستر ھا فی الحدود افضل لحدیث من ستر ستر فالاولی الکتمان الا المتھتک بجر اور شہادت کا چہپا رکھنا حدود مین نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چہپائیگا وہ چہپایا جائیگا تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہے مگر بیحیا پردہ دریکے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر ہم ہرچند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان عام ہے لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی ہے از انجملہ وہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم مین مروی ہے من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی کریگا وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاھد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہہ ہے کہ شاہد چوری مین یون کہے کہ اوس نے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نکہے کہ اوسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے ہم یہہ قول بمنزلہ استدراک کی ہے یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقاً نہو کہ وہ مستلزم حد ہے اوسکا جواب دیا کہ اوس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع یہہ نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعای ملک وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح **لطیفہ** امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تہے اونمین قاضی ابو یوسف بھی تہے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوسنے اوسکا مال اوسکے گہر سے لیلیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے سوال کیا اونہون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اوسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پہر مدعی نے دعوی کیا کہ اوسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اونکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اوسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اوسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اب اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہوگئے ونصابھا للزنا اربعۃ رجال لیس منھم ابن زوجھا اور شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہین جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ہم ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہے استحبابِ پردہ پوشیکے طرف مشیر ہے اسواسطے کہ چار مردون کا بصفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہے اور ابن زوجہا کی نفی مقید ہے اس قید سے کہ جب باب

مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں زندہ ہو اور اگر ایسا نہو تو ابن زوج کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتین ہون اور
ایک عورت کے پانچ بیٹے ہون اونمین سے چار بیٹون نے اپنے بھائی پر یہہ گواہی دی کہ اوس نے زنا کیا اونکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جبکہ
کہ باپ مدعی زنا ہو یا اونکی ماں زندہ ہو تو گواہی اونکی مقبول نہین کذا فی المحیط ولو علق عتقه بالزناء وقد ع رجلين ولاحد اور اگر مولی نے اپنی غلام
کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یون بولا کہ اگر مین زنا کرون تو یہہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردون کی گواہی سے اور حد مقتول کی نہوگی
یعنی اگر دو شاہد مولے کی زنا کی گواہی دین تو ہر چند مولے پر حد نہین کیونکہ چار گواہ نہین لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شهدا بعتقه ثم اربعة
بزنائه محصنا فاعتقه القاضي ثم رجم ثم رجع الكل ضمن الاولان قيمته لمولاه والاربعة ديته له ايضا لو وارثه اور اگر دو شاہدون نے
اعتاق مولے کی گواہی دی پھر چار گواہون نے غلام کے زنا در حالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اوسکی آزادی کا حکم کیا پھر
غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہون نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دین اوسکے مولے کو
اور زنا کے چار گواہ مولے کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دین اگر مولے غلام کا وارث ہو ولبقية الحدود والقود ومنه اسلام كافر ذكر لما لها
بقتله بخلاف الانثى بحر ومثله ردة مسلم رجلان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہین اور منجملہ قصاص کافر مرد کے
اسلام کی گواہی ہے کیونکہ انجام کار شہادت کا اوس کافر کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کا ذکر نہ ارتداد مسلم ہے مرد کافر
کی اسلام کی گواہی مین دو مرد اسواسطے شرط ہوئے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کافرہ کہ اوسکے اسلام پر عورتون
کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اوسکا مآل کار قتل نہین اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسیطرح ارتداد مسلم کی گواہی مین دو مرد شرط ہین اسواسطے کہ در صورت اصرار
اسکا بھی مآل کار قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر مین ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص مین دو مردون کی گواہی مقبول ہے
نہ عورتون کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعده ان لا تجوز شهادة
النساء في الحدود والدماء یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے بعد دونون خلیفون سے یہہ سنت جاری ہے کہ جائز نہین عورتون کی
گواہی حدود اور دماء مین یعنے قصاص مین اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق سے اسلئے کی کہ معظم تقریر شرع اور طرق احکام انہین دونون کے زمانے
مین ہوا اور اونکے بعد اور خلفا مین نہ تھا اگرچہ اونکا اتباع ہوا انتہے الا المعلق فيقع لا الحد کما مر گر مثلا عتق معلق واقع ہوگا اور حد نماری جائیگی چنانچہ عنقریب
مذکور ہو چکا ہے یعنے اگر بعض شہود عورات ہون تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین شراب پیون تو میرا
غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اوسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولے پر حد قائم نہوگی کیونکہ حدود مین شہادت
عورات کی مجال نہین کذا فی المحیط وللولادة واستهلال الصبي للصلوة عليه وللارث عندهما والشافعي واحمد وهو ارجح فتح والبكارة
وعيوب النساء فيما لا يطلع عليه الرجال امرأة حرة مسلمة والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اوسپر نماز پڑہنے کے واسطے اور بکارت
اور عیوب نسا کے واسطے جس عضو مین مرد مطلع نہین ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہے اور دو عورتون مین زیادہ تر احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت
مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح تر ہے کذا فی الفتح م یعنی امور مذکورہ مین ایک عورت
کی شہادت کافی ہے قاضیخان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی بحق ثبوت نسب بحق میراث انتہے اگر دائی گواہی دے
طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہوگی ہاں اوسکی یہہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑہنے کیواسطے کافی
ہے عورات کے عیوب چنانچہ شرمگاہ مین ہڈی یا گوشت زائد ہونا لونڈی خرید کرنے مین اسکو دریافت کی حاجت ہوتی ہے زیلعی نے عورت شاہدہ مین بالغہ عاقلہ
کی قید زیادہ مذکور کی ہین کذا فی المحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونیکی دلیل وہ ہے جسکو مبسوط مین محمد بن حسن نے روایت کیا من ابی
یوسف عن غالب بن عبد الله عن مجاهد وسعيد بن المسيب وعطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع الرجال

انتہٰی الیہ یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتون کی جائز ہے اوس مین جسکے طرف مرد نہین نظر کر سکتے یہہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہہ ہے کہ لِلنِّسَاءِ جمع محلّٰی بالالف واللام ہے اور مراد اوس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی گواہی اوس امر مین جائز ہے جسپر انکے سوا کوئی مطلع نہین ہو سکتا از قبیل ولادات نسا وعیوب نسا انتہٰی والاحوط قبول رجلٍ واحدٍ خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصہ ھم بحر الرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اوسپر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اوس نے کہا کہ مین نے بقصد اوسکے طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہوگیا وَفِی البرجندی عن الملتقط اَنَّ المعلم اذا شہد منفرداً فی حوادث الصبیان تقبل شہادتہ انتہٰی فلیحفظ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے انتہٰی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین بحکم دیت مقبول ہے تاخون مفت ضائع نہو ونصابھا لغیرھا من الحقوق سواء کان الحق مالاً او غیرہ کنکاحٍ وطلاقٍ ووکالۃٍ ووصیۃٍ واستہلال صبیٍ ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے ہو الا فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفرداً قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب مین اسواسطے کہ اونمین تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی مین ہے تجنیس سے ھم ابو سعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہین تو صبیان اہل حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہہ ہے کہ صبیان کتب کی قید اتفاقی ہے او رجلٌ وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتین یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا باقی حقوق مین نصاب شہادت دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین قال اللہ تعالیٰ فَاِن لَّم یَکُونَا رَجُلَینِ فَرَجُلٌ وَّامرَأَتَانِ یعنی اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت چار قسم ہے زنا مین چار مرد اور باقی حدود اور قصاص مین دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور ان امور مین جن مین مرد مطلع نہین ہو سکتے مانند ولادت وعیوب نسا ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالیٰ فَتُذَکِّرَ اِحدٰہُمَا الاُخرٰی اور جدائی کرنا نچاہیئے دو گواہ عورتون مین بدلیل حق تعالیٰ تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری عورت کو ھم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہہ بدون اجتماع نہین ہو سکتا ولم تقبل شہادۃ اربعٍ بلا رجلٍ لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہین چار عورتون کی گواہی بدون مرد کے تا عورتون کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے اونکو دار الحکومت مین آنا پڑے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع مین ثابت نہین وخصّھن الائمۃ الثلٰثۃ بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلٰثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھہ مخصوص کی ہے اموال اور اونکے توابع کے ساتھہ ھم یعنی حقوق غیر مالیہ مین اونکی گواہی مرد کے ساتھہ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہین توابع اموال چنانچہ شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسیطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہماری مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونیکے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ھم یعنی شہادت مین یہہ ضرور ہے کہ گواہ یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درہم مثلاً مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکھتا ہون اسکا تو مقبول نہین کیونکہ یہہ اخبار ہے شہادت نہین فتح القدیر مین ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص اشتراط لفظ پر ناطق ہین قال تعالیٰ وَاَشہِدُوا ذَوَی عَدلٍ مِّنکُم وَاَشہِدُوا اِذَا تَبَایَعتُم وَاستَشہِدُوا شَہِیدَینِ مِن رِّجَالِکُم فَاستَشہِدُوا عَلَیہِنَّ اَربَعَۃً مِّنکُم وَاَقِیمُوا الشَّہَادَۃَ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا رأیت مثل الشمس فاشہد الحاصل کہ ان نصوص مین امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اسواسطے

ل اور اگر چہ گردد عادل کہ پیدا شد آن یقین گرد ۱۲
ل اور اگر کرد جب تم باہم سودا کرو ۱۲
ل اور شاہد کرو دو گواہ عادل اپنے مین سے ۱۲
ل پس شاہد کرو عورتون پر چار مرد اپنے مین سے ۱۲
ل اور قائم کرو شہادت کو ۱۲
ل جب تو دیکھے مثل آفتاب کے تو گواہی دے ۱۲

کہ لفظ شہادت اقوی ہے اخبار اور تیقن سے کیونکہ بمعنے مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہی بخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم مین برابر
اللہ اکبر کے ہے لہذا التعظیم فقط اللہ اکبر کے لفظ مین منحصر نہین انتہی مخصًا بتصرف و کل ما لا یشترط فیہ ھذا اللفظ کطہارۃ الماء و رؤیۃ ھلال الصوم
اخبار لا شہادۃ ۸ اور جس مین کہ بلفظ اشہد شرط نہین جیسے طہارت پانی کی یا رؤیت ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہین ۹ العدالۃ
لوجوبہ ۱۰ اور مراتب اربع مین عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہین بدون عدالت شاہد ہم
عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی وَاَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ یعنے شاہد کرو دو شخص عدالت والون کو اپنون سے یعنی اہل اسلام سے اور اسواسطے کہ
عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جس مین صدق اور کذب دونون کا احتمال برابر ہے بنظر نفس مفہوم تو اس سے
اوسکا راست ہونا لازم نہین آتا کہ اوس پر عمل کیا جاوے کذا فی الفتح فی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن و لا فرج و منہ الکذب بخلاف عجم
من البطن ینابیع مین ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعنہ نہ ہو پیٹ اور شرمگاہ مین اور ازانجملہ کذب ہے بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبد البر نے
لکھا تفسیر عدالت مین بہتر قول یہہ ہے کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہ ہو صغائر پر صلاح اور صواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے
صدق اوسکے استعمال مین ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا
چاہیئے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھہ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاہد یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اسکی
شہادت کے تو مقبول نہین اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہون مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور برجندی نے اوسمین یہہ
قید لگائی کہ اگر یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اوس نے مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ مین ہے کہ اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی الطحطاوی لا لصحتہ خلافًا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ و اثم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی بر
خلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من
القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یتاقت و یتقید بزمان و مکان و حادثۃ و قول معتمد حتی لا ینفذ قضاؤہ باقوال
ضعیفۃ مگر یہہ کہ امام منع کردے اوس سے یعنی قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ قضا موقت اور مقید ہوسکتی
ہے زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ مین وما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادق
فقول الثانی بحر و ضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل و اقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی مین ہے صاحب مروت صادق
کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین اسطرح کہ یہہ تعلیل ہے نص کے
مقابلہ مین تو مقبول نہین اور اسکو مصنف نے اپنی شرح مین مسلم رکھا ہے ہم فتح القدیر مین ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگون مین
صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اوسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اوسکی رو داری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے
واسطے کوئی اوسکے واسطے اجور و مقرر نہین کرسکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہہ تعلیل ہے
نص کے مقابل مین تو مقبول نہین انتہے نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی وَاَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ طحطاوی نے کہا مروت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے
جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہون وہی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ
لو عینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہے تو شاہد کو تین موضع کے طرف اشارہ کرنیکی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی
دیتا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلاً یون کہے شاہد کہ مین گواہی دیتا ہون کہ یہہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس و ان علی غائب
کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولہا من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ و اسم ابیہ و صناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای
بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو چنانچہ نقل شہادت مین یا میت پر گواہی ہو تو اوسکے مقبول ہونیکو واسطے

بعضے علماء نے

منفرد ہو نسبت مشہور علیہ کے اوسکے دادا کی تو ذکر کرنا اوسکے نام اور اوسکے باپکے نام اور دادا کے حرفے اور پیشے کا کافی نہیں مگر جب کہ دادا اپنی پیشہ کے ساتھ مشہور ہو یا تردد طرح پر کہ شہر مین دوسرا شخص اوس پیشہ مین اوسکا شریک نہو فلو نقص بلا ذکر الجد لعدم حصول التعریف کذا فی المحیط الحرفۃ حتی لو یعرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ اکتفی بہ تمام الفصولین والملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہان تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا فقط اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا فقط لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین والملتقط ولا یسأل عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص مین البتہ سوال کرے وعندہما یسأل فی الکل ان جہل بحالہم سرا وعلنا وبہ یفتی وہو اختلاف زمان لا برہان کما فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی اونکا حال نجانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتوی ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بحسب اختلاف زمانہ کے ہے اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن مین تھے حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ بھی کہتے ہین مزکی کے پاس بھیجے اور اوس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد مین وہ نماز پڑہتے ہون مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اوسمین لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اوسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اوسکی تصریح نکرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جب کہ اوس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر مین تصریح نہین کرتا تو اوسکی شہادت پر حکم ہوجائیگا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ نہایہ مین ہے اور خفاے سوال کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہہ نکہے کہ یہہ مجروح او مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت او خلش پیدا نہو اور علانیہ سوال کا یہہ طریقہ ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین مگر بعد تزکیہ سر زیلعی نے کہا کہ قرن رابع مین لوگون کے احوال متغیر ہوگئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث مین تھے جنکے واسطے خیر او صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جسمین مین ہون پھر وہ لوگ جو اونکے متصل ہین پھر وہ لوگ جو اون سے متصل ہین پھر کذب پھیل جائیگا یہان تک کہ مرد قسم کہا ئیگا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہہ مبنی ہے اس پر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ خضری نے شرح مسلم مین مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اوسکی تحدید مین اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول مینے نہین دیکہا انتہی طبقات عبد القادر مین مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑہ سو برس مین ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا لمنلے الطحاوی ولو اکتفی بالسر جاز مجمع وبہ یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیۃ ہم فقط تزکیہ علانیہ صدر اول مین تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار فی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو بعبارتہ جواب عن النقض بالعبد وبدلالتہ عن النقض بالمحدود ابن کمال اور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح مین بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونیکے کذا فی الدر یعنی جو شخص کہ دار الاسلام مین رہتا ہے اوسمین اصل حریت ہے تو وہ یعنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہے نقض عبد کا اور اپنی دلالت سے جواب محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ مین اسواسطے کہ اوسکا غلام نہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا ہے

اس وقت مسلم ہے جب کہ حیثیت لفظ عدل سے بطریق منطوق مفہوم ہو اور خطیہ پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور محیط وغیرہ میں القاذف عدل نہو تا ہو حالانکہ ایسا
نہیں علیہ نا صر شکا مختار یہ ہو کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادۃ ہوا در سراج یا پ جب کہ
اپنے فرزند کے واسطے گواہی دی تو مقصود سے زیادہ مکر نا جائز الشہادۃ کا ہی چنانچہ ظہیریہ میں ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہہ قول ترجیح کے لائق ہے انتہے
خصائل کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطین ہین اول یہہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہہ کہ مزکی شاہد کو از نا چنگا
شرکت یا معاملہ جیسے ہو سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا ملازم ہے چہارم یہہ کہ شاہد دینارا ور درم کی خوش معاملگی میں معروف ہو پنجم یہہ کہ
ادای امانت مین نامور ہو ششم یہہ کہ بہت گو ہو ہفتم یہہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہے ما فی الطحاوی والتعدیل حسن
الخصم الذی لو یرجع الیہ فی التعدیل لم یعتبر اور تعدیل یعنے عادل کہنا اوس مدعا علیہ سے جسکے طرف تعدیل مین رجوع نہین کیگی صحیح نہیں ہم
جب کہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولے صحیح نہین ہوئی نے کہا التعدیل خصم اسواسطے صحیح نہین کہ مدعی اور اوسکے شہود کے
گمان مین مدعا علیہ کاذب ہے انکار دعوے مین اور مبطل ہے اپنے اصرار مین لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہین رکہتا فلو کان ممن یرجع الیہ
فی التعدیل صح بزازیۃ تو اگر مدعا علیہ اون لوگون مین ہو جن سکے طرف تعدیل مین رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اوسکی صحیح ہے کذا فی البزازیہ قال
المراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہ ھم عدل لکنہم اخطاؤا او نسوا او لم یزد اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اوسکا تزکیہ ہے یون کہنے سے
کہ شاہد عادل ہین خواہ اوسنے یہہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدون نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو ہم جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اوسکی
تعدیل صحیح ہو گی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ھم عدل صدقۃ فاتہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ
عند الجحود اختیار اور مدعا علیہ کا یون کہنا کہ شاہد سچے ہین یا وہ عدل ہین سچے سو یہہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اوسکے اقرار پر
حکم کرے نہ گواہون پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار یعنی اگر مدعا علیہ دعوے مدعی کا انکار کرے اور شاہدون کو سچا کہے تو یہہ درحقیقت اقبال دعوے ہے
تو اب یہان مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہون کی کچھ حاجت نہین اور اوسکا انکار بسبب نقض کے لائق التفات کے نہین واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب
تحلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی اور
بحر الرائق مین ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہون کو ہمارے زمانے مین بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول نہین بتا سکتا مجہول کو اور
مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکہا ہے پہر اوسنے صیرفیہ سے نقل کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکہے تو شاہدون سے قسم لے
ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاہد یعنی مزکی کی عدالت اس زمانہ مین خود مجہول ہے تو وہ
شاہد مجہول کو کیا بتاویگا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ مین کہتا ہون اور نہ بہولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا ہم کتاب القضا مین قبل تحکیم اشباہ سے
مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیون کو تحلیف شہود کا امر کرے تو علما پر اوسکا نصیحت کرنا واجب ہے اسطرح کہ کہین کہ تحلیف نہ دیجئے قاضیون کو اوس
امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کرین یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کرین انتہے علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول
مذکور تہذیب کے کہا کہ یہہ امر مخفی نہین کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہین اور یون نہین کوئی کہہ
سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کی نسبت غالبا اور مجہول استتار یا نہین کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یون کہتے ہین کہ نفس
الواقع حال اسطرح ہے لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش حالت اور تفحص میں نہایت کد و کاوش کیجائے تو دائرہ تنگ ہو جائے اور
کوئی مؤمن بلا عیب نہ نکلے چنانچہ قائل نے کہا ہے ؎ ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا ؎ کفی المرء نبلا ان تعد معایبہ کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہے
جسکی سب خصائل پسندیدہ ہون مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اوسکی برائیان گنی جاوین والشاھد لہ ان یشھد بما سمعہ او رای
فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون البائع والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مقرا اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے اوس امر کی جسکو سنا یا دیکہا جیسے

مانند ہیں اگرچہ بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو کیونکہ اقرار من جملہ مبصرات ہو گا ہم یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اوسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گاہی شی مسموع اور مرئی دونون ہوتی ہے دو اعتبار سے اور بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہوا تو مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی میں گواہ لینے دینے کی گواہی دین اور اگر بیع کی گواہی دینگے تو بھی جائز ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے اور خریداری کی شہادت میں بیان ثمن ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار لسانی مسموعات سے ہے اور اقرار بالکتابۃ مرئیات سے لیکن لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اسطرح کہ اوس نے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ کبھی لکھنا ہے آزمایش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ اما بعد فلک علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرائی مخاطب کہ تیرے مجھ پر اتنے درم ہین اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے تو اونکو اوسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شاہدون کے روبرو لکھا اور کہا اسکے گواہ رہنا تو اگر اونکو اوسکا مضمون معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار نہو کذا فی الطحاوی و

حکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو مختفیا یری وجہ المقر ویفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اوسپر گواہ نکیا ہو گو کہ شاہد اوسوقت چھپا لگا ہو اسطرح پر کہ مقر کا مونہہ دیکھتا ہو اور اوسکا اقرار سمجھتا ہو ہم خلاصہ میں ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تو نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہے تو درصورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکھتے نہون اور اوس کا کلام سنتے ہون تو اونکو گواہی اوسکے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر درصورت آیندہ متن کذا فی الطحاوی ولا یشہد

علی محتجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل در اور شخص دیوار وغیرہ کی آڑ میں ہو اوسپر گواہی نہ دے اوس کی بات سنکر مگر جب کہ ظاہر ہو جاوے قائل اسطرح کہ نہو کوئی کوٹھری میں سوا اوسکے لیکن اگر شاہد اوسکی تفسیر کو بیان کریگا تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ہم یعنی جب کہ شاہد کوٹھری میں داخل ہوا اور وہان ایک مرد کو دیکھا پھر شاہد نے تحمل کرا اوسکے دروازہ پر بیٹھا اور اوس کوٹھری میں کوئی راہ نہیں سواے دروازہ کے تو اب اوس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی الطحاوی عن الخصاف او یری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ

اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ہذہ الشہادۃ علی الاسم والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت کلام کرنیوالی کا جسم دیکھے دو مردون کی یون گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصون کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین ہم رویت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب والی عورت کی صحت پر اوسکا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آتا ہو اور دو مرد شاہد سے کہیں کہ یہ فلانی عورت ہے تو اوسکو گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکورہ بتاوین تو عادلین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کرین تا شاہد عورت پر نام اور نسب اوس کی گواہی بالاصالۃ دے کذا فی الطحاوی و

مسئلہ ملحقہ شارح کا فی المجتبی عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادۃ لان عند الاداء یبغضہم المدعی علیہ فیضرہم ہم امام محمد بن حسن سے ہے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ اداے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا اون سے تو بغض اوسکو ضرر کریگا ہم وجہ ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اون لوگون سے جو شرعاً محبوب ہین یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم ہے اور تحمل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی کا لکھنا خوب ہے یہ اوس صورت میں ہے جب کہ اہل علم میں تحمل یا اداے شہادت متعین نہو وان کان

بین الخطین بان اخرج المدعی خط اقرار المدعی علیہ فانکر کونہ خطہ فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ علی انہما

خطاً وأجد لا يحكم عليه بالمال هو الصحيح خانية وإن أفتى قارئ الهداية بخلافه فلا يعول عليه وإنما يعول على هذا التصحيح
لأن قاضي خان من أجل من يعتمد على تصحيحاته كذا ذكره المصنف هنا وفي كتاب الإقرار واعتمده في الأشباه اور اگر دو خطوں
میں تشابہ ہو بایطرح کہ مدعی اقرارنامہ نکالے مدعا علیہ کے خط سے سو مدعا علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعا علیہ سے آزمایش کے واسطے
کچھ لکھایا گیا سو اوس نے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعا علیہ پر ثبوت
مال کا حکم نہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتویٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اوس پر اعتماد نکیا جائیگا اعتماد
تو فقط اوس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگوں کی تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے اونمیں سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے ایسا ہی مصنف نے
اپنی شرح میں بیان اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور یہی قول اشباہ میں اعتماد کیا ہے م مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہہ ہے
کہ تشابہ خطاس سے زیادہ تر نہیں کہ مدعا علیہ اقرار کرے کہ یہہ میرا خط ہے اور میں نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھپر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال لازم
نہیں ہوتا تو اسیطرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہوگا کذا فی المنح لكن في شرح الوهبانية لو قال هذا خطي لكن ليس علي هذا المال إن كان
الخط على وجه الرسالة مصدرا معنونا لا يصدق ويلزمه المال ونحوه في الملتقط وفتاوى قارئ الهداية فراجع ذلك لیکن شرح
وہبانیہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ کہے کہ یہہ میرا خط ہے لیکن مجھپر یہہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعا علیہ کی تصدیق نہوگی
اور مال اوس پر لازم کیا جائیگا اور مانند اسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاویٰ میں ہے تو اوسکے طرف مراجعت کر م یہہ قول ہے قاضی نسفی کا
کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلك علي كذا تو یہہ مال کا اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے
تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہے لیکن جمہور علما اسکے خلاف پر ہیں اسواسطے کہ لکھنا کبھی تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصا ولا يشهد
على شهادة غيره ما لم يشهده عليه وقيده في النهاية بما إذا سمعه في غير مجلس القاضي فلو فيه جاز وإن لم يشهده شرنبلالية
عن الجوهرة اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ نکرے اور نہایہ میں اس مسئلہ کی یہہ قید لگائی
ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سنی تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اوسکے گواہ کرنیکے تو اگر مجلس قضا میں اسکو سنے تو گواہی دینا
درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن الجوہرہ م وجہ جواز یہہ ہے کہ شہادت ثابت لازم ہوا اور یہہ تعلیل اسکے مفید ہے کہ
قاضی نے اوس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا لازم نہیں وتخالفه تصوير صدر الشريعة وغيرها اور نہایہ کی
قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر م صدر الشریعہ نے اس مسئلے کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادائے
شہادت کو سنا تو اسکو اسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہے تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجئے تو منافات مرتفع ہوجائے کذا فی الطحطاوی وقولهم
لا بد من التحميل وقبول التحميل وعدم النهي بعد التحميل على الأظهر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے
یعنی گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر م قولهم عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ میں تحمیل مصدر
باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اسکو قبول
نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی تجوز الشهادة بقضاء القاضي
صحيحة وإن لم يشهدهما القاضي عليه وقيده أبو يوسف بمجلس القضاء وهو الأحوط ذكره في الخلاصة بان حکم قاضی
کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اسپر گواہ نکیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت
حکم کی بلا اشہاد اوسوقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصہ ويكفي عدل
واحد في اثني عشر مسئلة على ما في الأشباه منها إخبار القاضي بإفلاس المحبوس بعد المدة کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ

مسئلون مین چنانچہ اشباہ مین ہے از انجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس مین بعد مدت حبس کے ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ مستور الحال
کی خبر اسطرح مستورین کی خبر ان چیزون مین مقبول نہین خبر قاضی کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اوس مال مین
جو دوسرے کے مال کا عوض ہے اور مدعا علیہ نے اپنے افلاس کا دعوے کیا تو اوسکی تصدیق نکرے اور مناسب حال مدت تک اوسکو قید کرے
پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اوسکے افلاس کی خبر دے تو اوسکی خبر کو قبول کرے اور اوسکو چھوڑ دے کذا فی الطحاوی والتزکیۃ ای
تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ فشہادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ مین یعنے تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے
بالاجماع ہم تو تزکیہ علانیہ مین وہ شرط ہے جو شہادت مین شرط ہے سوای لفظ شہادت اور ظاہرا تزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور
دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیے کہ ایسکو مزکی مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو
اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور کون سخن لایچی اور مفلس جو تامل پاکر دہو کہا نکہا ہے اور اگر شاہد کے گھر کے ہمسایہ یا اہل
بازار مین کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اب تواتر اخبار معتبر ہوگا یعنے عدالت شہود مین کذا فی الطحاوی وترجمۃ الشاہد والخصم اور
شاہد اور خصم کے ترجمہ مین ایک عادل کافی ہے ہم مصباح مین ہے ترجم کلامہ عرب بولتے ہین جب کہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے وترجم
کلام غیرہ بولتے ہین جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا و ضم جیم لغت فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور کبھی جیم
اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہے امام اعظم کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو
مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونون مین واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی
سیکھکر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحاوی والرسالۃ من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی
مین قاضی سے مزکی کیطرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط ہے ہم اسیطرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کے طرف عادل واحد کافی ہے وجاز تزکیۃ
عبد لصبی و والدا اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولے کے واسطے اور صبی کا اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحاوی
وقد نظمہا ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلہ نظم مین بیان کئے ہین سو یون
کہا ہے ؎ ویقبل عدل واحد فی تقومہ وجرح وتعدیل والاتی یقدر اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹہیرانے مین اور جرح اور تعدیل
شاہد مین اور دیت مقدر مین ہم یعنے صید محرم کی قیمت ٹہیرانے مین اور تلف کردہ شئ کی قیمت مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی
سو مدعی نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اوسکی نتھی تو اوسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن
نصاب سرقہ اس کلام سے مستثنے ہے کہ اوسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ مین ہے اور سر کے زخمون کی دیت ٹہیرانے مین مثلا ایک عادل کافی ہے
؎ وترجمۃ والسلم ہل ہو جید وافلاسہ الارسال والعیب یظہر اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ مین اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ ہے
یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے ہم سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنے جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم
اور مسلم الیہ مین اختلاف ہوا اوسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری مین اختلاف ہو عیب
مبیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے کذا فی الطحاوی ؎ وصوم علی ما مر او عند علۃ و موت اذا الشاہدین یخبر
اور صوم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونیکے وقت اور موت مین جب کہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہوچکا کہ ہلال رمضان مین
عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ درصورت علت مذکورہ
عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اوسکی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحاوی والذکیۃ الذی
تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ نان الحریری فعل المسلمون سالوا عنہ ھل قبل المشرکین استیار اور

ترکیہ ذمی کا ہوتا ہے امانت داری سے اوسکے دین اور زبان اور ہاتھ مین اور یہہ کہ وہ ہوشیار ہے مبہوت نہین ہے پہر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے
ہون تو اوسکا حال عدول مشرکین سے دریافت کرین کذا فے الاختیار ہم دین ذمی کی امانت داری یہہ ہے کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور
زبان کی امانت داری یہہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانتداری شاید یہہ کہ سارق نہو اور بہتر سبب یہ کہ شایع کہتا کہ اگر مسلمان نہ جانتے ہون
تو قاضی عدول کفار سے اوسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار مین ہے کذا فے الطحاوی وفي الملتقط عدل النصراني ثم اسلم قبلت
شہادتہ ولو سکر الذمي لا تقبل اور ملتقط مین ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پہر وہ مسلمان ہو گیا تو اوسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ
گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہو اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اوسکی مقبول نہین ہم طحاوی نے کہا اسواسطے کہ نشا اور مستی انجیل مین حرام ہے
تو وہ فاسق ہے نزد النصاری کے دین مین ولا یشہد من رای خطہ ولم یذکرھا ای الحادثۃ اور وہ شخص گواہی ندے جسنے اپنا لکہا دیکہا اور حادثہ
اوسکو یاد نہین لکن القاضي والراوي لمشابهة الخط للخط اسیطرح قاضی اور راوی حکم ندے اور روایت نکرے اپنا خط دیکہکر بدون یاد ہونے کے
بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم خلاصہ مین ہے کہ ابوحنیفہ نے جمیع امور مین تنگ روی اختیار کی لہذا اون سے روایت احادیث
مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مرد وزن سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع سے
اور روایت کے وقت ہی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکہنا ضرور ہے تو اگر اوسمین سے کوئی چیز
یاد نہو اور اوسکو یقین ہو کہ یہہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اوسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور (جہوٹا گواہ) ہے کذا فے
السراج او فقط ذکر مجلس شہادت کافی نہین وجوزاہ لو فی حرزہ وبہ نأخذ بحر عن المبتغی اور صاحبین نے اوسکو جائز کہا ہے اگر کاغذ قوم امام کے
قبض اور حفاظت مین ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر عن المبتغی ہم خلاصہ مین ہے شرط یہہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نگیا ہو اور مدعی کے
ہاتہہ مین نہو جبکہ اوسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی ہو اگر ایسا نہو تو اوسکو گواہی دینا جائز نہین انتہی بحر الرائق مین ہے کہ ابو یوسف نے یہہ قاضی اور امام
کے واسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل مین جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون
پر آسان کرنیکے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اسمین متفق ہین اور جو بحر الرائق مین ہے وہ معلوم ہو چکا اور شرح
اور زیلعی مین ہے ابو یوسف نے کہا دفع تنافی یون ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتین ہین کذا فے الطحاوی ملخصا ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع
الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوھبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اوس چیز کی جسکو اوسنے معاینہ نہین کیا بالاجماع مگر دس صورتون مین بلا معاینہ گواہی
درست ہے چنانچہ وہبانیہ کی شرح مین ہے ہم عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہین آنکہہ سے معاینہ یا سماع سے اوسکی گواہی
نہ دے اور سماع کی مثال عقود ہین کذا فی الطحاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمھر علی الاصح بزازیۃ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے تو وہ
ابو یوسف کے نزدیک ہے مہر بقول اصح کذا فے البزازیۃ ہم شمس الائمہ سرخسی ذکر کیا کہ شہادت سماعت سے عتق مین بالاجماع مقبول ہے اور سرخسی کے
استاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہے سو ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق مین جیسے ولا مین عدم قبول معتمد
ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ شہادت عتق مین یعنی بسماعت حلال نہین ہمارے نزدیک خلافا للشافعی پہر اوس نے حلوانی کا قول مقدم مذکور
کیا اور ولا مین محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور مہر مین محمد سے دو روایتین ہین اصح یہہ ہے کہ
مہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بسماع مین چنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو ذکر کیا ہے اور اسیکے مانند ہے بحر الرائق مین ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ سے
اور شرنبلالیہ مین ہے خلاصہ سے کذا فے الطحاوی والنسب ہم نسب ہم تو جبکہ ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک
کہ وہ شخص فلان بن فلان ہے تو اوسکو اوسکی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوسنے اوسکی ولادت اور اسکے فراش پر نہین دیکہی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے
کذا فی الطحاوی والموت ہم موت ہم تو جب لوگون سے سنا کہ فلانا شخص مرگیا تو اوسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اوسنے موت کا معاینہ نکیا بزازیہ

مین ہی کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا تو اوسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہی کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سوا اوسکے اپنون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہی تو جائز نہین کہ اوسکی موت کی خبر دی جب تک کہ شخص معتمد اسکو یہہ خبر نہ دی کہ مین نے اوسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ مصائب کا سے موت پر مقدم ہو جاتی ہین خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا فی الحاوی والنکاح ۲ نکاح م تو اگر جماعت سی سُنے امام کے نزدیک اور دو عادل سے سُنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے حاویہ مین ہی کہ شہادت بالشہرت اور تناسخ نکاح مین جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون سے سُنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہے تو اوسکو اوسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوس نے عقد نکاح کا معاینہ نہین کیا اور درر مین ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہے تو گواہی دی کہ وہ اوسکی جورو ہے کذا فی الحاوی والدخول بزوجته ۳ دخول بزوجہ یعنے یہہ بھی بالتسامع سے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب ۴ وولایة القاضی ۵ تولا قاضی م یعنے جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکی قضا کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اوس نے تقلید سلطان کا معاینہ نہین کیا بحر الرائق مین سراج سی ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیئے واصل الوقف ۶ اصل وقف م لیکن گواہی دی کہ یہہ وقف ہی فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہی یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہے کہ ہان شرط ہی اور خزانہ مین ہی کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقیرون کے طرف منصرف ہوگا قیل وشرائطہ علی المختار کما مر فی بابہ اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی بالتسامع درست ہی بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین م طحاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بلا وجہ ہی کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہی بحر الرائق مین فصول عمادیہ سی ہے کہ قول مختار یہہ ہی کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی اور مجتبے مین ہے قول مختار یہہ ہی کہ شرائط وقف پر شہادت بالشہرت مقبول ہے انتہی اور اسی پر اعتماد کیا ہی سراج اور فتح القدیر مین واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ وتوقف علیہ والا فمن شرائطہ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جس پر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہی م تعلق صحت وقف شرط صحت وقف سے ہی چنانچہ وقف کا منجز ہونا نہ معلق اور مسلم ہونا اور انجام کار کو اوس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جس پر صحت موقوف نہین جیسی جہات مصرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فلہ الشہادة بذلک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعة لا یتصور تواطئہم علی الکذب بلا شرط عدالة او شہادة العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی وفتح تو شاہد کو بسبب سماع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دی جس پر شاہد اعتماد رکھتا ہے اوس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت سوای موت کے کہ اوسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح م فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ شہرت کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقیہ چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین مگر موت مین ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوای خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول زوجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہی سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سوای دائی جنائی کے اور منصب تقلید سلطان سے سو اوسکو کوئی معاینہ نہین کرتا سوای وزیر وغیرہ خواص کے اور اسیطرح وقف وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مر الدہور باقی رہتی ہین تو اگر ان امور مین سماع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی المحر می اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہی نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کیوقت

ایک ہی شخص موجود ہو تو وارث کا طریقہ یہہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی پھر وہ دونون مل کر قاضی کے روبرو گواہی دین تو قاضی اونکی شہادت پر
حکم کریگا کذا ذکرہ ابو السعود وقیدہ شارح الوہبانیۃ بان لا یکون المخبر متہما کوارث وموصی لہ اور شارح وہبانیہ نے مخبر موت مین یہہ قید
لگائی ہے کہ وہ متہم نہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت نے وصیت کی ہو وجہ تہمت یہہ ہو کہ وارث شاید اسواسطے مورث کی موت بیان
کرتا ہو کہ اوسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شیء سوی رقیق علم رقہ ویعبر عن نفسہ والا فہو کمتاع فلک ان تشہد
بہ انہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبض اور تصرف مین کوئی چیز ہو سوا ایسے رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور
وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہو اور اگر رقیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہین کر سکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہو تو تجھکو اوس متاع مقبوض کی یون گواہی
دینا درست ہے کہ وہ قابض کی مملوک ہی بشرطیکہ تیرے دل مین یہہ بات واقع ہو کہ مقبوض قابض کی ملک ہے ہم خلاصہ یہہ ہی کہ جو چیز لونڈی غلام کے
سوا نقد ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کی قبض اور تصرف مین ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا
درست ہی اسواسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی بڑی دلیل ہے کیونکہ تمام اسباب مین دلالت قبض ہی پر اکتفا ہوگی اور صورت اوسکی یہہ کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض
تصرف مین دیکھی پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ مین دیکھی پہلا آدمی اوسکی ملک کا مدعی ہو تو دیکھنے والے کو گواہی دینا جائز ہو کہ وہ چیز پہلے کی ملک ہی اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہو کہ اپنی رقیت یا حریت
بیان کر سکتا ہو تو مجرد معاینہ قبض اوسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہین اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہین کر سکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہی تو اوس کی مملوکیت
کی گواہی معاینہ قبض سے درست ہی مطلقا اور کہا ہے جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہے اور شارح کو وہم ہوا اور شرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون
عبارت مذکورہ کا یہہ ہے رقیق متعبر کبیر سوا یعنی جب تک یہ نجانے کہ وہ رقیق ہے تو معاینہ قبض سے اوسکی رقیت کی گواہی ندے اور غیر معبر مین اوسکی رقیت کی
گواہی دے تو مجھے یعنی معاینہ قبض سے مراد اوسکی یہہ ہی کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہو تو اوسکی مملوکیت کی گواہی ندے معاینہ قبض سے مگر جب کہ اوسکی
رقیت معلوم ہو اور یہہ مطلب شارح کے کلام سے نہین نکلتا تو اگر شارح یون کہتا سوی رقیق یعبر عن نفسہ ولم یعلم رقہ والا فہو کمتاع تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی
شرنبلالیہ مین ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہی اسواسطے کہ علت شہادت مین یقین ہونا اصل ہے تو لتعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کے طرف عدول
ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہو تامہ بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب دل نے گواہی ندی تو ظن حاصل نہوا تو مجرد قبض مفید نہوا لہذا علما نے کہا ہی
کہ جب انسان گران قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ مین دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد مین کوئی اہل علم نہین ہوا تو اوسکی ملک کی گواہی
قابض کے واسطے جائز نہین تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہین انتہی اور یہہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اسکی خبر ندین کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہی تو اگر خبر
دین تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ خلاصہ مین ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہین مگر جب کہ تیرے دل مین یہہ جم جاے
کہ یہہ شخص صادق ہی تو اب تجھکو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہین چنانچہ شلبی کے حاشیہ مین ہے خانیہ سے والا لا اور نہین تو نہین یعنی
اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی ندے تو تجھکو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک جاز لہ القضاء
بہ بحر فیہ ای ان ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اوسکو یعنی قبض اور تصرف کو معاینہ کرے تو اوسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہی کذا فی
البزازیہ یعنی اوس وقت حکم جائز ہے جب کہ مالک اوسکی ملک کا دعوی کرے اور اگر دعوی نکرے تو جائز نہین ہم دعوی ملک کی قید مین شارح صاحب بحر کا تابع ہوا ہے
اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تنافی کی ہی زیلعی کے کلام مین اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام مین زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعاینہ قبض جائز نہین
خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابو السعود نے کہا
کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہین کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف ہی متقدمین اور متاخرین مین متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم سے جائز ہی اور
متاخرین کے نزدیک جائز نہین تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی ولک

فلو فسر الشاہد للقاضی انہ یشہد بالتسامع او بمعاینۃ الید لم تقبل علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسر او قال اخبرنا بہ من

انتهى به تقبل على الاصح خلاصة اور اگر شاہد لبتامع قاضی سے بیان کرے کہ اوسکی گواہی تسامع سے ہے یا معاینہٗ قبض سے تو گواہی مقبول نہ ہوگی مگر وقف اور موت میں جبکہ دونو شاہد بیان کرین اور یون کہین کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہے اوسنے جسپر ہمکو عہاد ہے تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ ہم حموی نے کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اوسکی تفسیر نکرے یعنی تسامع یا معاینۂ قبض کو نہ ذکر کرے بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقول شهدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک ولكنه اشتهر عندنا جازت فی الكل وصححه شارح الوهبانیۃ وغيره بلکہ ور حاشیہ عزمی زادہ مین خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہد کہین کہ ہمنے گواہی اسواسطے دی کہ نکاح وغیرہ لوگون سے سنا اور اگر یون کہین کہ ہم نے اسکو معاینہ نہین کیا ولیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہو تو جمیع امور مین شہادت لبتامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم شہرت اور سماع من الناس مین فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو سب لوگون مین مشہور ہو یا اکثر مین اور سماع من الناس مین یہ بات حاصل نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم **باب القبول وعدمه** ای من یجب علی القاضی قبول شهادته ومن لم یجب الا من یجب قبولها ولا یعتبر تصحیح شهادة الفاسق مثلا لما حققه المصنف تبعا لیعقوب باشا وغيره یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول مین یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب نہین نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہین بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت کا مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے **تقبل من اهل الاهواء** ای اصحاب بدع لا تكفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبيه وتعطيل وكل منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنتين وسبعين مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہین چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھہ مذہبون کے بارہ فرقے ہین تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہوگئے ہم ہوی عبارت ہے خواہش مذموم سے اور مراد اس سے ایک فرقہ معین نہین بلکہ جو مخالف سنت کے ہو بتاویل فاسد وہ اہل ہوی سے ہے مغرب مین ہے کہ اہل اہواء وہ لوگ ہین جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے پھر گئے ہون اور اہل قبلہ ہون یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہون اونکی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ اونکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت مین اسکو نہین ڈالا مگر اسکے تدین نے یعنی اپنے نزدیک حق جانکر اوسنے بدعت اختیار کی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے انتہے یعنی فاسق اعتقادی متہم بکذب نہین بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اوسکی گواہی مقبول نہین جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالے کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضے فرقہ مشہور ہے اور خوارج وہ لوگ ہین جو حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہین معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہین جو خالق مین مخلوق کی صفات ثابت کرین اور قہستانی مین مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی مین سے جن کی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہین اونکی شہادت مسلمین پر مقبول نہین انتہے تو شارح نے ان فرقون کو اہل ہوی کے بیان مین شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اصول ہوی چھہ ہین پیر شارح نے نہ فرقہ ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی بتصرف **الا الخطابية** صنف من الروافض یرون الشهادة لشیعتهم ولكل من حلف انه محق فردهم لا لبدعتهم بل لتهمة الكذب ولم یبق لمذهبهم ذکر بحر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کی وہ ایک قسم ہین روافض سے جائز جانتے ہین گواہی اپنے شیعون کے واسطے اور ہر اوس شخص کے واسطے جو قسم کھائے کہ مین حق پر ہون تو اونکی شہادت کا مردود ہونا اونکی بدعت کے سبب سے نہین بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور اونکے مذہب کا ذکر باقی نہین رہا کذا فی البحر یعنی اوس مذہب والا کوئی باقی نہین رہا ہم خطابیہ نسبت ہے ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کے طرف ابو الخطاب نے کوفہ مین خروج کیا اور عیسے بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کے طرف دعوت کی اور یہہ دعوی کیا کہ علی مرتضی خدای اکبر ہین اور

باب القبول وعدمه

جعفر صادق خدا ہیں منصور کو نبی ہیں یعنی دیا گیا خطابیہ کی سو شہادت فقط بدعت سے اسواسطے نہیں کہ محض بدعت قابل تکفیر کے نہیں بشرطیکہ اپنے دین کے مانند اعتقاد نہ رکھتے ہوں کذا فی الطحطاوی ومن الذمی لو عدلا فی دینہم جوہرہ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگرچہ عادل ہو اپنے دین میں کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں جو اشباہ میں ہیں منجملہ مسائل خمس ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہوجانیکی گواہی دیں اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور عنقریب اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجائیگی دوم جب کہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا دین ہو اور ترکہ ادا میں کفایت نہ کرتا ہو سوم جب کہ ذمیکی خریدہ پر مسلم کو گواہی دیں اور مسلم منکر ہو چہارم جب کہ چار شخص گواہی دیں نصرانی پر کہ اوس نے عورت مسلمان سے زنا کیا مگر در صورتیکہ اکراہ سے کیا ہو پنجم مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور کافروں نے گواہی دی کہ وہ اوسکا غلام ہے اور غلام نے مسلم قاضی نے اوسکا حکم دیا ہو وتبطل باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ لو بعقوبۃ کقود بحر اور باطل ہوجاتی ہے ذمی کی گواہی اوس کے مسلمان ہوجانیسے قبل قضا کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی ہو چنانچہ قصاص کذا فی البحر ھ اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہوجائے تو گواہی باطل ہوجائیگی کیونکہ اگر اوس گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کیا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہیں وان اختلفا ملۃ کالیہود والنصاری ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاری اسواسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ برعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے کہ دار الاسلام میں رہتا ہے وکالمرتد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے واسطے دوسرے مرتد پر مقبول اصح وتقبل منہ علی مستامن مثلہ مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک میں رہنے کے ساتھ یعنی جب کہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اسواسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے مثلا ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دار الاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اور اسیطرح ایک دوسریکا وارث بھی نہوگا اور ملک مختلف ہونا ہے باعتبار اختلاف سلطنت وحکومت کذا فی البحر وتقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من التقول علیہ کما سیجئ اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اسمیں اطمینان نہیں دروغ گوئی سے چنانچہ آگے آویگا اسی باب میں ھ یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت کاہے واجب ہوتی ہے اسطرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اوسکے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے ولہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا فی البحر واما الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا کانت الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الآخر فتاوی المصنف معزیا لمعین الحکام اور دوست کی گواہی دوست کیواسطے مقبول ہے مگر جب کہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں تو اب مقبول نہیں چنانچہ مصنف کے فتاوی میں ہے معین الحکام کیطرف منسوب ومن مرتکب صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب الکبائر کلہا وغلب صوابہ علی صغائرہ درر وغیرہا قال وہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اوسکا غالب ہو اوسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنے عدالت ہیں ھ تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اوسکے کرنے سے خوش ہو یا اوسکو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اوسکی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہوگیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو ابو یوسف سے تفسیر عادل میں یوں منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی کیا ہو پردہ دری سے اور صواب اوسکا اکثر ہو خطا سے اور مروت اوسکی ظاہر ہو اور استعمال صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور سو نیکیاں کرے اور صغائر ہو منجرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم

فاقول ابن کمال اور خلاصہ مین ہی کہ جو شخص کہ مروت اور کرم کو چھوڑا ہو وہ کبیرہ گناہ ہی اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ابن کمال نے ہم فتح القدیر مین اسپر
اعتراض کیا ہی کہ یہ قول منضبط اور صحیح نہین لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت و کرم کبیرہ نہین ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال و
متی ارتکب کبیرۃ سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جب کہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اوسکی عدالت ساقط ہو گئی ہم حموی نے کہا مگر زوال
عدالت کا اوسوقت حکم ہوگا جب کہ کبیرہ مرتبہ ظہور مین پہنچے و لہذا شرب محرم مین اوپر شرط ہی اور قہستانی مین خلاصہ سے ہی کہ مختار یہ ہی کہ کبائر سے
اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اوسکی شہادت مقبول ہے ومن اقلف لو من عذر والا لا و بہ نأخذ بحر اور غیر مختون کی
گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہین اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر ہم عذر یہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی
جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اوسکی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اوسکی امامت بھی صحیح ہی اور ختنہ کے وقت مین اختلاف ہی خلاصہ مین
کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہین اور آخر وقت بارہ برس ہین کذا فی المنح والا فتحرز بشی من المنکر اثم کفر ابن
کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا سات کسی چیز احکام شرعی سے کفر ہی ذکرہ ابن کمال وخصی واقطع اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ
کی ہم اسواسطے کہ خوجی کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسیکا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری مین کاٹا گیا اوسکی گواہی اوسوقت مقبول ہی جب کہ وہ
عدل ہو کذا فی الطحطاوی و ولد الزنا ولو بالزنا خلافا لمالک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے بخلاف امام مالک کے مذہب
کے ہم اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہین جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثی کانثی لو مشکلا والا فلا اشکال اور خنثی عورت کی
مانند ہو اگر خنثی مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہو تو کچھ اشکال نہین ہم شرنبلالیہ مین ہے کہ خنثی مشکل جمیع احکام مین عورت کی مانند ہی تو اوسکی گواہی
دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہو گی اور اگر خنثی مشکل نہو یعنے اگر علامت مردی غالب ہی تو اوسکا مرد کا حکم ہے اور نہین تو عورت کا
وعتیق لمعتقہ وعکسہ لاللتہمۃ لما فی الخلاصۃ شہدا بعد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف بائع ومشتر لم تقبل
لجرہ المنفعۃ باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنیوالیکے واسطے اور آزاد کرنے والیکی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے کیونکہ سبب
تہمت کے مقبول نہین اسواسطے کہ خلاصہ مین ہے کہ بائع اور مشتری کے اختلاف ثمن کے وقت دو غلامون نے اپنے آزاد ہونیکے بعد یہ گواہی دی کہ
ثمن اسقدر تہا تو گواہی مقبول نہو گی بسبب کہینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ہم جر منفعت کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونون کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری
دونون قسم کہاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کے واسطے اسواسطے مقبول ہے کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضی کے
واسطے قبول کی تہی اور قنبر اونکے غلام آزاد تہے کذا فی الطحطاوی ولاخیہ وعمہ ومن محرم رضاعا او مصاہرۃ الا اذا اشتد الخصومۃ
وخاصمہم معہ علی ما فی القنیۃ اور مقبول ہی گواہی بہائی کی اپنے بہائی کیواسطے اور بہتیجے کی اپنے چچا کیواسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتے کی محرم
گواہی مقبول ہے مگر جب کہ نہایت جہگڑا ہوا ور شاہد جہگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہین چنانچہ قنیہ مین ہے ہم محرم رضاعی جیسے رضاعی
بیٹا اور سسرالی رشتے کی محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور دادا اور سوتیلی ماں اور ربیب اشخاص مذکورین کی گواہی اسواسطے درست ہے
کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہین اور ایکدوسرے کے مال مین تصرف نہین کرتا تو محل تہمت نہین ہی بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جب کہ شاہد
مدعی کے ساتھ خصومت کرتا پہرے تو گواہی مقبول نہو گی کیونکہ وہ اب مدعا علیہ کا گویا مخاصم ہو گیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعی علیہ
تقبل لو عدولا اور خزانہ مین ہی کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ مین گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہون ہم یہ قول قنیہ کے ظاہرا مخالف ہی صاحب بحر نے
توفیق بین القولین کے واسطے اسکو قنیہ کو عدم عدالت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالے اعلم وذمی کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی
وکیل حربی کافر موکلہ مسلم لا تجوز وعکسہ لقیامہا علی مسلم قصدا او فی الاول ضمنا اور مقبول ہے گواہی کافر ذمی کی اوس غلام کافر پر
جسکا مولی مسلم ہے یا اوس وکیل حربی کافر پر جسکا موکل مسلمان ہو نہین جائز ہی اسکے عکس بسبب قائم ہونے شہادت کا فرکے مسلم پر قصدا اور اول مین

سلہ خنثی مشکل اوسکو کہتے ہین جو دونو علامتین رکھتا ہو اور کسی کو غلبہ نہو ۱۲

قیام شہادت ضمنا ہو۔ قصدا اور ضمنا جائز ہے نہ قصدا ہم بعکس یہہ ہو کہ گواہی دے کافر اوس مسلمان غلام پر جسکا مولے کافر ہے کذا فی المحیط۔ وتقبل
علی ذمیٍّ میتٍ وصیّہٗ مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم جیسا اور مقبول ہے گواہی کافر کی اوس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر
کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر وفی الاشباہ لاتقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما او ضرورۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران
علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلما علیہ حق للمیت وفی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق
وہذا استحسان ووجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم
کی گواہی جبکہ کافر ہیں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہہ گواہی دی کہ
اوسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اوس مسلم کو حاضر کیا جس پر میت کا حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے
گواہی دی کہ یہہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اوسنے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور یہہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور ہے وجہ استحسان یوں
مذکور ہے کہ مسلمین نصاری وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا سبب نکاح ہے اور
اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت مسلم پر اثبات ایصا میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہو تو وہ حقوق
ضائع ہو جاویں جو ایصا سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہے شرنبلالی نے کہا کہ ظاہر قبول شہادت
اوس صورت میں ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر
مسلم منکر ہو دین کا تو دونوں کی گواہی اوسپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی وہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی
الحاوی والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے عمال بضم عین و تشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو
حقوق واجبہ مثل خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی
الحاوی الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین
فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق
النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں تو اونکی گواہی
بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اوسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے
اور صراف کی اور جہازوں کے معرفین کی یعنی جو تجار اہل جہاز اور مشتریوں میں شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودہری اور مہتر کی
اور اوسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی گواہی اور قبالہ نویسوں کی اور جہات کے ضامن لینے والوں کی
گواہی مقبول نہیں مانند اون لوگوں کے جو شہروں کے بازار نخاس کے بند کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں یہانتک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے
بسبب اوسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا دیں اور وہ خوشی سے رکھے اور عرفاء سے
مراد پیشہ وروں کے رئیس اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور وکلاء مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو
دعاوی اور خصومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو اونکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہیں اور اونکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ اونکی
جعل سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور لوگ حقیقت کا قصد نہیں کرتے اور صکاک بضم صاد مہملہ جمع ہے صکاک بفتح صاد کی
یعنی کاتب قبالہ و قبالہ نویس اونکی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور ضامن درک ہوا اور جمیع پر قبضہ کیا
اگرچہ مضمون واقع نہوں اور کتابت مانند تحریر کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکھتا ہو تو مقبول الشہادۃ ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ و
تشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں بسبب اقرار باطل اور فعل باطل پر گواہی دینے اور اسکے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ

الباب۔ یعنی اوسکے وثیقہ پر گواہی لکہتا ہی مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اون پر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہی سو کیا حال اون لوگون کا ہی جو شریک ہین سلطان سے جو ظلمان جہات اور اجارات فاسدہ پر گواہی دیتے ہین انتہی تماسین یہی مطلب ہی اور بعضی کتب مین بجای مجبی نخاس ہے یعنی بائع دواب ورقیق کذا فی الطحاوی وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ ونوابہ ورعایاہ لا تقبل کشہادۃ المزارع لرب الضیعۃ الا مر خفی اور وہبانیہ مین ہی امیر کبیر نے دعوی کیا سو اوسکے عمال اور نوابون نے اور عمال کی رعایا نے اوسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ہم عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب گنہگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای عرفتہم لاتعرف بہ وہی حرفۃ آبائہ واجدادہ والا فلا مروۃ لہ لو حرفۃ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حد العدالۃ فیہ واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادۃ سے پیشہ ور مراد ہین یعنے وہ پیشہ جو اوسکے لائق ہو یعنی جو پیشہ وہ اوسکے باپ دادون کا پیشہ ہو اور اگر اوسکا پیشہ نالائق سے باپ دادا کے مخالف تو اوس پیشہ ور مین مروت اور جوانمردی نہین اگر اوسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اوسکی گواہی بہی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا عدالت مین معلوم ہو چکا کذا فی النہر اور ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم فتح القدیر مین ہی کہ ترک مروت مسقط عدالت ہی مروت کی تفسیر مین بعضون نے یون کہا کہ انسان ایسا فعل نکرے جس سے اوسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گہٹ جاوے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہی روش نیک اور حفظ لسان اور اوسکی عقل کے اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہی لاتقبل من اعمی ای لایقضی بہا ولو قضی بہا وعمی قبلہ مطلقا مالو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز بالسماع خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندہے کی مطلقا یعنی اندہے کی گواہی سے قاضی حکم ندے اور اگر حکم دیگا تو صحیح اور مصنف کا مطلقا کہنا عام ہی اوس صورت کو کہ شاہد اندہا ہو گیا بعد ادای شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت بتسامع جائز ہی بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہہ ہی کہ ادای شہادت مین اشارہ سے تمیز کی حاجت ہی مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان مین اور اندہا امتیاز نہین کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہی کہ اوسکو کچہ خصم تلقین کر دے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہے وافاد عدم قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولے ہم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ اوسمین شہادت ہو جسمین تسامع کافی ہے یا اوسکے غیر مین خواہ باشارہ ہو خواہ بکتابت اور اولویت افادہ کی وجہ یہہ ہی کہ اخرس کو مطلقا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحاوی ومرتد ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اوسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا فی حال صحتہ اور صغیر اور بہت غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ہم محیط مین ہی کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہے کہ یہہ بمنزلہ بیہوشی کے ہی ہم تو معلوم ہوا کہ معتوہ مجنون سے ہی کذا فی الطحاوی الا ان تحملا فی الرق والتمیز وادیا بعد الحریۃ ولو لمعتقہ کما مر وبعد البلوغ مگر یہہ کہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادای شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنیکے حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد الابصار والاسلام والتوبۃ عن فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور ایسے گواہی اندہے کی مقبول ہی بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادای شہادت کا حال ہی کذا فی شرح التکملہ ہم عطف اسکا مقتضی ہی کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل مذکورہ مین حکم صحیح ہی کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم بردۃ لعلۃ ثم زالت فشہد بہا لم یقبل الا اربعۃ عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق مین ہی جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو کسی علت کے سبب پہر وہ علت

بالغ ہوجاوے پھر شاہد اوسی مقدمہ مین گواہی دے تو مقبول نہوگی مگر چار شخصون کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمیٰ اور کافر کی مستور ہے جو
اعمیٰ کی قید اسواسطے لگائی گئی کہ ذخیرہ ثانیہ مین اسکی گواہی مقبول ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم نے شوہر کی گواہی
ایک حادثہ مین رد کر دی تو دوسرے حاکم کو اوسکی گواہی اس حادثہ مین قبول کرنا جائز نہین اگرچہ اوسکے نزدیک شاہد عادل ہو جیسے فتاویٰ وغیرہ مین ہے
پانچ شخصون کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور عبد اور محدود فی القذف اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہین ہے اور قبول شہادت اعمیٰ بعد
اس کے قبول ہے کہ تحمل اور ادای شہادت حال بصارت مین ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہوگئی اور یہی پر شارح کا قول سابق محمول ہے
یعنی اگر ابتدا بصارۃ و اسلام کذا نے الطحاوی ولذا خالف الکمال احد الزوجین مع الاربعة یعنی اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو
اشخاص اربعہ کو بیچ کے ساتھ سہو ہو جنانچہ منح الغفار مین تعقب کر دیا و محدود فی قذف تمام الحد و قیل بالاکثر وان تاب بحکم لکن یبیعہ
نفسہ فتح لان الرد من تمام الحد بالنص اور اسکی گواہی مقبول نہین جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضون کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود
فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کر کے کذا نے الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے نص قرآنی سے ہم قاذف کے
حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہوا وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ
شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ یعنی جو حرامکاری کا عیب
لگاتے ہین محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاوین تو انکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نکرو اور وہ لوگ فاسق ہین مگر جن لوگون نے توبہ کی بعد اسکے اور
نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے تو ظاہرا عطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے
اسواسطے کہ عدم قبول شہادت مؤلم اور دردناک ہے کوڑے مارنیکے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالیٰ اعلم والاستثناء منصرف لما
یلیہ وہو قولہ واولئک هم الفسقون اور استثنا راجع ہے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے واولئک هم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع
ہے واولئک هم الفاسقون کے طرف نہ ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول مین ثابت ہوچکا ہے کہ استثنا جب کہ جمل متعاطفہ کے بعد
واقع ہو تو اخیر جملہ کی طرف راجع ہوتا ہے مگر جب کہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین مین ہے اور امام شافعی اور مالک
اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے وتائب فی الفتح الا ان یحد کافرا فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ
بعد اسلامہ علی الظاهر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جاوے پھر وہ مسلمان ہوجاوے تو اوسکی گواہی مقبول ہوگی
اگرچہ اکثر حد قذف بعد اوسکے مسلمان ہونیکے ماری جاوے بموجب قول ظاہر الروایۃ بخلاف اوس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہوگیا
تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام مین وجہ فرق یہ ہے کہ کافر نے اہلیت شہادت تھی تو اوسکی رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور بعد اسلام کے
دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اوسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام مین رقیت کیحالت
مین مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اوسمین اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب
رد شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم المحدود بینة علی صدقہ ای اربعة علی زناه او اثنین علی اقراره به کما فی البحر عن قبل
الحد بحر یعنی محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعا علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین کذا فی
النہر اوسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاوے کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی
اوسکی بھی مقبول ہوگی کیونکہ افترا کی تہمت اوس پر سے اب مندفع ہوگئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شهادته الا المحدود فی القذف
والمعروف بالکذب اھ بحر الرائق مین ہے کہ فاسق جب کہ توبہ کرے تو اوسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے
بھی مقبول نہین ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ اوسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہین ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق و شاہد الخ

الاولی بان عدل لاتقبل ابداً کذا فی الملتقط لکن سیجی ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو اوسکی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول
شہادت مذکورہ آگے آئیگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دیکر توبہ کریگا تو گواہی اوسکی مقبول ہوگی اور ترجیح جو موعود
ہے یہ ہو کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر فتویٰ ہو کذا فی الفتح ومسجون بن حماد توقف کی
السجن وکذا لاتقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجۃ
لمنع الشرع عما یستحق بہ الحبس ومن ملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافاً الیہم لا الی الشرع بزازیہ وصغری
وشرنبلالیۃ لکن فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر دم المسلم انتہی فلیتنبہ عند
الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان اور مقبول نہیں گواہی مجوس کی اون حوادث میں جو واقع ہو محبس اور جیلخانہ میں
اور نہ لڑکوں کی گواہی مقبول نہیں اون حوادث میں جو انواع لہو ولعب میں واقع ہوں اور نہ عورتوں کی گواہی اوس واقعہ میں جو حماموں کے اندر
واقع ہو اگرچہ مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اوس فعل سے جسکے سبب مجوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب منع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات
نسا کے تو عدم قبول شہادت میں تقصیر اونہیں کے طرف منسوب ہوئی نہ شرع کے طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی میں ہو کہ فقط
عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تاکہ خون ضائع اور رائیگاں نہو جائے انتہی تو مفتی کو چاہیئے کہ فتویٰ دینے کے وقت ہوشیار
رہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان میں ہم عبارت صغری ظاہراً اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں حاضر
ہوئے تو اوسکی بھی گواہی مقبول نہیں کیونکہ وہ وہان جانے سے فاسق ہو گیا اور ہر مجوس کے فسق میں گفتگو ہے اسواسطے کہ کبھی انسان بقصور بھی
قید ہو جاتا ہے اور منع شرعی حق مجوسین اور نسا میں البتہ ظاہر ہے نہ اطفال میں کیونکہ وہ شرعاً مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی والزوجۃ
لزوجہا وہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہیں زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی زوجہ کے حق میں اور جائز ہے گواہی دونکی
زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے
حق میں اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی اپنی عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنی شریک کیواسطے اوس چیز میں جو دونوں میں
مشترک ہو لیکن غیر مشترک میں جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں اور نہ غلام کی اپنے مولے کے واسطے انتہے لیکن خصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی
سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد
لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی
زوجہ کی مضرت پر جائز نہیں ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدوں کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے
اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اسکا مدعی ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی مسئلۃ من
القنیۃ طلقہا ثلثاً وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ فعلم ان الزوجیۃ
عند القضاء لا التحمل والاداء اور ایک زوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اسواسطے کہ قنیہ میں ہے
کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہے تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی
دیکر پھر اوس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور ادا کی شہادت کے وقت شامی کہ
صاحب بحر نے مسئلہ خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور
حاکم نے اوسکی گواہی رد نہ کی یہان تک کہ اوسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اوسکی گواہی نافذ ہے انتہے جب زوجیت عند التحمل منع نہوئی
تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت میں اور بعد انقضاء عدت اوسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں مذکور

یعنی جائز نہیں شہادت والد کی اپنے ولد کے واسطے اور نہ ولد کی اپنے والد کے لئے اور نہ عورت کی اپنے خاوند کے لئے اور نہ شوہر کی اپنی بی بی کے لئے اور نہ غلام کی اپنے آقا کے لئے اور نہ آقا کی اپنے غلام کے حق میں اور نہ شریک کی اپنے شریک کے لئے اور نہ مزدور کی اوس شخص کے لئے جسنے اوسکو مزدوری پر لیا ہو ۱۲

ہو چکی کذا فی الطحاوی والفرع لاصلہ ولہٰذا کلا اور مقبول نہیں گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی اولاد کی آباء و اجداد کے واسطے اگرچہ اصل یعنی باپ
یعنی دادا پردادا اور نانا پرنانا ہو دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہ سے جو مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آباء میں متصل ہیں تو یہ گواہی
اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا انکو زکوۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب شریح قاضی کا یہانتک کہ حسن مجتبیٰ کی گواہی جو انہوں نے حضرت
سیدنا علی مرتضیٰ کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نکی تو حضرت مرتضیٰ نے کہا کہ تجھے وہ حدیث نہیں پہنچی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی
کہ حسن و حسین دو سردار ہیں جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاہد لائیں بعضی
روایت میں آیا ہے کہ حضرت مرتضیٰ نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور مدینہ اور کافہ زیادہ کر دیا اور بعضوں نے کہا کہ حضرت مرتضیٰ نے شریح
کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جب کہ دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اسکے
باپ پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ ہم صاحب محیط نے اس گواہی کی صورت مخصوصہ میں شرح لکھا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اسنے
دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور دادا نے زوج کے اس اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو
دونوں کی گواہی مقبول ہے اور منح الغفار میں وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیہ میں قبول مطلقا منقول ہے بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول
یہ ہو کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد
عکس کے تھا لیکن کہ یہ شہادت اصل کی ہے فرع کے واسطے کذا فی الحموی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق ضرتہا
والکلام فی حاشیہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جب کہ اپنے باپ پر گواہی دی اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اسکی سوت کی
طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اسکے باپ کے نکاح میں ہے ہم اصل کی منفعت پر ہو اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنیٰ میں
وہ گواہی قبول نہوگی کہ اسمیں جسکو منفعت ہو ماں کے واسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ
القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول فراجعہا اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہیں
مگر مسئلہ قاتل میں جب کہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دی تو مراجعت کر اسکے طرف ہم القاتل کا الف لام جنس کا ہو جو متعدد پر صادق آئے صورت مسئلہ کی
یوں مذکور ہے کہ تین شخصوں نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا پھر ان تینوں نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کر دیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں
مگر اسطرح کہ ان میں سے دو شخص کہیں کہ ہمکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور
حسن نے کہا کہ سب کے حق میں مقبول ہے انتہیٰ تلخیص کبریٰ میں ہے کہ فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کیواسطے
نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق میں ہاں مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہد کے کذا فی
الطحاوی مختصراً وبالعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع سے ہے
تو گویا اپنے حق میں گواہی دی وسید لعبدہ ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہیں میاں کی گواہی
اپنے غلام اور مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اوس مال میں جو دونوں میں مشترک ہو اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے
واسطے ہی ایک راہ سے فی الاشباہ والخصم ان یطعن بثلاثۃ برق وحد وشرکۃ اشباہ میں ہے کہ مدعا علیہ کو جائز ہے کہ شاہد میں طعن کرے تین طرح سے رقیت سے
اور حد قذف سے اور شرکت سے ہم جب مدعا علیہ کہے کہ شاہد غلام ہیں تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہئے انکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہیں تو طاعن پر
اقامت بینہ لازم ہے اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ مدعا علیہ کی شرکت پر مقبول نہیں ظاہر الروایۃ
میں کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی الطحاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لا تقبل
مالم یکن خراج کل ارض معینا ولا خراج للشاہدین اور فتاوی نسفی میں ہے کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی

تو مقبول نہین جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کے واسطے خراج مین منفعت نہو اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ ہمین جلب منفعت اور دفع مضرت نہین اور اسیطرح جب کہ شاہد کو خراج مین دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قریتہم لا تقبل وکذا اہل سکۃ یشہدون بشیء من مصالحہ لو غیر نافذۃ و فی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا اٰخذ شیئا تقبل وکذا فی وقف المدرسۃ انتہی فلیحفظ اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ اونکے گانون مین سے ہے تو مقبول نہین اور اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین منجملہ مصالح اور منافع کے مثلا قطعہ زمین کو کہین کہ ہمارے کوچے مین سے ہے کذا فی العالمگیریۃ تو مقبول نہین بسبب تہمت منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ مین اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو بطرح پر کہ شاہد اوس قطعہ زمین مین دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہین اور اگر کہے کہ مین کچھ نلونگا تو گواہی مقبول ہے اور اسیطرح وقف مدرسہ مین گواہی مقبول ہے انتہی ما فی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف مین مقبول نہین کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ مین تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ مین عدم قبول شہادت کی وجہ یہہ ہے کہ شاہد کا اوسمین فائدہ ہے تو محل تہمت ہے ولا الاجیر الخاص لمستاجرہ مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ و نفعہ نفع نفسہ درر وہو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ در اور مقبول نہین گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصہ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص وہ ہے جو استاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اوسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی ملتقی الدرر اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہین قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش اون سے یعنی گہر والون سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بضم سے بمعنے سوال و تذلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد مین اختلاف ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاد کے ساتھ کہائے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ وار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور ٹکڑا ہے اوس حدیث کا جو ابو داؤد مین عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بہائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکہی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد مین بعضون نے یون فرق بیان کیا ہے کہ خادم وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود لہ کے گہر مین زندگانی بسر کرے بلا خدمت تہ ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہین جو اپنے پیشہ مین کسب سیکہے تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور نجار اور نائی اور دہوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہین مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارہ سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کہ اوسکے منافع مستاجر کے مستحق ہین ولہذا وہ دوسری کی مزدوری اور چاکری نہین کر سکتا مدت اجارہ مین تو اگر اوسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اوسکی شہادت بہی منجملہ اوسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ مین مقبول نہین انتہے ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہہ ہے کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اوسکا محتاج نہین بخلاف اجیر خاص کے ہم یہہ مسئلہ فتح القدیر مین مصرح مذکور ہے و مخنث بالفتح من یفعل الردی و یؤتی اور مخنث کی گواہی مقبول نہین مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق فعل کرے اور لواطت کراوے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتون کے افعال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل مین اونکے ساتہہ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہہ کہ محل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا فقط فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی

لعنت کری اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے اون عورتون پر جو مردون کے ساتھہ مشابہت کرتی ہین واما بالکسر فالمتکسر المتلین
فی اعضائه وکلامه خلقة فیقبل ج اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدایشی نرم اور لچکا ہوا اپنے اعضا اور گفتگو مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے
کذا فی البحر اسواسطے کہ یہہ امر اختیاری نہین پیدایشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے ومغنية ولو لنفسها لحرمة رفعها صوتها درر اور گانیوالی عورت
کی گواہی مقبول نہین اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگون کو سُناتی نہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنیکے کذا فی الدرر
ھ قہستانی نے کہا اگر یہہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نہی ہے اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین الفاجرین النغمة والنائحة دریافت کرنا چاہیے کہ مغنی یعنی گانا
لہو اور جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصاً جب کہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بلاخلاف حرام ہے
کذا فی الطحاوی عن الشلبی وینبغی تقییده بمداومتها علیه لیظهر عند القاضی کما فی مدمن الشرب علی اللهو کره الوانی اور لائق
ہو راگ مین مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اوسکا گانا ظاہر ہو جیسے وآئم الشرب علی اللهو مین مداومت شرط
ہو کذا ذکرہ الوانی ھ اسیطرح جمیع ابواب کبائر مین مداومت کی تقیید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہو سکتا کہ وہ گواہی
رد کری اور یہہ مطلب نہین کہ اگر عورت ہمیشہ گایا کری تو حرام نہین ہے ونائحة فی مصیبة غیرها باجر درر و فتح زاد العینی فلو فی مصیبتها
تقبل وعلله الوانی بزیادة اضطرارها وانسلاب صبرها واختیارها فکان کالشرب للتداوی اور ایسی عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول
نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کری اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کری تو گواہی مقبول ہے اور علامہ
وانی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول اسے بسبب زیادہ ہونے اوسکے اضطرار کے اور مسلوب ہونے اوسکے صبر اور اختیار کے تو اوسکا نوحہ اپنی مصیبت
مین مانند شرب مُسکر کے ہوا علاج کے واسطے وعدو بسبب الدنیا اور مقبول نہین اوس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو بسبب دین کے
ھ عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جس کا اسباب راہ مین لُٹا اوسکی گواہی
رہزن غارت گر پر اور یہہ مطلب نہین ہو کہ جو شخص کسی شخص سے کسی حق مین خصومت اور نزاع کری وہ اوسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے توہم کیا ہے
کذا فی البحر جلبه ابن کمال عکس الفرع لا صله فتقبل له لا علیه اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ کے
بعکس قرار دیا ہو تو اوسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اوسکے ضرر پر واعتمده فی الوهبانية والمحبية بقولهما ما لم یفسق بسببها
قالوا الحقد فسق للنهی عنه اور وہبانیہ اور محبیہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہو تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق ہو
گیا ہو فقہا نے کہا ہو کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہو اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکھنے سے نہی وارد ہے ھ یہہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار
متاخرین ہو قہستانی مین ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے اونکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحاوی وفی الاشباه فی تتمة قاعدة اذا اجتمع
الحلال والحرام ولو العداوة للدنیا لا تقبل سواء شهد علی عدوه او غیره لانها فسق وهو لا یتجزأ اور اشباہ مین اجتماع حلال اور حرام
کے قاعدہ کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دی یا اوسکے غیر پر اسواسطے کہ
عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہین وفی فتاوی المصنف لا تقبل شهادة الجاهل علی العالم لفسقه بترك ما یجب
تعلمه شرعا فحینئذ لا تقبل شهادته علی مثله وغیره والعالم تعزیره علی ترکه ذلك ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من
التركیب كما یحق وینبغی اھ مصنف کے فتاوی مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اوس چیز کے ترک
کرنیسے جسکا سیکھنا اوسپر واجب ہو شرعاً یعنی احکام شرعیہ پھر جب کہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اوسکی گواہی مقبول نہین ویسے دوسرے جاہل نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو
جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دی ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہو کہ جو معنے کو استخراج کری ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع مین ثابت اور لائق ہو
ھ عالم کی تفسیر اسواسطے کی تاکوئی نہ سمجھی کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور استخراج معنے سے مراد فہم ہو اور ظاہر مراد تفسیر مذکور سے یہہ ہو کہ عالم وہ ہو کہ جو علوم شرعیہ اور

بعض آلات علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحاوی ومجازف فی کلامہ اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راستگوئی کی پروا نرکہتا ہو جسکو باتونی اور گپی کہتے ہین اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہین کذا فی الطحاوی ہم فتح القدیر مین حکایت ہے کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اوسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہے جھوٹی گواہی نہین دیتا سو تمنے اوسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ مینے اوس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ مین آپ کا غلام ہون تو اگر وہ اس کلام مین صادق ہے تو غلام کی گواہی جائز نہین اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہین تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہین کیونکہ حر کا یون کہنا کہ مین تیرا غلام ہون باعتبار مجاز کے ہے یعنی قائم بخدمت ہون اور مطیع اور مجاز کلام مین شائع ہے یہان تک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہے کہ اس مجاز مخصوص مین آپ کو ذلیل کرنا اور دنیا کے واسطے چاپلوسی کرنا ہے الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہے انتہی مختصرا او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ او غیرہم لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہین اسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کہاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر اولاد کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی گالیان دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہے ہم کثرت حلف اگرچہ راستی مین ہے مگر اوسکی دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہے اور گالی دینا اوسکے سامنے ہو یا پیچھے اگر سامنے ہے تو شوخ چشمی ہے اور سوء ادب اور کمینون کی عادت ہے جنمین مروت اور حیا نہین اور اگر پیچھے سے تو غیبت ہے اور وہ موجب فسق ہے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسیطرح دشنام بلفظ المنتہی جیسا کہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحاوی عن ابن بیان کتارک زکوۃ او حج علی روایۃ فوریتہ جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بسبب روایت وجوب علی الفور کے ہم تعطیل تاخیر ادائی زکوۃ بلا عذر فسق ہے یہی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا او ترک جماعۃ او جمعۃ او اکل فوق شبعہ بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کہانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے ہم بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل تینون کی قید ہے یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نکرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالۃ نہین اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مصر یا تاویل فسق امام ترک کرے تو فسق نہین بعضون کے نزدیک ایکبار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہے اور اگر بقصد قوت جہاد یا نیت روزہ زیادہ کہاے تو ساقط العدالۃ نہین کذا فی الطحاوی وغیرہ وخروج لفرجۃ قدوم امیر او نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشہ کے واسطے ہم ظہیریہ مین فتوی اسپر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کیواسطے نکلین بلکہ تماشہ کے واسطے تو ساقط العدالۃ ہین کذا فی الطحاوی او رکوب بحر ہند اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ہم اسواسطے کہ جب بحر ہند مین سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر مین ڈالا یا مالدار ہو کر اپنے گہر مین پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہین علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہرا رکوب بحر علی الاطلاق منع نہین بلکہ اقتران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اوسوقت تہا جب کہ ہندوستان تمام کفرستان تہا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقا اباحت ثابت ہے مگر جب کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر مین سوار ہوا کئے ہین بلا انکار اور نص قرآنی معلوم و بیان جواز کی انتہی کذا فی الطحاوی ولبس حریر وبول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر وطفیلی ومسخرۃ ورقاص وشتام للدابۃ وفی بلادنا یشتمون بائع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کے طرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والا اور جانور کے گالی دینے والیکی گواہی مقبول نہین اور ہمارے ملک مین جانور کے بیچنے والیکو گالی دیتے ہین کذا فی الفتح وغیرہ وفی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مقبول نہین شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنی بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو وہ صاحب عدالت نرہا ہم ایک نسخہ مین یقبض ہے بجائے یقرض کے اور اسیطرح خلاصہ مین ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی مین یقرض ہے بیاے تحتانیہ وقاف کذا فی الحلبی

ولا شہادۃ الاشراف من اھل العراق لتعصبہم اور مقبول نہین گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب انکے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہوکہ
جب کسیکو مصیبت پیش آتی ہو تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اوسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اوسکی سفارش کرتا ہو تو عجب نہین کہ یہی
گواہی وہ یعنی پیدا ہوئی قوم سے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواھر الفتاوی ولا من انتقل من مذھب ابی حنیفۃ
الی مذھب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اوسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار
کرے ہم مصنف نے آخر باب مین جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اوسکو جرات ہو ایک مذہب
سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کے کوئی غرض حاصل ہونیکے واسطے تو اوسکی گواہی مقبول نہین انتھے ملخصًا تو
مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قید نہین بلکہ ہر مذہب حق چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی الطحطاوی بتصرف قال وکذا بایع الاکفان
والحنوط لتمنیہ الموت مصنف نے کہا یعنی اپنی شرح مین اور اسیطرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہین بسبب تمنا کرنے اوس
شخص کی موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اوسکی گواہی مردود ہے نہ ہر کپڑا بیچنے والیکی کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی
مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہہ ہو کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بیع کے دو وکیل اور دو
دلال گواہی دین اور کہین کہ ہمنے اس چیز کو بیچا ہے فلانے کے ہاتھہ تو گواہی مقبول نہین انتھے فتح القدیر مین ہے کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشہ والے
جیسے حلال خور اور جولاہہ اور حجام اصح یہہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشون کو اختیار کیا ہو تو جب تک قادح شہادت معلوم
نہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہین ہوسکتی اور یہی حکم ہے نخاسین اور دلالین کا انتھے والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شھدا انہا
امرأتہ تقبل والحیلۃ انہ یشھد با لنکاح ولا یذکر الوکالۃ بزازیۃ وتسھیل اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہین اگر اثبات
نکاح کی گواہی دے اور اگر یون گواہی دی کہ یہہ عورت اس مرد کی زوجہ ہو تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہہ ہے کہ نکاح کی گواہی دے
اور وکالت کا ذکر نکرے یعنی یون نکہے کہ مین وکیل تہا نکاح کا کذا فی البزازیۃ والتسھیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہو نہ عقد
نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ اپنے فعل کی گواہی ہے واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی
اجارۃ معینۃ معزیًا للبزازیۃ وملخصہ انہ لا تقبل شھادۃ الدلالین والصکاکین والمحضرین والوکلاء المفتعلۃ علی ابواب القضاۃ ونحوھم
فی فتاوی مؤید زادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہی قدری افندی نے اپنی واقعات مین اور مصنف نے اوسکو ذکر کیا ہی اپنی کتاب مسمی معین کی کتاب
الاجارہ مین بزازیہ کے طرف نسبت کرکے اور خلاصہ اوسکا یہہ ہی کہ مقبول نہین گواہی دلالون کی اور قبالہ نویسون کی اور اونکی جو مدعی اور مدعا علیہ کو
قاضی کے پاس حاضر کرتے ہین اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیون کے دروازون پر حاضر رہتے ہین اور ایسے مانند مؤید زادہ کے فتاوی مین ہی ہم
فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہون تو صحیح قول یہہ ہے کہ اونکی گواہی مقبول ہے انہون نے فخر الدین نے کہا
کہ اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیون کے دروازون پر ہوتے ہین اونکی گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال مین کوشش
کرتے ہین اور وہ فسق ہے کذا فی الطحطاوی وفیھا وصی اخرج من الوصایۃ بعد قبولھا لم تجز شھادتہ للمیت ابدًا وکذا الوکیل بعد
ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقًا والا فکذلک عند ابی یوسف اور فتاوی مؤید زادہ مین ہے کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت
سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق مین جائز نہین کبہی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہین اور اگر خصومت نکی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہین ہم اس مسئلہ کا ذکر بعد الکورق کے متن مین آویگا ومدمن الشرب لغیر الخمر
لان بقطرۃ منھا یرتکب الکبیرۃ فترد شھادتہ وما ذکرہ ابن الکمال غلط کما حررہ فی البحر قال وفی غیر الخمر یشترط الادمان لان شربہ
صغیرۃ اور گواہی مقبول نہین ہمیشہ نشا پینے والیکی سوای شراب کے اسواسطے کہ شراب کا ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہی تو گواہی اوسکی مردود ہوگی

اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق مین اوسکی تحریر کی ہے اور سوای شراب کے اور مسکرات مین ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہے ہم یہہ جو شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت مین غیر خمر مین ادمان شرط ہے نہ خمر مین سو لائق اعتماد کے نہین کہ صریحا نقول مذہب کے مخالف ہے کافی مین ہے کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہہ فعل اوسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اوسکا یہہ فعل ظاہر نہین ہوتا تو عدالت سے خارج نہین ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اوسیوقت ساقط ہوگی جب کہ شرب ظاہر ہوا اوس سے یا مست ہوکر نکلے اور اطفال اوس سے کھیلین تو ایسے شخص مین مروت نرہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہین کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہین اور ذخیرہ مین ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہین چنانچہ زیلعی اور عینی مین ہے اور نہایہ مین ہے کہ ادمان شرط ہے خمر مین بھی سقوط عدالت کے حق مین انتہی تو یہہ نقول صریح ہین کہ خمر اور غیر خمر دونون مین ادمان شرط ہے بلافرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ کبیرہ گناہ مین اشتہار شرط ہے لیعنے سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہین تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے کہا کہ یہہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور مین شرب خمر کو کبائر سبعہ مین شمار کیا ہے انہون نے خمر مین ادمان اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار مین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کذا فے الطحطاوی **وانما قال علی اللھو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ لشبھۃ الاختلاف** صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب مین لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشا پینا نکل جاے تو عدالت ساقط نہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ہم لہو عبارت ہے دل خوش کرنیسے بواسطہ اوس قول اور فعل کے جو بمقتضای حکمت نہین اور اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل مین داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کو واسطے بھی پینا حرام ہے **ومن یلعب بالصبیان لعدم مروتہ وکذبہ غالبا** کافی اھ اوسکی گواہی مقبول نہین جو لڑکون کے ساتھہ کھیلے اوسکے عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالبا کذا فی الکافی ہم لڑکون سے مراد نوجوان ہین نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان مین حسن سے مروی ہے کہ اگر بڈھا نوجوانون سے کشتی کرے مجامع مین تو اوسکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانون سے مجامع مین کشتی کرے تو گواہی اوسکی مقبول نہین کیونکہ وہ سخیف ہے **والطیور الا اذا امسکھا للاستیناس فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا لاکلہ الحرام** عینی وعنایۃ اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو چڑیون سے کھیلے مگر جب کہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر جب کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب اوسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایۃ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ مورث غفلت ہے اور وہ محمول ہے اوس صورت پر جب کہ کبوتر اوڑانیکے واسطے کوٹھے پر چڑہتا ہو اور عورات نساء پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر **والطنبور وکل لھو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ** خانیۃ **لدخولہ فی حد الکبائر** بحر اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو طنبور اور ہر ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہے لوگون مین چنانچہ طنبور اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون مین چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنیکے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہین مگر جب کہ اوسمین مبالغہ اور زیادتی کرے سطرح کہ اوسپر لوگ رقص کرین تو مانع شہادت ہے کذا فے الخانیۃ بسبب اوسکے داخل ہونیکے حد کبائر مین کذا فے البحر ہم محیط مین بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہوچکی اور معراج الدرایۃ مین ہے کہ ملاہی دو قسم ہین ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہین بدون راگ کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشب کے ہون یا قضیب کے چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ **ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر** یعنی حق تعالی نے مجھکو بھیجا ساری عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانیکے واسطے اھ دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے نکاح مین اور نکاح کے مانند ہے ہر سرور سعادت اور اسکے غیر مین دف بھی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر مین بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی

عن البحر حدیث مذکور مشکوٰۃ مین مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس مین ہے کہ معازف ملاہی ہین مانند عود اور طنبور کے
اور مزامیر جمع مزمار آلۂ غنا اور جس قصبہ یعنی نے اور بانسری مین گاوین اسکو زمّارہ اور مزمار کہتے ہین امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا
کہتے ہین کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز سے مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت تر کذافی ترجمۃ المشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن
یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول نہین جو راگ گاتا ہو لوگون کے واسطے اسواسطے کہ وہ لوگونکو
کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین ہے وکلام سعدی آفندی یفید تقییدہ بالاجرۃ فتأمل اور سعدی آفندی کا کلام مغنی مین
اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اوس مغنی کی گواہی مقبول نہین جو لوگون سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کر اسکو طحطاوی نے کہا قید
مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت کے واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا بأس بہ عند العامۃ عنایۃ و
صححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کیواسطے گاوے دفع وحشت کے لئے تو اوسکا کچھ
مضایقہ نہین جمہور فقہا کے نزدیک کذافی العنایۃ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود مین وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق
جائز ہے مگر اباحت سرود وہ ہے کہ باجا نہو اوسکے ساتھہ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب مین اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جب کہ ساتھ
باجے ہون مثل عود وغیرہ اور بنایہ اور عنایہ مین ہے کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان مین ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز
ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع
الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعض فقہا نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح مین جیسے دف بجانا
جائز ہے اور بعضون نے اسکو مباح کہا ہے مطلقا نکاح اور غیر نکاح مین اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقا باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح تمام ہوئے کلام العینی اور بحر
الرائق مین ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقا حرام ہے تو اختلاف علما کا منقطع ہوگیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے
واسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین جو بحر الرائق مین ہے کہ شارحین نے تصریح نہین کی کہ سرود مین مذہب کیا ہے اور بنایہ اور عنایہ مین ہے
کہ تغنی لہو کیواسطے معصیت ہے جمیع ادیان مین اور زیادات مین کہا کہ اگر اوس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور
من جملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہوگئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہوگیا
انتہی مافی البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کین وہ اطلاق حرمت کی مؤید نہین کیونکہ بنایہ اور عنایہ کی عبارت مفید لہو ہے اور زیادات
کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اوس وقت ہوگی جب لوگون کے سامنے گاوے اور وجہ افادہ شہرت یہ ہے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے
متعارف کی طرف اور عرف مین مغنیہ یا مغنی نہین کہتے مگر اوسکو جو راگ گانیکے ساتھہ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت تغنی مین مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح
قول وہ ہے جو فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ مقبول نہین گواہی اوسکی جو لوگون کے واسطے گاوے اور اونکو سناوے اور اگر تغنی اپنی
ذات کے سنانیکے واسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اسبات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اوسکا مضایقہ نہین اور عدالت اوسکی ساقط نہین کی
قول صحیح مین انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو و لعب اور جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہے بلا خلاف اگر تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی
تعلیل کہ مغنی لوگونکو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقا حرام ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر نسنے تا اپنی ذات
سے وحشت دفع کرے مکروہ نہین اور بعضون نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونیکے واسطے تغنی مکروہ نہین اور بعضون نے کہا کہ اگر لوگون کے
سنانیکے واسطے نکاح اور ولیمہ مین تغنی کرے مکروہ نہین تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کیواسطے تغنی مین فقہا کا اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ
مکروہ نہین مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زہاد صحابہ مین تھے اور وہ تغنی
کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور محمل حدیث براء بن مالک کا

یہ ہے کہ وہ اشعار مباحہ کو خوش آوازی سے پڑھتے تھے جنمین مواعظ اور حکم تھین اسواسطے کہ لفظ غنا جیسے غنا معروف کو بولتے ہین ایسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے
ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہی من لم یتغن بالقرآن فلیس منا[ملہ] اور اشعار مباحہ کی شعر خوانی جائز ہے پھر جب کہ خلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہے کہ صاحب
ہدایہ بھی منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہمکو معلوم ہو چکا ہی کہ تغنی محرم وہ ہی جسکے الفاظ ایسے ہون جو حلال نہین جیسے مرد معین اور عورت
معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اوسکے طرف یا ہجو ہو مسلم یا ذمی کی بشرطیکہ مقصود ہجو ہو نہ بقصد استشہاد یا تعلیم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار
غیر معین عورت کے وصف مین ہون تو مباح ہین بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اوسپر
انکار نہین فرمایا ہان اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہون مغنی مین ہی کہ ملاہی دو قسم ہین ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غنا جیسے
مزمار اور طنبورہ وغیرہ اور دوسری مباح وہ دف ہی نکاح اور اوسکے مانند اور سرور حادث مین اور اسکے غیر مین مکروہ ہی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ جب
آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اسکے سوا کچھ ہوتا تو درّہ لیتے اور جناس مین ہی کہ محمد بن شجاع سے اوس شخص کے حال کا
سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترنم کرتا ہی جواب دیا کہ یہ اسکی شہادت کا قادح نہین اور قرآن خوانی الحان سے بعضون کے نزدیک مباح ہی اور بعضون کے نزدیک
منع ہے اور مختار یہ ہی کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہین ہوتے ہین تو مباح ہی اور نہین تو غیر مباح ہی ایسا کچھہ علما نے ذکر کیا ہی اور ہم باب
الاذان مین مذکور کر چکے ہین کہ تحقیق یہ وہان تغیر مقتضیات حسن و کے نہین ہوتی تو یہ تفصیل بھی ہی نہ تھے مافی الفتح ملخصا بتصرف قال ولا تقبل شہادۃ
من یسمع الغناء او یجلس مجلس الغناء زاد العینی او مجلس الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہ بھم وترکہ الامر بالمعروف
یسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہین گواہی اوس شخص کی جو راگ سنتا ہی یا راگ کی مجلس مین بیٹھتا ہی عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شرب کی
مجلس مین بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشانہ پیتا ہو اسواسطے کہ اوسکا مختلط ہونا اونکے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اوسکی عدالت کا مسقط ہی ہم مجلس غنا مین
بیٹھنا مسقط عدالت ہی اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول رہے اور ظاہر یہ ہی جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس مین نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحطاوی او یرتکب ما
یحد بہ للفسق ومرادہ من یرتکب کبیرۃ قالہ المصنف وغیرہ یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو مرتکب ہو اوس چیز کا جسکے سبب سے اوسکو حد ماری جاوے
بواسطہ فسق کے اور مطلب اسکا یہ ہی کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اوسکی گواہی مقبول نہین ایسا کچھہ کہا ہو مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد مین اقوال مختلف
ہین اور قول محقق وہ ہی جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قول الجمیل مین اختیار کیا ہی یعنی حق یہ ہی کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جسپر دوزخ یا عذاب شدید
کی وعید وارد ہی قرآن مجید مین یا حدیث صحیح مین جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہی یا اوسکے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوٰۃ متعمد اکو یا اوسکے
مرتکب پر شرع مین حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا ان سے زیادہ تر ہو شرا اور برائی مین بحکم بداہت
عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہی جو شرع مین منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہی شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب مین کہا کہ
مین نے اون احادیث کو جمع کیا جنمین کبائر کی تصریح وارد ہی تو سترہ کبائر پائے چار دل مین شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور ناامیدی رحمت الٰہی سے
اور بیخوفی مکر الٰہی سے اور چار زبان مین شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ مین شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوٰ اور دو
شرمگاہ مین زنا اور لواطت اور دو ہاتھہ مین قتل ناحق اور چوری اور ایک پانون مین یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی
عقوق والدین انتہی حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہمکو ان سے بچاوے آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لانہ حرام یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو حمام مین غسل کے
واسطے بلا ازار برہنہ جاوے اسواسطے کہ برہنگی حرام ہی او یلعب بنرد او طاب مطلقا قامر اولا یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو کھیلے نرد یا طاب سے مطلقا
خواہ بازی بدی یا نہ بدے ہم فتح القدیر مین ہی کہ لعب طاب کھیل ہے ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ مین نرد کے مانند اسکو بلا حساب اور بلا فکر پھینکتے ہین جو
کھیل ایسا ہو جسکو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اسکو کرتے ہون او وہ مطلقا حرام ہے انتہی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہی جو سرکے بانسون کی طرح
اوسکو پھینکتے ہین اما الشطرنج فللشبھۃ للاختلاف شرط واحد من ستۃ فلذا قال او یقامر بشطرنج اور شطرنج مین تو بسبب شبہہ خلاف کے

ملہ یعنی جو شخص قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم مین سے نہین ۱۲

تفصیل کبائر

سقوط عدالت کیواسطے چہ چیزونمین سے کوئی ایک چیز مشروط ہو تو اسیواسطے مصنف نے کہا یا جوا ہو یہ شطرنج سے تو اوسکی گواہی مقبول نہین ہے امام مالک اور
شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نکہا او یذک بہ الصلوٰۃ حتی یفوت وقتہا یا شطرنج کی بازی
سے نماز ترک کرے یہان تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے ہم ترک صلوٰۃ سے عدم فعل مطلقاً نہین بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہے او یحلف علیہ کثیراً یا شطرنج
کھیلنے مین قسم بہت کہاتا ہو ہم زیلعی اور اتقانی نے اسمین حلف کاذب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے
شہادت مردود نہین کیونکہ شہرت بدون کثرت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب بہ علی الطریق او یذکر علیہ فسقاً اشباہ
یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اوسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ ہم یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ شتم اور قذف اور غنا او یداوم علیہ
ذکرہ سعدی افندی معزیاً للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کہیلا کرتا ہو اوسکی گواہی مقبول نہین اسکو سعدی فندی نے کافی اور معراج سے نقل
کیا ہم اسواسطے کہ مداومت تلہی کی دلیل ہے اور غالبا بعض ضروریات مین خلل پڑتا ہے یہان تک کہ بعضے شطرنجبازون کا لڑکا مرگیا اور اوسکی تجہیز
اور تکفین کے واسطے اونھون نے بازی موقوف نکی نعوذ باللّٰہ من الخذلان السامع او یاکل الربوا قید بالشہرۃ ولا یخفی ان الفسق یمنعہا شرعاً
الا ان القاضی لا یثبت ذلک الا بعد ظہورہ لہ فالکل سواء بحر فلیحفظ یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو بیاج کہائے بیاج کہانے مین علما نے شہرت
کی قید لگائی ہے اور یہہ امر مخفی نہین کہ فسق مانع ہے شہادت کا شرعا مگر یہہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہین کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک
تو سب گناہ اسمین برابر ہین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعضون نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین اسطرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کہائے
ایکبار تو گواہی اوسکی مقبول نہین اور بیاج خواری مین شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچہہ فرق نہین فسق ہونے مین دونو برابر
ہین اور شہرت اشتراط شہرت مین دونون یکسان ہین شہرت تو اتنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہین تخصیص بلا دلیل ہے
او یبول او یاکل علی الطریق وکذا کل ما یخل بالمروۃ ومنہ کشف عورتہ لیستنجی من جانب البرکۃ والناس حضور وقد کثر
فی زماننا فتح یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو پیشاب کرے یا کہائے راہ مین اور اسیطرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہے از انجملہ اپنی شرمگاہ کہولنا تالاب کے کنارے
استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانے مین یہہ فعل بکثرت ہوگیا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے اوسکی گواہی مقبول نہین جو افعال
مستحقرہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہین جیسے لوگون کے روبرو راہ مین کہانا اور فقط سراویل یعنی پاجامہ پہنکر چلنا پہرنا اور لوگون کے روبرو پانون
پہیلانا اور وہان سر کہولنا جہان خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اور حیا ہین اسکو شمار کرین اسواسطے کہ جو شخص ایسا ہو اوس سے بعید نہین کہ جہوٹی گواہی دے
اور حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لوگون نے جو اگلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہہ ہے کہ جب تجہکو حیا نرہے تو جو تیرے دل مین آوے سو کر انتہے طحطاوی منجملہ
افعال خلاف مروت لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون کی صحبت مین بیٹھنا اور لوگون کو ذلیل کرنا اور
بازار مین غل اور شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور صلاح سے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان اور بسبکی عقل سے کنارہ
کبری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہے او یظہر سب السلف لظہور فسقہ بخلاف من یخفیہ لانہ فاسق مستور عینی قال المصنف و
انما قید بالسلف تبعا لکلامہم والا فالاولی ان یقال سب لمسلم لسقوط العدالۃ بسب لمسلم وان لم یکن من السلف کما فی
السراج والنہایۃ یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہوجانے اوسکے فسق کے بخلاف اوس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکہتا
ہے اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول الشہادۃ ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہائے
مصنفین اور نہین تو یون کہنا بہتر تہا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادۃ نہین بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے
اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ مین ہے ہم سب یعنی دشنام اور گالی یہہ ہے کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا جو اوسکے حق مین معیوب ہو
حدیث مین وارد ہے کہ سباب المسلم فسوق کذا فی البحر وفیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین

ف فرق سلف وخلف

منهم ابو حنيفة رضي الله عنه والخلف بالفتح من بعدهم في الخير وبالسكون في الشر بحر اور نہایہ میں ہو کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہہ ہو کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے اونہیں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہین اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہین جنکو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی البحر صدر الشریعة نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علما و مجتہدین تابعین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین وفيه عن العناية عن ابي يوسف لا اقبل شهادة من سب الصحابة واقبلها ممن تبرأ منهم لانه يعتقده دينا وان كان على باطل فلم يظهر فسقه بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف سے مروی ہو کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اوسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہون جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نکیا ولیکن رکھا بخلاف بدگو کہ اوسنے اپنا فسق ظاہر کر دیا ہم ظاہر ہے یہہ مسئلہ متفق علیہا ہو اور ابو یوسف کے طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہین اسکے شهدا ان اباهما اوصى اليه فان ادعاه صحت شهادتهما استحسانا كشهادة دائني الميت ومديونه والموصى لهما ووصييه لثالث على الايصاء دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلان شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اوسکا دعویٰ کرے تو دونون کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنون کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو مدیونون کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصون کے واسطے میت نے وصیت کی اونکی گواہی کسیکے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیون کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہو کذا فی الطحطاوی وان انكر لا لان القاضي لا يملك اجبار احد على قبول الوصية یعنی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اسواسطے کہ قاضی مالک نہیں کسیکو زبردستی وصیت قبول کروانیکا کذا فی شرح العینی كما لا تقبل لو شهدا ان اباهما الغائب وكله بقبض ديونه وادعى الوكيل او انكر والفرق ان القاضي لا يملك نصب الوكيل عن الغائب بخلاف الوصي جیسے مقبول نہیں گواہی اگر دو بیٹے گواہی دین کہ ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنیکا خواہ وکیل وکالت کا دعویٰ کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہہ ہو کہ قاضی مالک نہیں غائب کے طرف سے وکیل مقرر کرنیکا بخلاف نصب وصی کے یعنی قاضی کو اختیار ہو شهد الوصي اي وصي الميت بحق للميت بعد ما عزله القاضي عن الوصاية ونصب غيره او بعد ما ادرك الورثة لا تقبل شهادته للميت في ماله او غيره خاصم او لا لحلول الوصي محل الميت ولذلك لا يملك عزل نفسه بلا عزل قاض فكان كالميت نفسه فاستوى خصامه وعدمه گواہی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اسکے کہ قاضی نے اوسکو معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق میں اوسکے مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہو جانے وصی کے بجای میت کے اور اسیواسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنیکا مالک نہیں بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہو گیا تو اوسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہو گئی ہم درصورت بقای وصایت وصی کا بجای میت کے ہونا ظاہر ہے اور درصورت معزولی ظاہر نہین مگر باعتبار ماکان یعنی جب بجای میت کے ہوا تو گویا اوسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہین بخلاف الوكيل فلذا قال ولو شهد الوكيل بعد عزله للموكل ان خاصم في مجلس القاضي ثم شهد بعد عزله لا تقبل اتفاقا للتهمة بخلاف وکیل کے کہ اوسکی خصومت اور عدم خصومت برابر نہیں تو اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دی وکیل اپنے معزول ہونیکے بعد موکل کے حق میں اگر اوسنے خصومت کی ہو مجلس قاضی میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونیکے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہین بسبب تہمت کے ہم تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہے یعنی وکیل جسمین خصومت کر چکا ہو اوسمین اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا قبلت لعدمها خلافا للثاني فجعله كالوصي سراج اور اگر خصومت نہین کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہونے تہمت مذکور کے بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک درصورت عدم خصومت بھی مقبول نہین تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھیرایا کذا فی السراج وفي قسامة الزيلعي كل من صار خصما في حادثة لا تقبل شهادته فيها ومن كان

لم تقبل شہادتہ ان تصیر خصماً ولو لم ینتصب خصماً بعدُ تقبل وھذان الاصلان متفق علیہما وتمامہ فیہ اور شرح زیلعی کی کتاب القسامۃ مین ہو کہ جو شخص کہ مخاصم ہوگیا کسی مقدمہ مین تو اوس مقدمہ مین گواہی اوس کی مقبول نہین اور جس کا مخاصم ہونا در پیش ہے اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اوسکی گواہی مقبول ہے اور یہہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین اور پورا بیان اس کا اوسی شرح مین ہے ہم کہتے ہین کہ اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ ہو جب کہ اوسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہوگیا تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنی قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اوسکو ترک کیا تو اوسکی گواہی بیعین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہے جب کہ اوسنے خصومت نکی اور شفیع ہو جب کہ اوسنے شفعہ طلب نکیا اور گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہے کذا فے الطحاوی قیدنا بمجلس القاضی لانہ لو خاصم فی غیرہ ثم عزلہ قبلت عندھما کما لو شہد فی غیرما وکل فیہ اوعلیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہمنے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی مین خصومت کی ہو پھر موکل نے اوسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اوس مقدمہ کے سوا مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی منفعت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فے جامع الفصولین وفی البزازیۃ وکلہ بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درہم عند القاضی ثم عزلہ فشہد ان لموکلہ علی المطلوب مائۃ دینار تقبل بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی فخاصم وتمامہ فیہا اور بزازیہ مین ہو کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اوسنے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اوسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی مقبول ہے تمنے اسواسطے کہ یہہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق بوکالت بخلاف اوس صورت کے کہ اوسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اوسنے خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اسکا اوسی کتاب مین ہے ہم باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہے کہ اگر قاضی کے وکالت سے وہم ہو اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پھر موکل اوسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اوسکی مردود ہے ہر ایک اوس حق مین جو وقت توکیل قائم ہے مگر جب کہ اوس حق کی گواہی دی جو نیا پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فے الطحاوی کما قبلت عندھما خلافاً للثانی شہادۃ اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لہ الشاھدان بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالدین فی الذمۃ وھی تقبل حقوقاً شتی فلم تقع الشرکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیۃ بغیر عین کما فی وصایا المجمع وشرحہ وسیجئ تمامہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہو دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہو اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہو ذمہ میت پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہو تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اوسمین بخلاف اوس وصیت کے جو غیر عین مین ہو چنانچہ مجمع اور اسکی شرح مین ہو اور اس کا ذکر کتاب الوصایا مین آویگا ہم دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہو اور وہ مانع شہادت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اوسکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ اونکا حق ترکہ مین ہے یعنی ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہے تو یہہ گواہی ہوئی اسمین جو دونون مین مشترک ہے اور اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اسمین شرکت نہین وکشہادۃ وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولۃ فی ظاہر الروایۃ لما لو شہد الوصیان علی اقرار المیت بشیء معین لوارث بالغ تقبل بزازیۃ اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہو کذا فے البزازیۃ ہم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین بسبب کے کذا فی الطحاوی ولو

شہد اتی ماله ای المیت لاخلافاً لهما ولو لصغیر لو بجر اتفاقاً و سیجئ فی الوصایا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا کما لاتقبل الشہادة علی جرح مجرد بالفسق ای فسق مجرد عن اثبات حق لله تعالی او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنی اوس فسق کے اظہار پر جو خالی ہے اثبات حق الله یا اثبات حق العبد سے هو جرح الفیۃ اصطلاح شرع مین عبارت ہے اظہار فسق شاہد سے کذا فی الجرح حق الله چنانچہ حد اور حق العبد چنانچہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہے جسپر رفع خصومت مشہود علیہ سے مترتب ہو فتح القدیر مین ہے کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضرور ہے کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اوسکے دفع پر فی الحال قادر ہے تو یہ کرنے سے دوسری وجہ یہہ ہے کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہے کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مقصود ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کردی تو بھی مطلب حاصل ہے انتہی قال تضمنت قبلت والا لاتقبل سو اگر گواہی اثبات حق الله یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہے اور نہین تو مقبول نہین بعد التعدیل ولو قبله قبلت ای الشہادة بل الاخبار ولو من واحد علی الجرح المجرد کذا اعتمده المصنف تبعاً لما قرره صدر الشریعة واقره منلا خسرو وادخله تحت قولهم الدفع اسهل من الرفع وذکر وجهه واطلق ابن الکمال ردها تبعاً لعامة الکتب وذکر وجهه جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت شہود وغیرہ کے اور اگر قبل ثبوت عدالت طعن مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر [illegible] مصنف نے اعتماد کیا ہے بہ تبعیت صدر الشریعہ کے قرار دادہ کی پیروی کرکے اور اوسکو ثابت رکھا ہے ملا خسرو نے اور داخل کیا ہے اسکو فقہا کے اس قول [illegible] کہ دفع سہل تر ہے رفع سے یعنی قبل ثبوت [illegible] اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً مردود کہا ہے باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ ذکر کی ہے ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر دوسرے کیون مقبول ہے قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت در صورتیکہ خبر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہہ ہے کہ جرح شاہد قبل تعدیل دفع ہے شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہہ دیانت کے باب سے ہے لہذا اسمین خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعدیل کے رفع ہے شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہان تک کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہے جب تک کہ جرح معتبر موجود نہو اور قواعد معتبرہ سے ایک یہہ قاعدہ ہے کہ دفع اسہل ہے رفع سے اور یہی سبب ہے جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہے انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہے کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ وہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اوسین مقبول ہوتی ہے جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اوسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہے نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہہ جو کہا ہے کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اوسکی یہہ ہے کہ وہ معتبر نہین بایمعنے کہ ویسی شہادت نہین کہ مقدمہ کو تمیز قول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول ہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اسطرح بیان کیا ہے کہ اگر تو کہے کہ کیا یہہ بات نہین ہے کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہے قبول شہادت سے اور اوس شہادت کی موافق حکم دینے سے تو مین جواب دونگا کہ ہان مانع ہے لیکن یہہ منع اس سبب سے ہے کہ خبر فسق طعن ہے اونکی عدالت مین اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا لہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو اونکی گواہی مقبول ہے اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نرہتی انتہی تو یہہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہین کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہے اسواسطے کہ ہرچند اونسنے یہہ کہا لیکن اونسنے یہہ بھی کہا ہے کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح [illegible]

گواہی مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصًا وظاہر کلام الوانی وعزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ وانی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام
ابن کمال کے کلام کیطرف میلان ثابت ہوتا ہی ہم علامہ وانی نے جو ابن کمال کیطرف سے جواب دیا ہی خلاصہ اوسکا یہہ ہی کہ ابن کمال کی مراد یہہ ہی کہ فسق مجرد
کی شہادت درحقیقت شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس
باب سے اوسکا تعلق نہوا اسواسطے کہ اس باب میں اونکا ذکر ہے جن کی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اوسکا
یہہ ہی کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو انتہی اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول ہوتی
تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کیطرف راجع ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن
خبر کی الشہود فتبرا وعلنا فان عدلوا قبلہا وعزاہ للمضمرات اور اسیطرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کیطرف ظاہر ہوتا ہی اسواسطے کہ
قہستانی نے کہا اور آخرین یعنی نقایہ کے کلام میں اشکال اشارہ ہی کہ قاضی نہ التفات کریگا اس شہادت کیطرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کیطرف ولیکن شہود
مدعی کا تزکیہ کریگا پوشیدہ اور علانیہ سو اگر اونکی عدالت ثابت ہو تو گواہی اونکی قبول کریگا اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کیطرف نسبت کیا ہی ہم نقایہ کا
کلام یہہ ہی کہ تفسیق مجرد شاہد معدل میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا
مترجم نے لم یلتفت کیطرف التفات نکیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہما لا قولہ فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت
تعدیل صاحبین کا قول ٹھیرایا ہی تو امام کا سو خبردار ہو جاو طحطاوی نے کہا کہ تجھکو معلوم ہوچکا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف لفظی ہے نہ معنوی
مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یون
گواہی دین کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں شراب خوار ہیں ہم جرح مرکب کی بھی مثالون میں زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر مذکور ہے تو
مطلب یہہ ہی کہ جرح مجرد میں سبب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقادم پر محمول ہی علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہہ ہی کہ جرح مجرد میں
تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل کا ہی بمعنے استقبال ہوتا ہی تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہان بصیغہ ماضی
تفسیق ہوا او علی اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم
علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار
کی گواہی دین کہ اونہون نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود
کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہی اور اسپر اعتماد کیا ہی
مصنف نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم
او اقرارہ بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہون نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی
بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدون کی گواہی جھوٹی ہی یا اس اقرار کی کہ مدعی نے اونکی اجرت مقرر کی اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس
جرح پر رد شہادت مترتب ہی تو گویا جرح اور جو اوسپر مترتب ہوا وہ دو چیزین ہیں اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدون نے
اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے
اور قاضی بسبب اوسکے الزام پر قادر ہی کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے مرتفع نہیں ہوتا خزانۃ الاکمل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود یا بطلان شہادت مقبول ہے
اور یہہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اوس باب سے ہی کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہی کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی
کان فیہ الحق متی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر تھے اوس مجلس میں جسمین مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبیدہ او محدودون
فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایۃ وقاذف و مقذوف بلا عینیۃ یا جرح مرکب کی یون گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہین یا محدود فی القذف

ہیں گواہ مدعی کا شاگرد یا اوسکا اجیر ہے کذا فی النہایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اوسکا مدعی ہو او انہم زنوا او قذفوا او شربوا
او بینۃ او شربوا الخمر ولم یتقادم العہد کما مر فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انہوں نے بیان کیا یا یہ کہ انہوں نے بغیر اعطال الحلال چوری
اور مال مسروق کی اوس نے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب میں حد شرب میں مذکور
ہو چکا کہ شرب کا تقادم یہ ہو کہ بو شراب ریح یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہو اور بغیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدًا عینی یا گواہی دی کہ شاہدان
نے آدمی کو مار ڈالا اجانب ہو جبکہ کذا فی العینی او شرکاء للمدعی والمدعی مال کذا یا گواہی دی کہ شہود شریک ہیں مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوے ہو
مال ہو ہم مراد یہہ ہی کہ شاہد شریک مفاوض ہے مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہو گا تو شاہد کو اوسمین فائدہ ہوگا اور یہ نہیں شاہد
مدعی کا شریک ہی مدعا بہ میں والا اوسکا اقرار ہو گا کہ مدعا بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہو کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لاداء الشہادۃ و
اعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال الذی لم یکلہ لم تقبل لانہ دعوی الاستیجار لغیرہ ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی دی مدعا علیہ اس قول پر کہ
نے شاہدوں کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور اونکو اجرت دی اوس مال میں سے جو میرا تہا مدعی کے پاس اور اگر یہہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی
بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اوسکی ولایت نہیں غیر شخص پر یعنی تو وہ مخاصم نہ ٹہیرا یعنی جب یہہ کہوگا کہ اجرت میرے مال
دی او سوقت شہود مدعی کی گواہی پر دو وجہ کی او شبہ و جمع کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور صحیح نہو جو مقبول نہیں
او انی صالحتہم علی کذا و دفعتہ الیہم ای رشوۃ و لا فلا صلح بالمعنی الشرعی و لو قال لم ادفعہم یقبل علی ان لا یشہدوا علی
زورا وقد شہدوا زورا وانا اطلب ما اعطیتہم یا گواہی دی مدعا علیہ اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تہی بعوض اتنے مال کے اور وہ
مال انکو بطور رشوت کے مین نے دیا تہا اس شرط پر کہ مجہپر جہوٹ گواہی نہ دین ساتہہ اسکے انہون نے جہوٹ گواہی دی اور مین اونسے طلب کرتا ہون مال جو
انکو مین نے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نکریگا تو صلح معنے شرعی ثابت نہو گی اور اگر یہہ کہکر صلح کرکے مین نے مال نہین دیا تو گواہی
مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الفصول لانہا امور یحتاج الی اثباتہا لاحیاء حق اللہ تعالی او العبد فیثبت الحاجۃ لاحیاء ما ذکر اور ان صورتون مین تو گواہی اسواسطے مقبول ہے
کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو ان حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح عن مجلس القاضی ولم یطل
المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطأت بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ لو کان عدلا
ولو بعد الفصل وعلیہ الفتوی خانیۃ وبحر گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس بہی دراز نہین ہوئی
اور مدعی نے اوسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مینے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اوسکی گواہی
مخالفت ۱۲
مقبول ہو سب چیزون مین جسکی اوسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہے کذا فی
الخانیۃ والبحر خطا بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اس طرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پہر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم
ہین اور کمی کی یہہ مثال ہو کہ پانسو کی گواہی دی پہر بولا کہ مین بہول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین
مقبول ہو اسواسطے کہ کبہی مجلس قضا سی کلمہ سے ایسا ہو جاتا ہو کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون
گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہو پہر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبولہا فی قولہ
اوہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الاکمل و سعدی ترجیحہ قنیہ و بنشیر مین کہتا ہون لیکن
عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہو کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہے اور اسکی کہ باقی کا حکم ہوگا اور یہہ قول سرخسی وغیرہ کا مختار ہے اور
اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہو تو خبردار رہو شاید یہہ جامع شارح کا یہ استدراک ہے کہ کلام مین اختلاف ہو
مابین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہو کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پہر بولا کہ مین چوک گیا اوس کا حق تو پندرہ سو

تو ہمین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی پندرہ سو کا اور بعضون نے کہا فقط ثلث کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا یہان تک کہ اگر ہزار کی گواہی دی پھر کہا کہ
مین نے غلط کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہوا بعد شہادت کے وہ اُسکے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور
اسیکے طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہے انتہے مختصرا و ان قال الشاھد بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاھر احتیاطا اور اگر شاہد نے
بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اوٹھ جانیکے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ہم وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادتی
مین شاید مدعی نے اور کمی مین مدعا علیہ نے اوسکو ورغلایا ہو طمع دنیا دیکر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم قبول اوس صورت مین ہے جب کہ محل شبہہ ہو یعنی
چنانچہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو اوس نے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس مین
اوس نے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہے اور اسیطرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کے طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسیکا نام نلیا تو مقبول ہے اسواسطے
کہ قضا متصور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب ہدایۃ اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی
واقع ہوگئی ہے بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایۃ ہم مثلا حد غربی کے مکان مین شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجای محمد بن علی بن عمران کے محمد بن
احمد بن عمر بول گیا پہر اوسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد نے ایک حد کے
مین غلطی کی پہر اوسکا تدارک کیا اوسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو در صورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یون بولے کہ اوسکا نام فلانا تہا پہر اوسکا
نام فلانا ہوگیا و بینۃ انہ ای المجروح مات من الجرح اولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولی بالقبول ہے اس گواہی سے
کہ بعد صحت کے مرگیا ہم یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اوسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگارون نے
گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا ہو کر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولی ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا
جرحہ وقتلہ واقام زید بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول مجمع
الفتاوی ہم اگر اولیاء مقتول نے اسی گواہی قائم کی کہ زید نے اوسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تہا کہ زید نے مجہکو
زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اوسے اولیاء مقدم ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ہم ایسا کوئی نہ سمجہے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ
قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے و بینۃ الغبن فی بیع یتیم بالغ من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل
الثمن لانہا تثبت امرا زائدا ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ الصحۃ درر خلافا لما فی الوھبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اوس
یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولی ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تہی یعنی جس شئے کو مشتری نے یتیم کے وصی سے خرید کیا اوسوقت مین یعنے
وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہے جو وہبانیہ
مین ہے یعنی اوسمین بینۂ صحت کی تقدیم بینۂ فساد پر مذکور ہے ہم درر مین صورت مسئلہ یون مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تہا
بیچا پہر یتیم بالغ ہوا اور اوس نے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اوس باغ کی قیمت اوسوقت مین مثل ثمن کے تہی تو غبن کے گواہ
اولے بالقبول ہین انتہے اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ منیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے کذا فی المنیہ ہم شرح وہبانیہ
مین ہے کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہو ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور در صورت گواہی تو فساد کی
گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر او خلع او نحوھما ذا عقل اولی من بینۃ الوارث
مثلا کونہ مخلوط العقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا صورت کے تصرفات مین صاحب عقل تہا مقدم ہے وارثون کی مثلا
اس گواہی سے کہ متصرف مختلط العقل یا مجنون تہا ہم یعنی لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اوسکے مولے نے اوسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ
وہ عاقل صاحب ہوش تہا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تہا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسیطرح اگر زوجہ نے خلع کیا پہر زوج نے

گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تہا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تہا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تہا خصومت کیوقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تہا تو دونون صورتون مین عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر۔ وَلَو قَالَ الشُّهُودُ لَا نَدرِی کَانَ فِی صِحَّتِہٖ اَو مَرَضِہٖ فَهُوَ عَلَی المَرَضِ اور اگر گواہون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین کہ طلاق یا عتاق صحت مین تہا یا مرض مین تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جب کہ مدعی صحت کا دعوی کرتا ہو اور مدعا علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی۔ وَلَو قَالَ الوَارِثُ کَانَ یَهذِی یُصَدَّقُ حَتّٰی یَشهَدَا اَنَّہٗ کَانَ صَحِیحَ العَقلِ بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تہا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی یہان تک کہ دو شاہد گواہی دین کہ وہ صحیح العقل تہا کذا فی البزازیہ۔ وَبَیِّنَۃُ الاِکرَاہِ فِی الاِقرَارِ اَولٰی مِن بَیِّنَۃِ الطَّوعِ اِن اتَّحَدَا اَو اتَّحَدَ تَارِیخُهُمَا فَاِن اختَلَفَا اَو لَم یُؤَرِّخَا فَبَیِّنَۃُ الطَّوعِ اَولٰی مُلتَقَط وَغَیرُہٗ وَعَمِلَ المُصَنِّفُ وَابنُہٗ وَعَزمِی زَادَہ اور اقرار مقرین اکراہ کی گواہی مقدم ہو طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے تاریخ ذکر کی اور دونون کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونون کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونون نے تاریخ ذکر نکی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اوسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے عمل کیا ہی **فروع** مسائل الحجۃ شارح بَیِّنَۃُ الفَسَادِ اَولٰی مِن بَیِّنَۃِ الصِّحَّۃِ شرح وہبانیہ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم طحطاوی نے کہا یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ غبن کے ساتہ۔ وَفِی الاَشبَاہِ اختَلَفَ المُتَبَایِعَانِ فِی الصِّحَّۃِ وَالبُطلَانِ فَالقَولُ لِمُدَّعِی البُطلَانِ وَفِی الصِّحَّۃِ وَالفَسَادِ لِمُدَّعِی الصِّحَّۃِ اِلَّا فِی مَسئَلَۃِ الاِقَالَۃِ اور اشباہ مین ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع مین اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ مین مدعی فساد کا قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہہ صورت ہو کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مینے مبیع کی بائع کے ہاتہہ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہو اور اگر اسکے برعکس ہوتا تو دونون باہم قسم کہاتے کذا فی الطحطاوی۔ وَفِی المُلتَقَطِ اختَلَفَا فِی البَیعِ وَالرَّهنِ فَالبَیعُ اَولٰی اور ملتقط مین ہے کہ دو شخصون نے اختلاف کیا بیع اور رہن مین تو بیع کا قول مقدم ہو۔ اختَلَفَا فِی البَتَاتِ وَالوَفَاءِ فَالوَفَاءُ اَولٰی استحسانا دو شخصون نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے مین اور بیع الوفا مین تو بیع الوفا کا قول اولے اور اقدم ہو باعتبار استحسان کے۔ شَهَادَۃٌ قَاصِرَۃٌ یُتَمِّمُهَا غَیرُهُم تُقبَلُ کَاَن شَهِدَا بِالدَّارِ بِلَا ذِکرِ اَنَّهَا فِی یَدِ الخَصمِ فَشَهِدَ بِہٖ آخَرَانِ شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدون نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدون نے گہر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہو بدون اس بیان کے کہ وہ گہر مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے سوا دو اور شاہدون نے اوسکی گواہی دی ہم دونون گواہیان ملکر مقبول ہین اسواسطے کہ اثبات قبض مدعا علیہ کی حاجت ہو کہ مدعا علیہ مخاصم ٹہیرے ملک مدعی کے اثبات مین کذا فی الدرر۔ اَو شَهِدَا بِالمِلکِ فِی المَحدُودِ وَآخَرَانِ بِالحُدُودِ یا دو شخصون نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور انکے سوا اور دو شاہدون نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے۔ اَو شَهِدَا عَلَی الاِسمِ وَالنَّسَبِ وَلَم یَعرِفَا الرَّجُلَ بِعَینِہٖ فَشَهِدَ آخَرَانِ اَنَّہُ المُسَمّٰی بِہٖ درر یا دو شاہدون نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونون شاہد اوس مرد کو بعینہٖ نہین جانتے ہین تو دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمی باسم ونسب مذکور ہی کذا فی الدرر یعنی یہہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہو تو گواہی مقبول ہے۔ شَهِدَ وَاحِدٌ فَقَالَ البَاقُونَ نَحنُ نَشهَدُ کَشَهَادَتِہٖ لَم تُقبَل حَتّٰی یَتَکَلَّمَ کُلُّ شَاهِدٍ بِشَهَادَتِہٖ وَعَلَیہِ الفَتوٰی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدون نے کہا کہ ہم بہی گواہی دیتے ہین اوس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اوس کی سی گواہی کو نہ بولے اور اسی قول پر فتوی ہے۔ شَهَادَۃُ النَّفیِ المُتَوَاتِرِ مَقبُولَۃٌ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہی ہم یعنی اگر نفی متواتر ہو لوگون کے نزدیک اسطرح پر کہ سب جانتے ہون کہ مدعا علیہ اوس مکان اور زمان مین نہتا تو اوس شخص کی گواہی جو کہ متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اوسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اوسکی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہو کیونکہ ضروریات مین شک کا دخل نہین ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہین مگر دس مسائل مین جو اشباہ کی کتاب القضا مین مذکور ہین اور نوادر مین ابو یوسف سے مروی ہو کہ دو شخصون نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعا علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان او مکان اور صفات مین لازم ہوگا اور اگر شہود علیہ

ابو حنيفة لو شهد احدهما بالنكاح والآخر بالتزويج قبلت لاتحاد معناهما اور اگر ایک نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسوا
سطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنے ہیں ہم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو
یا اسکا مرادف یعنے ہم معنے کذا الهبة والعطية ونحوهما اور اسیطرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ہم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ
صورت ہے کہ مدعی نے ابراء دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابراء کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا في الطحطاوي ولو شهد
احدهما بالف والآخر بالفين او مائة ومائتين او طلقة وطلقتين او ثلث ردت لاختلاف المعنيين اور اگر شاہد نے ہزار کی گواہی
دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے
دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ہم صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں
شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد متفرد بزیادت ہے تو مجمع علیہ ثابت ہو
نہ متفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظ اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو
دو ہزار نہیں بولتے كما لو ادعى غصبا او قتلا فشهد احدهما به والآخر بالاقرار به لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے
غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں
فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شهدا بالاقرار به قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول
ہوگی اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوی میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعوی میں مطابقت
ویسا شرط نہیں جو شہادتین میں شرط ہے کذا في الطحطاوي بتغيير وكذا لا تقبل في كل قول جمع مع فعل بان ادعى الفا فشهد احدهما
بالدفع والآخر بالاقرار بها لاختلاف الجمع بين قول وفعل تنبيه اور اسیطرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ دعوی
کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنیکے بیچ قول اور
فعل کے کذا في العيني ہم جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظ كشهادة احدهما
ببيع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار به فتقبل لاتحاد صيغة الانشاء والاقرار فانه يقول في الانشاء بعت وا
قرضت وفي الاقرار كنت بعت واقرضت فلم يمنع القبول مگر جب کہ اقرار اور انشا متحد ہوجاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی
تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق
یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغہ انشا اور اقرار کے یعنی تصرفات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا
ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو
قبول شہادت کا مانع نہ ہوا ہم اتحاد صیغہ انشا اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار کے ہوا الا اقرار میں تو کنت کا لفظ بزیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت
کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا في الطحطاوي بخلاف شهادة احدهما بقتله عمدا
بسيف والآخر به بسكين لم تقبل لعدم تكرار الفعل بتكرار الآلة محيط وشرنبلالية بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قتل
کے قتل کیا عمدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی دی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے فعل کے آلہ قتل کی تکرار سے کذا في المحيط والشرنبلالية
ہم فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا
شرنبلالية عن المحيط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل على الف في شهادة احدهما بالف والآخر بالف ومائة
ان ادعى المدعي الاكثر لا الاقل الا ان يوفق باستيفاء او ابراء ابن كمال اور گواہی مقبول ہو ہزار پر ان شہادت میں کہ ایک گواہ نے

ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت مین جب کہ مدعی توفیق
کرے استیفا یا ابرا ہو سو کا کذا فی کواہن کمال ہم یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعویٰ کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار
ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو مین متفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعویٰ کرتا ہو تو مقبول نہین اسواسطے
کہ مدعی مکذب ہے اوس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقعی میرے گیارہ سو تھے سو مین سو وصول کیا
یا مین نے اوسکو معاف کر دیئے تو دعویٰ اقل مین بہی گواہی مقبول ہے وھذا فی الدین اور یہہ جو شرط موافقت بین الشہادتین لفظا بحسب معنی
دین کے دعویٰ مین ہے تو اسم اشارہ اوسکے طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الحاشیہ وفی العین تقبل علی الواحد کما
لو شهد واحد ان هذا العبد له واخر ان هذا له قبلت على العبد الواحد الذى اتفقا عليه اتفاقا اور دعویٰ مین عین
گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے
تو گواہی مقبول ہے اوس ایک غلام پر جسپر دونون شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط وفی العقد لا تقبل
مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرهما عزمی زادہ اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعویٰ اقل المالین کا
یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع على هذا الاصل بقوله فلو شهد واحد بشراء
عبد او كتابته على الف واخر بالف وخمس مائة ردت لان المقصود اثبات العقد وهو يختلف باختلاف البدل فلم يتم العدد
على كل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اوسکے مکاتب ہونیکی ہزار درم پر اور
دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف
ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے
اوس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہوگیا ثمن کے اختلاف سے اور ہو اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر ومثله
العتق بمال والصلح عن قود والرهن والخلع ان ادعى العبد والقاتل والراهن والمرأة لف ونشر مرتب اذ مقصودهم اثبات
العقد كما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور قاتل مدعی ہو صلح مین اور
راہن رہن مین اور خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب اثبات
عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعى الاخر كالمولى
مثلا فكدعوى الدين اذ مقصوده هو المال فتقبل على الاقل ان ادعى الاكثر كما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلا مولے مدعی ہو تو وہ دعوی
دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعویٰ کرتا ہو چنانچہ
مذکور ہو چکا ہم توضیح دعاوی مذکورہ اسطرح ہے کہ غلام کے مولے نے کہا کہ مین نے تجھکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعویٰ کرتا ہے کہ ہزار درم پر
یا ولی قصاص کہتا ہو کہ مین نے تجہہ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعویٰ کرتا ہے اسیطرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر والاجارة كالبيع
لو في اول المدة للحاجة لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہم یعنے اگر مستاجر یا موجر
دعویٰ کیا کہ اس گہر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہین سو ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا
مانند بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفای منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت
نہوگا کذا فی الفتح وكالدين بعدها لو ادعى المؤجر ولو المستأجر فدعوى عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانیکے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر
مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعویٰ ہے بالاتفاق ہم دعوی موجر مین بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ حاصل

کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہی تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دیں اور دوسرا پندرہ سو کی اور موجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھ قصور نہیں ہو
بعد مدت کے سوای اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوی ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہی تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اوسکے
اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وصح النکاح بالالف ای بالف مطلقا استحسانا
خلافا لهما اور صحیح ہے نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کہ اونکے
نزدیک نکاح باطل ہے وجہ استحسان یہ ہو کہ مال تابع ہی نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہی اور اسمین اختلاف نہیں بلکہ تابع مین
پھر جب تابع مین یعنی مال مین اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضا بنکاح لازم ہوگی
کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ بالارث الجر بشہادۃ ارث بان یقولا مات وترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت مین جر میراث کا بیان
کرنا لازم ہو اسطرح کہ شاہدین کہین کہ مورث مرگیا اور متروکہ کو اوس نے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہم جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک تک
طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے متروکہ مین ولہذا مورث لونڈی مین وارث پر استبرا واجب ہی اور
وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور متجدد محتاج ہے نقل کا تو استصحاب حال مثبت نہیں ہو اور ابو یوسف کے نزدیک جر شرط لازم
نہین اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہی بطور خلافت کے مورث سے ولہذا وہ بیع بسبب عیب کے رد کر سکتا ہی تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی
ہو الا ان یشہد ابملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر ومستعیر وغاصب ومودع فیغنی ذلک عن الجر لان
الایدی عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہو مگر یہ کہ شاہدین گواہی
دین مورث کی ملک کی اوسکے مرنیکے وقت یعنی یون کہین کہ مورث تا مرگ اوسکا مالک تھا یا اوسکے ہاتھہ کی یعنے اوسکے قبض اور تصرف کی گواہی دین
یا اوس شخص کے قبض اور تصرف کی گواہی دین جو مورث کے قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینیوالا یا غاصب یا امانتدار تو یہ یعنی شہادت ملک
یا قبض مغنی ہے بیان جر میراث سے اسواسطے کہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہین بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی
ملک ثابت ہوی تو جر میراث صریحا ثابت ہو گئی ہم تا وقت موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہی اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہی یعنی قبضہ غصب
اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہو جاتا ہی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ غاصب اور امانتدار اگر بلا بیان
غصب اور امانت کے مرجاے تو مغصوب اور ودیعت اوسکی ملک ہو جاتی ہے اور اوسپر ضمان واجب ہو کر شرعا کذا فی الفتح ظاہر ہے اور مین کہتا ہون موت
تمام تصرف ولیل ملک میت ہی تو بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور امانت اوسکے پاس ہوتی تو اسیوقت
تک مین بیان کر دیتا پھر جب اوس نے بیان نکیا تو معلوم ہوا کہ جو اوسکے تصرف مین تھا سو اوسکا مملوک تھا انتہے مفتاح ولابد مع الجر الملک او الید
من بیان سبب الوراثۃ وبیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک ظہیریۃ اور شہادت میراث مین جر مذکور کے ساتھہ بیان کرنا
سبب وراثت کا ضرور ہو یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہ بیان ضرور ہی کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہو
یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور مولے کی شہادت مین یون کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولے ہی میت کا جسنے اوسکو آزاد کر دیا اور کوئی
اوسکا وارث نہین سوای اسکے اسواسطے کہ لفظ مولی مشترک ہی چند معانی مین کذا فی الطحطاوی وبقی شرط ثالث وہو قول الشاہد لا وارث لہ
لا نعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت ارث مین تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہین سوای مدعی کے یا مین کسی وارث کو
نہین جانتا سوای اسکے ورابع وہو ان یدرک الشاہد المیت والا فباطلۃ لعدم معاینۃ السبب ذکرہما البزازی اور باقی رہی چوتھی
شرط وہ یہ ہو کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہین تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر
کیا ودرر ذکر اسم المیت لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت مین شرط نہین فلو شہدا انہ جدہ ابو ابیہ سو اما لا اسمہ صح الا فرحت لقیامہ

بخلاف ما لو شہد انہا کانت سالکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی دفع للمدعی للمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اوس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گہر مدعی کا ملک تہا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تہا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض مین تہا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہین ہم پہلی صورت مین دلانیکی وجہ یہہ ہو کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکہین تا عدم ثبوت انتقال اور مقر بہ یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہین کہ اوسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تہا یا بطور ملک کے تو یہہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ دلانیکے حق مین نہین خلاصہ یہہ ہو کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گہر سابق مین مدعی کے قبض مین تہا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہو بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اوسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تہا تو اوسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحاوی بتصرف والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیہ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہہ ہو کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم کے قبض کے نہ چند قسم کی ملک کے کذا فی البزازیہ ہم قبض منقضی جو زندہ کا قبض او ہو نہ قبضہ میت کا اسواسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المغنی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض مین ناحق تہی تو یہہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی بہ یہہ ہو کہ ہان یہہ بہی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر بعد کے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی

فروع مسائل متفرقہ شاہد کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمسمائۃ قبلت بالف الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو اوسکے دئیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اوس شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بہی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دیوے تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ہم اور دوسرا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ تکذیب اوس شہادت مین ہو جو اسکی مضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہین ولا یشہد من علم بحق حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دیوے اپنی دانست سوپیان تک کہ مدعی اوس کا اقرار کرے ہم جنین اور یکافی مین ہو کہ پوری ہزار کی گواہی نہ دے جب اوسکو معلوم ہو کہ مدیون نے اوسی سے پانسو ادا کئے ہین تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنیکا اقرار نکرے تاکہ شاہد مدد گار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریۃ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر صدر الشریعۃ قولہما کذا فی دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہم امام کی دلیل یہہ ہو کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہو تو رنگت مین دہوکہا پڑ سکتا ہے لہذا اوسکا اختلاف مانع شہادت نہین وہذا اذا لم یذکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہہ یعنی عدم اعتبار رنگ اوس وقت ہو جب کہ مدعی نے اوسکی رنگت مذکور نکی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹہیریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیۃ مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا بطریق ادای متفرق اور شاہدون نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارگی کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیۃ شہدا ان علیہ الحی بانہ کان علیہ کذا تقبل الا اذا سألہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو علیہ بحر دو شاہدون نے گواہی دی زندہ کو دین مین اس طرح کہ اوسپر اتنا دین تہا تو مقبول ہے مگر جبکہ ایسے شاہد سے پوچہا گیا کہ بقای دین کا سوال کیا

گواہ شاہدون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں تو گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین مین مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یہ نکہین کہ مرگیا اور دین موجود ہو کذا فی البحر قلت ویخالفه ما فی معین الحکام من ثبوته بمجرد بیان سببه وان لم یقولوا مات وعلیه دین انتهی والاحتیاط لایخفی مین کہتا ہون بحر الرائق کے مخالف ہو وہ قول جو معین الحکام مین ہی ثابت ہوجانے دین کو بمجرد بیان سبب مین اگرچہ شاہدین نے یہ نکہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اوسپر موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہین ہم یعنی بحر الرائق کے قول مین احتیاط ہو تا مال مین تو فیر ہے وارثون کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنے بحر الرائق کا قول ضعیف ہو اور احتیاط امر میت مین مقدر کافی ہے کہ خصوصے قسم لیجائے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشهدا به فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شهدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول اصح مین چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی جامع الفصولین ہم ادعاء ملک ماضی قرینہ ہی نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہین شہادہ ماضی مین باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ

یہ باب ہو گواہی پر گواہی دینے کا م شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہین کیونکہ وہ عبادت بدنی ہی اور نیابت جاری نہین عبادت بدنیہ مین لیکن فقہانے بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہی بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بجہت بیماری وغیرہ کے ادای شہادت سے عاجز ہوتا ہی تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہی اگرچہ بکثرت ہو یعنی فرع کی شہادت پر شہادت پیر اونکی فروع کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی الدر المختار ہی مقبولة وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطهما بالشبهة شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروع مین کثرت اور تعدد ہو مقبول ہی بطریق استحسان کے ہر حق مین بقول صحیح مگر حد اور قصاص مین مقبول نہین بسبب ساقط ہوجانے دونون کے شبہہ سے وجاز الاشهاد مطلقا اور جائز ہی شاہد کرنا ہر طرح یعنی بعذر وبلا عذر م خزانۃ المفتیین مین ہی کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہو تا ہو اگر اصول کو بیماری یا غیبت سے عذر پیش آوی تو فروع گواہی دین لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت او مرض الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہین مگر بشرط متعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجانے سے وما نقله القهستانی عن قضاء النهایة فیه کلام فانه نقله عن الخانیة هنا وهو خطأ والصواب ما هنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہی اسمین کلام ہو سو قہستانی نے اوسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ مین خانیہ کی کتاب القضا مین ہی وہ خطا ہی اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ مین ہی م قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا مین ہی کہ اصل جب مرجاوی تو اوسکی فرع کی شہادت مقبول نہین تو حیات اصل کی شرط ہی انتہی حلبی نے کہا کہ تحقیق عبارت خانیہ کی دیکھی اسمین نقل نہایہ سے نہین طحطاوی نے کہا بہتر یہ تہا کہ شارح یون کہتا فانه نقله منها من الخانیة چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہی شرح ملتقی مین انتہی لہذا مترجم نے اسیطرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بغیبته بحیث یتعذر ان یبیت باهله واستحسنه غیر واحد وفی القهستانی والسراجیة وعلیه الفتوی واقره المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہی اسطرح کہ متعذر ہو شکو اپنے لوگون مین رات کا سونا اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ مین ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین م جدیکہ سفر و بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا مین حاضر نہوسکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہو اور یہی قول ہے ابو یوسف سی روایت ہی کہ اگر صبح سو ادای شہادت کے واسطے جاوی اور اپنے گہر مین رات نہ آسکے ... کا مین قول پر فتوی ہو ... او کون المرأة مخدرة قول سے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریة ... اصل مخدرہ ہو یعنے عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردون سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت ... لکنه ... علیه ...

سلطان اور امیر شہر مین ہون تو انکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہین مگر کسیکے نزدیک کذا فی الطحطاوی وَہَل یجوز للمحبوس ان یُشہِد
غیرَہٗ قال فی الخلاصۃ نعم وَفی العزمیۃ للمصنف فی الوکالۃ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے مگر خلاصہ مین کہا ہان اگر حاکم حکومت نے حبس کیا ہو تو
جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ مین ذکر کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ ہمین جانا ہو کہ زمانے کے مشائخ مختلف ہین بعض نے
کہا کہ اگر کسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہین کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہے اور اگر والی کے محبس مین ہو اور
نکالنا اسکا ممکن نہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وَقولُہٗ عند الشہادۃ عند القاضی قیدٌ للکل لا لِلاطلاق جوازِ الاشہاد لا لاداء
شہادۃ اور مصنف کا یہہ قول کہ قاضی کے روبرو ادای شہادت کیوقت حضور اصل متعذر ہو یہہ قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور
سفر اور پردہ نشینی عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادای شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول مین کہ جاز الاشہادُ مطلقاً وَبشرط
شہادۃِ عددٍ نصابٍ وَلو بجملۃٍ وامرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتین
ہون وَمَا فی الحاوی غلطٌ بحرٌ اور جو قول حاوی مین ہے غلط ہے کذا فی البحر م حاوی مین ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتون کی گواہی مقبول نہین کذا فی
الطحطاوی عن کل اصلٍ ولو امرأۃً نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا تغایُرُ فرعی ہٰذا و ذاک خلافاً للشافعی
نہ مغایر ہونا اس اصل کی دو فرعکا اور اوس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی کے یعنی یہہ واجب نہین کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغایر ہون بلکہ دو
شاہدون کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہین خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہون یا وہی شاہد دونون کے
ہون اور امام شافعی کے نزدیک یہہ شرط ہے کہ چار شاہد ہون دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وَکیفیتُہا ان یقول الاصلُ مخاطباً للفرع وَلو
ابنہٗ بحرٌ اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اوسکا یہہ ہے کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ
فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ مین ایسی شہادت دیتا ہون ہم یہہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے اس واسطے کہ فرع کو
اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین اگرچہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وَیکفی سکوتُ الفرعِ وَلو ردّہٗ ارتدّ
قنیۃ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اوسکو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نکرے تو اشہاد رد ہوگا کذا فی القنیۃ یعنی بعد رد کرنیکے اگر گواہی
دیگا تو مقبول نہوگی وَلا ینبغی ان یشہد علی شہادۃِ من لیس بعدلٍ عندہٗ حاوی اور لائق نہین فرع کو گواہی دینا اوس اصل کی گواہی پر جو اسکے
نزدیک عادل نہین کذا فی الحاوی ہم بحر الرائق مین خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ مین
مُسیئ یعنی بدکار ہو بسبب ترک کرنے احتیاط کے وَیقول الفرعُ اشہد ان فلاناً اشہدنی علی شہادتہٖ بکذا و قال لی اشہد علی شہادتی
بذلک ہٰذا اوسطُ العباراتِ وفیہ خمسُ شیناتٍ والاقصرُ منہ ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرعُ اشہد علی شہادتہٖ
بکذا وَعلیہ فتوی السرخسی وغیرہ ابن کمال وہو الاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی کہ فلان
شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اوس نے مجھسے کہا کہ تو شاہد ہو میری اوس شہادت پر شارح نے کہا یہہ سب عبارتون مین اوسط عبارت
ہے اور اسمین پانچ شین ہین اور اس سے مختصر زیادہ یہہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اوسکی اس شہادت پر
اور عبارت مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتویٰ ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی مین زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت
اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہہ عبارت ہے
کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے کہ اشہد ان فلاناً اشہد عندی ان لفلانٍ علی فلانٍ کذا من المال واشہدنی علی شہادتہٖ وامرنی ان اشہد علی شہادتہٖ وانا اشہد
علی شہادتہٖ بذلک اس عبارت مین آٹھ شین ہین اور اوسط عبارت مین پانچ شین ہین اور اقصر مین دو شین ہین عنایہ مین ہے کہ اقصر علیہ فقیہ
ابو اللیث اور استاد اوسکے ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر وَیکفی تعدیلُ الفرعِ لاصلہٖ ان عرفت الفرعُ بالعدالۃ والا تقبل

ف یعنی گواہی دینے والا کہے کہ فلان شخص نے میرے سامنے گواہی دی ہے اس بات کی کہ فلان شخص کا فلان شخص پر اتنا مال ہے اور مجھکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی کہ اوسکی گواہی پر گواہی دون اور مین اوسکی گواہی بالفاظ مذکورہ اس باب مین گواہی دیتا ہون ۱۲

اصل اوسکا بت کرنے سے تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فروع مشہور بعدالت ہون اور نہین تو اصول کی فروع سے بھی تعدیل جائز ہوگی کما یکفی
تعدیل احد الشاهدین صاحبه لان العدل لا یتهم بمثله جیسے کفایت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد اپنی کو
قول صحیح مین اسواسطے کہ عادل متہم نہین ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی تعدیل سے ہم یعنی بعضون کے نزدیک یہہ جائز نہین کیونکہ وہ متہم ہے ہواسطے
کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی اوسپر حکم دے لیکن مقبول اصح جائز ہے اسواسطے کہ عادل
تعدیل شاہد سے متہم نہین جیسے اپنی ذات کی شہادت مین متہم نہین یعنی اوسکی ذاتی شہادت بھی اس منفعت کی متضمن ہے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی
اوسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اوسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہین کیا ویسے ہی تعدیل شاہد مین بھی کذا فی الفتح وان
سکت الفروع عنه نظر القاضي في حاله وكذا لو قال لا نعرف حاله على الصحيح شرنبلالية وشرح المجمع وكذا لو قال ليس بعدل
على ما في القهستاني عن المحيط فتنبه اور اگر فروع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال مین یعنی فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر
غیر فروع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دیگا اور نہین تو نہین کذا فی النہر اور اسیطرح حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ مین اوسکے حال کو نہین جانتا کذا فی الشرنبلالیہ
وشرح المجمع اور اسیطرح اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہین چنانچہ قہستانی مین محیط سے ہے سو آگاہ رہنا وتبطل شهادة الفرع بامور منها نهيهم عن الشهادة
على الاظهر خلاصه وسيجيء متنا ما يخالفه اور باطل ہو جاتی ہے فرع کی گواہی چند امور سے بسبب منع کرنے فروع کے شہادت سے یعنی اصول نے فروع
کو کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فروع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آویگا متن مین مخالف اسکے ومنها خروج اصلها عن اهليتها
بفسق وخرس وعمى اور باطل ہوتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکلجانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے بسبب فسق اور گونگی اور نابینائی کے یعنی اگر اصل شاہد
فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسیطرح جنون اور ارتداد ومنها انكار اصله الشهادة لقولهم ما لنا شهادة او لم نشهدهم او
اشهدناهم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا یون کہنا کہ ہم گواہ نہین ہیں یا انکو گواہ نہین کیا
یا ہمنے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی مین ہے صورت مسئلہ یہہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہین پھر وہ مر گئے یا غائب ہو گئے پھر فروع
آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اوس حادثہ مین اور اگر اصول موجود ہین تو فروع کی شہادت کے طرف التفات نہین اگرچہ اصول منکر ہون کذا
فی النہر ولو سئلوا فسكتوا قبلت خلاصه اور اگر اصل سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انہون نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو
فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ ہم اس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہے شهدا على شهادة اثنين على فلانة بنت فلان الفلانية و
قالا اخبرانا بمعرفتها وجاء المدعي بامرأة لم يعرفا انها هي قيل له هات شاهدين انها هي فلانة ولو مقرة اگر دو شاہدون نے گواہی
دو شخصون کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعین نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اوس عورت کو جانتے
ہین اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہین پہچانتے کہ یہہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ
عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ مین وہی عورت ہون ہم صدر الشریعہ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہہ ہے کہ یہہ شرط نہین کہ فروع مشہود علیہ کو جانتے
ہون اور یہہ غرض نہین کہ نسبت پوری ہے اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاہد جب کہ اوسکے دادا کا ذکر کیا تو اسکے صنعت یا قبیلہ مخصوصہ کے
طرف نسبت کرنا لازم نہین تعریف اسکی پوری ہوتی ہے بلکہ مدعی سے اسکے اصول لاؤ طلب ہوگی کہ نسبت ثابت ہو چکی دونون کی شہادت
سے اور مدعی دعوی کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ مین ثابت ہے مگر یہہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اوسکا اثبات حاضرہ کے واسطے
تو یہہ گواہی شہادت کا مرتبہ ہے مانند ہے جو اور شاہدون سے پوری ہوتی ہے انتہی ومثله الكتاب الحكمي وهو كتاب القاضي الى القاضي لانه
كالشهادة على الشهادة فلو جاء المدعي برجل لم يعرفا كلفه اثبات انه هو لو منكرا لاحتمال التزوير بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند
کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اسواسطے کہ وہ بمنزلہ شہادت علی الشہادہ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی نے خط کو شاہد

نہین پہچانتا ہو تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو تحلیف دیگا جو سببات کی اثبات کی کہ یہہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو
بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتراك البیان لما بسطہ القاضیخان اور اشتراک کے مدعی کو بیان کرنا
لازم ہو چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضیخان نے ہم قاضیخان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام
اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہین ہون اور قاضی مکتوب الیہ اوسکو نہین جانتا تو مدعی سے کہے کہ
تو گواہون سے ثابت کر کہ یہہ فلان بن فلان ہے پہر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان بن فلان ہون اور اس محلہ یا اس قبیلۂ خاصّہ یا اس شہر مین
میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اوس سے مندفع ہوگی انتہے ملخصًا کذا فی الطحطاوی ولو قال
فیها التمیمیّة لم یجز حتی ینسبها الی فخذها ای جدها اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ مین عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہین یہان تک کہ
اسکو اوسکے قبیلۂ خاصّہ کے طرف نسبت کرین چنانچہ اوسکے دادا کے طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا اوس سے معرفت حاصل نہین ہوتی جب تک
قبیلۂ خاصّہ کے طرف نسبت نہو ہدایہ مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلۂ خاصّہ کی ہے اور زیلعی نے جد سے کی ہو خلاصہ مین ہو الحاصل اعتبار تو حصول
معرفت کا ہو اور ارتفاع اشتراک کا ایضاح مین ہے کہ عجم یعنی غیر عرب مین ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلۂ خاصہ کے ہو اسواسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین
زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چہہ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے
کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہو اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہو اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی
نسبتها لزوجها والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہو عورت کی نسبت اوسکے زوج کے طرف اور مقصود اعلام ہے یعنی جسطرح سے کہ حاصل ہو و
اشهدہ علی شهادتہ ثم نهاہ عنها لم یصح ای نهیہ فلہ ان یشهد علی ذلك درر واقرہ المصنف هنا لانہ قدم ترجیح خلافہ عن
الخلاصہ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پہر اوسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنی منع کرنا صحیح نہین تو فرع کو جائز ہو کہ اوسپر گواہی
دیوے کذا فی الدرر اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکی خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اوسکو عنقریب ذکر
کر چکا کافران شهدا علی شهادة مسلمین لكافر علی كافر لم تقبل كذا شهادتهما علی القضاء لكافر علی كافر دو کافرون نے گواہی دی دو
مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے
کافر پر مقبول نہین وتقبل شهادة رجلین علی شهادة ابیهما وعلی قضاء ابیهما فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک
کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا فی الدرر بخلاف ملتقط یعنے اوسمین عدم قبول مذکور ہے من ظهر انہ شهد بزور
بان اقر علی نفسہ ولم یدع سهوا ولا غلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اوسنے جہوٹی گواہی دی الخ ظاہر ہوا کہ اوسنے
اپنی ذات پر جہوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہے ہم شہادت زور کی ظہور کی یہہ
صورت ہو کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اوسکی موت کی گواہی دی پہر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رؤیت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور
آسمان پر کچہہ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکہلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہو شہادت باطلہ
عمدًا کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینة لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ من قبیل نفی ہے
ہم اسواسطے کہ گواہ یہہ کہین گے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور سب کے طرف التفات نہو گا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزّر بالتشهیر وعلیہ الفتوی
سراجیة جسکی گواہی جہوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جائے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہہ طریقہ ہو کہ اگر شاہد شخص بازاری
ہو تو قاضی اوسکو بازار مین بہیجے اور اگر بازاری نہین تو اوسکی قوم کے طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بہیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ
ہمنے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا اماماعظم نے اسکو پسند کیا وزاد

ضربه وحبسه مجمع اور صاحبین نے اوسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کہا ہی کذا فی المجمع مصنف فتح القدیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہی اور کہا ہو کہ یہی حق ہی
واللہ علم وفی البحر وظاهر کلامہم ان للقاضی ان یسخم وجهه اذا رأه سیاسة اور بحر الرائق مین ہے اور ظاہر کلام فقہا یہہ ہو کہ قاضی کو
جائز ہے کہ جہوٹے گواہ کا مونہہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اوسکو مصلحت دیکہے وقیل ان رجع مصرا ضرب اجماعا وان تائبا لم یعزر اجماعا
اور بعضون نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہو کر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرنے کے رجوع کرے تو باتفاق اوسپر تعزیر نہین ہے
اصرار کی یہہ صورت ہی کہ شاہد کہے کہ مین نے یہہ جہوٹی گواہی دی اور مین ایسی گواہی سے نہ پہرونگا کذا فی الفتح وتفویض مدة توبته الی رای القاضی
علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا او مستورا لا تقبل شهادته ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنیکی مدت قاضی کی رای پر مفوض ہے بقول صحیح اگر
شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اوسکی گواہی کبہی مقبول نہین ہے اسواسطے کہ اوسکی توبہ معلوم نہین ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت
وعن الثانی تقبل وبه یفتی حلبی وغیره مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول
ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العینی وغیره ہم اسواسطے کہ اوسکی توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی **باب الرجوع عن الشهادة** یہہ باب ہی شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادة یعنی گواہی دیکر پلٹنا باب الرجوع عن الشهادة
اور پہر جانا اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہی نفی کرنے اوس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی هو ان یقول رجعت عما شهدت به ونحوه
رجوع عن الشہادة یہہ ہی کہ شاہد کہے کہ مین پہرا اور پلٹا اوس چیز سے جسکی مینے گواہی دی اور مانند اس کلام کے ہم چنانچہ یون کہنا کہ مینے جہوٹی
گواہی دی یا مین جہوٹ بولا اپنی گواہی مین کذا فی الطحطاوی یا مین مبطل تہا شہادت مین یعنے ناحق پر تہا اسمین کذا فی الدرر فلو انکرها لا یکون
رجوعا تو اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہہ انکار رجوع عن الشہادت نہین والرجوع شرطه مجلس القاضی ولو غیر الاول لانه فسخ او توبة وهی
بحسب الجنایة لما قال علیه الصلوة والسلام السر بالسر والعلانیة بالعلانیة اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا
دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہی کہ رجوع عبارت ہی فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہی چنانچہ
رسول علیه الصلوة والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ ہے یعنے شہادت زور گناہ ہی مجلس قضا مین تو اوسکی توبہ بہی
مقید بمجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشهود علیه رجوعهما عند غیره وبرهن او اراد یمینهما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوی کیا
مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادة کا غیر قاضی کے روبرو اور اوسکو بگواہی ثابت کیا یا در صورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو
مقبول نہین بسبب فاسد ہونے دعوے کے ہم یعنی بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہین اور یہہ دعوی کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی مین رجوع کیا باطل
ہی لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعه عند قاض وتضمینه ایاهما ملتقی بخلاف اوسکے اگر دعوی
کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ہم یعنے اگر یہہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس
رجوع عن الشہادة کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا اون پر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہی بسبب صحیح ہونے دعوی کے
کذا فی الدرر وبرهن انهما اقرا برجوعهما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملك یا مدعا علیه گواہ لایا اس پر کہ دونون
شاہد نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن ملك یعنی گویا ابہی
رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بها سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اوس شہادت کے حکم کرے
تو شہادت ساقط الاعتبار ہی قاضی اوسپر حکم نکرے ولا ضمان دررا ولو عن بعضها لانه فسق نفسه بتمام الفسق این اور قبل حکم شاہد پر
ضمان نہین اور اوسکو تعزیر دیجاوے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع
الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہین کذا فی البحر ہم قبل حکم ضمان نہین بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے یہی تعزیر مراد ہی جو شاہد زور

مین مذکور ہو چکی یعنی مشہور امام کے نزدیک اور صرف اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اوسکی عمارت کی اور گہوڑی
اور راہ سکے بچے کی گواہی دی پہر عمارت اور بچے مین رجوع کیا ولعدالۃ لو تغیرت المطلقا لم تجز بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی
طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع کے وقت برابر ہو اوس حال کے جو شہادت کے وقت تہا یا اوس سے بالاعلی ہو کذا فی البحر بسبب راجح ہوجانی خبر اول
کے قضا سے ہم اگر شارح توضیح کرتا لترجح الخبر الاول من الشاہد بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہرا ضمیر حکم کے طرف راجع ہے اور وہ خلاف
مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدون کی خبر ثانی متناقض سے خبر اول کے تو حکم متوقف نہین ہوسکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی
صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہوچکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی العطایا وبخلاف ظہور
الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا ولا یضمن الشہود لما ان الحاکم
اذا اخطأ فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اوس صورت مین باطل ہوجاتی
ہے اور مقضی لہ پہیر دے جو اوسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہوگیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور
ہوچکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ہم صورت مذکورہ مین خطای حاکم یہہ ہے کہ اوسنے حال شہود کا تفحص نکیا
تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجأ
الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دین مشہود علیہ کے اوس مال کا جس مال کو اونہون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب ازقسم
ہوئی تعدی کے راہ سے ساتہہ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنی قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ہم امام شافعی کے نزدیک
شہود پر ضمان نہین جب کہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اوسکا جواب یہہ ہے
کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ہونے کا اقرار کیا یعنے شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہے کیونکہ
قاضی پر حکم دینا واجب ہے جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا اینکہ اگر حکم ندے تو گنہہ گار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض المدعی المال ام لا بہ
یفتی جزم بہ فی البزازیۃ والخلاصۃ وخزانۃ المفتیین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصۃ
وخزانۃ المفتیین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز
اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتہہ اوس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا
فکالثانی ذکرہ القہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہو یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین
ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکہا ہے قہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہہ ہے
کہ ضمان مقید بمماثلت ہے سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہوگئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اوسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور
دین مین ملک اوسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ
لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور ضمان مین اوسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اوس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے
حساب کا فان رجع احدہما ضمن النصف تو اگر ایک شاہد پہر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ ہر دو کی شہادت مین
ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجع پر اوسکا ضمان ہے
جسمین حجت باقی نرہے وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان ندیگا
ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بھی پہر گیا تو
دونون شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دین ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک شاہد ان حجت

امرأتین رجل وامرأتان ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جاوے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال کا ضامن ہوگی اسواسطے کہ شہادت پر اوسی شخص باقی ہیں جن سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں ہم اسواسطے کہ ایک شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوۃ من رجل وعشر نسوۃ لم تضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دیگی اسواسطے کہ اوسقدر شاہد باقی ہیں جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ لبقاء ثلثۃ ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے ہم اسواسطے کہ نصف حق سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کے رجوع سے تلف ہوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس یعنی سو اگر ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان ششمی حصوں کے حساب سے ہے یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتوں پر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بجای ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کی ہوئیں تو ایسا ہو گیا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر پھر گئے تو ان پر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہ النصف وعلیہن النصف فقط اور صاحبین نے کہا کہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے ہم صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کی ہیں ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بمہر المثل او اقل اذ الاتلاف بعوض کلا اتلاف اور ضمان نہیں دیتا شاہد راجع نکاح میں جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنے مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے ہم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اوسکی تصریح کریگا صورت اوسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی کیا نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا کمتر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمناها لو ہی المدعیۃ وهو المنکر عزمی زادہ اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دیں زوجہ کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اوس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کی برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اوس کا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوجہ کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اسواسطے کہ شاہدوں نے بدون عوض بقدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جب کہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلها فلا ضمان علی المعتمد لعدم المماثلۃ بین البضع والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں منقول معتمد بسبب نہ ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہ ترکیب سہو ہے کہ مسئلہ اولے میں شہادت اصل نکاح پر نہیں حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں لکھتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو متقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے حالانکہ شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوجکے تملک سے جو ضمان اور متقوم ہوتا ہے تو وہ انکے اظہار تعظیم کیواسطے کیونکہ اوس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحاوی بخلاف ما لو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمنا لها لاتلافهما المہر بخلاف اوسکے صورت کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر وہ دونوں شہادت سے پھر گئے تو وہ دونوں شاہد ضمان دینگے بسبب تلف کرنے مہر کے

وضمنا في البيع والشراء ما نقص عن قيمة المبيع لو الشهادة على البائع او زاد لو الشهادة على المشتري للاتلاف بلا عوض اور دونون
شاہد ضمان دین بیع اور شرا مین مستحقہ کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دین مستقد کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو
بسبب اتلاف بلا عوض کے ہم اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونون کی تعلیل ہے پہلی صورت یہہ ہی کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس
مرد سے بعوض ہزار درہم لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضمان دین کیونکہ انھون
نے ہزار درم تلف کیے اور دوسری صورت یہہ ہی کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہہ غلام دو ہزار کو لیا اور اوس پر ثمن ہے اور مشتری اوسکا منکر ہے
سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایکہزار کا ضمان دین اسواسطے
کہ انھون نے مشتری کے ایکہزار تلف کیے کذا فی الدرر ولو شهدا بالبيع وبنقد الثمن فلو في شهادة واحدة ضمنا القيمة ولو في شهادتين
ضمنا الثمن عینی اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کی ساتھ ایکہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور
اگر دو شہادت مین گواہی دیکی یعنی ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دین کذا فی العینی ہم اسواسطے کہ پہلی صورت مین مقضی بہ بیع ہی ثمن
اور دوسری صورت مین ثمن باستقلال مقضی بہ ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شهدا على البائع بالبيع بالفين الى سنة وقيمته الف فان شاء ضمن
الشهود قيمته حالا وان شاء اخذ المشتري الى سنة وايهما اختار برئ الآخر وتمامه في خزانة المفتيين اور اگر شاہدون نے بائع پر
دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لیعنی ہزار کا اور چاہے
مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یکسال اور دونون مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا
خزانۃ المفتیین مین ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مینے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہی سو شاہدون نے بہی
گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہی دونون مین سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنیکے
وقت دو ہزار درم پھر لین اونکو ایک ہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردین سو اگر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور اوسکو پھیر دے سو اگر اوس نے
بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہہ بمنزلہ بیع جدید کے ہی تو بائع سے وہ دو ہزار درم لے اور اوسکا کچہہ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا
جو دو ہزار اوسنے شاہدین کو دئے ہین اونکو پھیر لے اور جو شاہدون نے ایک ہزار درم بائع کو دئے تھے وہ بائع سے پھیر لین کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات وشرح
الطحاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تہا خزانۃ المفتیین سے لہذا ترجمہ اوسیکا مناسب دیکہا وفي الطلاق قبل وطي وخلوة ضمنا نصف
المال المسمى او المتعة ان لم يسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کی شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف المسمی کا یا متعہ کا ضمان دین اگر
مہر مسمی نہو ولو شهد انه طلقها ثلثا واخران انه طلقها واحدة قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المهر على شهود الثلث لا
فيد الحرمة الغليظة اور اگر شاہدون نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اوس نے
اوسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون شاہد شہادت سے پھر گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہے نہ اونکے غیر پر بسبب
حرمت غلیظہ کے ہم اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دیگا کیونکہ وہ مفید نہین ہے اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات
ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہی کذا فی المنح حلبی نے کہا قبل دخول دونو گواہیون کی قید ہے ولو بعد وطي او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی
طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان نہین ہم یہہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہے اور تحفہ مین ہے کہ ضمان نہین مگر اوس قدر جو
مہر مثل پر زیادہ ہو کذا فی المنح ولو شهدا بالطلاق قبل الدخول واخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شهود الدخول ثلثة ارباع المهر
وشهود الطلاق ربعه اختيار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو اور شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر سب شاہد رجوع کر گئے
تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنی پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتہائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختیار ولو شهدا بعتق

وجبا ضمنا القیمة لمولاه مطلقا ولو معسرین لانه ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنیکی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے
تو غلام کے مولے کو اوسکی قیمت کا ضمان دین مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق
الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ھدایہ اور ولا یعنی حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والیکے واسطے ہے بسبب پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے
شاہدوں کی طرف تو حق ولا اونکے طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا ما نقصه وهو ثلث قیمته اور مدبر میں شاہدین ضمان دینگے
اوسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کر دیا یعنے اوسکی تہائی قیمت ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے فیصلے مدبر
ہونیکا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اوسکے مولے کو تہائی قیمت کا ضمان دین اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے فان ہو ولو
مات المولی عتق من الثلث ولزمهما بقیة قیمته وتمامه فی البحر اور اگر مولے مرگیا تو آزاد ہوگا برا اوسکے ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو
اوسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یعنے اگر مولے مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہو جائیگا اور
قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر دونوں کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابة یضمنان قیمته کلها وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں
شاہد ضمان دین اوسکی پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنے بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار
درہم پر مکاتب کیا بعوض یکسال اور قیمت غلام کی پانسو ہے اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولے کو اختیار دیگا اگر
وہ تضمین شاہدین اختیار کرے تو اوسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نرہے گا کیا ہے اور مکاتب ہزار درہم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولے نے اتباع
مکاتب اختیار کیا تو شاہدوں سے ضمان نہ لیگا کذا فی العالمگیریة عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیه الیهما وتصدقا بالفضل اور مکاتب
آزاد نہوگا یہاں تک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اوسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے
لیا ہے اکثر ہو اوس قیمت سے جسکا وہ ضمان دیچکے ہیں مولے کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو اونکو حلال طیب ہیں اور پانسو کو خیرات کریں
یہ مذہب ہے طرفین کا والولاء لمولاه ولو عجز عاد لمولاه ورد قیمته علی الشهود اور ولا مکاتب کی اوسکے مولے کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز
ہوگیا ادائے بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر آویگا اپنے مولے کیطرف اور مولے اوسکی قیمت جو شاہدوں سے لیچکا ہے شاہدوں کو پھیر دے وفی
الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتها بان تقوم قنة وام ولد لو جاز بیعها فیضمنان ما بینهما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دین ام ولد کے نقصان
قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھیرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اوسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دین شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین ہے
ہم صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولے منکر ہے سو قاضی نے اوسکے ام
ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھہ لڑکا نہو اور مولے زندہ ہو تو نقصان قیمت کا ضمان دین کذا فی العطاء عن العینی
وھکذا فی العالمگیریة عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درہم ہے اور ام ولد کی در صورت جواز بیع دو سو قیمت ہے تو شاہدوں کو
سو درہم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا بقیة قیمتها امة للورثة وتمامه فی العینی اور اگر مولے مرگیا تو ام ولد آزاد ہوگی
اور شاہد وارثونکو ضمان دین اوسکی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیة فی مال الشاهدین
وورثا اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہونگے ہم یعنی شاہدین نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا قتل کیا
سو قاضی نے اوسکے قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال
سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنے اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو وہ دونوں اوسکے وارث
ہونگے کذا فی البحر ولا یقتصان لعدم المباشرة اور شاہدوں سے قصاص نلیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے ہاتھ سے اوسکو قتل نہیں کیا
قصاص میں پر آنا ولو شهدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اختیارا اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کرنیکی گواہی دی تو اون پر ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قصاص مال نہیں جاورن پر ضمان لازم ہو اکذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لان الشہادۃ فی مجلس القضاء صدرت منہم فکان التلف مضافا الیہم اور ضمان لازم
ہوگا شہود فرع پر بسبب اونکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے اونکی طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی مین شہادت فروع سے صادر ہوئی اور ضمان اونسے ہے
اور قاضی کا حکم اونہیں کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی النہایۃ ولا شہود الاصل بقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او
اشہدناہم وغلطنا ضمان دیں شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہمنے
اونکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا ہم بعد قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار شہادہ اصول کریں گے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ اونہوں نے تحمیل شہادت
کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر ولذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافہم ولا الفروع لعدم رجوعہم اور اسیطرح اگر اصول
کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو اون پر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کے جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع و لا
اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کا اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انہوں نے
غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہیں لوٹتا اونکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہیں پھرے بلکہ اونہوں نے غیر کے
رجوع کی گواہی دی کذا فی النہایۃ ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر گئے تو فقط فروع ضمان دینگے ہم یہ
قول ہے شیخین کا اسواسطے کہ سبب تلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہے
چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے اونہیں کی شہادت معاینہ
کی اور اصول کی بھی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں اونکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون
ولو الدیۃ بالرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدا خلافا لہما اور ضمان دیں مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان
دیت کا ہو بسبب پھر جانیکے تعدیل سے باوجود اونکی دانست کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین کے ہم امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہی شہادت
کے طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے
تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے تو گویا اون پر ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی
سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مجوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع نکریں اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد
ہیں تو اون پر ضمان نہیں اور نہ شہود پر کذا فی النہایۃ اما مع الخطاء فلا اجماعا بحر اور خطا کے ساتھ تو مزکیون پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے
ہم خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ ہمنے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی النہایۃ وضمن شہود التعلیق قیمۃ القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان
دیں شہود تعلیق کے قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گہر میں
داخل ہوگا تو تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گہر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر دو اور شاہدوں نے
وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین …
علت حکم ہیں اسواسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور جن شاہدوں نے یہ کلام ثابت کیا اور تعلیق لیکن شرط مانع تھی تو شرط پائی جانیکے
نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کے طرف بسبب زوال ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء
منافع نکاح کذا فی النہایۃ لا شہود الاحصان لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان
شرط ہی بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ
شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ شارح
کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی النہایۃ والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ ہم

بابت شہود تعلیق مین ہو چکا قوله وحد تہم علی التعلیق یعنی اگر یہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پہر جائین بلا رجوع شہود تعلیق تو بہی بقول صحیح اون پر ضمان
نہین کذا فی العینی مرشمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہہ ہے کہ شہود شرط کسی حال مین ضامن نہین چنانچہ زیادات مین منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال قا
ضمن شاهد الایقاع لا التفویض لانه علة والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دہی شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے
اور تفویض سبب ہم بحرالرائق مین ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دیلے اپنی ذات کو اور دو اور گواہون نے کہا کہ عورت نے
اپنی ذات کو طلاق دی اور یہہ ماجرا قبل دخول تہا پہر سب شاہد گواہی سے پہر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہو گا انتہے اب شرط اور علت اور سبب اور علامت مین
فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم مین نہ موثر ہو نہ اوسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم
مین موثر ہو اور سبب وہی جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحاوی واللہ اعلم
واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالة

یہہ کتاب ہے وکالت کے احکام مین ہم وکالت بفتح وکسر واو لغت مین اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہہ
کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اور بہروسا کر کے اپنی آسائش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم بامر مفوض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے
بمعنے مفعول یعنی جسکی طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحرالرائق مین ہے کہ وکیل بمعنے فاعل بہی ہوتا ہے جب کہ بمعنے حافظ ہو چنانچہ اس آیت مین
(حسبنا اللہ ونعم الوکیل) طحطاوی نے کہا اور یہہ بہی صحیح ہے کہ آیت مین وکیل بمعنے مفوض الیہ ہو مناسبته ان کلا من الشاهد والوکیل ساع
فی تحصیل مراد غیره مناسبت کتاب الوکالة کی کتاب الشہادة سے یہہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد
مین یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد مین ساعی ہے التوکیل صحیح بالکتاب والسنة قال اللہ تعالی فابعثوا احدکم بورقکم
غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالے نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت مین سو بہیجو ایک شخص کو اپنے درم لیکر ہم وجہ استدلال یہہ ہے
کہ یہہ بہیجنا بطریق توکیل تہا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہین جب کہ اللہ اور اوسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اوسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی
البحر و وکل علیه الصلوة والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیة اور رسول علیہ الصلوة والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید مین
ہم ابو داود نے اوس سند سے روایت کی جسمین ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بہیجا کہ آپ کے واسطے
قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خرید کی اور اوسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پہر ایک دینار سے دوسری قربانی خرید کی اور ایک
دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوة والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوة والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور اونکی تجارت کی واسطے برکت کی دعا
کی اور سند اسکی ترمذی مین ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیه الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع اور اتفاق
ہے وہی خاص وعام کانت وکیلی فی کل شیٔ عمّ الکل حتی الطلاق قال الشهید وبه یفتی وخصه ابو اللیث بغیر طلاق وعتاق
ووقف واعتمده فی الاشباه وخصه قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وهو المذهب کما فی تنویر البصائر و
زواهر الجواهر وسیجیٔ ان به یفتی واعتمده فی الملتقط فقال واما الهبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفة خلافا
لمحمد اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز مین یہہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہان تک کہ طلاق
کو بہی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ مین اور
قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھہ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات مین وکیل تصرف نکر سکے گا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر
اور زواہر الجواہر مین ہے اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسی پر ملتقط مین اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق مین تو وہ شخص وکیل نہو گا ابو حنیفہ
کے نزدیک بخلاف محمد ہم توکیل عام کی یہہ بہی مثال ہے کہ جو کچہہ تو کرے وہ جائز ہے اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز مین اور توکیل خاص کی مثال یہہ ہے کہ
تو میرا وکیل ہے اس چیز کی فروخت مین مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیة ولو لم یکن للسوال صناعة معروفة فالوکالة باطلة اور شرنبلالیہ

فرق شرط و سبب و علت و علامت

کتاب الوکالة

یعنی یوں کہا کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہ ہو تو وکالت باطل ہے ہم یہہ قول کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجای اپنی ذات کے توکیل
عام نہین ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اوسکا کوئی پیشہ مقرر نہین اور معاملات اوسکے مختلف ہین
تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وھو اقامۃ الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح مین توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو
اپنی ذات کے مقام پر آسایش یا عاجزی کی جہت سے اوس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے ہم جائز کی قید سے یہہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ
کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے
اور اسمین تصرف معلوم نہین اوس کا جواب یہہ ہے کہ توکیل عام نے الجملہ معلوم ہے تو اگر بالکل معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے
کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وھو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنے ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ہم تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل
کہا کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی البحر فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو ادنے تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا
کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شئے مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہے و درر مین ہے کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت
حفظ کے ہین ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النہی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے
اپنے مقام پر اوس شخص کیجانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا مین بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن
کمال ہم اصل تصرف کی ملک سے مراد یہہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم
ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہہ قول بنی ہے اس پر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے ملک تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل
تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار نحو طلاق و
عتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل
کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ہم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کے مالک نہین اور معلوم
ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہے وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اوسکے ولی کے
اوس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ
کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اوس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف
مسطور مین اور اگر اوسکو اوسکے ولی نے اذن ندیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اوسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ
کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا
او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور
موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد مین مر گیا معاذ اللہ یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل
نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائہما کما مر فی البیع الفاسد نظرا لاہلیۃ الموکل وان امتنع عنہ
الموکل لعارض النہی کما قدمنا فتنبہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اونکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا ہے
بیع فاسد مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اگرچہ فعل مذکورہ سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی طرف
مین سے آگاہ ہو جا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو فرمایا
کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا بوجھتا ہو ہم یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے
اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہر اصغیر عاقل مین بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل غیر

غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو ہم مجور صبی اور عبد دونون کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل مین تعقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہین لا یشترط ان یکون
الآن فی صحۃ الوکالۃ لان صحۃ ... الوکیل فلہذا المرید یعقل و یقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ اب یہان جو بیان صحت وکالت مین گفتگو ہے
نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسیواسطے مصنف نے بیان یون لکھا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز در عدم ذکر م ہدایہ اور وقایہ اور درر غرر
مین وکیل کی شرطین یون مذکور ہین کہ یعقل العقد و یقصدہ یعنی وکیل مین شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اوسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کرے گا تو موکل کے طرف سے واقع نہوگی شارح نے کہا کہ در صورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن بیان گفتگو
صحت وکالت مین ہے نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین ثم ذکر ضابط الموکّل فیہ فقال بکلّ ما یباشرہ الموکّل بنفسہ
لنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اوس چیز مین جسکو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے
لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین دوسرے کو وکیل کرنا اوس کام مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ
وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے اور استقراض
کے توکیل کا مالک نہین ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ در صورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ خانیہ مین تصریح ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل
استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کیواسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ تو توکیل شامل
ہوئی خصومت کو مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنی خصومت
وغیرہا کو شامل ہے خصومت لغت مین مجمل ہے اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہو یعنی مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوسکے جواب مین اقبال
یا انکار یہہ حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور جوہرہ مین ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوی صحیح اور جواب صریح سے کذا فی البحر فلذا قال فصحّ بخصومۃ
فی حقوق العباد برضی الخصم تو اسیواسطے مصنف نے کہا تو صحیح ہے وکیل کرنا اوس خصومت مین جو حقوق العباد مین ہے مخاصم کی رضامندی سے اور
جوّزاہ بلا رضاہ و بہ قالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا امام اور صاحبین کا خلاف
لزوم توکیل مین ہے نہ جواز مین یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضای مخاصم جائز ہے لیکن بدون اوسکے راضی ہونیکے لازم نہین بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی
دلیل یہ ہے کہ خصومت مین وکیل کرنا اپنے خاص حق مین تصرف کرنا ہے تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہ ہے کہ جواب مستحق ہے مخاصم پر
اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوئے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اوسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی و علیہ
فتوی ابی اللیث وغیرہ و اختارہ العتابی و صححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی
ہے اور پسند کیا ہے اوسکو عتابی نے اور صحیح کہا ہے اوسکو نہایہ مین اور فتوی کے واسطے یہ ہے کہ اوسکو حاکم کی رای پر مفوض کرنا چاہیئے کذا فی الدرر درر مین ہے کہ اگر
قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو دخل ندیوے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر
رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نکرے بدون رضای خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہے چنانچہ کافی مین ہے انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ التفویض
الی الحاکم بنظر سابق تھا جب کہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیون کے اختیار دینے مین تو فساد ہے انتہی واللہ تعالی اعلم الّا ان یکون الموکل
مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ لیکن کمال توکیل بدون رضای مخاصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو کہ اوسکو حاضر ہونا مجلس حکم کی
اپنے قدمون سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل غائب بقدر مدت سفر
ہو یعنی تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضای خصم لازم ہو ... صورتین ہے جب کہ مخاصم انکار نکرے اور اسیطرح محیط مین ہے کہ اگر موکل مریض یا مسافر ہو
تو توکیل وہ لازم نہین بدون رضای خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیئے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا امتناع عذر اور اگر صبر نہین کرتا تو توکیل
راضی ہو پھر جب کہ وہ راضی ہو جاوے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ مین تخمینہ مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کم غیبت ہو تو وہ معتبر

ہے کذا فی الخلاصۃ و من مثالہ و یکفی قولہ انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہو اور کفایت کرتا ہی موکل کا اتنا کہنا
کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون کذا ذکرہ ابن کمال م یہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلا بحرالرائق مین ہے کہ ارادہ سفر
امر باطنی ہے تو اوس پر دلیل چاہئے اور وہ خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اوسکا مقبول نہین کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون لیکن قاضی اوسکے حال
کو ملاحظہ کرے اور ارادے کے سامان مین اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہین رہتا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو
یعنی مردون سے مخالطت نہین رکھتی ہو چنانچہ باب الشہادۃ مین مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہو م پردہ نشینی عذر ہی متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان
اسواسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری مین حاضر ہوئی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکیگی حیا کے سبب سے تو اوسکو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی او
حائضا او نفساء والحاکم بالمسجد او المریض للخصم بالتاخیر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد مین ہو تو توکیل لازم ہے جب مخاصم
تاخیر پر آپ راضی نہو کذا فی البحر م اور اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض او نفاس عذر نہو گا لزوم توکیل مین کذا فی البحر ایضا او محبوسا من غیر حاکم ہذہ الخصومۃ
فلو منہ فلیس بعذر بزازیۃ بحثا یا موکل محبوس ہو اوس حاکم کیجانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہین تو اگر حبس اوس حاکم کیطرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع
ہو تو حبس عذر نہین کذا فی البزازیہ بحثا م اسواسطے عذر نہین کہ محبوس اوس حاکم کے اختیار مین ہے اسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب لیے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس دعوی ہو تو دعوی
کرے گر تاخیر دعوی سے راضی نہو پھر اسکو قید کرے کذا فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیہ یا موکل دعوی خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی
اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے نہ بذات خود تو وکالت اسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا
خاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر اور توکیل مین عذر نہین کہ موکل مرد شریف مخاصم ہو کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر ولہ
الرجوع عن الرضا قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے
اور پلٹ جانا جائز نہین سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ م رجوع جائز ہے اگرچہ بعد تدکی ہو اور قنیہ مین اکیدن کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو اختلفا
فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا فیرسل امینہ لیحلفہا مع شاہدین بحر واقرہ المصنف اور اگر مخاصم
اختلاف کرین عورت کے پردہ نشین ہونے مین تو اگر عورت رحا علینا اشراف کی بیٹیون مین سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو ثیبہ ہو تو قاضی
اپنا امین شاہدون کے ساتھ اوسکے پاس بھیجے تاکہ اوس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین م امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے جاوین
تاکہ امین کو اطلاع کرین کہ ہان یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہین طحطاوی نے کہا اور دو اور شاہد گواہی دین اسکے حلف یا نکول پر وان من الاوساط
فالقول لہا لو بکرا وان ہی من الاسافل فلا فی الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگون کی بیٹیون سے ہو تو عورت کا قول
معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینون اور ارذال مین سے ہے تو اوسکا قول پردہ نشینی مین معتبر نہین دونون صورتون مین خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر
عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ م عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہی یعنی ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیان مطلقا پردہ نشین ہوتی ہین اور اوساط کی بیٹیان
دوشیزہ بکارت والیہ پردہ نشین ہوتی ہین اور کمینون مین مطلقا پردہ نشین نہین طحطاوی نے کہا بظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہین تو اغنیا ی دنیاوی آمین و اہل سن
کہ اونکی بیٹیان نہین نکلتی ہین اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہون وصح بایفائہا و کذا باستیفائہا الا فی حد و قود بغیبۃ موکلہ عن
المجلس ملتقی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے مین اور ایسا ہی حقوق کے لینے مین مگر حد اور قصاص کے دینے لینے مین وکالت صحیح نہین درصورت غائب ہونے
موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی م ایفا سے مراد بیان و تیادن حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہین اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق
موکل کا مراد ہے اور حد اور قصاص مین ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہین کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہی سو وہ موکل ہے نہ اوسکا وکیل اور
استیفای حد اور قصاص موکل کی غیبت مین اسواسطے صحیح نہین کہ حدود ٹل جاتی ہین شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت مین موجود ہے
یعنی اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی و بحقوق عقد لا یحتمل اضافتہ ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع و اجارۃ و ق

تسلیم من الموکل یتعلق به ما دام حیا ولو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کیطرف ضرور ہو جیسا بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اوسکے حقوق وکیل سے متعلق ہین جبتک وہ زندہ ہو گرچہ موکل غائب ہو کذا صرح ابن ملک ثم اضافت الی الوکیل سے اسناد فی الصیغۃ مراد ہے چنانچہ وکیل کا یون کہنا کہ مینے اس گہر کو بیچا یا موکل کا فلانا گہر مینے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کے طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہہ گہر موکل نے بیچا تو وکیل سفیر محض ہو جائیگا محیط مین ہے کہ اگر وکیل مر گیا امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اوسکے وصی کے طرف منتقل ہونگے نہ موکل کے طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم وصی قائم کریگا اور یہی قول معقول ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت وکیل قبض کی ولایت موکل کے طرف منتقل ہوگی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ملتقطاً لو لم یکن محجورًا بشرطیکہ وکیل محجور یعنی ممنوع التصرف نہو ہم یہہ احتراز ہے صبی محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ اونکی وکالت جائز ہے لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کے طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم المبیع وقبضه وقبض الثمن والرجوع به عند الاستحقاق والخصومة فی عیب بلا فصل بین حضور موکله وغیبته لانه العاقد حقیقة وحکما حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبض کرنا اور ثمن کا پہیر لینا یا پہیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع مین بدون فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اوسکے غائب ہونیکے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہین اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہے حقیقة وحکما ہم عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت مین عاقد ٹہیرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کے طرف راجع ہوتے ہین تو وہی حکما عاقد ہوا لکن فی الجوهرة لو حضرا فالعهدة علی آخذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ مین ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل مین ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ فقوله لابد فیه ما فیه ولذا قال ابن کمال یکتفی بالاضافة الی نفسه فافهم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کے طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک سو اسکو یاد رکہنا چاہیے تو مصنف کے اس قول مین کہ نسبت عقد کی وکیل کے طرف ضرور ہے وہ خلل ہے جو اسمین ہے اور اسیواسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اوسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو بوجہہ لو ہم خلاصہ مترجم شارح یہہ ہے کہ وکالت مین نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کیطرف ضرور نہین چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے کہا بزازیہ اور خلاصہ مین ابن ملک کے مخالف ہے یعنی خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہہ غلام مینے موکل کے ہاتہہ بیچا اور وکیل نے کہا کہ مینے قبول کیا تو یہہ بیع موکل کو لازم نہین اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اوسکا امر یہہ تہا کہ عہدہ اوسکے طرف راجع نہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہہ ہے کہ وکیل نرا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہے تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نہیگا مگر جب کہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل کیطرف نسبت کریگا تو اسمین اختلاف مذکور ہے اور منح الغفار مین ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کے طرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط یہہ ہے کہ اپنے بہیجنے والے کے طرف عقد کی نسبت کرے انتہی ما فی الطحطاوی مختصراً تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد تہا وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق به ای بالوکیل لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونے حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرۃ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے شروع ہی سے قول صحیح مین ہم یہی قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پہر موکل کے طرف منتقل ہوتی ہے فلا یعتق قریب الوکیل بشرائه ولا یفسد نکاح زوجته به تو آزاد نہوگا قرابت دار وکیل کا اوسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خرید کرنے سے ہم یعنے اگر وکیل نے اپنے بہائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسیکی لونڈی تہی اور اوس نے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بہائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہان ابتدا سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہہ وجہہ بقول ابو طاہر ہے اور کرخی کے قول پر بہی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور مگر

بھی تعلیم کرانا وکرے قبل قبض کے اعتاق نافذ ہے اسواسطے کہ اوس نے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا جو ہدایہ میں کہا کہ امام ظاہر اور کرخی کے قول
میں اختلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اسواسطے کہ احکام ذکر کردہ میں دونوں کا اتفاق ہے ولکن ھھنا بناءٌ علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ او
زوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر لیکن دونوں یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے
موکل کا قرابتدار یا اوسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب مستقر ہے م یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہے نہ ابو طاہر
کے قول کے چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنی لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ
الی نفسہ لا یصح کذا ذکرہ ابن کمال اور جس عقد میں کہ نسبت کرنا اوسکا وکیل کے موکل کیطرف ضرور ہے یعنی موکل کے طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں
تو اگر وکیل اوس عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال م عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے کہ باعتبار وکالت صحیح نہیں نہ باعتبار
اصالت یعنے اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہوجاویگا تو اب تفریع آیندہ سے منافات باقی
نہ رہی یعنے قولہ حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ کالنکاح والخلع والصلح عن دم عمد او انکار والعتق علی مال والکتابۃ والھبۃ والتصدق والاعارۃ
والایداع والرہن والاقراض والشرکۃ والمضاربۃ یعنی تتعلق بموکلہ لانہ تکون فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح
لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کے طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد اسے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور
کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اوس عقد کے حقوق
وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہیں نہ وکیل سے بسبب اسکے کہ وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان ہے تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح
واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہو گیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمھر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کا
م یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کے طرف سے ہو تو اوس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے
ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں وللمشتری الاباء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے م چونکہ بیع میں حقوق عقد
وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خرید کی اور موکل اوس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجھکو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہے
طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کرے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہیں ولو دفعہ لہ صح ولو مع نھی الوکیل استحسانا
ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روکنے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل
دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے بواسطے عدم فائدہ کے م وجہ استحسان یہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اسکو پہنچ گیا اور اسمیں کچھ فائدہ نہیں کہ اوس سے لیا جاوے
پھر اوسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ ویضمنہ لموکلہ ہاں واقع ہوتا ہے باہم مجرا کر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے
اگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضامن ہے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو م یعنے اگر فقط وکیل ہی کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع
ہوگا دونوں برابر سرابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کرسکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے
ادا کیا اور اگر فقط مدیون ہو مشتری کا یا موکل اور وکیل دونوں مدیون ہوں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم وصرف عینی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی م یہ متعلق ہے ماتن کے اس قول سے فان دفع لہ
صح یعنے اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی یتیم کا وکیل یعنی وصی یتیم ہو صورت اوسکی یہ
ہو کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اوسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اوسکو واجب ہے کہ دوسری بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ
یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں اختیار نہیں تو اوسکا دینا تضییع ہے اور وکیل صرف نے جب کہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے
بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب افتراق عاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ الوکیل عبد ماذون لا دین

ف یعنی اگر نکاح کو اپنے نفس کی طرف نسبت کریگا تو نکاح اوسی کا واقع ہوگا ۱۲

علیہ مع موکلہ فلا یملک قبض دینہ ولو قبض صح استحسانا ما لم یکن علیہ دین لانہ ملکہ رقبتہ کذا فی الذخیرۃ اور مثل اوسکے یعنی مکاتب کے مانند وہ عبد ماذون فی التجارۃ ہی جسپر دین نہین اپنے مولے کے ساتھہ تو مولے مالک دیون عبد کے قبض کرنیکا نہین اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جب تک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین مین اوسکے دائنون کا حق ہے کذا فی البزازیہ یعنی اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اوسکے دیون پر قبض مولے کا صحیح نہین کیونکہ اسمین ماذون کے دائنون کا حق ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض باطل لا الرسالۃ درمختار قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر وررمین ہو توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہے کہ ملک غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جائز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اسمین تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول سفیر محض ہے اور مذکور ہوچکا کہ توکیل بالاقراض یعنے قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ اسمین تفویض تصرف ہو اپنی ملک مین انتہے مختصر اطحطاوی مین تاتارخانیہ سے مذکور ہو کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے یون کہے کہ مجھکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ آمر کے واسطے تو اوسکو جائز ہو کہ درم آمر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلان شخص تجھسے دس درم قرض مانگتا ہے سو اوسنے قرض دینا قبول کیا تو دس درم آمر کے ہونگے لیکن اس صورت مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہے والتوکیل بقبض القرض صحیح کذا فی القنیۃ اور وکیل کرنا قرض کے قبض مین صحیح ہے سوا اگر ہنام صورت اوسکی یہہ ہو کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پہر وہ اوسکے قبض کرنیکا کسیکو وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہے بیع اور شرا کی وکالت مین الاصل انہا ان عمت او علمت او جہلت جہالۃ یسیرۃ وہی جہالۃ النوع المحض کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب مین یہہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہو چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہے م وکالت عام یہہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھکو بہتر معلوم ہو کیونکہ اوسنے تفویض امر اوسکی رای پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہو جائیگا یا معلوم اور متعین ہو سطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کر دی ہو یہ کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسمین کسیچیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اوسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہے چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اوسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہے تاجسکے واسطے وکیل ہوا ہے وہ معلوم ہو جاے تا امتثال امر ممکن ہو انتہے نوع خالص کی قید اسواسطے دی تا اوس نوع سے احتراز ہو جو مترددبین الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور دار کہ اوسمین تفصیل ہے وان فاحشۃ وہی جہالۃ الجنس کدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہے م دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کا اسم ہے جو زمین پر چلے اور عرف مین گہوڑے اور خچر اور گدہے کو کہتے ہین تو اسمین چند اجناس مجتمع ہوگئین اسیطرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے اطلس اور کمخاب سوتا گزہی اور گاڑہا وان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن او الصفۃ کترکی صحت والا اور اگر جہالت متوسط ہو مابین جنس اور نوع چنانچہ غلام سو اگر موکل اوس کا ثمن بیان کرے یا اوسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہے م اگر دو شے حقیقت اور مقاصد مین متحد ہون تو دونون ایک جنس ہین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنسین ہین پہر اگر جہالت جنس کی بکثرت ہو سطرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جسکے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ وہ متقسم مرد اور عورت کے طرف اور مرد اور عورت بنی آدم میں دو جنسین ہین بواسطہ اختلاف مقاصد پہر ہر ایک لونڈی اور غلام سے گیا ہے تو لبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام مین اور کام یعنی خدمت مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام مین اور اسیطرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایۃ وکلہ بشراء ثوب ھروی او فرس او بغل صح بما یناسب حال الآمر زیلعی فراجعہ وان لم یسم ثمنا لانہ من القسم الاول وکیل کیا اوسکو ہرات کے کپڑے یا گہوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر حال آمر کذا فی الزیلعی تو اوس کتاب کی طرف رجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نکیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہو یعنی جہالت یسیرہ عبارت ہے نوع خالص کی جہالت سے م اتقانی نے کہا کہ جہالت نوعی عفو ہے اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہین ہے

لیکن وکالت منصرف ہوگی اوسکے طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہے زیلعی نے کہا حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل نادر ہوگا
مقصود موکل کی تعیین پر اسطرح کہ موکل کے حال کو دیکہے تب اوسکے مقدور اور حوصلہ کے موافق خرید کرے کذا فی الطحاوی ولبشراء دار او
عبد جاز ان سمّٰی المؤکل ثمنا یخصص نوعا او لا بان ما اونوعا کحبشی زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا اگر وکیل کیا گہر یا غلام کی خرید کا
تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کردیا خواہ اوس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کردیا چنانچہ
غلام حبشی بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کردیا چنانچہ اتنے قفیز گیہون یاجوہر یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کے
بیان سے وکالت صحیح ہوجاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنے گہر کو جہالت فاحشہ مین سے شمار کیا ہے اسواسطے کہ گہر مین اختلاف فاحش ہوتا ہی باعتبار
اختلاف اغراض اور پڑوسیون اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز قاضیخان کا تابع ہے اور
صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اوس ملک پر محمول کیا ہے جہان گہرون مین اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا
ہی منح الغفار مین ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہو چنانچہ بزازیہ مین ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کرلو تو
صحیح نہین جب تک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحاوی والّا یسمّ ذلک لا یصح والحق جہالۃ الجنس وہی ما لو وکلہ بشراء ثوب
او دابۃ لا یصح وان سمّی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نکرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہوگی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی
اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہین اگرچہ موکل نے اوسکا ثمن معین کردیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم یہ قسم
ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہہ ہی کہ جسکی خرید کی وکالت ہوئی اگر اوسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کرے تو وکالت صحیح ہے اور اگر
سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہین بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع
مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتہہ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین اور اسیطرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت
کذا فی الطحاوی وعن الحموی ولبشراء طعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع علی عرفنا علی المعتاد المہیأ للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا
اِدام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور
اوسکی مقدار بیان کردی یا اوسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنی صاحب بزازیہ کے عرف مین اوس طعام پر جو مہیا ہے
کہانیکے واسطے ہر ایک اوس مطعوم سے جسکا کہانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بہنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسیکا فتوی ہے
کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم مین عرف اور رواج معتبر ہے ہم اور کوفہ کے عرف مین طعام عبارت ہی گیہون اور اسکے آٹے سے اور
مصر کے عرف مین طعام کہتے ہین پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت
باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہی تو اوسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہی وفی الوصیۃ لہ ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم ولو
دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیۃ اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت مین داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ دوا ہو جسمین شیرینی ہو چنانچہ
سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین مین ذکر کیا ہے نہ وصیت مین اور شاید کہ شارح نے یہہ ارادہ کیا کہ آگاہ کردے اسپر کہ
وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحاوی وللوکیل الرد بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولوارثہ او وصیہ ذلک بعد
موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پہیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے
جب تک کہ مبیع اوسکے ہاتہہ مین ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اوسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہی بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا
وارث اور وصی نہو تو اوسکے موکل کو وہ درست ہی یعنے بسبب عیب کے پہیر دینا اور اسیطرح بیع کے وکیل کا حکم ہے ہم یعنی وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور
مبیع مین عیب نکلا تو مبیع اسکو پہیر دیجائیگی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر مجبور ہوگا تو موکل پر پہیری جائیگی اور

موکل اجنبی ہے خصومت عیب مین کذا فی المحیط و من البحر من البزازیہ و ھذا اذا لم یکن الوکیل قد سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتھاء
الوکالۃ بالتسلیم اور بیہ یعنی رد بعیب اوسوقت ہو جب کہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کر دی ہو اور اگر اوس نے مبیع اپنے موکل کو سپرد کر دی تو عیب کی وجہ سے
پھیر دینا ممتنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بائع فانہ یملک الفسخ مطلقا لحق الشرع
قلنا بخلاف اوس وکیل کے جسنے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ م مطلقا
یعنی اگرچہ مبیع مشتری کو دیچکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور بغیر [illegible]
اوسکی رضامندی کے کذا فی المحیط و للوکیل حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ او لا بالاولی لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز
ہے کہ روک رکہنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے جیسے جائز ہے
کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطالبہ ثمن مین ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وھی الحیلۃ
خلاصہ اور اگر وکیل نے اوسکو بثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہے
اور یہی حیلہ ہے کذا فی الخلاصہ م یعنے تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل بثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی [illegible]
[illegible] کذا فی المحیط ولو وھبہ کل الثمن رجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو [illegible]
موکل سے تمام ثمن پھیر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن پھیر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اصل ثمن کا کذا فی البحر وان ھلک المبیع
من یدہ قبل حبسہ ھلک من مال موکلہ و لم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ اور اگر مبیع ہلاک ہو گئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل
کے مال سے ہلاک ہوگی اور ثمن ساقط نہوگا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے م اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے
ہاتھ مین تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر موکل نے ثمن دیا سو ہلاک ہو گیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا [illegible]
ہوا کذا فی المحیط و لو ھلک بعد حبسہ فھو کمبیع یھلک بالثمن و عند الثانی کرھن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اوسکے حبس کے تو وہ بیع کی [illegible]
ہو تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہو یعنے اوسکا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہو م بیع کے مانند ہے یعنے اوس مبیع کے مانند
جو بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جب کہ حبس مبیع کر لیگا استیفاء ثمن کے واسطے تو اوسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسیطرح وکیل کے پاس ہلاک
ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہین لے سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جب کہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل
بقدر فضل موکل سے پھیر لیگا کذا فی المحیط ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک
اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بحر الرائق کی پیروی کر کے بخلاف عینی
اور ابن ملک کے م عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہین حموی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہو اصیل عقد مین اور
حقوق عقد مین وہ اصیل ہے تو اب کچھ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف و سلم فیبطل العقد
بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب کی
مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہو یعنے چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے کہ العاقدین
کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہو والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اسلئے
کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال م اسلام کی یہ صورت ہو کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تاکہ وکیل راس المال مسلم الیہ کو دیوے اور قبول سلم
کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیھما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ
بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی معتبر نہین بلکہ اوسکے بھیجنے والے کی مفارقت

معتبر ہے اسواسطے کہ پیام رسانی عقد مین ہوتی ہیں واستفید صحۃ التوکیل بہما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ
عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہے بہتر یہ تہا کہ شارح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وقلہ بشراء عشرۃ ارطال
لحم بدرہم فاشتری عشرین رطلاً بدرہم من لحم یباع منہ عشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافاً لہما والثلثۃ قلنا انہ
مأمور بارطال معدودۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درہم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اوسکا خرید کیا
یعنی بیس رطل ایکدرم سے اوس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف
صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے اونکے نزدیک سب بیس رطل موکل کو لازم ہے اسواسطے کہ وکیل نے اوسکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کے
طرف سے کہ وکیل مأمور ہے ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اوس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی م خلاصۂ جواب یہ ہوکہ وہ دس رطل
کی خرید کا مأمور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو اشتری ما لا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعاً لغیر موزون
اوراگر وہ گوشت خرید کیا جو اوسکے برابر نہین یعنے مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایکدرم کو بکتا ہے اوسکو دو درم سے خرید کیا تو یہہ بیع وکیل کے واسطے
واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع م غیر موزون کی یہہ صورت ہو کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض
سو درہم تو اوس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک
کا ثمن مجہول ہے اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہوسکتا مگر انکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو ثمن اوسکے اجزا پر منقسم ہوجائیگا کذا
فی العطاء وبتصرف ولو وکلہ بشراء شیء بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح منہ والفرق فی الوافی غیر الموکل
لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بلا ذلی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفاً دفعاً للغرر اور اگر اسکو وکیل کیا اوس معین چیز کی خرید کا جو موکل
کی غیر ہی تو وکیل اوس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی غیبت مین جبکہ وکیل نے
امر موکل کی مخالفت نکی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کریگا تو صحیح ہوگا کذا فی
المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وافی کے حاشیہ درر مین مذکور ہے م غیر موکل کی قید ہو اسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاوے جسمین چیز معین
نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اوسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہہ خرید وکیل ہی کے
واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر چیز معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید
کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہہ ہے کہ
نکاح اون عقود سے ہے جنکی اضافت موکل کے طرف ضروری ہے اور اوسکا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اوسکے طرف منسوب اور
مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہرصورت موکل کے واسطے ثابت ہے اگرچہ وکیل اوسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی العطاء وفی
مختصراً فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ
عینی تو اگر وکیل نے شئے معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اوس ثمن کے جس کا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی
اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے در ضمن مخالفت امر کذا فی العینی م یہہ تفریع ہو حیث لم یکن مخالفاً پر
وان لیشتری شیء بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اوسکو وکیل کیا
غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہو مگر جبکہ موکل کے واسطے اوسکی نیت کریگا خرید کرنے کی وقت یا اوسکو موکل کے مال سے خرید کریگا
ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعاً اور اگر باہم وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے
اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہین تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فی روایتان اور اگر دونون میں اتفاق ہو

اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اسمین دو روایتین ہین ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحرالرائق مین اسطرح ہی کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف کی خواہ وکیل کے مال کیطرف یا موکل کے مال کیطرف تو وہ چیز اوسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کیطرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اوسیکی ہوگی اور اگر نیت مین اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونون کا اتفاق ہو تو محمد کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نقد پر حکم ہوگا انتھے جب یہ معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو الا اذا نواہ للموکل واجب ہے کہ اوس صورت پر محمول سمجھیے جب کہ وکیل عقد کو اپنے مال کیطرف نسبت کرے خواہ اوسکو موکل کے مال کے طرف نسبت کرے یا مطلق مال کیطرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہ ہے کہ موکل کے مال کے طرف اوسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت مین تکاذب اور توافق اوسوقت کا مراد ہے جب کہ عقد مطلق مال کے طرف مضاف ہو اور دو روایتون سے صاحبین کا قول مراد ہے

کذا فی المجتبی زعم انہ اشتری عبدا للموکل فھلک وقال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وھو حی قائم فالقول للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن او لا لاخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اوسنے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہوگیا اور اوسکے موکل نے کہا بلکہ تونے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہے مطلقا خواہ اوسکا ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اوسکی خبر دی جسکی استیناف کا وہ مالک ہے ہم استیناف عقد یعنی سر نو عقد جدید کرسکتا ہے یعنے اگرچہ وکیل نے اوسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اوسکو عادہ اور استیناف کا اختیار ہے اسطرح پر کہ کہے کہ مینے اوسکو موکل کے واسطے خرید کیا سو اسواسطے کہ شئے معین کی خرید مین وکیل کو اختیار نہین کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت ہو اور حالانکہ ثمن نقد ہے تو اسیطرح حکم ہے یعنے مامور کا قول معتبر ہے والا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ ینکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہے اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہوتا ہے ان العبد غیر معین وھو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقود الا انہ امین اور اگر غلام غیر معین ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہو اسواسطے کہ مامور امین ہے والا فللامر للتھمۃ خلافا لھما اور اگر ثمن نقد نہو تو آمر کا قول معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے ہم تہمت یہ ہو کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمین نقصان دیکھا تو آمر پر ڈالا قال بعنی ھذا لعمرو فباعہ ثم انکر الامر ای انکر المشتری ان عمروا امرہ بالشراء اخذہ عمرو ولغا انکارہ الامر لمناقضتہ لاقرارہ بتوکیلہ بقولہ بعنی لعمرو ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیچ مجھسے عمرو کے واسطے پھر اوس امر کرنیوالے کا انکار کیا یعنی مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا امر کیا تو عمرو اوس بیع کو لیگا اور اوس کا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب مناقض ہونے اوسکے انکار کے اوسکی توکیل کے اقرار سے یون کہنے سے کہ مجھسے بیچ عمرو کے واسطے یعنی جب اوسنے اول یون کہا کہ فلان شخص کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ مین اوسکا وکیل ہون پھر اوسنے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم امرہ بہ ای بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار المشتری ارتد بردہ مگر یہ کہ عمرو کہے کہ مینے اوسکو خرید کرنے کا امر نہین کیا تو اب اوسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اوسکے رد کرنے سے الا ان یسلمہ المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری بیع عمرو کو تسلیم کردے تو عمرو اوسکو لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ اداے ثمن نہ پایا جاے بسبب عرف اور رواج کے یعنی ترقی ثمن مروج

امر بشراء شیئین معینین او غیر معینین اذا نواہ للموکل کما مر بحر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزون کی خرید کا یا دو غیر معین چیزون کی خرید کا جب کہ وکیل نے اوسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر ہم عنقریب مذکور یہ ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا

وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کریگا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحاصل انہ لو کیشتر یہما فاشتری ا
احدہما بقدر قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا فہو عن الآمر و۲ لا اذ لیس للوکیل الشراء بغبن فاحش اجماعا
بخلاف وکیل البیع کما سیجیئ میں دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اوسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک
چیز خرید کی بقدر اوسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھہ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کی طرف سوا اسکے
اگر ایسا نہین یعنے کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کی طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھہ خرید کرنا
بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اوسکو غبن فاحش کے ساتھہ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا وکذا ان اشتراہما بالالف وقیمتہما سواء فاشتری
احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسیطرح امر کیا دوسرے کو دو چیزکے خرید کرنیکا بعوض ہزار کے اور دونون کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے
اون دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے ہم کمتر قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اسمین موکل کا فائدہ ہے لہذا صحیح ہے
ولو بالاکثر ولو یسیرا لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لحصول المقصود
اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونون معین چیزون
سے ہزار کی باقی سے قبل خصومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنیکا
بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اوس نے ایک غلام چہسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو وہ کم چارسو درم کے
خرید کرلے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم کو وجوزا
ان بقی ما یشتری بمثلہ الآخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اوتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر
مدیونہ بشراء شیء معین بدین لہ علیہ وعینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ فیبرأ الغریم بالتسلیم الیہ
اگر ایک شخص نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اوس دین کے جو اسکا اوسپر ہی اور بیچکو اوسنے معین کردیا یا بائعکو معین کردیا تو خرید صحیح ہے
اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹہرایا جائے گا قبض دین مین بنابر دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائعکو دینے سے بخلاف غیر المعین
لان توکیل المجہول باطل ولذا قال والا یعین فلا یلزم الآمر ونفذ علی المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین بیع یا بائع کے
اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر بیع یا بائعکو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر
نافذ ہوگی تو اوسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑیگا بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آمر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی
العطاء وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات
عندہما اور اسیطرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہی اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اوس دین کے جو اوسپر ہے
بنای خلاف ہی نقود کے متعین ہونے پر وکالات مین امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک
دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہے اور آمر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا آمر کے تصرف کے
مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالات مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹہیری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون کو یہہ تملیک دین ٹہیری
بدون اسباب کے کہ اوس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجئے اور یہہ جائز نہین کذا فی العطاء والمنشا ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالی وہو معلوم اور اگر اوسنے اوسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اوس دین کے خیرات کرنیکا امر کیا جو اوسکے
ذمے پر ثابت ہو تو اوسکا امر صحیح ہے بسبب ٹہیرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کیواسطے اور وہ معلوم ہے نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح نہو ہم یعنی
جب مدیون کو کہا کہ دین کو تصدق کردے تو گویا اوس نے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹہیرایا اور فقیر باب تصدق مین نائب ہو خدا کا جل شانہ کما ذکرہ

اشتریت بخمسمائة وقال المامور بالف فالقول للآمر بعینه فان برهنا فبرهان المامور لانها اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا
مقدار ثمن میں یعنے تسمیہ مقدار ثمن میں تو موکل نے کہا کہ میں نے تجھکو اوسکے خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے
خرید کرنیکو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ پھر اگر دونوں گواہ لاویں تو وکیل کے گواہ مقدم ہیں باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ
بشراء اخیه فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس هذا المشتری باخی فالقول قوله بیمینه ویکون الوکیل مشتریا لنفسه والاصل ان
الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط اور اگر موکل نے اوسکو امر کیا اپنے بھائی کی خرید کا
سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا میرا بھائی نہیں تو موکل کا قول اوسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اوسکا مشتری ٹھیریگا
اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ خریداری جب کہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط
کے باب میں مذکور ہو چکا یعنے در صورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد علیه او علی الوکیل لزعمه عتقه علی موکله فیؤاخذ به کذا فی ال
خانیه اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اوسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیة ولو
امر عبد بشراء نفسه الآمر من مولاه بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیده اشتریته لنفسه فباعه علی هذا الوجه عتق
علی المال وولاؤه لسیده وکان الوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنیکا اپنے مالک سے بعوض اتنے
مال کے اور مبلغ اوسکو دیا سو وکیل نے اوسکے مالک سے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اوسیکی ذات کے واسطے سو مالک نے اوسکو بیچا اسی
طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اوسکے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے حتی کہ جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اوسکے
طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور
غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فی الکافی وان قال الوکیل اشتریته ولم یقل لنفسه فالعبد ملک للمشتری و
الالف للسید فیهما لانه کسب عبده وعلی العبد الف اخری فی الصورة الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف
مثلها فی الثانیة لان الاول مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے
خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونوں صورتوں میں مالک کا مال ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے غلام کی کمائی ہے اور غلام پر دوسرے
ہزار درم پہلی صورت میں واجب ہیں عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہیں مانند اوسکے دوسری صورت میں اسواسطے کہ اول ہزار مال ہے مولی کا
تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہیں رکھتا وشراء العبد من سیده اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسه الی
العطاء صح الشراء یعنی اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہوجائینگے تو یہی سبب مصنف نے
کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے
کذا فی الکافی کما صح فی حصته اذا اشتری نفسه من مولاه ومعه رجل آخر وبطل الشراء فی حصة شریکه جیسے صحیح ہے خرید
غلام کے حصے میں جب کہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولی سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہے اور باطل ہوگی خریداری غلام کے
ساتھی کے حصے میں ہم مراد یہ ہو کہ غلام اور اوسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہے بخلاف ما لو شری
الاب ولده مع رجل آخر فانه یصح فیهما بموجب الخانیة من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی لا الاول لان الشرع
جعله اعتاقا ولذا بطل فی حصة شریکه لئلا یلزم الجمع بین الحقیقة والمجاز بخلاف اوس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک
مرد کے ساتھ شریک ہوکر کہ یہ خریداری دونوں شریکوں کے حق میں صحیح ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع میں استحقاق کی بحث سے اور
دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہو کہ بیع منعقد ہوجاتی ہے دوسری صورت میں یعنے باپ کی شرکت میں نہ پہلی صورت میں یعنی غلام کی شرکت

مین اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو عتاق قرار دیا ہے واہذا یہ باطل ہے تمام ہوئے شریک کے حصے مین لسبب انہ تضمن جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے ہم یہہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہہ ہو کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور حق غلام مین عتاق اور اوسکے شریک کے حق مین ملک ہوئی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ یہہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنے مجازی یعنے عتاق مین اور معنے حقیقی یعنی ثبوت ملک مین اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہین قال لعبد اشترلی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان فعل ای باعہ علی ھذا الوجہ فھو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد لان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیئے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے سو اوس نے کیا یعنی اوسکے مالک نے اسکو اسطرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہو سو اگر موکل نے اوسمین کوئی عیب پایا اگر اوس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہین اسواسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہے کذا فی الاختیار شرح المختار رد غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع مین اصل وکیل ہے ولان لم یقل لفلان عتق لانہ اتی بتصرف اٰخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیھما لزوال حجرہ بعقد باشرہ متعاقبا باذن المولی درر اور اگر غلام نے یہہ نکہا کہ بیچ مجھکو فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھہ یا یون کہا کہ مجھکو بیچڈال کذا فی الطحاوی تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ وکالت کے سوا اوس نے دوسرا تصرف کیا تو اوسپر نافذ ہوگیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونون صورتون یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت مین لسبب زائل ہونے منع تصرف غلام کے اوس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھہ متصل ہوکر کذا فی الدرر مترجم یہہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر اوسکی یہہ ہے کہ وکیل یہان غلام ہے اور غلام مجبور التصرف ہو تو چاہیئے کہ حقوق بیع اوسکے طرف راجع نہون فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درھم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا اختلاف دررد وکیل نے جب امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کے طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الدرر مترجم یہہ مسئلہ درر مین خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر حسب ذکر نامہ اللہ علیہ **فصل** یہہ فصل ہے بیع اور شرا اور غیرہا کی وکالت کے احکام مین لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم ونحوھا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور اونکے مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اوس شخص کے ساتھہ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہے لسبب تہمت کے مثلا اپنے اصول اور فروع کے ہاتھہ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہین تو گویا اوس نے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اوسکے ہاتھہ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولے معلوم ہوگیا کذا فی الطحطاوی من البحر وجوزاہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کی مانند سے مثل اپنے غلام اور مکاتب سے اذا اطلق لہ الموکل کبعہ ممن شئت فیجوز بیعہ لھم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھہ بیچنا جائز نہین مگر جب کہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھہ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اوسکا بیچنا ان لوگون کے ہاتھہ بمثل قیمت باتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معھم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لا شراءہ باکثر منھا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل کا اونکے ساتھہ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اوسکی اکثر قیمت پر بالاتفاق مترجم شارح نے بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید مین کما لو باع باقل منھا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا

لهما ابن ملك وغيره چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اگر بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ وفی السراجیۃ لو صرح بہ جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور عوض اسباب کے ہم یعنی امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہی انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہی تو نقصان قبول کر کے بیچتا ہے کذا فی الطحاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف درصورت عدم تقیید موکل ہے سو اگر قیمت نقد کی تعیین کر دیگا تو اوسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرہم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ شراء من وجہ صیرفیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درہم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہی ایک راہ کر خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ہم اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لها ویتعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع اودھار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو اودھار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اوسے بیچدے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچدینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ہم اسواسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگر کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ لما افادہ المصنف اور اسیطرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اوس مقام میں جسمین دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وھذا ایضا ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہہ بھی یعنے تجارت میں اودھار سے بیچنا اوس صورت میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اوتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ اودھار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسی کا فتوی ہے کذا اصرح ابن ملک ومتی عین الامر شیئا تعین الا فی بیعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جب کہ موکل کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درہم اودھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درہم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ہم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کر کے بلا تعیین ثمن سو اوس نے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھ اوسی جنس میں تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں وانها تتقید بزمان ومکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدها فی الاصح وکذا الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسیطرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال بعہ بشہود او برای فلان او علمیہ او معرفتہ وباع بلا ہم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود او الا بمحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذهب واشتری بلا معرفتہ فهلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں کے روبرو یا بیچ اوسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اوسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے

روبرو کہ بدون اونکے بیع جائز نہو گی ایسا فتوی ہے مین کہتا ہون اور اسمین حال سے معلوم ہو گیا اس واقعہ کا فتوی مطلب کیونکہ موکل نے وکیل کو
مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اوس نے بدون معرفت اوس شخص کے خرید کیا پھر روغن
مذکور تلف ہو گیا تو وکیل پر تاوان نہین بخلاف اس قول کے کہ خرید کر نا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم قاوی عالمگیری میں ہے
کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد مین کی جو بھلا مفید نہین بلکہ اوسکو مضر ہے تو وکیل پر اوسکی مراعات واجب نہین خواہ اوسکی تاکید نفی سے کرے
یا نکرے چنانچہ اوسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے اودھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا مگر ادھار ہزار درم کو سو اوس نے ہزار نقد سے بیچی تو بیع موکل پر نافذ
ہوا اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر اوسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اوسکی واجب ہے
اور اگر نفی سے تاکید نکی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اوسکو فلانے بازار مین بیچنا سو اوس نے دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اوس نے
تاکید بنفی کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہوا در اگر تاکید نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہو گی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث چہارم یہہ ہو کہ شرط مفید محض ہوا ور ظاہر اونکی تصریحات سے اس
وقت مین تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الحطاوی و لو اخذ رہنا و کفیلا بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او
توی المال علی الکفیل لان الجواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن مین رہن لینا اور ضامن لینا تو اوس پر تاوان نہین اگر
رہن ضائع ہو گیا اوسکے ہاتھہ مین یا مال ہلاک ہو گیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کے منافی ہے ہم ہلاکی مال کی صورت یہہ ہے
کہ مقدمہ رجوع کرے اوس قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہو جاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہو جاوے لیکن بعضون نے کہا کہ
کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنے حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہو کر
مرجاوین کذا فی الحطاوی عن الوانی عن شرح الہدایہ و تقید شراءہ بمثل القیمۃ و غبن یسیر و ہو ما یتقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید
بمثل قیمت ہو یا غبن قلیل کے ساتھہ غبن قلیل وہ ہو کہ اوسکے برابر کوئی قیمت کرنیوالا واقف کار کرتا ہو کذا فی الدرر و غبن یسیر کا وہ معنے اور ہوا اور
غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہے کذا فی الحطاوی و ہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا و ان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز و لحم و موز
و جبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر و بنایہ اور یہہ جو ہے وکیل کی خرید جائز ہوتا غبن یسیر کے ساتھہ اوس وقت ہے
جب کہ ترخ اوسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اوسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھہ بیع نافذ
نہو گی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو ایسا فتوی ہے کذا فی البحر و البنایہ و وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل
و قالا لا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز و الا لا و ہو استحسان ملتقی و ہدایہ و ظاہرہ ترجیح قولہما و المفتی بہ خلافہ بحر اور وکیل کیا اوسکو
غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچا الا قبل خصومت کے
تو بیع جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہہ استحسان ہے کذا فی الملتقی و الہدایہ اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ
اوسکے مخالف ہے کذا فی البحر ہم امام کی دلیل یہہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے
کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہو گا خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف
مراد ہے جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین و قید ابن الکمال الخلاف بما یتعیب بالشرکۃ و الا جاز اتفاقا نہایہ
اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہو جاوے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے تو اس
تقیید کو تلاش کرنا چاہیئے کتب فقہ مین ہم بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہو تو احتراز واقع ہوا اوس سے جسکی تبعیض مین ضرر
نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الحطاوی و فی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ
اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہو اوسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے اگر قبل

خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین ولو ردّ مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببیّنة او نکولہ
او اقرارہ فیما لا یحدث مثلہ فی ہذہ المدة ردّہ الوکیل علی الآمر اور اگر بیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اوسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہون
کے یا قسم نکہانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اوس عیب مین کہ ویسا عیب اتنی مدت مین پیدا نہین ہوتا تو وکیل اوسکو پھیر دیگا موکل پر وکذا باقرارہ
فیما یحدث لا یردّہ ولزم الوکیل اور اگر رد بیع ہوا وکیل کے اقرار سے اوس عیب مین کہ پیدا ہو سکتا ہو اتنی مدت مین تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو
وہ لازم ہے الاصل فی الوکالة الخصوص وفی المضاربة العموم قاعدہ کلیہ وکالت مین خصوص ہے اور مضاربت مین عموم ہے ولہذا
وکالت بیان جنس سے صحیح نہین بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف مضاربت ولہذا مضارب ایداع کا مالک ہے وفرّع علیہ بقولہ فان باع
الوکیل نسیئة فقال امرتک بنقد وقال اطلقت صدّق الآمر اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے
بیع کی اودھار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنے اسلئے
کہ وکالت مین خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربة صدّق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے اختلاف مین مضارب کی
تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے اودھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا
کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت مین عموم ہے لا ینفذ تصرّف احد الوکیلین معا لو وکّلہما
بکذا او وحدہ ولو الآخر عبدا او صبیا او مات او جنّ نافذ نہین تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلون مین سے جنکو موکل نے ساتھ
وکیل کیا چنانچہ یون کہا موکل نے کہ مین نے تم دونون کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو اسلئے
ایک وکیل کا تصرف نافذ نہین کہ موکل دونون وکیلون کی رای سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رای سے اور یہ اوس تصرف مین ہے جسمین
اجتماع سے کوئی مانع نہین اور جسمین رای کی حاجت ہو اور توکیل بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر الّا فیما اذا وکّلہما علی التعاقب بخلاف
الوصیین کما سیجیء فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اوس صورت مین نافذ ہے جب کہ موکل نے دو شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ
بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ نہوگا چنانچہ باب الوصایا مین آویگا و
فی خصومة بشرط رای الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر خصومت مین نافذ ہے بشرط شرکت رای وکیل ثانی کے
نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنابر قول صحیح کے صرف خصومت مین تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب
ہوگا مجلس قضا مین کذا فی الدرر منح الغفار مین عینی سے مذکور ہے کہ خصومت مین وکیل ثانی کی رای مشروط ہے تو اگر بدون رای ثانی وہ مباشر
ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہین الّا اذا انتہیا الی القبض فحینئذ یحتاج الیہما خصومت مین احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونون وکیل
منتہی ہون قبض کے طرف یعنی جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہین جہان تک کہ دونون وکیل مجتمع ہون کذا فی الجوہرة وعتقِ معیّن
وطلاقِ معیّنة لم یعوّض فیہما بخلاف معوّض وغیر معیّن اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق
مین جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے ہر عتق اور طلاق معینہ بلا عوض مین رای کی حاجت نہین لہذا فقط ایک وکیل کا
تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اوسمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہین وتعلیق بمشیّتہما ای الوکیلین
فانہ یلزم اجتماعہما عملا بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیتہما یعنی وکیلین اسلئے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے
مصنف نے ہم چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون سے کہ تم اوسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق مین دونون کا فعل شرط ہے اسواسطے
کہ جو چیز دو شئے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہین ہوتی ایک شئے کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت وظاہرہ
عطفہ علی لم یعوّض فیہما کما یعلم من العینی والدرر فیحتاج العبارة ولا ولفظ بمشیتہما فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہرا عطف تعلیق بمشیتہما

لم یرضا پر ہے چنانچہ عینی اور عورت سے معلوم ہوتا ہے تو صحیح عبارت یون تہا ولا طلقھا بشیتہا سو تامل کرو تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین
نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین جبکہ دونون کا مال لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گئے وفی تدبیر وردّ عین کودیعۃ
وعاریۃ ومغصوب ومبیع فاسد خلاصہ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب
اور مبیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصہ بخلاف استردادہا فلو قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شیء منہ وحدہ
سراجیہ کذا فی استرداد عین یعنی اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پھیر لیگا تو اوسکے پوری کا تاوان دیگا یعنی درصورت
ہلاکی شے مسترد بسبب نہ ہونے امر موکل کے اوسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنے موکل نے یہہ نکہا تہا کہ ایک وکیل تنہا بعض شے پر قبضہ کرے
کذا فی البحر الرائق ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ شے مسترد کے پوری تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یون تہا کہ وکیل
پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شے کے قبض پر مامور تہا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اوسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر تہا بلکہ باجتماع
وکیلین امر تہا پھر جب اوسنے خلاف اوسکیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اوسپر لازم آیا وفی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولوالجیہ اور
تسلیم ہبہ یعنی موہوب مین احد الوکیلین کا فعل صحیح ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اوسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی الولوالجیہ وقضاء دین
بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے ادا کرنے مین ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اوسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی
ہم استرداد عین اور قبض ہبہ اور اقتضای دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اوسمین موکل کی
غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا ایک شخص کے حفظ کی برابر نہین وبخلاف الوصایۃ لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء
والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدہما الانفراد منبع اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونیکے اور اوسی
طرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کی تو یہہ چہ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے
انفراد و تنہائی جائز نہین [illegible] یہ تو شاید [illegible] مین [illegible] المصوریہ کہ دونکو
ساتہی [illegible] صورت یہہ کہ [illegible] استواقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ مین رای اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہین مثلاً
یا دو شخصون [illegible] ایک [illegible] کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف الالفاظ مسئلہ اما
اذا شرط الواقف النظر لہ [illegible] مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اوس مسئلہ مین جب کہ وقف کرنیوالے
[illegible] شرط کیا فلانے شخص کے ساتہہ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی
الاشباہ والتوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادای دین کا وکیل خواہ ادای دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اوسپر زبردستی
نکیجائیگی [illegible] مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہہ واقعہ کبہی فتوی طلب تہا چنانچہ اوسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہو اور مصنف نے
اوسپر [illegible] کیا ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہو چنانچہ اوسمین یون ہے کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اوس فعل سے جسمین وہ وکیل
ہوا مگر تین مسئلون مین انتہی اور ملتقطات مین علت اوسکی یہہ مذکور ہے کہ اوس کام کا کرنا اوسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہے کہ وکیل پر جبر
ہوگا [illegible] جب کہ اوسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی وقال ومفادہ ان الوکیل بدفع عین من مال الموکل لو غاب قبضہ لا یجبر
علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور عدم
جبر وکیل کا مفاد یہہ ہو کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے پہنچانے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادای دین کے واسطے تو اوسپر جبر نہوگا پہنچانے پر چنانچہ
وکیل پر جبر نہین مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنابر قول معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے

اور اوسکے ہاتھہ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہو یعنی افعال مذکورہ اوسپر لازم الفعل نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ
بدفع عین ثم غاب او ببیع رہن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ
خلافا لما افتی بہ قاری الہدایۃ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جب کہ موکل نے اوسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہو گیا
یا اوس مرہون کی بیعکا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہو یا بعد عقد رہن بیعکی شرط ہوئی قول اصح پر یا اوسکو وکیل کیا خصومت
مین مدعی کے طلب کرنیسے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فے الاشباہ بخلاف فتوای قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قاری
ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اوسکی فقط متن کے مسئلے مین ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے در صورت امر موکل بدفع دین
وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین شرح مذکور ہے کذا فے الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فلذا ہم بھی
کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہہ ہے کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اسکو ہم اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر
انتہی مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہے کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اوسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ
اوسکو پہنچ گیا بدلا اوسکے عمل کا مانند مضارب کے در صورت حصول نفع کذا فے الحطاوی ولا تنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی ذکرناہا فی تنویر
البصائر فلعلہ اولی اور نہ بہولنا واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کے طرف کہ ہم نے پورا اوسکو بیان کیا
ہم واقعۃ الفتوی یہہ ہے کہ جب وکیل ہوا اوس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اوسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھہ ملاکر پانچ
مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضاء دین پر اپنے مال سے تو اوسپر جبر نہین اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو
اوسپر جبر ہے کذا فے الحطاوی وفی المختار وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا
بنفسہ او مسافرا او مریضا او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے کہ وکیل کرنا بدون رضامندی مدعی علیہ کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر
یہہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہہ مسئلہ مکرر ہو گیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن آمرہ لوجود
الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کر سکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ... ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز نہ
ہوا کہ اوسکو تصرف مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی رای سے راضی ہوا اور لوگ رای مین مختلف ہوتے ہین اور یہہ ہو کہ جس
کام مین وہ وکیل ہوا اوسمین دوسرکو وکیل نہین کر سکتا تو حقوق عقد کی توکیل جائز ہو گی مثلا بیعکا وکیل دوسرے کو بیچنے کا وکیل نہین کر سکتا
لیکن تقاضائی ثمن مین بلا اذن موکل کر سکتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے کذا فی الدر اذا وکلہ فی دفع زکوۃ فوکل آخر
ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ اضحیۃ الخانیہ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کر سکتا مگر جب کہ وکیل کو
دفع زکوۃ مین وکیل کیا سو اوس نے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو علی ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو
دی تو جائز ہے اور یہہ جواز موقوف نرہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فے بہجۃ ... سو موکل نے زید کو قربانی خریدکر[نے]
پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوس نے جائز رکہی تو جائز ہے
اور نہین تو نہین کذا فے الحطاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا
وکیل جب کہ وکیل کرے اوسکو جو اوسکی عیال مین ہے تو صحیح ہو کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ
فیصح بلا اجازتہ لحصول المقصود درر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھیرانے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز
ہو بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فے الدرر اسواسطے کہ رای کے طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو بیان حاصل
بخلاف اوس صورت کے جب کہ وہ وکیل مقرر کرے اور ثمن ٹھیرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کے طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ

غرض موکل اجتماع رای وکیلین سے زیادت مثل اور ختیار مشتری ہین کذا فی الہدایہ والتفویض الی رایہ کاعمل برایک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاقٍ وعتاقٍ لانہما مما یحلف بہ فلا یقوم غیرہ مقامہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی رای کے طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی رای اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے مین مگر طلاق اور عتاق مین اذن کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق اور عتاق بجملہ اون امور کے ہے کہ اون سے قسم کہائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجای وکیل نہین ہوسکتا کذا فی القنیہ یہہ حکم بنظر تفویض کے ہی اور اگر وکیل کو صریحًا اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بلاشبہہ صحیح ہے کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیرہ بلا ذلک بدون اذنٍ وتفویضٍ ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پہر اگر وکیل نے اپنے غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پہر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچہے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اوسکو جائز رکہا تو صحیح ہے اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول رای وکیل اول ہی سو یہان حاصل ہے الا فی ما لیس بعقدٍ نحو طلاقٍ وعتاقٍ لتعلیقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اوس تصرف مین جو عقد نہین جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کے شرط سے یعنی دونون تعلیق بالشرط کی قابل ہین تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وذکر البرجندی عن الکافی قبضہ وخصومتہ وقضاء دینٍ فلا یکفی الحضرۃ ابن ملک خلافًا للخانیہ اور دین سے ابرا کرنے مین کذا فی القنیہ اور خصومت اور ابرای دین مین توکافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک برخلاف خانیہ کے مخلاف خانیہ فقط خصومت مین ہے اسمین یون ہی کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اوسی نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی ولو فعل اجنبیٌ فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراءٍ فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف حتی وجد نفاذًا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اوسکو وکیل اول نے جائز رکہا تو جائز ہے مگر خرید کرنے مین کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نرہیگا جب کہ وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر او التفویض فہو ای الثانی وکیل الآمر وحینئذٍ فلا ینعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموتہ الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنے موکل اول کا وکیل ہے اور اس وقت مین تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضا مین وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف اعمل برایک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریحًا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحرالرائق مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہی موکل کے اس قول مین کہ کر جو تیراجی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اوسکا معزول کرنا بہی اوسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی رای پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جای کہ کر جو تیراجی چاہے تو اوسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدون سہارت کے کہ اوسکو معزول کرنا صریحًا مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے وَاعلم ان الوکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتوی ہے کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجلٍ فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلًا بالطلاق وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امرأتی فلا یتقید بہ مرد نے کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیرے طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا

اوسکا مجلس مین یعنے اگر اوسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ میری جمکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین
تو طلاق مقید نہوگی اوسی مجلس کے ساتھہ کذا فے الدر یعنے اگر بعد اوس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ
فی حقہ وحینئذ فاذا باع عبدا ومکاتب او ذمی مال صغیر او اشترى بہ یعنی مال صغیرۃ الحر المسلم او شری واحد منہم بہ او زوج صغیرۃ
کذالک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اوسکا تصرف جائز نہین اوس غیر کے حق مین اور اس
وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فے العینی اپنے طفل صغیر ازاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص اونمین سے بعوض اوس مال کے کچھہ خرید
کرے یا نکاح کرے اسیطرح کی صغیرہ کا یعنی آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی
ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بہی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا لو
یمتلک الایصاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ
اور صغیر کے مال مین اوسکے باپ کی ولایت ہے پہر باپ کے وصی کی پہر اوسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنیکا
پہر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہین پہر دادا کے وصی کی پہر اوسکے وصی کے وصی کی پہر ولایت قاضی کی ہے پہر
اوسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پہر اوسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام و وصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضرۃ
الاب او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور ماکے وصی اور بہائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین ماکے متروکہ مین
اور اسیطرح بہائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اوسکے وصی کے یا اوسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہی
وان لم یکن واحد مما ذکر فلہ ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو اشخاص مذکورہ سے تو اوسکو یعنے ماکے وصی کو ماکے متروکہ مین حفاظت
کی ولایت ہے ولہ بیع المنقول لا العقار اور ماکے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ غیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہے
کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری الا الطعام والکسوۃ لانہما من جملۃ حفظ الصغیر خانیہ اور ماکا وصی کوئی چیز خرید نکرے سوای
طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فے الخانیہ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے وصی القاضی کوصی
الاب الا اذا قیدہ القاضی بنوع تعیید بہ وفی الاب یعم کل عمادیہ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی وصی کو
ایک قسم کے تصرف کے ساتھہ مقید کرے تو اوسکا وصی ہونا اوسی قسم کے ساتھہ مقید ہوگا اور باپ کے وصی ہونے مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہی کذا فی
العمادیہ یعنے اگرچہ باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بہی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا ترجع حقوق
عقدہ باشراۃ للیتیم الیہما بخلاف وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلاف
اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اوسکے امین کی طرف اوس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوئی بخلاف
وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اوسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے یتیم کے اوس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اوسکے امین نے یتیم کو یا بیچا
بیچا تو صحیح ہے بخلاف اون لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ دونون حقوق عقد سے
اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ اونکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو اون کا ضمان دینا اپنی ذاتون کے واسطے صحیح نہوگا کذا فے الطحطاوی
وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ التوکیل لنفسہ الا الوصی قال ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بوکالۃ اور اشباہ
مین ہی کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوای وصی کے کہ اوسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنی
واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر محشی ابو السعود نے حاشیہ لکہا ہم التوکیل بجای
وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم

تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سو اوس نے اوسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ
شئ مامور سے بہے اور مامور لپنے آمر سے اور وکیل آمر اول سے نہ لیگا کذا فی الطحاوی عن الاشباہ باب الوکالۃ بالخصومۃ
والقبض یہہ باب ہی خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام مین ہم مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہما کے
بہی مسائل مذکور کیے ہین خصومت عبارت ہی دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہان یا نہین چنانچہ سابق مذکور ہوچکا وکیل الخصومۃ
والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر و بہ یفتی لفساد الزمان واعتمد فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضے کا
یعنی دین کے لینے کا مالک نہین قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے لبسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہین اور
بحر الرائق مین عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا بمعنے اخذ دین باعتبار اہل لغت کے ہی لیکن عرف مین تقاضا بمعنے مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف
مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب
بحر نے فتاوی صغری سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا مین عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر مین ہو جہان سوداگرون مین رواج ہو کہ تقاضا کرنیوالا
وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین منح الغفار مین سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی
الطحاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضے کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر ہو اسطے کہ صلح مغائر ہے
اوسکی جسکے واسطے وہ وکیل ہوا و رسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہی قبض کا
نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلتک او کن رسولا عنی ارسالۃ وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یون کہنا کہ ارسلتک یعنی
مین تجھکو پیام رسان کیا یا یون کہنا کہ کن رسولا عنی یعنے تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہہ رسول مقرر کرنا ہے اور یون کہنا کہ مین
تجھکو امر کیا اوسکے قبضہ کرنے کا یہہ توکیل ہے برخلاف زیلعی یعنے زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکہما ای
الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہین خصومت اور قبض کا ہم ملازمت عبارت ہی ساتھہ نہ چھوڑنے سے سو اسکو خصومت
اور قبض لازم نہین کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح بحر جیسے وکیل صلح مالک نہین خصومت کرنے کا کذا فی البحر وکیل قبض الدین
یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما لو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین
کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہین کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے
قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہین ہم اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا
سو ذو الیدنے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچڈالا ہے تو امر موقوف رہے گا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحاوی واما وکیل
قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پہیرنے اور رد
بالعیب کا وکیل تو مالک ہی خصومت کا قبض کے ساتہہ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما
لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلو بعیر وکیلا ولا امر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم
بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کرو دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوای ایکدرہم کے تو اوسکا قبض مذکور جائز
نہین موکل پر لسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہے لپنے دین کا پہیر لینا مدیون سے پورا اور اسطرح نہ قبض کرے
ایک درم سوای ایکدرم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع منہ ثم برہن
المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ ذخیرہ تو اگر مدیون کے
گواہ نہون ادای دین موکل پر پہر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادای دین کا اور وکیل نے اوسپر قبضہ کیا سو اوسکے پاس تلف ہوگیا پہر مدیون

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

مطلوب نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور وہ تو موکل سے پھیر لیگا جو اوس نے وکیل کو دیا ہو اسواسطے کہ وکیل کا قبضہ اور تصرف موکل کے
قبضہ کے مانند ہی کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لا یجبر علیھا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ لا
یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما تر خصومت کا وکیل جب کہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہو گی مگر جس صورت میں کہ وکیل
بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہو گیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جب کہ وہ باز رہے اوس سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے
مگر تین مسئلون مین جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ مجبر علیھا لالتزام بخلاف ضامن کے کہ وہ اوسپر مجبر
ہو گا خصومت پر بسبب التزام کے ہم یعنی جو ضامن ہوا خصومت کا وہ اوسپر مجبر ہو گا اور تصویر اوسکی یون ممکن ہے کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اوسپر
ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کیجائی گی اوس مال مین جو مدیون پر ثابت ہو گا کذا
فی الطحطاوی وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ھذا التوکیل فلو اثبت
الوکیل المال لہ ای لموکلہ ثم اراد الخصم الدفع لا یسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی
خصومات مین اور اپنے حقوق کے لینے مین لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اوسمین جو موکل پر دعوی کیا جاوے تو یہ توکیل جائز ہے
سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اوسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اوسمین وکیل نہیں کذا
فی الدرر ہم تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہو گا پھر مخاصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ
لا بغیرھا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار
سوای حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کے رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ
غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہین وان انعزل الوکیل بہ ای بھذا الاقرار
لا یدفع الیہ المال ولان برھن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہو جاے اس اقرار
کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائے گا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر ہم صورت اوسکی یہ ہو کہ موکل نے
اوسکو وکیل کیا اس کام کا کہ خصومت کرے موکل کے جانب سے دعوی سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اوس نے بیچکی ہے تو وہ اس اقرار سے
معزول ہو گیا وکالت سے تو اب خریدار کا مدعی سے نہیں لیسکتا کذا فی الطحطاوی وکذا اذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک
بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاھر بزازیۃ اوراسیطرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار مستثنی کرلیا اسطرح کہ مین نے تجھکو خصومت
غیر جائز الاقرار مین وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ ہم بحرالرائق مین کہا خلاصہ یہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہو ایک
یہ ہو کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہو گا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنی کرلے تو فقط انکار کا وکیل ہو گا نہ اقرار کا
۳ یہ کہ انکار کو مستثنی کرلے تو فقط اقرار کا وکیل ہو گا ظاہر الروایۃ مین ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار مین وکیل کرے تو خصومت اور اقرار مین
وکیل ہو گا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار مین وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اقر عند غیرہ ای القاضی
لا یصح و خرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہو گا اور اس اقرار
وکالت سے نکل جائیگا تو اوسکا خصومت کرنا مسموع نہو گا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر اور
صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر ہو جائے گا کذا فی البحر ہم طحطاوی نے اسکی توجیہ یون ذکر کی ہے
کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اوسپر کچھ حق واجب نہوا سواسطے کہ ہر شخص خصومت
پر قادر نہیں سو اگر مخاصم اوسپر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اوسپر حکم نکریگا وبطل توکیل الکفیل بالمال

لئلا يصير عاملاً لنفسه اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہو جائے صورت اوسکی یہہ ہو کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اوسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو توکیل صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ٹہیریگا یعنے وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہوگیا پس وکالت باطل ہوگئی کذا فے العینی كما لا يصح توكيله بقبضه اى الدين من نفسه او عبده لان الوكيل متى عمل لنفسه بطلت الا اذا وكل المديون بابراء نفسه فيصح ويصح عزله قبل ابرائه نفسه اشباه جیسے صحیح نہیں توکیل اگر سوکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اوسکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے کہ وکیل جب کہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جب کہ دائن مدیون کو ابراء ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے اور صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل ابراء کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فے الاشباہ قولہ اذا وكل اسمین ضمیر فاعل ہے راجع دائن کے طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر وکیل کرا ابراء نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے اپنی ذات کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنیکے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اوسکے دین کے اسقاط سے اور وکالت کی شرط یہہ ہو کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہہ کہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہو لیکن جب یہہ معلوم ہوا تو شارح کا یوں کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل ہے بلا وجہ ہے مگر یہہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فے الطحطاوی او وكل المحتال المحيل بقبضه من المحال عليه او وكل المديون وكيل الطالب بالقبض لم يصح لاستحالة كونه قاضيا ومقتضيا قنيه یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال ہے کذا فے القنیہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اوسکی توکیل کیوں صحیح نہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی براءت نفس میں اسواسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مرجاوے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہہ ہے کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اوس وکیل کو اپنے طرف سے وکیل کیا کہ یہہ میرا اسباب بیچکر صاحب دین کا دین ادا کرے اور اوسنے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہوگیا تو مدیون کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اوسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا میں کذا فی الطحطاوی بخلاف الكفيل بالنفس والرسول ووكيل الامام ببيع الغنائم والوكيل بالتزويج حيث يصح ضمانهم لان كلامهم سفير بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول لقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ اون کا تاوان دینا صحیح ہے اسواسطے کہ ہر شخص اونمیں سے سفیر اور معبر محض ہے یعنے حقوق عقود اونکے طرف راجع نہیں ہوا تو انکا ضمان صحیح نہوا الوكيل بقبض الدين اذا كفل صح وتبطل الوكالة لان الكفالة اقوى للزومها فصلحت ناسخة قبض دین کا وکیل جب کہ ضامن ہو جاوے مدیون کا تو صحیح ہو اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہوسکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس یعنے جب کہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہوگی یہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہے وكذا كلما صحت كفالة الوكيل بالقبض بطلت وكالته تقدمت الكفالة او تاخرت لما قلنا اور ایسا ہی جب کہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اوسکی باطل ہو جاویگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا موخر ہو بسبب اوس دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنے ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اوسکی ناسخ ہوگی وكيل البيع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتري لم يجز لما مرّ انه يصير عاملا لنفسه بیع کا وکیل جب کہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کے جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنے اور شرط وکیل یہہ ہو کہ عامل لغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادى بحكم الضمان

رجع لبطلانه وبدونه لا لبذله ۞ پہر اگر وکیل نے ثمن اداکیا بحکم ضمان تو مشتری سے پہیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا
کیا تو مشتری سے نہ پہیرے بسبب اوسکے تبرع بطور احسان کے ۞ ادعی انه وکیل الغائب بقبض دینه فصدقه الغریم امر بدفعه الیه
عملا باقراره ولا یصدق لو ادعی الایفاء ۞ دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اوسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی
وکالت کی تصدیق کی تو اوسپر ادای دین کا حکم کیا جائے گا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفای دین کا دعوی
کریگا یعنے بمجرد دعوے ایفای دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقه فی التوکیل فبها وتمت والا امر الغریم بدفعه الدین
الیه ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکاره مع یمینه ۞ پہر اگر غائب آیا سو اوسنے اوسکے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب
ہوا اور نہین تو مدیون کو حکم کیا جائے گا کہ غائب کو دوبارہ دین اداکرے بفساد ہوجانے ادای اول کے اوسکے منکر ہونے سے قسم کے
ساتھہ ہم یعنے جب غائب نے قسم کہائی کہ یہہ شخص میرا وکیل نہین تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹہیرا لہذا اوسپر دوبارہ ادای دین لازم
ہوگا ورجع الغریم به علی الوکیل ان باقیا فی یده ولو حکما بان استهلکه فانه یضمن مثله خلاصه ۞ اور مدیون وکیل سے
دین پہیر لے اگر دین اوسکے ہاتہہ مین باقی ہو اگرچہ بقای دین حکمی ہو نہ حقیقی اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اوسپر ضمان مثل
لازم ہوگا کذا فی الخلاصہ وان ضاع لا ۞ لا بتصدیقه ۞ اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اوسکو نہین لیسکتا اوسکی تصدیق پر
عمل کرنے کے سبب یعنی جب اوسنے دین دیا اوسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹہیرا لہذا رجوع نہین کرسکتا الا اذا کان قد
ضمنه عند الدفع لقدر ما یاخذه الدائن ثانیا لا ما اخذه الوکیل لانه امانة لا تجوز بها الکفالة زیلعی وغیره ۞ مگر مدیون اوسوقت
وکیل سے دین پہیر لے جب کہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اوسکے جسکو دائن دوسری بار لے نہ اوس مال کا جسکو وکیل نے
لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیرہ ہم الضامنی کی صورت یہہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اوسکا وکیل
ہی لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجہہ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی
کذا فی الطحطاوی او قال له قبضت منك علی انی ابرأتك من الدین فهو کما قال الاب للختن عند اخذ مهر بنته اخذ
منك علی انی ابرأتك من مهر بنتی فان اخذته البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا هنا بزازیة ۞ یا وکیل نے مدیون
کہا کہ مین نے تجہہ سے مال لیا اس شرط پر کہ مینے تجہکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی
کے مہر لینے کے وقت کہ مین اس شرط پر تجہہ سے لیتا ہون کہ مین نے تجہکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ
لیگی تو داماد باپ سے پہیر لے گا سو اسیطرح یہہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیہ وکذا یضمنه اذا لم یصدقه علی الوکالة بعمر صور فی
السکوت والتکذیب و دفع له ذلك علی زعمه الوکالة فهذه اسباب للرجوع عند الهلاك ۞ اور اسیطرح وکیل نے ضمان
کی جب کہ موکل اوسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اوسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دونون صورت
سکوت اور تکذیب کو تو یہہ اسباب ہین رجوع دین کے جب کہ دین ہلاک ہوجاے وکیل کے پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہہ کہ عند الدفع
وکیل مال کا ضامن ہو دوسرا یہہ کہ قبض کری بشرط ابرای مدیون تیسرا یہہ کہ ضامن ہو در صورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل
هلاکه او دفعه لموکله صدق الوکیل بحلفه ۞ پہر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق ہوگی
وکیل کی قسم کے ساتھہ ہم تصدیق وکیل سوای مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ متن ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوه المذکورة کلها الغریم
لیس له الاسترداد حتی یحضر الغائب ۞ اور سب وجوہ مذکورہ مین مدیون کو پہیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہین تا حضور موکل غائب
وان برهن انه لیس بوکیل او علی اقراره بذلك او اراد استحلافه لم یقبل لسعیه فی نقض ما اوجبه للغائب ۞ اور اگر

مدیون گواہ لایا اس پر کہ وہ شخص وکیل نہیں دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اوس اقرار پر یعنے عدم وکالت کے اقرار پر یا اوس نے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب سعی کرنے مدیون کے اوس چیز کو توڑنے میں جسکو اوس نے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہے غائب کا اور دافع اوسکا پھیر لینا چاہتا ہے کذا فی المحیط ونعم لو برهن ان الطالب جحد الوكالة واخذ مني المال تقبل جوہرہ ان اگر مدیون گواہ لاوے اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کرچکا ہے اور وکیل نے مجھسے مال لیا ہے تو برہان مقبول ہے کذا فی البحر یعنے اسواسطے مقبول ہے کہ نقض موکل کے جانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان ثابت بالعیان کے مانند ہے کذا فی المحیط ولو مات الموكل وورثه غريمه او وهبه له اخذه قائماً ولو هالكاً ضمنه الا اذا صدقه على الوكالة اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اوسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کردیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہوا اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو اوس کا تاوان لے مگر جب کہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کرچکا ہو تو قائم مال کو لیگا نہ ہالک کو ولو اقر بالدين وانكر الوكالة حلف ما علم ان الدائن وكله عيني اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہہ قسم کھاویگا کہ اوسکو معلوم نہیں کہ دائن نے اوسکو وکیل کیا ہے کذا فی العینی قال انی وکیل بقبض الودیعة فصدقه المودع لم يؤمر بالدفع اليه على المشهور خلافاً لابن الشحنة کہا میں وکیل ہوں قبض امانت کا سو امانت دار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو وکیل کے دینے کا حکم نہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے جیسے کہ کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہے اور یہان مذہب مذکور ہے تو کچھہ معارضہ نہیں ولو دفع لم يملك الاسترداد مطلقاً لما مر اور اگر امانتدار وکیل کو دیگا تو استرداد امانت کا مالک نہوگا اسیطرح خواہ اوس نے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وكذا الحكم لو ادعى شراءها من المالك وصدقه المودع لم يؤمر بالدفع لانه اقر على الغير اور اسیطرح حکم ہے اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانتدار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکے دینے کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر اور یہہ علت ہے دونون مسئلون کی ولو ادعى انتقالها بالارث او الوصية منه وصدقه امر بالدفع اليه لاتفاقهما على ملك الوارث اذا لم يكن على الميت دين مستغرق ولا بد من التلوم فيهما لاحتمال ظهور وارث آخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانت دار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو اوسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانتدار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق ترکہ نہوا اور ضرور ہے انتظار سے دونون صورتون ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونیکے احتمال سے یا دوسرے موصی له کے احتمال سے ولو انكر موته او قال لا ادري لا يؤمر به ما لم يبرهن اور اگر امانت دار نے اوسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جبتک وارث گواہ نلاوے موت پر دعوی الايصاء كالوكالة فليس لمودع ميت ومديونه الدفع قبل ثبوت انه وصي اور دعوی ایصا کا وکالت کے دعوی کے مانند ہے تو میت کے امانتدار اور اوسکے مدیون کو جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اوسکے ثابت ہونیکے کہ مدعی شخص ہی میت کا وکیل ولو لا وصي فدفع الى بعض الورثة برئ عن حصته فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارث کو دیا یعنے سب دین دیا تو مدیون فقط اوسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہوجائے گا تھنے باقی وارثون کا مواخذہ اوسپر باقی رہے گا ولو وكله بقبض مال فادعى الغريم ما يسقط حق موكله كان ادعى اداءه او ابراءه او اقراره بانه ملكي دفع الغريم المال ولو عقاراً اليه اي الوكيل لان جوابه تسليم ما لم يبرهن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اوسکے موکل کے حق کو ساقط کردے چنانچہ ادای دین یا ابراء دین یا موکل کا یہہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہے یعنے مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کرلینا ہے دین اور وکالت کا جبتک گواہ نلاوے اپنے دعوی پر یعنی جب مدیون نے ادای دین کا دعوی کیا مثلاً تو اوس نے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اوسپر دینا لازم ہوا حموی نے کہا کہ یہہ قول تعلیل ہونیکے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جسکو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکورہ سے وکالت ثابت ہوئی اور ادای دین بحجت

دعوی ثابت ہو تو اوسکے حق مین تاخیر نہوگی وله تحليف الموكل لا الوكيل لان النيابة لا تجري في اليمين خلافا لزفر اور مدیون کو جائز ہو قسم لینا مثلا ادای دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر کے

ولو وكله بعيب في امة وادعى البائع ان المشتري رضي بالعيب لم يرد عليه حتى يحلف المشتري والفرق ان القضاء هنا فسخ لا يقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لهما اور اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہوگیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نکرے جب تک مشتری قسم کھاے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین یہہ ہے کہ قضا یہان فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کہ اونکے نزدیک رد مبیع ہو کام یعنے اگر رد مبیع کے ہم قائل ہون تو قضا فسخ ٹھیریگی کیونکہ رد سے عیب کے اور اسطرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہرا اور باطنا دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اوسمین تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نکھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نہین مگر مجبور تسلیم تو قضا بعقود اور فسوخ مین نہ ٹھیری كذا في المجتبى

فلو ردها الوكيل على البائع بالعيب فحضر الموكل وصدقه على الرضى كانت له لا للبائع اتفاقا في الاصح لان القضاء لا عن دليل بل للجهل بالرضى ثم ظهر خلافه فلا ينفذ باطنا نهاية پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بائع کو یعنی بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اوسنے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ نادانستگی رضامندی سے ہے پھر اوسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن مین كذا في النهاية

والمامور بالانفاق على اهلي او بناء او انقضاء لدين او الشراء او التصدق عن زكوته اذا امسك ما دفعه اليه ونقد من ماله ناويا الرجوع كذا قيد الخامسة في الاشباه حال قيامه لم يكن متبرعا بل يقع التقاص استحسانا اذا لم يضف الى غيره اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل پر یا بنای عمارت پر یا مامور ہو اوسکی ادای دین کا یا خریداری کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جب کہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اوسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے مال موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کرکے اسیطرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہو جائیگا بطریق استحسان کے جب کہ مامور نے اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نکیا ہو یعنی صرف کیوقت یون نکہا ہو کہ یہہ مین اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کے طرف نسبت کیا ہو یا مطلقا دیا ہو ہم رجوع کی نیت یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اوسکو عوض ٹھیراوے اور اس مال کا جو اوسنے صدقہ یا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی قید غلط ہے اتفاقی ہے

فلو كان وقت انفاقه مستهلكا او لو بصرف دراهم الدين لنفسه او اضاف العقد الى دراهم نفسه ضمن وصار مشتريا لنفسه متبرعا بالانفاق لان الدراهم تتعين في الوكالة زيلعي وبزازيه پھر اگر مامور نے خرچ کرنیکے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہوئے اگرچہ اونکا استہلاک مامور کے دین ذاتی کے طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کیطرف نسبت کیا ہو یعنی یون کہا ہو خرید کے وقت مثلا کہ مین اسکو اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھیر جائیگا اور اہل وعیال کے خرچ کرنے مین متبرع اور متطوع ہو جائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نکرسکیگا اسواسطے کہ یہہ دراہم وکالت مین متعین ہو جاتے ہین كذا في النهاية والبزازيه ہم انفاق کے مانند شرا اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے جب کہ وکالت مین دراہم متعین ٹھیرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک ہوگئے تو وکالت باطل ہوگئی پھر اگر مامور شرا کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہین لیسکتا كذا في الطحطاوي

وفي الملتقى لو امره ان يقبض من مديونه الفا ويتصدق فتصدق بالف ليرجع على المديون جاز استحسانا انتہی یہ ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون کو ہزار درہم لے اور صدقہ کردے سو اوسنے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پھر لے اوسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے

ہم بحر الرائق میں ہیہ روایت منتقی بالنون کیطرف منسوب ہو اور اسیطرح در المختار کے بعض نسخون میں ہے اور اسیطرح منح الغفار میں ہے بلا استدراک اور وجہ اوسکی یہہ ہو کہ جو دراہم کہ مدیون پر دین ہیں گویا قائم اور موجود ہیں تو وکیل متبرع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فھو ای الوصی کالاب متطوع الا ان یشھد انہ قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اوسوقت موجود نہیں تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہی مگر یہہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کرلے اسکو کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہے یا کہ وہ پہیر لے گا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اوسکی خلاصہ میں یون بیان کی ہے کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے میں معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پہیر لینے میں مقبول نہیں بلا شہادت ہم غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹہریگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنے جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہے وہ تحت حکم حاکم داخل نہیں اور بیان اوسکا درر میں ہے ہم درر میں صغری سے منقول ہے کہ قبض دین کے وکیل نے جب کہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سو اوس نے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت ہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہیں یعنی قاضی اسکو سماعت نکریگا انتہی بقدر الضرورۃ وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہے توکیل بیع سلم کرنے میں ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ کچھ روپیے کسی آدمی کو دی تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کری تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شراء کے کذا فی الطحطاوی لا بقبول عقد السلم صحیح نہیں وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے میں ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپیے طعام سلم میں سو وکیل نے روپیے لیئے اور موکل کو دئے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور روپیے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹہرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی پہر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظر ان یسلم من ریعہ فی زیتہ وحصیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کرے وقف کی محاصل مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون میں ہم یعنی اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوئے اور اوس نے مسجد کے چراغ روشن کرنیکے واسطے عقد سلم کیا تیل میں یا فرش کیواسطے چٹائیون میں سلم کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور توکیل بالسلم صحیح ہے ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ امینا علی القریۃ فیامرہ بعقد السلم ویتسلم منہ علی ما قررہ بالمنا لانہ وکیل الواقف والوکالۃ امانۃ لا یصح بیعہا وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور جائز نہیں ناظر کو کہ وکیل کری عقد سلم کا اوس شخص کو جسکو اوس نے امین مقرر کیا ہے قریۂ وقف پر کچھ مال معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اوس اناج میں جو وقف کی زمین میں پیدا ہوا اور راس المال سلم کا اوس امین سے لے اپنا حق بعوض اوس وظیفے کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا ہے اسواسطے جائز نہیں کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہی جسکی بیع صحیح نہیں اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ہم امین کو جو بابت ارض وقف میں عقد سلم اسواسطے جائز نہیں کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہیں اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز نہیں کہ ناظر وقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اوس نے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً

باب عزل الوکیل

یہہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام میں الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلھا خیار شرط وکالت اون عقود میں سے ہے جو لازم نہیں جیسا کہ عاریت تو وکالت میں خیار شرط داخل نہیں ہوتا ہم عقد لازم میں خیار شرط کی حاجت ہے تا صاحب خیار فسخ عقد کرسکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہے تو اوس میں خیار شرط کی کچھہ حاجت نہیں ولا یصح الحکم بھا مقصوداً وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود و بالذات حکم کرنا صحیح نہیں ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہیں ہوتا مگر در ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر میں ہم ہم قبل اس باب کے عنقریب گذرا درر میں ہے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا منکر تو وکالت ثابت نہیں ہوتی عدم حکم کی وجہ یہہ ہو کہ

حکم سے وکالت لازم ہوجاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعًا غیر لازم ہے یہ مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آیندہ قول مین وللموکل
العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجئ تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب
چاہے تا وقتیکہ اوس سے حق غیر متعلق ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ھ یعنی اگر مدعی کی خواہش ہے مدعا علیہ غائب کا
کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اوسکو معزول نہین کر سکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اوسکا حق فوت ہوجاوے اور اگر مدعا علیہ موجود
ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اوسکے معزول کرنے کا اختیار رہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی کلا دی وعقا فی خلع
ما صححہ البزازی وسیجئ عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق مین بنا بر اس
قول کے جسکی تصحیح کی ہے بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ھ وکالت دوری یہہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ
مین نے تجھکو فلانے کام کا وکیل کیا جب کہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے کذا فے الدرر بشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت
وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل
کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ
قبل وجود الشرط فی المعلق بہ آی بالشرط بہ یفتی شرح وھبانیہ اگرچہ اوسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اوس وکالت مین جو
معلق بشرط ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فے شرح الوہبانیہ ویثبت ذلک ای العزل بمشافھتہ بہ وبکتابۃ مکتوب بعزلہ وارسالہ رسولا
ممیزا عدلا او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنے معزول
کرنا بالمشافھہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزولی کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق
آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اوسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب کر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل
مین ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ
عزل ثابت ہوتا ہے جب کہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ مین تجھکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو
اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشھادۃ عددا او عدالۃ کاخواتہا المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی
معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہے ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کے چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین
جو اول مذکور ہوچکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہے مراخوات متقدمہ اخبار مولی بجنایت عبد اور شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا اور باکرہ
نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر مالک مشتری کو اور مجور ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر
ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین شرط ہے کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقدمنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور ہم نے
مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اوسکی خبر مقبول ہے اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من
الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آیندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ
وبشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شئ بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم
موکلہ خصومت کے وکیل اور شئے معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق
اور مال موکل کی بیع اور شئے غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فے الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ اوسکا موکل
معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاضی ومامور نفسہما والا لا کما بسطہ فی الجواہر اور اسیطرح دانست بادشاہ کی
قاضی اور امام مسجد کو اپنی ذات کی معزول کرنیکی شرط ہے اور نہین تو معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکو مشرح بیان کیا ہے یعنی اگر قاضی نے

آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپکو امامت سے معزول کیا تو یہہ صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکّلہ بقبض الدین ملک عزلہ
ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کما مرّ وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہی اگر اسکو
موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ
اوسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے م تعلق حق مدیون یون ہے کہ اگر معزولی بلا علم مدیون صحیح ہو تو
مدیون مغرور یعنے فریب خوردہ ہو جائیگا درصورت ادای دین بوکیل الا اذا علم بہ بالعزل المدیون فحینئذ ینعزل تفریع علیہ بقولہ
مگر جب کہ مدیون معزولی کو معلوم کرجاوے تو اب اسوقت مین وکیل معزول ہو جائیگا پہر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفع
المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ یبرأ وبعدہ لا لدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو
دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہوگیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہوگا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنے
جب اوسکو معلوم ہوگیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پہر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اوس نے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے
دینے سے دین ادا نہین ہوتا ولو عزل العدل الموکل ببیع الرہن نفسہ بحضرۃ المرتہن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ
بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ بطلب المدعی عند غیبتہ کما مرّ اور اگر اوس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا مرہون کی بیعکو واسطے
اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہوگیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھہ اوسکے
اور اسیطرح سے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب م طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت
وکیل کی بمقتضای غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہین ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح
لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی یعزلہ بکلما وکلتک فانت معزول عینی اور نہین ہی اوس قسم سے جسمین
حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اوسمین کچہہ نہین اور نہین ہی قسم مذکور
سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجہکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے بسبب اسکے معزول ہونیکے اس قول سے کہ ہر بار کہ مین تجہکو وکیل کرون
تو تو معزول ہے کذا فی العینی م طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اوسمین حق وکیل متعلق نہین

وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیبۃ نو کیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل کجحود الموکل بقولہ لم اوکلک لا
یکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشیء فقد عرفت تہاونک فعزل زیلعی اور وکیل کا یون کہنا بعد قبول کے
موکل کے سامنے کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہین ہے جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ مین نے
تجہکو وکیل نہین کیا عزل نہوگا مگر یہہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجکو کسی چیز کا وکیل نہین کرتا سوالبتہ مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم
کی تو عزل ثابت ہوگا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک
لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اوس پر محمول کیا ہو جب وکیل موکل کے ساتھہ موافقت
کرے ترک وکالت پر م یعنی انکار موکل اوس صورت مین عزل ہے جب کہ وکیل بہی وکالت کو چہوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ
وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایۃ لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا
ثابت کیا ہی اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہو اور وجہہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ماورای نکاح کے انکار فسخ ہی پہر
قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہین ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے م اور اسیطرح حموی نے
اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہو کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر مین ہو کہ یہہ رجوع نہین

تو ہمین دو روایتین ہین اور اسیطرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت بلا جحود و متابعین بیع تاجرین مین خلاف ہے
اور صحیح یہہ ہے کہ جحود رجوع ہے اسواسطے کہ جحود فسخ ہو انتہے علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت مین ہے یا سب مین انتہی اور
ظاہر الجمیع کی تصحیح تبادر ہے چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی مؤید ہے کذا فے الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنهایة الشئ الموکل فیه کما لو
وکله بقبض دین فقبضه بنفسه او وکله بنکاح فزوجه الوکیل بزازیه اور معزول ہوجاتا ہے وکیل بدون معزول کرنیکے اوس
چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اوسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اوسپر بذات خود قبضہ کرلیا یا اوسکو نکاح کا
وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھہ نکاح کردیا کذا فے البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی
عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران کما فے الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ بیع کی اور معلوم نہین کہ
پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری بیعمین شریک ہین اور مختار ہین چاہین بیع قائم
رکھین چاہین فسخ کرین کذا فے الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدهما وجنونه مطبقا بالکسر ای مستوعبا شهرا علی الصحیح درر
وغیرها لکن فے الشرنبلالیة عن المضمرات شهرا وبه یفتی وکذا فی القهستانی والباقانی وجعله قاضی خان فی فصل فیما
یقضی بالمجتهدات قول ابی حنیفة وان علیه الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کو مرجانے
سے اور اوسکے سال بہر کے جنون سے بنابر قول صحیح کذا فے الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہے مضمرات سے کہ مہینے بہر کے جنون سے معزول ہوتا
ہے اسیکا فتوی ہے اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہے اور قاضی خان نے اوس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ
کا قول قرار دیا ہے اور یہہ کہ اسی قول پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م مطبق بالکسر بمعنے کامل ومستوعب ہے اور بعضون نے بمعنے دائم تفسیر کیا ہے بحر الرائق مین
مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بفتح با بولتے ہین وبالحکم بلحوقه مرتدا ثم لا تعود بعوده مسلما علی المذهب ولا بافاقته بحر اور وکیل
معزول ہوجاتا ہے وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پہر وکالت عود نہین کرتی اوسکے پہر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ افاقہ
جنون جاتے رہنے سے بنابر مذہب صحیح کذا فی البحر م یعنے جب کہ مرتد ہوگیا پہر وکیل یا پہر دار الحرب مین جاکر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کردیا
تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسیطرح وکالت مرتد بہی موقوف ہے اگر مسلمان ہوگیا تو
نافذ ہے اور اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جاملا تو وکالت باطل ہے کذا فے الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالة اذا کانت لازمة
لا تبطل بهذه العوارض فلذا قال الا الوکالة اللازمة اذا وکل الراهن العدل او المرتهن ببیع الرهن عند حلول الاجل لا ینعزل
بالعزل ولا بموت الموکل وجنونه اور شرح مجمع مین ہے کہ جان کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلا جب راہن نے
شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت آنیکے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنیسے اور نہ موکل کی موت اور اسکے جنون سے م مرتہن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اوسکا عطف کرنا صحیح نہین ہے
کہ مرتہن بیعکا مالک نہین کذا فے الطحطاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالة بالخصومة
او الطلاق بزازیة جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے
کذا فے البزازیہ م یعنے وکالت بالخصومة اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اوسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت والحاصل کما فی
البحر ان الوکالة ببیع الرهن لا تبطل بالعزل حقیقیا وحکمیا ولا بالخروج عن الاهلیة بجنون وردة وفیما عداها من اللازمة لا تبطل
بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاهلیة قلت فاطلاق الدرر فیه نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے کہ
بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اور
ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی ہے عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

مین کہتا ہون تو درر کے طلاق مین بحث سے ہم درر مین یون کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہین ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر دالت
بالخصومۃ بالتماس طالب کو بہی شامل ہے اور حالانکہ اوسمین ایسا حکم نہین کذا فی المنح و ینعزل بافتراق احد الشریکین و لو بتوکیل
ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث
ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہوا سواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے ہم طلاق ماتن اسکو شامل ہے کہ دونون شریکون مین
افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہو جاوے قبل خرید کے تو وکالت ضمنیہ بہی باطل ہو گی اور اسکو شامل ہے کہ دونون
یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول ہو گا و ینعزل بعجز موکلہ لو مکاتبا و حجرہ ای موکلہ
لو ماذونا کذلک ای علم او لا لانہ عزل حکمی لما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادای بدل کتابت سے
اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے مجبور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون سے التجارۃ ہو اسیطرح معزول ہو جاتا ہے یعنی اوسکو علم ہو عزل کا
یا نہوا سواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و ہذا اذا کان وکیلا فی العقود و الخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین
واقتضائہ و قبض و دیعۃ فلا ینعزل بعجزہ و حجرہ اور یہہ یعنے عزل بسبب عجز اور حجر کے اوس وقت ہے جب کہ وکیل ہو عقود اور خصومت مین
اور جب کہ وکیل ہوا ادای دین اور طلب دین و قبض ودیعت مین تو معزول نہین ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے و لو عزل المولی وکیل عبدہ
الماذون لم ینعزل اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہو گا و ینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ
فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ و الا لا کما لو طلقہا واحدۃ و العدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری
لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اوس فعل مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے
عزل ہوتا ہے کہ وکیل اوسکے ساتھ تصرف کرنیسے عاجز ہو جاوے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہین ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو
ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھ
وکیل تصرف نہین کر سکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہین رہتی چنانچہ اعتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پہر اوسکو موکل نے خود
آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اوسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق
دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا و لو ارتد الزوج او لحق وقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا
دار الحرب مین لاحق ہوا تو اوسکے وکیل کی طلاق واقع ہو گی جب تک عدت باقی ہے ہم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جاوے تو وکیل کی طلاق
مرتد پر تا بقای عدت واقع ہو گی اور لحوق زوج بمنزلہ اوسکی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام مین لحوق اوس لحوق پر محمول ہے جسپر قاضی کا حکم
نہین ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اوس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی و تعود الوکالۃ اذا عاد الیہ
ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ اور پہر آتی ہے وکالت جب کہ موکل کیطرف
اوسکی قدیم ملک پہر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیچنے کا وکیل کیا سو اوسکو بیچ ڈالا اوسکے موکل نے پہر وہ چیز پہیر دی گئی موکل کو اوس سبب سے کہ وہ فسخ ہی چنانچہ بحکم
قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہے گا اپنی وکالت پر او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے
یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پہر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلاف ما لو تجدد
الملک بخلاف اوسکے اگر ملک جدید حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیچنے کا وکیل کیا پہر آپ اوسکو بیچ ڈالا پہر اسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود
نکریگی اسواسطے کہ یہان قدیم ملک نے عود نہین کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی **فروع** مسائل لمحہ شارح کے فی الملتقط عزل وکیلہ
ما لم یبلغہ الکتاب ملتقط مین ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکہہ بہیجی تو معزول نہو گا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنے اسواسطے کہ یہہ عزل قصدی

ہو اوسمین علم وکیل شرط ہی اور علم خط بھیجنے سے ہو وکّل غائبًا ثم عزله قبل قبوله صحّ وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پہر اوسکو معزول کیا
قبل اوسکے قبول کرنیکے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہی اور بعد قبول صحیح نہیں بدون علم کے درصورت
عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیه قمقمة لیدفعها الی انسان یصلحها فدفعها ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اوس
آدمی کو دے جو اوسکو درست کرے سو وکیل نے اوسکو دیا اور یہہ بہول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل کو دینے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ اوس نے موافق
اوسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اوسکی ثابت نہیں ابرأہ انه علیه بری من الکل قضاءً واما فی الآخرة فلا الا بقدر ما یتوهم
ان له علیه صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اوس دین سے جو اوس پر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم مین اور آخرت مین تو بری
الذمہ نہوگا مگر بقدر دین کے جتنا صاحب دین گمان رکہتا ہے کہ اوسکا آتا ہے اوسپر مثلاً اوس نے مجملاً دین معاف کر دیا لیکن اوس کا گمان یہہ ہو کہ میرے دس درم
ہین پہر ظاہر ہوا کہ اوسکے سو درم ہین تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برات اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ قال لمدیونه من جاءك بعلامة کذا او من اخذ اصبعك او قال لك کذا فادفع الیه لم یصح لانه توکیل مجهول
فلا یبرأ بالدفع الیه اور اشباہ مین ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجہہ سے فلانی بات کہے تو
اوسکو دیجیو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہوگا اوسکے دینے سے وفی الوہبانیة ومن قال اعط المال
قابض خنصری فاعطاه لم یبرأ وبالمال یخسر اور وہبانیہ مین ہے اور جسنے کہا کہ وہ مال چہنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اوسکو تو مدیون
بری الذمہ نہوگا اور مال مین گہٹا دے گا یعنی دوبارہ اوسکو دینا پڑیگا وبعه وبع بالنقد او بع لخالد فخالفه قالوا یجوز التغیر اور جسکو کہ
کہا بیچ اوسکو اور بیچیو نقد یا یون کہا کہ بیچ اوسکو اور بیچیو خالد کے ہاتہ سو وکیل نے اوسکے خلاف کیا یعنے ادہار بیچا یا زید کے ہاتہ بیچا تو علما نے کہا
کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے ہر بعه وبع بالنقد یہہ ایک ہی صورت ہے وبعه وبع لخالد یہہ دوسری صورت ہی وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز
ہی کہ یہہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہہ مال بطور مضاربت کے لے اور اوس سے گیہون خرید کرنا تو اوسکو جو خرید کرنا جائز ہے
کیونکہ یہہ کلام مشورہ ہی اوسکا خلاف اوس قول کے کہ بعه لنقد یا یون کہا کہ بعه من فلان تو اب اوسکو مخالفت کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن
شرح الوہبانیہ وفی الدافع قول الوکیل مقدم کذا قول رب الدین والخصم یجبر اور مال کے دینے مین وکیل کا قول مقدم ہے اسی
طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنے موکل پر جبر کیا جائے گا صورت اوسکی یہہ ہی کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرے دین ادا کر سو
وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچہہ ادا نہیں کیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے مین یعنے وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا
اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اوس نے صاحب دین کو نہیں دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مینے کچہہ نہیں پایا لیکن یہہ فقط در حق براءت
ہی اور حق سقوط حق دائن تو دائن اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق مین اور موکل سے بدین وی
حق اوسکا دلایا جاوے گا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاوی سو اگر اوس نے قسم کہائی تو قبض دین ثابت
نہوا اور اگر قسم کہائی تو حق اوسکا ساقط ہو گیا اور اگر بالعکس ہو یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاوی کذا فی الطحطاوی
سه ولو قبض الدلال مال المبیع کی یسلمه منه وضاع یشطر اور اگر دلال نے مال بیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن
ضائع ہو گیا تو دلال اور بائع مین بنصف تقسیم کیا جاوے یعنے مصالحہ بنصف ہوگا درمیان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر
بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور نہیں تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے
لے تو وہ دلال سے بہر لے تا وقتیکہ دلال اوسکا فرستادہ نہو بائع کے طرف ثمن پہونچانے مین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوی

یہہ کتاب ہی دعوی کے کلام مین لا یخفی مناسبتها للوکالة بالخصومة یعنے مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین

کتاب الدعوی

ہم مناسبت یہہ ہی کہ خصومت سے وکیل کو دعوی کے طرف حاجت ہے بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بہی دعوے کیطرف حاجتمند ہوتا ہی جیسے کفیل
قولہ یقصد به الانسان ایجاب حق علی غیرہ لغت مین دعوی وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنے بلا قید منازعت
و مسالمت اور اسمین دفع عن حق نفسہ سے کچہہ تعرض نہین والفہا للتأنیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تأنیث کے واسطے ہے تو اوسپر
تنوین داخل نہین کیجاتی وجمعہا دعاوی بفتح الواو کفتوی وفتاوی درر اور جمع دعوی کی دعاوی ہے بفتح واو جیسے فتوی اور فتاوی کذا
فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہما محافظۃ علی الف التأنیث لیکن مصباح العلوم مین واو کے کسرہ پر یقین کیا دونون میں
یعنی دعاوی اور فتاوی مین الف تانیث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف ہی مصباح مین یون ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہی اسواسطے
کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی ملخصا وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد به طلب
حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع مین دعوی عبارت ہی ایسے قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اوس سے طلب حق اپنی
غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ہم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہوگیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی
کے روبرو دعوی مسموع نہین اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہوگئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اوس سے
اثبات حق غیر مقصود ہے اوسیطرح اقرار بہی او دفعہ ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعوی التعرض فتسمع به یفتی بزازیۃ
دعوی عبارت ہی دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمین داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا اسی قول کا فتوی
ہی کذا فی البزازیہ ہم دفع تعرض کی صورت یہہ ہی کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہی اور مین اوسکے دفع تعرض کا مطالب ہون
تو یہہ دعوی مسموع ہے قاضی اوسکو ناحق تعرض سے بازرکہے تو جب تک اوسکے پاس حجت نہین ہے تو وہ تعرض سے روکا جائے اور جب اوسکو حجت
ملی تو تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیۃ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہین کذا فی السراجیہ ہم صورت
اوسکی یہہ ہے کہ قاضی کے پاس جاوے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجہہ پر کچہہ ہو تو دعوی کرے اور نہین تو ابرا کرے تو اوس شخص پر جبر نکیا جائے گا دعوی مین اسواسطے
کہ وہ صاحب حق ہی کذا فی الطحطاوی وہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہہ یعنی تعریف دعوی مین او دفعہ عن نفسہ کا قول
زیادہ کرنا اوسوقت ہی جب کہ تعریف مذکور مین حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجئے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل
نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنیکی حاجت ہوئی تا دفع بہی دعوی کی تعریف مین داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بہی شامل ہو
اسواسطے کہ دفع عدمی نہین ہے کیونکہ دفع سے کف عن المنازعۃ مراد ہے فلو ارید ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے
وہ ارادہ کیجئے جو کہ وجودی اور عدمی دونون کو شامل ہو تو اس قید یعنے زیادت دفع کی حاجت نرہی والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای
لا یجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہی کہ جب کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چہوڑا جاوے یعنے حاکم اوس سے زبردستی دعوی نکرواوے والمدعی علیہ بخلافہ ای
یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص ہے جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے چہوڑا نجاوے بلکہ اوس سے زبردستی خصومت کروائی جاوے فلو فی البلدۃ
قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد وبه یفتی بزازیۃ ولو القضاۃ فی المذاہب الاربعۃ علی الظاہر وبه افتیت مرارا
بحر تو اگر ایک شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک قاضی ہو علیحدہ علیحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہی جس قاضی کے پاس چاہے حاضر ہو محمد کے نزدیک اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہان چارون مذہب کے قاضی ہون بنابر قول ظاہر کے اور اسیکا مین نے فتوی دیا ہے کئی بار کذا فی البحر ہم علامہ مقدسی
نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنے مدعی کو اختیار ہی اسواسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی اور مدعا علیہ
کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فاکثر علی السواء فالعبرۃ للمدعی نعم لو امر السلطان باجابۃ المدعی
علیہ لزم اعتبارہ لعزلہ بالنسبۃ الیہا کما مر مرارا کہا مصنف نے اپنی شرح مین اور اگر دو قاضیون کی یا زیادہ کی ولایت ہو برابر جمیع محلات

شہر مین تو مدعی کا اعتبار ہے ہان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اوسکا معتبر رکہنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اوس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے
پسند نہین کیا اس دعوی کی سماعت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہوچکا کہ قضا قید پذیر ہے کذا فی الخطاوی قلت و ھذا الخلاف فیما اذا کان
کل قاض علی محلۃ علیحدۃ اما اذا کان فی المصر حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی فی مجلس واحد و الولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع
الخلاف فی اجابۃ المدعی لما انہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علی ھامش البزازیۃ فلیحفظ مین یہ کہتا ہون اور یہہ خلاف جو اوپر بیان ہوا
اوس صورت مین ہے جب کہ ہر ہر قاضی علحدہ علحدہ محلہ کا حاکم ہوا اور جب کہ شہر مین حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک
یعنی حکومت عامہ ہو تو لائق نہین کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہو اسواسطے کہ بلاشک مدعی ہی تو صاحب حق ہے اسیطرح لکہا ہے مصنف نے کہ
خط بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے م اتحاد مجلس قید نہین بلکہ عموم ولایت پر مدار ہے چنانچہ مذکور ہوچکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا
تو خوب ہوتا و رکنھا اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا او الی علیہ کذا او اضافتہ الی من ناب المدعی منابہ کوکیل و وصی عند النزاع
متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کے طرف نزاع کے وقت اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اوسپر آتا ہے یا نسبت
کرنا حق کا اوسکے طرف جسکے مدعی قائم مقام ہے مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہے و اھلھا
العاقل الممیز و لو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ و الا لا اشباہ اور دعوی کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار با تمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اوسکے ولی نے
اوسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوی نہین کذا فی الاشباہ و شرطھا ای شرط جواز الدعوی مجلس القضاء
و حضور خصمہ فلا یقضی علی غائب اور دعوی کی شرط یعنی جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اوسکے مخاصم کا تو حکم نکیا جاے
مدعا علیہ غائب پر و ھل یحضرہ بمجرد الدعوی ان بالمصر او بحیث یبیت بمنزلہ نعم و الا حتی یبرھن او یحلف منیہ اور کیا قاضی
مدعا علیہ کو بمجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اوسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اسطرح پر کہ جواب دہی کر کے اپنے گہر رات کو جا پہونچے تو ہان بمجرد
دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اوسکو نہ بلاوے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کہائے کذا فی المنیہ م مدعا علیہ کے حضار مین دو قول ہین بعضونکے
نزدیک احضار نہین مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہہ گواہی مدعا علیہ کے بلانیکے واسطے ہے نہ حکم دینے کے واسطے شلبی نے
کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کا عمل برخلاف ما تقدم ہے کہ بمجرد دعوی مدعا علیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہین کرتے کہ دعوی صحیح ہے یا فاسد
اور یہہ اونکی غفلت ہے فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحاوی و تعلق المال المدعی اذ لا یقضی بمجھول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا
اوس مال کا جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہین دیا جاتا و لا یقال مدعی فیہ و بہ الا ان یتضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا فیہ
اور مدعا بہ نہین کہتے مگر جب کہ لفظ ادعا معنے اخبار کے متضمن ہو تو اب مدعا بہ بولنا درست ہے م مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہین اگرچہ فقیہ لوگ بولتے
ہین مگر یہہ مشہور ہے تو وہ بہتر ہے صواب مہجور سے کذا فی الحموی و شرطھا ایضا کونھا ملزمۃ شیئا علی الخصم بعد ثبوتھا و الا کان عبثا اور
یہی دعوی کی شرط ہے ہونا دعوی کا لازم کرنیوالا کسیچیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر ملزم نہو تو بیفائدہ ہوگا م جب ملزم ہونا
دعوی کی شرط ٹہیرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوی کرنا صحیح نہین امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر و کون المدعی مما یحتمل الثبوت
فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا او عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب او لمن لا یولد مثلہ لمثلہ
ھذا ابنی و ظھورہ فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی اخر انہ اقرضھا ایاہ دفعۃ واحدۃ او غصبھا منہ
فالظاھر عدم سماعھا جزم بہ جزم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوی کی شرط یہی ہونا اوس چیز کا جسکا دعوی کیا اوس قسم سے جو محتمل
الثبوت ہو تو اوسکا دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا
معروف النسب کو کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا اوسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اوس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ

سلہ و نظم الحموی شروط الدعوی فقولہ سبعا للطالب حکی ثم قال فی الدعوۃ ... مکان من تلقی الیہ الدعوۃ فقرۃ خصم و استغاثۃ ... و مجلس حکم بالعبارۃ ... کذلک معلومۃ المدعا بہ ... کذلک لسان المدعی ... و عدم اخصام ... [illegible]

مفلس مشہور کا دعوی اموال غلیمہ کا دوسرے شخص پر سطرح کہ اوسنے اوسکو مال قرض دئے ہین ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اوسسے غصب
کرلیا تو ظاہر ہے یہہ دعوی غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین وَحُکمُہا وُجُوبُ الجوابِ علی الخصمِ وَ
ہوَ المدعیٰ علَیہِ بِلا او بنعم حتی لو سکتَ کانَ انکارًا فتسمعُ البیّنۃُ الاانْ یکونَ اخرسَ اختیارًا وَسَنُحَقِّقُہٗ اور دعوی کا حکم
واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہین یا ہان کرکے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہین بولا نہ ہان تو یہہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہہ کہ مدعا علیہ
گونگا ہو تو اوسکا سکوت انکار نہو گا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے یعنے قضے بنکولہ کی شرح مین وَسَبَبُہا تعلُّقُ البقاءِ
المقدَّرِ بتعاطی المعاملاتِ اور دعوی کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات مین زیادت اور نقصان
اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذلک جاری ہے تو دعوی کرنا اوسی قسم سے ٹہرا جو بقای عالم مکلفین کا مقتضی ہے اسواسطے کہ اگر دعوی نکیجے
تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتین فلو کانَ ما یدّعیہ منقولاً فی یدِ الخصمِ ذکرَ المدّعِی انّہ فی یدِہٖ بغیرِ حقٍّ لاحتمالِ کونہٖ مرہونًا فی یدہٖ او
محبوسًا بالثمنِ فی یدِہٖ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہے منقول ہو اور مدعا علیہ کے قبضہ مین ہو تو مدعی یہہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتہ
مین ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اوس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتہ مین یا یہہ کہ محبوس بواسطہ ثمن کے ہو اوسکے پاس وَطلبَ المدعیٰ احضارَہٗ
انْ امکنَ فعلی الغریمِ احضارُہٗ لیشارَ الیہِ فی الدعوی والشہادۃِ والاستحلافِ اور مطالبہ کرے مدعی اوسکے حاضر کرنیکا اگر حاضر لانا اوسکا
ممکن ہو بلا مشقت تو مدیون پر حضار اوسکا واجب ہے تا اوسکے طرف اشارہ کیا جائے دعوے اور شہادت اور استحلاف مین وَذکرَ المدّعی قیمتَہا انْ تعذّرَ
احضارُ العینِ بانْ کانَ فی نقلِہا مؤنۃٌ وانْ قلّتْ ابن کمال نسبہ الی الخزانۃ اور مدعی اوسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو حضار عین کا اسطرح کہ
اوسکے لانے مین مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت بخزانہ کرکے ہم کلام ابن کمال چکّی اور ڈہیر وغیرہ مین ہے نہ
ہلاک عین مین تو شارح کا بیان اسکو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحطاوی وہلاکہا او غیبتہا لانّہ مثلہ معنًی قیمت بیان کرے اگر حضار اوسکا متعذر
ہو اوسکے ہلاک ہوجانے سے یا اوسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اوسکی مانند ہے اوسکے باعتبار معنے کے یعنی قیمت اوسکی مماثل معنوی
ہے وانْ تعذّرَ احضارُہا مع بقائہا کرحیً وصبرۃِ طعامٍ وقطیعِ غنمٍ بعثَ القاضی امینَہٗ لیشارَ الیہا اور اگر حضار اوسکا متعذر ہو باوجود
اوسکے موجود ہونیکے جیسے چکی اور گیہون کا ڈہیر اور بہیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بہیجے تا اوسکے طرف اشارہ کیا جاوے والّا تکنْ باقیۃً اکتفیٰ
الملتقی فی الدعوی بذکرِ القیمۃِ اور اگر وہ چیز باقی نرہی ہو تو دعوی مین بذکر قیمت کفایت کرے وقالوا لو ادّعی انّہٗ غصبَ منہ عینَ کذا ولم یذکرْ
قیمتَہا اُسمعُ فیحلفُ خصمُہٗ او یجبرُ علی البیانِ درر وابن ملک وَلہذا لو ادّعی اعیانًا مختلفۃَ الجنسِ والنوعِ والصفۃِ وذکرَ قیمۃَ الکلِّ
جملۃً کفیٰ ذلکَ الاجمالُ علی الصحیحِ وتقبلُ بیّنتُہٗ او یحلفُ خصمُہٗ علی الکلِّ مرّۃً اور فقہانے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے
فلانی چیز غصب کی ہے اور اوسکی قیمت نہ بیان کی تو دعوی مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی درصورت انکار یا اوس پر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی
درصورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسیواسطے یعنی بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اوسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیا مختلف
الجنس والنوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہہ اجمال کافی ہے صحت دعوی مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان
قیمت مین مقبول ہونگے یا اوسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار ہم اعیان مختلف الجنس چنانچہ اناج اور مختلف النوع چنانچہ گیہون اور جوار
مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گیہون اور ناقص وانْ لم یذکرْ قیمۃَ کلِّ عینٍ علی حِدۃٍ لانّہٗ لما صحّ دعوی الغصبِ بلا بیانٍ فلانْ یصحَّ اذا بیّنَ قیمۃَ
الکلِّ جملۃً بالاولیٰ قیمت مجمل کا دعوے مسموع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو
جب کہ کل اشیا کی قیمت مجملا بیان کرے بطریق اولے وقیلَ فی دعوی السرقۃِ یشترطُ ذکرُ القیمۃِ لیعلمَ کونہا نصابًا فامّا فی غیرِہا فلا یشترطُ
عمادیہ اور بعضون نے کہا کہ چوری کے دعوی مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اوسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوای مین تو بیان قیمت شرط نہین

کذا فی العمادیۃ وھذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شیء مستھلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشھادۃ
لیعلم القاضی بما ذا یقضی اور یہہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی میں ہی نہ دین کے دعوی مین تو اگر شے نے شے مستہلک کا دعوی کیا تو
اوسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہے دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی
الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار وشرط الشھید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر خلاف ہے
جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھہ اسکو بھی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار مین پسند
کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھہ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے وفی
دعوی الایداع لا بد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل اولا اور ودیعت رکھنے کے دعوے مین مکان ایداع کا
بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی
مکان مین جہان ودیعت رکھی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اوسکی قیمت وفی الغصب ان کان لہ
حمل ومؤنۃ فلا بد لصحۃ الدعوی من بیانہ والا لا اور غصب کے دعوی مین اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور
ہے اوسکے صحت دعوی کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ
یوم غصبہ علی الظاہر عمادیہ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کی اوسکی قیمت بیان کرے بنا بر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی
العقار کما یشترط فی الشھادۃ علیہ ولو کان العقار مشھورا خلافا لھما اور گہر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعوی مین حدود کا بیان کرنا شرط ہے
جیسے اوسکی گواہی مین تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہین ہم عقار بروزن سلام
مین عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گہر اور کہجور کا درخت اور گلہ سے متاع کو بھی عقار بولتے ہین انتہی اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات
سے ہے اور اسمین شفعہ نہین جب کہ اوسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی وعن البحر الا اذا عرف الشھود الدار بعینھا فلا یحتاج الی ذکر حدودھا غیر
منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جب کہ شہود گہر کو بالخصوص جانتے ہون تو اوسکی حدود کے بیان کی حاجت نہین ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے
مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی فلو ادعی ثمن العقار لا نہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر
زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوی ہے نہ زمین کا کذا فی البحر ولا بد من ذکر بلدۃ فیھا الدار ثم
المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اوس شہر کے بیان سے جسمین وہ گہر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کی بیان سے
تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب مین ہم یعنی یون کہے کہ وہ گہر فلانے شہر فلانے محلہ فلانی کوچہ مین ہے پھر حدود بیان کرے اور
نسب کی یہہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جس کا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہین تو خاص ترکی طرف ترقی کرے یون کہے کہ
جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہوجاوے تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان
ذکرہ وغلط فیہ لا ملتقی لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاھد فصولین اور تین حدون کے ذکر مین کفایت ہے تو اگر چوتھی کو
ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے
ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف پوری نہین ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا [illegible]
کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہے [illegible] کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابھا ای الحدود واسماء ابائھم و
لا بد من ذکر الجد لکل منھم ان لم یکن الرجل مشھورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور او
باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے اونمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اوسکا نام کافی ہے

بسبب حاصل ہونے مقصود کے ہم ملتفت نہیں ہے کہ اگر دادا معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اوسکے موالی کے ذکر سے یا اوسکے پیشہ یا وطن یا اوسکی دوکان
یا اوسکے حلیہ سے تو مقصود تمیز ہے خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انہ ای العقار فی یدہ لیصیر خصما اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ گھر یا باغ
مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تاکہ وہ مخاصم ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ بیان ان سے تھا عقار کا
کذا فی المحیط ویزید علیہ بغیر حق ان کان المدعی منقولا لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جس کا دعوی کیا چنانچہ مذکور
ہو چکا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اسواسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اوسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یدہ فی العقار بتصادقہما
بل لا بد من بینۃ او علم قاض لاحتمال تزویرہما بخلاف المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہیں ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے
باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اوسمین تصادق متخاصمین مثبت قبض
ہے بسبب بینہ ہونے قبض منقول کے اور احتمال تزویر یہ کہ شاید متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپکو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ثم ہذا لیس علی
اطلاقہ بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا پھر یہ یعنی اشتراط بینہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہیں بلکہ جب زمین میں ملک مطلق کا
دعوی کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جسمین ملک کا سبب کوئی شے چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید
فلا یفتقر لبینۃ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا بزازیۃ اور غصب کے دعوی اور قابض سے خرید کرنے کے
دعوی میں تو حاجت نہیں گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم شارح نے دلیل
اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی میں اور فعل کے دعوے میں فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خرید ہے وذکر انہ یطالبہ بہ لتوقفہ علی طلبہ
ولاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن وبہ استغنی عن زیادۃ بغیر حق فافہم اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ
سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اوسکی طلب پر اور اوسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونیکے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے
زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ اشتراط مطالبہ سے مستغنی
ہوا اوس سے ولو کان ما یدعیہ دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیرہ ذکر وصفہ لانہ لا یعرف الا بہ اور جس کا مدعی دعوی کرتا ہے اگر دین
خواہ مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو یا سوا اسکے تو اوسکے وصف کو ذکر کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون دریافت نہیں
ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہوں مثلا عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اوس وقت حاجت ہے جب کہ
شہر میں کئی قسم کے روپیے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی الحموی لا بد
فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفۃ والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیہ ولم یذکر
سببا لم تسمع اور ضرور ہے مثلیات کے دعوی میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب کو تو اگر مدعا علیہ پر ایک
کر گیہوں کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے مسموع نہوگا ہم جنس جیسے گیہوں اور نوع جیسے سرخ گیہوں یا سفید اور صفت
جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب واذا ذکر ففی السلم تصح المطالبۃ فی مکان
عیناہ اور جب کہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم میں اوسکو مطالبہ جائز نہیں مگر اوسی مکان میں جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا و
فی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض ونحوہ بحر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوی
میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اوسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان میں کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسأل
القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتہا والا تصح لم یسأل لعدم
وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے کہ فلانے مدعی نے تجھ پر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کے

بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوی صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب واجب ہونے اوسکے جواب کے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر
موقوف ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اوسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیہ فان اقر بہا او انکر فبرھن
المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر
یعنی اوسکو ہرا دے اور مدعیکو جتا دے بدون طلب مدعی کے ہم اگر مدعا علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت
دے اور بعد مدت اوسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھپر حکم کرتے ہین مستحب ہے لازم نہین کذا فی الطحاوی وان لم یبرھن حلفہ
الحاکم بعد طلبہ اذ لابد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی اربع علی ما فی البزازیۃ اور اگر مدعی گواہون سے
اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوی مین مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسف کے
نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہے مشتری خدا کی قسم کہائے کہ مین راضی نہین ہوا
عیب سے دوسرے شفیع قسم کہائے کہ مینے اپنا شفعہ باطل نہین کیا تیسرے عورت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یون قسم کہائے کہ زوج نے اسکو
نفقہ نہین دیا اور نکچہہ اوسکے واسطے چہوڑ گیا چوتہے مستحق قسم کہائے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال واجمعوا علی التحلیف بلا طلب
فی دعوی الدین علی المیت برازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ہم صورت
تحلیف یہان یون ہے کہ قاضی وارث کو قسم اللہ کی دے کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے تجہکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے
کسی نے اوسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اوسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسیکا تو نے اوسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اوسکی کوئی چیز
رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جب کہ مدعا علیہ نے کہا کہ
دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو حاکم قسم نلیگا بلکہ اوسکو قید رکہیگا تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر ہم یہہ امام کا قول ہے اور
صاحبین کے نزدیک اوس سے قسم لینا چاہیے وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصہ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی
علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع الاشبہ انہ انکار فیستحلف اور اسیطرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر
سکوت لازم کرے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ بحر الرائق مین کہا اور اسیکا مین نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات
قضا مین ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے انتہی کذا فی البحر پہر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ ترجیح یہہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار
انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم شبہ دریہہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کے طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ مسئلہ متن کے
طرف راجع ہے اور وہ صاحبین کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصا قیدنا بتحلیف الحاکم لانھما
لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فھو باطل لان الیمین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ لیمین ولا
نکول عند غیر القاضی ہم نے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہین اور قسم کہاوے
اور بری الذمہ ہو جاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتہہ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے
پاس فلو برھن علیہ ای علی حقہ یقبل والا یحلف ثانیا عند قاض بزازیۃ الا اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی درر سو اگر
غیر حاکم کے پاس قسم کہائی پہر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نلایا تو مدعا علیہ کو دوسری بار قسم لیجاے گی قاضی کے پاس کذا فی
البزازیہ مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لیگئی تو کافی ہے یعنے دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان
التحلیف حق القاضی فما لم یکن باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جبتک
تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہوگی معتبر نہوگی ہم یہہ مسئلہ مغائر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ متن یہہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کہانا

باطل ہے اور یہان مطلب یہہ ہو کہ قاضی کے پاس قسم کہائی مدعی کے استحلاف سے: قاضی کے استحلاف سے کذا فے الحلبی وَلِذَا لَوِ اصْطَلَحَا
اَنَّ الْمُدَّعِیَ لَوْ حَلَفَ فَالْخَصْمُ ضَامِنٌ لِلْمَالِ وَحَلَفَ اَیِ الْمُدَّعِی لَمْ یَضْمَنِ الْخَصْمُ لِاَنَّ فِیْهِ تَغْیِیْرَ الشَّرْعِ اور اسیطرح اگر متخاصمین نے
اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کہائے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کہائی تو مدعا علیہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ اسمین بگاڑنا ہی شرع کا م وجہ تغییر شرع یہہ ہو کہ قسم مدعا علیہ پر ہی
نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کریگا تو پہیر لے کیونکہ یہہ شرط باطل ہے وَالْیَمِیْنُ لَا تُرَدُّ عَلَی الْمُدَّعِیْ لِحَدِیْثِ
الْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ اور قسم پہیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے بینہ یعنی گواہ مدعی پر ہو م پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی
اور ابو داؤد اور نسائی مین بروایت ابن عباس یون ہے اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور
قسم اوس پر ہے جو انکار کرتا ہی طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین مین تقسیم فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہو
اور دوسری وجہ یہہ ہو کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہو اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہی اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہی جبکہ
وہان معہود نہو تو مطلب یہہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بہی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوے وَحَدِیْثُ الشَّاهِدِ وَ
الْیَمِیْنِ ضَعِیْفٌ بَلْ رَدَّهٗ ابْنُ مَعِیْنٍ بَلْ اَنْکَرَهُ الرَّاوِیْ عینی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہی بلکہ اسکو یحیی بن معین نے رد کیا ہی بلکہ اس
حدیث کے راوی نے اوس کا انکار کیا ہے کذا فی العینی م مسلم اور ابو داؤد مین ابن عباس سے روایت ہی قضٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیمین و شاہد کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی
نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہی سہیل بن صالح سے اور سہیل اسکی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت باقی نرہی بعد منکر
ہونے اوسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہوسکیگی انتہی بَرْهَنَ الْمُدَّعِیْ عَلٰی دَعْوَاهُ وَطَلَبَ مِنَ الْقَاضِیْ اَنْ یُحَلِّفَ
الْمُدَّعِیَ اَنَّهٗ مُحِقٌّ فِی الدَّعْوٰی اَوْ عَلٰی اَنَّ الشُّهُوْدَ صَادِقُوْنَ اَوْ مُحِقُّوْنَ فِی الشَّهَادَةِ لَا یُجِیْبُهُ الْقَاضِیْ اِلٰی طَلَبِهٖ لِاَنَّ الْخَصْمَ لَا یُحَلَّفُ
مَرَّتَیْنِ فَکَیْفَ الشَّاهِدُ لِاَنَّ لَفْظَ اَشْهَدُ عِنْدَنَا یَمِیْنٌ وَلَا یُکَرَّرُ الْیَمِیْنُ لِاَنَّا اُمِرْنَا بِاِکْرَامِ الشُّهُوْدِ وَلِذَا لَوْ عَلِمَ الشَّاهِدُ اَنَّ الْقَاضِیَ
یُحَلِّفُهٗ وَیَعْمَلُ بِالْمَنْسُوْخِ لَهٗ الْاِمْتِنَاعُ عَنْ اَدَاءِ الشَّهَادَةِ لِاَنَّهٗ لَا یَلْزَمُهٗ بزازیہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوی پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے
یہہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوی مین حق پر ہے یا یہہ خواہش کی کہ گواہ قسم کہاوین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ
حق پر ہین تو قاضی اوسکی خواہش کو نمانے اسواسطے کہ مدعا علیہ مخاصم سے دوبارہ قسم نہین لیجاتی تو شاہد سے دوبارہ کیونکر قسم لیجائیگی اسواسطے
کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دوبارہ قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہین اور اسیواسطے اگر شاہد جانے
کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اوسکو ادای شہادت سے باز رہنا جائز ہے اسواسطے کہ اب اوسکو ادای شہادت لازم نہین کذا
فی البزازیہ م اب ہندوستان مین نصاری کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد بلحاظ حلف ادای شہادت مین پہلوتہی کرین
تو بموجب اس روایت کے انشاء اللہ گنہگار رہنون گے واللہ اعلم وَبَیِّنَةُ الْخَارِجِ فِی الْمِلْکِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ الَّذِیْ لَمْ یُذْکَرْ لَهٗ سَبَبٌ اَحَقُّ مِنْ بَیِّنَةِ
ذِی الْیَدِ لِاَنَّهُ الْمُدَّعِیْ وَالْبَیِّنَةُ لَهٗ بِالْحَدِیْثِ اور گواہ شخص خارج غیر قابض کی ملک مطلق مین اولے بالقبول ہین قابض کے گواہوں سے اسواسطے
کہ خارج مدعی ہو اور گواہ اوسیکے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو مثلاً خرید یا میراث م صورت اوسکی یہہ ہی کہ شخص
غیر قابض نے ایک گہر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونون
نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہو گی تو قابض کے واسطے
حکم ہوگا اور ظہیریہ مین ہو کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہو تو مدعی
خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً بِخِلَافِ الْمُقَیَّدِ بِسَبَبٍ لَا یَتَکَرَّرُ کَنِتَاجٍ وَنِکَاحٍ فَالْبَیِّنَةُ لِذِی الْیَدِ اِجْمَاعًا کَمَا سَیَجِیْءُ بخلاف

دعوی اوس ملک کی جو مقید بسبب ہے چنانچہ نتاج اور نکاح تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین بالاجماع چنانچہ آگے آویگا مسورت نتاج یہہ ہو کہ ہرایک نے
گواہ قائم کیے کہ لونڈی اوسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہین اور قابض کے سابقہ ترجیح
ہی قبض کی آور نکاح کی صورت یہہ ہو کہ دونون نے گواہ اسپر قائم کیے کہ اوس نے نکاح کیا اوس عورت سے تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین
تو ملک سے مراد وہ ہو جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ
بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء
احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کہانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس مین ہو نفس الحقیقۃ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ
مین نہین قسم کہاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اوسکا آفت سے نہین مانند گونگے اور بہرے ہونیکے
قول صحیح مین کذا فے السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پہر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہی یعنے مستحب ہو نہ واجب وھل یشترط القضاء
علی فور النکول خلاف درر ولم ار فیہ ترجیحا قالہ المصنف قلت قدمنا انہ یفترض القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا
شرط ہی حکم دینا انکار قسم کے بعد فورا اسمین خلاف ہی علما کا کذا فے الدرر اور اس خلاف مین مین نے کسی قول کی ترجیح نہین دیکہی یہہ کہا ہے
مصنف نے اپنی شرح مین مین کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فورا فرض ہے مگر تین صورت مین ہم پہلی صورت یہہ ہے کہ قاضی کو
شک پڑے دلیل قضا مین چنانچہ گواہون مین آ یہہ کہ مدعی مہلت مانگے تیسرے یہہ کہ امید صلح ہو اقارب مین کذا فے الطحطاوی قضی علیہ
بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ
پر انکار قسم سے پہر مدعا علیہ نے قسم کہانے کا ارادہ کیا تو اوسکی طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہی کذا فی الدرر
تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنے برہان اور یمین اور نکول وعدھا فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ
وعلم قاض علی المرجوح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظھر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوھا
فراوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ مین طرق قضا سات شمار کیے ہین گواہ اور اقرار اور
قسم اور انکار قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ چنانچہ خالی گہر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتہڑی
چہری لئے نکلا پہر اوس گہر مین فورا لوگ داخل ہوئے تو اوسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکہا تو شخص خارج خائف اوسکے خون مین
ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا مگر اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا
مجاز ہی کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہے بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہو اور قرینہ قاطعہ کو
تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین فتامل کذا فے الطحطاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی
خصمہ ولا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اوسمین جسکا اوس نے دعوی کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہہ ہے یعنی واجب
ہی کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نلے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رایہ ان المدعی
مبطل حلف والا بان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ اور اگر اوسکا مخاصم نمانے سوا قسم کے اگر اوسکا ظن غالب یہہ
کہ مدعی باطل پر ہے تو مدعا علیہ قسم کہائے اور اگر ایسا نہو بطرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نکہائے کذا فی البزازیہ ہم یہہ مسئلہ
مغائر ہے مسئلۂ شک سے خلاصہ یہہ ہے کہ مدعیکو اگر اپنے دعوی کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نلے اور مدعا علیہ کو
اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کہائے اور نہین تو قسم نکہائے وتقبل البینۃ لو اقامھا المدعی وان قال قبل الیمین
لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے اونکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے

له و در نقل البحر عن شاہی من ذلک الفضولی ... قال ... الظلب ... مع ... نکول ... ظاہرۃ ... الذی ... در ... عن البحر ...

گواہ نہین کذا فی السراج برخلاف اوس قول کے جو شرح مجمع مین ہے محیط سے م شرح مجمع مین محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ
نہین ہین اس دعوی پر پہر وہ گواہ لایا تو امام کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کرچکا اور محمدؒ کے نزدیک مقبول ہین
اس احتمال سے کہ اوسکے گواہ ہون گے پر وہ بہول گیا انتہے یہین خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اسمین تعرض نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین
سراجیہ سے قول محمد کی ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحاوی بعد یمین المدعی علیہ ثم تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ
مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہین بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیہ عند العامۃ وہو الصحیح بقول شریح الیمین
الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ ولان الیمین کالخلف عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کانہ
لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شریح کہ جہوٹی قسم مردود کرنیکے لائق تر
ہے عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہوچکا گویا کچہہ نہ تہا کذا فی البحر ونظہر
کذبہ باقامتہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حتی یحنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی
طلاق الخانیہ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار
سبب کیا پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی پہر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی کتاب الطلاق من
الخانیہ برخلاف اطلاق درر کے درر مین کہا صواب یہہ ہے کہ اوس کا کذب ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور نہوگا انتہی تو صاحب درر کا
کلام عام ہے خواہ دعوی سبب کے ساتہہ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامہا المدعی علی السبب
لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر
مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوی کیا پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی کہ اوس پر دین نہین ہے پہر مدعی نے سبب مثلا قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ
کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پہر ابراء قرض یا ادا قرض پایا گیا اور اسی قول فصل پر فتوی ہے کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف
فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعۃ جحدہا ہو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدۃ واستیلاد تدعیہ الامۃ ولا یتأتی
عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ الاعلی
او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا
عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جبکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور اوس استیلاد مین جس کا دعوی لونڈی کرتی ہے اور اسکے بالعکس
یعنی ادعای استیلاد مولے حاصل نہین ہوسکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین قسم نہین اسطرح کہ دعوی
کیا شخص مجہول پر کہ وہ اوس کا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنے مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولے ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور
ولاء عتاقت یا ولاء موالات مین قسم نہین ولا کا دعوی کیا شخص اعلے نے یا اسفل نے یعنے معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر
اور حد اور لعان مین قسم نہین ہم اشیاء سبعہ مین امام کے نزدیک تحلیف نہین خلافا للصاحبین رجعت مین بعد عدت کی اسواسطے قید لگائی کہ
قبل عدت رجعت ثابت ہوجائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کی قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت
مین ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ مواضع خلاف سے ہے والفتوی علی انہ یحلف
المنکر فی الاشیاء السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل
الا فی الحدود واللعان فتوی اسپر ہے کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ مین اور جسنے انکو چہہ شمار کیا ہے اوسنے ام ولد ہونیکو نسب مین ملایا ہے یا
رق مین خلاصہ یہہ ہے کہ قول مفتی بہ تحلیف ہے کل امور مذکورہ مین سوای حدود کے ومنہا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا

تضمّن حقاً بان علّق عتق عبدِهٖ بزنى نفسِهٖ فللعبدِ تحليفه فان نكل ثبتَ العتق لا الزنى اور من جملہ حدود قذف اور لعان کی حد مے تو اوسمین قسم نہین باجماع امام اور صاحبین کے مگر جب کہ حد حق العبد کی متضمن ہو اسطرح پر کہ مولے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو تو غلام کو قسم لینا مولے کا درصورت انکار جائز ہے سو اگر مولے قسم نکہاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا مثلاً غلام یون کہے کہ مولے نے وعدہ کیا جسپر میری آزادی معلق کی تہی اور یہہ نکہے کہ اوسنے زناکاری کی تا اپنے مولے کا قاذف نہ ٹہیرے کذا فی الطحاوی وکذا یستحلف السارق لاجلِ المالِ فان نکل ضمِنَ ولم یُقطع وان اقرّبہا قُطِعَ اور اسی طرح قسم لیجاویگی سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نکہاوے تو تاوان دیگا مال کا اور اوسکا ہاتہ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائیگا وقالوا یستحلف فی التعزیر کما بسطہ فی الدرر اور علما نے کہا ہے قسم لیجائیگی تعزیر مین چنانچہ اسکو درر مین شرح بیان کیا ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ تعزیر حق العبد ہے ولہذا عبد اسکو ساقط کرسکتا ہے معاف کر دینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادّعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوّج فلا تحلف اور فصول مین ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ ہے کہ وہ نکاح کرلے تو اوس سے اب قسم نلیجائیگی وفی الخانیۃ لا استحلافَ فی احدی وثلثین مسئلۃً اور خانیہ مین ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین ہے یہہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر مین مفصل مذکور ہوچکے الینابۃ تجری فی الاستحلافِ لا الحلفِ وفرّع علی الاولِ بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی وابُ الصغیرِ یملک الاستحلافَ فلہ طلبُ یمینِ خصمِہٖ نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے مین نہ قسم کہانے مین اور مصنف نے تفریع کی اول یعنے جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصے اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اوسکو مطالبہ اپنی مخاصم کی یمین کا جائز ہے اوس کا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم اصل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی وقف کے اور باپ طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم ولا یحلفُ احدٌ منہم الا اذا ادّعی علیہ العقدُ وصحّ اقرارُہٗ علی الاصیل فیستحلفُ حینئذٍ کالوکیلِ بالبیع فانّ اقرارَہٗ صحیحٌ علی الموکّل فکذا نکولُہٗ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ پر قسم نلیجائیگی مگر جب کہ اوسپر عقد کا دعوی کیا جاوے یا اوسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اوسکا اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسیطرح اوسکا قسم نکہانا بہی صحیح ہے وفی الخلاصۃ کل موضعٍ لو اقرّ لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلثٍ ذکرہا والصواب فی اربعٍ وثلثین لما مرّ عن الخانیۃ وزاد ستۃً اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن المصنّف ولولا خشیۃ التطویلِ لسردتُہا کلّہا اور خلاصہ مین ہے کہ جس موضع مین کہ اگر آدمے اقرار کرے تو اوسکو اقرار لازم آوے پہر جب اوسکا منکر ہو تو اوس سے قسم لیجائیگی سوای تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹہیک بات تو یہہ ہے کہ چونتیس صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہوچکا یعنی اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی ملکر چونتیس ہوئین اور چہہ صورتین اور بحرالرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیۂ اشباہ اور نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف نہوتا تو مین اون سبہ صورتون کو مفصل بیان کرتا میں تو سب چون صورتین ہوئین جنمین منکرین پر قسم نہین اور اون سبکو شارح کتاب الوقف مین مذکور کرچکا ہے اب یہان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کی حاشیہ کا نام زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہے تو یہہ خطا اغلاط کاتب سے ہے واللہ اعلم التحلیفُ علی فعلِ نفسِہٖ یکون علی البتاتِ ای القطعِ بانّہ لیس کذٰلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات یعنی یقین پر اسطرح کہ دعوی مدعی کا ایسا نہین ہے منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کہاوے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چہین لی اور اوسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کہاوے کہ واللہ مین نے اسکی حویلی نہین چہینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہہ بالیقین جانتا ہے والتحلیفُ علی فعلِ غیرِہٖ یکون علی

العلم ای انه لا یعلم انه کذلک لعدم علمه بما فعل غیره ظاهرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہو علم پر یعنے نفی علم پر یعنی یون قسم کہاوے کہ وہ نہین جانتا ہو کہ دعوی مدعی کا ایسا ہو غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اوسکو ظاہرا علم حاصل نہین کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللهم
الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل به ای بالحالف وفرع علیه بقوله فان ادعی مشتری لعبد سرقة العبد او اباقه وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انه فعل الغیر وانما صح باعتبار وجوب تسلیمه سلیما فرجع الی فعل نفسه فحلف علی البتات لانها آکد ولذا تعتبر مطلقا بخلاف العکس درر عن الزیلعی غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہے بارخدایا مگر جب کہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہوا اور مصنف نے اس پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بہاگنے کا دعوی کیا اور یہہ ثابت ہو گیا تو بائع یقین پر قسم کہاوے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اوسکے ذاتی فعل کے طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کہاوے اسواسطے کہ حلف علی القطع موکد تر ہے نفی علم کی قسم سے وہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہین کذا فی الدرر عن الزیلعی ہم بحر الرائق مین ہے کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم واجب ہو پہر اوس نے یقین پر قسم کہائی تو کافی ہے اور اوس سے یمین ساقط ہو گئی اور بالعکس اسکے نہین ہے یعنی بجای حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہین اور جو حلف اوسپر واجب نہین اوسکے نکول سے قاضی حکم نہ دیگا انتہی وفی شرح المجمع عنه هذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کمودع ادعی قبض ربها اور شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہے یہہ یعنی یمین علی العلم اوسوقت ہے جب کہ منکر کہے کہ مجہکو اوسکا علم نہین ہے اور اگر اوسکی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کہاوے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوی کیا ہم یعنی قبض صاحب ودیعت ہرچند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اوسکے علم کا دعوی کیا تو اب اوسپر یمین علی القطع لازم ہوگی وفرع علی قوله وفعل غیره علی العلم بقوله واذا ادعی بکر سبق الشراء له علی شراء زید ولا بینة یحلف خصمه وهو بکر علی العلم ای انه لا یعلم انه اشتراه قبله لما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیره علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دعوے سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہین تو اوسکا مخاصم یعنے بکر قسم کہاوے علم پر یعنی وہ یون قسم کہاوے کہ وہ نہین جانتا کہ مدعی نے اوسکو خرید کیا قبل اوسکے بدلیل گذشتہ یعنے غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہے ہم اولے یہہ تہا کہ شارح بجای وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونه میراثا او اقر به المدعی او برهن الخصم علیه فیحلف علی العلم اسیطرح جب کہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہو یا مدعی نے اوسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنی مدعا علیہ اوسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کہاوے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہہ غلام جس کا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کہاوے کہ مین نہین جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے ہم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم لیگا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اسطرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہہ چیز اوسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اوسکی یمین علی القطع کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اوس نے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اوسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیئے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کہاوئے گا خلاصہ یہہ ہے کہ دعوی عین مین تحلیف وارث علی العلم کی یہہ شرط ہے کہ امور ثلثہ مین سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاهما ای الدین والعین الوارث علی غیره یحلف المدعا علیه علی البتات کموهوب وشراء دعوی کیا دونون کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہاوئے کہ اوسمین مورث کا حق نہین چنانچہ موہوب اور خرید کی اتی الح

ہبہ اور خرید کی صورت یہہ ہو کہ اگر ایک مرد نے دوسریکو غلام ہبہ کیا اور اوس نے اوسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خریدا پھر ایک مرد آیا اور اوس نے دعوی کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے اور اوسکے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائے نہ علم پر کہا مدعی نے کہا کہ والعین کا اوسنے اوسسے کمالا استحق وَیَحلِفُ جَاحِدُ القَوَدِ اجماعًا اور قسم کہائے قصاص کا منکر باتفاق امام اور صاحبین کے ہم خانیہ مین ہو کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہو کہ حاصل پر قسم کہائے کہ واللہ مجہپر فلانے کا خون نہین اور نہ اوسپر کوئی حق ہے اوس خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہہ ہو کہ سبب پر قسم کہائے یعنے یون کہ واللہ فلان بن فلان کو عمدا قتل نہین کیا اور سوا اسکے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کہائے یعنے نہ سبب پر انتہے فَاِن نَکَلَ فَاِن کَانَ فِی النَّفسِ حُبِسَ حَتّٰی یُقِرَّ اَو یَحلِفَ سو اگر منکر قسم کہانے لو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جائے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کہائے وَفِیمَا دُونَہُ یُقتَصُّ لِاَنَّ الاَطرَافَ خُلِقَت وِقَایَۃً لِلنَّفسِ کَالمَالِ فَیَجرِی فِیہِ الاِبتِذَالُ خِلَافًا لَھُمَا اور قتل نفس کے ماسوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جائے اسواسطے کہ اطراف آدمی کے تنے مثلا ہاتہہ پانون حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہین مال کے مانند تو اوسمین ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین کے ہم ایک نسخہ مین بذل ہے بجائے ابتذال کے اور بذل اصح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا مادون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے کہ نکول اقرار ہے جسمین شبہہ ہو تو قصاص اوس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فے البحر قَالَ المُدَّعِی لِی بَیِّنَۃٌ حَاضِرَۃٌ فِی المِصرِ وَطَلَبَ یَمِینَ خَصمِہِ لَم یَحلِف خِلَافًا لَھُمَا مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اوس نے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نکہائے برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل یہہ ہو کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہو عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجائے اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے تو جب اوسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی وَلَو حَاضِرَۃً فِی مَجلِسِ الحُکمِ لَم یَحلِف اتِّفَاقًا وَلَو غَائِبَۃً عَنِ المِصرِ حَلَفَ اتِّفَاقًا ابنُ مَلَکٍ وَقَدَّرَ فِی المُجتَبٰی الغَیبَۃَ بِمُدَّۃِ السَّفَرِ اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نکہائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کہائے بالاتفاق کذا قالہ ابن ملک اور مجتبی مین غائب ہونیکو مدت سفر کے ساتہہ معین کیا ہو یعنی اگر تین منزل گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہو ورنہ گواہ ہونگے وہان سے بلا نا ضرور نہین وَیَاخُذُ القَاضِی فِی مَسئَلَۃِ المَتنِ فِیمَا لَا یَسقُطُ بِشُبہَۃٍ کَفِیلًا ثِقَۃً یُؤمَنُ ھُرُوبُہُ بِنَفسِہِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ فِی الصَّحِیحِ ... مسئلہ متن یعنے جب کہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اوسدعوی مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حد وہ مین قاضی معتمد ضامن لے کہ اوسکے بہاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فے البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ظاہر مذہب مین کذا فے العینی وَعَنِ الثَّانِی اِلَی المَجلِسِ الثَّانِی وَصُحِّحَ اور ابو یوسف سے روایت ہو کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہہ قول بہی صحیح ہے فَاِنِ امتَنَعَ مِن اِعطَاءِ ذٰلِکَ الکَفِیلِ لَازَمَہُ بِنَفسِہِ اَو اَمِینِہِ مِقدَارَ مُدَّۃِ التَّکفِیلِ لِئَلَّا یَغِیبَ سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اوس کا اوسکے ساتہہ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنے تین دن یا مجلس ثانی تک تا کہ مدعا علیہ غائب نہو جائے اِلَّا اَن یَکُونَ الخَصمُ غَرِیبًا اَی مُسَافِرًا فَیُلَازِمُہُ اَو یَکفُلُ اِلَی انتِھَاءِ مَجلِسِ القَاضِی دَفعًا لِلضَّرَرِ حَتّٰی لَو عَلِمَ وَقتَ سَفَرِہِ یَکفُلُ اِلَیہِ وَیَنظُرُ فِی زِیِّہِ اَو یَسئَلُ رُفَقَاءَہُ وَلَو اَنکَرَ المُدَّعِی بَزَّازِیَّہ مگر یہہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اوسکے ساتہہ پہرے یا حاضر ضامن لے تا انتہائے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اوس وقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکہو کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اوسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اوسکی مسافری کا منکر ہو کذا فے البزازیہ ہم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر سے اسواسطے کی یہ معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بہی حکم غریب کے مثل ہو قَالَ لَا بَیِّنَۃَ لِی وَطَلَبَ یَمِینَہُ فَحَلَّفَہُ القَاضِی ثُمَّ بَرھَنَ عَلٰی دَعوَاہُ بَعدَ الیَمِینِ قُبِلَ ذٰلِکَ البُرھَانُ عِندَ الاِمَامِ مِنہُ

ف اس نسخہ کی ... [illegible]

اشارہ گویا یون ہوجائیگا کہ مین قسم کہاتا ہون اور حالانکہ یہہ قسم نہین کذا فی المحیط و من الاتقانی و لو اصم ایضا کتب له لیجیب بخطه ان یعرفه و الا فباشارته اور گونگا بہرا بہی ہو تو قسم کو لکہے تاکہ وہ اوسکا جواب لکہے اپنے خط سے اگر وہ لکہنا جانتا ہو اور نہین تو اوسکے اشارہ سے قسم ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبه القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندہا بہی ہو تو اوسکا باپ قسم کہائیگا یا اوسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ مترجم شارح کو یون کہنا لازم تہا ثم من نصبه القاضی اسواسطے کہ قاضی اوسکی طرف سے نائب کرا اوسوقت قائم کریگا جب کہ باپ یا اوسکا وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر ہے یقین ہے اسکو تحریر کرنا چاہیے پہر معلوم کر کہ یہہ قول متقدم کے مخالف ہے کہ نیابت قسم استحلاف مین جاری ہوتی ہے نہ حلف مین کذا فی الطحطاوی و لا یحلفون فی بیوت عباداتهم للکراهة دخولها جر اور یہود اور نصاری اور بت پرستون سے قسم نہ لیجائیگی اونکے عبادت خانون مین لیجانے کی کراہت سے کذا فی البحر یعنے قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت تحریمیہ ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور بعضے فسق و بلہ ہے اوس مسلمہ کی تعزیر کا جو ملازم گزشتہ یہود کے ساتہہ کذا فی البحر الرائق و یحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی صورة انکار المنکر اور اوس سبب کے دعوی مین جو زائل اور رد اوسیہ سکتا ہے قاضی قسم دیگا حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر حاصل کی تفسیر یعنے اصطلاحی سے یعنے لغوی حاصل کا یہہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہی اور ثابت رہے اور ما سوا اوسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہے انکار منکر کی صورت پر اسواسطے تم ہوئی کہ منکر یون کہتا ہے کہ ہمارے ما بین مین بیع اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی الطحطاوی و فسرہ بقوله ای بالله ما بینکما نکاح قائم و ما بینکما بیع قائم و ما یجب علیک ردہ لو قائما او بدله لو هالکا و ما هی بائن منک و قوله الآن متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح و بیع و غصب و طلاق فیه لف و نشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجہکو الله کی قسم کہ تم دونون کے ما بین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون درمیان بیع قائم نہین اور تجہہ پر اوسکا پہیر دینا واجب نہین اگر وہ قائم ہو یا اوسکے عوض کا پہیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجہہ سے بائن نہین سلم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس کلام مین لف و نشر مرتب ہے ملا مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سب سے متعلق ہے یعنے نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسدم ثابت نہین لا علی السبب ای بالله ما نکحت و ما بایعت خلافا للثانی نظرا للمدعی علیه ایضا لاحتمال طلاقه و اقالته نہ قسم سبب پر اسطرح کہ تجہکو الله کی قسم کہ تو نے نکاح نہین کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم ہے نظر مدعا علیہ کے بہی اس احتمال سے کہ شاید اوس نے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو امام ابو یوسف کے نزدیک یمین تو استیفای حق مدعی کے واسطے ہے تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور دعوی تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ والله ما نکحت اور اسیطرح بعد اقالہ بیع واللہ ما بعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور بعد ابانت بتجدید نکاح سے والله ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا ۱۲ اذا لم یکن الحلف علی الحاصل ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورة دعوی المدعی کدعوی شفعة بالجوار و نفقة مبتوتة و الخصم لا یراهما لکونه شافعیا لوجود حلفه علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جب کہ حاصل پر قسم کہانے سے مدعی کے جانب ترک نظر لازم آوی تو بالاتفاق سبب پر قسم کہاوی یعنی دعوی مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوی مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین دیکہتا بسبب شافعی مذہب ہونیکے بسبب صادق ہونے اوسکی قسم کے حاصل پر اوسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا امام شافعی کے مذہب مین شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کہاوے کہ والله مجہہ پر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو اسمین صریح مدعی کا ضرر ہے تو یہان سبب پر اسطرح قسم کہائیگا کہ واللہ مین نے اس گہر کو نہین خرید کیا اور یہہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن مدت

یعنی نفقہ جس صورت میں بائن نہ ہو کہ طلاق بائن کہی

مین نہین ہو شفعۂ جوار اور مبتوتہ کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعۂ شرکت اور نفقۂ رجعی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر تلت ومفاده انه لا اعتبار بمذهب المدعى عليه واما مذهب المدعى ففيه خلاف والاوجه ان يسأله القاضي هل تعتقد وجوب شفعة الجوار ولا واعتمده المصنف مین کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہو علما کا اور قول موجہ تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعۂ جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وكذا اى يحلف على السبب اجماعا فى سبب لا يرتفع برافع بعد ثبوته كعبد مسلم يدعى على مولاه عتقه لعدم تكرر رقه اور اسی طرح یعنے سبب پر بالاجماع قسم لے اوس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اوس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہے بسبب مکرر ہونے اوسکی رقیت کے واما فى الامة ولو مسلمة والعبد الكافر فلتكرر رقهما باللحاق حلف مولاهما على الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے اونکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے دونون کے مالک کو حاصل پر یعنی مولے کو یون قسم دے کہ تم و تمہارے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مینے اوسکو آزاد نہین کیا اس احتمال سے کہ شاید اوس نے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار الاسلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کے طرف اوس نے عود کیا ہو تو اس یمین کی صورت سے اوسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فى الطحطاوى والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدعٍ وسبب غير متكرر اھ ماحصل کلام یہ ہو کہ تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہے مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے وصح فداء اليمين والصلح منه لحديث ذبوا عن اعراضكم باموالكم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ تم فدیہ یمین ہوتا ہے بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو اونہون نے مال دیکر قسم نکالی تھی اور اسیطرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم کے دعوی مین قسم عوض مال دیا اور قسم نکھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کہائی مین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرتے اور اسواسطے کہ مال دیکر قسم نکھانے مین حفظ آبرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلا و شرعا كذا فى البحر منحة وقال الشهيد الاحتراز عن اليمين الصادقة واجب قال فى البحر اى ثابت بدليل جواز الافتداء صادقا اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الرائق مین کہا کہ واجب یعنے ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کے یعنی یہ واجب شرعی مراد نہین کہ سچی قسم کہانا ناجائز ہو بلکہ یہ مستحب ثابت ہے ولا يحلف المنكر بعده ابدا لانه اسقط حقه اور منکر کو قسم نہ دی جائیگی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لیکر وقيد بالفداء والصلح لان المدعى لو اسقط اليمين قصدا بان قال برئت من الحلف او تركته عليه او وهبته لا يصح وله ان يحلفه بخلاف البراءة عن المال لان التحليف للحاكم بزازية اور مصنف نے سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بقصد ساقط کردے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم سے یا مین نے اوسکو چھوڑ دیا یا اوسکو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اوسکو قسم لینا جائز ہی بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم براءت عن المال یعنے مال کا معاف کردینا مدعی کے اختیار مین ہے بلا دخل حاکم ولو اذا اشترى يمينه لم يجز لعدم ركن البيع درر اور اسی طرح جب کہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب عدم ہونے رکن بیع کے کذا فی الدرر ہم رکن بیع یہ ہے کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمه فقال حلفتنى مرة ان عند حاكم او محكم برهن قبل والا فله تحليفه درر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اوس نے کہا کہ تو مجھکو قسم دیچکا ہی ایکبار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے

پاس ہوئی اور وہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہے اور نہین تو مدعیکو اوسکی تحلیف کا اختیار ہی کذا فے الدرر قلت ولم ار مالو قال انی قد
حلفت بالطلاق انی لا احلف فیحرر مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکہا یہہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر مین اسپر طلاق کی قسم کہا چکا
کہ البتہ مین قسم نکہاؤنگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اوسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ہم ثابت ہوچکا ہی کہ استحلاف مین احد التخاصمین کے
الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولی ہے تو بموجب اسکے حلف بطلاق کے دعوی مین مدعا علیہ معذور نہوگا اور
قسم نکہانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اوس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا یا طلاق کی قسم کہا کر اور اگر اوسکی قسم کا لحاظ کیجئے تو ابطال حکم
شرع لازم آتا ہی واللہ تعالے اعلم کذا فے الطحطاوی **باب التحالف** یہہ باب ہی دو شخصون کے باہم قسم کہانے مین لما قدم

باب التحالف

یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جب کہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کرچکا تو اوس نے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبائعان
فی قدر ثمن او وصفہ او جنسہ او فی قدر مبیع حکم لمن برھن لانہ نور دعواہ بالحجۃ متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار
مین یا اوسکے وصف یا جنس مین یا مبیع کے مقدار مین تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر
کردیا حجت اور برہان سے ہم مقدار ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تہا اور مشتری کہی پانچ تہا اور وصف ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع
کہے کہ ثمن درہم صحیح تہا اور مشتری کہی درہم کاسدہ تہا اور جنس ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع دعوی کرے کہ ثمن دینار تہا اور مشتری
نے کہا درہم تہا وان برھنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اور اگر دونون برہان لاوین اپنے دعوی پر تو مثبت زیادت کیواسطے
حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہین ہم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت
مین معارضہ نہین وان اختلفا فیھما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برھان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع
سب دونون مین اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن مین اختلاف ہو ہم صورت اختلاف یہہ ہو کہ بائع کہتا ہے کہ مین نے یہہ لونڈی تیری ہاتہہ
سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اوسکو اور دوسری لونڈی کو اوسکے ساتہہ پچاس درم کو بیچا اور دونون گواہ لاوین تو بائع کے
گواہ اولے ہین ثمن مین اور مشتری کے گواہ اولی ہین مبیع مین بنظر اثبات زیادت تو دونون لونڈیان مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فے
الطحطاوی عن العنایۃ وبرھان المشتری لو فی المبیع نظرا لاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہی اگر اختلاف بیع مین ہو بلحاظ
اثبات زیادت وان عجزا ای فی الصور الثلث عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الاخر فبہا اور اگر متبایعین تینون صورتون مین عاجز
ہوگئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہوگیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہی کہ جہگڑا تمام ہوا صور ثلثہ مین سے ایک صورت یہہ ہے
کہ ثمن مین اختلاف ہو دوسری یہہ کہ بیع مین اختلاف ہو تیسری یہہ کہ ثمن اور مبیع دونون مین اختلاف ہو وان لم یرض واحد منھما
بدعوی الاخر تحالفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار اور اگر متبایعین مین سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوی سے تو دونون
قسم کہاوین جب تک کہ بیع مین خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہی ہم دونون پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا
منکر ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر مشتری کو خیار رؤیت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونون پر قسم نہین ایسے حموی نے کہا اور خیار مین بائع
بہی مشتری کے مانند ہی وبدأ بیمین المشتری لانہ البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی شروع
کرنے والا ہے انکار کا ہم اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہی ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وھذا لو کان بیع عین بدین اور
یہہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا اوس وقت ہی جب کہ عین کی بیع ہو دین سے یعنے اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے ولو کان
مقایضۃ او صرفا فھو مخیر وقیل یقرع ابن ملك اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو بلکہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو
نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم چاہے بائع سے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک ہم

بیع مقایضہ اور صرف مین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ و یقتصر علی النفی فی الاصح اور فقط نفی پر اقتصار
کرے بقول اصح ہم یہہ بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کہائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کہائے
کہ واللہ مینے بعوض دو ہزار کے نہین خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادات مین ہے کہ نفی کے ساتھہ اثبات کو بہی ضم کرے
تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدہما او طلبہما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے وقال
لاینفسخ بالتحالف ولا یفسخ احدہما بل یفسخہما جبرا اور بیع فسخ نہین ہو جاتی دونون کے قسم کہانے سے اور نہ احد المتبایعین
کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنے درصورت فسخ متعاقدین قاضی کے فسخ
کرنیکی حاجت نہین ومن نکل منہما لزمہ دعوی الآخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان
والسلعۃ قائمۃ بعینہا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نکہائے اوسکو دوسری قسم کہانے والے کا دعوی لازم ہو جائے گا قاضی
کے حکم کر دینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس بیع بہو بہو موجود ہو تو دونون
قسم کہائین اور باہم رد بیع کرین وہذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیء کاختلافہما فی الزق
فالقول للمشتری فی الزق ولا تحالف اور یہہ سب یعنے تحالف اور فسخ اوس شرط پر ہے جب کہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو
تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا یمین کے [illegible] اور تحالف نہوگا
صورت اوسکی یہہ ہو کہ مشتری نے گہی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو رطل ہے مثلا سو مشتری [illegible] مشک [illegible] بیس رطل
ہو تو بائع نے کہا کہ یہہ میری مشک نہین اور اوس نے کہا کہ میری [illegible] سو رطل تہی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسکے ضمن مین
اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اوسکو نہ پہیرتا ہے اور مشتری [illegible] کذا فی الحموی کما لو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی
انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریہ چنانچہ اگر دونون نے وصف بیع مین اختلاف کیا
چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہو کہ مین نے یہہ شرط نہین کی تو
بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ ہم خلاصہ یہہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہو چنانچہ عنقریب
مذکور ہو چکا اور اگر وصف بیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین وقیدنا باختلافہما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف
فی غیرہما لانہ لا یختل بہ قوام العقد نحو اجل وشرط رہن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور
مبیع کے اختلاف کے ساتھہ اسواسطے کہ اون دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا
چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے
یہہ شرط کرلی ہو کہ وہ تا ادای ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکہے اور مشتری اوسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے
بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بہی یہی حکم ہے یعنے
قبول قول بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کے ساتھہ
اور زفر اور شافعی نے کہا ہے کہ انہین بہی دونون قسم کہاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ہلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ
بما لا یرد بہ اور قسم دونون پر نہین جب کہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اوسکے خارج ہو جانے سے
اوسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اوس عیب کے ساتھہ کہ اوسکے سبب بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک
مبیع مین مشتری کے پاس ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی

وحلف المشتری الا اذا استهلکہ فی ید البائع علیہ المشتری اور قسم کہائیگا فقط مشتری مگر جب کہ مبیعکو بائعکے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونون قسم کہاوینگے اور اگر مشتری مبیعکو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہریگا اور تحالف نہین جب کہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد والشافعی یتحالفان ویفسخ علی قیمۃ الھالک اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونون قسم کہاوینگے اور فسخ بیع ہوگا مبیع ہالک کی قیمت پر وھذا اذا کان الثمن دینا فلو مقایضۃ تحالفا اجماعا لان المبیع کل منھما ویرد مثل الھالک او قیمتہ اور یہہ یعنی فقط مشتری پر قسم جب ہوکہ ثمن دین یعنی درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونون قسم کہاوینگے بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہرایک مبیع ہے اور مثل ہالک پہیر دیا جاوے اگر ہالک مثلی ہو یا اوسکی قیمت پہیری جاوے اگر ہالک قیمت والی چیز ہو فلما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ھلاک السلعۃ بان قال احدھما دراھم وقال الاخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس مین بعد ہلاک ہونے مبیع کے سراج برکہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے تو دونون قسم کہاوینگے اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ھلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبدین مات احدھما عند المشتری بعد قبضھما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہین بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونیکے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک اونمین سے مرگیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوکے پہر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار مین تو دونون پر قسم نہین ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الھالک اصلا فحینئذ یتحالفان ھذا علی تخریج الجمھور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعض مبیعکے ہلاک ہونیکے بعد تحالف نہین مگر یہہ کہ بائع راضی ہوجاوے ترک حصہ ہالک پر اصلا تو اب دونون پر قسم آویگی یہہ یعنی استثناکو تحالف کے طرف پہیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشائخ بلخ نے استثنا کو یمین مشتری کے طرف پہیرا ہے ثم ان الاستثناء عند علما مختلف ہین اکثر علما کے نزدیک یہہ استثنا تحالف کے طرف منصرف ہو اسواسطے کہ قدوری کے کلام مین یون ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہہ ہی کہ لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا ترک البائع حصۃ الھالک فیتحالفان اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کے طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام مین کیونکہ تقدیر کلام یون ہے کہ لا یتحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی البائع الخ تو اس صورت مین قسم نہوگی مشتری پر کذا فی الطحاوی مختصرا لا فی قدر بدل الکتابۃ لعدم لزومھا اور تحالف نہین بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف مین بسبب لازم نہونے کتابت کے وقدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہین اختلاف راس المال مین بعد زائل کردینے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول معقول ہے بدل کتابت مین اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال مین اور عقد سلم کا عود نہوگا فان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہین تو دونون قسم کہاوینگے اور بیع پہر ثابت ہوجاویگی ہم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن مین ہوگا اور مشتری کا حق بیع مین چنانچہ قبل اقالہ تہا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم مین نقض کا احتمال نہین رکہتا اسواسطے کہ وہ عبارت ہے ہساقط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یردہ المشتری الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اوس شرط پر ہے کہ ہرایک مبیع اور ثمن مقبوض ہوا اور مشتری نے اوسکو اوسکے مالکے طرف پہیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اسکو پہیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہین برخلاف قول محمد وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المھر او جنسہ قضی لمن اقام البرھان وان برھنا فللمرأۃ اذا کان مھر المثل شاھدا للزوج بان کان کمقالتہ او اقل وان کان شاھدا لھا بان کان کمقالتھا او اکثر فبینتہ اولی لاثباتہا خلاف الظاہر

اور اگر زوجین نے اختلاف کیا ہو کی مقدار مین یا اوسکی جنس مین تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لادین تو عورت کے
گواہ اوسوقت مین جب کہ اوسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اسطرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اوس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے
قول کا شاہد ہو اسطرح پر کہ اوسکے دعوی کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اوسوقت مقبول ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین
وان کان غیر شاھد لکل منھما بان کان بینھما تحالفا وللاستواء ویجب مھر المثل علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے
کسی کا شاہد نہو اسطرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونے کے اثبات مین اور اس صورت
مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح ہم نے بین قول زوجین کے ہونے سے یہہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہی بلکہ مراد
یہہ ہو کہ مہر مثل زوج کے دعوی سے کمتر اور زوجہ کے دعوی سے کمتر ہو کذا فی الدرر وان عجزا عن البرھان تحالفا ولم یفسخ النکاح
لتبعیۃ المھر بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کہاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح
بخلاف بیع ہم یعنے ہر ایک کی قسم دوسرے کے دعوی کو تورا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہی نکاح
بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہو کذا فی الدرر ویبدا بیمینہ لان اول التسلیمین علیہ فیکون اول الیمینین علیہ ظہیریہ
اور زوج کی قسم ابتدا کی جاوی اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسمون مین سے پہلی قسم اوسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ تسلیمین
سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم نفس زوجہ ہے اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور تحالف عند العجز کرخی کی تخریج سے خواہ مہر مثل
زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک وجہ مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت
یہہ ہو کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوجکا قول مقبول ہی قسم کے ساتھہ اگر مہر مثل اوسکے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہی اگر مہر مثل اوسکے موافق ہو یا اکثر اور شراح ہدایہ
ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحطاوی ویحکم بالتسدید ای یجعل مھر مثلھا حکما لسقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضی بقولہ
لو کان کمقالتہ او اقل وبقولھا لو کمقالتھا او اکثر وبہ لو بینھما ای بین ما تدعیہ ویدعیہ اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹہرایا جاوے
بسبب ساقط ہوجانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اوسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل
اوسکے قول کی مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوی زوجہ اور دعوی زوج ہو ولو اختلفا ای المؤجر والمستاجر فی بدل الاجارۃ
او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا وبدی بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والمؤجر لو فی المدۃ
ولو برھنا فالبینۃ للمؤجر فی البدل وللمستاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار
مین منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کہاوین اور اجارہ کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم شروع کیجاوے اگر دونون بدل اجارہ
مین مختلف ہون اور موجر کی قسم ابتدا کی جاوے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لادین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور
مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ہم استیفای منفعت سے مراد یہہ ہو کہ استیفای منفعت پر قادر ہو مدت مسے اندر اور عدم استیفا سے عدم
قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علے الاستیفا بجائی استیفا ہے وجوب اجرت مین یعنے درصورت صحت عقد کذا فی البحر وبعدہ
لا والقول للمستاجر لانہ منکر الزیادۃ اور بعد استیفای منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ وہ زیادتی اجرت کا
منکر ہے ہم بعد استیفای منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہی اور بعد استیفای منافع فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر
اور اگر مدت مین خلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علما نے یہہ مسئلہ ذکر نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تہا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان
لو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقادہا
ساعۃ فساعۃ فکل جزء کعقد بخلاف البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے خلاف کیا استیفای بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم

ختم ہوا ہے اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی میں اور ہلاکت میں مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارہ کے دم بدم تو ہر جزو اوس کا منفرد عقد ہے یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے ہے یعنی عقد اجارہ دمبدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جزو منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو ما بقی گویا معقود بعقد ہے لہذا اس میں تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جزو مبیع کا معقود بعقد مستقل نہیں بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع میں بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل مبیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین والصغیر یجامع او ذمیۃ مع مسلم قائم النکاح او لا فی بیت لهما او لاحدهما خزانۃ الاکمل لان العبرۃ للید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہو یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت نکاح قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اوس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہے یا ایک شخص کا اون میں سے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ہو هنا ما کان فی البیت ولو ذهبا او فضۃ فالقول لکل واحد منهما فیما صلح لہ مع یمینہ زوجین نے اختلاف کیا اوس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اوس متاع میں جو اوسکے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا اور ہتھیار اور کمر بند اور کتابیں اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور زینہ اسکے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اوس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑا اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہے الا اذا کان کل منهما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول لہ لتعارض الظاهرین درر وغیرها مگر جب کہ زوجین میں سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اوس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا ہم مثلاً زوج زرگر ہے کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہو گئے تو اب اعتبار تصرف مرجح ٹھہریگا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض میں ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحاوی بتصرف والقول لہ فی الصالح لهما لانها وما فی یدها فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اوس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اوسکے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنے تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بها لان ظاهرها اظهر من ظاهرہ وهو ید الاستعمال بخلاف اوس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہہ جواب ہے اوس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اوسکے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیئے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اوسکا جواب یوں دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینۃ یقضی ببینتها لانها خارجۃ والبیت للزوج الا ان یکون لها بینۃ بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہیں کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یہہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اسپر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہوں گے کذا فی البحر وهذا لو حیین وان مات احدهما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل الصالح لهما فالقول فیہ للحی ولو رقیقا وقال الشافعی ومالک الکل بینهما وقال ابن ابی لیلی الکل لہ وقال الحسن البصری الکل لها وهی المسبعۃ وعد فی الخانیۃ تسعۃ اقوال اور یہہ جو مذکور ہو چکا اوس صورت میں تھا جب کہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک انمیں سے مر گیا اور میت کے وارث نے

زندہ کے ساتھہ مشکل مین یعنے اوس متاع مین جو دونونکے لائق ہو اختلاف کیا تو اوسمین زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے کہا کل مال دونون کا برابر ہے اور ابن ابی لیلے نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلہ مین سات قول ہین سات مجتہدون کے اور خانیہ مین نو قول شمار کیے ہین ہم اقوال تسعہ مین سے پہلا قول امام کا ہے جو متن مین مذکور ہوچکا یعنی متاع مشکل مین زندے کا قول مقبول ہے ۲ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳ ابن ابی لیلے کا قول کہ سب متاع زوج کی ہے ۴ قول ابن سمن اور شریک کا کہ دونون مین مال برابر ہے ۵ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہے ۷ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت مین زوج کی ہے ۸ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونون مین برابر ہے ۹ قول مالک کا کہ کل مال دونون مین برابر ہے کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل ملخصاً ولو احدہما مملوکاً ولو ماذوناً او مکاتباً وقالا والشافعی مما کالحر فالقول للحر فی الحیوۃ وللحی فی الموت لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی مین معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت مین مقبول ہے حر کا قول زندگی مین اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندے کا قول موت مین اسواسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہین اور صاحبین اور شافعی نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم مین حر کے برابر ہین اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسہا فما فی البیت قبل العتق فہو للرجل وما بعدہ قبل ان تختار نفسہا فہو علی ما وصفناہ فی الطلاق جو آزاد ہوگئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اوس نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے زوجیت سابقہ سے راضی نرہی تو جو اسباب گھر مین ہے قبل آزاد ہونیکے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہوا قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اوسطرح پر ہے جسکو ہمنے کتاب الطلاق مین مذکور کیا ہم یعنی دونون حر ہین کے برابر ہین حکم مین کذا فی المنح وفیہ طلقہا ومضت العدۃ فالمشکل للزوج ولو رثتہ بعدہ لانہا صارت اجنبیۃ لا ید لہا اور بحر الرائق مین ہے کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اوسکے وارثون کی زوج کے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہوگئی جسکا کچھہ تصرف تام نہین ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثہ اور جب کہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق مین ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہے ہم طحطاوی نے کہا لما شرطیہ ہے اور اوسکا جواب فکذا یکون لوارثہ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھہ فائدہ نہین اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے اما لو مات وہی فی العدۃ فالمشکل لہا کانہ لم یطلقہا بدلیل ارثہا اور اگر زوج مرگیا اور زوجہ عدت مین ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اوسنے اسکو طلاق ہی نہین دی اسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف الموجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ ولیس للموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب مین تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کیلئے کے ساتھہ اور موجر کا کچھہ نہین مگر جو اوسکے بدن پر کپڑے ہین ولو اختلف اسکاف وعطار فی آلات الاساکفۃ وآلات العطارین وہی فی ایدیہما فہی بینہما بلا نظر لما یصلح لکل منہما وتمامہ فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفش گرون اور عطارون کے ہتھیارون مین اور حالانکہ دونون طرحکے ہتھیار دونون شخصون کے قبض اور تصرف مین ہین تو وہ دونون کے ہین بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی یہہ رعایت نہوگی کہ کفش گرون کے ہتھیار کفش گر کے ہین اور عطار کے آلات عطار کے ہون اور پورا بیان اسکا سراج مین ہے ہم آلات مذکورہ دونون مین اسواسطے برابر ہونگے کہ گاہی ایک پیشہ ور دوسرے پیشہ کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہین ہوسکتی رجل

معروف بالفقر والحاجۃ صار بیدہ غلام وعلی عنقہ بدرۃ وذلک بدارہ فادعاہ رجل عرف بالیسار وقد ادعاہ صاحب الدار فہو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی مین مشہور ہے اوسکے ہاتہہ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن پر

روپیہ یا اشرفیون کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس نہ کورنے گھر مین ہے سوا اس غلام کا اوس مرد نے دعوی کیا جو مالداری اور تونگری مین مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اوس کا دعوی کیا تو وہ غلام اوس شخص کا ہے جو مالداری مشہور ہے ہم بدرہ اوس تھیلی کو کہتے ہین جسمین ہزار یا دس ہزار درم ہون یا سات ہزار دینار ہون کذا فی القاموس ولو ان کناسا فی منزل رجل وعلی عنقه قطیفة یقول الذی هو علی عاتقه هی لی وادعاها صاحب المنزل فهی لصاحب المنزل اور اسیطرح ایک جاروب کش ہے ایک مرد کے گھر مین اور اسکی گردن پر کمبل کا مالا پوش ہے جسکی گردن پر ہے وہ کہتا ہو کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے کہ میرا ہو تو وہ صاحب خانہ کا ہے ہم کہتے ہیں اور مسئلہ سابقہ مین فقہا نے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی المحاوی رجلان فی سفینة بها دقیق فادعی کل واحد السفینة وما فیها واحدهما یعرف ببیع الدقیق والآخر انه ملاح فالدقیق للذی یعرف ببیعه والسفینة لمن یعرف انه ملاح عملا بالظاهر دو مرد ہین ایک ناؤ مین جسمین آٹا ہے ہر ایک ناؤ اور آٹے کا دعوی کرتا ہے اور ایک شخص اون مین سے آٹا بیچنے مین مشہور ہے اور دوسرا ملاحی مین تو آٹا اوس کا ہے جو آٹا بیچنے مین مشہور ہے اور ناؤ اوس کی ہے جو ملاح مشہور ہو بنا بر عمل بظاہر حال ولو فیها راکب وآخر ممسک وآخر یجذبها وآخر یمدها وکلهم یدعونها فهی بین الثلاثة اثلاثا ولا شیء للماد اور اگر ایک ناؤ مین ایک شخص سوار ہے اور دوسرا شخص اوسکو پکڑے ہے اور تیسرا اوسکو اپنے طرف کھینچتا ہے اور چوتھا اوسکو بہاتا ہے اور سب اوس کا دعوی کرتے ہین تو وہ کشتی تین شخصون مین تین تہائی ہے اور بہانے والے کا اوسمین کچھہ نہیں ہے ہمارے اسواسطے بہانیوالے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی المحاوی رجل یقود قطارا بابل وآخر راکب ان علی کل منها للراکب فکلها له والقائد اجیره وان لا شیء علیها فللراکب ما هو راکبه والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامه فی خزانة الاکمل ایک شخص اونٹون کی قطار کھینچتا ہے اور دوسرا شخص سوار ہے اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہے تو سب اونٹ اوسکے ہین اور قطار کھینچنے والا اوس کا مزدور ہے اور اگر اونٹون پر اسباب نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جسپر وہ سوار ہے اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہین بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اسکا خزانة الاکمل مین ہے ہم یعنے اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کی ہین کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہے دعوون کے دفع کرنے مین یعنے مدعا علیہ نے اپنے اوپر دعوی مدعی کا ٹالنے یا ہم جیسے دفع دعوی قبل برہان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح اور اسیطرح قبل حکم صحیح ہے جیسے بعد حکم صحیح ہے اور دفع الدفع اور دفع دفع الدفع کا دفع صحیح ہے اگرچہ کثیر ہو قول مختار مین اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع احد الورثہ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر فصل لما قدم من یکون خصما ذکر من لا یکون خصما جب کہ مصنف نے پہلے اسکے ذکر کیا اوسکو جو خصم ہوتا ہے اب ذکر شروع کیا اوس کا جو خصم نہیں ہوتا

قال ذو الید هذا الشیء المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیه او اعارنیه او اجرنیه او رهنیه زید الغائب او غصبته منه من الغائب وبرهن علیه علی ما ذکر والعین قائمة لا هالکة وقال الشهود نعرفه باسمه ونسبه او بوجهه وشرط محمد معرفته بوجهه ایضا فلو حلف لا یعرف فلانا وهو لا یعرفه الا بوجهه لا یحنث ذکره الزیلعی وفی الشرنبلالیة عن خط العلامة المقدسی عن البزازیة ان تعویل الائمة علی قول محمد انتهی فلیحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شیء جسکا مدعی دعوی کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکہی ہے یا مجہکو بعاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہے زید نے جو غائب ہے یا مین نے اسکو شخص غائب سے بغصب لیا ہے اور اسپر مذکورہ بالا پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائم ہے نہ ہالک اور گواہون نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اوسکے نام اور نسب یا اوسکی صورت سے پہچانتے ہین اور محمد نے اسم اور نسب کے ساتھہ اوسکی روشناسی بھی شرط کی ہے تو بموجب قول محمد اگر قسم کہائی کہ مین فلانے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ بجز اوسکی صورت سے نہیں پہچانتا مگر اوسکی صورت سے تو حانث نہوگا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ مین علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہے کہ ائمہ فقہ کا اعتماد محمد کے

قول پہر یہانتک تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے کہ دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان ید ہؤلاء لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہوجایگی خصومت اوس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ قبضہ ان لوگون کا یعنے مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہین ہے اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خریدکیا پہر آزاد کردیا اور ذی الید نے اسکو بذکر ودیعت یا غصب یا رہن غائب سے دفع کیا تو خصومت دفع نہوگی اور ذی الید پر اوسکے آزاد کردینے کا حکم ہوگا کذا فے الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یؤخذ ملتقی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اوس سے دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے کذا فے الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہے حیلہ گری اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کرلیتا ہو پہر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہون کے سامنے اوس مغصوب کو غاصب کے پاس ودیعت رکہتا ہو تاکہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکہا ہے تو مالک کا حق باطل ہوجاے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگون کے حالات دیکہتا رہے اور اونکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہوے بعد قاضی ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنیکے ولیس الخبر کالمعاینۃ کذا فی الطحطاوی وہذہ مخمسۃ کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسۃ علماء کما بسطہ فی الدرر اولان صورہا خمس عینی وغیرہ اور یہہ یعنے مسئلہ دفع مخمسہ ہے کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اسمین پانچ عالمون کے قول ہین چنانچہ درر مین مشرح ہے یا مخمسہ ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فے العینی وغیرہ ہے اقوال خمسہ مین سے پہلا قول وہ ہے جو متن مین مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت اہم اور نسب کے ساتہہ [illegible] بہی ضرور ہے چوتہا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہوتی پانچوان قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہوجاتی ہے کہ اوسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فے الطحطاوی قلت وفیہ نظر [illegible] الحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ [illegible] واشتراہ [illegible] غائب [illegible] [illegible] [illegible] ہی فی یدی مزارعۃ بزازیہ فالصور [illegible] احدی عشرۃ قلت لکن اخرج فی البزازیۃ المزارعۃ باالاجارۃ والودیعۃ قال فلا یزاد علی المخمس وقد حررتہ فی شرح الملتقی مین کہتا ہون اور سینے کے قول مین گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسطرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجکو وکیل کیا یا اس نہر مین مجکو [illegible] غائب نے رکہا یا مین نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اسکو [illegible] لیا یا اوسکے پاس سے وہ چیز گم ہوگئی تہی مین نے اوسکو پایا کذا فے البزازیہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتین ہین [illegible] ہے جو بزازیہ مین ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتہہ ملحق ہے بزازی نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقی مین تحریر کی ہے وان کان ہالکا او قال الشہود اودعہ من لا نعرفہ او اقر ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یکن عی الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما سیجیئ حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہلاک ہوگیا ہو یا گواہون نے کہا کہ اسکو ودیعت رکہا ہے اوسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اسطرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کرلیا مجہہ سے یا یون کہا چورالیا گیا مجہہ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تو نے اسکو مجہہ سے چورالیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کرلیا گیا مجہہ سے یا اسکو غصب

ملہ یعنی شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۱۲ منہ

مترجم اول سے الحق میں [illegible] کو بالحق پر [illegible] اور آخر جملہ مین ملحق غالبا معتدر [illegible] عرف [illegible] [illegible] کو اجارہ کے ساتہہ ملحق کیا ہے تو بہتر تہا ۱۲

کر لیا مجہ سے نکالنے غائب سے چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آئیگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائیگی وَهَل تَندَفِعُ بِالمَصدَرِ الصَّحِيحِ
لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول صحیح یہہ ہے کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ یعنے اگر مدعی نے یون کہا
کہ یہہ چیز میری ملک ہو اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوے مدعی
کا مندفع نہوگا وقال ذو الید فی الدفع اودعنیه فلان وبرهن علیه لاتندفع فی الکل لما قلنا اور ذی الید نے دعوے
غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اوسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہو اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ مین خصومت مندفع
نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہم مثلے مالک وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام عین اور معرفت شہود کو
شارح مشروط کر چکا ہو اور دعوے خریداری اور ہبہ مین اقرار قبض ملک ہو اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوے مدعا علیہ کے فعل کا قال
فی غیر مجلس الحکم انه ملکی ثم قال فی مجلسه انه ودیعة عندی او رهن من فلان تندفع مع البرهان علی ما ذکر کہا ذی الید
مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہو پہر مجلس حکم مین بولا کہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کے جانب سے تو خصومت
دفع ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر یعنے اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوے مدعی کا دفع ہو جائیگا اور غیر مجلس حکم کا
اقرار مقبول نہوگا مگر جب کہ مدعی اوسکو بگواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہو ولو برهن المدعی علی مقالته الاولی
جعله خصما ویحکم علیه لسبق اقراره بمنع الدفع بزازیة اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنے اوسکے دعوے
ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دے اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اوس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال
المدعی اشتریته من فلان الغائب وقال ذو الید فی الدفع اودعنیه فلان ذلک ای بنفسه فلو بوکیله لم تندفع بلا بینة
دفعت الخصومة وان لم یبرهن لتوافقهما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا اور ذی الید نے اوسکو دفع مین کہا میرے پاس اوسی فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ
ذی الید گواہ نلاوے بسبب اتفاق ہونے دونون کے اس پر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہو پہر اگر ذی الید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب
کے وکیل نے اوسکو ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریته ووکلنی بقبضه
وبرهن مگر جب کہ مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو غائب سے خرید کیا اور اوس نے مجھکو وکیل کیا ہے اسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر
گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنے ذی الید سے مدعی اوسکو لے گا اسواسطے کہ مدعی احق بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدّق فی
الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقراره وهی عجیبة اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے
مین تو اوسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضاء علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہہ مسئلہ عجیب ہو یعنی انکار مین تو تسلیم ہو اور
تصدیق مین تسلیم نہین ہم طحطاوی نے کہا ہے مین ہرگز کچہہ مقام تعجب نہین اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ مالک غائب پر سرایت
نہین کرسکتا اور ایسا ہی علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچہہ عجب نہین اسواسطے کہ اوسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہین ہم اقتصار الدرر وغیرها
علی دعوی الشراء قید اتفاقی فلذا قال ولو ادعی انه له غصبه منه فلان الغائب وبرهن علیه وزعم ذو الید
ان هذا الغائب اودعه عنده اندفعت لتوافقهما ان الید لذلک الرجل پہر اختصار کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے
پر قید اتفاقی ہے اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اوسکی ہے اوس سے فلانے غائب نے غصب کرلی اور
اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اوسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی
بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ قبضہ اوسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہو ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقة

لانہ دفع بناء عن ذی الید ابداء ید ذلک الغائب استحسانا بزازیۃ اور اگر بجائے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اوس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہے از روے استحسان کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید و کل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوے زید کی ملک پر اور ہر شخص اوس سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول صحیح مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہین اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی و لا المدعی رہن او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور شرا کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل اور مشتری تو سب کا خصم ہے یعنے جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانیکے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور شے خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یمہل الی المجلس الثانی صغری مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اوسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجائیگی و للمدعی تحلیف مدعی الایداع علی البتات درر مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اوس کا تمام ہونا یعنے قبول ایداع اوسی سے متعلق ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ ذی الید پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین انتہی تو یہہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی و له تحلیف المدعی علی العلم و تمامہ فی البزازیۃ اور اسکو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اس کا بزازیہ مین ہے حاصل جب کہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع مین اسکی تصدیق نکی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کہا یگا اسطرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہے اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہین کذا فی البحر وکل بنقل امتہ فبرہنت انہ اعتقہا قبل الدفع للعتق مالو حضر المولی ابن ملک مولے نے کسیکو اپنی لونڈی کے کہین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر جب تک مولے نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہہ باب ہے دو مردون کے دعوی کرنے مین یعنی تیسرے شخص پر دعوی کرین یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق ای لم یذکر له سبب کما مر علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ہے خارج وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث مین برہان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے یعنے خواہ دونون تاریخ ملک بیان نکرین یا دونون ایک ہی تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اوسیکی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلبی وقال ابو یوسف ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے مقدیم حجت مین وثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غاب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ قضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبۃ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفین فتقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام اور ابو یوسف اوس صورت مین ہے کہ خارج نے کہا کہ یہہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا ہے ایک مہینے سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی

باب دعوی الرجلین

فائدہ

غائب ہونے کی تاریخ ہی سے مالک ہونیکی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کے طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسیواسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف یقضی للمؤرخ ولو حالة الانفراد اور ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو ہم سنے الغفار مین جامع الفتاوی سے یون منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک حالت انفراد مین مورخ کی ترجیح ہی انتہی تو شارح کو مناسب تہا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد مین ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہی کہ قضا مورخ کی واسطے ہی خواہ دونون سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچہہ معنے نہین اسواسطے کہ تاریخ تو دونون سے ثابت ہی بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقضی بقوله لانه اوفق واظهر كذا فی جامع الفصولین واقره المصنف اور لائق یون ہی کہ بقول ابو یوسف حکم کیا جاوی اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہی چنانچہ جامع الفصولین مین ہے اور ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم سنے الغفار مین بجای یقضے یُفتیٰ ہے وہو الاظهر ولو

النجم برهن خارجان على شئ قضى به لهما اور اگر گواہ لادین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسری شخص کے قبض مین ہے تو دونون کے واسطے اوس چیز کا حکم ہوگا اور دلیل اسکی وہ حدیث ہی جو سنن ابوداود مین ابو موسے اشعری سے روایت ہی کہ دو شخصون نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اونٹ کو دونون مین نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہہ ہی کہ بینات حجج شرعیہ سے ہین تو حتے الامکان اوسپر عمل واجب ہی اور یہان عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تبدل ایدی سے وجہہ پر اوقات مختلفہ مین ہوا کرتا ہے تو گواہی دینے کے واسطے ہر فریق اوسپر اعتماد کرتا ہی جو اوس نے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برهنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لو حية پہر اگر دو شخص گواہ لائے نکاح کے دعوی مین تو دونون کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے ہم یعنی اگر عورت زندہ سے نکاح کا دو شخصون نے ساتہہ دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہین معیت برہان کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا بثبوت نکاح کا پہر دوسرا شخص اسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اوسکے مقبول نہون گے چنانچہ خریداری کے دعوی مین برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی ولو ميتة قضى به بينهما وعلى كل نصف المهر ويرثان ميراث زوج واحد ولو ولدت يثبت النسب منهما وتمامه فی الخلاصة اور اگر عورت میت ہی تو دونون مدعیون کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونون شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے اور اگر عورت جنی یعنی بعد اوسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونون شخصون سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہی ہم خلاصہ مین باقی بیان یون ہی کہ ولد مذکور دونون شخصون سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونون والد اوسکے متروکہ سے اب واحد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر وهی لمن صدقته اذا لم تكن فی يد من كذبته ولم يكن دخل من كذبته بها اور عورت اوسکی زوجہ ہی جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اوسکے پاس نہو جس مدعی کی اوسنے تکذیب اور جسکی اوس نے تکذیب کی اوسنے عورت کی وطی نکی ہو ہم خلاصہ یہہ ہی کہ جب دو شخصون نے ایک عورت میں نزاع کیا اور دونون گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہی تو وہ اولے ہی اور اگر تاریخ بیان نکی یا دونون کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبض ثابت ہی چنانچہ وطے یا اپنے مکان مین رکہنا تو وہی شخص اولے ہی اور اگر یہہ کچہہ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہی الحاصل سبقت تاریخ راجح ہے سب سے پہر قبضہ پہر وطی پہر اقرار پہر صاحب تاریخ مقدم ہے ظہیریہ مین ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گہر مین ہی تو صاحب خانہ اولی ہے کذا

الطحطاوي هذا اذا لم يؤرخا فان أرّخا فالسابق احق بها اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اوس وقت ہے جب کہ دونون نے تاریخ بیان
نکی سو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اوس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھہ قبض اور دخول کا کچھہ اعتبار نہین اسواسطے
کہ صریح دلالت پر فائق ہے فلو أرّخ احدهما فهي لمن صدّقته او لذي اليد بزازيه قلت وعلى ما مرّ عن الثاني ينبغي اعتبار تاريخ
احدهما ولم ار من نبّه عليه فتأمّل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اوسکی زوجہ ہے جسکی اوس نے تصدیق کی یا ذی الید کی
کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون اور بموجب اوس قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہوچکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور مین نے نہین دیکھا
اوسکو جسنے اوسپر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر اسمین ہم طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر صریحاً آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی ہی تاریخ موجبات
رجحان سے ہے ولو اقرّت لمن لا حجّة له فهي له وان برهن الآخر قضي له اور اگر عورت نے اقرار کیا اوس مدعی کے واسطے جسکے
پاس گواہ نہین تو وہ اوسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہوگیا
اوسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح ولو برهن احدهما
وقضي له ثم برهن الآخر لم يقض له الا اذا ثبت سبقه لان البرهان مع التاريخ اقوى منه بدونه اور اگر گواہ لایا ایک مدعی
اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا پہر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اوسکے واسطے حکم نہوگا مگر اوس صورت مین جب کہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اوس
واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اوس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہر چند یہان دونون دعوون مین تاریخ ثابت ہی اسواسطے
کہ سبقت نہین ہوسکتی بدون تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہو وے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اوسنے اصلا تاریخ
مذکور نکی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہو کذا فی الطحطاوی ثم لم يقض ببرهان خارج على ذي يد ظهر نكاحه الا اذا ثبت سبقه
اي ان نكاحه اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اوس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہوچکا مگر اوس صورت مین برہان
خارج سے حکم ہوگا جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذكرا سبب
الملك بان برهنا على شراء شيء من ذي اليد فلكلّ نصفه بنصف الثمن ان شاء او ترك لانه خيّر لتفريق الصفقة عليه
اور اگر دونون مدعیون نے سبب ملک کا مذکور کیا اسطرح پر کہ دونون گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے
نصف نصف شے کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہی یا اوسکو چہوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا لینے نلینے مین کہ اوسپر
صفقہ متفرق ہوگیا یعنی پوری چیز اوسکے واسطے باقی نرہی اور شاید اوسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادہوری پر ولو ترك احدهما
بعد ما قضي لهما لم يأخذ الآخر كله لانفساخه بالقضاء فلو قبله فله اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چہوڑا دونون کیواسطے
حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اوسکو پورا نہین لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی مین قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے
ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے لے تو اوسکو جائز ہے وهو اي ما ادّعيا شراءه للسابق تاريخا ان ارّخا فيردّ البائع ما
قبضه من الآخر اليه سراج اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونون نے دعوی کیا اوس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونون نے
تاریخ خرید بیان کی تو بائع پہیر دے جو ثمن اوسنے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اوسوقت اعتبار ہو جب کہ بائع ایک
ہو اور اگر دونون کے بائع مختلف ہون تو اسبق کے واسطے کچھہ ترجیح نہین اور نہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وهو لذي يد ان لم يؤرّخا
او أرّخ احدهما واستوى تاريخهما اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونون مدعیون نے تاریخ خرید کی بیان نکی یا ایک
نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونون کی تاریخ برابر ہے وهو للذي وقّت ان وقّت احدهما فقط والحال انه لا يد لهما وان لم يوقّتا
فقد ثبت لكلّ نصفه بنصفه اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہو اگر دونون مین سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونون کا
وقت بیان کیا

نہیں اور اگر دونوں سے وقت مذکور نکیا تو اوسکا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف بنصف ثمن و یکر والشراء
احق من ہبۃ و صدقۃ و رہن ولو مع قبض اور دعویٰ خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن
قبض کے ساتھ ہو اور وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جانبین سے بخلاف ہبہ و صدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ
ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خرید اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن وھذا اذا
لم یؤرخا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اوسوقت ہے جب کہ دونوں
مدعیوں نے تاریخ مذکور نکی ہو سو اگر تاریخ بیان کر دیا اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی
ہونے کے سبب ولو ارخت احدہما فقط فالمؤرخۃ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوی مین فقط ایک کی تاریخ مذکور
ہو تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہین یعنے اس صورت
مین خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں وھذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنی برابر ہونا اوس چیز مین جو قابل قسمت نہیں مثل
چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق
من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ھبۃ الدرر اور تصحیح علما مختلف ہے اوس چیز مین جو قابل قسمت ہے چنانچہ گھر اور
صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن
کے ہے نہ من قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر یہ روسے ہماوی پر کہ اوسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو
یکسان قرار دیا ہے اور اس مسئلہ مین شیوع طاری ٹھیرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحطاوی والشراء والمھر سواء
فینصف ویرجع ہی بنصف القیمۃ وھو بنصف الثمن او یفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہین تو دونون مدعیوں
مین انصافا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اوس چیز کی پھیر لے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا بیع کو فسخ کر دے بدلیل گذشتہ یعنی جب کہ
ایک مدعی نے دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے
مہر مین مقرر کیا تو دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قوت مین یکسان ہین کیونکہ ہر ایک سے خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملک ہی مشتری کو
فسخ بیع مین اختیار ہوا بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ھذا اذا لم یؤرخا وارخا واستوی تاریخہما فان سبق تاریخ احدہما کان احق
یہ یعنی استوای خرید اور مہر اوسوقت ہے جب کہ دونون کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونون کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ
سابق ہو تو وہی احق ہے قید بالشراء لان النکاح احق من ہبۃ ورہن وصدقۃ عمادیۃ والمراد من النکاح المھر
کما حررہ فی البحر مغلطا للجامع مصنف نے خرید کی قید لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیۃ
اور نکاح سے مراد اس مقام مین مہر ہے چنانچہ بحر الرائق مین اسکی تحریر کی ہے صاحب جامع الفصولین کے طرف غلط گوئی کی نسبت کر کے ہم صاحب
جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہین وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہ ہو کہ وہ یون سمجھا کہ دو شخصون
نے ایک لونڈی مین تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ مین اوس کا مالک ہون بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہو کہ مین نے اوس سے نکاح کیا اور حالانکہ
یہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہان نکاح سے مہر مراد ہے یعنی نہ عقد چنانچہ لو احق کلام
محیط اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی نعم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الامۃ من رجل واحد
ولا مرجح فتکون ملکا لہ منکوحۃ للآخر فتدبر ہان برابر ہی نکاح اور خرید اگر دو شخصون نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی مین اور
کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہین تو لونڈی مدعی شرا کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرلے اس کلام وجہ استوا

یہہ ہی کہ خرید اور نکاح مین منافات نہین یہہ بحث ہو صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر وَرَھْنٌ مع قبض احق من ھبۃٍ بلا عوضٍ معہ استحسانًا
اور رہن مع القبض احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ہم وجہ استحسان یہہ ہی کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہو اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون
نہین حالانکہ عقد ضمان اولے ہوا اور قیاس یہہ ہے کہ ہبہ اولے ہو رہن سی اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن ولو بہ فھی احق لانھا
بیعٌ انتھاءً والبیعُ ولو بوجہٍ اقوی مِنَ الرھن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولی ہے وہ رہن سی اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ
کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سی ولو العینُ معھما استویا مالم یُؤرِّخا واحدُھما اسبقُ اور اگر شے متنازع فیہ دونون مدعیون کے
قبض مین ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہین تاوقتیکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنی درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ
اسبق اولے اور مقدم ہی وان بَرْھن خارجان علی مِلکٍ مؤرَّخٍ او شراءٍ مؤرَّخٍ من واحدٍ غیر ذی یدٍ او برھن خارجٌ علی
ملکٍ مؤرَّخٍ وذو یدٍ علی مِلکٍ مؤرَّخٍ اَقْدَم فالسابقُ احقُّ اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مورخ پر یا خرید مورخ پر ایک ہی
بائع سے جو ذی الید نہین یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا اوسکی ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سی تو سابق
احق اور اولے ہو ہم بائع مین غیر ذی الید کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خریدنا خارجین کا پہلے مذکور ہوچکا تو کچھہ فائدہ نہتہا
تعمیم مین وانْ برھنا علی شراءٍ متفقٍ تاریخھما او مختلفٍ عینی وکلٌ یدّعی الشراءَ مِن رجلٍ اٰخرَ او وقّت احدُھما فقط
استویا انْ تعدّدَ البائعُ وان اتّحد فذو الوقتِ احقُّ ثم لابُدّ مِن ذکرِ المدّعی وشھودِہٖ ما یُفید مِلکَ بائعہٖ انْ لم یکن
المبیعُ فی یدِ البائعِ ولو شھدوا بیدہٖ فقولانِ بزازیۃ اور اگر خارجین گواہ لائے اوس خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہین یا مختلف ہین
کذا فی العینی اور ہر مدعی خرید کا دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سی یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہین اگر بائع متعدد ہین
اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولے ہو پہر یہہ ضرور ہی کہ مدعی اور اوسکے گواہ وہ چیز ذکر کرین جو مفید ملک ہو اوسکے بائع کی
درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتہ مین نہوا اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنے درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہین قبض سابق کی
گواہی دی بلا ذکر اوسکی ملک کے تو اسمین دو قول ہین کذا فی البزازیہ ہم بزازیہ مین ہی کہ گواہون نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر
نکیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہین اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اوسکی ملک
کی تو اسمین فقہا مختلف ہین کذا فی الطحطاوی فانْ برھن خارجٌ علی المِلکِ وذو الیدِ علی الشراءِ منہ او برھنا علی سببِ مِلکٍ
لا یتکرّرُ کالنتاجِ وما فی معناہُ کنسجٍ لا یُعادُ وغزلِ قُطنٍ وحلبِ لبنٍ وجزِّ صوفٍ ونحوِھا ولو عندَ بائعہٖ درر فذو الیدِ
اَحقُّ مِنَ الخارجِ اجماعًا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائی ایسے
سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہو نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنی پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو چنانچہ نسج غیر معتاد یعنے
ثیاب قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہین ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودہ کا دوہنا اور صوف کا ترشنا اور مانند ان اسباب غیر مکررہ کے
اگرچہ اسباب مذکورہ اوسکے بائع کے پاس واقع ہوئے ہون تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق ہم نتاج سی مراد یہہ ہو کہ مدعی کی ملک مین
نتاج ہوا ہو یا اوسکے بائع کی ملک مین یا اوسکے مورث کی ملک مین جامع الفصولین مین ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلا یہہ اونٹنی میری بائع کے پاس
جنی اور ذی الید بہی اسیطرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنی بائع کے طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونون کے
بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادّعی الخارجُ علیہ فعلًا کغصبٍ او ودیعۃٍ او
اجارۃٍ ونحوھا فی روایۃٍ درر او کان سببًا یتکرّرُ کبناءٍ وغرسٍ ونسجِ خزٍّ وزرعِ بُرٍّ ونحوہٖ او اُشکل علی اھلِ الخبرۃ
فھو للخارجِ لانّہ الاصلُ وانما عدلنا عنہ بحدیثِ النتاجِ دعوی نتاج مین ذی الید احق ہو مگر جب کہ خارج ذی الید پر فعل کا

مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے ذخیرہ کی روایت مین کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا
ہو چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ کا کہیت بونا یا سبب ملک کا مکرر یا غیر مکرر معلوم ہونا مشکل
ہو دانشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہو نہ ذی الید کی اسواسطے کہ مدعی خارج مبرہن اصل ہی اور مصنف جو یہان
عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب ہی م فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ مین بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف
مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہہ میری اینٹ ہی مین نے اس سے دیوار بنائی
اور خارج نے بہی اسیطرح دعوے کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہون کا بونا بہی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ
انسان گاہی اسکو ایک زمین مین بوتا ہے پہر اسکو چلنی سے چہان لیتا ہے اور دوسرے کہیت مین بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی
کیا کہ یہہ گیہون مین نے بوئے ہین اور دونون گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبداللہ سے مروی ہی کہ ایک
مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبض مین اور گواہ لایا کہ یہہ اونٹنی اسکی ہی اور اسکے پاس جنی ہی اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی
ہی اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلادی اور یہہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ
نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط مین ہی کذا فی الطحطاوی وان برھن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید
مبنی علی الشراء من الاخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوی دو شخصون مین
سے خواہ دونون شخص خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید
تو دونون برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اوسکے قبضے مین چہوڑا جاویگا جسکے پاس وہ ہی ہم وقت کی قید
اسواسطے لگائی کہ اگر دونون مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت حنیہ کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد
یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ در صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب
مین کہتے ہین شیخین کے طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اسکے طرف سے دوسرے کی ملک کا ہم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے
شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اسمین بالاجماع ساقط ہو اسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تھاترا اتفاقا درر اور اگر فریقین کے گواہ خرید
کے ساتہہ قبض بہی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشھود فان الترجیح عندنا
بقوۃ الدلیل لا بالکثرۃ اور ترجیح نہین دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی دلیل کی قوت سے
نہ اوسکی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواتر ہو اور دوسری از قسم آحاد یا ایک دلیل مفسر ہو اور دوسری مجمل
تو مفسر کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کے احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی
موجبات ترجیح سے نہین لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہین ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس
کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ھذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاھدین والاخر اربعۃ فھما
سواء فی ذلک پہر مصنف نے اس قاعدۂ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کئے اور دوسرے مدعی نے
چار گواہ قائم کئے تو دونون برابر ہین اسمین یعنی اقامت شہادت ماخوذہ مین اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہین وکذا لا ترجیح
بزیادۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسیطرح ترجیح نہین عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے
کہ شہادت مین اصل عدالت معتبر ہوا اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچہہ حد نہین ہم یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہون اور دوسرے مدعی
کے گواہ عدل ہون تو ترجیح واقع نہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص اون سے بہی زیادہ تر عدالت رکہتا ہو

توحکم مستقر نہوسکے گا ایک حال پر کذا فی الطحطاوی دار فی ید آخر ادعی رجل نصفها و آخر کلها و برهنا فللاول ربعها والباقی
للآخر بطریق المنازعة وهو ان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعة ثم استوت منازعتهما فی النصف الآخر فینصف
ایک گہر ہی ایک شخص کے قبض مین سو ایک مرد نے اوسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسری مرد نے تمام گہر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے
تو اول مدعی کا چہارم گہر ثابت ہوگا اور باقی گہر یعنے تین چوتہائی دوسرے مدعی کی ہی بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہہ ہو کہ نصف تو
مدعی کل کے واسطے سالم ہی بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا ہوچکا اوسکے اقرار سی پہر
دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع
مدعی ثانی کے وقالا الثلث له والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلة کلا ونصفا فالمسئلة من اثنین وتعول الی ثلثة
اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گہر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف
مجتمع ہوئی تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کے طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم
ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ہم عول یہہ کہ مخرج مین سہام کی گنجائش نہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا
جاوی چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا واعلم ان انواع القسمة اربعة ما یقسم بطریق العول اجماعا وهو ثمانیة
میراث ودیون ووصیة ومحاباة ودراهم مرسلة وسعایة وجنایة رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ ہے
جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہی باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹہہ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات
اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ہم میراث کی یہہ صورت ہی کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ متروکہ مین اونکی پوری
ہونے کی گنجائش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلا ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو
مسئلہ چہہ سی ہی اور بطریق عول کے سات سی (۱) اور دیون کی صورت یہہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئی کہ متروکہ سے ادا نہین ہوسکتی تو ارباب دیون
مین بطریق عول متروکہ تقسیم ہوگا مثلا ایک شخص کی میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہی اور وصیت کی یہہ
صورت ہی کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسری کے واسطے ربع مال کی اور تیسری کے واسطے سدس مال کی
اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نہ رکہی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ہیرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات (۲) یعنے
محابات کی وصیت کی یہہ صورت ہی کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہی وہ اس مرد کے ہاتہہ ہزار درم کو بیچا جاوی اور جس
غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسری مرد کے ہاتہہ ایک ہزار درم کو بیچا جاوی سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات
ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا (۳) اور دراہم مرسلہ کی قسمت کی یہہ صورت ہی کہ مثلا ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت
کی اور دوسرے کیواسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہہ صورت ہی کہ یہہ وصیت کی کہ یہہ
غلام نصف آزاد کیا جاوی اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاوی اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین
بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سی بقدر اوسکے حصہ کے سعایت ساقط ہوجاویگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دو صورتین
داخل کردین ایک صورت جنایت عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہہ ہو کہ ایک غلام نے ایک
مرد کی آنکہہ پہوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دیدیا گیا تو عبد جانی کی دونون مین
بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہہ ہو کہ غلام مدبر نے
جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اوسکی اولیای جنایت کو دی گئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی

(۱) مسئلہ کے چہہ سہم ہین زوج کے تین اور تین سگی بہن کے اور ایک سہام اخیافی بہن کا ۱۲

(۲) قیمت مین رعایت کرنی

(۳) بشرطیکہ میت کا مال اور کچہہ نہو اور وارث وصیت کو جائز نہ رکہین ۱۲

وبطریق المنازعة اجماعا وہی مسئلة الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام اور صاحبین کے اور وہ دو فضولیون کا مسئلہ ہے ف مسئلہ فضولیین یہہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور بیچا دوسرے مرد کے ہاتہہ پانسو درم کو عوض اور مولے نے دونون بیعون کو جائز رکہا تو دونون مشتریون کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کرین تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی العطا وبطریق المنازعة عنده والعول عندهما وهو ثلث مسائل مسئلة الکتاب واذا اوصى لرجل بکل ماله ولعبد بعینه ولآخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے تین مسئلے ہین ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنے مسئلہ دار جو متن مین مذکور ہوچکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ف کل اور نصف مال کی وصیت یہہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہہ دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق مین ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت مین اگر ورثہ نے وصیت جائز رکہی تو تین رابع مال صاحب کل کو ملیگا اور ایک ربع صاحب النصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت مین اگر ثلث مال اوسکو کفایت نکرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکہین تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملینگے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی العطا وفی وبطریق العول عنده والمنازعة عندهما وهو خمس کما بسطه الزیلعی والعینی وتمامه فی البحر اور چوتہی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے پانچ مسئلے ہین چنانچہ اوسکو زیلعی اور عینی نے شرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ف پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکون مین ایک مولے نے اوسکو سو درم دئے یعنی کوئی چیز اوسکے ہاتہہ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اوسکو درم بطریق دین کے دئے پہر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی مین بطور ثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ ادائن مولے اوسکے شریک کے نصیب مین صحیح ہے نہ خود اوسکے نصیب مین ف دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دئے (قرض دیا) اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونون مین ثمن کی تقسیم اثلاث ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع ف تیسرا مسئلہ یہہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو ازراہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمدا قتل کیا اور مقتول عمدا کے دو وارث ہین سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد مین اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت مین خود غلام کو دے تو دونون شخصون مین اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک ف چوتہا مسئلہ یہہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہے مسئلہ مذکورہ مین اور مولے اوسکی قیمت دے ف پانچوان مسئلہ یہہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمدا قتل کیا اور ہر مقتول کے دو وارث ہین سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علے التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع مین سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتہائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونون مین تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی العطا وفی البحر والاصل عنده ان القسمة متى وجبت لحق ثابت فی عین او ذمة شائعا فعولیة او عائلیة وان لاحدهما شائعا وللآخر الکل فمنازعة اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین امام کے نزدیک یہہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگئی بواسطہ اوس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ مین بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اوس مسئلہ مین قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق

تمیز کے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہو اور دوسرے کا حق کل مین تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہوہم ہتہ یون تھا کہ شارح یون کہتا فی ذمتہ
وعین شائعًا اسواسطے کہ ذمہ مین تبعیض معقول نہین اور یون کہنا بہتر تھا شائعًا فی البعض دون الکل چنانچہ بحرالرائق مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی
وَعندہما متی ثبتا معًا علی الشیوع فعولیۃ والّا فمنازعۃ فلیحفظ اور صاحبین کے نزدیک جب کہ دو حق ساتھہ ہی بطریق شیوع کے ثابت
ہون تو قسمت بطریق عول کے ہو اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدہ موجب اتفاق اور اختلاف امام اور صاحبین کے ہین مسائل مذکورہ مین
ولوالدار فی ایدیہما فہی للثانی نصفٌ لا بالقضاء ونصفٌ بہ لانہ خارجٌ اور اگر گہر دو شخصون کے قبض مین ہو یعنی ایک شخص
نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گہر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہے ہم مدعی ثانی کو
نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہے تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہوچکا بلا منازعت تو اوسکو نصف
ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبض مین ہے اوسمین خارج اور ذی الید کے
گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی ولو فی ید ثلثۃ وَ
ادّعی احدہم کلّہا واٰخر نصفہا واٰخر ثلثہا وبرہنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندہما بالعول وبیانہ فی الکافی اور اگر
گہر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص اونمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو
وہ گہر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہے ہم امام کے نزدیک
قسمت اس مسئلہ کی چوبیس سہم کرے سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چہہ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک گیارہ
اٰٹہ سہم سے قسمت ہے ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور چھبیس سہم مدعی ثالث کے اور اسکا بیان شرح طحطاوی
مین شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کر دیا ولو برہنا علی نتاج دابۃ فی یدیہما او احدہما او غیرہما
وارّخا قضی لمن وافق سنّہا تاریخہ بشہادۃ الظاہر اور اگر دو مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا
ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو
اوس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اوس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال کے یعنے جسکی تاریخ جانور کی عمر
کے موافق ہو اوسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فلو لم یؤرّخا قضی بہا لذی الید سو اگر دونون
مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی تو اوس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولہما ان فی ایدیہما او فی ید ثالث اور دونون
مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقہما بان خالف او اشکل فلہما
ان کانت فی ایدیہما او کانا خارجین فان فی ید احدہما قضی بہا لہ ہو الاصح قلت وہذا اولی مما وقع فی الکنز و
الدرر والملتقی فتبصّر اور اگر تاریخ دونون مدعیون کی موافق نہو اسطرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھہ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت
کچہہ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر اونکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے قبضے مین
ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہہ یعنی مصنف کی یہہ تعبیر وان لم یوافقہما بہتر ہے
اوس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکہہ لے ہم وجہ اولویت یہہ ہے
کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت
برہن احد الخارجین علی الغصب من زیدٍ والاٰخر علی الودیعۃ منہ استویا لانہا بالجحد تصیر غصبًا گواہ

لایا ایک خارج اوس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اوسنے ودیعت رکہی تو دونون برابر ہین یعنے
اوس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہے ہم اس مسئلہ مین مدعا علیہ غصب
اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اوسپر ضمان واجب ہوتا ہے اور ضمان ساقط نہین ہوتا اگر
منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہے تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوی کیا لہذا دونون
متساوی ہوے النّاسُ احرارٌ بلابیانٍ الّا فی اربعٍ الشّہادۃِ والحدودِ والقصاصِ والقتلِ کذا فی نسخۃِ المصنّف وفی نسخۃٍ
العقلِ وعبارۃ الاشباہ والدّیۃ یعنے لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود
اور قصاص اور قتل مین اسیطرح ہے مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجای قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیۃ ہے ہم وجہ
حریت مسلمین یہہ ہے کہ دار الاسلام دار الحریۃ ہے اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السّلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرت آزاد
تہے جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹہیری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نکرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے
لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نکرے اور جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی (یعنے تہمت زنا کی) اور قاذف (دشنام دہندہ) نے کہا کہ مقذوف (دشنام دادہ) غلام ہے تو اوسپر حد قذف
ماری نجاویگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہے تو
تا اثباتِ حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جب کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو از راہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ
پر دیت کا حکم نہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخ ثلثہ یعنے قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہے اسواسطے کہ
قتل سے قتل خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصًا بتصرف وحینئذٍ فلو ادّعی علی مجہولِ الحالِ آخرٌ ام لا انّہ عبدہ
فانکر وقال انا حرّ الاصل فالقول للمتمسّک بالاصلِ اور اسوقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹہیری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین یہہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اوسیکا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب متمسک ہونے
اوس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے واللابسُ للثّوبِ احقّ من آخذِ الکمّ اور کپڑے کا پہننے والا احق ہے آستین کے پکڑنیوالے سے
ہم بیان سے وہ مسائل شروع ہوے جن مین واضع ید (قابض) کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہے بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا
حکم ہوگا اس وجہ سے کہ متنازع فیہ اوسکے قبض مین ہے تو اوسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پہر اگر اوس نے قسم کہائی تو بری الذمہ ہوگیا
اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا انتہے لابسِ ثوب اسواسطے احق بثوب ہوا کہ اوس کا تصرف ظاہر تر ہے آخذ آستین سے
کہ وہ مقتضی ملک ہے تو لابس ہی ذی الید ٹہیرا اور آخذ خارج اور ذی الید اولے ہے خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب
وہی احق بثوب ہوگا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی والرّاکبُ احقّ من آخذِ اللّجامِ اور جانور کا سوار احق
ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے اور دونون دعوی کرتے ہین کہ یہہ جانور میرا ہے
تو سوار احق ہے بسبب ظاہریت تصرف ومن فی السّرجِ اولیٰ من ردیفہٖ اور جو شخص زین پر بیٹہا ہے وہ احق ہے اوس شخص سے جو اوسکے
پیچہے بیٹہا ہے یعنی اسواسطے کہ تمکن اوسکا اوس موضع مین تقدم کی دلیل ہے وذو حملِہا ممّن علّق کوزہ بہا لانّہ اکثر تصرّفًا اور
جس کا بوجہہ جانور پر لدا ہے وہ احق ہے اوس شخص سے جسنے اپنا کوزہ اوسپر لٹکا دیا ہے اسواسطے کہ اوس کا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجہہ
والے کا تصرف زیادہ تر ہے دوسرے کے تصرف سے حمل بکسر حاء وسکون میم اوس بوجہہ کو کہتے ہین جو پیٹہہ یا سر پر لادا جاوے کذا فی
الحموی والجالسُ علی البساطِ والمتعلّقُ بہ سواءٌ کجالسیہ وراکبی سرجٍ اور جو فرش پر بیٹہا ہے اور جو فرش کو پکڑے ہے دونون تصرف
مین برابر ہین مانند اون دو شخصون کے جو فرش پر بیٹہے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہے اسواسطے کہ فرش کی

بیٹھنا فرش کا قبضہ نہین بلکہ قبضہ اوسوقت ہوتا جب فرش اوسکے گھر مین ہوتا یا کہ وہ فرش اوٹھا لیجاتا کذا فی الدرر ولکن معہ ثوب وطرفہ
مع الآخر لا لمدبتہ ای طرفہ الغیر منسوجۃ لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند اون دو شخصون کے کہ ایک کے
پاس کپڑا ہی اور دوسری کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہی نہ وہ شخص برابر ہے جسکے ہاتھہ مین کپڑی کا ہدبہ یعنی جہیر سے ہم تہ بہ یعنی کپڑی کا طرہ
بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہے بخلاف جالسی دار تنازعا فیہا حیث لا یقضی لہما لاحتمال انہا فی ید غیرہما
وہنا علم انہ لیس فی ید غیرہما یعنی بخلاف اون دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اوس گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونو
کے واسطے گھر کا حکم بنصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصون کے سوا کسی اور کے
قبضے مین ہو اور وہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہوچکا ہی کہ فرش دونون شخص کے سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہے کذا فی العینی

والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الآخر ولو من خشب
فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری لدلالتہ علی انہما بنیا معا ولذا سمی بذلک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اوس
شخص کی ہی جسکی کڑیان دیوار پر رکہی ہون یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اسطرح پر کہ ایک دیوار کی آدہی
آدہی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار
مین مرکب اور پچی ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اس پر کہ دونون دیوارین ساتہی بنی ہین اور اسیواسطے اس کا نام تربیع کہا
گیا کیونکہ اسوقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہے مترجم اتصال دو طرح ہی ایک اتصال ملازقت وہ یہہ ہی کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری
دیوار کے کنارہ سے ملا ہو یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین
آدہی آدہی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب
ہون کذا فی الدرر رحمطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہی اور قول ظاہر کرخی کا یہہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو
احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اوسکی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تا کہ دیوار مربع
ہوجائے قبہ کے مانند تو اسوقت مین کل شئے واحد کے حکم مین ہونگی انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب وادخال او ہرادی کقصب
وطبق یوضع علی الجذوع اوسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہی یعنی لگا ہی بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب اور ادخال
ہی یعنی سوراخ کرکے لکڑی اوسمین داخل کرنا یا اوسکی دیوار نہین جسکی بنگے ہین مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکہی جاوین مترجم ہرادی
جمع ہی ہردیہ کی بکسر ہا سخ النغار اور درر مین ہے کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دہنیون پر رکہی جاتی ہین اور اون پر مٹی ڈالی جاوی انتہے
اہل ہند اونکو بنگا یا برگہ یا تختہ یا چھاپ بولتے ہین خلاصہ یہہ ہی کہ دہنیان رکہنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگے رکہنا بل یکون
بین الجارین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الہرادی بل صاحب الجذع الواحد احق منہ خانیہ بلکہ بنگے والی دیوار دونون
پڑوسیون مین مشترک ہی اگر دونون اوسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار بنگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دہنی کا دیوار پر رکہنے والا اوس سے
زیادہ ترحقدار ہے دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحدہما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل
لذی الجذوع ملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور اگر ایک شخص کی دہنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال
ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دہنی رکہنے کا حق ہی اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دہنیون والے
کی ہی کذا فی الملتقے اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہے مترجم محیط مین ہی کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہی اتصال تربیع اتصال ملازقت و
مجاورت اور وضع جذوع ومحاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہی پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہی پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہی

كذا فى الطحاوى وَاَمَّا حقُّ المُطالبةِ برفع جُذوعٍ وُضِعت تَعدّيًا فلا يَسقُط بِابراءٍ ولا صُلحٍ وعَفوٍ وبيعٍ واِجارةٍ اشباه مِن احكام الساقِطِ لا يَعودُ فليُحفظ اور جو دہنیان ظلم سے رکہی گئین اونکے اوٹہا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابرا کر دینے سے اور صلح وعفو و بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم یعنی اگر دہنیون کا مالک اوکہاڑ ڈالنے کے مطالبہ ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا بلکہ اوس حق سے جو کسیکے ذمے پر ثابت ہو اور اگر دہنیان رکہنے والا یا جسکی دیوار پر دہنیان ہین وہ مکان کو بیچڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب دیوار دہنیان رکہنے والے کے ہاتھ وہ مکان اجارہ رکہے تو حق مذکور ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحاوی وَذو بيتٍ مِن دارٍ فيها بيوتٌ كثيرةٌ كَذِى بُيوتٍ منها فى حقِّ ساحتِها فهى بينهما نصفين كالطريق اور ایک کوٹہری اور دالان والا منجملہ اوس گہر کے جسمین بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس شخص کے مانند ہے جسکی بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس گہر مین سے اوسکے صحن کے حق مین تو صحن گہر کا دونون مین نصفا نصف ہے راہ کے مانند ہم یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پہرنے مین اور اسباب رکہنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وفی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت وحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور مین برابر ہین بخلافِ الشِّربِ اِذا تنازعا فيه فانّه يُقدّرُ بالاراضى بقدرِ سَقيِها بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اوسمین جہگڑا کرین تو اوسکا اندازہ ہوگا سقیهما
زمین سے بقدر اوسکے سینچنے کے ہم یعنی آبپاشی مین تہوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کیواسطے ہے تو جتنی زمین زیادہ ہوگی پانی لینے کی حاجت زیادہ ہو تو اوس کا اندازہ بقدر اراضی کے ہے بڑہتا اى الخارجان على يدٍ لكلٍّ منهما فى ارضٍ قُضِى بينهما فتُنصّفُ دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونون کا قبضہ زمین مین ہے تو دونون کے ثبوت قبضہ کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برهن عليه اى على اليد احدُهما او كان تصرّفَ فيها بان لبّن او بنى قُضِى بيده لوجود تصرّفه اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اوسمین تصرف کرتا تہا اسطرح پر کہ اوسنے اوسمین اینٹین پاتہین یا عمارت بنائی تو اوسیکے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اوسکے تصرف کے ہم یعنی ہر دو اشیاء مذکورہ اوسکے قبضہ کی دلیل ہے ادّعى المِلكَ فى الحالِ وشَهِدَ الشهودُ انّ هذا العينَ كانَ ملكَه تُقبلُ لانّ ما ثبتَ فى زمانٍ يُحكمُ ببقائِه مالم يُوجدِ المُزيلُ درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہہ چیز مدعی کی ملک تہی یعنی زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ مین تو اوسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نجائے جو اوسکے ثبوت کو دور کر دے کذا فی الدرر صَبِىٌّ يُعبِّرُ عن نفسِه اى يَعقِلُ ما يقولُ قالَ انا حرٌّ فالقولُ له لانّه فى يدِ نفسِه كالبالغِ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اوسکو سمجہتا ہے وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اوس کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اوسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو درصورت اوسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فی الدرر فانْ قالَ انا عبدٌ لفلانٍ لغيرِ ذى اليدِ قُضِى به لذى اليدِ كمَن لا يُعبّرُ عن نفسِه لاقرارِه بعدمِ يدِه سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون یعنی اوسکا جو ذی الید نہین تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاوے گا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے لپنے عدم تصرف پر ہم یعنی جب کہ اوسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو لپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اوسکی مملوکیت ذی الید کے اوس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اقرار صغیر صغیر کے حق مین معتبر نہین علی الخصوص کہ اسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحاوی فلو كبرَ وادّعى الحرّيةَ تُسمعُ مع البرهانِ لما تقرّرَ انّ التناقضَ فى دعوى

الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوۃ پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اوسنے آزادی کا دعوی کیا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ دعوی حریت مین تناقض صحت دعوی کا مانع نہیں ہم علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت مین ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہہ باب ہی نسب کے دعوی مین الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وھو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہی ایک استیلاد کی دعوت وہ یہہ ہو کہ اصل علوق یعنے نطفہ رہنا مدعی کی ملک مین ہو ہم اکثر عرب طعام مین دعوت بفتح دال بولتے ہین اور نسب مین بکسر دال کہتے ہین ودعوۃ تحریر وھو بخلافہ دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہو یعنی مدعی کی ملک مین نطفہ نرہا ہو والاولی اقوی لسبقہا واستنادہا لوقت العلوق واقتصار دعوۃ التحریر علی الحال وسنبینہ اور اول یعنی دعوت استیلاد قوی تر ہی بسبب اوسکے سابق ہونیکے اور اوسکے مستند ہونے کے وقت علوق سی اور مقصور ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہہ بیان واضح ہوگا مبیعۃ ولدت لاقل من ستۃ اشہر منذ بیعت فادعاہ البائع ثبت نسبہ منہ استحسانا لعلوقہا فی ملکہ ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیہ التناقض بیچی لونڈی جنی چھہ مہینے سے کمتر مدت مین جس وقت سے کہ اوسکی بیع ہوئی تھی اور ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روی استحسان کے بسبب اوسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اسمین تناقض معاف ہوگا یہان قیاس یہہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہے زفر اور امام شافعی کا اسواسطے کہ بائع کا بیچنا اقرار ہی اوسکے جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہو [illegible] تناقض مین معاف ہی جب کہ متیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک مین [illegible] پوشیدگی [illegible] آزادی کا ہی گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہین رہا پھر ظاہر ہوتا ہی کہ نطفہ اوسی کا ہی تو یہہ عذر ہو سکتا [illegible] اعتبار ساقط [illegible] مستند

فصارت ام ولدہ فیفسخ البیع ویرد الثمن جب کہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے [illegible] لونڈی بائع کی ام ولد ہوگئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اوسکا مشتری کو پھیر دیا جاویگا [illegible] المشتری [illegible] ملکہ وملکہا باقرارہ وقیل یحمل علی انہ تزوجہا ثم استولدہا [illegible] ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائی جانے مشتری کی ملک کے [illegible] لونڈی ام ولد ہو جاتی ہے اقرار سے [illegible] مشتری کا دعوی اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اوس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک مین پھر استیلاد کیا پھر اوسکو خرید کر لیا [illegible] مع ادعاء البائع او بعدہ لا لان دعوتہ تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اوسکے دعوے کے دعوی کیا تو اوسکا دعوی صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہی اور بائع کی دعوت استیلاد ہی تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھیریگی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب مین وکذا یثبت من البائع لو ادعاہ بعد موت الام بخلاف موت الولد لفوات الاصل اور اسیطرح ثابت ہوگا نسب لڑکا بائع سے بعد مرجانے لڑکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے یعنی حریت مین اصل ولد ہی اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوا نسب سے ویاخذہ البائع بعد موت امہ ویسترد المشتری کل الثمن وقالا حصتہ اور بائع ولد کو لیگا اوسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیر لے واعتاقہما ای اعتاق المشتری الام والولد کموتہما فی الحکم [illegible] یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو اون دونون کی موت کے مانند ہو حکم میں ہم قولہ والولد [illegible] جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی [illegible]

اوسکا نسب اوس سے ثابت ہوگا مگر ولد کو آزاد کیا نہ ماںکو تو دعوی صحیح نہین حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے
بطلان کا احتمال نہین رکھتا اور نہ ماںکے حق مین دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ما ولد کی تابع ہو پہر جب اصل مین صحیح نہوا تو تابع کے حق مین بطریق اولی
صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی عن المنح وَالتدبیرُ کَالاِعتاقِ لِاَنَّہ ایضًا لایحتمِلُ الابطالَ وَیرُدُّ حِصتہ اتفاقًا ملتقی وغیرہ وکذا حِصتَہا ایضًا
علی الصحیحِ من مذھبِ الامامِ کَمَا فی القُھستانی وَالبرھَانِ اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بہی اعتاق کی
مانند محتمل ابطال نہین ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پہیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے جب کہ مشتری ماںکو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے
بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسیطرح ماںکا بہی حصہ پہیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب کو چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہو ونقلہ
فی الدرر وَالمنح عن الھدایۃِ علی خِلافِ مافی الکافی عن المبسوطِ اور نقل کیا ہو اسکو درر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف
اوس قول کے جو کافی مین مبسوط سے منقول ہے ھم درر مین ہدایہ سے یہہ منقول ہے کہ جب مشتری ماںکو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصۂ ثمن ولد
مشتری کو پہیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پہیر دے چنانچہ موت مین انتہی اور کافی مین مبسوط سے یہہ منقول ہے
کہ حصۂ ولد پہیر دے نہ اوسکی ماںکا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر رطحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ مین اعتراض کیا ہے کہ محمد نے
امام سے جامع صغیر اور اصل یعنے مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصۂ ثمن ولد پہیرا جاویگا اور اسیطرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصرین اور اسیطرح شمس
الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ ھدایہ کا قول مرجوح ہو اگرچہ اوس نے اوسکی تصحیح
کی ہے چنانچہ عزمی زادہ نے اوسکو بیان کیا ہے انتہی وَعبارۃُ المواھِبِ وان ادّعاہ بعدَ عتقِہا او موتہا ثبتَ منہ وعلیہ
ردُّ الثمنِ وَاکتفیا بَردِّ حصتہِ وقیلَ لایرُدُّ حصتَہا فی الاعتاقِ بالاتفاقِ انتھی فلیُحفظ اور مواہب الرحمن کی یہہ روایت ہو اور اگر
بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کرنے اوسکی ماںکے یا اوسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پہیر دینا لازم آویگا اور
صاحبین نے حصہ ولد کے پہیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ماںکا حصۂ ثمن اعتاق مین بالاتفاق پہیرا نجاوے انتہے کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکہنا
چاہیے ھم جس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہو وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامۃ المذکورۃ لاکثر من حولین
من وقتِ البیعِ وصدّقہ المشتری ثبتَ النسبُ بتصدیقہ وھی امُّ ولدِہ علی المعنی اللغوی نکاحًا حملًا لامرِہ علی الصّلاح
اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیع کے وقت سے اور بائع نے اوسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا
نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنے لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کر کے ھم
ثبوت نسب مین مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین
ہوتی اور بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے
لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنیکے تو ولد مشتری کا مملوک ٹہیریگا اور نسب اوسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے
دو سال مین لونڈی جنے گی تو بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی مخصًا بَقِی لو ولدت فیما بینَ الاقلّ والاکثرِ اِن صدّقہ فکالاوّلِ
لاحتمالِ العلوقِ قبلَ بیعِہ والّا فکالثانی رہا یہہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین مین یعنی سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر
مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اوس کا حکم اول کے مانند ہو یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے
کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اوسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا سکوت کیا
نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا وَلو تنازعا فالقولُ للمشتری اتفاقًا وکذا البیّنۃُ لہ عندَ الثانی خلافًا للثالثِ
شرنبلالیہ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جہگڑا کیا مثلا بائع نے کہا کہ مین نے اوس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا

اور مشتری نے کہا چھ مہینوں سے زیادہ مدت ہو چکی ہے کی اور ولد تیرا نہین ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسیطرح
گواہی اسیکے مقبول ہین ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین
احدھما لدون ستۃ اشھر والاخر لاکثر فادعی البائع الاول ثبت نسبھما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع مین ہی
کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت مین پھر بائع نے اول ولد کا
دعوی کیا تو دونون لڑکون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اوس صورت مین نسب دونون کا ثابت ہوگا جبکہ
دونون کی ولادت مین چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونون توآئین ہین کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے ہین پھر جب اول مین دعوی
بائع کا بلا تصدیق متحقق ہو گیا تو دوسرے مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہو گی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عنده
وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بائع نے اوس ولد کو بیچا جو اوسکے
پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اوسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب ثابت ہوگا بسبب ہونے
علوق کے بائع کی ملک مین اور بیع اوسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حق دعوت محتمل نقض نہین لہذا بیع بلحاظ حق
دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رھنہ او اجرہ او کاتب الام او رھنھا او اجرھا او زوجھا ثم ادعاہ فیثبت
نسبہ وترد ھذہ التصرفات بخلاف الاعتاق لما مر اور اسیطرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن رکھا یا
اجارہ دیا یا اوسکی ماں کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن کیا یا اجارہ دیا یا اوسکا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنے
کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کر دیگا تو رد نہوگا اسواسطے
کہ اعتاق محتمل ابطال نہین باع احد التوامین المولودین یعنی علقا وولدا عندہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد
الاخر ثبت نسبھما وبطل عتق المشتری بامر فوقہ وھو حریۃ الاصل لانھما علقا فی ملکہ حتی لو اشتراھا حبلی لم یبطل
عتقہ لانھا دعوۃ تحریر فتقتصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک توام کو توامین مولودین سے یعنی وہ توامین جن کا علوق اور
تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اوسکو بیچڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہین ہوئی دعوی کیا تو دونون کا نسب بائع سے ثابت
ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائیگا اوس امر کے سبب جو زیادہ اور اونچا ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنی اور عتق حریت
عارضی ہے دونون کا نسب ایک کے دعوے سے اسواسطے ثابت ہو گیا کہ دونون کا علوق بائع کی ملک مین رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور
بعد اوسکے وہ دو توام جنی اور مشتری نے اونمین سے ایک لڑکے کو بیچڈالا اور مشتری ثانی نے اوسکو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی
کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اوسکی ملک مین نہ تھا تو دعوت
تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور رہو گی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع
ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا تصح دعواہ ابدا المجتبی پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہہ
ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے
نسب کا اقرار محتمل نقض نہین وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ علیہ ھو ابن زید الغائب ثم قال ھو ابنی لم یکن
ابنہ ابدا وان وصلیۃ جحد زید بنوتہ خلافا لھما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ
صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اوس صغیر کو جو اوسکے ساتھہ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھہ ہے
کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اوس کا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اوسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اسواسطے کہ

نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہین یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اوسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہہ
مذہب ہی کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح نہین اسواسطے کہ جب اوسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اوس نے اقرار ہی نکیا تہا ولذا
لو قال لصبیٍّ هذا الولدُ منّی ثم قال لیس منّی لا یصحُّ نفیُه لانّه بعدَ الاقرارِ به لا ینتفی بالنفی فلا حاجةَ الی الاقرارِ به ثانیًا فلا
لا سهوَ فی عبارةِ العمادی کما زعمه منلا خسرو ولما افادهُ الشرنبلالی اور یہہ اسواسطے یعنی چونکہ نسب محتمل نقض نہین اگر ایک صغیر کو
کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے پہر کہا کہ میرا نہین ہے تو اوسکی نفی صحیح نہین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی ہنہین ہو سکتی نفی کرنے سے
تو اب کچہہ حاجت ہنہین دوسرے بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچہہ سہو نہین عمادی کی عبارت مین چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہو منلا
خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہی اسکو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسرو صاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہے کہ قال هذا الولد لیس
منی ثم قال ہو منی صحیح ظاہر ایہہ سہو ہی کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہی کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت
مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری عبارت اوسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین
انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنے اقرار ثانی کی ظاہرا میرے نزدیک کچہہ فائدہ مندی نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے
اوسکی نفی کرنے سے نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصرا وهذا اذا صدّقه الابنُ واما بدونه فلا الّا اذا عادَ الابنُ الی التصدیق
لبقاء اقرار الاب ... ثبوت نسب ... مین ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اوسکے تصدیق کرنیکے
نسب ثابت نہوگا مگر اوس صورت مین جب کہ بیٹا دوبارہ اوسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم یہہ تفصیل ہان
جاری ہی جہان صغیر اپنا حال بیان کرسکتا ہو ولو انکر الابُ الاقرارَ فبرهن علیه الابنُ قُبِلَ اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر
ہو پہر گواہ لادے بیٹا اوسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرارُ بانّه اخوه فلا یقبل لانّه اقرارٌ علی الغیرِ اور یہہ اقرار کہ وہ شخص میرا
بہائی ہی سو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر اقرار ہے یعنی تو بلا تصدیق اوسکے کیونکر مقبول ہو **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لستُ
غیر کے
وارثه ثم ادّعی انّه وارثه وبیّن جهةَ الارثِ صحّ اذ التناقضُ فی النسبِ عفوٌ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اوسکا وارث نہین ہون
پہر اوس نے دعوی کیا کہ مین اوسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہو ہم جامع
الفصولین مین ہی کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک جہت ارث بیان نکرے انتہے یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادّعی بُنوّةَ العمِّ لم یصحّ
مالم یذکرا اسمَ الجدّ اور اگر چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنی یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بہائی ہی تو دعوی صحیح نہین جب تک دادا کا نام بیان نکرے ولو
برهن انّه اقرّ انّه ابنه تقبل لثبوتِ النسبِ باقرارِه ولا تسمع الا علی خصمٍ هو وارثٌ او دائنٌ او مدیونٌ او موصًی
له اور اگر گواہ لایا اسپر کہ اوس نے اقرار کیا ہی کہ مین اوسکا بیٹا ہون تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اوسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی
مسموع نہین مگر خصم پر یعنے وارث یا دائن یا مدیون یا موصے لہ پر یعنی جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلًا لیدّعی علیه
حقًا لابیه وهو مقرّ به او لا فله اثباتُ نسبِه بالبیّنةِ عندَ القاضی بحضرةِ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اوسپر اپنے باپ کے
کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اوسکو چاہئے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اوس مرد کے
سامنے ولو ادّعی ارثًا عن ابیه فلو اقرّ به امر بالدفعِ الیه ولا یکون قضاءً علی الاب حتی لو جاء حیًّا یأخذه من الدافعِ و
الدافعُ علی الابنِ اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کے طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اوسکا اقرار کیا یعنی اوسکی فرزندی کا تو اوسکو امر کیا جائے
دینے کا اور یہہ امر قضا نہین اوسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے
ولو انکر قیل للابنِ برهن علی موتِ ابیک وانّک وارثه ولا یمینَ والصحیحُ تحلیفُه علی العلمِ بانّه ابن فلانٍ وانّه مات ثم یکلف

الابن للبینة بذلک وتمامه فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند کہا جاوے کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اوسکا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہہ ہے کہ اوسکی تحلیف ہو علم پر اسطرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا یعنی مدعا علیہ یون قسم کہائے کہ مین نہین جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے پہ قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اوسپر گواہ لانیکے لئے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اوسپر اقامت بینہ اپنے دعوی پر لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین مین ہے ستائیسوین فصل سے ھم جامع الفصولین مین باقی بیان یہہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹہیریگا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہے ملخصا اور یہہ بیان اوسی فصل مین ہے ستائیسوین کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبدی وقال الکافر ہو ابنی فہو حر ابن الکافر لنیلہ الحریۃ حالا والاسلام مآلا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھہ مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اوسکے حاصل کرنیکے آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ہم سبب دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنے مسلمان کا غلام ٹہرتا تو اسلام تو اوسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن شک آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم دار الاسلام وعزاہ للتحفۃ فلیحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اس قول کو تحفہ کے طرف تو اس خلاف کو یاد رکہنا چاہیئے قال زوج امرأۃ لصبی معہما ہو ابنی من غیرہا وقالت ہو ابنی من غیرہ فہو ابنہما ان ادعیا معا والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اوس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھہ ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونون کا بیٹا ہے اگر دونون نے ساتھہ دعوی کیا اور اگر ساتھہ دعوے نہین کیا تو اوسمین تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ھم تفصیل مذکور یہہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اوسکا بیٹا ٹہیریگا اور عورت سے تو اگر اوسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اوس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوے کیا پہر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونون مین نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونون کا بیٹا ہے اور اگر دونون کا نکاح ظاہر نہین تو عورت کا قول معتبر ہے اور اوسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ لڑکا اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر بیان کر سکتا ہو اور وہان رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اوسی سے اوسکا نسب ثابت ہوگا کذا اسنے الطحطاوی عن السراج ملخصا وہذا لو غیر معبر والا بان کان معبرا فہو لمن صدقہ اور یہہ یعنی دونون کا ولد ہونا اوس وقت ہے جب کہ طفل اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی بیان کر سکتا ہو تو وہ لڑکا اوسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیہما وفراشہما یفید انہ منہما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونون کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونون کا ہے ھم طحطاوی نے کہا یہہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فہو ابنہما اور بہتر یہہ تہا کہ علت مذکورہ اوس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امۃ اشتراہا فاستحقت غرم الاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پہر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اوسکی خصومت کے دن ہے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو ندیگا وہو حر لانہ مغرور والمغرور من یطأ امرأۃ معتمدا علی ملک یمین او نکاح فتلد منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اوسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پہر وہ عورت اوس سے جنے پہر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال و

باب المغرور

کذا الحکم لو ملکہا بسبب اخر بای سبب کان عینی کما لو تزوجہا علی انہا حرۃ فولدت لہ ثم استحقت غرم قیمۃ ولدہا اسواسطے مصنف نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوای خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اوس کا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دیوے اوس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شیٔ علی ابیہ لعدم المنع لما مر ولا دیۃ لہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر مغرور کا لڑکا مرگیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اوسکے باپ پر لازم نہین بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اوسکے والد کو ہے اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپکے حق مین تو وہ اوس کا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ و قبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم الاب قیمتہ للمستحق کما مر لو کان حیا سو اگر ولد کو اوسکے باپنے قتل کیا یا اوسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اوس کا خون بہا بقدر اوسکی قیمت کے لیا تو تاوان وہی باپ اوسکی قیمت کا مستحق کو جیسا کہ تاوان لازم تہا درصورت حیات ولد ولو لم یقبض شیئا لا شیٔ علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر مین کچہہ خون بہا نلیا تو اوسپر کچہہ تاوان نہین اور اگر اوس کا خون بہا اوسکی قیمت سے کمتر لیا تو اوس پر تاوان اوسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بہا ای بالقیمۃ فی الصورتین کما یرجع بثمنہا ولو ھالکۃ علی بائعہا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بہرلے دونون صورتون مین یعنی ملک اور تزوج مین جیسی لونڈی کا ثمن بائع سے پہیرلے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پہر اوس نے مستحق کو اوسکی قیمت اور اوسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اوس کا ثمن اور ولد کی قیمت پہیرلے وکذا لو استولدھا المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواھب وغیرھا اور اسیطرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پہیرلے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پہیریگا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب وغیرہا لا بعقرھا الذی اخذ منہ المستحق للزومہ باستیفاء منافعہا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات القضاء ویجیٔ فی الاقرار نہ پہیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہرمثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہرمثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنیسے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحہ والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کے ساتہہ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات مین گذر گئے اور کتاب الاقرار مین بہی اوسکا ذکر آویگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہی ومنہا مواضع مخفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہہ میری رضیعہ ہی پہر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا مین صحیح ہے اور بعد اوسکا نکاح اوس سے جائز ہی بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نرہے یا اقرار گواہون سے ثابت نہوا ہو اور ازانجملہ یہہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پہر استرجاع میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق جو مانع ہی میراث کا تو دعوے مسموع ہی کہ اونکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور حجب خفای بینونت کے ظاہر ہے اور ازانجملہ یہہ ہی کہ ایک کپڑا اوس مال مین لپٹا کرایہ کو لیا پہر جب اوسکو کہولا تو بولا یہہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہی باوجود تناقض اور اوسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح منتخبہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ لا تسمع الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر ہم غریم بمعنے دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہہ متبادر ہوتا ہی کہ غریم سے مراد یہان دائن میت ہی اور حموی نے اسکو توی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا وھب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانہا تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعوی مسموع نہین مگر جب کہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کر دی اور اوسکے قبض مین کر دی تو اوسپر دعوی مسموع ہوگا لمشتمال پر زیادہ ہونے سے ہم یہہ استثنا منقطع ہے بزازیہ مین ہے کہ جسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہی کذا فی الطحطاوی لا یجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرھن فیتمکن من الرد و

فی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہین انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیعکو عیب مین انکار جائز ہے تا مدعی
گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ جتا رہوا اوسکے پہیر دینے پر لیکن مدعا علیہ اوس مبیعکو اپنے بائع کو پہیر دے اور دعوی وصی مین انکار
جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونون مسئلون مین ظاہرا دو قول ہین یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی ابق قسم نہین برہان
کے ساتھہ مگر تین مسئلون مین دعوی دین مین میت پر اور استحقاق بیع مین اور دعوی عبد آبق مین ہم تنویر الاذہان مین بزازیہ سے ہے کہ جس نے
میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ واللہ مین نے دین نہین پایا مدیون
سے اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اوسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میرے طرف سے کسی قابض نے کچہہ قبض کیا میرے
امر سے اور نہ مین نے اوسکو معاف کردیا نہ کل نہ بعض اور نہ مین نے کسیکو اوسپر حوالہ کیا انتہی اور جب کہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہون
سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ واللہ مین نے اسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہہ چیز میری ملک سے کسی
وجہہ سے نکلی اور دعوی آبق کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پہر ایک شخص آیا اور اوس نے اوس کا دعوی کیا اور گواہون سے
ثابت کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے تو اوس شخص سے قسم لیجائے کہ وہ غلام ہنوز اوسکی ملک مین باقی ہے بیع یا ہبہ سے اوسکی ملک سے خارج نہین ہوا پہر جب قسم
کہائی تو اوسکو دیا جائے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بہلائی سے اوسکی
رعایت عال ہے کذا فی الطحطاوی الا تراہ لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من
مشتری ودعوی الآبق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ کے ساتھہ یعنی جب مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو اب گواہ لانے کی کچہہ حاجت نہین ثبوت
دعوی مین مگر چار صورتون مین اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہون کے ساتھہ وکالت مین اور وصایت مین اور دین کے اثبات مین میت پر اور استحقاق
عین مین مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی مین ہم یہہ چار صورتین نہین بلکہ پانچ ہین وکالت کی یہہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہہ
شخص اوس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرے اوپر ہے تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر مدیون گواہون کے اوسکو دیگا تو مدیون
کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ
فلان بن فلان نے مجہکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اوس کا مجہپر اتنا مال ہے پہر مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی تو قاضی اوسکی وصایت کو ثابت نکرے اوسکے
اقرار سے جب تک وصی گواہ نلاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہوا اور اثبات دین کی یہہ صورت
ہے کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لیلے بقدر اوسکے حصہ کے
اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اوس کا حق تمام متروکہ سے متعلق ہوجاے اور اگر سب وارث اقرار کرین تو بہی گواہ اسکے
مقبول ہین وارثون کے اور دیگر دائن کے حق مین اور استحقاق عین کی یہہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کیواسطے
تو وہ ثمن پہیر نہین سکتا پہر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پہیر لیگا بائع سے اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ انکار مع العلم جائز ہے تا کہ ستر جائع
پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوی کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہے وہ میرے پاس سے بہاگ آیا ہے اور اوس نے
اس کا اقرار بہی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہوگئی غلام کی مدعی کے جانب سے کذا فی
الطحطاوی لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رہن مجہول ودعوی
سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہین مگر چہہ صورتون مین جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم
جانے اور رہن مجہول مین اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی مین ہم ایک شخص نے دعوی کیا کہ اس نے میرا مال کچہہ تلف کیا یا مدیون نے

کہا کہ مین نے کچھ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہین کہ کتنا تہا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اوسکے طرف التفات نکرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہو ویسی ہی استحلاف کی مانع ہی لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف مین کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونون سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف اور رہن مجہول کی یہہ صورت ہی کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اوس کا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجاوی بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل مین سماع دعوی مع الجہالۃ متفق علیہ ہے مگر دعوت اور غصب اور سرقہ کے دعوی مین بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وھی غریبۃ یجب حفظھا اشباہ قلت وھی مالو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہا مائۃ ولو ظہر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم کہائے جبکہ مدعا علیہ قسم کہا چکے مگر ایک مسئلہ مین جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی مین مذکور ہے قسم ہی مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہی اوسکا یاد رکہنا واجب ہی کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکورہ یہہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میری کپڑے کی قیمت سو تہی اور غاصب نے کہا کہ مین اوسکو نہین جانتا ولیکن اوسکی قیمت سو تک نہ پہونچی تہی تو غاصب کی تصدیق ہو گی اوسکی قسم کہانے کے ساتھہ اور اوسپر بیان قیمت لازم کیا جائیگا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کہائے یعنی یون کہے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم نتہے پہر مغصوب منہ سے بہی قسم لیجاوے کہ اوسکی قیمت سو درم تہی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مذکورہ چاہے اوسکی قیمت لے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم اگر مدعی قسم کہائے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم تہی تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب خواہ قسم کہائے یا نکہائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہوگا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نکہائے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہہ کتاب ہی اقرار کے احکام مین ہم اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی قال تعالیٰ (ولیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالیٰ نے چاہئے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ثابت ہی تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھہ فائدہ نہہوتا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق مین مناسبتہ ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وھو اقرب لغلبۃ الصدق اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہہ ہی کہ مدعا علیہ یا منکر دعوی مدعی ہی یا مقر اور وہ یعنے اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہی بواسطہ غلبۂ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنی دعوی مین اور مقر کا صدق اپنے اقرار مین اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہین کرتا جسمین اوسپر یا اوسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہی بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اوس اقرار کے جو غیر شخص کے حق مین کرے ہو لغۃ الاثبات یقال قر الشیء اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت مین بمعنی اثبات ہی عرب بولتے ہین قر الشیء جب کہ شے ثابت اور مستقر ہو وشرعاً اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید بعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوی لا اقرارا اور اصطلاح شرع مین اقرار عبارت ہی غیر شخص کے اوس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہی اقرار اخبار ہی ایک راہ سے اور انشا ہی دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہی مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کیواسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوی ہوگا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہی ثم فرع علی کل من الشبہین پہر مصنف نے تفریع کی دونون شبہون پر ہم یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونون کے مشابہ ہی لہذا بعض جزئیات اقرار مین اخبار کا حکم دیا گیا اور بعضی اور جزئیات مین انشا کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول وھو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ الی المقر لہ اذا ملکہ برہۃ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنے اخبار کے صحیح ہی اقرار مقر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اوس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اوسکو تسلیم کرنا اوس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جب کہ مقر اوس مال کا اندک مدت بہی مالک

[illegible]

بسبب نفاذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنے اقرار کے وقت مقر اوس مال کا مالک نتھا کہ اقرار صحیح ہوتا مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اوس کا مالک ہوا کسیطرح ہو تو اوسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلہ سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے مین پھر ایک شخص نے اوسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہوئی پھر شاہد اوس چیز کا مالک ہوا تو اوسکو تسلیم اسکی المدعی کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم شراہ عتق علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم شراہا وورثہا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ مین ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اوسکو خرید کیا تو وہ غلام اوسپر آزاد ہوجائیگا اور اوس کا ثمن بائع سے نہ پھیر لیسکیگا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اوسکو خرید لیا یا اوس کا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہوجائیگا اوسکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع بثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہے غیر پر

ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء لصح لعدم التخلف اور صحیح نہین اوس کا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور اگر یہ اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہین کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اوسکے مدلول لفظ وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا مین مدلول لفظ وضعی کا تخلف ممتنع ہے وصح اقرار العبد المأذون بعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف دار مشاعا والمرأۃ بالزوجیۃ من غیر شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اوس عین مین جو اوسکے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب مین اور اپنے گھر مین سے نصف مشاع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کے جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ مین صحیح نہوتا ہم در صورت انشا ہونیکے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اوسکا اقرار تبرع ہوتا اوسکے جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہین اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اوسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر انشا ہوتا اقرار تو لازم آتی تملیک شراب کی مسلم کے جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہے نہ غیر کو مالک کر سکتا ہے اور نصف دار مشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اوسکے اخبار ہونیکے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تام نہین ہوتا باوجود قبض کے بھی اور اسیطرح زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلا شہود صحیح نہوتا ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشیء معین بناء علی الاقرار لہ بذلک بہ یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء ہبۃ وہو الاوجہ بزازیۃ اور مسموع نہین دعوی مقر لہ کا اسطرح کہ اوسنے اوسکے واسطے شی معین کا اقرار کیا بنا بر اوس اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہان تک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہین یعنے اوسکو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہین اسواسطے کہ اقرار مالک ہونے کا سبب نہین ہان اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتداء ہبہ ٹھیریگا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیۃ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی واقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا وہکذا اقر بہ فتسمع اجماعا لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوی مین یون کہے وہ شے میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اوس کا اقرار بھی کیا ہے میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہے اور اسیطرح اوسنے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعوی مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہین ٹھیرایا ثم لو انکر الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اوس سے قسم لیجائیگی یا نہین فتوی یہ ہے کہ اوس سے اقرار پر قسم نلیجائیگی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائیگی واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامۃ اور اقرار کا دعوی تو دفع مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اوس کا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہین یا یہ عین

مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہو تو دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہیں وللوجه الثانی وهو الانشاء لو ردّ المقرله اقراره ثم قبل لا يصح ولو كان
اخبارًا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونیکے اگر مقرلہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا
تو صحیح ہوتا ہم اقرار بعد رد کے وہان صحیح نہیں جہان اقرار رد ہوجاتا ہے رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہیں
ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو اوسمین اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنیکے مقرلہ اوس کا دعوی کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مثل نکاح رد
نہیں ہوتے رد کرنیسے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پہر بولی کہ ہان اور مرد بولا کہ نہیں
تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ بمجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عورت
کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہو گا کذا فی الطحطاوی واما بعد القبول فلا يرتد بالرد
اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کر دینے سے ولو اعاد المقر اقراره فصدقه لزمه لانه اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار
کیا بعد رد کرنے کے سو مقرلہ نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہہ دوسرا اقرار ہے جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود ہوا
ثم لو انكر اقراره الثانی لا يحلف ولا تقبل عليه بينته قال البديع والاشبه قبولها واعتمده ابن الشحنة واقره الشرنبلالی پہر اگر
مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اوس سے قسم نلیجائیگی اور مقرلہ کے گواہ اوسپر مقبول نہون گے قاضی بدیع استاد صاحب قنیہ نے کہا اور اشبہ
بقواعد فقہ قبول بینہ ہے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکہا ہے والملك الثابت به بالاقرار
لا يظهر فی حق الزوائد المستهلكة فلا يملكها المقرله ولو اخبارًا لملكها اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے
حق مین تو زوائد مذکورہ کا مقرلہ مالک نہو گا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو اونکا مالک ہوتا ہم مثلاً زید نے کہا کہ یہہ باغ خالد کا ہے اور پہل اوس باغ
کے طیار ہے سو اوسنے توڑے اور اپنے تصرف مین لایا تو زید پر اوس کا ضمان لازم نہو گا کیونکہ اس صورت مین اقرار انشا ہے گویا اوسنے الحال خالد کو
مالک کیا اقرّ حر مكلف يقظان طائعًا او عبد او صبی او معتوه ماذون لهم ان اقروا بتجارة كاقرار محجور بحد وقود والا
فبعد عتق ونائم ومغمی عليه كمجنون لا سبی السكران ومر المكره بحق معلوم او مجهول صح حق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد
بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو
صحیح ہے جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص مین صحیح ہے اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہو گا
یعنی اوسکا مواخذہ بعد اوسکی آزادی کے ہو گا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہے جسکا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور
ہو گا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق مین بہی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال مین
صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ ضروریات تجارت سے ہے اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اون سے معاملہ نکرے تو جو امر متعلق بتجارت ہے وہ اذن مین
داخل ہے چنانچہ دیون اور عواری اور مضاربات اور غصوب اور جو امر متعلق بتجارت نہیں چنانچہ مہر اور جنایت اور ضمانت اوسمین اونکا اقرار
صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لان جهالة المقر به لا تضر الا اذا بين سببًا تضره الجهالة كبيع واجارة فلا اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت
مقر بہ کی مضرت نہیں کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ کبہی
مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہے اسطرح کہ اوسنے کچہہ مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اوسکو معلوم نہیں ہان بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلاً اقرار
کیا کہ اوسنے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکہی یا کوئی چیز خریدی کی تو اقرار صحیح نہیں اور مقر پر جبر نہو گا تسلیم کا واما جهالة المقر فتضر
كقوله لی على احدنا الف درهم لجهالة المقضی عليه الا اذا جمع بين عبده وغيره فيصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت
تو مضر ہے چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون مین سے ایک شخص پر ہزار درہم تیرے ہین بسبب معلوم ہونے اوس شخص کے جسپر ہزار درم کا حکم کیا جاے مگر جب کہ

مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے پانچدرم مین مجھپر یا میرے غلام پر تو صحیح ہے اسواسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر ولا تضر جهالة المقر له ان تفحش نحو لواحد من الناس علی الف اوراسیطرح مقرلہ کی جہالت مضر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا مجھپر اتنا مال ہے ق وان لم تفحش نحو لاحد هذين علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجهالة المدعی بحر ونقله فی الدرر لکن باختصار مخل کما بینه عزمی زادہ اور اگر مقرلہ کی جہالت فاحش نہو تو مضر نہین کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نکیا جائیگا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہے لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہے ہم مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو کا ہے مقر بھول بھی جاتا ہے صاحب درر کی نقل مین خلل یہہ واقع ہوا کہ اونسے جبر علے البیان ذکر کیا ہے اور عزمیزادہ کا حاصل بیان یہہ ہے کہ مقر پر جبر اوس صورت مین ہے جب کہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت مین اسواسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان مجہول ہے کذا فی الطحطاوی ولزمه بيان ما جهل كشيء وحق بذی قيمة كفلس وجوزة لا بما لا قيمة له كحبة حنطة وجلد ميتة وصبي حر لانه رجوع فلا يصح اور مقر کو لازم ہوگا اوس مقر بہ کا بیان کرنا جسکو اوسنے مجہول بیان کیا ہے مثل شی اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اوس چیز سے جسکی کچھہ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کہال اور صغیر آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جب کہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھہ چیز ہے یا حق تو اوسپر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہے کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اوسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی قول لائق تہا دیکھے ہو والقول للمقر مع حلفه لانه المنكر ان ادعى المقر له اكثر منه ولا بينة اور مقر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم ساتہہ اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقر لہ اوسکے بیان کرنیسے زیادہ تر کا دعوی کرے اور اوسکے گواہ نہون ولا يصدق فی اقل من درهم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب الزكوة فی الاصح اختيار وقيل ان المقر فقيرا فنصاب السرقة وصحح فی مال عظيم لو بينه من الذهب او الفضة اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہو تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بہی تصحیح ہوئی ہے ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرعًا لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواساۃ فقرا اوسپر واجب ہوگی اور عرف مین بہی اسکو غنی کہتے ہین ومن خمس وعشرين من الابل لانها ادنى نصاب يؤخذ من جنسه اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اوسکی تصدیق نہوگی اگر یون بولا کہ مجھہ پر مال عظیم ہے اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پچیس سے کمتر مین زکوۃ ہم جنس نصاب نہین لیجاتی ہان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار جنس مجانس پچیس ہی ادنا ہی نصاب ٹہیری ومن قدر النصاب قيمة فی غير مال الزكوة اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق نہوگی غیر مال زکوۃ مین ہم تلطے جس مال مین زکوۃ واجب نہین اسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اوسنے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت دو سو درم چاندی یا سات مثقال سونا نہین تو اوسکی تصدیق نہوگی ومن ثلثة نصب فی اموال عظام ولو فسره بغير

مالِ الزکوٰۃ اعتبِرَ قیمتہا نُصاباً اور تین نصابون سے کمتر مین تصدیق نہوگی اس قول مین کہ علیّ اموالٌ عظامٌ یعنی مجھپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی
تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی ثیاب وغیرہا سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا ہم اموال عظام مین تین نصاب مین اسواسطے معتبر ہوئے
کہ تین اقل جمع ہی وفی دراهم ثلثة اور دراہم مین تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین درم سے
کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراهمَ او دنانیرَ او ثیابٍ کثیرةٍ عشرةٌ لانها نهایة اسم الجمع اور اس اقرار مین
کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہون گے اسواسطے کہ دس منتہای اسم جمع ہی تو وہی
اکثر ہیں باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہی نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا لانها اقل مدلول جمع الکثرة تو بہتر ہوتا اور یہہ مبنی ہی
احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا درهماً درهمٌ علی المعتمد اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا درہماً ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضه
لزمه مائة درهم اور درم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا اسطرح کہ علیّ کذا درہمٍ تو سو درم لازم ہون گے وفی دُرَیْهِمٍ او درهمٍ عظیمٍ درهمٌ
والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجة زیلعی اور اس اقرار مین کہ علیّ دُرَیہِمٌ بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علیّ درہمٌ عظیمٌ ایک درم لازم ہوگا اور درم کا
وزن وہ معتبر ہی جو اوس شہر مین رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنی تصغیر او تعظیم مین پورا درم باعتبار
وزن کے معتبر ہی نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درهماً احد عشر اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا کذا درہماً گیارہ درم لازم ہین ہم اسواسطے کہ دو عدد مبہم
بغیر حرف عطف کے مفرد مذکور کئے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہی اور اکثر تسعة عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اوسکی بیان پر موقوف
ہی کذا فی المنح وکذا وکذا احد وعشرون لان نظیره بالواو احدی وعشرون اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا وکذا درہماً اکیس درم لازم
ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر کے واو کے ساتھ احد وعشرون ہی ہم اگر شارح یون کہتا لانه اقل نظیر له تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی
ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر له فحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو متفرق تین بار بولا بدون واو کے اسطرح کہ علیّ کذا کذا کذا تو احد عشر
یعنی گیارہ لازم ہین اس عدد مبہم کا عدد مفسر کوئی مانند نہین تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا وبها فمائة واحد وعشرون اور اگر کذا کا لفظ تین بار بولا
واو کے ساتھ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا تو مائة واحد وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس ہم اسواسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھ
مائة واحد وعشرون ہی کذا فی الدرر وان ربع مع الواو زید الف اور اگر کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا
تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اسطرح کہ الف ومائة واحد وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہون گے اسواسطے کہ یہی اوس کا نظیر ہی عدد
مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمس زید عشرة آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر
عشرة آلاف زیادہ ہونگے اسطرح کہ عشرة آلاف والف ومائة واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس زید مائة الف اور
اگر لفظ کذا چھہ بار بولا تو عدد سابق پر مائة الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مائة الف وعشرة آلاف والف ومائة واحد وعشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ
ہزار ایکسو اکیس لازم ہون گے ولو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الف
ومائة الف وعشرة آلاف والف ومائة واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وهکذا یعتبر نظیره ابدا اور اسیطرح عدد مبہم
نظیر عدد مفسر ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال له علیّ او قبلی فهو اقرار بدین لان علیّ للایجاب وقبلی للضمان غالباً اور اگر
بولا کہ لہ علیّ یعنے اوس کا مجھپر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنے اوس کا میرے جانب تو یہہ قول دین کا اقرار ہے اسواسطے کہ لفظ علیّ ایجاب کے واسطے
ہی اور لفظ قبلی ضمان کیواسطے غالباً مستعمل ہے ہم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علیّ ایجاب مین مستعمل ہوتا ہی اور محل ایجاب
ذمہ ہی اور ذمہ مین دین ثابت ہوتا ہی نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب مین اوس کا استعمال
غالب ہی اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہی کذا فی الاتقانی وصُدِّق ان وصل به هو ودیعة لانه یحتمله مجازاً اور

اوسکی تصدیق ہوگی اگر اوس نے اوس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازاً ودیعت کا بہی احتمال رکہتا ہی ہم اسواسطے کہ علی اور
قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب ودیعت مین بہی متحقق ہی اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہی اور قبلے کا استعمال معلوم ہوچکا کہ امانت
مین بہی ہوتا ہی وان فصل لا یصدق لتقرره بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علی یا لہ قبلے سے جدا کہا تو اوسکی تصدیق نہوگی بسبب ثابت
ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی
یا فی کیسی یا صندوقی اس کا اقرار ہی کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنے سے یعنی اوسکی چیز میرے نزدیک ہی یا میرے ساتہہ یا میری کوٹہری مین یا میری
ہتیلی مین یا میرے صندوق مین سے جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراہمی کذا فہو ہبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب
مال اوسکا ہی یا جسکا مین مالک ہون اوس کا ہی اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اوسکے اتنے ہین تو یہہ قول ہبہ ہی نہ اقرار ولو قال فی
مالی او فی دراہمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درمون مین اوس کا اتنا ہی تو یہہ شرکت کا اقرار ہی
فلابد لصحۃ الہبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے ہبہ صحیح ہونیکے واسطے تسلیم جمیع مال سے بخلاف اقرار کے کہ اوسکی صحت
کے لیئے تسلیم ضرور نہین ہم جب کہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹہیرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اوسنے اپنا سب مال اوسکو دیدیا تو ہبہ صحیح ہوگا
والا غیر صحیح والاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہان یہہ ہی کہ جب مقر نے مقر بہ کو اپنی ملک کیطرف
مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کے طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہی کہ اوسکو حمل کیجیے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی
نہ انشا پہر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہوگیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہی اور اگر شے کو اپنی ذات کے طرف مضاف نکیا مثلا
یون کہا کہ ہذا المال لفلان یعنی یہہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہہ اقرار ہی نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ
پر اعتراض وارد نہوگا ما فی بیتی کا اسواسطے کہ یہہ نسبت کی اضافت ہی نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہہ ہی کہ ما فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کے
طرف موجود ہی اور باوجود اسکے یہہ اقرار ہے نہ ہبہ خلاصہ جواب یہہ ہی کہ یہہ ملک مقر کی اضافت نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہی چنانچہ لکہنو کا
مثلا رہنے والا کہی کہ لکہنو میرا شہر ہے تو یہہ سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی ولا الارض التی حدودہا کذا لطفل فلان فانہ ہبۃ
وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط قبضہ مفرزا انتہی للاضافۃ تقدیرا بدلیل قول المصنف
آخرا لا خو بمعین ولو یضیفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فہل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیہ
شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل کی ہی
اسواسطے کہ یہہ قول ہبہ ہی اگرچہ طفل نے اوسپر قبضہ نکیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپکے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہی مگر ہبہ کہ
موہوب اوس قسم سے ہو جس مین قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپ صغیر کو اوسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اوس کا جدا کرنا قبضہ شرط ہوگا انتہی
الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کے طرف تقدیری ہی مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے
واسطے شئی معین کا اقرار کیا اور اوس شئے کو اپنے طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ وہ شئی مقر کی ملک ہی تو کیا یہہ قول اقرار
ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقہ یہہ ہی کہ یہہ قول تملیک ہوگا تو اوسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سو اسکے طرف مراجعت کر ہم قاعدہ مذکورہ سے یہہ مفہوم
ہوتا ہی کہ جب مقر بہ کو مقر اپنے طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہو نہ ہبہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم اضافت ارض اقرار ہوا اور حالانکہ وہ
ہبہ ہے خلاصہ جواب یہہ ہی کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہی لیکن اوسمین اضافت تقدیری ہے گویا اوسنے یون کہا کہ میری وہ
زمین جسکی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہی اور اضافت تقدیری پر دلیل یہہ ہی کہ ملک اوس زمین کی لوگون کو معلوم ہی غرض
اضافت الی نفسہ جو مقتضی تملیک ہی خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہو تا کہ وہ متکلم کی مملوک ہی انتہی

قال لي عليك الف فقال اتزنه او انتقده او اجّلني به او قضيتك اياه او ابرأتني منه او تصدقت به عليّ او وهبته لي او احلتك به على زيد ونحو ذلك فهو اقرار له بها لرجوع الضمير اليها في كل ذلك عزمي زاده فكان جوابًا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار ہین سو مخاطب نے کہا کہ اونکو وزن کرلے یا اونکو پرکھہ لے یا اون کی مجھکو مہلت دے یا مین تجھکو وہ دیچکا ہون یا تو نے مجھکو وہ معاف کردئے ہین یا تو نے مجھکو وہ خیرات مین دئے ہین یا اون کو تو نے مجھکو ہبہ کردیا ہے یا مین نے تجھکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے ہزار کا بسبب پہرنے ضمیر کے ہزار کے طرف ان سب مثالون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہہ جواب ٹہیرا کلام اول کا یعنی اثبات اوسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وهذا اذا لم يكن على سبيل الاستهزاء فان كان وشهد الشهود بذلك لم يلزمه شيء اور یہہ یعنے اقرار اوسوقت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی کے ہوا اور گواہ خوش طبعی کی گواہی دین تو اوسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعى الاستهزاء لم يصدق اور اگر مخاطب کو خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود تو اوسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمير مثل اتزن الخ وكذا تحاسب او ما استوفيت من احد سواك او غيرك او قبلك او بعدك لا يكون اقرار العدم انصرافه الى المذكور فكان كلامًا مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرلے یا پرکھہ لے الخ اور اسیطرح حساب تو کر یا کہ مین نے کسی سے قرض نلیا سوا تیرے یا غیر تیرے سے یا قرض نلیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہہ اقرار نہوگا بسبب نہ پہرنے ضمیر کے ہزار مذکور کے طرف تو یہہ کلام جداگانہ ٹہیرا نہ جواب کلام اول کا والاصل ان كل ما يصلح جوابًا لا ابتداء يجعل جوابًا وما يصلح للابتداء لا للبناء او يصلح لهما يجعل ابتداء لئلا يلزمه المال بالشك اختيار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ جو کلام کہ صلاحیت رکہتا ہے جواب ہونیکی نہ ابتدای کلام ہونیکی تو وہ جواب ٹہیرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکہتا ہے ابتدای کلام ہونیکی نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکہتا ہے چنانچہ یہہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ ٹہیرایا جاتا ہے تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا في الاختيار وهذا اذا كان الجواب مستقلًا فلو غير مستقل كقوله نعم كان اقرارًا مطلقًا اور یہہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اوسوقت ہے جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقًا یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہو مع ضمیر کی مثال یہہ کہ نعم ہیہ علي اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لي عليك الف حتى لو قال اعطني ثوب عبدي هذا او افتح لي باب داري هذا او جصص لي داري هذه او اسرج فرسي هذا او اعطني سرجها او لجامها فقال نعم كان اقرارًا منه بالعبد والدار والدابة كافي تو اگر کہا کہ مجھکو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے میرے اس گہر کا دروازہ کہولدے یا میرے لیے اس گہر کی چونہ کاری کردے یا زین باندہ دے میرے اس گہوڑے پر یا مجھکو اس گہوڑے کا زین یا اوسکی لگام دے پہر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہہ اوسکے طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گہر اور جانور کا مقرلہ کے واسطے کذا في الكافي یعنے غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتہہ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتہہ قال اليس لي عليك الف فقال بلى فهو اقرار له بها وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھہ پر ہزار نہین ہین سو وہ بولا بلی یعنے کیون نہین تو یہہ اقرار ہوگا اوسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب مین بجای بلے نعم یعنی ہان بولا تو اقرار نہوگا وقيل نعم لان الاقرار يحمل على العرف لا على دقائق العربية كذا في الجوهرة اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بہی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف مین بلی اور نعم دونون برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا في الجوهرة والفرق ان بلى جواب الاستفهام المنفي بالاثبات ونعم جوابه بالنفي اور فرق بلی اور نعم کا عربی مین یہہ ہے کہ بلے استفہام منفی کا جواب ہے نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفے کا جواب ہے اوسکے نفی کردینے سے والايماء بالرأس من الناطق ليس باقرار بمال وعتق وطلاق وبيع ونكاح واجارة وهبة اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا اور ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ صاف یعنے گونگے آدمی کا اشارہ کرنا

امور مذکورہ مین گونگے کا اشارہ قائم مقام اوسکے بولنے کے بقول معتمد ہو سوای حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحاوی بخلاف افتاء و
نسب و اسلام و کفر و امان کافر و اشارۃ محرم لصید والشیخ برأسه فی روایة الحدیث والطلاق فی انت طالق ھکذا او
اشار بثلاث اشارۃ الاشباہ وزاد الیمین کحلفه لا یستخدم فلانا او لا یظهر سرہ او لا یدل علیه و اشار حنث عمادیة فتقرر
بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارۂ ناطق کے فتوی دینے مین اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے
اشارہ مین شکار کے طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ اس قول مین کہ تو طالق ہی
اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کیگئی چنانچہ اوس کا یون قسم کھانا کہ فلانے شخص سے خدمت
نلیگا یا اوسکا بھید ظاہر نکریگا یا اوسپر دلالت نکریگا اور پھر اوسپر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیہ تو متحقق ہوا اشارۂ ناطق کا باطل
ہونا مگر نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و ان اقر بدین مؤجل وادعی المقر له حلوله لزمه الدین حالا وعند
الشافعی مؤجلا بیمینه کاقرارہ بعبد فی یدہ انه لرجل وانه استأجرہ منه فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانه دعوی
بلا حجة اور اگر اقرار کیا دین موجل کا اور مقر له نے دعوی کیا بلا مدت دین کا تو اوسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین
موجل لازم ہوگا مقر کے قسم کھانیکے ساتھ چنانچہ اوس کا اقرار اوس غلام کا جو اوسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہی ایک مرد کا اور اوس نے اوسکو
بطریق اجارہ کے اوس سے لیا ہی تو مقر کی تصدیق نہو گی تاجیل دین اور اجارۂ غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوی ہی بدون حجت کے اسواسطے
کہ مقر نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر له پر تو اوس کا اقرار حجت ہی اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہین کذا
فی الحموی وحینئذ یستحلف المقر له فیهما اور اس وقت مین قسم لیجایگی مقر له سے دونون مین یعنی تاجیل اور اجارہ مین یعنی درصورت
عدم گواہ مقر بخلاف مالو اقر بالف دراھم السود فکذبه فی صفتها حیث یلزمه ما اقر به فقط لان السود نوع والاجل عارض
لثبوته بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اوسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر له نے اوسکی تکذیب
کی درمون کی صفت مین یعنے اونکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہون گے جس کا اوس نے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہی
درمون کی اور مدت دین مین عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہے اور منکر کا عوارض
مین مقبول ہے یعنی مدت عارض ہے کہ نفس عقد ثابت نہین ہوتی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہی اور عارض مین منکر کا قول مقبول ہے
کذا فی الحموی کاقرار الکفیل بدین مؤجل فان القول له فی الاجل لثبوته فی کفالة المؤجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجل کا
اسواسطے کہ مدت مین ضامن ہی کا قول مقبول ہی بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل مین بدون شرط کرنیکے ہم اسواسطے کہ ضمانت مین مدت نوع
ہی نہ عارض کہ شرط پر اوس کا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی وشراء الامة متنقبة اقرار بالملك للبائع کثوب فی جراب او قباء
والی لونڈی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہی جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہی وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعة
والاعارۃ والاستیهاب والاستیجار ولو من وکیل فکل ذلك اقرار بملك ذی الید فیمنع دعواہ لنفسه ولغیرہ بوکالة
ووصایة للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خریداری مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور عاریت اور طلبگاری
ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہین تو اب طلبگار مذکور کو اوسکا دعوی کرنا اپنی
ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعۂ وکالت یا وصایت کے جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنے پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرکے
پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اوسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابرائه عن جمیع الدعاوی ثم ادعی بها لعدم التناقض ذکرہ
فی الدرر قبیل الاقرار وصححه فی الجامع خلافا لتصحیح الوهبانیة بخلاف اوسکے ابرا کرنیکے جمیع دعاوی سے پھر دعوی کرنیکے بوجہ عدم

وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی سے اسکا مقتضی نہین کہ غیر کے طرف سے بھی اوسپر دعوے نکرے ذکر
کیا ہے اسکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اسکو جامع صغیر مین برخلاف تصحیح وہبانیہ ہم جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہے کہ استیام اور
استیجار اور استعارہ اور ہبہ لینے کے اقرار ملک مساوم منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ وغیرہ اور وہبانیہ مین ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں
اسواسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہوئی اور یہہ روایت زیادات کے
موافق ہے کذا فی الطحطاوی و وفق شارحہا الشرنبلالی بانہ ان قال بعنی ہذا کان اقرارا وان قال ابیع ہذا لا ویؤیدہ مسئلۃ
الکتابۃ وختمہ علی صک البیع فانہ لیس باقرار بعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اسطرح تطبیق کی ہے کہ اگر
یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہے اوسکی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو
بیچتا ہے تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استظہار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہین اور مؤید قول شرنبلالی ہے
اوسکی کتابت اور بیعنامہ پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین ہم تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے ملک کا
دعوی کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہے تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہے بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی قولہ
علی مائۃ ودرہم کلہا دراہم وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اوسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہے وہ تمام
درم ہین یعنی سو درم اور ایک درم اور اسیطرح کیل اور موزون از روے استحسان کے ہم قیاس یہہ ہے کہ مقر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہوا اور سو کی
تفسیر اوسی کرائی جاوے کہ سو درم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے وجہ استحسان یہہ ہے کہ درم بیان ہے مائۃ کا عادت
مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو دو بار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہہ وہان ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند کیل
اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہین سلم اور قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ اونکا وجوب ذمون پر اسطرح بکثرت
نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ وثوب ومائۃ وشی بان یفسر المائۃ لانہا مبہمۃ اور اس قول مین کہ اوسکا مجھپر سو اور ایک کپڑا ہے
اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائیگا مقر سے کہ کیا اوسکی مراد ہے اسواسطے کہ وہ مبہم ہے غیر مفسر وفی مائۃ وثلثۃ اثواب
کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیہما لاستوائہما فی الحاجۃ الیہ اور اس قول مین کہ مجھپر
ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے
اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجاویگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثۃ کے بحرف عطف مذکور نہین تو تفسیر مائۃ اور ثلثۃ دونون کیطرف
پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کیطرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین والاقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط
اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل ہم یعنے یون اقرار کیا کہ یہہ جانور جو اصطبل مین ہے سو فلانے شخص کا ہے تو
یہہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ
لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درہم فی درہم درم اور قاعدہ کلیہ اس حکم مسائل
مین یہہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اوس چیز کا اوٹھا لیجانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر
نقل اوسکا متصور نہین جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کہ اونکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر
وہ چیز ظرف ہونیکی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنے اس صورت مین درم
اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اسواسطے کہ اوسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور
گیہون گون مین کذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب ولم ارہ فیحرر

کہتا ہون اور اس قاعدہ سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر کہا مجھپر جانور ہی خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اسکو یعنے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہی اور اگر بولا کپڑا درم مین مجھپر ہی تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ھم طحطاوی نے کہا کہ اسکا یہ قاعدہ ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہی **وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا** اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اوسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہی حلقہ اور نگین سے **وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ** اور تلوار کے اقرار مین اوسکا میان اور پرتلا اور کوٹھی لازم ہی **وبحجلۃ بیت مزین بستور وسرر العیدان والکسوۃ** اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بجای ہملہ پھر جیم عبارت ہی اوس کوٹھری سے جو آراستہ ہی پردون اور چارپائیون سے ھم طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہی کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہی جو لکڑی اور پردون سے بنایا جای اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہوا اب اختلاط نصاری سے اسکو مسہری بھی بولتے ہین **وتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف لما قدمناہ** اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ہی ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے مین اسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اوس دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنے ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہو جاتے ہین **ومن قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوھا** اور کہجور کے اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور نہ اوسکے کوئی ظرف لازم نہوگا اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہی تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی **کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط لما مر اذ العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ** جیسے کپڑیکا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اوسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین **وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ لما مر وان عنی مع فخمسۃ وعشرون** اور یون اقرار کیا کہ اوسکے علی خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ فی کو بمعنے علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا پانچ لازم ہونگے اس وجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کیے ھم چونکہ علی مقتضے انفصال اور تمیز ہی نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہوچکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمسۃ فی خمسۃ کہا تو اس سے تو نے یہہ ارادہ کیا کہ ہر درم کے دراہم خمسہ مثلا پانچ پانچ جز ہین اور ولوالجیہ مین ہے کہ جب اوس نے کہا لہ علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اوسپر لازم نہونگے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہونگے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نکی یعنے تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نکی تو اوسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کرکے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت مین خلاف ہی فقہا کا کذا فی الطحطاوی **وعشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق** اور دس لازم ہونگے اگر فی سے مع مراد رکھیگا چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق مین **ومن درھم الی عشرۃ او ما بین درھم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف الثانیۃ وما بین الحائطین** اور یون اقرار کیا کہ مجھپر ہے ایک درم سے دس تک یا بین ایک درم دس تک تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرا اور تیسرے درم کا وجود نہین ہوسکتا بدون پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دسکے اور بخلاف مابین الحائطین کہ وہان دونون حدین داخل محدود نہین ھم امام کے نزدیک محدود مین حدود داخل نہین ہوتین اسواسطے کہ حد مغایر محدود ہے لیکن یہان پہلی حدکو داخل کرنے مین ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہین ہوسکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود مین داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے مین کوئی ضرورت داعی نہین کذا فی الدرر **فلذا قال وفی لہ کر حنطۃ الی کر شعیر لزماہ جمیعا الا قفیزا لانہ الغایۃ الثانیۃ** سو اسی سبب سے یعنے بسبب مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار مین کہ اوس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہون ہین جو کے ایک کر تک تو اوسپر دونون کر لازم ہونگے سوای ایک قفیز کے

له مترجم اس لفظ نقل کا ترجمہ کوٹھری کیا ہرچند کہ صاحب منتخب نے ... [illegible] ... لکھا ہے ۱۲ عه ... [illegible] ... ۱۲ سه ... [illegible] ... ۱۲

اسواسطے کہ قفیز دوسری مد ہو جو کہ بضم کاف بڑا پیمانہ ہو جسمین چند قفیز سماتے ہین اور قفیز کر سے چھوٹا پیمانہ ہی طحطاوی نے قدوری سے نقل کیا کہ امام
مثال مذکور مین تمام کر کو غایت قرار نہین دیا اسواسطے کہ عادت مین غایت زیادہ نہین ہوتی شے سوا ورنہ نصف اسکی لہذا قفیز کو غایت ٹھہرایا

ولو قال له علیّ عشرة دراهم الی عشرة دنانیر یلزمه الدراهم وتسعة دنانیر عند ابی حنیفة لما مرّ نهایة اور اگر یون کہا کہ اوسکے
مجھ پر دس درم ہین دس دینار تک تو اوسکو دراہم اور نو دینار لازم ہون گے ابو حنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایہ یعنے اسواسطے
کہ غایت ثانیہ داخل نہین ہوتی وفی له من داری ما بین هذا الحائط الی هذا الحائط له ما بینهما فقط لما مرّ اور اس قول مین کہ اسکا
میری گھر مین سے مابین اس دیوار کے سے اس دیوار تک تو مقرلہ کے واسطے دونون دیوارون کا فقط مابین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ ہم یعنی مین
درہم الی عشرۃ مین پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہان کچھ ضرورت نہین لہذا دونون دیوارین محدود مین داخل نہونگی فقط مابین
الحائطین لازم ہوگا وصح الاقرار بالحمل المحتمل وجوده وقته ای وقت الاقرار بان تلده لدون نصف حول لو مزوّجة او لدون حولین
لو معتدة لثبوت نسبه اور صحیح ہے اقرار اوس حمل کا جس کا موجود ہونا محتمل ہو اقرار کے وقت اسطرح پر کہ لونڈی جنے نصف سال سے کمتر مدت مین اگر
وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر مین اگر وہ عدت مین ہو بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب کے عدت تک ہم یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسری شخص
کے واسطے صحیح ہے اسطرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنے بچہ اوس فلانے شخص کا ہے اگرچہ اوس کا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی
یہہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے مقرلہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا پھر اوسکے وارث نے اوس کا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی

ولو الحمل غیر آدمی ویقدّر بادنی مدة یتصوّر ذلک عند اهل الخبرة زیلعی لکن فی الجوهرة اقل مدة حمل الشاة اربعة اشهر
واقلها لبقیة الدواب ستة اشهر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اوس کمتر مدت سے جو اوسکے
واسطے متصور ہو تجربہ کارون کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ مین ہے کہ بھیڑ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے ہین اور باقی جانورون کی اقل مدت
چھہ مہینے ہین وصح له ان بین المقر سببا صالحا یتصوّر للحمل کالارث والوصیة کقوله مات ابوه فورثه او اوصی له به فلان فیجوز
والا فلا کما یأتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی یون کہنا کہ یہہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت کے پیٹ مین ہے صحیح ہے
بشرطیکہ مقر اوسکے مالک ہونیکا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اوسکے واسطے ممکن اور متصور ہو جیسا کہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یون کہنا کہ اوس
جنین کا باپ مرگیا سو وہ اوس کا وارث ہوا یا اوس مال کی اسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نکرے تو
اقرار جائز نہین جیسا کہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدته حیا لاقل من نصف حول مذ اقرّ فله ما اقرّ وان ولدت حیین فلهما نصفین
ولو احدهما ذکرا والاخر انثی فکذلک فی الوصیة بخلاف المیراث ای فانه یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اوسکو
زندہ نصف سال سے کمتر مین جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اوس کا جس کا اوس نے اقرار کیا اور اگر دو زندہ لڑکے جنی تو دونون کے واسطے نصف نصف
مال ہوگا اور اگر ایک نر ہے اور دوسرا مادہ تو اسطرح نصف نصف مال دونون کو ملیگا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے ملینگے ہم اور اگر چھہ
مہینے سے زیادہ مدت مین جنیگی تو اوسکو کچھہ نملے گا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر مین کذا فی الحموی وان ولدت میتا
فیرد لورثة ذلک الموصی والمورث لعدم اهلیة الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اوس موصی اور مورث کے وارثون کو
پھیر دیا جاوے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہین رکھتا وان فسّره بما لا یتصوّر کهبة او بیع او اقراض او
ابهم الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبهم علی السبب الصالح وبه قالت الثلثة اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور
متصور نہین جیسا کہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اوس کا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے
اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہم چونکہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اوس سے متصور نہین نہ حقیقۃً اور یہہ لو

صریح ہو اور نہ حکما اسطرح کہ اوسکے طرف سے کوئی اوسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اوسپر کسی کی ولایت نہین لہذا اقرار مذکور لغو ٹھیرا اور
سبب مبہم کے اقرار کی یہہ صورت ہی کہ مجھپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہی کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر
سببا غیر صالح منہ حقیقۃ کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیرخوار لڑکے
کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہی اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقۃ بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن بیع کا اسواسطے کہ یہہ مقر ثبوت
دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہی کذا فے الاشباہ یعنے باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار
لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے ثبوت حق بالخیار
تو اوسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہی تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے خیار مین تو بھی اوسکی تصدیق معتبر
نہوگی ہم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار مین تین دن کے خیار کی گنجائش اسواسطے نہین کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہی اور جب کہ
اقرار مین اس وجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہی احتمال فسخ کا نہین لہذا اوسمین شرط خیار جائز نہین اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فے الطحطاوی الا اذا
اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن فلذا قال الا ان یکذب بہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لہ
اقرار قابل خیار نہین مگر جب کہ مقر نے اوس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط خیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہی باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ
اوسکی تصدیق کرے یا مقر اوسپر گواہ لاوے سو اسیواسطے مصنف نے کہا مگر یہہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہی اور
قول تو منکر کا مقبول ہے یعنے درصورت عدم برہان ہم عقد بیع کا اقرار یعنی اوس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اوسپر لازم آیا یعنی یون کہے کہ میرے
اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہین کاقرارہ بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی مدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا
صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ افعال لا تقبل الخیار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب باین شرط کہ اوسکو
اختیار ہی مدت مین اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہی جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بہی عقد ہی بخلاف اوسکے جو مذکور ہوچکا
اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین کہ شرط خیار کے قابل نہین کذا فے الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما
فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امرأتی صح کتب
ام لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد و قود خانیۃ امر کرنا اقرار کے لکہنے کا اقرار حکمی ہے اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے
ہوتا ہی ویسے ہی انگلیون کے پوروں کے لکہنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکہہ میرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکہہ میری
گہر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاقنامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبالہ نویس اوسکو لکہے یا نہ لکہے اور قبالہ نویس کو حلال ہے اوسکی گواہی دینا سوای حد اور
قصاص کے کذا فے الخانیہ ہم امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر انشا ہی اور اقرار اخبار تو دونون ایک نہونگے حقیقت
مین بلکہ مراد یہہ ہے کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فے الدرر وقدمنا فی الشہادات عدم اعتبار مشابہۃ
الخطین اور کتاب الشہادات مین عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کرچکے ہین ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھہ کا لکہا
اقرارنامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اوسکا سوا اوس سے کچہہ لکہا یا گیا اور اوسنے لکہا تو یہہ خط اقرارنامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اوسپر ثبوت دعوی کا
بدون گواہون کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک حکم ہوگا از انجملہ قاری ہدایہ ہے کذا فے الطحطاوی تصرف احد الورثۃ اقر
بالدین المدعی بہ علی مورثہ وجحد الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اوس دین کا
اقرار کیا جس کا اوسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثون نے اوسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آویگا یعنی بشرطیکہ جو مال اوسکی
وراثت مین پایا ہی وہ ادای دین مین کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع ہم مثلا سو درم کا دعوی ہے اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث مین

ہو تو وارث کو سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہہ مطلب نہیں کہ اگر وہ دس درم میراث مین پاوی تو بہی اوسپر سو درم لازم ہوجاوینگے وقیل
حصّتہ واختارہ ابو اللیث دفعًا للضرر اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اوسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے
مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اوسنے اوس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکہ سے متعلق ہے تو اوسپر لازم نہوگا مگر بقدر اوسکے حصے کے ولو شہد
ھٰذا المقر مع اٰخر ان الدین کان علی المیت قبلت وھٰذا اعلم انہ لایحل الدین فی نصیبہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی
علیہ باقرارہ فلیحفظ ھٰذہ الزیادۃ درر اور اگر اس وارث مقر نے دوسری گواہ کے ساتھہ اسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی
مقبول ہی اور اسی سے یعنے قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نکریگا بمجرد اوسکے اقرار
کر نیکے بلکہ قاضی کے حکم کرنیسے بموجب اوسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنے عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکہنا چاہیئے کذا فی الدرر
ھ مجرد اقرار سے دین لازم آیا اسواسطے کہ اگر اوسکے اقرار سے سب دین اوسپر لازم آتا پہر وہ دوسرے شاہد کے ساتھہ گواہی دیتا اور گواہی مقبول
ہوتی تو شاہد مقر پر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوتا تو اوسکی گواہی مین اوسپر دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہین ہی
اوسکی گواہی کا مقبول ہونا اسپر دلیل ہے کہ اوس کا اول اقرار معتبر نہین اور اوس اقرار سے دین لازم نہین مگر یہہ مشکل ہے اسواسطے کہ آدمی کا اقرار
حجت ہی اوسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا اوسمین حکم کرنا مظہر حق ہی نہ مثبت اور اگر یہہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹہیری تو ظاہر ہی اسواسطے
کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہین کی کذا فی الطحطاوی واشھد علی الف فی مجلس واشھد رجلین اٰخرین فی مجلس اٰخر
بلا بیان السبب لزم المالان الفان کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مرد ونکو گواہ کیا
دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب دین کے تو دونون مجلسون کے دونون مال یعنی دو ہزار اوسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو
ہزار لازم ہونگے ھ بلا بیان سبب کی یہہ صورت ہی کہ اقرار کرے کہ مجہپر زید کے مثلا ہزار درم دین ہین دونون مجلسون مین اور اختلاف سبب کی یہہ
شکل ہی کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجہپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس مین کہے کہ مجہپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو
اتحد السبب او الشہود او اشھد علی صک واحد او اقر عند الشہود ثم عند القاضی او بعکسہ ابن ملک بخلاف اسکے کہ اگر
سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے
پہر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس کرے یعنے پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پہر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا شرح ابن ملک
ھ اتحاد سبب کی یہہ صورت ہی کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہہ صورت ہی کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری
مجلس کے بہی شاہد ہون والاصل ان المعرف او المنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ معرفہ
یا نکرہ جب کہ معرف ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دو بار مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا ھ اول اور ثانی کی معرفہ
ہونے کی صورت یہہ ہی کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ لہ علی الف ثمن ھٰذا العبد پہر اسیکو دوسری بار اقرار کرے
اور اول کی نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونیکی یہہ صورت ہی کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ لہ علی الف پہر کہے لہ علی الف ثمن ھٰذا العبد اور اعادہ نکرہ کی صورت یہہ ہی کہ کہے لہ علی الف پہر دوسرا اقرار کرے
کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہہ ہی کہ اول یہہ اقرار کرے کہ لہ علی الف ثمن ھٰذا العبد پہر دوسری بار کہے لہ علی الف وتمامہ فی الطحطاوی ولو نسی الشہود
انی موطن ام موطنین فہما مالان ما لم یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بہول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تہا
یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہہ ہی کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اس کا خانیہ
مین ہی اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی درر اقرار کیا
پہر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جہوٹا ہے اپنے اقرار مین تو قسم لیجاوے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جہوٹا نہین ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول ہے

فتوی ہو کذا فی الدرر هم اور طرفین کے نزدیک اوسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم یجری لو ادّعی وارث المقرّ فیحلف اوسیطرح کا حکم جاری ہو
اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنے مورث کے اقرار مین اوسکے کذب کا مدعی ہو تو مقرلہ سے قسم لیجاویگی کہ مورث کا ذب نہ تہا اپنے اقرار مین واِن
کانتِ الدعوی علی ورثۃِ المقرِّلہ فالیمینُ علیهم بالعلمِ انا لا نعلم انّہ کان کاذبًا صدرُ الشریعۃ اور اگر مقر یا اوسکے وارث کا دعوی
مذکور مقرلہ کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آویگی اسطرح کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جہوٹا تہا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء وما فی معناہ فی کونہ مغیرًا کالشرط ونحوہ

یہہ باب ہو احکام استثنا مین اور جو استثنا کے ہم معنے ہے اقرار کے بدل ڈالنے مین چنانچہ شرط اور مانند اسکے هم جب مصنف نے اقرار بلا تغیر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہہ مثال ہو کہ اوسکے میری اوپر ہزار درم ہین اور یہ غلام کا مثل جو میرے قبضے مین نہین آیا هو عندنا تکلّمٌ بالباقی بعد الثُّنیا باعتبار الحاصل من مجموع التّرکیب ونفیٌ واثباتٌ باعتبار الاجزاءِ فالقائل لہ علیّ عشرۃٌ الّا ثلٰثۃ لہ عبارتانِ مطوّلۃٌ وهی ما ذکرناہ ومختصرۃٌ وهی اَن یقول ابتداءً لہ علیّ سبعۃٌ وهذا معنی قولهم تکلّمٌ بالباقی بعد الثُّنیا ای بعد الاستثناءِ ہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہو باقی کی بولنی سے بعد استثنا کرنیکے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنے کی حاصل کے اعتبار سے اور نفی اور اثبات ہو باعتبار اجزای لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علیّ عشرۃ الّا ثلٰثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین ایک عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علیّ عشرۃ الّا ثلٰثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہہ ہو کہ ابتدا سے یون کہے کہ اوسکے میرے اوپر سات درم ہین اور یہی مطلب ہو فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنیکے وشرطُہ الاتصالُ بالمستثنی منہ الّا لضرورۃ کنفَسٍ وسُعالٍ واخذِ فمٍ بہ یُفتی اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنے کا مستثنی منہ سے شرط ہو مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کہانسی کا آنا یا مونہہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقر کا مونہہ بند کرے اس قول پر فتوی ہے والنداءُ بینهما لا یضرّ لانّہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقرلہ کو مابین مستثنی اور مستثنے منہ کے ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ ندا منادی کے آگاہ کرنیکے واسطے ہو اور تاکید کیواسطے ہے یا واسطہ تعیین مقرلہم جوہرہ مین ہے کہ اگر منادی مقرلہ نہو غیر ہو تو مضر ہے کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علیّ الفُ درهمٍ یا فلانُ الّا عشرۃً ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین او فلانے مگر دس درم بخلاف لک علیّ الفٌ فاشهدوا الّا کذا ونحوہ مما یعدّ فاصلًا لانّ الاشهادَ یکونُ بعد تمامِ الاقرارِ فلو یصحّ الاستثناءُ بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اوس قسم سے جو فاصل شمار ہو اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونیکے بعد ہوتا ہی تو حیلولت اشہاد سے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنی بعضَ ما اقرّ بہ صحّ استثناؤہ ولو الاکثرَ عند الاکثرِ تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقربہ کو یعنے جس کا اقرار کر چکا ہے اوس مین سے بعض کو نکال ڈالے تو اوسکو استثنا کرنا صحیح ہو اگرچہ مستثنی اکثر ہو مستثنی منہ سے اکثر علماے نحو کے نزدیک هم فرّا کے نزدیک استثنا اکثر جائز نہین اور جواز کی دلیل حق تعالے کا یہہ قول ہے قُمِ اللیلَ الّا قلیلًا نصفَہ اَوِ انقُص منہ قلیلًا اَو زِد علیہ کذا فی الطحطاوی ولزمَہ الباقی ولو مما لا یقسم کهٰذا العبدُ لفلانٍ الّا ثلثَہ وثلثیہ صحّ علی المذهبِ اور مقر کو باقی بعد الاستثنا لازم ہوگا اگرچہ مقربہ اوس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہین ہوتا چنانچہ یہہ قول کہ یہہ غلام فلانے شخص کا ہو مگر اوس کا سیوم حصہ یا دو ثلث اوسکے صحیح ہو بنا بر مذہب قوی والاستثناءُ المستغرقُ باطلٌ ولو فیما یقبل الرجوعَ کوصیۃٍ لانّ الاستثناءَ تکلّمٌ لیس برجوعٍ بل هو استثناءٌ فاسدٌ هو الصحیحُ جوهرۃ اور وہ استثنا جو کل مقربہ کو مستغرق کرے باطل ہو اگرچہ اوس چیز مین ہو جو قابل رجوع ہو چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہین بلکہ وہ فاسد استثنا ہو یہی قول صحیح ہو کذا فی الجوهرہ هم جوہرہ مین ہو کہ بعضون کے نزدیک استثنا ءکل رجوع ہو اور بعضون کے نزدیک رجوع نہین استثنا فاسد ہو اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اسواسطے کہ وصیت مین رجوع کرنا جائز ہو کذا فی الطحطاوی وهذا اِن کان الاستثناءُ بعینِ لفظِ الصدرِ او مساویہ کما یاتی اور یہہ یعنی استثناء مستغرق کا باطل ہونا اسی شرط سے ہو کہ صدر کے لفظ سے ہو بعینہ یا اوسکے برابر

باب الاستثناء

عہ الصواب کذا قال صدر الشریعۃ ۱۲
عہ اوسکے میرے اوپر ہین تین کم ۱۲
عہ یعنی گواہ کرنیکا مانع ہو بعد ستنے ۱۲
عہ کہ ہزار درم ات کو اگر کسی نے آدہی سات باکم کردو اوسمین تہوڑا یا زیادہ کردو اوسپر ۱۲

چنانچہ اس کا ذکر آ چکا ہم استثنا بلفظ صدر کی مثال نسائی طوالق الا نسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا ممالیکی
وان بغیرھما کعبیدی احرار الا ھؤلاء وا والا سالما وغانما وراشدا ومثلہ نسائی طوالق الا ھؤلاء او الا زینب وعمرۃ وھند
وھم الکل صح الاستثناء اور اگر استثنا مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغائر ہو چنانچہ یہہ قول کہ میرے غلام آزاد ہین سوای ان غلامون کے یا
سوای سالم اور غانم اور رشد کے اور مانند اسکے یہہ مثال ہے کہ میری عورتین مطلقہ ہین سوای ان عورتون کے یا سوای زینب اور عمرہ اور ہند کے
اور حالانکہ وہی مشار الیہم یہی مسمون اوسکے سب غلام یا سب عورتین ہین تو استثنا صحیح ہو وکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح
فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایھام البقاء لا حقیقتہ حتی لو طلقھا ستا الا اربعا صح وتقع ثنتان اوسیطرح یہہ قول کہ میرا تہائی
مال زید کا ہو سوای ہزار کے اور حالانکہ اوسکا تہائی ہزار ہے تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہو اور کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقاء بعض
مستثنی منہ ہو نہ حقیقت بقا یہان تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات ستہ مگر چار طلقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلاقین واقع ہونگی
ہم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہو اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہو تو معنے کا اعتبار اسمین ضرور نہین جیسا کہ یہہ ہو کہ عبیدی احرار الا سالما
وغانما مین تکلم بالباقی بعد الاستثنا ممکن ہے باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بہی شامل ہو لیکن سالم اور غانم اور رشد اسواسطے
کل عبید ٹہیرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہین تو یہہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظا ایہام بقا بلا شک ٹہیرا انما صح استثناء الکیلی
والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت احادہ کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنی القیمۃ استحسانا لثبوتہا
فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہو استثنا کیلی اور وزنی اور ایسے معدود کا جسکی افراد متفاوت نہین ہوتے چنانچہ فلوس اور اخروٹ کا دراہم
اور دنانیر سے اور اس صورت مین قیمت مستثنی ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمہ پر چاندی اور سونے کیطرح
تو اشیاء مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئین اس راہ سے کہ کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہین تو باعتبار معنے
کے جنس واحد ٹہیرے اگرچہ صورت مین اجناس مختلفہ ہین اسواسطے کہ یہہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوتے ہین تو انمین استثنا کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی
ہو نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہہ صحیح نہین اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہین کیونکہ
متفاوت القیمۃ ہو فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹہیرا معلوم سے پس قیاسا اور استحسانا دونون صحیح نہین کذا فی الاتقانی ملخصا وان استغرقت القیمۃ
جمیع ما اقر بہ لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہو اگرچہ اوسکی قیمت تمام مقر بہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہہ غیر
مساوی کا استغراق ہو اور یہہ جائز ہو کیونکہ موہم بقا ہو بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء
الکل بحر لکن فی الجوہرۃ وغیرھا علی مائۃ درھم الا عشرۃ دنانیر وقیمتہا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شیٔ فتحرر بخلاف اس قول کے کہ اوسکے
میرے اوپر ایکسو دینار ہی مگر سو درم کہ یہہ صحیح نہین بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہہ تمام مقر بہ کا استثنا ہو کذا فی البحر یعنی تب تو
مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹہیریگا لیکن جوہرہ وغیرہا مین ہو کہ یہہ قول کہ مجہپر سو درم ہین مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینار کی
سو درم ہی یا زیادہ تو مقر پر کچہہ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹہیرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے حلبی نے
کہا کہ ظاہر اس مسئلہ مین دو قول ہین مبنی دو روایتون پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہین یا دو جنسین واللہ تعالی اعلم واذا استثنی عددین
بینہما حرف الشک کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درھم الا مائۃ درھم او خمسین درھما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی
الاصح بحر اور اگر ان دو عددون کو استثنا کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہو تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول مین کہ میرے اوپر ہزار
درم ہین مگر سو درم یا پچاس درم تو اوسکو نوسو اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کلمہ شک استثنا مین کمتر کا مثبت ہے
واذا کان المستثنی مجہولا ثبت الاکثر نحو لہ علی مائۃ درھم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک

فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جب کہ مستثنی مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد ثابت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اوسکے میرے اوپر سو درم
ہین مگر کچھہ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکیاون لازم ہون گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا ھ اور ثابت
ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو کے نصف یعنی پچاس سے ایکدرم گھٹایا تو اکیاون باقی رہگئے ولو وصل اقرارہ بان
شاء اللہ او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھہ ملایا
یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اوس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ
یون کہنا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہہ تعلیق نہین تنجیز ہے یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے
والی ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیئۃ ہل یصدق فلم ارہ و قدمنا فی الطلاق ان المعتمد لا فلیکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد
قالہ المصنف باقی رہی یہہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین سینے اسکو مصرح نہین دیکھا اور ہمنے
کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعاے مشیت قول معتمد یہہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق
ہونے حق العبد کے یہہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح مین وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منہا لدخولہ تبعا فکان
وصفا والاستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونون سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اسواسطے
کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھیری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین ہے چنانچہ یہہ قول صحیح نہین کہ اوس کا غلام
مگر اوسکی سیاہی مقر لہ کی نہین ہے ولو قال بناءہا لی وعرصتہا لک فکما قال لان العرصۃ ہی البقعۃ لا البناء حتی لو قال وارضہا
کان لہ البناء ایضا لدخولہ تبعا الا اذا قال بناؤہا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اوسکا
عرصہ تیرا ہے تو ویسا ہوگا جیسا اوسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کریگا کہ گھر کی
عمارت میری ہے اور اوسکی زمین تیری ہے تو عمارت بھی مقر لہ کی ٹھیریگی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہے مگر جب یون کہے کہ گھر کی عمارت زید کی
ہے اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا ہے اسواسطے کہ جب اوسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی ملک ہوگئی تو اب
زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اوسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ متقدمہ
سابقہ کہ عمارت مقر کی مملوک ہے پھر جب اوسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی تابع ہوگئی کذا فی المنح واستثناء فص الخاتم و
نخلۃ البستان وطوق الجاریۃ کالبناء فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درخت کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت
مانند ہے امر مذکور مین ہے اسواسطے کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثنا صحیح نہوگا نباتات
مین ہے درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھہ ہو تو استثنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل یعنے جڑ کا اقرار قصدا
واجب ہے نہ تبعا وان قال مکلف لہ علی الف من ثمن عبد ما قبضتہ الجملۃ صفۃ عبد وقولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکرہ فی
الحاوی فلیحفظ وعینہ ای عین العبد وہو فی ید المقر لہ فان سلمہ الی المقر لزمہ الالف والا لا عملا بالصفۃ اور اگر یون اقرار
کیا بالغ عاقل نے کہ اوسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اوس غلام کے ثمن جسپر مینے ہنوز قبضہ نہین کیا عدم قبض کو اقرار کے ساتھہ ملاکر بولا اور غلام کو
معین کردیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہے تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم ہون گے اور نہین تو لازم نہون گے صفت حاصل
عمل کرنیسے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ سے یہہ مذکور ہے حاوی قدسی مین تو اسکو یاد
رکھنا چاہیے یعنے تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم یعینہ لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل وقولہ ما قبضتہ لغو لانہ رجوع اور اگر
مقر مذکور نے غلام کو معین نکیا تو اوسکو ہزار لازم ہون گے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملاکر کہے یا اوسکو جدا کرکے کہے اور اوس کا یہہ قول کہ مینے اوسپر

قبضہ نہیں کیا تو ہو گا اسواسطے کہ رجوع ہوا اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں کقوله من ثمن خمر او خنزیر او مال قمار
او حر او میتة او دم فیلزمه مطلقا وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقه او اقام بینة فلا یلزمه چنانچہ اس قول میں کہ اوسکے مجھپر
ہزار درم ہیں شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اوس پر مطلقا لازم ہو گا اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھہ ملا کر کہو ہو الخ
کہ یہہ اقرار کرکے پھر جاتا ہی مگر جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کری امور مذکورہ میں یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اوسکو لازم نہوں گے ولو قال
له علی الف درهم حرام او ربوا فهی لازمة مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حله عند غيره اور اگر یوں اقرار کیا کہ اوسکے میرے اوپر ہزار
درم حرام یا بیاج کے ہیں تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا وے اقرار سے یا جدا کہے اوسکے حلال ہونیکے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ہم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اور کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اوسپر قبضہ نہیں کیا اور اسکو بائع مذکور
کے ہاتھہ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہی اور شافعی کے نزدیک یہہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین اونکے نزدیک
حرام نہیں اور نہ بیاج ہی اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھہ لازم نہ آوے کذا فی الحاوی ولو
قال علی الف زور او باطل لزمه ان کذبه المقر له والا بان صدقه لا یلزمه اور اگر یوں اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلا ہزار درم ہیں بطریق
زور یا بطلان کے تو اوسپر لازم ہونگے اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کری اور اگر تکذیب نکرے اسطرح کہ اوسکی تصدیق کری تو اوسپر کچھہ لازم نہیں والاقرار بالبیع
تلجئة هو ان یلجئک ان تاتی امرا باطنه علی خلاف ظاهره فانه علی هذا التفصیل ان کذبه لزم البیع والا لا اور بیع تلجئہ کا اقرار
کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کری تو بیع لازم ہی اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجئہ یہہ ہے کہ تجھکو مضطر کری اوس امر کے کرنے
پر جسکا باطن اوسکے ظاہر کے مخالف ہو مثلا صورت اضطرار یہہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اوس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا
مال بتا کر بیچ ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو درحقیقت یہہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہی ولو قال له علی الف درهم زیوف ولم یذکر السبب فقیل
لا قال علی الاصح جیاد اور اگر بولا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم زیوف ہیں اور اوسکا سبب مذکور نکیا کہ ثمن بیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اوسنے
کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا بر قول اصح ہم زیوف جمع ہی زیف کی یعنی کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی میں نہ لیے جاوین ولو قال له علی الف من
ثمن متاع او قرض وهی زیوف مثلا لم یصدق مطلقا لانه رجوع اور اگر بولا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور
حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلا تو اوسکی مطلقا تصدیق نہو گی کیونکہ وہ اقرار سے پھرتا ہی ولو قال من غصب او ودیعة الا انها زیوف
او نبهرجة صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا
نبهرجہ تو اوسکی مطلقا تصدیق ہو گی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامتی از عیب نہیں اسواسطے کہ غاصب
جو پاتا ہی غصب کرتا ہے اور اسیطرح مودع ہم نبهرجہ وہ درم ہیں جن کو سوداگر لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں وان قال ستوقة او رصاصا فان وصل
صدق وان فصل لا لانها دراهم مجازا اور اگر بولا کہ مجھپر ہزار درم ہیں مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر استثنا اقرار سے ملا
بولا تو اوسکی تصدیق ہو گی اور اگر اوس سے جدا بولے گا تو تصدیق نہو گی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ دراہم ہیں
جنکی دو نوں طرف چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصدق فی جیدة فی غصبته او اودعنی ثوبا اذا جاء بمعیب ولا بینة اور
اوسکی تصدیق ہو گی قسم کے ساتھہ اس قول میں کہ میں نے اوس سے کپڑا غصب کیا یا اوسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جب کہ مقر کپڑے کو عیب دار
لاوے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہیں یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کی مقتضی نہیں وصدق فی له علی الف ولو من
ثمن متاع مثلا الا انه ینقص کذا ای الدراهم وزن خمسة لا وزن سبعة اور مقر کی تصدیق ہو گی اس قول میں کہ اوسکے میرے
اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلا متاع کے ثمن سے ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے ہم یعنے

اس ہزار درم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہو نہ سات مثقال کے کذا فی الحاوی۔ متصلاً وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق فی نقصان القدر لا فی الوصف کالزیافۃ مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کر کے بولا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہ ہوگی بسبب ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے چنانچہ کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منك الفا ودیعۃ فہلکت فی یدی بلا تعد وقال الآخر بل اخذتہا منی غصباً ضمن المقر لاقرارہ بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہوگئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے سو دراہم مذکور غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اوسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے ہم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب براءت کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الحاوی وفی قولہ انت اعطیتنیہ ودیعۃ وقال الآخر بل غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھکو درم بطور ودیعت کے دیئے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجھ سے تو مقر پر ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اوسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے ہم اسواسطے کہ اوس نے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا ہے اپنے لینے کا بلکہ اوسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقرلہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقر نہوا اور مقرلہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اوس کا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنح وفی ہذا کان ودیعۃ او قرضا لی عندك فاخذتہ منك فقال المقرلہ بل ہو لی اخذہ المقرلہ لو قائماً والا فقیمتہ لاقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ منہ وہو سبب الضمان اور اس قول میں کہ یہہ چیز میری ودیعت تہی یا میرا قرض تہا تیرے پاس سو میں نے اوسکو تجہسے لیا سو مقرلہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تہا تو مقرلہ مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اوسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقرلہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اوس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب تاوان کا یعنی جب اوس نے اوسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اوسکی تصدیق نہ ہوگی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی ہذہ او ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ او اعرتہ ثوبی او اسکنتہ بیتی وردہ الی ثم ماطل فلان ثوبی ہذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلك لی فالقول للمقر استحسانا لان الید فی الاجارۃ ضرورۃ بخلاف الودیعۃ اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہہ گہوڑا یا اپنا یہہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گہوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اوسکو یہہ کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اوسکو میں نے اپنے گہر میں رکہا اور فلانے شخص نے اسباب کو ناتا یا یون اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرے کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو میں نے اوس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ قبض اور تصرف اجارہ میں ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے ہم اجارہ میں قبض استیفای معقود علیہ کے واسطے ضروری ہے یعنے استحصال منافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اوسکی ملک کی دلیل نہیں ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقرار کے ہذا الالف ودیعۃ فلان لا بل ودیعۃ فلان فالالف للاول وعلی المقر الف مثلہ للثانی بخلاف لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیہ للثانی شیٔ لانہ لم یقر بایداعہ یہہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہیں بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقرلہ کے ہیں اور مقر پر مانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقرلہ کے لازم ہونگے بخلاف اس قول کے کہ وہ ہزار درم فلانے کے ہیں نہیں بلکہ فلانے کے ہیں بلا ذکر ایداع کہ اس صورت میں مقر پر مقرلہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسکی ودیعت رکہنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا وہذا ان کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزمہ ایضا اور یہہ حکم وقت ہے جب کہ دراہم معین ہوں اور اگر غیر معین ہوں تو مقرلہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے لقولہ غصبت فلانا مائۃ درہم او مائۃ دینار او کر حنطۃ لا بل فلانا لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا اسنے اس قول کا اقرار کیا کہ میں نے فلانے سے سو درم اور سو دینار اور ایک کر گیہوں غصب کیے نہیں بلکہ فلانے سے چہین لیئے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے

اشیاء مذکورہ کے برابر لازم ہونگے ؎ ولو کان المقر لہ واحدًا یلزمہ اکثرہما قدرًا وافضلہما وصفًا حتی لہ الف درہم لا بل الفان او الف درہم جیاد لا بل زیوف وعکسہ اور اگر مقر لہ ایک ہی شخص ہو یعنے اسواسطے دونوں اقرارین مقدار یا وصف ۔۔۔ ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں مین سے مقدار مین اکثر اور وصف مین افضل ہو چنانچہ اس مثال مین کہ اوسکی میری او پر ہزار درم ہین نہین بلکہ دو ہزار ہین یا یون اقرار کیا کہ اوسکے ہزار کہری درم ہین نہین بلکہ کہوٹے درم ہین یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پہر ایک ہزار کا یا اول کہوٹے درمونکا اقرار کیا پہر کہرون کا ؎ ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فہو اقرار لہ وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقر لہ بریٔ خلاصہ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانیکے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقر لہ کو تسلیم کریگا تو ادای دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہوجائیگا کذا فی الخلاصہ لکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ہبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطہ علی القبض فان قال واسمی فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقلہ لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعتبرات خلافا للخلاصۃ فتامل عند الفتوی لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹہیریگا تو جانب مقر تسلیم لازم ہوگی اور اسیواسطے حاوی قدسی مین کہا ہے اور اگر مقر مقر لہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین مین عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہہ نکہی تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلہ مین فتوی دینے کے وقت ہم شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہے کہ جب یہہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانیکا دین ہے اور مقر لہ اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول کے واسطے ہے نہ ثانی کے واسطے لیکن با وجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دیگا بری الذمہ ہو جائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹہیریگا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہرا بجز تصادق کے دین مقر لہ کا ہو گا اگرچہ مقر یون نکہے کہ میرا نام عاریت ہے اور اوسکو قبض پر مسلط نکرے تو بہی تصادق ملک مقر لہ کا مفید ہے اور اگر حاوی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقر لہ ساکت تہا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلہ کو جو خلاصہ کی موافق ہے تصدیق مقر لہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہو جای اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی ؎

باب اقرار المریض

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدّہ مرّ فی طلاق المریض وسیجیٔ فی الوصایا یہہ باب ہے اقرار مریض کے احکام مین یعنے وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہے اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہوگئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین ؎ اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ باثر عمرؓ مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہے اوسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے جو عمر فاروق سے مروی ہے اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنے جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اوسپر جائز ہے اوسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر بجای حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جسمین قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ؎ ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بہی اسیطرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تملیک مریض کی اوسکے مرض مین معلوم ہو یعنی قرائن سے یہہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری مین تو یہہ تملیک مقید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ؎ چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہے لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیہ اقرار ابتدائی سے مراد یہہ ہے کہ اوسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتدای تملیک ہو تاکہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکایۃ

تو حقیقے اقرار ہو کذا فی الطحاوی مختصرا واٰخر الارث عنه اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی ادای دین مذکور سے یعنے اسواسطے کہ قضاء دین مقدم
ہی میراث پر تا اوسپر آخرت کا مواخذہ باقی نرہے ودین الصحة مطلقا وما لزمه فی مرضه بسبب معروف ببینة او بمعاینة
قاضٍ قدم علی ما اقر به فی مرض موته اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار
ہو یا دین کا اور جو دین کہ اوسکو مرض مین لازم ہوا سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اوس دین پر
جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر به ودیعة دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مقر به ودیعت ہو (جسکا اقرار کیا ۱۲) وقال
عند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم والسبب المعروف ما لیس بتبرع
کنکاح مشاهد ان بمهر المثل اما الزیادة فباطلة وان جاز النکاح عنایه اور دین کا سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح
جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہو
کذا فی العنایة ہم زیادت مہر مثل سے باطل ہے بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحاوی وبیع مشاهد واتلاف کذلك ای مشاهد اور
چنانچہ بیع مشاہد اوسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسیکا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس له ان یقضی دین بعض الغرماء دون بعض
ولو کان ذلك اعطاء مهر وایفاء اجرة اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوای بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا
اور اجرت کا ادا کرنا ہو ہم اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والون کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہی مریض کی قید سے
معلوم ہوا کہ حر غیر مجور کو حالت صحت کی تخصیص ممنوع نہین فلا یسلم لهما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سالم نرہیگا مگر دو مسئلون مین
ادای بعض دین جائز ہے اذا قضی ما استقرض فی مرضه او نقد ثمن ما اشتری فیه لو بمثل القیمة کما فی البرهان وقد علم
ذلك ای ثبت کل منهما بالبرهان لا باقراره للتهمة دونون مسئلے یہ ہین جب کہ مریض مستقرض کو ادا کرے جو اوسنے اپنی بیماری مین لیا
یا ادا کرے اوس چیز کا ثمن جو اوسنے مرض مین خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان مین ہے اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہے قرض
اور خرید گواہون سے نہ اوسکے اقرار سے بسبب تہمت کے ہم تہمت یہ ہی کہ شاید اوسکو اس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہی بخلاف
اعطاء المهر ونحوه وما اذا لم یؤد حتی مات فان البائع اسوة للغرماء فی الثمن اذا لم تکن العین المبیعة فی یده ای ید البائع
فان کانت کان اولی بخلاف اعطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف اشترا و مرض کے جب کہ مریض نے اوسکا ثمن ادا نکیا یہانتک کہ مرگیا تو اوسکا
بائع اور دین والون کے برابر ہے ثمن پانے مین جب کہ مشتری مبیع بائع کے ہاتھ مین نہوا اور اگر بائع کے ہاتھ مین ہو تو وہی مقدم ہے ہم تو مبیع کو
بیچی جاوے اور اوسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اوسکے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ مین ملائی جائے اور اگر ثمن دین سے
ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصا وصل
او فصل للاستواء اور جب کہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونون مقر لہ حصہ رسد پاوینگے خواہ دونون اقرار کو
اوسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونون اقرارون کے ولو اقر بدین ثم بودیعة تحاصا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر
ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقر لہ حصہ رسد پاوینگے وبعکسه الودیعة اولی اور اوسکے برعکس مین ودیعت اولے اور مقدم ہی
یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا پھر دین کا تو ودیعت کی تقدیم ہے اسواسطے کہ جب اوسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اوسکا مالک ہو گیا
پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز نہوگا کذا فی الطحاوی وابراءه مدیونه وهو مدیون غیر جائز ای لا یجوز ان کان اجنبیا
وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا او لا للتهمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ
مریض خود مدیون ہی غیر جائز ہے یعنے ابرا جائز نہوگا اگر اوسکا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقا جائز نہین

برابر ہی کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلۃ صحتہ ان یقول لاحق لی علیہ کما افادہ بقولہ و قولہ لم یکن لی علی ہذا المطلوب
شیٔ یتمل الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا دیانۃ فیرتفع بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الآخرۃ حاوی الا المہر فلا یصح علی الصحیح
بزازیۃ ای لظہور انہ علیہ غالبا اور صحت ابراء مدیون کا حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اوسپر کچھہ حق نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے بیان
کیا ہی اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھہ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے
تو مدیون مطلوب سے دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا مہر کے کہ اوس کا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا اور یہی
صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے یعنی اگر زوجہ مرض الموت مین کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر
تو یہہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضہا بان الشیٔ الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ
فانہ یصح ولا تسمع دعوی زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میرے باپ یا
ماں کی ملک ہے میرا اوسمین کچھہ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہہ ابرا صحیح ہوگا اور اوسکے زوج کا دعوی اوسمین مسموع نہوگا چنانچہ اسکو شرح
بیان کیا ہے اشباہ مین اسطرح کہکر کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہہ میری کتاب کی مفردات مہمات سے ہے ہم اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی
اور شیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہیں رکھا ہے اسواسطے کہ یہہ اقرار جو عین کا وارث کے واسطے بصیغہ نفی اوسکی عدم صحت مین اختلاف نہیں اور
صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہے وہ معارض ہے دین مین ہے نہ عین مین خلاصہ یہہ کہ ابرا بلفظ نفی البتہ جائز ہے دین مین اور عین کا اقرار وارث کے
واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی
ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھہ عین کا اقرار
کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہیں وارث کے واسطے دین کا اقرار ہم اسی حدیث کو
دار قطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اس صورت مین باطل نہین
جب کہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر او اوصی لزوجتہ او ہی لہ صحت الوصیۃ وما غیرہما فیرث الکل
فرضا وردا فلا یحتاج لوصیتہ شرنبلالیۃ تو اگر دوسرا وارث نہو اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے
زوج کیواسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے
کی کچھہ حاجت نہیں کذا فی شرنبلالیہ وفی شرحہ للوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان
او نائبہ وکذا لو وقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا
یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اوس کا کوئی وارث نہیں تو اگر وقف بجہت عامہ ہو چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہے اور تصدیق بادشاہ
یا اوسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جبکہ کوئی
وارث نہو تو اوس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھیری طرسوسی نے کہا
کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی سمجھا ہے
وہ معمول بہ نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرارا بقبض دینہ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علیہ ای علی وارثہ
او عبد وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے
اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کرلینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا کیونکہ عبد اور مکاتب کا اقرار اوسکے مولے کیواسطے واقع
ہوگا ہم یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا وہ سب مین نے اوس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب

کی تہی یا اوسکے پاس گروتہی وہ مین نے پائی تو یہہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعله ثم برئ ثم مات جاز کل ذلك لعدم مرض الموت اختیار
اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پہر وہ صحیح وسالم ہوگیا بعد اوسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا
فی الاختیار یعنے جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تہا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقرله ثم المریض
وورثة المقرله من ورثة المریض جاز اقراره کاقراره للاجنبی بحر و مثلہ عن الصیرفیة اگر پہلے مقرلہ مرا پہر مریض مرگیا اور
مقرلہ کے وارث مریض کے بہی وارثون سے ہین تو اوس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آویگا
صیرفیہ سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پہر پوتا اپنا باپ چہوڑکر مرگیا پہر دادا اقرار کرنے والا اپنے
اوس فرزند کو جو مقرلہ کا باپ ہے چہوڑکر مرگیا تو یہہ اقرار جائز ہے صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تہا جو اقرار
صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقراره له ای لوارثه بودیعة مستهلکة فانه جائز وصورته ان یقول کانت عندی ودیعة
هٰذا الوارث فاستهلکتها جوهرة بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار
کرے سو وہ جائز ہے اور صورت اسکی یہہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تہی سو وہ مینے تلف کر ڈالی کذا فی الجوهرة قال
العلامة ابن نجیم فی الاشباه والنظائر الحاصل ان اقرار الوارث موقوف الا فی ثلاث مذکورة فی الاشباه منها اقراره بالامانات کلها ومنها النفی
کلاحق لی قبل ابی وامی وهذه الحیلة فی ابراء المریض وارثه ومنه هذا الشئ الفلانی ملك ابی وامی کان عندی
عاریة وهذه حیث لا قرینة ونمامه فیها فلیحفظ فانه مهم اور خلاصہ یہہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثون کی
اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے
اور ازان جملہ نفی ہے چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچہہ حق نہین میرے باپ اور ماکی جانب اور یہی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی
حق مریض یہہ قول ہے کہ یہہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماکی ملک ہے میرے پاس عاریت تہی اور یہہ وہان ہے جہان قرینہ نہو اور پورا بیان
اس کا اشباہ مین ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ یہہ امر ضروری ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے
مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بہی کچہہ حاجت نہین رہی اقر فیه ای فی مرض موته
لوارثه یؤمر فی الحال بتسلیمه الی الوارث فاذا مات یرده بزازیه وفی القنیة تصرفات المریض نافذة وانما تنتقض بعد
الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کو دینے کا حکم ہوگا پہر جب مریض مرجاوے تو وارث
مقرلہ کو پہیر دے کذا فی البزازیة اور قنیہ مین ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین
والعبرة لکونه وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیه مثلا ثم ولد له صح الاقرار لعدم ارثه اور اعتبار اوسکے وارث
ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بہائی کے واسطے اقرار کیا پہر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب
نہ وارث ہونے اوسکے بہائی کے یعنے ہرچند اقرار کے وقت بہائی وارث تہا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نرہا
الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزویج وعقد الموالاة فیجوز کما ذکره بقوله مگر جب کہ مقرلہ وارث ہوگیا
موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس
قول مین مذکور کیا فلو اقر لها ای لاجنبیة ثم تزوجها صح بخلاف اقراره لاخیه المحجوب بکفر او ابن اذا زال الحجب باسلامه
او بموت الابن فلا یصح لان ارثه بسبب قائم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پہر اوس سے نکاح کیا تو اقرار
صحیح ہے بخلاف اوسکے اقرار کے اپنے اوس بہائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جب کہ اوسکا حجب

زایل ہو بہائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح ہوگا اسواسطے کہ بہائی کی میراث قدیم سبب سے ہے نہ جدید سبب سے بخلاف الہبۃ لھا فی مرضہ والوصیۃ لھا ثم تزوجھا فلا تصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وھی حینئذ وارثۃ اور جملا اجنبی عورت کے ہبہ کرنیکے لیے اپنے مرض الموت مین اور اوسکے واسطے وصیت کرنیکے پھر اوسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہہ صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اوس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہے مقر کی اقر فیہ انہ کان لہ علی ابنتہ المیتۃ عشرۃ دراھم قد استوفیتہا ولہ ای المقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت مین اقرار کیا کہ اوسکی بیٹی مردہ پر اوسکے دس درم تہے سو مین اونکو لیچکا اور اوس مقر کا ایک بیٹا ہے جو اوس کا انکار کرتا ہے تو اوس کا اقرار صحیح ہے اسواسطے کہ میت وارث نہین ہے ولو اقر لامراتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منھا وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت مین اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صحیح نہین قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیۃ ولو اقر فیہ لوارثہ وللاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیۃ اور اگر مرض الموت مین اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیۃ وان اقر لاجنبی مجھول النسب ثم اقر بنبوتہ وصدقہ وھو من اھل التصدیق ثبت نسبہ مستندا الی وقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لما مر اور اگر اوس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جس کا نسب معلوم نہین پھر مقر نے اوسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکہتا ہے یعنے حال بیان کر سکتا ہے تو اوس کا نسب ثابت ہوگا اوسکی ابتدای پیدایش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہوا تو اوس کا اقرار باطل ہوگیا بدلیل گزشتہ یعنی جو وارث ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اوسکے واسطے اقرار صحیح نہین ولم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرنبلالیہ معزیا للینابیع اور اگر نسب ثابت ہو اسطرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اوس کا نسب معروف ہوئے شخص سے تو اقرار صحیح ہے بسبب ثابت نہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے ینابیع سے ولو اقر لمن طلقھا ثلثا یعنی بائنا فیہ ای فی مرض موتہ فلھا الاقل من الارث والدین ویدفع لھا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیۃ اور اگر اوس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت مین تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین مین وہ اوسکو ملیگا اور کمتر اوسکو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ٹہیریگی متروکہ کی اشیا مین کذا فی الشرنبلالیہ ہم طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مین وہ زوجہ ہوگی اور یہہ بہی شرط ہے کہ اثنای عدت مین مقر مرجاے اور اگر بعد عدت مریگا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا کانت فی العدۃ وطلقھا بسوالھا فاذا مضت العدۃ جاز لعدم التھمۃ عزمیہ اور یہہ حکم مذکور اوس وقت ہے جب کہ مطلقہ عدت مین ہو اور زوج نے اوسکو طلاق دی اوسکی طلب سے پھر جب عدت ہوچکی تو اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی العزمیہ ہم تہمت یہہ تہی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تا کہ اوس کا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تا کہ اوسکو میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہہ تہمت بہی باقی نرہی وان طلقھا بلا سوالھا فلھا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لھا لانہا وارثۃ اذ ھو فار واھملہ اکثر المشائخ لظھورہ من کتاب الطلاق اور اگر اوسکو طلاق دی بدون اوسکی طلب کے تو اوسکو میراث ملیگی جس مقدار کو وہ پہنچے اور اوسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اسواسطے کہ زوج اوس کا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے بیان مذکور نہین کیا بسبب اوسکے ظاہر ہونیکے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجھول النسب فی مولدہ او فی بلد ھو فیھا وھما فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر وحینئذ ثبت نسبہ ولو المقر

ف مطلقہ بائنہ سے مراد ہے ۱۲

عمر بیٹا ہے وَاِذَا ثبت شارکَ الغلامُ الورثۃَ اور اگر اوس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہین اور سکے وطن مین یا اوس شہر مین جسمین
وہ وارد ہی اور حالانکہ مقر اور مقر لہ اوس عمر مین واقع ہین کہ ویسی عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہی یہہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اوس کا
بیٹا ہی اور لڑکے نے اوسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اوسکی تصدیق کی کچھہ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اس وقت
یعنی درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اوس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جب کہ اوس کا نسب ثابت ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شریک
ہوگا فَاِنِ انتفت ھٰذہ الشروط یؤخذ المقرّ من حیث استحقاق المال کما لو اقرّ باخوۃ غیرہ کما مرّ عن الینابیع کذا فی
الشرنبلالیۃ فلیحرر عند الفتوی تو اگر یہہ شروط مذکورہ نہ پائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونیکا
اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالیہ تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور تنقیح چاہیئے م اگر شروط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ
من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ
مین ہی یعنے جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اوسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اوسکو مال لازم ہوگا اگرچہ
نسب ثابت نہوگا اور شرنبلالیہ مین ینابیع سے یہہ عبارت منقول ہے[1] ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقرّ بہ ولا یثبت النسب
کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت رکیک ہی تو اگر یون کہتا[2] فلو انتفی احد ہذہ الشروط وقد اقرّ لہ بمال یؤاخذ بہ المقرّ تو البتہ واضح تر
ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہی پھر جب نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہوگیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی
الطحطاوی مختصرا وَالرجل صحّ اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین قال فی البرھان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول
الزیلعی لو اقرّ بالجدّ او ابن الابن لا یصحّ لانّ فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ المتقدمۃ فی الابن اور بیمار مرد کا
اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے اون تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہو چکین فرزند مین برہان مین کہا والدین کا اقرار صحیح ہی
اگرچہ والدین اونچے ہون یعنے دادا پر دادا مقدسی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کے کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار
کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس اقرار مین غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر وصحّ
بالزوجۃ بشرط خلوّھا عن زوج وعدّتہ وخلوّہ ای المقرّ عن اختہا مثلا واربع سواھا اور یون اقرار کرنا کہ یہہ عورت میری
زوجہ ہی صحیح ہے بشرط خالی ہونے اوس عورت کے زوج اور اوسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اوس عورت کی بہن سے مثلا اور بشرط
خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اوس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اوسوقت صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور
نہ کسی کی عدت مین ہو اور جب کہ اوس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ معتدہ نہو اور جب کہ سوای اوس عورت کے چار عورتین
اوسکے پاس نہون حموی نے کہا یہہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسیہ اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی مین ہی بشرطیکہ وہ عورت
رضاعت سے حرام نہو مقر پر وصحّ بالمولی من جہۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاءہ ثابتا من جہۃ غیرہ ای غیر المقرّ اور صحیح ہی مولی کا اقرار
یعنی یون کہنا کہ یہہ شخص میرا مولے ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اوس کا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأۃ صحّ اقرارھا بالوالدین والزوج
والمولی اور صحیح ہے عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہہ میرے والدین ہین یا یہہ میرا زوج اور مولے ہی الاصل انّ اقرار الانسان علی نفسہ
حجۃ لا علی غیرہ قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہی کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحۃ الاقرار
بالامّ کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ انّ الاقرار بالامّ لا یصحّ وکذا فی ضوء
السراج لانّ النسب للاباء لا للامّہات وفیہ حمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصحّ انتہی ولکن الحقّ صحتہ بجامع الاصالۃ

[1] اور اگر مقر لہ مقر کی تکذیب کرے یا وہ معروف النسب ہو غیر مقر سے تو مقر کو وہ لازم ہوگا جسکا اوسنے اقرار کیا اور نسب ثابت نہوگا ۱۲

[2] تو اگر ان شروط سے ایک منتفی ہو اور حالانکہ مقر نے اوسکے واسطے اقرار مال کا کیا ہو تو وہ ماخوذ بمال ہوگا ۱۲

وکانت کالاب فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہہ جو مصنف نے ماکے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جسپر اکثر علما ہین اور عتابی نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہی کہ ماکا اقرار صحیح نہین اور اسیطرح ضوء السراج مین ہی اسواسطے کہ نسب باپون سے ہوتا ہی نہ ماؤن سے اور اسمین حمل زوجیت بھی ہی غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہے ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت حالت کے یعنی حمل ہوتے مین ما اور باپ دونون برابر ہین تو ما باپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وکذا اصح بالولد ان شھدت امرأۃ ولو قابلۃ بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہہ اقرار صحیح ہے کہ یہہ میرا لڑکا ہی اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین ولد کی گواہی دی اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہی کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اوس وقت شرط ہی جب کہ منکوحہ ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد مین اوسوقت شرط ہی جب کہ ولادت پر تصادق ہوا ور تعیین ولد مین اختلاف والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدۃ جحدت ولادتھا فحجۃ تامۃ لما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار بدون حجت صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہو چکا او صدقھا الزوج ان کان لھا زوج او کانت معتدۃ منہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہی اگر زوج اوسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اوسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلک ای مزوجۃ ولا معتدۃ او کانت مزوجۃ وادعت انہ من غیرہ فصار ثما لو ادعاہ منھا لم یصدق فی حقھا الا بتصدیقھا اور صحیح ہی اقرار بولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نپائی جائے اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہی اور یہہ دعوی کری کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہی تو یہہ اقرار ویسا ہوا جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہی اس عورت سے تو عورت کے حق مین اوسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعرف لھا زوج غیرہ لو ادعاہ فیحرر لہ مین کہتا ہون باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوا ایک زوج کے اور وہ یہہ دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے ہم اس صورت مین ظاہرا وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھیریگا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہین ہو سکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہہ ہی کہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماکا وارث ہوتا ہی تو اسمین توقف کی کچہہ وجہہ نہین کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصدیق ھؤلاء اور صحت اقرار مین اون اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہی ہم یعنی جب مرد نے یہہ اقرار کیا کہ یہہ میرا بیٹا ہی یا والدین ہین یا یہہ میری زوجہ ہی اور عورت نے اقرار کیا کہ یہہ میرے والدین ہین یا یہہ زوج اور یہہ میرا مولے ہی عتاقت سے تو ان لوگون کی تصدیق ضرور ہی اسواسطے کہ ہر شخص ان مین سے اپنی ذات کے تصرف مین ہی تو غیر کا اقرار اوسکو لازم نہین الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع مگر ولد مین تصدیق شرط صحت اقرار نہین جب کہ لڑکا ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت مین متاع اور اسباب کے مانند ہی یعنے تو جسکے پاس ہوگا اوسی کا ٹھیریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار مین اوسکے مولے کی تصدیق شرط ہوگی اسواسطے کہ حق اوسی کا ہی وصح التصدیق من المقر لہ بعد موت المقر لبقاء النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہی تصدیق مقر لہ کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتھا مقرۃ لانقطاع النکاح بموتھا ولھذا لیس لہ غسلھا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنیکے بعد صحیح نہین بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوجکو جائز نہین غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اوسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہین ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ لم یقبل من غیر ولاد کما فی الدرر لقسادہ بالجد وابن الابن کما قال کالاخ والعم والجد

وَابنٍ لِابنٍ لَا یَصِحُّ الاِقرَارُ فِی حَقِّ غَیرِہٖ اِلّا بِدَھَانٍ اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اوس نسب کا جس مین غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یون کہنا
کہ یہہ میرا بہائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہی تو اقرار صحیح نہین غیر شخص کے حق مین مگر شہادت سے مصنف نے نسب مین غیر ولا کی قید لگائی
چنانچہ درر مین ہے بسبب فاسد ہونے اوس قید کے جدا در ابن الابن سے ومنہ اقرار اثنین لما مرّ فی باب ثبوت النسب فلیحفظ
اور ازانجملہ ہی اقرار دو شخصون کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب مین تو یاد رکہنا چاہئے ہم یعنی غیر کے حق مین اقرار نسب صحیح نہین مگر برہان
سی سواسی قسم سے مقر علیہ کے وارثون سے دو شخصون کا اقرار کرنا ہی نسب کا تو باقی وارثون پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک
شخص ہوگا تو فقط اوسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثون کا اقرار مثبت نسب نہین جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہین کذا فی
الطحطاوی وکذا الوصیۃ فان صدقہ المقر علیہ اِ والورثۃ وھم من اھل التصدیق اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کریں یا اوسکے
وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکہتے ہون ہم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہرچند تصدیق ورثہ مقر علیہ
قول سابق مین مندرج ہی لیکن دونون مین یون تفرقہ ہوسکتا ہی کہ پہلی صورت مین مقر علیہ کے دو وارثون کا اقرار مثبت نسب ہی اور
دوسری صورت مین اقرار مقر اور علیہ کے دو وارثون کی تصدیق مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ
ہون اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر الاحکام من النفقۃ والحضانۃ والارث
اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک الاقرار لان اقرارھا حجۃ علیھما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق مین صحیح ہی تو مقر کو لازم ہونگے
نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونون اوس اقرار پر باہم تصادق کرین اسواسطے کہ دونون کا اقرار دونون پر حجت ہی
ہم نفقہ اوسوقت ہی جب کہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکہتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہین مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق
کے نہین لیکن یہہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہو یعنے اپنے پاس رکہنا جب کہ بنت بالغہ ہو اور اوسکی بیحرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی
فان لم یکن لہ ای لھذا المقر وارث غیرہ مطلقا لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کالمولی الموالاۃ عینی وغیرہ ورثہ سوا اگر اوس مقر کے
سوای مقر لہ کے کوئی وارث مطلقا نہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولای محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اوس کا وارث
ہوگا ہم یہہ وراثت فقط مقر لہ پر مقصور رہی تو اوسکی اصل اور فرع کے طرف میراث منتقل نہو گی اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ وصیت کے ہی کذا فی
الطحطاوی والا لا لان نسبہ لم یثبت فلا یزاحم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودھما غیر مانع قالہ ابن الکمال
اور نہین تو نہین یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ مقر کا وارث نہوگا اسواسطے کہ اوس کا نسب ثابت نہین تو وہ مزاحمت نہین کرسکتا
وارث مشہور سے اور اوس وارث سی جو مانع ارث مقر لہ ہی وہ وارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہو مقر لہ کے
ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقر ان یرجع عن اقرارہ لانہ وصیۃ من وجہ زیلعی ای وان صدقہ المقر لہ کما فی البدائع لکن
نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق یثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر عند الفتوی پہر درایت کرکہ مقر کو
اپنے اقرار سے پہر جانا جائز ہی اسواسطے کہ یہہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہی کذا فی الزیلعی یعنے رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقر لہ
تصدیق بہی کرے کما فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح مین سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہوجاتا ہی تو رجوع
عن الاقرار فائدہ بخش نہین تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہئے فتوی دینے کے وقت ہم ظاہر از یلعی کا کلام حق ہی چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہی
اور اوس تعلیل مین اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہین تو تحریر مقام یہہ ہی کہ نسب کے اقرار مین اگر غیر پر تحمیل نسب نہو اور تصدیق مقر لہ کی پائی جاوے
تو اوس مین رجوع جائز نہین اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقر لہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہی غرضکہ یہان کلام ہی دو مقامون مین فتدبر
کذا فی الطحطاوی ملخصا ومن مات ابوہ فاقر باخ شارکہ فی الارث فیستحق نصف نصیب المقر ولم یثبت نسبہ لما تقرر ان اقرار

مقبول فی حق نفسہ فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اوس نے اقرار کیا کہ یہہ شخص میرا بھائی ہے تو مقرلہ اوس کا شریک ہوگا ارث مین تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اوس کا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اوس کا اقرار فقط اوسیکے حق مین مقبول ہے قلت بقی لو اقر الاخ بابن هل یصح قال الشافعیۃ لا لان ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم ارہ لائمتنا صریحا وظاهر کلامهم نعم المترجم مین کہتا ہون باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنے میت کا بھائی کہے کہ یہہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہہ اقرار صحیح ہے یا نہین علماء شافعیہ نے کہا کہ یہہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ جس کا وجود باعث ہو اوسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی یہہ شرط ہے کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آوے کیونکہ بھائی وارث نہین رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام مین صریح نہین دیکھا اور اونکے ظاہر کلام سے یہہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہان اقرار مذکور صحیح ہے تو اسکی تلاش بڑی ہے کتب مذہب مین ھ وجہ صحت یہہ ہے کہ مقتضای کلام حنفیہ یہان یہہ ہے کہ اگر مقر مین نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثون سے ہوا اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جاویگا فقط مقر کے حق مین اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا فی الطحاوی وان ترک شخص ابنین وله علی اخر مائۃ فاقر احدهما بقبض ابیہ خمسین منها فلا شئ للمقر لان اقرارہ ینصرف الی نصیبہ وللاخر خمسون بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شطر المائۃ قالہ الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ هنا یحلف لحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑکر مرگیا اور اوسکے دوسرے شخص پر سو درم ہین سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اوس کا باپ پچاس درم اون مین سے لیچکا ہے تو فرزند مقر قبض کو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ اوس کا اقرار اوسکے حصے کیطرف پھیرا جاویگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملینگے یون قسم کہانیکے بعد کہ واللہ اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے باپنے سو درم سے نصف پالیا ہے یہہ قول ہے اکمل کا مین کہتا ہون اور اسیطرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اوسکے باپ نے تمام دین قبض کرلیا لیکن یہان مدیون کے حق کے واسطے قسم لیجائیگی کذا فی الزیلعی ھ پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کیواسطے ہے نہ خصم کیواسطے اسواسطے کہ اوسپر اوس سے زیادہ مطالبہ نہین جو اوسپر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم کہائے تو مقر پچاس درم مین اوسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت مین اگر غیر مقر بھائی قسم کہائے تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کہائے گا کہ میرے باپنے کچھہ نہین لیا تو اوسکا حصہ دیا جائیگا یعنی پچاس درم کذا فی الطحاوی

فصل فی مسائل شتی یہہ فصل ہے کتاب الاقرار کے چند مسائل متفرقہ مین

اقرت الحرۃ المکلفۃ بدین لاخر فکذبها زوجها صح اقرارها فی حقہ ایضا عند ابی حنیفۃ فتحبس المقرۃ وتلازم وان تضرر الزوج وهذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وهی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب کی تو اوسکا اقرار اوسکے زوج کے حق مین بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کے بابت حبس کیجائیگی اور اوسکا ساتھہ چھوڑا جائیگا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوج کو ضرر ہو اور یہہ ایک مسئلہ ہے اون مسائل ستہ سے جو اس قاعدہ سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کے طرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل اشباہ مین ہین منجملہ مسائل ستہ مذکورہ کے ایک مسئلہ وہ ہے جو متن مین مذکور ہو چکا ۲ اگر موجر نے اوس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹہکانا نہین مگر معجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اوسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اوسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور مدعی کا ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جب کہ ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے

بہائی کی زندگی مین تو دعوی صحیح ہوگا اور میراث اوسکے ولد کو ملیگی نہ بہائی کو ۔ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے
اوسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اوسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے و ینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لآخر بدین
فان له حبسه وان تضرر المستاجر وهی واقعة الفتوی ولو نرها مصرحة اور لائق یون ہو کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو
کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقرلہ کو اوس کا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو
ضرر ہو اور یہی حادثہ فتوی طلب ہوا تھا اور مین نے اوسکو مصرح کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا و عندهما لا تصدق فی حق الزوج
فلا تحبس ولا تلازم درر قلت وینبغی ان یعول علی قولهما افتاء وقضاء لان الغالب ان الاب یعلمها الاقرار له او لبعض
اقاربها لیتوصل بذلك الی منعها بالحبس عنده عن زوجها كما وقفت علیه مرارا حین ابتلیت بالقضاء كذا ذكره
المصنف اور صاحبین کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوج کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی الدرر مین کہتا ہون
اور لائق یون ہے کہ صاحبین کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوی دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اوسکو تعلیم کرتا ہے
کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توصل سے اوسکو روک رکھے اپنے پاس اوسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اس
حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جب کہ مین مبتلا بقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین اعتراض ہے اسواسطے کہ
علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹہیرا کیونکہ مصنف نے اس تفہیم مین انکے ترجیح کی
کچھ سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی مجهولة النسب اقرت بالرق لانسان وصدقها المقر له وكذبها زوجها وقد ولدت منه ای الزوج
وكذبها زوجها صح فی حقها خاصة فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے
واسطے اقرار کیا اور مقرلہ نے اوسکی تصدیق کی اور اوس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اوس شوہر سے اور اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب
کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقرلہ کا برخلاف قول محمد کہ ولد
مذکور بھی رقیق نہوگا لا فی حقه یرد علیه انتقاص طلاقها كما حققه فی الشرنبلالیة شوہر کے حق مین اوس کا اقرار صحیح نہوگا اس
قول پر انتقاص طلاق مقررہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ مین مذکور ہے ہم بسوطین ہی کہ اس عورت کی طلاق دو طلاقہ مین اور عدت اسکی دو حیض ہین
بالاجماع اسواسطے کہ یہہ لونڈی ہو گئی اور یہہ حکم تھی عورت کا خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول مین نکلتا ہے کہ وہ لونڈی ہو گئی اور یہہ حکم اسکو خاص ہے اسواسطے کہ طلاقین ہمارے نزدیک عورتون کا
اعتبار رہی اور اسیطرح حیض مین تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخلفہ سے ہے کذا فی الطحطاوی وحق الاولاد اور نہ اولاد کے
حق مین اوس کا اقرار صحیح ہے و فرع علی حقه بقوله فلا یبطل النكاح وعلی حق الاولاد بقوله والاولاد حصلت قبل الاقرار وما فی
بطنها وقته احرار لحصولهم قبل اقرارها بالرق اور مصنف نے حق زوج پر متفرع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے
اور حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے کہ اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اوس عورت کے پیٹ مین ہے اقرار کے وقت وہ
سب آزاد ہین بسبب اونکے حاصل ہونیکے مملوکیت کے اقرار سے پہلے مجهول النسب حرر عبده ثم اقر بالرق لانسان وصدقه المقر له
اقراره فی حقه فقط دون ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور
مقرلہ نے اوسکے اقرار کی تصدیق کی تو اوس کا اقرار صحیح ہوگا فقط اوسی کے حق مین نہ عتق کے باطل کرنے مین فان مات العتیق یرثه
وارثه ان كان له وارث یستغرق التركة والا فیرث الكل او الباقی كما فی شرنبلالیة المقر له پھر اگر غلام آزاد مرگیا تو اوسکا
وارث اوسکی میراث پاویگا اگر اوس کا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام ترکہ کو میراث مین لیسکے اور اگر ایسا نہو یعنی اوسکا کوئی مطلقا وارث نہو یا ہو ایسا

مگر کل متروکہ نہ پاسکے چنانچہ اسد الزوجین تو مقرلہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقرثم العتیق فارثہ لعصبۃ المقر سواگر پہلے مقر مرگیا پہر غلام آزاد ہوا تو اوسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی ھذا العتیق سعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت مین سے گری یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اوس کا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہین جسپر دیت لازم آوے ولو جنی علیہ یجب ارش العبد وھو کالمملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاھر وھو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اوسپر جنایت کیجائے یعنے کوئی اوس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے مین اسواسطے کہ اوس کی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکہتا ہے نہ استحقاق کی قال رجل لاخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر لقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ الحق او الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او قرن بھا البر کقولہ البر حق او الحق بر الخ فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجہہ پر ہزار درم ہین سو اوس نے جواب مین کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے چنانچہ یون بولا کہ حقا اور نہ دہرانے کے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق یا حقا حقا اور نہ اسکے یا حق وغیرہ کے ساتہہ بر کا لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر حق یا الحق بر الخ تو یہہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلا ولو قال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرار لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الخ اور اگر مخاطب یون بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہہ پورا کلام ہے بخلاف اون الفاظ کے جو اول مذکور ہوچکے کہ وہ کلام تام نہین اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتدائی کلام ہونے کی لیاقت نہین رکہتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹہر گئے تو گویا اوس نے یون کہا کہ تو نے حق بات کا دعوی کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا ابقۃ او قال ھذہ السارقۃ فعلت کذا وباعھا فوجدہا واحدا منہا ای من ھذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چہنال او دیوانی او بہگوڑی یا یون کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اسکے اوسکو بیچ ڈالا پہر اوس لونڈی مین عیوب مذکورہ مین سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اوسکی ردبیع نہوگی اسواسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہین ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو مقولہ اخر گالی ہے اور باقی ندا ہے بخلاف ھذہ سارقۃ او ھذہ ابقۃ او ھذہ زانیۃ او ھذہ مجنونۃ حیث ترد باحدھا لانہ اخبار وھو لتحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہہ چوٹی ہے یا یہہ بہگوڑی ہے یا یہہ زانیہ ہے یا یہہ دیوانی ہے کہ اس صورت مین اوسکی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہہ قول اخبار ہے اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہے یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پہر اخبار کا اوسکو علم ہو تو وہ بیع کو رد کرسکتا ہے وبخلاف یا طالق او ھذہ المطلقۃ فعلت کذا حیث تطلق امراتہ لتمکنہ من اثباتہ شرعا فجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاول درر اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اوسکی عورت کو طلاق ہوجائیگی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعا تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹہر گیا تاکہ وہ سچا ٹہیرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر یعنے مولے قادر نہین جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی مین اقرار السکران بطریق محظور ای ممنوع محرم صحیح فی کل حق اوس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق مین ہم حق تعالے نے فرمایا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری یعنی نماز کے قریب نجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستون سے اور اونکو روکا مستی کی حالت مین کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستے تکلیف شرعی کی ساقط نہین فتدبر فلو اقر بقود اقیم علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقۃ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی افندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اوسپر حد قائم ہوگی اوسکی مستی کی حالت مین اور اگر اقرار کیا چوری مین تو اوسپر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہے سعدی

افندی نے حد شرب کے باب میں اِلّا فی مایقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر کہ مست مذکورہ کا اقرار صحیح نہیں اون چیزون مین جو رجوع
عن الاقرار کے قابل ہین چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہم یعنی اگر مستی مین اقرار کیا کہ اوسنے شراب پی ہو تو اوسکا اقرار صحیح نہیں تو اوسپر
حد قائم نہو گی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مثلاً موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح کشربہ مکرہا لا یعتبر بل ہو
کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہوگیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پینا تو اوسکا
اقرار معتبر نہو گا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہو مگر نماز کی قضا کے ساقط ہونے مین اغما کے مانند نہیں اور پورا بیان اس کا اشباہ کی احکامات
مین ہو ہم کہتے ہین اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اوس سے ساقط ہوا در مستی قضاء صلوۃ ساقط نہیں المفوّلہ
اذا کذب المقر لہ بطل اقرارہ لما تقدم انہ یرتد بالرد مقر لہ جب کہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ
اقرار مردود ہو جاتا ہے رد کرنے سے ہم یعنی جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پھر اوسکی تصدیق کرے تو اوسکی تصدیق پر عمل نہو گا مگر سوا ضع آیندہ مین
تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی ست علی ما ہمنا تبعا للاشباہ تکذیب مقر لہ مبطل اقرار ہے مگر چھ صورتون مین بموجب
اوسکے جسکو مصنف نے یہان اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہے الاقرار بالحریۃ والنسب وولاء العتاقۃ والوقف بجملہ مواضع ستۃ ازادکا
اقرار ہو اور نسب اور ولاء عتاقہ اور وقف کا اقرار ہے ہم اقرار حریت کی یہہ صورت ہو کہ جسکے پاس غلام ہے اوسنے اقرار کیا کہ یہہ ازاد
ہو تو اوسکی حریت ثابت ہو گی اگرچہ غلام اوسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب مین پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہو صحت اقرار مین
اور تصدیق مولای عتاقت بہی شرط ہو اور یہان اوسکے خلاف ہو مگر یہہ کہ اس پر محمول کیجیے کہ جب مقر لہ تصدیق کے طرف عود کرے بعد تکذیب کے
تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابہی بیان کر چکے ہین اور اس حل پر متفرقات بحر الرائق کی یہہ عبارت دلالت کرتی ہو کہ بزازیہ مین ہے کہ ایک
شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا مین غلام ہون سو مقر لہ نے اوسکو رد کیا پھر اوسنے اوسکی تصدیق کی تو وہ اوس کا غلام ٹہیریگا اور رقیت کا اقرار
رد کرنے سے باطل نہو گا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہو اور طلاق اور
عتاق رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہین فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہین انتہی اشباہ مین اسعاف سے منقول ہو کہ جب
مقر لہ وقف کو رد کرے پھر اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہو انتہی تو یہان کے مسائل مذکورہ کی تصویر بمثل تصویر رق ہو گئی سوای طلاق اور عتاق کے
اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول
ارتد اسعاف مین ہو کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اوسنے وقف کو قبول کیا پھر اوسکو رد کیا تو وقف مردود نہو گا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد
کرے گا تو پہر جائے گا والطلاق والرق فکلہا لا ترتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقر لہ کے
رد کرنے سے وزاد المیراث بزازیۃ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنی اگر وارث اوس میراث کو جو وراثت
سے حاصل ہے رد کرے تو مردود نہو گی والنکاح کما فی متفرقات قضاء البحر وتمامہ ثمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہو چنانچہ بحر الرائق کی کتاب
القضا کی متفرقات مین مذکور ہو اور پورا اوس کا بیان وہین ہے ہم یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہو بحر الرائق کی متفرقات
مین یہہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الآن انتہی یعنی نکاح کا اقرار مین نے ابتک نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح مین
توقف ہو کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب نتہا واستثنی مسئلتین من الابراء وہما ابراء الکفیل لا یرتد
وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلیحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابرا سے مستثنے کیے ہین اور
وہ دونون یہہ ہین کہ ضامن کا ابرا کرنا مکفول سے نہیں پہرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اوسکے یون کہنے کے بعد کہ مجھکو بری الذمہ کردو یعنی جب
مدیون نے اوسکو بری الذمہ کرو یا نہیں پہرتا تو مستثنے دس مسئلے ہوئے سو انکو یاد رکہنا چاہیے ہم بجملہ مسائل عشرہ چھ صورتین متن مین مذکور ہین

اور چار صورتین شارح نے بڑہائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین توقف ہی تو درحقیقت نو صورتین مستثنیٰ ٹہیرین کہ رد کرنیسے رد نہین ہوتی ہین وَفی وَکَالة الوَھبَانِیة وَمتی صدّقه فیها ثمّ ردّه لا یرتدّ بالرّدّ اور وہبانیہ کی کتاب الوکالہ مین ہی اور جب کہ اوسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ مین پھر اسکو رد کیا تو اوسکے رد کرنیسے رد نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا فیہا کا مرجع ضمیر عین یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہی علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہی تو رد کرنیسے کیونکر نہ پھریگی مگر تصویر وکالت یون کیجیے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر بمثل ثمن معین خرید کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہہ رد وکالت مقبول نہین لتھے(?) وهل یشترط لصحّة الرّدّ مجلس الابراء خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونیکے لیے مجلس ابرا شرط ہی یا نہین اس مین مشائخ کا اختلاف ہی بعضونکے نزدیک شرط ہی اور بعضون کے نزدیک نہین وَالضابطُ انّ ما فیه تملیکُ مالٍ من وجهٍ یقبل الرّدّ والّا فلا کابطالِ شفعةٍ وطلاقٍ وعتاقٍ لا یقبل الرّدّ وهذا ضابطٌ جیّدٌ فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا یہہ ہی کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہو کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہی اور اگر تملیک مال نہین وہ قابل رد نہین چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کردینا رد کو قبول نہین کرتا اور یہہ قاعدہ جید ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے صالحَ احدُ الورثة وَابرأ ابراءً عامًّا او قال لم یبق لی حقّ من ترکة ابی عند الوصیّ او قبضتُ الجمیع ونحو ذلك ثم ظهر فی ید وصیّه من الترکة شیٌ لم یکن وقت الصّلح فتحقیقه تسمع دعوی حصّته منه علی الاصحّ صلح البزازیة ولا تناقض لحمل قوله لم یبق لی حق ای ما قبضته علی انّ الابراء عن الاعیان باطلٌ وحینئذٍ فالوجه عدم صحّة البراءة لما افاده ابن الشحنة واعتمده الشرنبلالی وسنحققه فی الصّلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اوسکو ابراء عام کردیا یا یون بولا کہ میرا کچھہ حق باپکے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہین رہا یا یون کہا کہ مین نے اپنا سب حصہ پایا یا مانند اسکے کچھہ اور لفظ بولا پھر اوسکے باپکے وصی کے پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح وقت نہ تہی یعنے اوسکا ذکر نہ آیا تہا اور وارث نے اوس چیز کو ثابت کردیا برہان سے تو اوسکے حصے کا دعوی اوس چیز سے مسموع ہی بنابر قول صحیح تر کذا فی صلح البزازیہ اور کچھہ تناقض نہین ادعا بعد الابراء مین بسبب محمول کرنے اوسکے اس قول کو کہ میرا کچھہ حق باقی نہ رہا یعنی اوس ترکہ سے حق باقی نہ رہا جسکو مین نے قبضے مین کیا علاوہ یہہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنے وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص بدیون ہی اور ہو قت(?) مین عدم صحت براءت کی تو یہی وجہ حق ہی دعوی مسموع ہو نہین چنانچہ ابن شحنہ نے یہہ فائدہ بیان کیا ہی اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہی اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین ہم سب حصہ پانے کی یہہ صورت ہی کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو کچھ والد کا متروکہ لوگون پر تہا اوسکو مینے پا لیا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوی کیا تو دعوی اوسکا مسموع ہی کذا فی المنح عن الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہوگیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونون کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پھر یون کہتا أو ادّعی بیدِ الوصی شیئًا وقال هذا من ترکة والدی او ادّعی علی رجلٍ دینًا لوالده تسمع دعواه فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا اقرّ رجلٌ بمالٍ فی صكٍّ واشهد علیه به ثم ادّعی انّ بعض هذا المال المقرّ به قرضٌ وبعضه ربوا علیه فان اقام علی ذلك بیّنة تقبل وان كان متناقضًا لانّا نعلم انّه مضطرّ الی هذا الاقرار شرح وهبانیة قلت وحرّر شارحها الشرنبلالی انّه لا یفتی بهذا الفرع لانّه لا عذر لمن اقرّ وغایته ان یقال بانّه یحلف المقرّ علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی هذه ونحوها الخ قلت وبه جزم المصنف فیما مرّ فتدبّر اقرار کیا ایکمرد نے اوس مال کا جو دستاویز مین مرقوم ہی اور اوسپر گواہ کردیا پھر اوسنے دعوی کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہی اور بعض بیاج سے مجھہ پر پھر اگر گواہی قائم کریگا اس پر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہین کہ وہ شخص اس اقرار کرنے مین مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ مین کہتا ہون اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہی کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ

مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہین بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہو کہ کہا جاوے یعنے اس کا فتوے دیا جاوے کہ مقرلہ سے اسکی قسم لیجاوے بموجب
قول ابی یوسفؒ جو فتوے دینے کے واسطے اس مسئلہ مین اور اسکے مانند مین مختار ہی مین کہتا ہون اور اسی قول پر یقین کیا ہی مصنف نے او جمین
جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے ۱ قولہ بعد الدخول من ھنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ طلقہا قبل
الدخول لزمہ مھر بالدخول و نصفہ بالاقرار ۱ بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اوس نے اوسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اوسکو پورا مہر
لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے بیان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہی اور شرح مصنف کی نسخون
سے ساقط ہی ۱ قولہ المشروط لہ الریع او بعضہ انہ ای ریع الوقف یستحقہ فلان دونہ صح واسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ
جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہی اوس نے اقرار کیا کہ حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہی نہ مین تو اقرار صحیح ہے اور اوس کا
حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ ۱ واسقطہ لا لاحد لم یصح ۱ اور اگر اوس نے حاصلات کو اپنے
غیر کے واسطے مقرر کردیا یا اوسکو ساقط کردیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہین ھم جعل سے مراد انشا و جعل سے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب
اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط لہ النظر علی ھذا المامرّ فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثم وھنا
فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہی اوس کا حکم بھی علی القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہو چکا
اور اشباہ مین وہان یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنے کتاب الاقرار مین اس قاعدہ مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی اوسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کیطرف رجوع کر
القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعہا بما کان فیہا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیہا الا
اذا قال باللفظ صریحا ۱ جو حکایات کہ لکھکر قاضی کے طرف پیش ہون تو اونکا پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اوس مضمون سے جو اون مین مندرج ہی
اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا مین مذکور کر چکے ہین کہ اونکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہین مگر جب کہ پیش کرنیوالا بلفظ
صریح اوس کا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شئ علیہ خلافا للثانی فی الاول
قلنا ھی للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا ۱ کسی شخص نے کہا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین یا بجائے فی علمی کے فیما
اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول مین یعنے فی علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہون گے ہم جواب دیتے
ہین طرفین کیطرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہین عرف عرب مین ہان اگر علمت کا لفظ کہا یعنی مین معلوم کر چکا کہ اوسکے مجھپر ہزار
درم ہین تو اوسکو ہزار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس مثلا وادعی الغاصب
کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی المجمع وقال شراحہ ای المغصوب
منہ انہ ہو وحدہ لا غصبہا لزمہ الالف کلہا ۱ ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے پھر بولا کہ ہم دس شخص غاصب تھے مثلا اور جس
سے غصب کیے وہ کہتا ہی کہ فقط مقر ہی نے ہزار درم غصب کیے ہین تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہون گے شارح نے کہا متن کے نسخون مین ادعی الغاصب ہی اور تو
معلوم کر چکا ہی کہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہہ عبارت ساقط ہی اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہی چنانچہ مجمع کی تعبیر سے اور مجمع کے
شارحون نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہی والزمہ زفر بعشرھا اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسوان حصہ لازم کیا ہی ھم اسواسطے کہ
مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کے طرف کی ہے تو اوسپر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ھذا الضمیر یستعمل فی
الواحد والظاہر انہ یخبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرۃ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبنا ہ کلنا صح اتفاقا لانہ
لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ یہہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم مین بھی مستعمل ہوتی ہی کما قال تعالی انا ارسلنا اور
ظاہر امر اپنے فعل کی خبر دیتا ہی نہ غیر کے فعل کی تو اوس کا یہہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہی تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر یون کہتا کہ ہم سب نے

۱ بیرونگان مین یا بیرسے ظن مین ۱۲

۲ یعنی ہم نے بھیجا اور مراد اللہ تعالی نے بیجمع ذاتہ وحدہ لا شریک لہ ہی ۱۲

ہزار درم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ لفظ وجہہ مین مستعمل نہین قال رجل اوصی ابی بثلث مالہ لزید بل لعمرو
بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیرہ شیء وقال زفر لکل ثلثہ ولیس للابن شیء ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال کی زید کے
واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث مال ہوا اور اوسکے سوای کسیکو کچھہ
نہین اور زفر نے کہا تینون شخصون کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچھہ نہین ہے زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہہ ہے کہ اسیطرح تین شخصون کے
واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملیگا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد
ذلک للثانی بخلاف الدین لنفاذہ من الکل الکل من المجمع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث
مال مین ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اوس شخص کے واسطے اقرار کرچکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہوگیا تو بعد اوسکے رجوع اقرار دوسرے شخص
کے واسطے وصیت کرنیسے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہہ سب مسائل مجمع سے منقول ہین واللہ اعلم

فروع بمسائل ملحقہ شارح اقر بشیء ثم ادعی الخطاء لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع
دیانۃ قنیۃ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطا نے الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہین مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع
طلاق ظاہر ہوا یعنے بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق
کا اقرار کریگا تو خطای مذکور مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہا فافتی بعضہم بصحتہ
ظہیریۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جب کہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریۃ
ہم تجنیس اور قہستانی مین ہے کہ درصورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی ندیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہے الاقرار بشیء محال وبالدین بعد
الابراء منہ باطل شیء محال کا اقرار اور دین کا بعد اوسکے معاف کردینے کے باطل ہے ہم شیء محال کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا
کہ مجھکو زید نے فلانے مہینے مین قرض دیا اور حالانکہ زید اوس سے پہلے مرچکا اور ازانجملہ یہہ ہے کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہوگیا
تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحاوی ولو بمہر بعد ہبتہا لہ علی الاشبہ اقرار دین بعد ابرا کے
باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخشش دینے کے بعد زوجکو بنا بر قول اشبہ ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زوجہ نے اپنا مہر بخشدیا پھر زوج نے
ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار صحیح نہین اور یہہ اوسکے مخالف نہین جو عبد البر شارح وہبانیہ نے خلاصہ اور منیہ سے نقل کیا کہ ایک
مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت مین اقرار کیا اور مرگیا پھر وارثون نے گواہون سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کرچکی تھی
زوج کی حیات مین تو گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسرے بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم
ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہین مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابراکے مخالف ہے تو اگر زوجہ زوجکو مہر سے ابرا کردے پھر
زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہین کذا فی الطحاوی نعم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانہ اقر بہ یلزمہ ذکرہ المصنف
فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وہی واقعۃ الفتوی فتامل ہان اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب
کی جہت سے بعد ابرای عام کے اور یہہ دعوے کرے کہ مدیون نے اوسکا اقرار کیا ہے تو اوسکو لازم ہوگا یہہ مصنف نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہے مین
کہتا ہون اور مفاد اوسکا یعنی سبب حادث کی تقیید کا یہہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے اوس دین کا جسکا ابرا ہوگیا اقرار کرے تو اوسکا حکم مانند اول کے
ہے یعنے وہ اقرار باطل ہے سو تامل کرو اس عبارت اور عبارت سابقہ مین فرق یہہ ہے کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجھپر اتنا
ہے اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھپر باقی ہے اور دونون مین ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحاوی الفصل
فی المرض احط من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت مین

کمتر ہو صحت کے فعال مذکورہ میں اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ ہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال سے نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہے الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تتمہ وتمامہ فی الاشباہ • فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے میں یعنے اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ واقف نے تفویض نظارت کی اوسکے واسطے شرط کی ہو سو یہہ تفویض مرض الموت میں صحیح ہے نہ صحت میں کذا فی التتمہ اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے • وفی الوہبانیۃ ۔ اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ • فبینۃ الاتہاب من قبل تہدر • اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی میں تو قبل مرض کے ہبۂ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے اس مسئلہ کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند سطر مذکور ہو چکا ہے ۔ واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن • وفی القبض من ثلث الترکات یقدر • بیع صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر اور قبض ثمن میں تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے گا ۔ منتقی میں ہے کہ اگر مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کو میں نے بیچا فلانے سے حالت صحت میں اور اوسکے ثمن پر میں نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اوسکی تصدیق ہوگی بیع میں اور قبض ثمن میں تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینۂ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی المحیط ۔ وفی من شرح الوہبانیۃ ۔ ولیس بلا تشہد مقرا نعدہ • ولو قال لا تخبر فخلف یسطر • اور اس قول سے مقر نہوگا کہ گواہی نہ دیجیو ہم اوسکو بحکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین اختلاف مسطور ہے ۔ اگر یون بولا کہ اوسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانیکے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہہ نہی ہے وجوب بالزور کی اثبات سے سبب یہ کہ نہی بمعنے نفی ہے یعنے تم اسکے گواہ نہیں ہوا اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانیکی میری اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہہ مذہب ہے کہ یہہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہہ ہے کہ یہہ اقرار ہو قنیہ میں کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الحاوی ۔ ومن قال ملکی ذا لذا کان منشئا • ومن قال ہذا لی فذا منہ مظہر • اور جس نے کہا کہ میری یہہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنے ازسرنو انشاء تملیک ہے اسکو ہبہ کیا تو اسمیں شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہیں ہے ۔ ومن قال لا دعوی لی الیوم عند ذا • فما یدعی من بعد صنہا ستنکر • اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اوسکے بعد جو دعوی کریگا اوسکی اور با التقدم کے دعاوی سے سوا اوسی شرع کا انکار ہے یعنی مقبول نہیں ہے اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ تیرے فلانے پر دعوی کرنا جھوٹا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع ہوگا کذا فی المحیط وہ ۔ واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

كتاب الصلح

یہہ کتاب ہے صلح کے احکام میں ہے مصالح علیہ اوسکو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہو اور مصالح عنہ وہ جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لے اور حویلی کا دعوی نکر تو یہان سو درم مصالح علیہ اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبتہ ان انکار المقر سبب للخصومۃ المستدعیۃ للصلح • مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا • وہو لغۃ اسم من المصالحۃ • یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالحہ کا اسم ہے • وشرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ • اور شرع میں صلح عبارت ہے اوس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہے • ورکنہ الایجاب مطلقا • رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونون میں ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کے واسطے • والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول عنایۃ وسیجی • اور رکن صلح کا قبول کرنا ہے مطلوب کا متعین میں اور غیر متعین … جیسے دراہم مین تو صلح تمام ہوجاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا ہم صلح بلا قبول … تمام … صلح شروع کرو اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی …

اس پر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہین اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہی مدعی کے جانب سی اور وہ فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہی کذا فی الطحطاوی
وَشَرْطُهُ العَقلُ لَا البُلُوغُ وَالحُرِّيَّةُ اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فَصَحَّ مِن صَبِيٍّ مَأذُونٍ اِنْ عَرِيَ صُلحُهُ عَن ضَرَرٍ بَيِّنٍ تو
صلح کرنا صحیح ہی صغیر ماذون کے جانب سی اگر اوسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سی ہم عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہی ایک یہہ کہ محض نفع
دوسری یہہ کہ نہ نفع ہو اوس مین نہ ضرر تیسرے یہہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اوس سے بعض
حق پر صلح کی تو اگر دعوی پر گواہ نہون تو صلح جائز ہی اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوای خصومت اور قسم کہانے کے کچھہ حاصل نہین اور مال تمام
ہی خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہون تو صلح جائز نہین اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہین اور جسمین نہ ضرر ہو
نہ نفع اوسکی مثال یہہ ہی کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اوسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اوسکی مثال یہہ ہے کہ دین مین تاخیر کرے
کہ یہہ جائز ہی اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہی وَصَحَّ مِن عَبدٍ مَأذُونٍ وَمُكَاتَبٍ لَو فِيهِ نَفعٌ اور صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے
اگر صلح مین نفع ہو ہم طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اوسکو شامل رہتا جس مین نہ نفع ہی نہ ضرر یا جسمین ضرر ہے مگر غیر صریح
وَشَرْطُهُ اَيضًا كَونُ المُصَالَحِ عَلَيهِ مَعلُومًا اِن كَانَ يَحتَاجُ اِلَى قَبضِهِ اور یہہ بھی صلح کی شرط ہی کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم
ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو ہم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہین چنانچہ ایک گھر مین اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ
مدعی کی دوکان مین اپنے حق کا دعوی کیا اور دونون نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہی اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار
نہ بیان کرے اسواسطے کہ قطع کی جہالت باعث نزاع نہین کذا فی الدرر وَكَونُ المُصَالَحِ عَنهُ حَقًّا يَجُوزُ الاِعتِيَاضُ عَنهُ وَلَو كَانَ غَيرَ مَالٍ
كَالقِصَاصِ وَالتَّعزِيرِ اور یہہ شرط ہی کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اوسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر
ہم حق سے مراد یہہ ہی کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہی وہ اوسکا
ہی زوج مدعا علیہ سے سو زوج نے اوسکو کچھہ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہہ صلح باطل ہی اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین تو
عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہین اور تعزیر سے مراد وہ ہی جو حق العبد ہو چنانچہ سوای قذف کے اپنی سَبّ و دشنام سے صلح کرنا اور جو
تعزیر کہ حق اللہ ہی جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہرا صلح جائز نہین اور یہہ مسئلہ تحریر طلب ہی کذا فی الطحطاوی مَعلُومًا كَانَ المُصَالَحُ عَنهُ اَو
مَجهُولًا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول ہم مجہول ہونیکی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھہ مال غیر معین کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے کچھہ دیکر صلح کی
تو صحیح ہی لَا يَصِحُّ لَو المُصَالَحُ عَنهُ مِمَّا لَا يَجُوزُ الاِعتِيَاضُ عَنهُ وَبَيَّنَهُ بِقَولِهِ كَحَقِّ شُفعَةٍ وَحَدِّ قَذفٍ وَكَفَالَةٍ بِنَفسٍ صلح صحیح نہین اگر مصالح عنہ
اوس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہین اور اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی
کہ اسکی بدلائی صحیح نہین ہم اگر مشتری نے صلح کری شفیع سے بجہت اوس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہی کسی شی پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو
تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہین محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہی ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھہ قیمت نہین تو بمقابلہ اوسکے
مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہی حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہہ
عبارت ہی بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہی اور صلح حد قذف کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھہ مال دیکر
صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہہ صلح بھی جائز نہین اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمین حق العبد ہے لیکن حق اللہ اوسمین غالب ہی اور مغلوب ملحق
بالمعدوم ہی اور اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہین اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اوس نے کچھہ مال دیکر صلح کی کہ اوسکو حاکم کے
پاس نہ لیجائے اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہی اور اسی طرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصًا وَيَبطُلُ بِهِ الاَوَّلُ وَالثَّالِثُ
وَكَذَا الثَّانِي لَو قَبلَ الرَّفعِ لِلحَاكِمِ اور باطل ہوتا ہی صلح سے اول اور ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی حد قذف بھی باطل ہوجاتی ہی

صلح سی اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو لاحد زنی و شرب مطلقاً صلح صحیح نہین حد زنا اور شراب خواری سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اوسکی نالش کی ہو یا نکی ہو ہم قاضی خان سے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اوسکے زوجکو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کردے تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اوسکا باطل ہے اور اگر حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہین اور اوس کا مال پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہے کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانہ اسقاط للبعض وہو یتم بالمسقط اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کے جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اوس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط البعض حق ہے مدعی کے جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ خود متن مین موجود ہے انتہے لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اوس کا ترجمہ نکیا وان کان مما یتعین بالتعیین فلا بد من قبول المدعی علیہ لانہ کالبیع اور اگر مدعا بہ اوس قسم سے ہو کہ متعین ہوجاتا ہو تعیین کرنیسے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت مین بیع کی مانند ہے ہم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے کہ مین نے بیچا تو قول مشتری کا کافی نہین قبول سے وحکمہ وقوع البراءۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو مقرا اور حکم اوسکا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا براءت کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ مین اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہے وہو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار اور صلح مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالے (والصلح خیر) اور حدیث مین وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھیراوے انتہے اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہین جو حرام کو حلال کرے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکام البیع کالشفعۃ والرد بعیب وخیار رؤیۃ وشرط سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو صلح مین بیع کے احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رؤیت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونون گھرون مین شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اوسمین مدعی عیب پاوے تو اوسکو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ نہین دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا اختیار شرط کرے تو صحیح ہے ویفسدہ جہالۃ البدل المصالح علیہ لا جہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین وتشترط القدرۃ علی تسلیم البدل اور شرط ہے قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ہم حلبی نے کہا یہ جملہ مستانفہ بجای تعلیل واقع ہوا ہے اس کا عطف یسقط صحیح نہین انتہے یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہے کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت درصورت جہالت متصور نہین وما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ای البدل ان کلا فکلا و بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق نکلے غیر نکلے بقدر اوسکے حصہ مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض اوسکا پھیر دے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا لانہ معاوضۃ وہذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملکیت غیر نکلے بقدر اوسکے مصالح عنہ مدعی پھیر لے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمہ کاجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی دار فیشترط التوقیت ان احتیج الیہ

والآلة للصبغ ثوبًا اور صلح کا حکم اجارہ کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹہیرانا شرط
ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں کپڑا رنگانے کے مانند ہم توقیت شرط ہی اجیر خاص مین چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک مین حاجت
توقیت کی نہین چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل بموت احدہما وبہلاک المحل فی المدۃ
اور باطل ہو تی ہی صلح دونون مین سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح
اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو ما بقے مین صلح باطل ہوگی اور یہہ قول ہے محمد کا جسپر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع
عن منفعۃ بمالٍ او بمنفعۃٍ عن جنسٍ آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے
یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال نے الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا ہم درصورت اختلاف جنس
منفعت صلح جائز ہی جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہین اسواسطے کہ استیجار منفعت کا متحد
الجنس منفعت سے جائز نہین اسیطرح صلح بھی جائز نہین کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوتٍ وانکارٍ معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین
وقطع نزاعٍ فی حق الآخر ادپچہلی دو قسمین یعنے صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہے مدعی کے حق مین اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہے دوسری یعنی مدعا علیہ کے حق مین ہم
مدعی کے حق مین معاوضہ ہو سطے ہوا کہ وہ لینے گمان مین اپنے حق کا عوض لیتا ہی اور مدعا علیہ کے حق مین فدیہ قسم اور قطع نزاع اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا رہتا تو حینئذٍ فلا
شفعۃ فی صلحٍ عن دارٍ مع احدہما ای مع سکوتٍ او انکارٍ اور اسوقت مین تو شفعہ نہین اوس صلح مین جو گہر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت
یا انکار کے ساتہہ ہم یعنے ایک شخص نے دوسرے پر اوسکے گہر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچہہ دیکر گہر سے صلح کرلی
تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہہ ہی کہ مین نے اپنے گہر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکہا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور
یہہ اوس کا گمان نہین کہ مین نے گہر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اوسکو لازم نہین کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان
کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لانہ باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن
لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فنکل شرنبلالیہ لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہی کہ مدعی کے قائم مقام ہو جاوے اثبات دعوی مین تاکہ
طلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہون تو گواہون کو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گہر کو بوجہ شفعہ لے لے
اسواسطے کہ حجت قائم کرنیسے ظاہر اور ثابت ہوا کہ مقرر صلح بمعنے بیع کے تہی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہون اور قسم لے شفیع مدعا علیہ
سو وہ قسم کہانے سے انکار کرے کذا فی الشرنبلالیہ وتجب فی صلحٍ وقع علیہا باحدہما او باقرارٍ لان المدعی یاخذہا عن المال فیؤاخذ بزعمہ اور شفعہ
واجب ہوا اوس صلح مین جو واقع ہوئی ہی گہر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتہہ اسواسطے کہ مدعی گہر لیتا ہی بعوض مال کے تو شفیع اوس سے مواخذہ کرے
بموجب اوسکے گمان کے ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گہر دیکر صلح کرلی تو اس مین شفعہ واجب
ہوگا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی ردّ المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض
اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت مین جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اوسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو
اور بعض مستحق مین خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا
تہا تاکہ خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اوسکے ہاتہہ مین باقی رہے بلاخصومت احدی پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹہیرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہہ
بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بیجا تہی تو وہ مدعی عوض پھیر لیگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ
اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوے کے طرف رجوع کرے کل مدعا مین یا بعض مین یعنے اگر تمام بدل مین استحقاق ہو تو کل مصالح
عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض مین ہو تو بعض مین دعوی کرے ہذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ

لا بالدعوی لان اقدامه علی المبایعة اقرار بالملکیة عینی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی درصورت استحقاق بدل اوسوقت ہو جب کہ صلح بلفظ
بیع نہ واقع ہوئی ہو اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعی یعنی مصالح عنه کو پہلے رجوع اپنے دعوی کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مدعا علیہ
ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے وھلاک البدل کلا و بعضا قبل التسلیم له اے
للمدعی کاستحقاقه کذلک فی الفصلین ای مع اقرار و مع سکوت و انکار اور ہلاکی بدل کی قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے
اوسی طرح دونوں فصلوں میں یعنے صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والانکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو
مدعی مصالح عنه کو پہلیگا اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کے طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہو تو بقدر ہلاکی بیع
باطل ہوگی اور باقی میں باقی رہیگی کذا فی المنح وھذا لو البدل مما یتعین والا لم یبطل بل یرجع بمثله عینی اور یہہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق
کے مانند ہونا اوسوقت ہو جب کہ بدل اوس قسم ہو جو متعین ہو جاتا ہو یعنی سے اور اگر متعین نہو تا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل
مثل کو مدعی پہیر مدعا علیہ سے کذا فی العینی صالح عن کذا فی المنح والشرح وصوابه علی بعض ما یدعیه ای عین یدعیها لجهالة فی الدبر
کما سیجیئ فلو ادعی علیه دارا فصالحه علی بیت معلوم منها فلو من غیرها صح قہستانی لم یصح لان ما قبضه من عین حقه
کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اوس کا حق ہو یعنے بعض حق ہو عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے
دعوی میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گہر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس صلح کی اوس گہر کے
ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اوس گہر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح کہتا ہے کہ متن اور شرح کے نسخوں میں صالح
عن بعض ما یدعیه ہو اور حق عبارت یوں تہا کہ صالح علی بعض ما یدعیه وحیلة صحته ما ذکرہ بقوله الا بزیادة شیئ آخر کثوب ودرھم فی البدل فیصیر
ذلک عوضا عن حقه فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہو جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی
دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درہم کے زیادہ کرنیسے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جایگی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلا گہر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوس
گہر کی ایک کوٹہری اور چار درہم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہو اسواسطے کہ کوٹہری کے سوا جو مدعی کا حق گہر میں باقی رہا اوسکے عوض میں درہم یا کپڑا
ہوگیا او یلحق به الابراء عن دعوی الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جاوے باقی کے دعوی سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہہ ہے
کہ گہر کے دعوی میں ایک کوٹہری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوی سے ابرا کردے لکن ظاهر الروایة الصحة مطلقا شرنبلالیه ومشی
علیه فی الاختیار وعزاه فی العزمیة للبزازیة وفی الجلالیة لشیخ الاسلام وجعل ما فی المتن روایة ابن سماعة لکن ظاہر الروایة
یہہ ہو کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہو مطلقا خواہ حیلہ مذکورہ کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہو صاحب اختیار اور منسوب کیا ہو اس قول کو عزمیہ
میں بزازیہ کے طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کیطرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹہیرایا ہو ہم ظاہر الروایة پر یہہ سوال وارد ہوتا ہو کہ بعض
عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اوس سے لازم آتی ہے براءت باقی عین سے اور فقہا کا قول یہہ ہے کہ ابراء اعیان باطل ہو تو یہہ
اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہوا اور اسیطرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بہی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہو اس کا جواب شارح نے اپنے آیندہ
قول میں دیا وقولهم الابراء عن الاعیان باطل معناه بطل الابراء عن دعوی الاعیان ولم تصر ملکا للمدعی علیه ولذا لو ظفر
بتلک الاعیان حل له اخذها لکن لا تسمع دعواه فی الحکم اور فقہا کا یہہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اوسکا یہہ ہو کہ
دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس لیے اسو مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسی واسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کر چکا ہے
پا جاوے تو اوسکو اون کا لینا جائز ہو لیکن اوس کا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہوگا ہم بہتر یہہ تہا کہ شارح یوں کہتا بطل الابراء عن الاعیان اور دعوی
للاعیان نکہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہو چنانچہ مذکور ہو گا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ بطلان براءت عن الاعیان کا مطلب یہہ ہو کہ ابرا کے

اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہوجاتے ہیں تو مدعی کو اوس کا لینا حلال ہے اگر پا جاوے اور بطلان مذکور کا یہہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا
بعد الابرا صحیح ہے کذا فے الطحاوی وَاَمَّا الصُّلحِ علی بَعضِ الدَّینِ فیصحُ ویبرأ عن دعوی الباقی ای قضاءً لادیانۃً فلذا الوظفر بہ اخذہ
قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدّین وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ
ہوجائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جائے تو اوسکو لیلیگا اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکام
دین میں ہے اور اسکو ہمنے شرح ملتقے میں محقق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہے اور وہ تو
بلاخلاف مطلقاً صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان مغصوب ہالک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں تو براءت
عن الاعیان کا مطلب یہہ ہے کہ اوسکے تاوان سے براءت صحیح ہے اگر ہلاک ہوجائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگی کہ اون پر ضمان نہیں الا
تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو براءت صحیح نہیں دیانۃً باینمعنے کہ جب مالک اونکو پا جاوے تو اونکو لے مگر قضاءً براءت صحیح ہے تو قاضی مالک کا
دعوی بعد براءت کے نسنیگا اور اسیکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقے میں ہے کذا فی الطحاوی وصحّ الصُّلحُ عن دعوی المالِ مطلقاً ولو باقرارٍ او بمنفعۃٍ
اور صحیح ہے صلح مال کے دعوے سے مطلقاً اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنے بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر کی موجر
جب کہ موجر اجارہ کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وَعَنْ دَعوی المنفعۃِ لو بمنفعۃٍ عن جنسٍ اخرا ور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوے سے اگرچہ صلح
بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مرّ وَعَنْ دَعوی الرِّقِّ اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر
دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے اور اوس نے کچھہ مال دیکر صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقاً علی مالٍ ویثبت الولاءُ لو باقرارٍ والّا لا الّا ببینۃٍ درر اور
صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹہیریگی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوے سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار
مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہوں سے کذا فے الدرر قلتُ ولا یعودُ بالبیّنۃ رقیقاً وکذا فی کلِّ موضعٍ اقام بیّنۃً بعدَ
الصلحِ لا یستحقُّ المدّعی لانّہ باخذِ البدلِ باختیارہٖ نزّل بائعًا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہوجائیگا
اور اسیطرح ہر جگہہ کہ مدعی گواہ قایم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹہیرا دیا گیا اسکو یاد رکھنا
چاہیے وَعن دعوی الزوجِ النکاحَ علی غیرِ مزوّجۃٍ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا
دعوی کیا اور اوس عورت نے کچھہ دیکر صلح کر لی تو صحیح ہے اور اگر اوس کا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعاً
ولا یطیبُ لو مبطلاً اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹہیریگا اور مدعیکو حلال نہوگا اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہوگا ہم عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں
بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہہ حکم جاری ہے کذا فے الطحاوی ویحلّ لہا الزوجُ لعدمِ الدخولِ اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطے
عدم دخول کے ولو ادّعتہ المرأۃ فصالحہا لم یصحّ وقایہ ونقایہ ودرر وملتقی وصحّحہ فی المجتبی والاختیار وصحّح الصحۃ فی درر
البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھہ مال دیکر صلح کر لی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فے الوقایۃ والنقایۃ
والدرر والملتقے اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں ولَنْ قتلَ العبدُ المأذونُ لہ رجلًا
عمداً لم یجز صلحہٗ عن نفسہٖ لانّہ لیس من تجارتہٖ فلم یلزم المولی لکن یسقط بہ القودُ ویؤاخذ بالبدلِ بعدَ عتقہٖ اور اگر
عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا تو اوس کا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنے اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اسواسطے کہ
صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہہ صلح اوسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ
اوس سے ہوگا بعد اوسکے آزاد ہو جانیکے ولَنْ قتلَ عبدٌ لہ ای للماذونِ رجلاً عمداً وصالحہ الماذونُ عنہ جاز لانّہ من تجارتہٖ
اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کے طرف سے صلح کر لی اولیای مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے

تجارت کے باب سے ہی یعنی اسواسطے کہ استخلاص اوس کا اوسکی خریداری کے مانند ہی تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کر کے
اوسکی جان بچانا بھی جائز ہی والمکاتب کالحر ۱۲ اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہی جواز صلح مین اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ معاملہ کے تصرف سے
خارج ہی والصلح عن المغصوب الہالک علی اکثر من قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک کی
اکثر پر اوسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہی جیسے مغصوب سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہی
غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر ہنوز قاضی نے اوسکی قیمت دینے کا حکم نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اوسکے مالک سے صلح کرلی تو یہہ جائز ہی
امام کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہے خواہ اوسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل بینۃ الغاصب بعدہ ۱۲ ای الصلح علی ان قیمتہ
اقل مما صالح علیہ جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ
سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منہ بشیء لو تصادقا بعدہ ۱۲ انہا اقل بحر اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ
سے جبکہ رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین اسپر کہ قیمت کمتر ہو مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق موسر عبداً مشترکاً فصالح الموسر الشریک
علی اکثر من نصف قیمتہ لا یجوز لانہ مقدر شرعاً فبطل الفضل اتفاقاً اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک
سے غلام کی نصف قیمت سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز نہین اسواسطے کہ عتق مین قیمت ہی شرعاً مقدر اور منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی
باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کالصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمۃ المغصوب بعد القضاء بالقیمۃ فانہ لا یجوز لان تقدیر
القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولے مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین اسواسطے کہ قاضی کا قیمت ٹھیرانا شارع
کے ٹھیرانیکے مانند ہی یعنے اسواسطے کہ قاضی اجرای احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہی واللہ تعالے اعلم وکذا لو صالح بعرض صح ۱۲ وان کانت القیمۃ اکثر
من قیمۃ مغصوب تلف لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب و متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب ہالک سے زیادہ ہو
بسبب عدم رباء کے اسواسطے کہ ربا متحقق نہین ہوتا ہے درصورت اختلاف جنس وصح فی الجنایۃ العمد مطلقاً ولو فی نفس مع اقرار باکثر من
الدیۃ والارش ۱۲ وباقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہی جنایت عمد مین مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ اکثر دیت اور ارش سے
یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا کے عمد مین مطلقاً صلح درست ہی خواہ عمد نفس مین ہو خواہ ما دون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے
اسمین قلت اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہین تو ربوا اسمین متحقق نہین وفی الخطاء کذلک لا تقبل
الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطاء مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرہا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دیناً بدین اور جنایت خطا
مین اوسیطرح یعنی اگرچہ خطا نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعاً معین اور مقرر ہی لیکن
اگر مقادیر دیت کی مغایر سے صلح کی تو صحیح ہی جسطرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہی اور
ثانی سے مصالح علیہ ہم خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اس پر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلاً دو سو اونٹ
یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہین جیسے دعوی دین مین جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغایر سے صلح ہو
چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر تو بشرط اتحاد مجلس جائز ہی وبتعیین القاضی احدہا یصیر غیرہ کجنس آخر اور مقادیر ثلثہ
مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کردینے سے اوسکی سوا اور مقدار دوسری جنس کے مانند ہو جاتی ہی یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا
پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کرکے مثلاً دو سو دینار پر پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ اونٹ مین
بحکم قاضی حق متعین ہوگیا تو دینار اور درم اوسکے مغایر ٹھیرے دوسری جنس کے مانند تو محل مثلے المعاوضہ ممکن ہوگیا کذا فی المنح ولو صالح علی
خمر فسد فتلزم الدیۃ فی الخطاء ویسقط القود لعدم ما یرجع الیہ اختیاراً اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہی تو اب اوسپر خطا کی دیت

[illegible]

لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمد مین بسبب نہونے اوس چیز کے جسکے طرف رجوع کیجاوے کذا فی الاختیار وکل زید عمروا بالصلح عن دم عمد او علی بعض دین یدعیہ علی آخر من مکیل او موزون لزم بدلہ الموکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد کی صلح کرنیکا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر من جملہ مکیل اور موزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ اسقاط ہی یعنے اسقاط قصاص ہے قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھیرا نہ عاقد یہہ اوس صورت مین ہی جب کہ توکیل قاتل کی طرف سے صادر ہوی ہو نہ ولی مقتول کے طرف سے کیونکہ وہ جب ہی لو اوسکو یون نہین کہہ سکتے کہ بدل صلح اوسکو دینا لازم ہے اور سیطرح مسئلہ دین مین مدعی کے طرف سی توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی موکل ہے تو بدل صلح اوسکو کیونکر لازم ہوگا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تہا او علی البعض دین یدعیہ علیہ آخر کذا فی البحر الا ان یضمنہ الوکیل فیؤاخذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانہ حینئذ کبیع مگر یہہ کہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونیکے سبب سے نہ وکیل ہونیسے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال بعوض مال کے موکل کے اقرار سی تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ صلح اسوقت بیع کے مانند ہی یعنے اور بیع مین وکیل کے طرف حقوق راجع ہوتے ہین اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقا بحر و درر اور اگر صلح ہوا انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقا لازم نہین کذا فی البحر والدرر مطلقا وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد مین ہو خواہ دین خواہ اوسکے غیر مین کذا فی الطحطاوی صالح عنہ فضولی بلا امر صح ان ضمن المال او اضافہ الی مالہ او قال علی ہذا او کذا او سلم المال صح وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن بامرہ عزمی زادہ مصالحہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کیجانب سے بدون اوسکے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح یعنے بدل صلح کو اپنے مال کے طرف نسبت کرے یا یون کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ کرکے کہ صلح کرتا ہون اس پر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلا ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی متبرع ہو جائیگا سب صورتون مین مگر جب ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع نہوگا کذا فی عزمی زادہ ہم اضافت الی مالہ کی یہہ صورت ہی کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجہسے ہزار درہم اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتہی صورت کی قید ہی والا یسلم فی الصورۃ الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ المدعا علیہ جاز ولزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نکرے چوتہی صورت مین تو صلح موقوف ہی سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکہے تو صلح جائز ہے اور اوسکو بدل صلح لازم ہے اور اگر جائز نرکہے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسۃ کالصلح اور خلع جمیع مذکورات مین احکام خمسہ صلح کی مانند ہی ہم یعنی جب کہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کے طرف سی بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اوسکو اپنے مال کیطرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہی اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہی اور نہین تو عورت کی اجازت پر موقوف ہی ادعی وقفیۃ دار ولا بینۃ لہ فصالحہ المنکر لقطع الخصومۃ جاز وطاب لہ البدل لو صادقا فی دعواہ وقیل قائلہ صاحب الاجناس لا یطیب لانہ بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گہر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور مدعی کے گواہ نہین پہر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اوس سے صلح کرلی تو جائز ہوا اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے اگر وہ اپنے دعوے مین سچا ہو اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس ہے کہ بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہہ صلح حقیقت مین بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلح بعد صلح فالثانی باطل ہر صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے ہم صلح ثانی اوسوقت باطل ہی جب کہ علی سبیل الاسقاط ہوا ور جب کہ عوض پر صلح ہو پہر دوسرے عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہوا اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور اسیطرح نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہے ہم مسئلہ فصولین میں ہے ایک عورت سی نکاح کیا بمہر ہزار درہم پہر اوس سی نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا منتقے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ مہر مسلم پر نکاح کیا پہر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونون تسمیہ ثابت ہین قول اصح مین کذا فی

حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد الشرا کی یہہ صورت ہو کہ ایک شخص نے گہر دوسرے سے مول لیا پہر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گہر میری ملک ہے سو بائع سے اوس سے صلح کی تو یہہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خریدنے پر ملک بائع کی دلیل ہے پہر دعوی اور صلح بعد اوسکے صریح تناقض ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر خریدا بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہو کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی بیوع الاشباہ الکفالۃ والشراء والاجارۃ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہہ ہے کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور عقد اجارہ ۔ تو اونکے طرف رجوع کرنا چاہیئے ہم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پہر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہی اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہے اور شراء بعد الشراء جب کہ ثمن اول کے مغائر ہو بایطور کہ اوس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی کے ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی

اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ گواہ قائم کیئے بعد اوس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تہا قبل صلح کے کہ میرا کچہہ حق نہین فلانے کے جانب تو صلح جاری اور نافذ ہو صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ لاحقہ کے کہ اوسمین مدعی کا ینہ اقرار ہی کہ وہ مبطل ہے اپنے دعوی مین ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعا علیہ حق بطل الصلح قال المصنف وہو مقید لاطلاق العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کی بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کے جانب کچہہ حق نہین تو صلح باطل ہوگی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہے ہم عمادیہ کی عبارت یہہ ہے ادعی بکر فصالحہ ثم ظہر بعدہ ان لا شیء علیہ بطل الصلح انتہی یعنی بکر نے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے مصالحہ کرلیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اوسپر کچہہ حق نہین تو صلح باطل ہے تو [illegible] عدم حق لبعد الصلح مین یہہ قید ہے کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اوس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن دعوی البزازیۃ انہ لو ادعی الملک بجہۃ اخری لم یبطل فلیحرر پہر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہین تو اس تناقض لبطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیئے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہہ ہے کہ لبطلان صلح اوس وقت ہی جب کہ ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پہر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہین اور اگر کہے کہ میرا حق نہین بطریق میراث کے پہر دعوی کرے کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہین انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچہہ حاجت نہین کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی لبطلان صلح مین قید لگائی ہے تو اسمین کچہہ اشکال نرہا والصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ ما یمکن تصحیحہا جو اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہین دعوی فاسدہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر دعوی فاسدہ وہ ہی جسمین تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوی برفع تناقض ہے مثلا اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا جو مسلمان ہو تو باطلہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن نہین اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہے دعوی حد سے اور دعوی حد شرب کہ یا مغنیہ بالتصویر محرم ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی مجہول فجائز فلیحفظ اور اشباہ مین تحریر کی ہو کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہو مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہو تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا معتمد تحریر وہی ہے جو ماتن نے یہ تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ مین مذکور ہے کہ علماے خوارزم کا فتوی اسپر ٹہر گیا ہو کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہین اوسپر صلح صحیح نہین اور جسکی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہو یا کسی حد مین غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما اعتمدہ صدر الشریعۃ آخر الباب واقرہ ابن الکمال وغیرہ فاف

الاستحقاق کتاب قرابة اور بعضون نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اوسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو
تو صلح صحیح ہو بطلان دعوی کے ساتھہ چنانچہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح مین اسپر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکہا ہے سکو ابن کمال وغیرہ
نے باب الاستحقاق مین چنانچہ مذکور ہوچکا لیکن اوسکے طرف مراجعت کرو طحطاوی نے کہا تجہکو قول منقح سے معلوم ہوچکا اور صدر الشریعہ نے جو اسکی دلیل
پکڑی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گہر مین دعوی کرے پہر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہین بلکہ صلح فقط دعوی مجہول مین صحیح
ہوا سواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول کے معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعة
وحق وضع الجذوع علی الاصح اور صحیح ہے صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دہنیان رکہنے کے حق سے بقول اصح شرب بکسر
اول عبارت ہے پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہوچکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہین تو وہان مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہین اسواسطے
کہ حق شفعہ مال نہین جس کا معاوضہ درست ہو اور یہان مراد یہ ہے کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت
عدم بینہ مدعی قسم کہانی پڑے والاصل انہ متی توجہت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراھم جاز حتی فی دعوی
التعزیر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب درر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کے
جانب کسی حق مین ہو سو اوس نے یمین کے بدلے درم دیئے تو جائز ہے یہان تک کہ دعوی تعزیر مین فدیہ قسم جائز ہے کذا فے المجتبے بخلاف دعوی حد
اور نسب کے کذا فے الدرر اور دعوی تعزیر کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجہکو عیب لگایا
اور قسم مدعا علیہ پر عاید ہوئی سو اوس نے قسم کے بدلے درم دیئے تو بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہہ صورت ہے کہ مثلاً عورت نے دعوی
کیا کہ یہہ بیٹا میرا اوس مرد کا میرے پیٹ سے ہے سو مرد نے ترک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہین الصلح ان کان بمعنی المعاوضة بان
کان دینا بعین ینتقض بنقضھما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنے معاوضہ ہو بایطرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی
ہے دونون کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کر دینے سے وان کان لا بمعناھا ای المعاوضة بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض
فلا تنقض اقالته ولا نقضه لان الساقط لا یعود قنیة وصیرفیة فلیحفظ اور اگر صلح بمعنے معاوضہ نہو بلکہ بمعنے استیفای بعض حق
اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہین اور نہ اوس کا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہین پہر آتی کذا فی القنیة والصیرفیة تو اسکو یاد
رکہنا چاہیئے ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منھا ابدا او صالح علی دراھم الی الحصاد او صالح مع المودع بغیر دعوی
الھلاک لم یصح الصلح فی الصور الثلاث سراجیة اور اگر گہر کے دعوی سے صلح کی اوسمین سے ایک کوٹہری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی
درمون کے دینے پر کہیتون کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودلیعت تو صلح صحیح نہین تینون صورتون مین کذا فی
السراجیة قید بعدم دعوی الھلاک لانه لو ادعاہ وصالحه قبل الیمین صح به یفتی خانیة مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودلیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ کر لے قبل قسم کہانیکے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیة فا
یصح الصلح بعد حلف المدعا علیه دفعا للنزاع باقامة البینة اور صلح مدعا علیہ کے قسم کہانیکے بعد صحیح ہے تا کہ گواہ لانے کا جہگڑا دفع
ہو جائے یعنے صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تا کہ مدعی گواہ لاکر پہر جہگڑا قائم نکرے ولو برھن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی
الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضه ثم وجد البینة فانها تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول
نہین مگر وصی کے دعوی مین یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جب کہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پہر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ
پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبی فاقامھا تقبل ولو طلب یمینه لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پہر اوس نے گواہ قائم کیے تو
بعد صلح کے گواہ مقبول ہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجائے تو قسم نلی جائیگی کذا فی الاشباہ ھم طلب بصیغۂ مجہول ہے یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے

قسم چاہی یا یتیم قسم چاہی بعد بلوغ کے تو قسم لی جائیگی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ ۔ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ و بالثانی فی السراجیہ وحکاہما فی القنیہ مقدما للاول اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین اور دونون قولوں کو قنیہ مین ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کرکے ہم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا قول ہے چنانچہ معین المفتی مین ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہے امام سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفہم المتأخرون والاول اصح بزازیہ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کی دعوی سے دعوی یعنی مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک اور علمای متاخرین اونکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیہ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ ہم وجہ اوسکی یہہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابرا عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن الحق یا ابرا عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہے صالح عن عیب او دین وظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح و یرد ما اخذ اشباہ وہ صلح کی بائع نے بیع کے عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب بیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوگی اور اسکو پھیرنے جسکو اوس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر فصل فی دعوی الدین یہہ فصل ہے دعوی دین کے احکام مین الصلح الواقع علی بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہوا اوس مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ لینے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہے بیاج کے سبب سے یعنی اوسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکمی اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہے وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ اور اسوقت مین یعنی جب کہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھیرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو بلا مدت پر ہم بدل صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہے جسقدر پر صلح واقع ہوا اور درحقیقت یہان بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہہ مثال فقط اسقاط بعض حق کی ہے او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہے ہزار مؤجل پر ہم اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہے وعن الف جیاد علی مائۃ زیوف اور صلح صحیح ہے ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر ہم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہے ولا یصح عن دراہم علی دنانیر مؤجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنانیر مؤجلہ پر بسبب نہونے جنس کے تو یہہ عقد صرف ٹھیرا تو بطریق نسیئہ جائز نہوگا ہم یعنے دینار حق کی جنس نہین ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہر کے صلح مؤجل جائز ہو بلکہ یہہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو مدت صحیح نہوگی او عن الف مؤجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہین ہزار درم مؤجل سے پانسو درم بلا مدت پر مگر مولے کی صلح مین اپنے مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف معجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولے اسواسطے کہ احسان مولے کا ظاہر تر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او عن الف سود علی نصفہ بیضاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط ولمن منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہیں ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ احسان اگر دائن کے طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونو کے طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے ہم دائن کا احسان یہہ کہ اوسپر صلح کرے جو اوسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت مین اور دائن اور مدیون کا احسان یہہ کہ صلح مین وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہین چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل مؤجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھیرا تو معاوضہ کا حکم اوسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ

فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی المحیط اذا قال لغریمہ اذا ادیت الی خمسمائۃ غدا من الالف التی لی علیک علی انک بری من الخمسمائۃ الباقی فقبل وادی فیہ بری وان لم یؤدہ ذلک فی الغد عاد دینہ کما کان لفوات التقیید بالشرط دائن نے اپنے مدیون سے کہا کہ اسے آ میرے پاس پانسو کل ادا ہزار سے جو میرے تجھ پر ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائیگا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور اوسی دن پانسو ادا کئے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اوس پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اوسکا دین پورا پھر آدیگا چنانچہ پہلے شرط کے بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلفظ علے تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی براءت میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت ہوگی و وجوہ مسائل خمسۃ ہم حکمہا ہذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابراء مطلق اور اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں ایک ان میں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نکریگا اسواسطے کہ وہ مطلق ابرا ہے ہم صورت مسئلہ یہہ ہو کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھکو پانسو دے ہزار سے اس پر کہ تو بری ہو باقی سے تو اگر مدیون ادا نکریگا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابرای مطلق ہے یہہ ابرای مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نکیا تو ادا سے غرض صحیح نرہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو براءت مقید بادا نرہی والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا وہو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول لما قال لانہ صرح بالتقیید اور تیسری صورت یہہ ہے اور اسیطرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری ہے اس شرط پر کہ اگر اوسکو کل ندے تو تمام اوس پر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول میں براءت کی صریحا تقیید ہے ہم تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نکریگا تو سب دین اوسپر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایۃ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ ما بقی غدا فہو بری ادی الباقی فی الغد او لم یؤد لانہ بدا بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اس پر کہ مدیون اوسکو باقی از نصف کل دیدے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نکرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق بصریح الشرط کان ادیت الی کذا او اذا او متی لا یصح الابراء لما تقرر ان تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچویں صورت یہہ کہ اگر دائن ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یوں کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے ہم یعنی اگر یوں کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ابرا میں تملیک اور اسقاط دونوں معنے ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحروف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علے ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابرا صحیح ہے کذا فی شرح الوقایۃ ہو صحیح وان قال المدیون لآخر سرا لا اقر لک بمالک حتی تؤخرہ عنی او تحطہ عنی ففعل الدائن التاخیر او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجھکو تاخیر ندے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھہ دین کم نکر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے یہہ صلح اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے پورا دین نہیں لیسکتا کذا فی المنح ولو اعلن ما قالہ سرا اخذ منہ الکل للحال اور اگر اعلانیہ کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لیگا اعلان سے مراد یہہ ہے کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرکے پھر اعلان کیا اسیلئے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان میں پورا دین اوسوقت فی الحال لیگا جب کہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کر دیگا علانیہ یا اقرار کریگا تو

صحیح ہوگا بلکہ اعلان اوسے ہو جاتا ہے ولو ادعی الفا فجحد فقال اقرلی بہا علی ان احط منہا مائۃ جاز بخلاف علی ان اعطیک مائۃ
لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوی کیا اور مدیون اوس کا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ مین ہزار سے سو کم کر ڈالونگا
تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجھکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہہ رشوت ہے ولو قال ان اقررت
لی حططت لک منہا مائۃ فاقر لا الحط مجتبی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرا اوپر سے ہزار
کے سو کم کر ڈالون پہر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے نہ کم کرنا کذا فی المجتبی ہے اسواسطے کہ ایسی شرط صریح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ
کہ اوسمین تعلیق معنوی ہے نہ صریح الدین المشترک بسبب متحد کثمن مبیع بیع صفقۃ واحدۃ او دین موروث او قیمۃ مستہلک
مشترک اذا قبض احدہما شیئا منہ شارکہ الاخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم کما یاتی جو دین کہ مشترک ہے دو شخصون مین ایک ہی سبب
چنانچہ ثمن اوس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا موروث ہو یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو جب کہ ایک شریک دین مشترک
سے کچھہ لیگا تو دوسرا شریک اوسمین شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ثمن مبیع کی مثال
ہے اوس صورت کو جب کہ دونون شریک مبیعمین شریک ہون اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہون اسطرح پر کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز
علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو
شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھہ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اوسی مرد کے ہاتھہ اپنا حصہ بہی پانسو کو بیچا
اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکہا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوض مین شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف ہے اور مشارکت مین یہہ
ضرور ہے کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص بیع بصفقہ واحدہ کرین اس پر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ سو
ہے اور فلانے کا حصہ پانسو درم ہے پہر ایک شخص اوس مین سے کچھہ قبض کرے تو دوسرے کی اوسمین شارکت نہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ بائعین کے
حق مین تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وحینئذ فلو صالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب ای علی خلاف جنس الدین اخذ
الشریک الاخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اسوقت مین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک
کپڑے پر یعنے خلاف جنس دین پر تو دوسرا شریک اوس کپڑے کا آدہا لیگا مگر یہہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی
چوتہائی کی ضامنی کر دے تو اب اوس کا حق نہوگا کپڑے مین ہے مثلا اصل دین چار درم تہا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک
شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑا لیگا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک
کا کپڑے مین حق باقی نرہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئا ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ
فی جمیع ما مر لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نکیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھہ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے
شریک کو ربع دین کا تاوان دیگا بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب مقاصہ کے یعنے بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن مین
یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنے مسئلہ صلح اور مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنے اوسکے حق کے مدیون کے ذمے پر
اذا ابرأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور جب کہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے
تو شریک ثانی اوس سے ربع دین کو نہ پہرے گا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا تلف اور مواخذہ شریک کا قبض مین ہے نہ اتلاف
مین وکذا الحکم لو کان للمدیون علی احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانہ
قاض لا قابض اور اسیطرح عدم رجوع کا حکم ہے اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون شریکون کے دین کے
مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اوسکے ملکے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض حصہ دوسرے شارکت

بقبض مین ثابت ہوتی ہو نہ اوس دین مین جو دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب تقاصہ
بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الشریک المدیون عن البعض قسم الباقی علی سھامہ اور اگر ایک
شریک مدیون کو بری الذمہ کردے بعض دین سے تو باقی دین اوسکے سہام پر مقسوم ہوگا ہم مثلاً اگر دونون شریکون کے مدیون پر بیس درم ہون
اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اوس کا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہیگا اور شریک ساکت کو دس درم کا وکذا
المقاصۃ اور ابرا کے مانند تقاصہ ہے ہم تقاصہ اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچدرم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم
مجرا ہوگئے اوسکے دین مین تو قسمت دونون شریکون مین پندرہ درم سے ہوگی یعنے شریک مدیون پانچدرم پاویگا اور دوسرا شریک دس
ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے مین دین کی کچہہ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے ہم امام کے
نزدیک تاجیل احد الشریکین اپنے حصے مین دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد سے دو روایتین ہین معلوم نہین کہ شارح نے امام کا قول
کیون ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ
عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ہم یعنی اگر احد الشریکین کوئی
چیز مدیون کی غصب کرے اور وہ اوسکے پاس تلف ہوجائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹہیریگا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہوگا وعلی ہذا القیاس استیجار اور
اگر مدیونہ سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہہ قبض نہ ٹہیریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین یہہ اتلاف ہے تو شریک ثانی اسمین رجوع نہین
کرسکتا اور جنایت عمد کی صلح مین اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم
اموال ہے تو جنایت خطا کی صلح مین قابض ٹہیریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلۃ اختصاصہ بما قبض ان یھبہ الغریم قدر دینہ ثم یبرئہ اور قبوضہ
شریک کے اختصاص کا حیلہ یہہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اوسکے دین کے ہبہ کرے پہر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے ہم مثلاً ایک شریک کا دین مدیون
پر چالیس درم ہے تو اگر مدیون اوس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اس چالیس درم مین شریک ثانی کی
شرکت نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہے نہ دین او یبیعہ بہ کفا من تمر مثلاً ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ وحررت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے
ہاتہہ مثلاً مٹھی بہر کہجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین کے یعنی جسقدر اوس کا حصہ ہو تناکہجور کا ثمن ٹہیراوے پہر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ
اور جیسا مذکور ہوچکا کتاب شرکت مین یعنی اگر اوس کا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بہر کہجور بیچے پہر اپنا دین معاف کردے تو اب جو مدیون دس درم
اوس کو دیگا وہ ثمن بیع ٹہیریگا نہ اوسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من رأس المال فان اجازہ
الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل دو رب السلم مین سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کی اپنے
حصہ سے صلح کی مسلم الیہ سے اوس مال پر جو اوس نے دیا تہا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکہے تو صلح دونون شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر
شریک رد کریگا تو صلح مردود ہوجائیگی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے
ہم یعنی جب کہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درم ہے اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیئے پہر ایک شریک نے
دس من گیہون سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیئے تھے سو اوس سے لیئے تو یہہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت
شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونون مین مشترک ہونگے اور جو سلم باقی رہیگی وہ بہی دونون مین مشترک
ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بدون رضامی شریک ثانی کے صلح صحیح نہین ہوسکتی اور اگر فقط مصالح
کے حصے مین جائز کہیئے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اوسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور
نہین کذا فی الدرر تصرف بہ توضیح لعدم لو کانا شریکی مفاوضۃ جاز مطلقاً بحر ہان اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقاً جائز ہے

كذا في البحر م طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین یون ہو کہ جائز و نوی الجمیع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جمیع مسلم فیہ مین ہو یعنی جواز مخصوص بنصیب مصالح نہین بلکہ جب وہ سب مین فسخ کرین تو جائز ہے

فصل في التخارج

یہ فصل ہے تخارج کے احکام مین م تخارج خروج سے ہے اور اصطلاح شرع مین تخارج اس سے عبارت ہو کہ وارث اسپر اتفاق کرین کہ مثلا ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچہہ مال معین دیکر کذا فی المنح ؑ اخرجت الورثة احدهم عن التركة وهي عرض او هي عقار بمال اعطوه له ؑ او اخرجوه عن تركة هي ذهب بفضة دفعوها له او على العكس او عن نقدين بهما صح في الكل صرفا للجنس بخلاف جنسه یعنی خارج کردیا وارثون نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہو یا کہ وہ زمین اور باغ ہے بعوض اوس مال کے جو اونہون نے اوسکو دیا یا وارثون نے اوسکو نکالا اوس متروکہ سے جو سونا ہو بعوض چاندی کے کہ اونہون نے اوسکو دی یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کے طرف پھیر کر م صرف جنس بخلاف جنس یہہ علت ہو تخارج عن النقدين بالنقدين کی قل ما اعطوه او كثر لكن بشرط التقابض فيما هو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر بہر صورت تخارج صحیح ہو لیکن تقابض البدلين اوس تخارج مین جو منجملہ عقد صرف کے ہو یعنی اگر چاندی سونیکا تخارج چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط ہی صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفي اخراجه عن نقدين وغيرهما باحد النقدين لا يصح الا ان يكون ما اعطى له اكثر من حصته من ذلك الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج صحیح نہین مگر یہہ کہ جو سونا یا چاندی اوس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اوسکے حصے سے اوس جنس مین سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو م یعنی اگر متروکہ مین درم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے مین مثلا دس درم ہوتے ہون تو عوض اوسکا دس درم سے زیادہ واجب تاکہ دس درم عوض سے اوسکے حصے کے برابر ہو جاوین اور باقی درم باقی متروکہ مغائر درم کے مقابلہ مین پڑین اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہون یا کم یا کچہہ وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہو سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدين عند الصلح وعلمه بقدر نصيبه شرنبلالية وجلالية اور ضرور ہی موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا في الشرنبلالية والجلالية ولو بعرض جاز مطلقا لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہونے سے وكذا لو انكروا ارثه لانه حينئذ ليس ببدل بل لقطع المنازعة اور اسیطرح مطلقا صلح جائز ہی اگر وارث منکر ہون اوسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت مین جو وہ دین بدلا نہین بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہو وبطل الصلح ان اخرج احد الورثة وفي التركة ديون بشرط ان تكون الديون لبقيتهم لان تمليك الدين من غير من عليه الدين باطل اور صلح باطل ہو اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ متروکہ مین دیون ہون اس شرط سے کہ دیون باقی وارثون کے واسطے ہین نہ خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے م جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون پر چھوڑا تو اوسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اوسکو مالک کرنا باطل نہین جسپر دین ہو ثم ذكر لصحته حيلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منه اي من حصته لانه تمليك الدين ممن عليه الدين فيسقط قدر نصيبه عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کے حیل اور تدابیر مذکور کین سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کرین صلح مین ابرا مدیونوں کا مصالح کے حصۂ دین سے یعنی جتنا حصہ ہو مصالح کا دین مین اوسکو وہ معاف کردے تو صحیح ہے اسواسطے کہ اس ابرا مین مالک کرنا ہو دین کا اوسکو جسپر دین ہو اور یہہ صحیح ہے تو بقدر اوسکے حصے کے دین ساقط ہو گا مدیونوں سے م اس حیلہ مین باقی وارثون کا فائدہ یہہ ہو کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونوں پر اور یہہ نہین کہ اوسکا حصۂ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا في صدر الشريعة ؑ او قضوا نصيب المصالح منه اي الدين تبرعا منهم واحالهم بحصته یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اونکے جانب سے اور مصالح اپنی حصۂ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلادے مدیونوں سے م اس وجہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہے

اسوجہ سے کہ نقد بہتر ہو نسیئہ سے کذا فی صدر الشریعۃ او اقرضوھم قدر حصتہ منہ وصالحوھم عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالھم بالقرض علی الغرماء
وقبلوا الحوالۃ وھذہ لا احسن الحیل ابن کمال یا باقی وارث مصالح کو قرض دین بقدر اوسکے حصہ کے دین سے اور صلح کرلین مصالح سے دین کے سوا
اور ترکہ سے بعوض اوس چیز کے جو بدل کی لائق ہو اور مصالح وارثون کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونون پر اور بقیۂ ورثہ اس حوالہ کو قبول کرلین
اور یہہ حیلہ بہتر ہو اور حیلون سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے مین مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیۂ ورثہ کا
ضرر ہو احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی والاوجہ ان یبیعوا کفا من تمرا ونحوہ بقدر الدین ثم یحیلھم علی الغرماء ابن ملک اور اوجہ
حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثون کے واسطے یہہ ہو کہ ورثہ مصالح کے ہاتہہ مٹھی بہر کہجور یا مانند اسکے بیچین بقدر اوسکے دین کے پہر مصالح
اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونون پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ہم اس وجہ مین بقیۂ ورثہ کا سراسر فائدہ ہو لیکن مصالح کا نقصان ہو صریح
وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجھولۃ اعیانھا ولا دین فیھا علی مکیل اوموزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار
شبھۃ الشبھۃ اور جس ترکہ کے اعیان معلوم نہین اور اسمین دین نہین اوسکی صلح کے صحیح ہونے مین مکیل اور موزون پر خلاف ہو اور قول صحیح صحت
صلح کا کذا فی الزیلعی بسبب معتبر ہونے شبہۃ الشبہہ کے شارح نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہو ہم یعنی جب ترکہ مین دین نہو اور اعیان اوسکے
معلوم نہون اور مکیل یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اوسکی صحت مین خلاف ہے فقیہ ابوجعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہو اور ظہیر الدین مرغینانی
عدم صحت کا قائل ہو بعلت شبہہ ربوا وجہ صحت یہہ ہو کہ یہہ سود کا شبہۃ الشبہہ ہو اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ترکہ مین مکیل یا موزون ہو بر تقدیر اوسکی
ہونیکے پہر یہہ احتمال ہو کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہوا اور عدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہے نہ شبہۃ الشبہہ وقال ابن الکمال
ان فی الترکۃ جنس بدل الصلح لم یجز وان لا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز
نہین اور اگر ہمجنس نہین تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اوس صورت مین خلاف ہو ولو الترکۃ مجھولۃ وھی غیر مکیل اوموزون
فی ید البقیۃ من الورثۃ صح فی الاصح لانھا لا تفضی الی المنازعۃ لقیامھا فی یدھم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضھا لم یجز مالم یعلم
جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور اگر ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہو قول اصح مین اسواسطے کہ
جہالت اوسکی موجب نزاع نہین بسبب موجود ہونے ترکہ کے بقیۂ ورثہ کے ہاتہہ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جبتک
کہ تمام مقبوضہ اوسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہین تو
جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہو اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جبتک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ بیان تسلیم کی حاجت
ہو اور تسلیم در صورت جہالت موجب نزاع ہو وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اوسکے نکالنے
کیواسطے اور باطل ہے قسمت ترکہ کے وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکہ سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہوا تو ورثہ ترکہ کے مالک نہین ہوا اسمین صلح
یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اوس صورت مین صلح اور قسمت باطل نہین جب کہ
ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنے ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹہیریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی
بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمۂ میت ہم تقیید براءت مین شارح مصنف کا تابع ہوگیا ہو اور زیلعی مین تو عدم رجوع
فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہو کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوای ترکہ کے یعنی وارث خواہ اپنے مال
ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جو اب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالحوا ولا یقسم قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار
نہین کہ صلح کیجاے اخراج وارث پر یا قسمت کیجاے دین ادا کرنے سے پہلے اوس ترکہ مین جسکو دین محیط نہین ہم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول
بہتر ہو طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہو ولو فعل الصلح والقسمۃ جاز لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو

وقف الکل تعہد الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا کذا فی الوقایۃ لئلا یحتاج الی نقض القسمۃ بحر اور اگر صلح اور قسمت کیجائے ترکہ مذکورہ مین قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہے تو وارثون کا ضرر ہے تو بقدر دین ترکہ موقوف رہیگا بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر استحسان متعلق بصحت یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہ ہے کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکہ کا ہر جز مشغول بدین ہے بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ تقسم بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکالا ازراہ صلح کے تو اوسکا حصہ باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انہون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہو میراث کے سوا وان کان المعطی مما ورثوہ فعلی قدر میراثہم یقسم بینہم اور اگر وہ مال اوسمین سے ہو جسکو انہون نے میراث مین پایا تو بقدر اونکی میراث کے اونمین خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقیدہ الخصاف بکونہ عن انکار فلو عن اقرار فعلی السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید لگائی ہے یعنی جب کہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہ تفصیل ہو تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو قسمت برابر ہے مطلقا خواہ ترکہ سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہے تو گویا وارثون نے اوسکو خرید کیا اور تساوی ظاہر نہیں مگر جب کہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو تامل کذا فی الطحاوی وصلح احدہم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صک التخارج ان فی الترکۃ دینا ام لا فالصلح صحیح و کذا لو لم یذکر فی الفتوی فیفتی بالصحۃ ویحمل علی وجود شرائطہا مجمع الفتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکہ مین دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور اسیطرح اگر یہ مذکور نہو فتوے مین یعنے استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاویگا اور عدم ذکر وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یہ سینے مفتی پر اسکی بحث واجب نہیں کذا فی الطحاوی والموصی لہ بمبلغ من الترکۃ کوارث فیما قدمنا من مسائل التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسیقدر ترکہ سے وصیت کیگئی ہو وہ وارث کے مانند ہے اون احکام مین جنکو ہم مقدم ذکر کرچکے ہین تخارج کے مسائل سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہے اوسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہے صالحوا ای الورثۃ احدہم واخرجوہ من بینہم ثم ظہر للمیت دین او عین لم یعلموہا ہل یکون ذلک داخلا فی الصلح المذکور قولان اشہرہما لا بل بین الکل والقولان حکاہما فی الخانیۃ مقدما لعدم الدخول وقد ذکر فی اول فتاواہ انہ یقدم ما ہو الاشہر فکان ہو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیۃ انہ الاصح ولا یبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہے بلکہ وہ دین اور عین سب وارثون مین مشترک ہے اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضیخان نے اپنے فتاوے کے اول مین ذکر یہ کیا ہے کہ جو قول مشہور تر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول ہی معتمد ٹھیرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ البتہ وہی صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل نہوگی وفی الوہبانیۃ ۵ وفی مال طفل بالشہود فلم یجز + وما یدعی خصم ولا یتنور + اور وہبانیہ مین ہے اور صلح طفل کے اوس مال مین جو گواہون سے ثابت ہو جائز نہین اور صلح جائز نہین اوسمین جسکا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی گواہون سے روشن نکرے ہم اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق نہین مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہو نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہے کذا فی الطحاوی ۵ وجوز علی الابراء من کل عائب + اور صحیح ہے صلح ابرا پر ہر عیب سے ہم لینے مشتری اگر براءت عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے طحاوی

کہا اسواسطے کہ ابرا من العیب بلا بدل صحیح ہی تو اسیطرح بدل کے ساتہہ بہی صحیح ہی کیونکہ یہہ اسقاط حق ہے ٭ ولو زال العیب عنه صالح یرد ٭
اور اگر عیب بیع سی زائل ہوگیا تو صلح باطل ہے ہم یعنی اگر مثلا غلام یا جانور کی آنکہہ میلا یا ماندہ سی صلح کی اور جالا یا ماندہ آنکہہ سی دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی
تو بدل صلح پہیر دیا جاوے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی ٭ ومن قال ان تحلف فانت بری ٭ اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سی کہے کہ اگر
تو قسم کہاوے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنے پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں چنانچہ
مذکور ہوچکا تو اگر مدعی گواہ لاویگا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سی دوسری بار قسم لیجاویگی اسواسطے
کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوئی کذا فی الطحطاوی ٭ ولو صالح کالاجنبی لیحلف ٭ اگرچہ مدعی قسم کہاوے تو صلح
باطل ہی اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں ہم مدعی کی قسم کی یہہ صورت ہی کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کرین کہ اگر مدعی قسم کہاوے
اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہی تو اگر مدعی قسم کہائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر
فلانا شخص سیے غیر مدعی قسم کہائی تو مال مجہہ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الطحطاوی والله تعالی اعلم واستغفر الله الحلیم الغفور

کتاب المضاربة یہہ کتاب ہی عقد مضاربت کے احکام میں ہی لغة مفاعلة من الضرب فی الارض وهو السیر فیها مضاربت باعتبار لغت عرب
مفاعلت ہی ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہی زمین کے چلنے پہرنے سی ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکہا کہ مضارب اکثر زمین پر چلتا پہرتا
ہی نفع حاصل کرنیکے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسواسطے کہ قرض بمعنے قطع ہی اور صاحب مال گویا اپنا مال کاٹ کر
مضارب کو دیتا ہے کذا فی العینی وشرعا عقد شرکة فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعًا مضاربت شرکت
فی المنفعة کا عقد ہی جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کے جانب سی ہو اور عمل مضارب کے جانب سے ہم مثلا حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیئے
کہ اون سی تجارت کرے اور نفع میں دونون شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے
٭ ورکنها الایجاب والقبول ٭ اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے ہم ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ مین نے یہہ مال تجکو بطریق مضاربہ
یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدہی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سی متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل
ہوا وسمین سی تیرا اتنا حصہ ہی یا یون کہے یہہ مال لے آدہوں آدہ نفع پر اور مضارب کہے کہ مین نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن
الحموی ٭ وحکمها انواع لانها ایداع ابتداء ٭ اور حکم مضاربت یعنی اوسکا اثر مترتب چند نوع ہی لیکن باعتبار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت انتہا کہا ہے
شروع میں ہم مضاربت ابتدا میں ایداع اسواسطے ہی کہ قبض کرنا مال کا ہی باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے
بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پہر جب مضاربت ایداع ٹہیری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں
٭ ومن حیل الضمان ان یقرضه المال الا درهما ثم یعقد شرکة عنان بالدرهم وبما اقرضه علی ان یعملا والربح بینهما ثم یعمل المستقرض
فقط فان هلك فالقرض علیه ٭ اور ہلاک راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دی سوای ایکدرم کے پہر شرکت
عنان منعقد کرے اوس باقی درم سے اور اوس مال سی جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونون تجارت کا کام کرین اور نفع دونو
مین برابر ہو پہر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنے مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا ہم شرکت عنان کو اسواسطے
خاص کیا کہ اوسمین نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونون کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہوجاویگی اور مفسد
اشتراط عمل ماحد ہی نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلہ سے مضاربت باقی نرہی بلکہ راس المال میں شرکت ہوگئی ٭ وتوکیل مع العمل لتصرفه بامره ٭ اور مضاربت
توکیل ہی عمل کے ساتہہ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پہر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ کہ اوسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے
کذا فی الدرر ٭ وشرکة ان ربح ٭ اور مضاربت شرکت ہی اگر فائدہ حاصل ہوا اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونون اوسمین شریک ہونگے

وضمنت لو خالف وان اجاز رب المال بعده لصیرورته غاصبا بالمخالفة اور مضاربت غصب ہو اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ
رب المال نے اس خلاف کے بعد اوسکو جائز رکھا ہو کیونکہ جب ہو جانے مضارب کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کہ اوس کے
خریدنے سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہے کہ یہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ ان فسدت
فلا ربح للمضارب حینئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح او لا بلا زیادۃ علی المشروط خلافا لمحمد والثلاثۃ اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہے
اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اوسکے واسطے اوسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح تجارت میں نفع
حاصل ہو یا نہو زیادہ نہ دی جاوے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے ہم اجارۂ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اوسکی اجرت مثل مشروط سے
زیادہ نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ شرط لنفسه عشرۃ دراهم فلا شیء له فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ
فهذا مستثنی من اجر عمله مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہے مگر اوس وصی میں جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے
دس درہم کا شرط کر لینا تو اوسکو کچھ اجرت نملیگی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کریگا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہے اجرت عمل سے ہم بیان
محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہے یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء له سے لیکن شارح نے
مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہہ دیا فالفاسدۃ لا ضمان فیها ایضا کصحیحۃ لانه امین اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے
مضاربت صحیحہ میں اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضمین نہیں ہوتا ودفع المال الی اخر مع شرط الربح کله للمالك بضاعة فیکون وکیلا متبرعا
دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہے یعنے یہہ عقد مضاربت نہیں بلکہ عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل
کرنیمے وکیل محسن ہوگا مالک کا احسان یہہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہیں کیا ومع شرطه للعامل قرض لقلة ضرره اور تمام نفع عامل
کے واسطے مشروط ہونیکے ساتھ مال کا دینا قرض ہے بوجہ قلت ضرر قرض ہم یعنے اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونوں میں یہہ ہوئی کہ
تمام نفع محنت کرنیوالے نہ صاحب مال تو یہہ مضاربت نہیں ہے قرض ہے اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جب کہ راس المال کا
مالک ہو اور ملک متصور نہیں مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ میں مالک کا سراسر نقصان ہے اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہے عین اور اوسکے بدل دونوں سے
بخلاف قرض کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہے نہ اوسکے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹھیرایا نہ ہبہ کذا فی الطحاوی مختصرا بتصرف
وشرطها امور سبعة اور صحت مضاربت کی سات شرطیں ہیں ۱ شرط راس المال کا بحلاء اثمان سے ہونا ۲ اوسکا معلوم ہونا ۳ راس المال کا
عین ہونا نہ دین ۴ مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین مقدار ۶ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷ مضارب کا حصہ منفعت سے
ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی متن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکۃ شرط صحت مضاربت
ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اوس مال سے جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے اسواسطے کہ مضاربت
شرکت ہے فائدہ حاصل ہونیکے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ
کذا فی الدرر وهو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنی اسطرح کہ عاقدین عقد مضاربت کریں مقدار معین راس المال پر مثلا ہزار یا
دو ہزار درہم پر وکفت فیه الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونیمیں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے صورت اشارہ یہہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو
درہم دیئے اور اونکی مقدار معلوم نہیں اسکو تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفته للمضارب بیمینه والبینة للمالك اور دونوں
اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہے واما المضاربة بدین فان کان
علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکره اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہے
اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبدا نسیئة ثم بعه وضارب بثمنه ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام

اور دینار خرید کر پھر ادسکو بیچ اور اوسکے ثمن سے مضاربت کر سو اوس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اسواسطے کہ مضاربت غلام کے طرف مضاف نہیں
جو جائز نہو بلکہ اوسکے ثمن کیطرف مضاف ہوا اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدر را اور یہ حیلہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کی
ثمن کے طرف مضاربت کو مضاف کرے کقوله لغاصبٍ و مستودعٍ او مستبضعٍ اعمل بما فی یدك مضاربۃً بالنصف جاز مجتبی چنانچہ
یون کہنا غاصب یا مودع یا مستبضع سو کہ تجارت کر اوس مال سے جو میرا تیرے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر تو جائز ہی کذا فی المجتبی ہم
مستبضع وہی جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اوس صورتمین جائز ہوگی جب غاصب غیرہ کے پاس اوس قسم کا مال ہو جسمین
مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وكون رأس المال عينًا لا دينًا كما بسط فی الدرر اور شرط صحت ہی ہونا راس المال کا عین یعنی عین
ہونا شرط ہی نہ دین ہونا چنانچہ ہمکو درر مین واضح بیان کیا ہی ہم درر مین ہے عین ہونا شرط ہو نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضاربت عین ہی شرد مین اور
جس پر دین ہے اوس کا امین ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اوس دین مین جو تیرے ذمے ہی بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز
نہین انتہی طحطاوی ذکہا مین سو عرض مراد نہین بلکہ معین مراد ہے وتسليم المال الی المضارب ليمكنه التصرف درانحالیکہ رب المال تسلیم کرنیوالا ہو راس المال کا
مضارب کو تا اوسکو تصرف اوس کا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہی اور وہ ممکن نہین بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہہ شرط
کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال بامر مضارب اس المال سی خرید فروخت کرے تو منفع مین دونون شریک
ہونگے ہو جہت شرط کے اسواسطے کہ استعانت ہو عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف شتراط عمل رب المال مین عقد مین کہ وہ مفسد ہی کذا فی الطحطاوی
بخلاف الشركة لان العمل فيها من الجانبين بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ اوسمین دونون جانب سی عمل ہے وكون الربح بينهما شائعًا
فلو عين قدرًا فسدت اور شرط مضاربت ہی ہونا منفعت کا مابین دونون کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرلے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت
شائع ہو مثلًا دونون مین نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ اسمین منفعت کی شارکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ سو درم یا
نصف منفعت کی ساتھہ دس درم زیادہ تو یہہ قاطع ہی شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نرہی تو مضاربت باقی
نرہی وكون نصيب كل منهما معلومًا عند العقد اور شرط مضاربت ہی ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک
معلوم ہو نہ مجہول صورت مجہول یہہ ہے کہ مثلًا مالک کہے مضارب سے کہ تجھکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہی معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی
نفع کے واسطے تو اوسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطها كون نصيب المضارب من الربح حتى لو شرط له من رأس المال او منه
ومن الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے ہے ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونون سے حصہ
شرط ہو تو مضاربت فاسد ہی اسواسطے کہ ان دونون شرطون کو عقد مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ كل شرط يوجب جهالة فی الربح او يقطع
الشركة فيه يفسدها والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارًا بالوكالة جلالیہ مین ہی جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع مین وہ
شرط مفسد مضاربت ہو اور نہین تو شرط باطل ہو جاتی ہی اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس وکالت کے یعنی جسطرح وکالت شرط فاسد سی فاسد نہین ہوتی
ہم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دونکے سوا اور شرط
فاسد جو مفسد عقد نہین از انجملہ یہہ ہی کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جاوے یا دونون پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعى المضارب فسادها
فالقول لرب المال وبعكسه فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اسکے بعکس یعنے اگر
صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے الاصل ان القول لمدعي الصحة في العقود الا اذا قال رب المال شرطت لك الثلث
الربح الا عشرة وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فيه فسادها لانه منكر زيادة يدعيها المضارب خانيه اور قاعدہ کلیہ
یہہ ہی کہ عقود مین مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہو مگر جب کہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہی سوای دس درم کے
یعنے دس درم کم

اور مضارب کو ثلث نفع مشروط ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول مین فساد مضاربت ہو مقبول اسواسطے ہو کہ صاحب مال اوس
زیادت کا منکر ہو جسکا مضارب دعوی کرتا ہو کذا فی الخانیہ وَمَا فِی الاَشْبَاہِ فِیہِ اشْتِبَاہٌ فَافْہَمْ اور جو قول اشباہ مین ہو اوسمین اشتباہ ہو سو اوسکو
سمجہ لے ہم اشباہ کی عبارت یہہ ہو القولُ قولُ مُدَّعِی الصحۃِ اِلَّا اِذَا قَالَ رَبُّ المالِ شَرَطْتُ لَکَ الثُّلُثَ وَزِیَادَۃَ عَشْرَۃٍ وَقَالَ المضارِبُ الثلثَ فالقولُ
للمضارِبِ یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہو مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے
ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہو انتہی الترجمۃ مصنف نے اپنی شرح مین اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ
کے مطابق ہو اسواسطے کہ مضارب اس صورت مین مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہو صاحب اشباہ کو اشتباہ یہہ واقع ہوا
کہ اوسنے یہہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکور قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اوسمین داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحاوی وَیَمْلِکُ المضارِبُ فِی
المُطْلَقَۃِ الَّتِی لَمْ تُقَیَّدْ بِمَکَانٍ اَوْ زَمَانٍ اَوْ نَوْعٍ البَیْعَ وَلَوْ فَاسِدًا بِنَقْدٍ وَنَسِیْئَۃٍ مُتَعَارَفَۃٍ اور مضارب مالک ہو مضاربت مطلقہ یعنی
اوس مضاربت مین جسمین مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہین بیچنے کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیچ کرے یا مدت متعارفہ کے
ساتھہ ہم یہہ مراد نہین کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹہرے اور مال اوسکے
ہاتھہ مین امانت نہ باقی رہے مدت مین متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو وَالشِّرَاءَ وَالتَّوْکِیْلَ بِھِمَا اور مضارب
خرید کرنے کا مالک ہو اور خرید فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنیکا مالک ہو وَالسَّفَرَ بَرًّا وَبَحْرًا وَلَوْ دَفَعَ لَہُ المَالَ فِی بَلَدِہٖ عَلَی الظَّاھِرِ
اور مالک ہو سفر کرنے کا خشکی اور تری مین یعنے زمین اور دریا مین اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنی شہر مین نہ مسافرت مین بنابر قول ظاہر کے
ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہو امام سے کہ اگر اپنے شہر مین مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اوسکو سفر کرنا
تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہہ ہے کہ مضاربت مشتق ہو ضرب فی الارض سے یعنی زمین مین سیر کرنا تو بمقتضاء لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہو وَالاِبْضَاعَ
ای دَفْعَ المَالِ بِضَاعَۃً اور مالک ہو ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنے تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو وَلَوْ لِرَبِّ المَالِ فَ
لَا تَفْسُدُ بِہٖ المضارَبَۃُ کَمَا یَجِیْءُ اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بہی اوسکو اختیار ہو اور اس دینے سے مضاربت فاسد
نہین ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا وَیَمْلِکُ الاِیْدَاعَ وَالرَّھْنَ وَالاِرْتِھَانَ وَالاِجَارَۃَ وَالاِسْتِیْجَارَ فَلَوْ اسْتَاجَرَ اَرْضًا بَیْضَاءَ لِیَزْرَعَھَا اَوْ
یَغْرِسَھَا جَازَ ظَھِیْرِیَۃٌ اور مضارب مالک ہو کسیکے پاس ودیعت رکہنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رہن رکہنے اور اجارہ دینے اور اجارہ
لینے کا تو اگر ٹہیکہ لے سفید زمین یعنے خالی زمین کا تا اوس مین کہیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظھیریۃ وَالاِحْتِیَالَ ای قَبُوْلَ الحَوَالَۃِ
بِالثَّمَنِ مُطْلَقًا عَلَی الاَیْسَرِ وَالاَعْسَرِ لِاَنَّ کُلَّ ذٰلِکَ مِنْ صَنِیْعِ التُّجَّارِ اور مالک ہو احتیال کا یعنے ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا کشادہ دست
اور تنگدست پر اسواسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنے بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور
احتیال سوداگرونکے دستور العمل سے ہو لَا یَمْلِکُ المُضَارَبَۃَ وَالشِّرْکَۃَ وَالخَلْطَ بِمَالِ نَفْسِہٖ اِلَّا بِاِذْنٍ اَوْ اِعْمَلْ بِرَاْیِکَ اِذِ الشَّیْءُ لَا یَتَضَمَّنُ مِثْلَہٗ
مضارب مالک نہین مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہین دے سکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھہ ملانیکا مگر صاحب
مال کی اذن یا اوسکے یون کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے مالک نہین کہ شی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کو
متضمن ہوتی ہو ہم عدم تضمن ماثل عدم ملک مضاربت کی علت ہو نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یون کہتا اِذِ الشَّیْءُ لَا یَتَضَمَّنُ مِثْلَہٗ وَالْاَعْلٰی مِنْہُ تو بہتر ہوتا
اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہی مضاربت سے خلط مال اوس صورت مین جائز نہین جب اوس شہر مین رائج نہو اور اگر ملانیکا رواج ہو تو مضارب
پر ضمان نہین کذا فی الطحاوی وَلَا الاِقْرَاضَ وَالاِسْتِدَانَۃَ وَاِنْ قِیْلَ لَہٗ ذٰلِکَ اَیْ اِعْمَلْ بِرَاْیِکَ لِاَنَّھُمَا لَیْسَا مِنْ صَنِیْعِ التُّجَّارِ فَلَمْ یَدْخُلَا فِی
تَعْمِیْمِہٖ مَا لَمْ یَنُصَّ المَالِکُ عَلَیْھِمَا فَیَمْلِکُھُمَا اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور اودہار لینے کا اگرچہ قول سند کو اوس سے کہا ہو یعنی اگرچہ

صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ وہ دونون تجار کے دستور عمل سے نہین ہین تو وہ تعمیم قول مذکور مین داخل نہونگی جب تک مالک اذن دونون پر تصریح نکر دے پھر تصریح کے بعد اونکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ تجھکو قرض دینے اور ادہار لینے مین اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین اور ذخیرہ مین ہے کہ استدانت ممنوعہ یہہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ ترمثن پر خرید کرے وان استدان کانت شرکۃ وجوہ وحینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصرہ بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فہو متطوع لانہ لا یملک الاستدانۃ بہذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور جس وقت مین کہ اگر مضاربت کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اوسکو پانی سے دہولایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لاد لایا اپنے مال سے اور حالانکہ اوس سے وہ قول کہا گیا تہا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہین لیسکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادہار کرنیکا مالک نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ صورت استدانت یہہ ہے کہ دراہم اور دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے انہو چنانچہ کوئی جنس خرید کی درم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درم یا دینار باقی نہین تو اگر باقی ہوگا تو یہہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور ہدایہ مین ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہین اسیطرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت جائز نہین تو اگر تمام مال مضاربت سے تہان خرید کئے پھر اونکی باربرداری یا شوب یا چہیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اوسکے پاس مال مضاربت سے کچھہ باقی نہین رہا تو استدانت سے مضاربت پر ادہار کرنا ٹھیرا تو جائز نہوا تو یہہ ٹھیرا کہ مضارب نے اپنی طرف سے تبرع کیا ہے کذا فی الطحاوی وانما قال بالماء لانہ لو قصرہ بالنشا فحکمہ کالصبغ اور مصنف نے کپڑے کے شوب مین فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب نے تہان کو نشاستہ سے دہلوا دیگا تو اوسکا حکم کپڑا رنگانیکی مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ فیہ لو دخل فی اعمل برایک کالخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دیگا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اوس مقدار مین جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستہ کی بدولت سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم مین کہ عمل کر اپنی صوابدید کے موافق خلط مال کی مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب کے واسطے اوسکی رنگ کی قیمت کا حصہ بشرطیکہ اوسکی بکنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال مین ہے مثلا سفید تہان خریدا ہوا پانچ روپئے کو راس المال سے اور اب اوسکا ثمن بدون رنگ کے سات روپئے ہوگیا اور رنگین کرنیسے آٹھہ روپئے کو بکا تو مضارب آمین دو روپئے لیگا اور صاحب مال ایک روپیہ اسواسطے کہ سفید تہان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا اور ایک روپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت مین پایا ولولم یقل اعمل برایک لو یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یون نکہا کہ عمل کر بموجب اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک نہوگا بلکہ غاصب ٹھیریگا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نرہا مضارب کے پاس تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحاوی وانما قال احمر لما مران السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ ہو اسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان مین داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول مین کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر ہم مذکور ہو چکا کہ یہہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانہ مین سیاہ رنگ نقصان مین داخل نہین سرخ رنگ کی مانند ہو داخل ہوگا تعمیم قول مین اور رنگون کے مانند کذا فی الطحاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو بعد العقد مالم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجیء اور مضارب مالک نہین تجاوز کرنے شہر کا یا تجاوز قماش یا وقت یا اوس شخص کا جسکو مالک نے معین کر دیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جبتک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت نہین ہوگیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہین تو تخصیص تجارت کا بہی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا اور تجاوز امور مذکورہ مین اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب متصرف مال کا مالک نہین مگر مالک کی تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی اسیطرح اوس نے تفویض کی اور تخصیص مکور خالی فائدہ سے نہین اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور امتعہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر وقیدنا بالمفید لان

غیر المفید لا یعتبر اصلاً کنھیہ عن بیع الحال قید لگائی ہو تقیید مفید کی اسواسطے کہ تخصیص غیر مفید ہرگز معتبر نہین چنانچہ منع کردیا صاحب مال کا بیع حال سے یعنی
نقد سے واما المفید فی الجملۃ کسوق من مصرٍ فان یصح بالنھی صح ولا ۷۷ اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص سو اگر
نہی کی صاحب مال نے تصریح کردی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین ہم شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہین کہ شہر با وجود تباین اطراف کی
بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی مصرح ہو بطور کہ تجارت کر فلانے بازار مین اور نہ تجارت کرنا اوسکے سوا اور بازار مین تو اب تقییہ صحیح ہوگی کذا فی
الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ وکان ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکل کر دوسرے شہر مین خرید اری کی یا
جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل مین تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھہ خرید فروخت کی تو مضارب پر ضمان
مال لازم ہوگا مخالفت کرنیسے اور وہ خرید مخالف امر مالک فقط مضارب کی ہوگی یعنے تو اوسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اوس نے
غیر کے مال پر بدون اوسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم یتصرف فیہ حتی عاد للوفاق عادت المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضاربت مین تصرف
نکیا یہان تک کہ پھر آیا شہر معین مین تو مضاربت پھر صحیح ہو جاویگی ہم یہہ متعلق ہے تعیین شہر سے یعنے اگر مالک نے شہر معین کردیا اور مضارب اوس شہر سے نکلا تو مضاربت
سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اوسی شہر مین پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اوسکے
ہاتھہ مین قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبار الجزء بالکل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال
مضاربت مین عود کیا جزء کو کل کے ساتہہ قیاس کر کے ہم یعنی اگر بعض مال کو غیر معین مین صرف کیا اور بعض کو معین مین رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے ولا یملک
تزویج قن من مالھا اور مضارب مالک نہین نکاح کرنیکے اوس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من یعتق علی رب المال بقرابۃ او
یمین اور مضارب مالک نہین اوس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت قریبہ کے ہم قسم کی یہہ صورت ہے کہ صاحب مال نے
کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر مین اوس کا مالک ہون تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المقیدۃ للوکالۃ
کان قال عبداً ابیعہ او استخدمہ او جاریۃ اطأھا برخلاف خرید کرنیکے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اوس مملوک کے خرید کرنیکا اختیار رکھتا ہے جو موکل پر
آزاد ہو جاوی جب کہ قرینہ مخصص وکالت نہو چنانچہ یون کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے وہ غلام خرید کر کہ جسکو مین بیچون یا اوس سے خدمت لون یا جاریہ
خرید کر جس سے مین قربت کرون ہم تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہے کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا بچاہیے کہ موکل پر آزاد ہو جاوے ولا من
یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربح ہو ھنا ان تکون قیمۃ ھذا العبد اکثر من کل راس المال کما بسطہ العینی فلیحفظ اور
مضارب اوس غلام کو خرید کرنیکا مالک نہین جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بسبب قرابت کی بشرطیکہ مال مضاربت مین نفع ہو نفع سے یہان مراد وہ نفع ہے کہ اوس غلام کی
قیمت اکثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ
آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جاویگا کیونکہ اوسکی بیع امام کے نزدیک جائز نہین یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا طور نفع سے
مراد یہہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال مین نفع ہو یا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب
کی ملک اوس غلام مین ظاہر نہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھیریگا راس المال سے تو اگر راس المال اول ہزار تھا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو
مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اوسپر آزاد نہوگا انتہے مختصراً کذا فی الطحطاوی فان فعل شراء من یعتق علی واحد منھما
وقع الشراء لنفسہ سو اگر مضارب نے اوس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر تو واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کے واسطے نہ مضاربت کیواسطے ہم اور مضارب
تاوان دیوے دونون صورتون مین پہلی صورت مین جمیع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت مین بقدر حصہ مضارب کے اوس کی
ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کان ذلک للمضاربۃ اور اگر وہ نفع نہو جسکو ہم عینی سے بیان کیا تو مضاربت کے
واسطے خرید صحیح ہوگی ہم یہہ متعلق ہے اوس صورت کے ساتہہ جب کہ مضارب اوسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الحلبی فان ظھر الربح بزیادۃ

له یعنی المضارب یہ کہہ کر منع کرے کہ مت کرنا ورنہ ضامن ہوگا ۱۲

قیمتہ بعد الشراء عتق حظہ ولم یضمن نصیب لماالمولی لعدم صنعہ بل یسعی العبد المعتق فی قیمۃ نصیبہ ای نصیب المالک پھر اگر نفع ظاہر ہو
غلام کی قیمت بڑہ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصے مین بسبب آزاد ہوجانے غلام کے
بلا صنعت مضارب اور کوشش کریگا آزاد غلام ادای قیمت مین بقدر حصہ رب المال کے ہم غلام اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب بیچ قریب حصہ کا مالک ہوا اور
مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند الملک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے ۱۲ ... مضارب کذا فی الدرر وقولہ
اشتری الشریک من یعتق علی شریکہ او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد لانہ لا نظر فیہ للصغیر ... اور شریک نے ایسا غلام کو
خرید کیا جو آزاد ہوجاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اوس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہوجاوے صغیر پر تو بیع خود عاقد پر نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمین منفعت
صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک مین وجہ یہ ہے جو مضارب مین مذکور ہوچکی یعنے
عدم حصول نفع شریک والماذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لہما زیلعی اور عبد
ماذون نے جب کہ اوس غلام کو خرید کیا جو مولے پر آزاد ہوجاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولے پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہو اور نہین تو آزاد
نہوگا برخلاف صاحبین کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اوسکی گردن اور کسب کو محیط ہو یا نہو امام کے نزدیک آزاد نہوگا اور
صاحبین کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحاوی مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا
فصارت قیمتہ ای الولد وکذا کما ذکرنا الفا ونصفہ ای خمسمائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح المذکور فعتق مضارب
جسکے پاس ہزار درم ہین بطور نصف منفعت پر اوس نے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی لیجئے بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار
درہم کے برابر ہے پھر مضارب نے اوس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی حالت مین پھر قیمت اوسکی یعنے فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ
ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو اب ولد مذکور آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی
مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اوسکا فرزند ٹھیریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنے بقدر ربح کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا
اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک مین مضارب کی صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہین ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصرا
وسعی الابن للمالک فی الالف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اوسکی چوتھائی یعنی ساڑھے
بارہ سو درم مین سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اوسکو آزاد کردے ہم ہزار براس المال کی بابت ہوا اور ڈھائی سو نفع کی بابت مالک کے حصے مین ٹھیرے
ولو قبض المالک بعد قبضہ الفا من الولد ضمن المدعی ولو معسرا لانہ ضمان تملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور
صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے ملک کا
یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے مالداری اور مفلسی مین بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی مین ہم قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے یہ پہلے شرط ہوا تا کہ
لونڈی مضارب کی ام ولد ہوجاوے اسلئے کہ لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہوگئی اور
بالکل منفعت مین داخل ہوگئی تو اب اسمین مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی مین کھل گئی کذا فی الطحاوی ویحمل علی انہ تزوجہا
ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب اسپر محمول ہوگی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کرلیا باذن بائع پھر اوسکو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تھی مضارب سے
ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زناکار نہ ٹھیرے ولو ہلکت قیمتہا الفا ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو موسرا
فلو معسرا فلا سعایۃ علیہا لانہا ام ولد لا تسعی وتمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہوجائیگی اور مضارب تاوان
دیگا مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مضارب مالدار ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق
مین ہے ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اوسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور تضمین مضارب مین مالداری کی قید بحر الرائق مین واقع ہوئی

ہی لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ مضارب پر مطلقاً ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہہ ضمان تملک ہی اور قرینہ اسپر یہہ ہے کہ ام ولد پر سعایت نہیں پہر حق مالک کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہی اور پورا بیان بحر الرائق کا یہہ ہے کہ جب تک مالک راس المال نہ لے گا تب تک لڑکا رقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی المجتبیٰ

بَابُ المُضَارِبِ يُضَارِبُ

یہہ باب ہے اوس مضارب کے احکام مین جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دے بطریق مضاربت کے لما قدّم المفرد شرع فی المرکبۃ فقال جب کہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کرچکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا فَاِنْ ضَارَبَ المُضَارِبُ اٰخَرَ بِلَا اِذْنِ المَالِکِ لَمْ یَضْمَنْ بِالدَّفْعِ مَا لَمْ یَعْمَلِ الثَّانِیْ رَبِحَ الثَّانِیْ اَوْ لَا عَلَی الظَّاہِرِ لِاَنَّ الدَّفْعَ اِیْدَاعٌ وَہُوَ یَمْلِکُہٗ فَاِذَا عَمِلَ تَبَیَّنَ اَنَّہٗ مُضَارَبَۃٌ فَیَضْمَنُ مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت پر بلا اذن مالک دیا تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نکرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو بنابر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکہنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکہتا ہی پہر جب ثانی نے تجارت اسمین شروع کی تو کہل گیا کہ ودیعت نہتی مضاربت ہی تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر اِلَّا اِذَا کَانَتِ الثَّانِیَۃُ فَاسِدَۃً فَلَا ضَمَانَ وَاِنْ رَبِحَ بَلْ لِلثَّانِیْ اَجْرُ مِثْلِہٖ عَلَی المُضَارِبِ الْاَوَّلِ وَلِلْاَوَّلِ الرِّبْحُ المَشْرُوْطُ مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہین اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کیواسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کو وہ نفع ہی جو اوسمین اور مالک مین شروط ہے درصورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹہریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فَاِنْ ضَاعَ المَالُ مِنْ یَدِہٖ اَیْ یَدِ الثَّانِیْ قَبْلَ العَمَلِ المُوْجِبِ لِلضَّمَانِ فَلَا ضَمَانَ عَلٰی اَحَدٍ پہر اگر مال ضائع ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتہ سے اوس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہی وَکَذَا لَا ضَمَانَ لَوْ غُصِبَ المَالُ مِنَ الثَّانِیْ وَاِنَّمَا الضَّمَانُ عَلَی الغَاصِبِ فَقَطْ اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہین اگر ثانی سے مال چہین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہی وَلَوِ اسْتَہْلَکَہُ الثَّانِیْ اَوْ وَہَبَہٗ فَالضَّمَانُ عَلَیْہِ خَاصَّۃً اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کردیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کرکے فَاِنْ عَمِلَ حَتّٰی ضَمِنَہٗ خُیِّرَ رَبُّ المَالِ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَ المُضَارِبَ الْاَوَّلَ رَاْسَ مَالِہٖ وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الثَّانِیَ وَاِنِ اخْتَارَ اَخْذَ الرِّبْحِ وَلَا یُضَمِّنُ لَیْسَ لَہٗ ذٰلِکَ بحر پہر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہی چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اوسکو وہ جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب ٹہر گیا اور مالک کو مغصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل مین نفع لینے مین غاصب سے کذا فی الطحاوی فَاِنْ اَذِنَ المَالِکُ بِالدَّفْعِ وَدَفَعَ بِالثُّلُثِ وَقَدْ قِیْلَ لِلْاَوَّلِ مَا رَزَقَ اللّٰہُ فَبَیْنَنَا نِصْفَانِ فَلِلْمَالِکِ النِّصْفُ عَمَلًا بِشَرْطِہٖ وَلِلْاَوَّلِ السُّدُسُ البَاقِیْ وَلِلثَّانِی الثُّلُثُ المَشْرُوْطُ پہر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تہا کہ جسقدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم مین نصفا نصف ہی تو مالک کیواسطے نصف نفع ہی بموجب اوسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے چہٹا حصہ ہی جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہی وَلَوْ قِیْلَ مَا رَزَقَکَ اللّٰہُ بِکَافِ الخِطَابِ فِی المَسْئَلَۃِ بِحَالِہَا فَلِلثَّانِیْ ثُلُثُہٗ وَالبَاقِیْ بَیْنَ الْاَوَّلِ وَالمَالِکِ نِصْفَانِ بِاعْتِبَارِ الکَافِ فَیَکُوْنُ لِکُلٍّ ثُلُثٌ اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کے جو تجکو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اوسیطرح ہو یعنے اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجکو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہی تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیان مضارب اول اور مالک مین نصفا نصف ہین باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملیگا مالک کی شرط مضارب اول سے یہہ تہی کہ جو نفع اوسکو ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہو سو اوسکو نفع نہیں ملا سوای دو تہائیوں کے تو دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملی وَمِثْلُہٗ مَا رَبِحْتَ مِنْ شَیْءٍ اَوْ مَا کَانَ لَکَ فِیْہِ مِنْ رِبْحٍ وَنَحْوُ ذٰلِکَ اور قول سابق کے مانند ہی یون کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجکو فائدہ حاصل ہو کسیچیز سے یا جسچیز مین تجکو نفع ہو اور مانند اسکے ہم چنانچہ یون کہنا کہ جو تجہ پر خدا فضل کرم کرے یا جو تجکو بڑہوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع سے اور باقی اول اور مالک مین نصفا نصف ہی

وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقی بین المالک والاول اور اسیطرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال لہ ما رزقت بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی النصف واستویا فیما بقی لانہ لم یوجبہ سواہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجھکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اسواسطے کہ مضارب اول نے سوای نصف باقی کے کچھہ فائدہ نہیں پایا ولو قیل ما رزق اللہ فلی نصفہ او ما کان من فضل اللہ فبیننا نصفان فدفع بالنصف فللمالک النصف وللثانی کذلک ولا شیٔ للاول لجعلہ ما لہ للثانی اور اگر مضارب اول سے یون کہا گیا کہ جو تجھکو اللہ تعالے روزی دے تو اوسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسیطرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھہ نہیں بسبب کر دینے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تہا سو اوس نے مضارب ثانی کیواسطے مقرر کر دیا ولو شرط الاول للثانی ثلثیہ والمسئلۃ بحالہا فلمن الاول للثانی سدسا بالتسمیۃ لانہ التزم سلامۃ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیان شرط کین اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے معین کر دینے کے سبب سے اسواسطے کہ اوس نے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے ہم توضیح مسئلہ یہہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو نفع ملے وہ مجھہ میں اور تجھہ میں نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیان منفعت کی تیری ہین تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصہ کے ہے وہ ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کاملین کی شرط ہوگئی ہے وان شرط المضارب للمالک ثلثہ وشرط لعبد المالک ثلثہ وقولہ علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید وشرط لنفسہ ثلثہ صح وصار کانہ اشترط للمولی ثلثی الربح کذا فی عامۃ الکتب وفی کثیر المتن والشرح ہہنا خلط فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کے واسطے تہائی اور اس کا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھہ عمل کرے تو شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلہ کی یعنے اشتراط اور عدم اشتراط حکم میں برابر ہین اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گو یا مضارب نے مولے کے واسطے دو تہائیان شرط کین اسی طرح یہہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہان خلط واقع ہوا ہے سو اوس سے اجتناب کیجیو ہم متن کے ایک نسخہ میں یون دیکہا ولو شرط للثانی ثلثیہ ولعبد المالک ثلثہ علے ان یعمل معہ ولنفسہ ثلثہ صح انتہے حالانکہ یہہ فاسد ہے کہ چار تہائیان مجتمع نہیں ہوتی ہین اور مسئلہ میں مضارب ثانی کا وجود بہی نہیں اور شرح کی عبارت یہہ ہے علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید بل لتصحیح الشرط ویکون لسیدہ وان لم یشترط لا یجوز انتہے حق یہہ ہے کہ لا یجوز حذف کیا جاے اسواسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحطاوی ولو عقدھا الماذون مع اجنبی وشرط الماذون عمل مولاہ لم یصح ان لم یکن الماذون علیہ دین لانہ اشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھہ اور ماذون نے اپنے مولے کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہین اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ یہین عمل کا شرط کرنا ہے مالک پر والا صح لانہ حینئذ لا یملک کسبہ واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لانہ یمنع التخلیۃ فیمنع الصحۃ اور اگر ولیسا نہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولے صحیح ہے اسواسطے کہ اوس وقت میں مولے اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھہ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا یعنی مضاربت مین عمل مضارب ضرور ہے اور اوسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھہ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ میں وکذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاہ کالو عقدہ مولاہ اور اسیطرح مانع صحت عقد ہے عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھہ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھہ بخلاف مکاتب کے کہ اوس نے اپنے مولے کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہے چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولے کے ساتھہ ہم وجہ صحت یہہ ہے کہ مکاتب اپنی مکسوبات میں

احرار کی مانند ہو پھر اگر عاجز ہو جاوے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحاوی ولو شرط بعض الربح للمساكين او للحج
او في الرقاب او لامرأة المضارب او مكاتبه صح العقد لم يصح الشرط ويكون المشروط كالمسكوت لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجوں کے
واسطے یا حج کیواسطے یا گردنوں کے چھڑانیکے واسطے یا مضارب کی عورت کے واسطے یا اوسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہے اور شرط صحیح نہیں اور
نفع مشروط صاحب مال کا ہے نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہم زوجۂ مضارب یا مکاتب کے واسطے اشتراط نفع اوس صورت میں غیر صحیح ہے جب کہ انکا
عمل شرط نہو اور اگر اون کا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور شرط وہیں کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہوگئی عمل شرط کرنے سے
اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہوگی بلکہ ہبہ موعودہ ہے جس کا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین
اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحاوی ملخصا ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء ه لنفسه او لرب المال
صح الشرط والا بان شاء لاجنبي لا يصح اور اگر بعض منفعت اوس شخص کے لیے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کے
واسطے چاہے تو شرط صحیح ہے اور اگر اپنے یا مالک کے واسطے نچاہے بلکہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنے اسواسطے کہ اوس کا عمل شرط
نہیں کیا ومتى شرط البعض لاجنبي ان شرط عليه عمله صح الشرط والا لا اور جب کہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اوسپر اسکا عمل بھی شرط ہوا تو
شرط صحیح ہے اور نہیں تو شرط صحیح نہیں یعنے تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی قلت لكن في القهستاني انه يصح مطلقا والمشروط
للاجنبي ان شرط عمله والا فللمالك ايضا وعزاه للذخيرة خلافا للبرجندي وغيره فتنبه میں کہتا ہوں لیکن قہستانی میں ہے کہ عقد مضاربت صحیح
ہے مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہوا یا نہوا اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اوس کا عمل مشروط ہوا اور اگر اوسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہے اور قہستانی
نے اس قول کو ذخیرہ کے طرف نسبت کیا ہے برخلاف قول برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو جب یہہ ثابت ہوچکا اول کہ عقد مضاربت ہر صورت میں صحیح ہے
اور نفع اجنبی کے واسطے بشرط اوسکے عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہے اور برجندی کا کلام غلام میں ہے نہ اجنبی میں چنانچہ شرح الملتقی سے معلوم ہوتا
ہے کذا في الطحاوي ولو شرط البعض لقضاء دين المضارب او دين المالك جاز ويكون للمشروط له قضاء دينه ولا يلزم بدفعه لغرمائه بحر اور اگر
بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنیکے واسطے شرط ہوا تو جائز ہے اور مشروط لہ کو اپنے دین کا ادا کرنا اوس نفع سے جائز ہے اور ہر ایک مضارب
اور مالک پر لازم نکیا جاویگا دینا نفع مذکور کا اوسکے دین والوں کو کذا فی البحر وتبطل المضاربة بموت احدهما لانها وكالة اور باطل ہوجاتی ہے مضاربت مالک
یا مضارب کی موت سے بسبب ہونے مضاربت کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہوجاتی ہے موکل یا وکیل کی موت سے وكذا بقتله وحجر يطرأ على احدهما وجنون
احدهما مطبقا قہستانی اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہوجانیسے اور ایسے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے
جنون مطبق ہونے سے ہم بالغ ممنوع التصرف ہوجاتا ہے جنون سے یا سفاہت سے یا عدم اداء دین کی وجہ سے ہرچند جنون منع تصرف میں داخل تھا لیکن شارح نے
پھر اسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اوسمین اطباق کی قید لگادے وفي البزازية مات المضارب والمال عروض باعها وصيه اور بزازیہ میں ہے کہ مضارب
مرگیا اور مال عروض اور قماش سے یعنے اسباب ہے نقد نہیں ہے تو اسکو مضارب کا وصی بیچ ڈالے اور قول اصح یہہ ہے کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو
بیع میں اختیار ہے اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو فقط مالک مختار ہے یا کہ حاکم مضارب کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع میں دخل کرے پھر جب
مال نقد ہو جاوے تو مالک اپنا راس المال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اوسکے وارث لیں کذا فی الطحاوی ولو مات رب المال والمال نقد بطل
في حق التصرف ولو عرضا تبطل في حق المسافرة لا التصرف فله بيعه بعرض ونقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال نقد ہے تو مضاربت باطل ہے
حق تصرف میں یعنی مضارب اس مال سے بیع اور شرا نہیں کر سکتا اور اگر مال عرض ہے نہ نقد تو مضاربت باطل ہے حق مسافرت میں یعنے مضارب اس اسباب کو
سفر میں نہیں لیجا سکتا تو اوسکو وطن میں اسکا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہے ہم اور اگر مضارب دوسرے شہر میں گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہاں خرید کی پھر صاحب
مال مرگیا اور اسکو خبر نہیں موت کی پھر وہ دوسرے شہر میں مال لیگیا تو مضارب کا خرچ اوسکے ذاتی مال میں محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر مال

تلف ہوگا راہ مین تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی العتابیہ و بالحکم بلحوق المالک مرتدا اور مضاربت باطل ہوتی ہے لحوق مالک مرتد کے حکم ہوجانے سے
یعنی اگر مالک مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملا اور حاکم نے اوسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اسواسطے کہ لحوق دار الحرب موت کے مانند ہے و لہذا
اوسکا مال وارثون مین بٹ جاتا ہے اور اوسکی ام ولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہوجاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد بعد لحوقہ مسلما فالمضاربۃ علی حالہا
لحکم بالحاقہ ام لا عنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہوکر دار الاسلام مین پہر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اوسکے لحوق کا حکم ہوگیا
ہو یا نہوا ہو کذا فی العنایۃ بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہین بخلاف مضارب کے
یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اوسکے لحوق کا حکم ہوگیا تو وکالت باطل ہوجاتی ہے اور موکل کے پہر مسلمان ہوکر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہین
کرتی و لو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ہمارے امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات
موقوف رہتے ہین اوسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہین مضاربت سے یہ مال تہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل
او لحق بدار الحرب و حکم بلحاقہ بطلت وما تصرف نافذ کو عہدتہ علی المالک عند الامام پھر اگر مضارب مرگیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب مین
جا ملا اور اوسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اوسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اوسکی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام کے
نزدیک کذا فی البحر و لو ارتد المالک فقط ای ولم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط یعنی اور دار الحرب مین نہین جا ملا
تو مضارب کا تصرف موقوف ہے یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام مین و ردۃ المرأۃ غیر موثرۃ اور مرتد ہونا
عورت کا غیر موثر ہے بطلان مضاربت مین ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاے یا دار الحرب مین ملحق ہوجاے اور اوسکے لحاق کا حکم
ہوا اسواسطے کہ اوسکا ارتداد اوسکی املاک مین موثر نہین تو اسیطرح اوسکے تصرف مین موثر نہین کذا فی الینع من الجوہرہ و ینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان
علم بہ بخبر رجلین مطلقا او فضولی عدل او رسول ممیز اور مضارب معزول ہوجاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ
مضارب معزولی کو جانے وہ مردون کی خبر سے مطلقا خواہ وہ عادل ہون یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا پیامی میز کی خبر سے و الا یعلم لا ینعزل
اور اگر مضارب نے عزل کو نجانے تو معزول نہوگا فان علم بالعزل و لو حکما کموت المالک و لو حکما و المال عروض بیعہا ما کان خلاف جنس
رأس المال فالدراہم و الدنانیر جنسان باعہا و لو نسیئۃ فلان نہاہ عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ
مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک مع الحکم بالحاق یا اوسکا مجنون ہونا بجنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عروض سے مراد یہان
وہ ہے جو راس المال کی مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر مین دو جنسین ہین تو مضارب عروض کو بیچڈالے اگرچہ بیع ادہار ہو اور گو مالک نے اوسکو
ادہار بیچنے سے منع کردیا ہو ہم جب یہان عروض سے خلاف جنس رأس المال مراد ہوا تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے تو اگر رأس المال دراہم ہون
اور مضارب نے دنانیر خرید کئے ہون تو اوسکو بیچکر دراہم کرنا ہوگا اور اسیطرح بالعکس در رمین ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا
اسواسطے کہ اوسکا حق ہے نفع مین اور نفع ظاہر نہین ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اوسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہوجاے ثم لا یتصرف فی ثمنہا و لا فی غیرہا
من جنس رأس مالہ پہر بیع کے بعد مضارب تصرف نکرے عروض کے ثمن مین اور نہ اونقد مین جو ہم جنس راس المال کی ہو و یبدل خلافہ بہ استحسانا
لوجوب ردّ جنسہ و لیظہر الربح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روی استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے
اور تاکہ نفع ظاہر ہو اور قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہون تو دنانیر سے نہ بدلے و کذا عکسہ اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہین باعتبار ثمنیت کی لیکن استحسان مین یہ
مبادلہ صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پہیردے اور یہ بلا مبادلہ نہین ہو سکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلہ کا یہ ہے
کہ نفع ظاہر ہوتا ہے مالک اور مضارب دونون اپنے حق مشروط کو پاوین و لا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل و لا تخصیص الاذن لانہ عزل من
وجہ نہایہ اور مالک کو اختیار نہین فسخ مضاربت کا اس حالت مین یعنی جب کہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہین اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک

راہ سو عزل ہی کذا فی النھایۃ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ وما لھما امتعۃ بخلاف احد شریکین جب کہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور
شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہی فان افترقا وفی المال دیون وربح یجبر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجر مبتغ
ہوگئی مالک اور مضارب مین اور مضاربت کے مال مین دیون اور نفع ہی تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے پر اسواسطے کہ مضارب
اسوقت عامل باجرت ہوگا ہم دیون کی وجہ یہہ ہی کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہین کیا مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے
ٹہیرا کہ وہ اس صورت مین اجیر کے مانند ہی اور نفع اجرت کے مانند ہی تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اوسی شہر مین ہو اور اگر دوسری شہر مین ہو تو خرچ
مضاربت کے مال مین ہوگا کذا فی الطحاوی ولا ربح لا یجبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال مین نفع نہو تو مضارب پر تقاضای دیون مین جبر نہین
اسواسطے کہ مضارب اسوقت مین متبرع اور محسن ہی اور محسن پر زبردستی نہین ویؤمر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر
حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضای دیون پر متعین اور مقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہی یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہین ہوتے مگر عاقد کے طرف تو مالک
مطالبۂ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب یؤمر ان بالتوکیل اور اسوقت مین جب کہ متبرع پر جبر علی
الاقتضا نہین تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہی دونون کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا
الدلال لانھما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہی تقاضای دین مین اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونون اجرت پر کام کرتے بین ہم سمسار
بکسر اول وہ ہی جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگون کے جمع ہون تا وہ اجرت لیکر بیچدے[1] بلا عقد اجارہ تو وہ بہی عامل بالاجرۃ ہی اور یہہ بمنزلہ اجارۂ صحیحہ کے ہے عادت کے
موافق کذا فی الدرر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استوجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ
ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اس پر اجرت ٹہیرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہہ جائز نہین اسسبب سے کہ وہ قادر ہونیکے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکی جائز
ہونیکا یہہ ہی کہ اسکو مزدوری پر لگادے اور نوکر رکہلے خدمت کیواسطے مدت معین تک اور اوس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے
ہوئی کہ خرید فروخت تمام نہین ہوسکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہین اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد
شامل ہو منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہی اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ مین کذا فی الطحاوی
عن الزیلعی وماھلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ تبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کے طرف پہیرا جاتا ہی اسواسطے کہ نفع تابع ہی
راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الھالک علی الربح لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پہر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر
تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہوا اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہوا اسواسطے کہ مضارب امین ہی یعنے اور امین ضمین نہین ہوتا وان قسم الربح
وبقیت المضاربۃ ثم ھلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل فھو بینھما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع
بٹ گیا ہوا ور مضاربت باقی ہو پہر سب مال یا بعض مال تلف ہوجاے تو دونون شخص نفع پہیر دین تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے
وہ دونون مین شرط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہین ہم ذکر
مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم عقداھا فھلک المال لم یترادا
وبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وھی الحیلۃ النافعۃ للمضارب پہر مصنف نے اپنی قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور
مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتہہ مین ہی پہر دونون نے مضاربت کو منعقد کیا پہر مال ہلاک ہوگیا تو دونون نفع سابق کو نہ پہیرینگے اور مضاربت
ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہی اور وہ حیلہ نافع ہی مضارب کے واسطے ہم یعنے اگر مضارب رد استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے
راس المال کے تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولے نفع مسترد
نہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکور مین سو اتفاقی ہی کذا فی الطحاوی **فصل فی المتفرقات** یہہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت مین

[1] یعنی مزدور اور سمسار اور ... ہین ۱۲

المضاربة لا تفسد بدفع كل المال او بعضه تقييد الهداية بالبعض اتفاقي عنايه الى المالك بضاعة لا مضاربة لما مر مضاربت فاسد نہین ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح کہا ہدایہ کی تقیید دفع بعض مال کی اتفاقی ہے کذا فی العنایہ ہم بضاعت سے یہان استعانت مراد ہے اسواسطے کہ ابضاع حقیقی یہان متحقق نہین کیونکہ بضاعت حقیقیہ مین سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہان ایسا نہین اور اگر مضارب نے مالک کو بطریق مضاربت کے دیا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولے وجہ بطلان یہ ہے کہ شی اپنے مانند کو متضمن نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وان اخذه اى المالك المال بغير امر المضارب وباع واشترى بطلت ان كان رأس المال نقدا لانه عامل لنفسه اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لیلیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہوا سواسطے کہ مالک اپنی ذات کیواسطے عامل ہوا ہم مبسوط مین ضابطہ یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اسطرح پر کہ صاحب مال اوسکے منع کرنے پر مالک نہین تو صاحب مال اوس تصرف مین مضارب کا معین ٹہیریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اوس تصرف مین عامل لنفسہ ہو مگر یہ کہ تصرف باذن مضارب ہو تو اوسوقت مین معین ٹہیریگا کذا فی الطحطاوی وان صار عرضا لا لان النقض انما يتحقق حينئذ لا يحل فهذا اولى عنايه اور اگر مال مضاربت عرض ہوگیا تو مضاربت باطل ہنوگی تصرف مذکور سے اسواسطے کہ اس وقت بیع مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت مین عمل نہین کرتا تو یہ نقض غیر صحیح بطریق اولے عمل نکریگا کذا فی العنایہ ثم ان باع بعرض بقيت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر ولو يوما فطعامه وشرابه وكسوته وركوبه بفتح الراء ما يركب ولو بكراء وكل ما يحتاجه عادة اى فى عادة التجار بالمعروف فى مالها اور جب کہ مضارب نے سفر کیا یعنے تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اوس کا کہانا اور پینا اور پہننا اور سواری اگرچہ سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجار کی عادت مین دستور کے موافق مضاربت کے مال مین سے شارح نے کہا رکوب بفتح رائے وہ ہے جس پر سواری کیجاۓ ہم سفر سے یہان تین دن کا سفر شرعی مراد نہین بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گہر مین نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا اور محتاج الیہا جیسے کپڑون کی دہولائی اور چراغ کا تیل اور ایندہن اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی طویل الشعر میلے کچیلے کپڑے والا شمار کیا جاتا ہے تو خرید فروخت کا معاملہ اوس سے کمتر ہوگا دستور کی قید سے اسواسطے لگائی کہ اگر فضول خرچی کریگا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آویگا مصارف مذکورہ مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوئے کہ اوس نے اپنی ذات کو تجارت مین مصروف کیا اور کہین آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اوس کا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتباس کے لو صحيحة لا فاسدة لانه اجير فلا نفقة له كمستبضع ووكيل وشريك كافى وفى الاخير خلاف نفقہ مضارب کا سفر مین مضاربت کے مال مین سے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کیمانند ہے تو اوس کا نفقہ نہین جیسے مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر مین اختلاف ہے ہم کافی مین شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ مین وجوب مصرح ہے اور ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد ہے اسواسطے کہ اوس نے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی وان عمل فى المصر سواء ولد فيه او اتخذه دارا فنفقته فى ماله كدوائه على الظاهر اور اگر مضارب نے شہر مین کام کیا خواہ اوس شہر مین مضارب پیدا ہوا ہو یا وہان رہ پڑا ہو گہر بنا کر تو اوس کا خرچ اوسکے مال مین سے چنانچہ اوسکی دوا علاج کا خرچ اوسکے مال مین سے بنابر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت مین نہین نہ سفر مین نہ حضر مین اسواسطے کہ مرض عارضی امر ہے گاہی ہوتا ہے اور گاہی نہین مبسوط مین ہے کہ حجامت یعنی پچہنے اور سینگی اور سرمہ علاج مین داخل ہے اما اذا نوى الاقامة بالمصر ولم يتخذه دارا فله النفقة ابن ملك مالم يأخذ مالا لانه لم يحتبس بمالها اور جب کہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اوسکو وطن نہین قرار دیا تو اوس کا نفقہ ہے مضاربت کے مال مین کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اوس نے مال نہین لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محتبس نہین ہوا ہم شہر مذکور مین نفقہ اوسوقت تک ہے جبتک اوسکو مال نہ دیا گیا ہو اور اوسنے اوس شہر سے سفر نکیا ہو مبسوط مین ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک اور مضارب کوفہ مین ہین اور کوفہ مضارب کا وطن نہین تو مضارب اپنی ذات پر مال مضاربت سے صرف نکرے اسواسطے کہ اوسکی اقامت کوفہ مین

مضارب کے سبب سے نہین تو مستوجب نفقہ نہین جبتک وہان سے باہر جاوے سو اگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن مین گیا اور پہر کوفے مین تجارت کیواسطے آیا تو اوسکو کوفہ
مین مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اوسکا کوفہ مین رہنا استعار تہا سو وہان سے سفر کرجانے سے وطن مستعار بہی دور ہوگیا
انتہی مختصرا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ اوسکا نفقہ ہے جبتک اوسنے مال نہین لیا اس سے نکلتا ہے کہ جب مال لیگا اور کوفہ مین رہیگا تو اوسکو نفقہ نہ ملیگا اور حالانکہ
ایسا نہین ہے اور شاید کہ شارح نے یہہ سمجہا ہے منح الغفار کی اس عبارت سے فلو اخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ لہ انتہی لو مقصود
اس عبارت سے وہی ہے جو ہمنے مبسوط سے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو سافر بمالہ ومالہا او خلط باذن او بمال لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم
رد ما بقی تجمع ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملایا مالک کے اذن سے
یا دو مضاربت کے دو مال لیگیا الخ اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اوسکو پہیر دے اور جسقدر زیادہ صرف کیا
دستور سے اوسکا تاوان دے اور خلط مال بلا اذن سے مضارب شریک ہوگیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہین کرتا بقول راجح اس اعتراض کو
مین نے بعض حواشی مین دیکہا ہے کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک ولو ہلک لم یرجع علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے
مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرے مضاربت کے مال مین تو یہہ اوسکو جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہوگیا تو اوس خرچ کو مالک سے نہین لیسکتا و
یأخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من رأس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ
یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اوتنا نفع سے جتنا مضارب نے خرچ کرچکا ہے راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال
پورا کرلیا نفع سے لیکر اور کچہہ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بانٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹہیرایا
جاتا ہے اور راس المال ہالک نفع کی طرف پہیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یظہر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر
کچہہ نہین یعنی راس المال کے کم ہوجانے سے اوسپر تاوان نہین وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار و
الصباغ ونحوہ مما اعتید ضمہ ویقول قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو حساب کرے اوسکو جو اوسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف باربرداری کے اور دلال مزدوری اور رنگریز
کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکو ملالینے کی سوداگرون مین عادت ہے اور بائع یون کہے کہ یہہ چیز مجہکو اتنے مین پڑی ہے یعنی اسقدر کی قیمت بتاوے بلکہ خرچ نہو وکذا یضم الی رأس المال ما
یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملائی جاوے راس المال کے طرف وہ چیز جو راس المال
مین موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اوسکے ملانیکی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتہہ ملانیکا کذا فی
النہایہ ہم زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کرنیکا لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے
راس المال کے ساتہہ بیع المرابحہ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ہم کتاب المرابحہ مین مذکور ہوچکا کہ ملانے مین عادت
تجار کا اعتبار ہے تو اگر مصارف مضار کی ملانیکی عادت ہو تو ملاوے اور نہین تو نہین مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین وشری
بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقدہما للبائع العبد غرم المضارب نصف الربح ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار
درم سے کپڑے کے تہان خرید کئے اور اونکو دو ہزار درم سے بیچا اور اون دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دونون ہزار مضارب کے ہاتہہ مین تلف ہوگئے
بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتہائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے ہم جب کہ
مال ایکہزار سے دو ہزار ہوگیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو مضارب کو اوسمین سے پانسو پہنچے پہر جب دو ہزار کا
غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہوگیا دونون مین تو چوتہائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتہائیان مالک کی ہوئین پہر جب دو ہزار تلف ہوگئے قبل
ادای ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اوسکے ثمن کا تو چوتہائی مضارب پر پڑی یعنے پانسو اور تین چوتہائیان مالک پر یعنے
ڈیڑہ ہزار ویصیر ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ

عـہ پس اگر اہل کوفہ مین یا مالا کوفہ اہل بصرہ کو دی اور کوفہ مین سازودگی ہو تو اوسکو نفقہ نہین ۱۲

لہذا اور چوتہائی غلام جو مالک مضارب کا تہا بیع ہو جائیگا مضاربت کے مال سے اسواسطے کہ چوتہائی کا تاوان اوسپر ہوا اور مضاربت کا مال امانت ہو اور تاوان امانت مین منافی یعنی ضد ہوا اور باقی تین چوتہائیاں المضاربت کی ہین ہم خلاصہ یہہ ہو کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت مین داخل نرہا کیونکہ مضاربت مین تاوان نہین ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت مین داخل ہے بسبب عدم منافی کے کذا فی الدرر و رأس المال جمیع ما دفع المالک وہو الفان وخمسمائة اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈہائی ہزار ہے ہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تہا پہر ڈیڑہ ہزار دیئے جو ثمن غلام کے تاوان ہین کذا فی شرح الوقایہ ولکن یرابح المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ شراہ بہما ولیکن غلام کی بیع مین مضارب فقط دو ہی ہزار پر بیع بطور مرابحہ کری اسواسطے کہ اوسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہم یعنی یون نکہے کہ یہہ غلام ڈہائی ہزار کو مجہے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار واقع ہوئی تہا اور تاوان کو زیادتی جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع العبد بضعفہما باربعۃ آلاف فحصتہا ثلثۃ آلاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ مین اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار ہے اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتہائی یعنے ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہما نصف الالف بینہما لان رأس المال الفان وخمسمائۃ اور منجملہ تین ہزار کے پانسو منفعت مالک اور مضارب مین منقسم ہوینگے اسواسطے کہ راس المال ڈہائی ہزار ہے ہم یعنی جب تین ہزار سے ڈہائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع ہے دونون مین بموجب شرط کے نصف نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ ومنہ علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تہا تو مضارب اوسکی بیع بطور مرابحہ پانسو پر کرے اور اسیطرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحہ نکرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ اوسکا وکیل ہے تو ہر چند بیع مذکور جائز ہے لیکن اوسکا شبہہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر و شرح الوقایہ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکیہما اور اگر مضاربت کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اوس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدای غلام کی تین چوتہائیان مالک پر ہین اور چوتہائی اوسکی مضارب پر دونون کی ملک کے بموجب ہم یہہ صورت ہے جب مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیای مقتول کو قبول نکرین اور خون بہا دینا قبول کرین مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تہا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ہے یعنی پانسو اور وہ چہارم دو ہزار کا والعبد یخدم المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہو جانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت مین تباین ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم وجہ خروج یہہ ہے کہ حکم قاضی بانقسام فدیہ متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہو جاتی ہے قسمت سے کذا فی مسند شریعہ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح حینئذ اور اگر مالک غلام کا دیڈالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہہ اسکو جائز ہے بسبب توہم نفع منفعت کے اوس وقت مین ہم اس علت کا محل وہ ہے جسمین غلام کی قیمت ہزار ہوا اور یہان تو قیمت دو ہزار ہے تو یہان نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحاوی مختصرا و تمامہ فیہ اشتری بالفہا عبدا وہلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک للمضارب الفا اخری ثم وثم ای کلما ہلک دفع اخری فی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اوسکا تلف ہو گیا قبل ادا کرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہین ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دے پہر اور دے پہر اور دے یعنی جتنی بار ثمن تلف ہو جاوے اور پہر اور دے جاوے بلا حد معین ورأس المال جمیع ما دفع اور راس المال کل مال مدفوع ہے ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار تمن بہا مبیعہ تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جبتک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچیگا لیکن بیع مرابحہ ہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا ید

مستیفاء لکمافی بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہو۔ قبضہ امانت کا ہم حاصل مقام یہہ ہو کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خریدکے پہر ثمن ہلاک ہوگیا تو رجوع نہین لیسکتا کیونکہ دوبارہ نہین لیسکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اوسکو ثمن دیا پہر وہ تلف ہوگیا تو ایکبار موکل سے لے سکتاہے اسواسطے کہ وہ نوع قبل شرا امانت ہو اوسکے ہاتہہ مین تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع سے پہر رجوع نہین تو شارح کا قول اسصورت پر محمول جب کہ موکل نے ثمن قبل خریدکے دیا اسواسطے کہ بعد شرا کے دینے مین تو مطلق رجوع نہین تلف ہونیکے قید کذا فے الحطاوی معہ الفان فقال المالک دفعت الیک الفا ورجعت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکر اصلا مضارب کے پاس دو ہزار ہین سواوسنے مالک سی کہاکہ تونے مجہکو ہزار دیئے اور مین نے نفع مین ایک ہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ مین نے تجہکو دو ہزار دیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض مین قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اوسکے ساتہہ یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتہہ نفع کی بہی مقدار مین خلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار مین اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سی یعنی اوسکے معین کر دینے سی نفع معین ہوتا ہو نصف یا ثلث اور وہ منکر ہی زیادت کا تو اوسیکا قول مقبول ہوگا ہم مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہہ صورت ہی کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تہا اور تیرے واسطے مین نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تہا اور تونے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا تہا کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال مین مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وایہما اقام البینۃ تقبل اور مالک اور مضارب مین سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاماہا فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی سے زیادت راس المال کے دعوی مین اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی مین یہہ اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بکونہ فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلذا قال معہ الف فقال ہی مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک ہی بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کی خلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر خلاف صفت مین ہوگا تو وہان مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسیواسطے مصنف نے کہاکہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہین سواوسنے کہاکہ وہ میرے پاس بنصف نفع مضاربت کے طور پر ہین اور مضارب نے ہزار منفعت مین حاصل کیے ہین اور مالک نے کہاکہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہین نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک ینکرہ اوسیطرح اگر مضارب نے کہاکہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہین اور مالک نے کہاکہ وہ بضاعت ہین یا ودیعت ہین یا مضاربت ہین تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہے اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتاہے اور مالک تملیک کا منکر ہے ہم جب اسشخص نے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹہیرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹہیریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت مین اوسکا انکار ہے طحطاوی نے کہاکہ اگر بجای مضاربت اضحہ یہ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت مین مالک اور واضع یہ دونون عدم مضاربت پر متفق ہین وان ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ منکر ہے تاوان کا اور دونون مین سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم وجہ یہ مضاربت مین ضمان کا انکار ہے اسواسطے کہ بارہا مذکور ہوچکا کہ مضارب مین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے وان اقاما فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ اونمین زیادہ تر اثبات ہے ہم زیادت اثبات کی وجہ یہہ ہے کہ مالک کی برہان سی مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص

فالقول للمضارب لتمسكه بالأصل۔ اور نزع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعویٰ کرے اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے تو مضارب کا قول معتبر ہے بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کو یعنی اطلاق کی یہ صورت ہے کہ مضارب کہے کہ مالک نے کہا کہ تو نے مجھکو تری اور خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے اسطرح کہ میں نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت میں عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکو مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص ولو ادعیٰ کل نوعاً فالقول للمالك والبينة للمضارب لنفيه الضمان عنه لحاجته الى نفي الضمان۔ اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعویٰ کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنی تصرف کی صحت پر اور اسکو نفی تاوان لازم ہے ہم یہ جواب ہے اُس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہوتے ہیں نہ نفی کیواسطے عنایہ میں جواب اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لیا ہے اور بسبب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اوسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البينات تقضى بالمتأخرة والا فبينة المالك اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینۂ متاخرہ پر حکم ہوگا ورنہ تو بینہ مالک پر ہم بینۂ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم توقیت کی تحت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پہلا وقت بیان نہو دوسری یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں

فروع مسائل ملحقہ شارح کے دفع الوصي مال الصغير الى نفسه مضاربة جاز وقيده الطرسوسي بان لا يجعل الوصي لنفسه من الربح اكثر مما يجعل لامثاله وتمامه في شرح الوهبانية وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اوس سے زیادہ نفع نہ ٹہراوے جو اپنے مثل کیواسطے ٹہراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح میں ہے وفيها مات المضارب ولم يوجد مال المضاربة فيما خلف عاد دينا في تركته اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مر گیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اوس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹہریگا اسکے متروکے میں ہم اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجاوے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اوسپر دین ثابت ہوگا اوسکے متروکے میں اسواسطے کہ وہ بتجہیل یعنی بیان نکر دینے سے مستہلک ہوا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعویٰ کریں یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کر چکا ہے تو اونکی تصدیق نہو گی كذا في الطحاوي اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ میں آویگا وفي الاختيار دفع المضارب شيئا للعاشر ليكف عنه ضمن لانه ليس من امور التجارة لكن صحح في مجمع الفتاوى بعدم الضمان في زماننا قال وكذا الوصي لانما يقصد به الاصلاح وسيجيء آخر الوديعة اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو یعنی پرمٹ والیکو تا وہ اوس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اسطرح کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان مصرح ہے ہمارے زمانہ میں صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہیں اور عنقریب آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر میں وفيه لو شرى بمالها متاعا فقال انا امسكه حتى اجد ربحا كثيرا واراد المالك بيعه فان في المال ربح اجبر على بيعه لعمله باجر كما مر الا ان يقول المالك اعطيك رأس المال وحصتك من الربح فيجبر المالك على قبول ذلك اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ میں اسکو رکھ چھوڑونگا یہانتک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اوسکی بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اوسکی بیع پر اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور متعین ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجھکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دونگا تو مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفي البزازية دفع اليه الفا نصفها هبة ونصفها مضاربة فهلكت يضمن حصة الهبة لانها هبة فاسدة اور بزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیئے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف ہوگئے ہزار درم تو مضارب کو حصۂ ہبہ کا تاوان لازم آویگا انتہے کلام البزازیہ ہم حصۂ مضاربت کی ہلاکی میں اسواسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور حصۂ ہبہ میں اسواسطے تاوان ہے کہ ہبہ فاسد ہے اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ میں تو موہوب لہ اوسکا مالک نہیں ہوا تو اوسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتى به انه لا ضمان مطلقا

لا في المضاربة لانها امانة ولا في الهبة لانها فاسدة وهي تملك بالقبض على المعتمد المفتى به كما سيجيء فلا ضمان فيها وبه يتضعف قول الوهبانية
وادعه عشرا على ان خمسة له هبة فاستهلك الخمس حتى غرم مین کہتا ہون قول مفتی بہ یہہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ مین مطلقا تاوان نہین مضاربت
مین اسواسطے کہ وہ امانت ہو اور نہ ہبہ مین اسواسطے کہ ہبہ فاسدہ ہے اور وہ مملوک ہو جاتی ہی قبض کر لینے سے بنابر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان
آویگا کتاب الہبہ مین تو ہبہ فاسدہ مین تاوان نہین اور بموجب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہی وہبانیہ کا یہہ قول اور ودیعت رکہو ایک شخص کے پاس دس درم
اسطرح پر کہ پانچ اونمین سی ہبہ ہین سو اوسنے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دے ہم شرنبلالی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیئے اور کہا انمین سے
پانچ تجہکو ہبہ ہین اور پانچ تیری پاس ودیعت ہین سو قابض نے اونمین سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض سارے ہی تاوان دیگا اسواسطے
کہ خمسہ سوہوبہ مضمون ہین قابض پر کیونکہ ہبہ غیر تقسیم مشاع ہی محتمل القسمۃ مین اور وہ فاسد ہے اور جو پانچدرم اوسنے تلف کر ڈالے اونمین سے نصف ہبہ مین اور
نصف امانت اور یہہ مسئلہ مبنی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

كتاب الايداع

یہہ کتاب ہے ودیعت رکہنے کے مسائل مین لا خفاء في اشتراكه مع ما قبله في الحكم وهو الامانة پوشیدگی نہین ایداع کے مشترک ہونیمین اوسکی ما قبل کی کتاب کے ساتھہ حکم
مین یعنی امانت ہونیمین ایداع اور مضاربت مشترک ہین دونون لہذا مضاربت کے بعد مصنف ایداع کو لایا هو لغة من الودع اي الترك ایداع لغت مین ودع بمعنی
ترک سی ہے ہم ایداع لغت مین عبارت ہی تسلیط غیر کسی غیر کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد ہی مثلا زید نے اپنا مال خالد کے پاس
ودیعت رکہا تو زید مودع اور مستودع ہی بکسر دال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح دال آر منتقی مین ہے کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہے اور خیانت
باعث شقاوت کونین حدیث مین وارد ہی کہ امانت دار ہے مالداری کو کہینچ لاتی ہی اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کہینچ لاتی ہی روایت ہی کہ جب زلیخا محتاج اور
اندہی ہو گئی یوسف علیہ السلام کے غم مین تو ایکروز راہ مین کہڑی ہو کر پکاری کہ ای بادشاہ میری بات سن یوسف علیہ السلام کہڑی ہو گئی زلیخا بولی کہ امانت نے
مملوک کو بجای ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بجای مملوک کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچہا کہ یہہ کون ہی لوگون نے کہا زلیخا ہے حضرت نے از راہ ترحم اوس سے نکاح
کر لیا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وشرعا تسليط الغير على حفظ ماله صريحا او دلالة كان انفتق زق رجل فاخذه رجل بغيبة مالكه ثم تركه ضمن
لانه بهذا الاخذ التزم حفظه دلالة ہے اور اصطلاح شرع مین ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہی اپنے مال کی حفاظت پر صریحا تسلیط ہو یا دلالۃ چنانچہ ایک مرد
کی مشک پہٹ گئی سو دوسری مرد نے اوسکو مالک کی غیبت مین اوسکو لیلیا پہر اوسکو چہوڑ دیا تو اوسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اوسنے اوسکی حفاظت
لازم کر لی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر اس صورت مین تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہہ ہی کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہی اور اوسکی حفاظت پر
مددگاری کو پسند کرتا ہی تو گویا مالک نے اوسکو نگہبانی کا امر کر دیا منح الغفار مین ہی محیط سی اور اگر وہ مرد مشک لیگا اور اوسکے قریب نہ جائیگا تو اوسپر تاوان نہین
اور اگر مالک موجود ہوگا تو بہی دونون صورتون مین تاوان نہین یعنی اخذ اور عدم اخذ مین والوديعة ما تترك عند الامين اور ودیعت وہ چیز ہی
جو امین کے پاس چہوڑ یجای یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکہی جای تو اس قید سو عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت مین حفاظت اور
انتفاع دونون ہین کذا فی البرجندی وهي اخص من الامانة لما حققه المصنف وغيره اور ودیعت خاص تر ہی امانت سی چنانچہ مصنف
وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہے عموم وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہہ ہی کہ امانت اوس کا نام ہی جو غیر مضمون ہو یعنی اوسکا تاوان لازم نہو تو یہہ
شامل ہے اون سب صورتون کو جنمین ضمان نہین ہو چنانچہ عاریت اور اجارہ کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصی لہ کے پاس ہو غیر
ذلک اور ودیعت وہ ہی جو ایجاب اور قبول سے حفاظت کیواسطے رکہی جای تو دونون مین تغایر ہوا عموم اور خصوص کا عموم اور خصوص کی یہہ وجہ بہی ہی
کہ ودیعت وہ شی ہی جو امانت ہو اور مالک کے استحفاظ سی غیر کے پاس قصدا اور امانت گاہی بلا قصد بہی ہوتی ہے اور ودیعت عقد سے ہوتی ہی اور امانت
عام ہی تو امانت منفرد ہی اس صورت مین کہ ہوا نے کپڑا اوڑا کر ایک آدمی کی گود مین ڈال دیا اور حکم ودیعت کا یہہ ہی کہ اعادہ والی الوفاق سے ضمان لازم نہین ہوتا
بر خلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی وركنها الايجاب صريحا كاودعتك او كناية كقوله لرجل اعطني الف درهم او اعطني هذا الثوب مثلا
کہ ہین بعض اوقات وفاق متقرر ہوتا ہی ۱۲

جسکو پانچ نہیں وہی ہین یعنی اپنا مال غیر کے پاس کہینا ۱۲ مواہب یہہ ہی کہ حرج اول یون کہنا کر بستہ کر لیا ۱۲ یعنی بیان امانت پائی جاتی ہی ودیعت نہین ۱۲ رجوع کرنا موافقت کا یعنی مثلا مالک نے کہا کہ میرا مال اسی کو بہری یہ کہہ دیا اور اوسنے دوسری مین رکہا تو جب اوسنے بیچا تو ضمان دینا پڑیگا اور اگر اوسی کوٹہری مین رکہدیا جہان مالک نے بتایا تہا تو ضمان نہوگا ۱۲

فقال اعطیتك كان ودیعة لان الاعطاء یحتمل الهبة لكن الودیعة ادنی وهو متیقن فصار كنایة ۔ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحاً ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایۃً ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجھکو ہزار درم دو یا یہہ کپڑا مثلاً مجھکو دو سواوس نے کہا کہ مین نے تجھکو دیئے تو یہہ ودیعت ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونون کا احتمال رکھتا ہی لیکن ودیعت کمتر چیز ہے اور وہ یقینی ہی تو یہہ کنایہ ٹہیرا ایجاب ودیعت کا مگر کنایہ سے یہان یہہ مراد نہین کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کے طرف بلکہ یہان کنایہ سے یہہ مراد ہی کہ جو ایک شی اور غیر شی دونون کا احتمال رکھے چنانچہ کنایۂ طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلاً كما لو وضع ثوبه بين يدي رجل ولم يقل شيئاً فهو ايداع ۔ یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھدیا اور کچھہ نبولا تو یہہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے مترجم کہتا ہی کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھدی پہر وہ لوگ اسکو چہوڑ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا درصورت تلف ہو جانیکے اور اگر ایک ایک آدمی اوٹہا تو پچہلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہوگیا تو ضمان کیواسطے بہی مخصوص ہو گیا انتہے تو یہہ ایجاب اور قبول دونون فعلی ٹہیرے والقبول من المودع صريحاً قبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت کو قبول کیا او دلالة كما لو سكت عند وضعه فانه قبول دلالة كوضع ثيابه في حمام بمرأى من الثيابي وكقوله لرب الخان اين اربطها فقال هناك كان ايداعاً خانيه ۔ یا قبول باعتبار دلالت حال کے ہو چنانچہ اگر چپ رہا اوسکے رکھنے کے وقت تو یہہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکہنا حمام مین کپڑون کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافرخانہ کے مالک اور مہتمم سے کہ کہان اپنا گہوڑا یا اونٹ باندہون سواوس نے کہا وہان تو یہہ ایداع ہو کذا فی الخانیہ مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین ایجاب اور قبول دونون دلالۃً ہین وهذا في حق وجوب الحفظ واما في حق الامانة فيتم بالايجاب وحده حتى لو قال للغاصب اودعتك المغصوب برئ عن الضمان وان لم يقبل اختيار ۔ اور یہہ یعنے ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق مین ہے اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب پر تمامی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب نے مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب نے اسکو قبول نکر ہی کذا فی الاختیار مترجم حق امانت سے مراد یہہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور رد دونون کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وشرطها كون المال قابلاً لاثبات اليد عليه فلو اودع الآبق او الطير في الهواء لم يضمن اور ودیعت کی شرط یہی ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گریختہ کو یا پرندہ کو ہوا مین ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہوگا یعنے اسواسطے کہ یہہ ایداع صحیح نہین اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وكون المودع مكلفاً شرط لوجوب الحفظ عليه فلو اودع صبياً فاستهلكها لم يضمن ولو عبداً محجوراً ضمن بعد عتقه اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہہ شرط ہوا سپر نگہبانی واجب ہونیکی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سواوس نے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اوس پر تاوان نہین اور اگر غلام مجور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اوسپر تاوان آویگا اوسکے آزاد ہونیکے بعد یعنی الشرط اسکے بالغ ہونیکے وهي امانة هذا حكمها مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولها اور ودیعت امانت ہی یہہ حکم ہو ودیعت ساتہہ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادای ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم ادای ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنیکو تو اوسوقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی مین ہو فلا تضمن بالهلاك الا اذا كانت الوديعة باجر اشباه معزياً للزيلعي جب ودیعت امانت ٹہیری تو اوسکے تلف ہو جانیسے تاوان نہین مگر جبکہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ مین ہی زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اسکی یون بیان کی ہے کہ جیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحطاوی مطلقاً سواء امكن التحرز عنه ام لا هلك معها شئ ام لا لحديث الدارقطني ليس على المستودع غير المغل ضمان ۔ ہلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہین خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہو کوئی جز ودیعت کے ساتہہ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دار قطنی کہ ودیعت قبول کرنیوالے غیر خائن پر تاوان نہین واشتراط الضمان على الامين كالحمامي والخاني باطل به يفتى خلاصه وصدر الشريعة

اور تاوان کا شرط کر لینا اما نتدار پر جیسا کہ حمامی اور سافرخانے والے پر باطل ہے اسیکا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظہا
بنفسہ وعیالہ کمالہ اور ودیعت قبول کرنیوالیکو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنی عیال سے اپنے مال کیطرح وہم من یسکن
معہ حقیقۃً او حکماً لا من یمونہ اور وہ یعنی مستودع کی عیال وہ لوگ ہین جو اوسکے ساتھ رہتے ہون حقیقۃً یا حکماً نہ وہ لوگ اسکی عیال ہین جنکو
وہ نفقہ دیتا ہو ہم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اوسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین
مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اوس اجنبی کو دی جو اوسکے ساتھ رہتا ہی تو اوس پر تاوان لازم نہوگا خلاصہ مین
ہی کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانیسے وہ دوسرے کے ہاتھ
مین گھر کو نہین کر گیا کذا فی الطحاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز وزوجتہ ولا یسکن معہما ولا ینفق علیہما لم یضمن خلاصہ تو اگر امانتدار نے
اپنے ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونون کے ساتھ نہین رہتا اور اونکو نفقہ نہین دیتا تو اوسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصۃ ہم
یہہ تفریع ہی سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون مگر وہ دونون در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم
ہی غلام کا لیکن ولد مین یہہ شرط ہی کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحاوی وکذا لو دفعہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل
یعتبر ان معاً یعنی اوسیطرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوجکو ودیعت غیر شخص کی دی اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہی نہ نفقہ دینے کا اور قول
ضعیف یہہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط کونہ ای من فی عیالہ امیناً فلو علم خیانتہ
ضمن خلاصہ اور اسکی عیال کا امانتدار ہونا شرط ہی دفع ودیعت مین تو اگر اون مین سے کسیکی خیانت اور دغابازی معلوم ہوا اور پھر اوسکو ودیعت
غیر کی سپرد کری تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ہلاکی کذا فی الخلاصۃ ہم دو صورتون مین تاوان نہین جب کہ امانتدار معلوم ہوا اور جب کہ مطلق
اوسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہی اسکو جائز ہی دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی بعض
من فی عیالہ فدفع ان وجد بداً امنہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اوسکی بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر
اوسنے اوسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اوسکو اوسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اوسکی عیال مین سوای اوس شخص کے اور شخص بھی ہو کذا ذکرہ ابن ملک
تو اوسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اوسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال مین نہو تو اوسکے دینے سے تاوان نہ آویگا ولو حفظہا بغیرہم ضمن وعن محمد
ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ ومأذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعناناً جاز وعلیہ الفتویٰ ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ
المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوای اپنی عیال کے تو اوسپر تاوان آویگا اور محمد سے روایت یہہ ہی کہ اگر حفاظت
کروائی اون لوگون سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہی جیسا کہ اوسکا وکیل اور غلام ماذون اور اوسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہی
اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہی اس پر ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح مین اور اسکے سوا اور علمانے بھی اسی قول پر اعتماد
کیا ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی ہم نہایہ مین یہہ فتوی تمرتاشی کیطرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوانی کے طرف
کی ہی ولہذا التحفہ مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اوسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت
کرتا ہے کذا فی الطحاوی الا اذا خاف الحرق او الغرق وکان غالباً محیطاً فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے
مین تاوان ہے مگر جب کہ مستودع آگ کے جلانے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہو
اسواوس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والون کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان
اوس پر آویگا ہم حموی نے کہا یہہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہی جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو
کذا فی الطحاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداءً او بالتدحرج ضمن یعلی خوف حرق یا غرق مین تاوان

نہین مگر جب کہ مستودع کو اس حالت مین اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اوسنے ناو پر سی پہینکدیا سو وہ پہلے سے دریا مین گر پڑی یا وہ ہلاک ہوکر گر پڑی تو اوسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنے اسواسطے کہ اوسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا فان ادعاہ ای القہ فیہ لعجزہ آ ق فلک اخر فہو کذلک ان علم وقوعہ ای الحرق بیینۃ ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی مین رکھدینے کا دعوی کیا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اوسکے گہر کا آگ لگنا معلوم ہوا اور اسیطرح وقوع غرق دریافت ہو والا یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق الا ببینۃ فحصل بین کلامی الخلاصۃ والہدایۃ التوفیق وباللہ التوفیق اور اگر اوسکے گہر مین وقوع آتش زنی معلوم نہو تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام مین توفیق حاصل ہو گئی یعنی خلاف زائل ہو گیا اور خدا ہی کیجانب سے توفیق ہی خیر کی ہم خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اوسکے گہر مین معلوم ہو تو اوسکا قول مقبول ہے اور نہین تو مقبول نہین اور ہدایہ کا خلاصہ یہہ ہے کہ اوسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجئے تو دونون عبارتون کا اختلاف رفع ہوتا ہی اور یہہ توفیق ذخیرہ مین منقول ہے منتقی سے ولو منعہ الودیعۃ ظلما بعد طلبہ لرد ودیعتہ فلو حملہا الیہ لم یضمن ابن ملک بنفسہ ولو حکما کوکیلہ بخلاف رسولہ ولو بعلامۃ منہ علی الظاہر قادرا علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت ندی ازراہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اوسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہی تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کے طرف اوٹہا لیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان ندیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیامبر مالک یعنی اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اوسکے ندینے سے تاوان نہین اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان عاجزا او خاف علی نفسہ او مالہ بان کان مدفونا معہا ابن ملک لا یضمن لعدم الظلم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اسطرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اسطرح کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھہ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان ندیگا جیسے طلبگاری مالک جفا کار کے ندینے مین تاوان نہین ہم محیط مین ہی کہ اگر ایام فتنہ وفساد مین ودیعت مانگی اور اوسنے کہا کہ مین اسوقت مین اوسپر قادر نہین ہون اسواسطے کہ دور رکہی ہی یا وقت تنگ ہی پہر اوسکے طرف تلف ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بہی لٹ گئی تو اوسپر تاوان نہین اور اوسکا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہہ ہے کہ مالک اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنیکے واسطے تو ندینے مین تاوان نہین یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہین اور اسیطرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگی تو منع ظلم نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولے کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعۃ سیفا اراد صاحبہ ان یضرب بہ رجلا فلہ المنع من الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرای الاول وانہ ینتفع بہ علی وجہ مباح جوہرہ اگر ودیعت تلوار ہو مالک اوسکا چاہتا ہو کہ اوسکو لیکر کسی مرد کو اوس سے ناحق قتل کرے تو اوسکو تلوار کا ندینا جائز ہے یہان تک کہ اوسکو معلوم ہو جائے کہ مالکنے پہلی تجویز یعنی قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امرأۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہرہا منہ فلہ منعہا لئلا یذہب حق الزوج خانیہ چنانچہ عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکہی جسمین عورت کا اقرار ہی زوج کے مال کا یا مہر پانیکا تو مستودع کو جائز ہی کہ دستاویز عورت کو ندے تا کہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنہ ای من المنع ظلما موتہ ای موت المودع مجہلا فانہ یضمن فتصیر دینا فی ترکتہ اور منجملہ منع ناحق سے ہی مرجانا مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اوسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جائیگی اوسکے ترکہ مین ہم جب اوسنے بیان نکر دیا کہ یہہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہی تو وہ مستہلک ٹہیرا اس تجہیل اور عدم بیان سے لہذا تاوان اوسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جب کہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اوس ودیعت کو جانتا ہی تو عدم بیان سے تاوان نہین ولو قال الوارث انا علمناہا وانکر الطالب لم یصدق فسرہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ مین ودیعت کو جانتا ہون اور طالب ودیعت اوسکا منکر ہو تو اگر جہت ودیعت کو کہول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہی اور مین اوسکو جانتا تہا اور وہ تلف ہو گئی تو وارث کی تصدیق

ہوگی یعنے مورث پر تاوان نہ آویگا ہٰذا اوما لو کانت عندہ سواہٗ الا فی مسئلۃ وہی ان الوارث اذا دل السارق علی الودیعۃ لا یضمن والمودع اذا دل ضمن خلاصہ یہہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونون برابر ہین عدم ضمان مین درصورت عدم تعدی مگر ایک مسئلہ مین برابر نہین اور وہ مسئلہ یہہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتادے تو اوسپر تاوان نہین اور ودیعت کا قبول کرنے والا جب سارق کو بتادیگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ من الاخذ حال الاخذ مگر جب کہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اوسنے ودیعت سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اوسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اوس پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ کما فی سائر الامانات فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل کشریک ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہوجاتی ہین یعنے اون کا تاوان لازم ہوجاتا ہے امین کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہے عام پر الا فی عشر علی ما فی الاشباہ مگر دس مسئلون مین موت بلا بیان سے تاوان نہین کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا یضمن منجملہ مسائل عشرہ ایک یہہ ہے کہ ناظر نے غلات وقف یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مرگیا تو اوسپر تاوان نہین قیدہ بالغلۃ لان الناظر لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ اشباہ ای لثمن الارض المستبدل لہ قلت فلیعلن الوقف بالا ولی کالدراہم الموقوفۃ علی القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواہر وقید موتہ بحتا بالفجاۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فکان ما تعاطلما فیضمن ورد ما بحثہ فی النفع الوسائل فتنبہ مصنف نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاے بلا بیان بدل وقف کے تو اوسپر البتہ تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن مین کہتا ہون تو عین وقف کی تجہیل سے بطریق اولے اوس پر تاوان ہوگا چنانچہ دراہم وقفے کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیۂ اشباہ مین اور صاحب زواہر نے موت ناظر مین ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اوسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھیرا تو تاوان دے اور صاحب زواہر نے اسکو رد کیا ہے جس کی النفع الوسائل مین طرسوسی نے بحث کی ہے تو خبردار رہیو ہم مصنف کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف مین اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تجہیل مین تاوان نہین اور غلات مستحقین کی تجہیل مین تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات مستحقین مین من حیث البحث یہہ تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اوسنے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اوسپر تاوان ہے اور نہین تو یون کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بین الناس اور دیندار ہو تو تاوان نہین شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مرگیا تو ظالم تقصیر وار ٹھیرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اوسپر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی کلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہے جس پر مشائخ اعلام ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا لاموال الیتامی زاد فی الاشباہ عند من اودعہا والا بان منہ لانہ لو وضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ مودع بخلاف ما لو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور ازانجملہ یہہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مرگیا اشباہ مین اسقدر زیادہ ہے کہ قاضی اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اوسنے ودیعت رکھا اور یہہ قید ضروری ہے اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مرجاے تو اوسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اس صورت کے کہ اوسنے غیر شخص کے پاس ودیعت رکھی اسواسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے بر قول معتمد کذا فی تنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا اور ازانجملہ یہہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہین ہے اور ازانجملہ صبی ہے جب کہ بلا بیان مرجاے اور ازانجملہ باپ ہے جب کہ بلا بیان مال صغیر مرجاے اور ازانجملہ وارث ہے جب کہ بلا بیان مرجاے کہ اوسکے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور ازانجملہ اوس شخص کی موت بلا بیان ہے جسکے گھر مین آندھی سے اوڑکر کوئی چیز گر پڑی اور ازانجملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اوسکے مولے نے

اوسکو گھر مین کون چیز بدون اوسکے امر کے رکھی اور مانند انجملہ موت صغیر سے بلابیان ودیعت غیر کے سوا ان مین تاوان نہین امین پرکہ اسنے
الطحاوی سے عن الاشباہ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ
ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ
اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہین ہی مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اسواسطے کہ مصنف نے اپنی شرحین یہان یعنی کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ
مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہی کہ حق یہہ ہے کہ شریک مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصے کا اپنی موت بلابیان سے اور اسکا مخالف
قول غلط ہی مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہی تو مستثنی نو مسئلے باقی رہگئے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم یعنی صاحب
اشباہ نے وہ مسئلے مستثنی کئے تھے جن مین امین کی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا اور منجملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بھی تھا پھر جب شریک پر ضمان حق
ٹھیرا تو فقط نو مسئلے مستثنی باقی رہگئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ ووصی القاضی وستۃ من
المحجورین لان الحجر یشمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل عشرہ پر
نو مسئلے اور زیادہ کئے ہین یعنے دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چھہ شخص مجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہے کیونکہ
حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہی ہم چونکہ صغیر اشباہ مین مذکور ہے تو مجورین سے چھہ شخص باقی
رہگئے والمعتوہ کصبی فمن بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل
صغیر کے مانند ہی اور اگر صغیر بالغ ہو پھر بلابیان مرجاوے تو اوسپر ضمان نہین مگر جب کہ گواہ یہہ گواہی دین کہ ودیعت اوسکے ہاتھہ مین تھی بعد اوسکے بالغ
ہوجانیکے بسبب دور ہوجانے مانع ضمان کے یعنے طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما فمرہما قبل البلوغ
والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہون یعنے ماذون التجارۃ ہون کہ اسنے خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون قبول
ودیعت مین کما فی الوجیز پھر دونون مرجاوین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو تاوان پڑتا وان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ہم جامع سے جامع کبیر امام کے
اور وجیز نام ہی اسکی شرح کا کذا فی الطحاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم عاطفا علی بیتی الوہبانیۃ بیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنی مسئلے انہارہ کو
پہنچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی ہذہ ۵ وکل امین مات والعین یحصر + وما وجدت عینا فذا یتصیر
سوی متولی الوقف ثم مفاوض + ومودع مال الغنم وہو المؤمر + اور وہ چارون بیتین یہہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا
اور جو امانت کہ اوسکے پاس معین اوس شخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہو جاتی ہے اوسکے متروکے مین سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفاوض کے
اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے ہم مذکور ہو چکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہی ۵ وصاحب
دار القت الریح مثل ما + لو القاہ ملاک بہا لیس یشعر + کذا والد الجد وقاض وصیہم + جمیعا ومحجور فوارث یسطر + اور وہ صاحب خانہ
جسکے گھر مین ہوا نے کچھہ ڈالدیا مانند اوس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر مین ڈالدیا اور صاحب خانہ اوس سے خبر نہین اسیطرح والد اور دادا اور
قاضی اور ان سب تینون کے وصی اور شخص مجور التصرف پھر بعد اوسکے وارث مرقوم ہی ہم مجور الانواع سبعۃ مذکورہ کو شامل ہے تو یہہ سب انہارہ امین
ہوئے جنکی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز
الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبی ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسیطرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھہ ہم جنس ودیعت
یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اسطرح پر کہ ودیعت جدا نہین ہو سکتی مگر مشقت سے
چنانچہ گیہون کا ملانا جو کے ساتھہ اور کھرے درمون کا ملانا کھوٹے درمون کے ساتھہ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کردینے
مودع کے ملا دینے سے ہم امام کے نزدیک خلط استہلاک ہی لہذا اوسپر ضمان لازم ہی خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہون کے ساتھہ خواہ

پس ہوجاتا ہم

خلط بطور مجاورت کے ہو چنانچہ خلط مائع کا مائع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکہ کا سرکہ سے فلن لا یباح تناولہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت مخلوطہ کا تناول
اور استعمال جائز نہین قبل ادا کرنے تاوان کے وصح الابراء اور صحیح ہے معاف کر دینا یعنے اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے اور ہکا حق عین او
دین سے ساقط ہوگا ابراء سے کذا فی البحر ولو خلطہ بردی ضمنہ لانہ عیبہ وبعکسہ شریک لعدمہ مجتبی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا
تاوان دیگا اسواسطے کہ اوسنے اسکو عیبدار کر دیا اور اسکے برعکس مین یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہونے
عیب کے کذا فی المجتبی ولو باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کو ساتھ
مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت مل جاوے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمون کی پھٹ گئی اور ودیعت کے
درم مودع کے درمون کے ساتھ مل گئے تو دونون شریک ہونگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطہا غیر المودع ضمن الخالط
ولو صغیرا ولا یضمن ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے
باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی الخلاصہ ولو انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی خلطا لا یتمیز معہ ضمن الکل لخلط مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت
خرچ کر ڈالی سو برابر اوسکے پھیر دی پھر اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اسطرح ملا یا کہ باقی علحدہ نہین ہو سکتی اوس خلط کرنیکے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان
اوسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ ہم ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنیکے سبب سے اور بعض باقی کا خلط
کرنیسے تو وہ متعدی ہوا انفاق سے اور جو اوسنے پھیر دیا وہ اوسکی ملک پر باقی ہے کذا فی البحر فلو انا القیمۃ وانفق ولم یرد او اودع ودیعتین فانفق
احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اوسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اوسمین داخل نہین
کی یا اوسکے پاس دو ودیعتین رکھی ہین سو اوسنے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط اوسیقدر کا تاوان دیگا جتنا اوسنے خرچ کر ڈالا کذا فی المجتبی وہذا اذا لم یضرہ
التبعیض اور یہ ضمان بقدر انفاق اسوقت ہی جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نکرتا ہو ہم یہہ مرتبط ہے انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق مین ہے
رد مثل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نکریگا تو فقط اوسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اوسنے صرف کیا اسواسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اسمین کچھ عیب نہین
لگ گیا اسواسطے کہ وہ اوسی قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہین اسواسطے کہ گفتگو اسمین ہے جب کہ ودیعت دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو لیکن اور مین نے یہہ
مصرح نہین دیکھا کہ جب اوسنے ودیعت کو خرچ کیا جسکو تبعیض مضر ہے کہ اسمین تمام کا تاوان ہے یا بقدر خرچ اور نقصان باقی کا تو اوسکی تحریر کرنا چاہئے
کذا فی الطحاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا ورکب دابتہا واخذ بعضہا ثم رد عینہ الی یدہ حتی زال التعدی زال ما یؤدی
الی الضمان اور جب کہ اوسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اوسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی
اپنے قبض اور حفظ کے طرف یہانتک کہ تعدی زائل ہوگئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کے طرف مؤدی ہے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی
موجب تھی ان لم یکن من نیتہ العود الیہ اشباہ من شروط النیۃ رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جب کہ اوسکی نیت مین اوسکو طرف عود کرنے کا
ارادہ نہو چنانچہ اشباہ مین ہے شروط نیت کے بیان مین ہم نے ذکر کیا کہ اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتار رکھا اور اوسکا ارادہ یہہ ہے کہ اوسکو دن مین پھر پہنیگا
پھر وہ رات مین چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہوگا کذا فی الطحاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالا لم یبرأ لعملہما لانفسہما
بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارۃ او استیجار ومضارب ومستبضع وشریک عنانا او مفاوضۃ ومستعیر لرہن اشباہ
بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونون تعدی زائل کر دین تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے اسواسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے
واسطے ہی بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک مفاوضہ کے اور اوس شخص کے
جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہان سے آگے بڑھ گیا
پھر اوسی مکان مین پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہوگا تو تاوان اسپر لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع کی تعدی کی یہہ صورت ہے کہ جس کپڑیکی

بیع کا وہ وکیل ہوا اسکو پہنا پہر ترک استعمال کیا پہر وہ ضائع ہوگیا تو اوسپر تاوان نہین آور وکیل استیجار کی یہہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیے کہ ایک گہر اوسکو کرایہ پر لے دے سو وکیل نے دوکان کے کرایہ مین دراہم دیئے پہر پہیر لیئے بعینہا سو وہ تلف ہوگئے تو تاوان نہین آور مستعیر رہن کی یہہ صورت ہے کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اوسکو گرو رکہہ دے پہر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکہنے سے پہلے پہر اسکو ملتے مال پر جو اوسکی قیمت کے برابر ہو گرو رکہا پہر اوسنے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چہوڑا یہانتک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہین اور ان مسئلون مین یہہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد رہن بہی رکہو تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکہے گا اور وہ ضائع ہو گا تو اوسپر تاوان لازم ہو گا اور وہ داخل ہوگا اوس مسئلہ مین جو متن مین مذکور ہے اور یہہ مسئلہ مستثنے ہی مسئلہ مستعیر سے جو متن مین مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازاله لا یزول الضمان الا فی هذه العشرة اور حاصل مقام یہہ ہے کہ امانتدار جب کہ تعدی کرے پہر تعدی دور کری تو اوسپر تاوان زائل نہین مگر ان دس مسائل مین تاوان زائل ہو جاتا ہے لان یده کید المالك موذع پہر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہین کہ مودع کا ہاتہہ اور قبضہ مالک کے قبضے کے مانند ہے طحطاوی نے کہا یہہ علت ہے مسئلہ ودیعت کی جو متن مین مذکور ہے انتہی اور ایک نسخہ مین یون ہے لان یدهم کید المالك یعنے اسواسطے تاوان نہین کہ اشخاص عشرہ کا قبض بمنزلہ مالک کے قبض کے ہے اور یہی نسخہ مناسب مقام ہے واللہ اعلم ولو كذبه فی عوده للوفاق فالقول له وقیل للمودع عمادیه اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی مین تو اوسیکا قول یعنے مالک ہی کا قول مقبول ہے اور بعضون نے کہا مودع یعنی کا قول مقبول ہے کذا فی العمادیة وبخلاف اقراره بعد جحوده ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اسطرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہین رکہی پہر ودیعت کا اقرار کیا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شرطا کے بعد جنکو مصنف آگے بیان کریگا حتی لو ادعی هبة او بیعا لم یضمن خلاصة تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنی درصورت تلف ودیعت اوس پر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوی سے وقید بقوله بعد طلب ربها ردها فلو سأله عن حالها فجحدها فهلكت لم یضمن بحر مصنف نے اقرار بعد انکار مین یہہ قید لگائی کہ ودیعت کے پہیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچہا کہ وہ کسطرح ہے سو اوسنے ودیعت کا انکار کیا پہر ودیعت تلف ہوگئی تو اوسپر تاوان نہین کذا فی البحر وقید بقوله ونقلها من مكانها وقت الانكار ای حال جحوده لانه لو لم ینقلها وقته فهلكت لم یضمن خلاصه اور مصنف نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اوسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت مین اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہان سے نہ اوٹہا لیجائیگا پہر وہ تلف ہوگی تو اوسپر تاوان نہو گا کذا فی الخلاصہ ہم عدم نقل حالت انکار اسپر صادق ہے کہ مطلقا نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہہ ہے کہ انکار کے زمانے مین اوسنے نقل ودیعت کی اور یہہ مراد نہین کہ وقت حقیقی انکار مین نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہہ صورت نادر الوجود ہی وقید بقوله وكانت الودیعة منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندهما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول مین تاوان نہین انکار سے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے قول اصح مین کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچہہ حاجت نتہی وقید بقوله ولم یکن هناك من یخاف منه علیها فلو كان لم یضمن لانه من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہان یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہو جس کا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا سو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہی وقید بقوله ولم یحضرها بعد جحودها لانه لو جحدها ثم احضرها فقال له ربها دعها ودیعة فان امكنه اخذها لم یضمن لانه ایداع جدید والا ضمنها لانه لم یتم الرد اختیار اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اوسکے انکار کے مودع حاضر نکری اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پہر اسکو حاضر کرے سو اوسکا مالک اوس سے کہے اوسکو چہوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے

تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اوسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ یہہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نکیا تو مودع پر
ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پہیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار وقیدنا بقولہ لمالکھا لانہ لو جحدھا لغیرہ لم یضمن لان
من الحفظ اور قید لگائی مصنف نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرکے اقرار کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اوسپر
تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہے ہم حاصل متن یہہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہین مگر سات شرطون سے تاوان
لازم آتا ہے ۱ شرط یہہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار ہو ۲ یہہ کہ ودیعت کو نقل کر چکا ہو ۳ یہہ کہ زمانۂ انکار مین نقل ہوئی ہو ۴ یہہ کہ ودیعت منقولات
سے ہو ۵ یہہ کہ انکار کیوقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۶ یہہ کہ ودیعت کو انکار کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہہ کہ انکار مالک سے کیا ہو
نہ غیر سے فاذا اقمت ھذہ الشروط لم یبرأ باقرارہ الا بعقد جدید ولو یوجد پس جب کہ یہہ شروط سبعہ پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے
بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین ہے ولو جحدھا ثم ادعی ردھا بعد ذلک
وبرھن علیہ قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پہر دعوی کیا کہ اوس نے ودیعت کو پہیر دیا بعد اسکے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے
اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برھن انہ ردھا قبل الجحود وقال غلطت فی الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتھا قبل برھانہ جیسا کہ
اگر گواہ لایا کہ اوس نے ودیعت پہیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار راہ غلط کیا یا مین بہول گیا تہا یا مجہکو یہہ گمان تہا کہ مین ودیعت کو
دیچکا ہون تو برہان اوسکی مقبول ہوگی ولو ادعی ھلاکھا قبل جحودھا حلف المالک ما یعلم ذلک فان حلف ضمنہ وان نکل بری وکذا
العاریۃ منھاج اور اگر دعوی کیا ودیعت کے ہلاک ہونیکا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجاوے کہ وہ اوسکو یعنی ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو
اگر مالک یہہ قسم کہاوے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نکہاوے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ہم قاضی مالک سے
اسوقت قسم لیگا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہوجانے پر گواہ نلا سکے اور عاریت کی یہہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا
دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحطاوی ویضمن قیمتھا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیہ اور انکار کے دن
جو ودیعت کی قیمت ہوگی اوسکا تاوان لیا جائیگا اگر اوس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بخلاف
مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیہ بخلاف اوس مضارب کے جس نے انکار کیا پہر خرید کیا تو اوسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ ہم منح الغفار مین خانیہ سے
منقول ہے کہ مضارب نے جب کہ صاحب مال نے اوس سے کہا کہ تو نے مجہکو کچہہ نہین دیا پہر بولا کہ ہان دیا ہے مجہکو پہر مال سے کچہہ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر
مال ضائع ہوگا اوسکے ہاتہ سے انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہہ ہے کہ وہ ہرحال مین ضامن ہو اور استحسان مین جب کہ اوس نے انکار کیا پہر
اقرار کیا پہر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پہر خرید کریگا پہر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے اور متاع اوسکی ہوگی انتہی لیکن اگر
شارح یون کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن تو ٹہیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع لہ السفر بھا ولو لھا حمل عند عدم نھی
المالک وعدم الخوف علیھا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا درصورت نہ منع کرنے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے
اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر ہم جوہرہ مین حمل کی تفسیر یون کی ہے کہ جسکے اوٹہانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت
فلو نھاہ او خاف فان لہ بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وباھلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کر دیا
یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور باوجود اسکے سفر مین لیجاوے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین
لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتہہ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یجز ان یدفع
المودع الی احدھما حظہ فی غیبۃ صاحبہ اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکہی خواہ وہ چیز مثلی ہو جیسے وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو جیسے
کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین ہے کہ اون مین سے ایک شخص کا حصہ دے دوسرے شخص کے پیچہے ہم قیمت والی کا عدم جواز تو بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا

خلاف ہی یعنی اونکے نزدیک دوسرکا حصہ دینا جائز ہی ولو دفع هل یضمن فی الدر نعم وبعض البحر الاستحسان لا فکان هو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت مین ایک کا حصہ دیگا تو اوسپر تاوان آویگا یا نہین درر مین ہے کہ ہان تاوان آویگا اور بحر الرائق مین ہی کہ استحسان مین اوسپر تاوان نہین پہر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا کلام طحطاوی نے علامہ مقدسی سی نقل کیا کہ یہہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہین فائدہ اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماه وحفظ کل نصفه کمرتهنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رهن ووکیلی شراء سو اگر ودیعت رکہی ایکمرد نے دو مردونکے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہی تو دونون مرد اسکو بانٹ لین اور ہر مرد اوسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے دو وکیلون کے ہم قسمت پذیر سی مراد مکیلات اور موزونات ہین اور جو چیز عیبدار نہو جاوی تقسیم سی خرید کے دو وکیلون کی یہہ صورت ہی کہ اونکو مثلا ہزار درم دیئے غلام کی خرید کرنیکو تو دونون ہزار کو قسمت کرلین پہر اگر ایک وکیل دوسرکو اپنا نصف دیگا تو اوسپر تاوان لازم آویگا یعنی درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہی کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی ولو دفعه احدهما الی صاحبه ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتہی کو یعنی دوسری مودعکو دیدی تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف ما لا یقسم لجواز حفظ احدهما باذن الآخر بخلاف اوس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اوسمین دافع پر تاوان نہین بسبب جائز ہونے ایک شخص کی حفاظت کے دوسری کے اذن سے ہم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جاوی کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع الی عیالك او احفظ فی هذا البیت فدفعها الی من لا بد منه او حفظها فی بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویة فی الحفظ او احرز لم یضمن اور اگر مالکنے مودع سی کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنی عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹہری مین سو مودع نے ودیعت اوس شخصکو اپنی عیال مین سے دی جس سے اوسکو چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اوس گہر کی دوسری کوٹہری مین تو اگر اوس گہر کی کوٹہریان محفوظ ہونے مین برابر ہون یا دوسری کوٹہری محفوظتر مالک کی بتائی کوٹہری سی ہو تو اوسپر تاوان نہ آویگا یعنی درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکور مفید نہین لہذا معتبر نہین ہم عیال لا بدی جیسی جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہی اوسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا ہے اوس صورتمین ظاہر ہوتا ہی کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنیسے منع کردیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر ویسا نہین تو تاوان دیگا اسواسطے کہ قید لگانا مالککا مفید ہی ہم یعنے اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کری مثلا اوس زوجہ یا اوس غلام کو سپرد کرے جسکو دینے سی مالکنے منع کردیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹہری مین حفاظت قلیل ہو بطرح پر کہ اوسکی پشت راہ کے طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹہرا کیونکہ بعضی عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور حفاظت مین بہوت متفاوت ہوتے ہین بدائع مین ہی کہ قاعدہ کلیہ اس باب مین یہہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اوسمین فائدہ بہی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بہی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان هلکت بعد مفارقته وان قبلها لا ضمان اور تاوان نہی مودع کا مودع مثلا زید نے خالد کے پاس ودیعت رکہی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول سے جدا ہونیکے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین ہم یہہ امام کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے اول سے تاوان لیے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالك هلکت عند الثانی وقال بل ردها وهلکت عندی لم یصدق اور اگر مالکنے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اوسنے مجہکو پہیر دی تہی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی وفی الغصب منه یصدق لانه امین سراجیه اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانیمین اوسکی تصدیق ہوگی سواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ ہم یعنی اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالکنے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجہکو ودیعت پہیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودعکا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبیٰ

القصار اذا غلط فدفع ثوب رجل لغیرہ فقطعہ فکلاھما ضامن ۔ اور مجتبی میں ہی کہ جب دہوبی چوک جاوی سو ایک مرد کا کپڑا دوسری مرد کو دی پہر دوسرا شخص اسکو قطع کر ڈالے تو دونون شخص یعنے دہوبی اور قاطع ضامن ہین م یعنی مالک جسسی چاہے تاوان لے تو اگر دہوبی سے تاوان لیے تو دہوبی قاطع سے بہر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دہوبی سے نلے قواعد فقہ اسیکو مقتضی ہین کذا فی الطحطاوی یعنی یہہ تفصیل بحث ہی نہ روایت مذہب وعن محمد اصابت الودیعۃ شئ فامر المودع رجلا یعالجہا فعطبت من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہی ۔ اور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے جانور کو کچھہ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اوس کا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اوس کا مالک جسسی چاہی تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے بہر لے اگر معالج جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نکریگا انتہی کذا فی المجتبی بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جسسی چاہی تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اوسکے مودع سی ہم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہی اور مودع سی اسواسطے کہ اوس نے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اوسکے مالک کے کذا فی الدرر ۔ واذا ضمن المودع رجع علی الغاصب وان علم علی الظاہر درر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ ۔ اور جب مالک مودع سی تاوان لے تو مودع غاصب سے بہر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اوس قول کے جسکو قہستانی و باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ درصورت علم کے رجوع نہین تو خبردار رہو ۔ اس اختلاف سی معہ الف ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف اخری بینہما ۔ ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اوسپر دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ دہ ہزار اوسکے ہین اور میں نے اوس شخص کے پاس ودیعت رکہی ہین یعنی دونون کے گواہ نہین سو مودع سی قسم لینا چاہا سو اوس نے دونون کے واسطے قسم نکہائی تو وہ ہزار دونون مدعیون کے مملوک ٹہیرینگے اور اوس شخص پر ایکہزار درم اور واجب الاداء ہون گے جو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہوان ہم قسم نکہانا اقرار ہوا دونون دعوونکا لہذا ایک ہزار اوسپر اور تاوان آیا ولو حلف لاحدہما ونکل للاخر فالالف لمن نکل لہ ۔ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کہائی اور دوسری کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اوس مدعی کے ہونگے جسکے واسطے اوس نے قسم نکہائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ یہہ ہزار درم آجکے دن فلانے شخص کو پہنچا دی سو اوس نے اوسکو نہین پہنچائی یہانتک کہ وہ تلف ہوگئی تو اوس سے تاوان نلیا جاوےگا اسواسطے کہ یہہ فعل اوسپر کرنا لازم نہین کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ چنانچہ اگر مالک نے مودع سی کہا کہ میری طرف اوٹہالا ودیعت کو سو کہا اوس نے کہ مین یہہ فعل کرونگا پہر وہ نہ اوٹہالایا یہانتک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوگئی تو اوسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیۃ یعنی فلانیکو دینا یا مالک کے طرف ودیعت کا اوٹہالانا اوسپر واجب نہین ہی جسکے نکرنے سے تاوان اوسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت مین تخلیہ البتہ اوسپر واجب ہی قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت وکذبہ فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیۃ صاحب ودیعت نے مودع سی کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دی سو اوس نے کہا میں نے اوسکو دی اور فلانے شخص نے اپنی مین اسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتہہ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ ۔ مودع نے شروع سی کہا مین نہین جانتا ہون کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اوسپر تاوان نہین بر قول صحیح ترچنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور مین نہین جانتا ہون کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری ۔ اور مودع اخر فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ مین نہین جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی یا مین نہین جانتا کہ مین ودیعت رکہدی یا دفن کر دی اپنی گہر مین یا کسی اور جگہہ مین

تو اوسپر تاوان آویگا هم علمائے دینے کہا فتاوی عالمگیری مین عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر بولا کہ مین نہین جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی تو
تاوان اوسپر نہین ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لا یضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا
مکان بیان نکیا لیکن اوسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اسمکان سے جسمین دفن تہی تو اوسپر تاوان نہین اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے **فروع** مسائل متعلقہ
شارح هدد المودع او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دہمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر
مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اوسنے بعض مال دیا تو اوسپر تاوان نہین وان خاف الحبس والقید یضمن اور اگر محبوس ہونیسے یا بیڑی
ڈالنیسے ڈرا اور اوسنے مال دیدیا تو اوسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ مالہ کلہ فهو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چہین جانیسے ڈرا تو وہ عذر ہے هم
فتاوی عالمگیری مین ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اسکے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اوسپر تاوان آویگا اگر اوسکے پاس مال بقدر کفایت
کے باقی رہے اور اگر سب مال لیلے تو وہ معذور ہے اور اوسپر تاوان نہین کما لو کان الجائر هو الآخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی
بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہین کذا فی العمادیۃ هم طحطاوی نے کہا منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اسمین نہین ہے
خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر للحاکم لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسدت فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانیکا تو مودع یہ حال
حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچڈالے اور اگر حاکم سے نکہے یہانتک کہ ودیعت بگڑ جاوے تو اوسپر تاوان نہین هم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہین فتاوی عالمگیری مین ہے
کہ اگر اوس شہر مین حاکم نہو تو خود مودع اسکو بیچڈالے اور اسکا ثمن رکھہ چھوڑے ولو انفق علیها بلا امر قاض فهو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچہہ
خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنیوالا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہین لیسکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرهن فهلک حالة القراءة
لا ضمان لان لہ ولایة هذا التصرف صیرفیہ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف مین پڑہا سو مصحف تلف ہوگیا پڑہنیکی حالت مین تو اوسپر تاوان نہین اسواسطے
کہ مودع کو اس تصرف کی یعنی پڑہنیکی ولایت ہے کذا فی الصیرفیہ هم کتاب العاریۃ کے اخیر مین مذکور ہوگا کہ کتب علم مین نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق سے (ورق گردانی)
ضرر نہو اور یہ اسطرح ہے جیسے کسیکی دیوار کے سایہ مین بیٹہنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے هم اور فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت
رکہا سو اوسنے خم یعنی مٹکے کے سر پر رکہا سو تلف ہوگیا تو اگر رکہنا بر وجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہین ہے تو تاوان نہین ہے اور اسکی معرفت کا
طریقہ یہ ہے کہ اگر مٹکے مین پانی یا آٹا ہو تو رکہنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہین کذا فی الطحطاوی قال وکذا لو وضع السراج علی المنارة
صیرفیہ کے مصنف نے کہا اور اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ مناری پر رکہہ تو تاوان نہین بصورت تلف ہوجانیکے هم مناری سے مراد محل نور ہے (چراغدان) اودع صکا وعرف
اداء بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء احبس المودع الصک ابدا اور صیرفیہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت
رکہا اور ادای بعض حق معلوم ہے اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ہے ادای بعض حق کا تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکہے هم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا زید کا محمود پر سو درم
تہے سو محمود نے زید کو سو درم کا تمسک لکہدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکہا پہر محمود نے پچیس درم مثلا زید کو ادا کئے اور یہہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مرگیا اور
اوسکا وارث پچیس درم کے دینے کو نہین مانتا ہے تو حامد کو چاہیے کہ تمسک محمود کو اور نہ زید کے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمین محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہہ مشہور پر محمول ہے جبکہ
مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکہکر والا مجرد خط مثبت حق نہین انتہی وفی الاشباہ لا یبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ
ہے کہ میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور لوگون کا ظاہراً عدم برأت مشہور ہے جب کہ دین مستغرق ہو اور وارث مؤتمن ہو
چنانچہ ودیعت مین یہی شرط ہے جب مودع مارا گیا ہو ودیعت ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للسید اخذ ودیعة العبد مولی کو جائز نہین غلام کی ودیعت
لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو مگر جب کہ گواہ اسکے ہون کہ یہہ اوسکا مال ہے العامل لغیرہ امانة لا اجر لہ الا الوصی والناظر اذا عملا جو شخص کہ غیر کے
واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اوسکے واسطے اجرت نہین مگر وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت ثابت ہے جبکہ دونون عمل کرین هم وصی سے وہ مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر
کیا اجرت معینہ کیساتہ اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہین ہے کذا فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا اجر للناظر فی المسقف اذا احیل علیہ المستحقون

اقول یعنی لفظ میں کہتا ہوں متن اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کی شرائط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہیں ہے ہوئی مکان میں جبکہ مستحقین وقف کو اوسکے بانٹنے کا حوالہ کر دیا
گیا ہو تو اسکو اور کہنا چاہیے کہ طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنیوالے کی طرف سے اجرت مشروط ہو گی تو ناظر کو ملیگی دفی الوہبانیۃ وذا فی کلف مقرضنا و مقاربھا + و دیم العواض الشرط جائز ق
نعد ۵+ اور وہبانیہ میں ہے اور ہزار درہم قرض اور مضاربت میں یکر نفع مضاربت کا فقط مالک کیواسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے یعنی ایک شخص دوسرے کو ہزار درہم دیکے اور یہ کہا کہ نصف قرض ہیں اور نصف بطور مضاربت
اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہو تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھہریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہو گئی تمام نفع کی شرط لگانے میں صاحب مال
کیواسطے تو مضاربت منقلب ببضاعت ہو گئی وجہ ممنوع ہونیکی یہہ ہے کہ حدیث میں قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کیواسطے ہے
اور ٹوٹا بہی دونوں پر ہے اسواسطے کہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی الطحطاوی ۵ وان یدعی والمال قرضا وخصمہ + قراضا فذو المال قد قیل
یحمد ذکرہ+ اور اگر صاحب مال قرضکا دعوی کرے اور اوسکا مخاصم مضاربت کا دعوے کرے تو بعضوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہے اور دوسرا قول
یہہ ہے کہ مضارب کا قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے ۵ وفی العکس بعد الربح فالقول قولہ + کذالک فی الابضاع
ما یتغیر+ اور اسکے برعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت دینے کے اختلاف میں حکم متغیر نہیں ہے برعکس کی صورت یہہ ہے کہ
مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب کو
گواہ لانا لازم ہے اور ابضاع کی یہہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ میں نے اوسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب قرض کا دعوی کرتا ہے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول
ہے کذا فی الطحطاوی ۵ وان قال قد ضاعت من البیت وحدہا + یصدق و شیء ما تلف فقد یصدق + اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت گھر سے ضائع
ہو گئی تو یہہ قول صحیح ہے یعنے صادق ہے اور اوس سے قسم لیجاوے اسواسطے کہ یہہ صورت ہو سکتی ہے یعنی سوائے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع ہونا متصور ہو آخرت کہ
سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا لیجا یا کہ وہی چیز اوسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی ۵ و تارک فی قوم لامر صحیفۃ + فراحوا دا
یضمن المتاخر+ اور ایک قوم میں ودیعت کا چھوڑنیوالا بوسیلہ امر مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہو گئی تو پچھلا شخص جانیوالا تاوان دیگا
شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہو گئی تو تاوان بہی اوسی پر مخصوص ہو گیا تو اگر سب لوگ ایک ساتھ ہی ... تو سب پر تاوان ...
کذا فی الطحطاوی ۵ و تارک نشر الصوف صیفا فعثت + یضمن و قرض الفار بالعکس یوثر + اذا لم یسد الثقب من بعد علمہ + ولم ...
الملاک مما ہی تنفقہ+ اور گرمیکے موسم میں صوف پہیلانیکا ترک کرنیوالا مودع یعنے مالک کے امر سے پہر صوف کو کیڑا کہا گیا تو مودع سے تاوان لیا
جائیگا اسواسطے کہ اوسنے ودیعت کی حفاظت نکی جسطرح کہ اوسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اسکے ... کرتا ہے
جب کہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد اوسکے دریافت ہونیکے یا کہ مالک ودیعت خبر نکردے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے ... یعنی
جب کہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اوس مکان میں رکہی جسمین سوراخ نہیں پہر اسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اوسپر تاوان نہیں
اور اگر اوس مکان میں سوراخ ہے اور مودع اسکو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر کر دی سوراخ کی تو اوسپر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود دانستن
سوراخ بند نکیا تو اوس پر تاوان ہے خلاصہ یہہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ درصورت اعلام مالک مودع
سوراخکو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہو گیا اوسمکان میں رکہنے سے باوجود سوراخدار ہونیکے تو معلوم ہوا کہ واو قولہ ولم تعلیم کا بمعنی او ہے کذا فی الطحطاوی
قلت بقی لو سدہ مرۃ فتحہ الفار وافسدہ لم یذکر وینبغی تفصیلہ کما مر فتدبر میں کہتا ہوں باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر مودع نے ایک بار سوراخ بند کر دیا
سو چوہے نے اسکو کہولدیا اور ودیعت کو خراب کر ڈالا اسکا حکم مذکور نہیں اور اسکی بہی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اسکو غور کر ہم تفصیل مذکور یہہ ہے کہ ...
طرح سے کہ یا مالک سوراخکو بتا دے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخکو بند کرے تو تاوان اوس سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین بعضے علماء ...
نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ میں ہے کہ ودیعت سپرد کی مؤنت مالک پر ہے نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب العاریۃ

یہہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (ویمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں

ماعون اوس چیز سے عبارت ہی جسکی عاریت دینی کی لوگون مین عادت ہو پہر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تہا بطور عاریت کے لیا تہا تو اسمین اختلاف ہی کہ عاریت دینا مستحب ہی یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہے
کذا ذکرہ ابو السعود وآخرھا عن الودیعۃ لان فیھا تملیکا وان اشترکا فی الامانۃ مصنف نے پیچہے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع
کی تملیک ہی اگرچہ دونون امانت ہونے مین مشترک ہین ھم یعنی عاریت مین تملیک ہی اور ایداع بہی ہی تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہی مرکب سے اور
مرکب موخر ہی مفرد سے ومحاسنھا النیابۃ عن اللہ تعالی فی اجابۃ المضطر لانھا لاتکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت دینی کی عمدہ خوبیون سے حق تعالی
کی نیابت ہی عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کیواسطے قرض کے مانند ھم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہی بسبب
اپنی حاجت کے وقال تعالی (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریاد رسی کی تو گویا حق تعالی کا نائب ہوا فریاد رسی مین تو عاریت دینی والا متخلق
ہوا اخلاق فریاد رسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی ایمومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر اسواسطے
یعنی بحاجت محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہی ثواب مین اور قرضکا ایکدرم اٹھارہ درم کے برابر ہے ھم یعنی قرض نہین لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج
اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہی اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہی صدقہ کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالھا اور قرضکا ثواب اٹھارہ
گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہی تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرضکا ایکدرم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ مین
صدقہ کرنیوالیکی طرف کچھ عود نہین کرتا اور قرضکا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہی تو مقابل اوسکے دو درم ساقط ہو گئی تو اٹھارہ باقی رہگئی ولہذا اگر مقرض مستقرض کو
معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ھی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشیء قاموس عاریت لغت عرب مین عبارت ہی چیز کے عاریت دینی سے عاریت کی
یاء تحتانیہ مشدد ہی اور اسکی تخفیف بہی جائز ہی کذا فی القاموس ھم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینی والا مستعیر عاریت لینی والا وشرعا
تملیک المنافع مجانا اور شرع مین عاریت عبارت ہی منافع کی مالک کردینے سے مفت بلا عوض ھم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلا گھوڑے کا سوار ہونا
اور کتاب سے پڑہنا اور گہر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ کیطرح ہو جائے کہ اجارہ مین بہی تملیک ہی منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہے
افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کے لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونیکا فائدہ عاریت مین ظاہر کردیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی
ھم چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہی ولہذا فتاوی عالمگیریہ مین کہا ہی کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہی معیر کیجانب سے اور مستعیر کے
طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روی استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہی کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت
کرا تو یہہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی
نہین ہوتا ہان قبول کاہی فعلی ہوتا ہی چنانچہ معیر نے کہا کہ یہہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اوس نے اپنا ہاتہہ پہیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ لو فعلا فقط قبول کیطرف
راجع ہی کذا فی الطحطاوی وحکمھا کونھا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنے اثر مترتب ہوتا ہی عاریت کا امانت یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جائے تو مستعیر پر تاوان
نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وشرطھا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوھا عن شرط العوض لانھا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط
قابل ہونا ہی مستعار کا فائدہ لینی کیواسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونیسے اسواسطے کہ عاریت اشتراط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہوجاتی
ہی ھم قابلیت انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا اسکے حق مین نکل گیا اور یہہ ضرور ہی کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور
موزونات اور روئی اور صوف اور ریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہی اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دوکان
اور تجمل کے واسطے عاریت لے تو یہہ قرض نہین بلکہ عاریت ہی لیکن اسکو سوا وجہ مذکور کے اوسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان وصح فی العمادیۃ تجویز اعارۃ
المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لاتفضی للمنازعۃ لعدم لزومھا اور تصریح کی ہی عمادیہ مین مشاع کو عاریت دینی اور اسکو ودیعت رکہنی اور اسکے
بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابۃ علی المستعیر وکذا نفقۃ العبد اما کسوتہ

فعل المعیر۔ اور فقہا نے کہا ہو کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہی اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور ہکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہی وھذا اذا طلب الاستعارۃ فلو قال المولیٰ خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولیٰ ایضا لانہ ودیعۃ یعنی اور یہ غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا اسوقت ہی جب کہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو۔ تو اگر مولیٰ نے کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اوسکا کھانا پینا بھی مولیٰ پر ہی اسواسطے کہ یہہ ودیعت ہے نہ عاریت ھم ظاہر ایہہ اباحت انتفاع ہی اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اوسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہیں کہ یہہ ولیسی ودیعت ہی جسکے انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا ونصحۃ باعرتک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہے اعرتک کے لفظ سے یعنے مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین صریح اور کہلا ہوا ہے واطعمتک ارضی ای غلتھا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی مینے اپنی زمین تجھکو کہانیکو دی یعنے زمین کا غلہ تیرے کہانیکو دیا اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہی از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر ہم غلہ پیدا ہوتا ہی زمین مین تو غلہ حال ہے اور زمین اوسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز استعارہ ہی بقرینہ الطعام کے اسواسطے کہ جب طعام غیر مطعوم مثلا زمین کیطرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہی ومنحتک بمعنی اعطیتک ثوبی او جاریتی ھذہ وحملتک علی دابتی ھذہ اذا لم یرد بہ ہبۃ منحتک وحملتک الھبۃ لانہ صریح فیفید العاریۃ بلانیۃ والھبۃ بہا ای مجازا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مینے تجھکو کپڑا یا اپنی یہہ لونڈی دی اور صحیح ہی اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مینے تجھکو چڑہایا اپنے اس جانور پر جب کہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح ہی تو عاریت کو مفید ہی بلانیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے ہم یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا واخدمتک عبدی واجرتک داری شھرا مجانا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہو کہ مینے اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور اپنا گھر ایک مہینہ بہر تجھکو مفت اجارہ یا ہم اجارہ بلاعوض درحقیقت عاریت ہی اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری مین عدم عاریت پر فتوی دیا ہی کذا فی الطحطاوی وداری لک سکنی مبتدا الک خبر سکنی تمییز ای بطریق السکنی اور اس قول سے عاریت صحیح کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہی سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہی اور لک خبر ہی اور سکنی تمییز ہی ہم سکنے مصدر ہے بمعنی اقامت یا اسم ہے بمعنے مکان صاحب درر نے کہا سکنی محکم ہی اور ارادہ نفع مین لہذا لام بمعنے ملک مراد نہوا وداری لک عمری مفعول مطلق ای اعمرتھا لک عمری سکنی تمییز یعنی جعلت سکنہا لک مدۃ عمرک اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہو کہ داری لک عمری سکنے یعنی مینے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمییز ہی ہم اور یہہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسیکے طرف شارح تفسیر ثانی مین اشارہ کیا لیکن اوس نے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھہ ملا دیا زیلعی نے کہا داری لک اسکا محتمل ہی کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہو کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت مین محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنے لام بمعنی ملک مراد نہوا ولعدم لزومہا یرجع المعیر متی شاء اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہی جب چاہی اپنی چیز پہیر لے ولو موقتۃ معیر کو عاریت پہیر لینے مین اختیار ہی اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو ہم دریافت کرنا چاہئے کہ عاریت چار قسم ہی ایک تو یہہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہہ ہے کہ مستعیر کو اس سے فائدہ لینا جائز ہو جسطرح چاہے اور جبتک چاہی دوسری قسم یہہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مخصوص مذکور ہو اسکا حکم یہہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہہ کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتھی قسم یہہ کہ مدت کی قید نہو بلکہ انتفاع کی قید موجود ہو اسکا حکم یہہ ہی کہ تعیین معیر سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج او فیہ ضرر فتبطل وتبقی العین باجر المثل کمن استعار امۃ لترضع ولدہ وصار لا یاخذ الا ثدیہا فلہا اجر المثل الی الفطام وتمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کو پہیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوئی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنے اسصورت مین عاریت منقلب باجارہ ہوجائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودہ پلانیکے واسطے اور لڑکا ایسا لونڈی سے ہل گیا کہ کسیکی چھاتی موہنہ مین نہین لیتا سوای اُس لونڈی کی تو اس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودہ چھوڑانے تک اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے

ودیا معیرا بالعقد غیر لازم العاریۃ فیما اذا استعار رجل ارضا لیوضع جذوعہ فوقہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری دفعہا وقیل نعم
الا اذا شرطہ وقت البیع قلت والقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہما واعتمدہ محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف
فکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے دو صورتیں میں جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کیواسطے
پھر دھنیاں اسپر نصب کین پھر بیچ دی دیوار بیچڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ان دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ بیع عدم دفع شرط
کرلے بیع کے وقت میں کہتا ہون اور قول ضعیف سکے قوی ہونیپر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کی محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ صالح
ابن مصنف نے اوسپر اعتراض نہیں کیا تو گویا اسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہوجانیسے تاوان
اسکا لازم نہیں آتا یعنی یہہ اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانتین تاوان نہیں مگر متعدی سے بالاجماع تاوان ہے ہم تعدی کی صورتیں یہہ ہیں کہ عاریت کے جانور کی باگ کسی نے کہینچی اور
وہ ہلاک ہوگیا یا مستعیر مسجد میں گیا اور اسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہوگیا یا سواری کیواسطے عاریت رکھا سو اسکو بند کر رکھا یا پانی پلانیکے واسطے اسکو غیر جہت معینہ سے
لیگیا سو وہ ہلاک ہوگیا یا زمین جوتنے کیواسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور بیل کے ساتھہ ملایا اوسکی خلاف عادت سو وہ ہلاک ہوگیا تو بالاجماع اوسپر تاوان ہے
اور اگر اسکو چراگاہ میں چرانیکے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہوگیا اگر وہاں اسطرح کے چرانیکی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک ہو تو تاوان
ہے اور اگر جنگل میں سوگیا اور باگڈور جانور کی ہاتھہ میں ہے سو وہ چور لیگیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر کا
سوجانیسے تاوان مطلقا نہیں جب کہ مستعار چیز اوسکے سر کے نیچے ہو یا آگے رکھی ہو یا اس پاس ہو اسطرح کہ عادت میں اسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی البحر وشرط الضمان
باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ
ہم جوہرہ میں ہے کہ تاوان شرط کرنیسے عاریت میں تاوان لازم ہوجاتا ہے ولا تؤجر ولا ترہن لان الشیٔ لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز
نہیں ہے اسواسطے کہ شی متضمن نہیں ہوتی اپنی مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کالودیعۃ فانہا لا تؤجر ولا ترہن بل ولا تودع
ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار مانند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت
دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر صورت میں جبکہ استعمال مختلف
نہوتا ہو اور یہی قول صحیح معتمد بہ ہے کذا فی العمادی واما المستاجر فیؤاجر ویودع ویعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ لیا تو اوسکا اجارہ رکھنا
اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز نہیں واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کی مانند ہے یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور ایداع
اور اعارہ جائز نہیں وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک فیہا تملیکا لغیرہ بدون اذن سواء قبض اولا اور وہبانیہ میں نو مسائل نظم کی ہیں جنمیں
اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اوسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال ۵ وما لک امرا لا یملکہ بدون اذن امرہ وکیل مستعیر وموجر +
رکوبا ولبسا فیہما ومضارب + ومرتہن ایضا وقاض وقیم + سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے
وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنی مستاجر بکسر جیم سواری اور پہننے میں مثلا پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی اور قیم مالک کا لفظ
مبتدا ہے اور جملہ لا یملکہ کا اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا
بلا امر معیر درست نہیں جبکہ عاریت مختلف ہوجاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کیواسطے
جانور کرایہ لیا یا اسیطرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اوسپر سوار کرنا یا دوسرے کو اوس قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھہ مضاربت کریگا اور مرتہن
دوسرے کے پاس رہن رکھیگا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کریگا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی العمادی و مستودع مستبضع ومزارع + اذا لم یکن من عندہ البذر
اور مستودع بفتح دال ایداع کا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دینے کا اور جسنے زمین بعقد مزارعت لی جب کہ مزارع کے پاس بیج نہو کہ کھیت میں بیج ڈالے اپنی تو غیر شخص کو زمین بطور
مزارعت کے نہیں دیسکتا بلا اذن صاحب اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی العمادی قلت والعاشر ۵ وما للمساقی ان

سیاتی غیرہ ہو ولنا افتی المولی الہ لیث الخ یہ میں کہتا ہوں آٹھ دسواں مسئلہ وہبانیہ کی مساقاۃ اور مزارعت کی فصل میں یون مذکور ہوا ہے جائز نہیں عقد مساقات زمین

کہ غیر کو زمین بطور مساقاۃ دی اور اگر ہو وے یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان اجرالمستعیر او رھن فہلکت ضمنہ المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت

کو اجارہ میں دے یا اسکو رہن کو سپرد وہ تلف ہو جاے تو معیر اس سے تاوان لیوے بسبب اسکی تعدی کے ولا رجوع لہ للمستعیر علی احد لانہ بالضمان ظھر انہ آجر ملک

نفسہ ویتصدق بالاجرۃ خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان پھر لینا کسی سے جائز نہیں اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا کہ اوسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ

دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر دے برخلاف ابو یوسف رح اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوا ہے اجرت کا

اور خیرات کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنیسے کذا فی المنح او ضمن المستاجر یا معیر تاوان لے مستاجر سے سکت عن

المرتھن وفی شرح الوھبانیۃ الخامسۃ لایملک المرتھن ان یرھن فیضمن وللمالک الخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے

اور وہبانیہ کی شرح میں ہے اور پانچواں مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہیں مرہون کے رہن کہنے کا تو اوسپر رہن کہنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار

چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے پھیر لے ویرجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا

لضرر الغرور اور جبکہ مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال پھیر لے جب کہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہے اسکے ہاتھہ میں فریب کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اگر

عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہیں بسبب عدم فریب ولہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ اولا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا دینا اوس

کے استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نکر دیا ہو اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور الکو

دوسری کا مالک نا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھہ لادنا

کذا فی صدر الشریعۃ ویعیر ما لا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت وجزم فی نزاھۃ الجواھر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والا کو معین کر دیا

ہو تو مستعیر اوس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو نزاہۃ الجواہر میں اختیار

کے نظر نسبت کیا ہے ومثلہ ای المعار المؤجر وھذا عند عدم النھی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فھلک ضمن مطلقا خلاصہ اور عاریت کی چیز کی مانند

ہے اجارہ کی چیز یعنی مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور دونوں صورتوں میں مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور یہ تفصیل کہ

در صورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو مستعیر نے دی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اوسپر آویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ

وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجرھا مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیرہ للحمل ویرکب ما بالاطلاق سو جو شخص

کہ عاریت لے جانور کو یا جانور کو بطریق کرایہ لے مطلقا بلا تقیید تو بوجھہ لادے اوسپر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور آپ سوار ہو اطلاق پر عمل کرنیسے وایا

فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہو جائیگا مراد ہونیمیں اسواسطے کہ مطلق ہر ایک کو شامل ہے اور تعین تھا معین مستعیر اور مستاجر کو

اختیار ہے تو اگر اول سوار کی تو اب اوسپر بوجھہ لادا نہیں سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کر ساتھہ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی البحر وضمن بغیرہ

ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعدہ ہو الصحیح کافی اور تاوان دیگا غیر میں اگر جانور ہلاک ہو جاے تو اگر عاریت کا کپڑا

غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی ولد اطلق المعیر والمؤجر الانتفاع فی الوقت والنوع

انتفع ما شاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر اور موجر نے نفع کو وقت اور نوع میں مطلق بلا قید کہا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ

یعنی بنا بر عمل بالاطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر ہو معین وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو

تاوان دے بتر خلاف کرنیمیں تا ماننداوا بہتر خلاف میں ہم خلاف بتر کی مثال یہ ہے کہ جانور عاریت لیا مثلا دو من گیہوں لادنیکے واسطے پھر اوسپر لیقدر جو لادے تو تاوان دیگا

اسواسطے کہ جو کا بوجھہ زیادہ پھیلتا ہے جانور کی پیٹھہ پر گیہوں سے اور خلاف مثل کی مثال جیسے کہ معین گیہوں کے عوض اور گیہوں اوسیقدر لادے یا اپنے گیہوں کی عوض غیر کے گیہوں

لادے اور بہتر خلاف کی یہ مثال ہے کہ جو کہے واسطے عاریت لے اور اوسپر گیہوں کا وزن کذا التقیید الاجارۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسیطرح کا حکم اجارہ میں

ملہ یعنی بغیر اذن کے غیر کی چیز کا دینا جائز نہیں ۱۲

نرخ جانچے یا نمونہ سا کہی قید لگا دیگا ما رہیگا وانہ عاریۃ الثمنین والمکیل والموزون والمعدود والمتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استعمال اعیانہا روپیہ
اشرفی وغیرہ کیلی اور وزنی اور معدود و متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت قرض ہے بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ م یعنی عاریت مباح کرنا ہے انتفاع
اور اشیاء مذکورہ مین انتفاع نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے لہذا ایسا عاریت دینا قرض ہوگی یعنی معدود و متقارب جیسے انڈے و اخروٹ اور اسیطرح صوف اور ریشم
اور روئی اور مشک اور کافور وغیرہ باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر عملا بالمقابل الا انتفاع لانہ قرض حتی لو استعارہا لیعیر
المیزان او یزین الدکان کان عاریۃ تو تاوان ہی م عاریت لینیوالا اشیاء مذکورہ کے تلف ہوجانیسے قبل انتفاع کے ہو اسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپیہ اشرفی کو
عاریت لیا تاکہ اون سے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا اونکو رکھکر دوکان کی آرایش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنے اسواسطے کہ اسمین استہلاک عین نہیں
ولو اعارہ قصعۃ ثرید فہو قرض ولو بینہما مباسطۃ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر معیر اور مستعیر مین کشادہ چشمی اور بے تکلفی
ہو تو یہ اباحت ہے م ثرید وہ کہانا ہے جو شوربے مین روٹی ترکرنیسے مرتب ہوتا ہے جب قرض ہوا تو وہ مثل یا اوسکی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت مین تاوان نہین وتصح
عاریۃ السہم ولا یضمن لان الرمی یجری مجری الاہلاک صیرفیہ اور تیر کی عاریت صحیح ہے اور تلف ہونیسے تاوان نہین ہو اسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام
ہلاک کے ہے کذا فی الصیرفیہ یعنی یہ استہلاک بالقصد ہے مالک کی اجازت سے لہذا اسمین تاوان نہین ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر
زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانیکو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونیسے ولہ ان یرجع متی شاء لما بینا انہا غیر لازمۃ اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت
پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہین ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان بالقیمۃ مقلوعین
لئلا یتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کہدوا ڈالے مگر جب کہ کہودنے مین زمین کا ضرر ہو تو کہدی عمارت اور کہدے درخت
کی قیمت دیکر دونون چیزین قائم رکہی جاوین تاکہ اوسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دیدے ولو وقت العاریۃ فرجع قبلہ کلفہ قلعہما وضمن
المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹہرائی
سو معیر نے عاریت پہیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کہدوا ڈالے اور مستعیر کو اوتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہوگا یا کہودنے سے اسطرح پر کہ مدت معین تک عمارت
اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت اونکی مقرر کیجاوے اور پہیر لینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر م مثلا درخت کی قیمت کہودنیکے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک
قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی تو دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارہا لیزرعہا لم تؤخذ منہ قبل ان یحصد الزرع وقت اولا وترک
باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جب کہ زمین مستعیر کو کہیتی کرنیکے واسطے عاریت دی تو اوس سے کہیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نکی ہو تو زمین
مستعیر کے پاس بعوض اجرت مثل چہوڑ دیجاویگی دونون حقونکی رعایت کرنیکے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر وکلفتک زرعک لم ینبت لم یجز لان بیع الزرع قبل
نباتہ باطل وبعد نباتہ فیہ کلام اشار الی جوازہ فی المغنی نہایۃ پہر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ مین تجھکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہون اگر کہیت جما ہو تو جائز نہین
اسواسطے کہ کہیت کی بیع قبل اوسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اوسکے جمنے کے اسمین گفتگو ہے مغنی مین اسکے جائز ہونیکی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایہ م قول معنے یہی مختار ہے
کذا فی الخلاصۃ عن البنائیہ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اسواسطے کہ اوسنے اپنی نفع کے واسطے اسپر قبضہ کیا تہا اور پھیر دینا
اوسپر واجب ہے فلو کانت موقتۃ فامسکہا بعدہ فہلکت ضمن لان مؤنۃ الرد علیہ نہایہ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکہ
چہوڑی بعد اس وقت کے پہر عاریت ضائع ہوگئی تو مستعیر اسکا تاوان دے اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تہا کذا فی النہایہ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹہرا م اس
مسئلہ مین دو قول ہین اور تاوان قیاسی کا مختار ہے اور عدم ضمان کا فتوی اور مجتبی مین مذکور ہے کذا فی العطار الا اذا استعارہا لیرہنہا فتکون کالاجارۃ وہن
الخانیۃ عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جب کہ مستعیر نے رہن کرنیکے واسطے عاریت لی تو یہ عاریت اجارہ کے مانند ہے کذا فی رہن الخانیہ یعنی تو اجرت معیر پر ہوگا جیسے
متاجر پر ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الرد علیہ اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہے
وکذا المؤجر والغاصب والمرتہن مؤنۃ الرد علیہم لحصول المنفعۃ لہم اور اسیطرح موجر اور غاصب اور مرتہن پر پھیر دینے کا خرچ ہے بسبب حصول ہونے

سنت کو اور نہیں کیونکہ فهذا الی الاخراج بأذن رب المال والاخرجہ ترد مستاجر و مستعیر علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یعنی مزدور جو
لانے پر مقرر ہوا اسوقت ہی جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن مزدور اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پہیر دینے کا خرچ اسپر ہے جس نے
اسکو اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ و مضاربۃ و ہبۃ فقوی بالرجوع مجتبی بخلاف شرکت اور مضاربۃ اور ہبہ کے
کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبی یعنی شرکت مین رد راس المال کا خرچ اور مضاربت مین صاحب مال پر ہے اور ہبہ مین واہب پر کذا فی المنح وان ردّ المستعیر الدابۃ
مع عبدہ او اجیرہ مشاهرۃ لا مياومۃ او مع عبد ربها مطلقا یقوم علیها اولانی الاصح او اجیرہ ای مشاهرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا
بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پہیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پہیر دیا مالک کے
غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہو قول اصح مین یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بہیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پہر جانور
ہلاک ہوگیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہوگیا تا واتے اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا اور یومیہ دار کو اسواسطے کہ مالک کے عیال مین داخل نہیں ہوتا
بخلاف نفیس کجوهر اس بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام با نوکر کے ہاتھ مالک پاس بہیجا اور تلف ہوجاوے تو وہ بری الذمہ نہوگا وبخلاف
الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ اور برخلاف اجنبی کے ساتھ بہیجنے
کے یعنی اسطرحپر کہ عاریت کی مدت معین تہی پہر وہ مدت تمام ہو چکی پہر مستعیر نے اسکو بہیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہوگا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکہہ چہوڑنے
ولا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بہ یفتی زیلعی فتعین حمل کلامہم علی هذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے دینے مین
انقضاے مدت کی قید نہ لگائی جاوے بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہوجاوین تو صحیح نہین ہو اسلئے کہ مستعیر ودیعت رکہنے کا مالک ہو جسمین عاریت رکہنے کا مالک ہو اجنبی سے اسی قول کا
فتوی ہو کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمل کرنا اسی قول پر متعین ہوگیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہی جب کہ بعد انقضاے مدت دیا ہو نہ مطلقا
وبخلاف رد ودیعۃ ومغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پہنچا دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گہر تک کہ یہ تسلیم نہین یعنی جب تک
مالک کو نہ پہنچا دیگا تب تسلیم ثابت ہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فیخصص لئلا یعم البناء
ونحوہ اور جب کہ سفید خالی زمین زراعت کیواسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکہدے اسطرحپر کہ تو نے اپنی زمین سے کہا نیکو دی تا مین اسمین زراعت کرون تو
زراعت کی اسواسطے تخصیص کردی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہو عام عاریت نامہ لکہنا افضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکہنے کا یہ ہے کہ تا طول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا
انکار نہ کرے و العبد المأذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہی یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سوداگرونکا دستور ہے کذا فی المنح والمحجور اذا استعار
واستهلکہا یضمن بعد العتق غلام محجور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کرے تو تاوان آزاد ہونیکے بعد دیگا ولو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہ ضمن الثانی للحال
غلام محجور اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دیوے اور وہ تلف کرڈالے تو دوسرے یعنی مستعیر فی الحال تاوان دیوے ولو استعار ذهبا فقلدہ صبیا فسرق الذهب ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ
ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن لانہ اعارۃ والمستعیر یملکها اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکی کے گلے مین اسکا ہار ڈالا پہر وہ چوری ہوگیا لڑکی کے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اس کی جو
بدن پر لباس وغیرہ ہے تو مستعیر پر تاوان نہین اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہی اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نہیں کرسکتا ہو تو مستعیر پر ضمان ہے یعنی
اسواسطے کہ اوس نے پرایا مال ضائع کیا تاوان کو دیگر وضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن ولو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا لعا
عاریت کو اپنے سامنے رکہا پہر وہ سوگیا سو عاریت ضائع ہوگئی تو اوسپر تاوان نہین اگر بیٹہے بیٹہے سوگیا ہو اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنیوالا نہین گنا جاتا
وضمن لو نام مضطجعا لترکہ الحفظ اور تاوان دیگا اگر لیٹ کر سوگیا بسبب نگہبانی چہوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی
والوصی باپکو جائز نہین اپنے ولد صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہونے عوض کے اور اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہین ہے یہ قول فتاوی عالمگیری کے
مخالف ہی اسواسطے کہ اسمین بعض علماء سے منقول ہی کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہی کذا فی المحیط طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک
غدا فلما کان الغد ذهب الطالب واخذہ بغیر اذنہ واستعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ خانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ

ضمان الثیاب

اتفاقیہ نقشہ ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سواوسنے کہا میں کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا یادون پہلے اذن کے اور پھر ...
کام میں بیل مرگیا تو اوسپر تاوان نہیں کذا فی الخانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبے وغیرہ میں ہے کہ وہ تاوان دیگا صح تو اہمین قول ثابت ہوئی جہیز
ابنتہ بما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمر بین الناس ان الاب یدفع تلک الجہاز ملکا لا اعارۃ لا یقبل قولہ
انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول
لہ اتفاقا باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورتکو دیا جاتا ہی پھر باپ نے کہا کہ مین نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تہا تملیک طور پر اگر لوگون میں یہہ رواج ہی کہ باپ
اسی جہیز کو دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہہ قول کہ اوسنے عاریت دیا تہا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکی تکذیب کرتا ہے
اور اگر یہہ طریقہ رواج نہوا یا کہی بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور کبھی بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو
اوس جہیز سے جو ویسی عورتکو دیا جاتا ہی تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے
مانند ہی حکم مذکور میں ہم یعنے اگر ماں یا ولی صغیرہ نکاح کر دی جہیز دیکر پہر دعوی عاریت کا کرے تو روہکا اعتبار ہوگا اور یہہ حکم ماں اور ولی میں ابن وہبان کی
بحث ہی کذا فی الطحاوی وفیما یدعیہ الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المہر اور جسمین اجنبی دعوی کرے
بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ مینے اسکو فلانی چیز عاریت دی تو اوسکا قول مقبول نہیں بدون شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیہ اور باب المہر مین پہلے مذکور ہوچکا
وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی
الصرف الی الموقوف علیہم یعنی الاولاد والفقراء وامثالہا اور اشباہ میں ہے کہ جو امین امانت کی پہنچا دینے کا اوسکے مستحق کیطرف دعوی کرے تو اوسکا
قول قسم کے ساتھ مقبول ہی چنانچہ مودع جب کہ ودیعت پہیر دینے کا دعوی کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے تو موقوف
علیہم سے مراد واقف کی اولاد ہی اور محتاجین اور مانند اونکے یعنی علما اور شرفا کذا فی الطحاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا
یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروا لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ
قلت وقد مر فی الوقف عن المولی ابی السعود واستحسنہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ مینے روزی لینے
والونکے وظائف میں صرف کیا تو اوسکا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہیں بلکہ ناظر انکو دوبارہ دی
وقف کے مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ میں شرح ہی میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہہ مذکور ہوچکا مفتی ابو سعود سے اور مصنف نے اسکو پسند کیا ہے اور
اوسکے فرزند نے اسکو ثابت رکہا ہے حاشیہ اشباہ میں تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وسواء کان فی حیوۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین
اذا ادعی بعد موت الموکل انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیوتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعای ایصال امین مستحق امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اسکی موت کے
ہو مگر قبض دین کے وکیل میں جبکہ وہ بعد موت موکل کے یہہ دعوی کرے کہ اوسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اسکی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے
ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کالودیعۃ اذا قال قبضتہا فی حیوتہ وہلکت وانکرت الورثۃ او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان
عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کے ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ مینے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہوگئی اور موکل کے وارثون نے اسکا انکار کیا
یا وکیل نے کہا کہ مینے وہ عین موکل کو دی تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہی یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو
اوٹھاتا ہے اور یہہ اسکا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا
یصدق فی وکالۃ الولوالجیۃ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اسکا قول مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب کرتا ہی میت پر اور وہ
تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیۃ ہم ایصال دین کے دعوی میں میت پر ایجاب ضمان کی یہہ وجہ ہے کہ قضای دیون بامثال
دیون کے ہوتا ہے تو ادعای ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہوجاتا ہے اوس حق کا جو مدیون پر ہی اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہیں کذا فی

الطحاوی مختصراً قلت وظاهره انه لا یصدق لا فی حق نفسه ولا فی حق الموکل وقد افتی بعضهم انه یصدق فی حق نفسه لا فی حق الموکل وحمل علیه کلام الولوالجیة فلیتأمل عند الفتویٰ مین کہتا ہون اور ظاہر کلام ولوالجیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ وکیل کی تصدیق نہوگی نہ اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے حق مین اور البتہ بعض فقہا نے فتویٰ دیا ہی کہ وکیل کی تصدیق اوسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہی تو تامل کرنا چاہیئے فتویٰ دینے کے وقت مترجم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کے فہم کے موافق پر دلالت نہین کرتا بلکہ اوسکی عبارت سے یہہ ظاہر ہو کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان علی البیت تو افتاء بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھہ حاجت نہ رہی کذا فی الطحاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستعیر سے مترجم یہہ صورت مین ہی جب کہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہی کذا فی الطحاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدهما عاریت اجارہ کی مانند فسخ ہوجاتی ہی معیر مستعیر کی موت سے مات وعلیه دین وعنده ودیعة بغیر عینها فالترکة بینهم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اوسپر دین ہی اور اوسکے پاس ودیعت غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون مین مقسوم ہوگا بقدر اونکے حصون کے مترجم ودیعت غیر معین کی یہہ صورت ہی کہ میت مرگیا اور یہہ بیان نکر گیا کہ فلانی چیز ودیعت ہی تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکہ مین برابر ہین بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادای کل دیون مین کفایت نکرے استاجر بعیرا الی مکة فعلی الذهاب وفی العاریة علی الذهاب والمجیء لان ردها علیه اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہہ اجارہ فقط جانے پر ہی نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے دونون پر ہی اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہے یعنی اوسے پہونچانا بدون آنیکے نہین ہوسکتا بخلاف اجارہ کے کہ اوسکے آنیکا خرچ موجر پر ہی نہ مستاجر پر استعار دابة للذهاب فامسکها فی بیته فهلکت ضمن لانه اعارها للذهاب لا للامساک جانور عاریت لیا جانیکے واسطے پھر اوسکو باندہ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اوسنے اوسکو جانیکے واسطے عاریت دیا تہا نہ باندہ رکھنے کے واسطے استقرض ثورا فاخذ علیه الاتراک لو یضمن لانه عاریة عرفا بیل قرض لیا سو اوسپر ترکون نے شغل کاریگری کی تو اوسپر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ عاریت ہی رواجین یعنے اور بلاتعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی ویسکن واذا اخرج فالبناء للمالک فللمالک اجر مثلها مقدار السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارة تملیک بلاعوض فکانت اجارة معنی وفسدت بجهالة المدة زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ مکان سے نکلجاوے تو عمارت مالک زمین کی ہو تو مالک کو کرایہ ملیگا ویسی زمین کا بقدر اوسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہی اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہی تملیک منافع بلاعوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا اوسنے تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونیسے مترجم عوض وہ عمارت ہی جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بہی معلوم ہوتی تو بہی اجارہ فاسد ٹہرتا جہالت بدل سے ہی اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کے وقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجهالة البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹہرگئی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے مترجم خراج تہا معیر پر پہر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹہرا اور یہی حقیقت ہی اجارہ کی اسواسطے کہ عقود مین معانی کا اعتبار ہی نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحیلة ان یوجره الارض سنین معلومة ببدل معلوم ثم یامره بان یادی الخراج منه اور مستعیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پہر مستعیر ادای خراجکا عوض معلوم سے امر کرے استعار کتابا فوجد فیه خطأ اصلحه ان علم رضاء صاحبه قلت ولا یأثم بترکه الا فی القرآن لان اصلاحه واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت لی سو اوسمین غلطی پائی تو اوسکی اصلاح کردے اگر مالک کی رضامندی جانی مین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہے بخط مناسب مترجم قرآن مین اصلاح مین رضای مالک ہو اسواسطے کہ غیر کی ملک مین تصرف ہی ابن وہبانی نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب خط کتاب ہو اور اوسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضای صاحب کتاب اصلاح کردے اور اگر خط مناسب نہین تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکھکر وہان رکھدے اور محل خطا پر نشان کردے تا مالک اوسکا مطلع ہوکر درست کرے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادت سے ہے کذا فی الطحاوی وفی الوهبانیة وینبغی ان اصلاحه مستعیده یجوز اذا لم یکن لا یعتاد اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک کتاب مین اگر مستعیر اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہی اصلاح جب کہ اوسکا مالک آزردہ نہو دفعاً یا قطعاً اور

وہبانیہ کی سات آبین گلی بیت ہو ہم معاباۃ وہ کلام ہے جسکے فہم اور جواب مین مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور چیستان اور پہیلی وَأَيُّ لُعُوبٍ لَيْسَ يُمْلِكُ أَخْذَ مَا + أَعَارَ
وَفِي غَايَةِ الرَّهَانِ الْمَعْهُودِ + اور وہ کون سی چیز جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہین اور رہن کے سوا یہ مین یہ مسئلہ متصور ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ زید
عاریت دی زمین ہے اسواسطے تو مالک مین کرا دیکر لینا کہیت کٹنے سے پہلے جائز نہین وَهَلْ وَاهِبٌ لَا يُرْجِعُ مَوْجُودَةٌ + اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے
کہ اسکو ہبہ لینا جائز ہو ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک نہین ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے
مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کیواسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹہیرا وَهَلْ مُودَعٌ مَا ضُيِّعَ الْمَالَ يَحْضُرُ + اور ایسا کوئی مودع ہے جسنے مال ضائع نہین کیا اور
تاوان دیتا ہو ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ وصیت کرنیوالے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ودیعت رکہے اور کہا کہ یہہ درم میرے فلانی وارث کو دینا سو مودع نے بعد
اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی ورثہ ... کذا فی الشطاری واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الهبة

یہہ کتاب ہے ہبہ کی
یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاہرۃ وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبہ کے ظاہر ہے ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے
تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین سے مع المنافع بلا عوض سے ہی لغۃ التفضل علی الغیر ولو غیر مال ہبہ لغت مین عبارت ہے فضیلت مال
کرنے سے غیر پر اگرچہ ... وشرعًا تملیک العین مجانًا ای بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع مین ہبہ عبارت ہے عین کے
مالک کر دینے سے مفت یعنی بدون عوض کے یہہ نہین کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ مین ہم تملیک مین سے اباحت اور عاریت ہبہ سے خارج ہوگئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل
گئی لیکن یہہ تعریف وصیت کی مانع نہین لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہہ تہا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح مین کہا ہے تو
مطلب یہہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہہ مطلب نہین کہ عدم عوض شرط ہے تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جاوے وَأَمَّا تَمْلِيكُ
الدَّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَإِنْ أَمَرَهُ بِقَبْضِهِ صَحَّتْ لِرُجُوعِهَا إِلَى هِبَةِ الْعَيْنِ اور دین کی تملیک تو غیر مدیونکو اگر صاحب دین نے اوسکو
دین قبض کرنیکا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کے طرف ہم یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف مین تملیک عین داخل ہے تو چاہیے
کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نکہین اسکا جواب شارح نے یون دیا کہ صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اوسنے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہوگیا تو
تملیک عین متحقق ہوگئی وَسَبَبُهَا إِرَادَةُ الْخَيْرِ لِلْوَاهِبِ دُنْيَوِيٍّ كَعِوَضٍ وَمَحَبَّةٍ وَحُسْنِ ثَنَاءٍ وَأُخْرَوِيٍّ اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے
واسطے خواہ خیر دنیوی ہو جیسے عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو جیسے ثواب بشرط خلوص نیت قَالَ الْإِمَامُ أَبُو مَنْصُورٍ يَجِبُ عَلَى الْمُؤْمِنِ أَنْ يُعَلِّمَ
وَلَدَهُ الْجُودَ وَالْإِحْسَانَ كَمَا يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُعَلِّمَهُ التَّوْحِيدَ وَالْإِيمَانَ إِذْ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ نِهَايَةٌ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے کہ
ہر ایماندار پر اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکہانا جس طرح اوسپر یہہ واجب ہے کہ اسکو توحید اور ایمان بتادے ہے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا فی
النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو چھوڑے کہ دنیا کی محبت پر جوان ہوجاوے اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے
نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وَهِيَ مَنْدُوبَةٌ وَقَبُولُهَا سُنَّةٌ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهَادَوْا تَحَابُّوا
اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست ہوجاؤ اور کاہے بسبب
عارض کے ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہین ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہوجاوے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا یہہ کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وَشَرَائِطُ صِحَّتِهَا فِي الْوَاهِبِ الْعَقْلُ
وَالْبُلُوغُ وَالْمِلْكُ فَلَا تَصِحُّ هِبَةُ صَغِيرٍ وَرَقِيقٍ وَلَوْ مُكَاتَبًا اور صحت ہبہ کی شرطین ہبہ کرنیوالے مین عقل اور بلوغ اور مالک ہے تو صغیر اور مملوک کا
ہبہ صحیح نہین اگرچہ مملوک مکاتب ہو وَشَرَائِطُ صِحَّتِهَا فِي الْمَوْهُوبِ أَنْ يَكُونَ مَقْبُوضًا غَيْرَ مُشَاعٍ مُمَيَّزًا غَيْرَ مَشْغُولٍ كَمَا سَيَتَّضِحُ اور صحت ہبہ کی شرطین موہوب
یعنی بخشی چیز مین ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع متمیز غیر مشغول بغیر موہوب جیسا کہ آگے واضح ہوگا ہم زیلعی مین ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے اسواسطے کہ ملک ثابت نہین
قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض ... ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنف کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے اور باقی شروط موہوب کی
فتاوی عالمگیری مین یون مذکور ہین کہ موہوب موجود ہو ... تو اگر اپنے درخت کے پہل ہبہ کرے جو اسسال پہلین گے تو جائز نہین اسواسطے کہ فی الحال معدوم ہین اور ازانجملہ

کتاب الہبۃ

ہبہ شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہیں اور ازانجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی البدائع
وکنہا ہو الایجاب والقبول کما سیجئ اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وحکمہا ثبوت الملک للموہوب لہ غیر لازم فلہ الرجوع و
الفسخ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہے یعنی سوای ان صورتوں
کے جو مذکور ہونگی وعدم صحۃ شرط الخیار فیہا فلو شرطہ صحت ان اختارہا قبل تفرقہما اور حکم ہبہ نہ صحیح ہونا شرط خیار کا ہے ہبہ میں تو اگر موہوب لہ نے
خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے مترجم کہتا ہے کہ مصنف یون کہتا وعدم صحتہا بخیار الشرط [illegible]
والا حاصل اوس کا یہ ہے کہ ہبہ مطلقا صحیح ہے اور شرط باطل ہے وکذا الابراء تصح الابراء وبطل الشرط خلاصہ اور اسیطرح اگر واہب نے شرط خیار سے ابرا کی
تو ابرا صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصۃ مترجم حلبی نے کہا اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منح الغفار مین واقع ہے والا تشبیہ غیر صحیح ہے ومنہا انہا لا تبطل
بالشروط الفاسدۃ فہبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح وتبطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا ہے شرط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو
موہوب لہ آزاد کرے صحیح ہے اور شرط باطل ہے وتصح بایجاب کوہبت ونحلت اور ہبہ صحیح ہے ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی مین نے ہبہ کیا ونحلت یعنی مین نے بخشا اپنی دل کی خوشی
سے بلا مطالبہ واطعمتک ہذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاح اور مین نے یہ کہانا تیرے کہانیکو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو مترجم خلاصہ مین ہے
کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے سو واہب نے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنیوالا نہ تھا اور
موہوب لہ نے اسکو قبول کر لیا بقبول صحیح انتہے اور اسیطرح خلاصہ کے مانند خزانہ کی عبارت ہے جسکو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجہا ہے اور حالانکہ اوس سے مصنف کا مطلب ثابت
نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب جو وجہ المزاح سے ہو ہبہ صحیح نہین بخلاف اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ لرقبتہا واطعام لغلتہا [illegible] بر خلاف اسکے
کہ مین نے اپنی زمین تیری کہانیکو دی اسواسطے کہ یہ قول عاریت ہے رقبہ زمین کی اور طعام ہے اوسکے غلہ کا [illegible]
مین مذکور ہوچکا والاضافۃ الی ما او الی مشاع یعبر بہ عن الکل کوہبت لک فرجہا وجعلتہ لک [illegible]
جزو کیطرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ مین نے تجہکو اوس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو مین نے تیرے واسطے مقرر کر دیا [illegible]
مترجم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تہا ولو بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جعلتہ باسمک فانہ لیس بہبۃ [illegible]
تیری نام کے ساتہہ مشہور یا مقرر کر دیا ہو اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہین ہے مترجم یہ قول غیر اظہر ہے اسواسطے کہ [illegible]
باغ لگایا اور کہا کہ [illegible] یعنی اسکو مین نے اپنے بیٹے کے نام کے ساتہہ مشہور کیا تو ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے [illegible]
وکذا ہی لک حلال الا ان یکون قبلہ کلام یفید الہبۃ خلاصہ اور اسیطرح یہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجہکو حلال ہے [illegible]
پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ مترجم قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے [illegible]
مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اسطرح ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا تو مجہکو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہے [illegible]
مجہکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجہہ پر یہ حلال ہے تو البتہ اب یہ قول ہبہ ٹہیریگا واعمرتک ہذا الشئ اور مین نے یہ چیز تجہکو بطور عمری [illegible]
مترجم عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کرے اور بعد موت موہوب لہ کے پہیر لے سو تملیک صحیح ہے اور پہیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد
شرط سے حدیث مین وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ کی مملوک ہے اور اوسکے وارثون کی ہے بعد اوسکے کذا فی الزیلعی وحملتک علی ہذہ
الدابۃ ناویا بالحمل الہبۃ کما مر اور مین نے تجہکو اس جانور پر سوار کر دیا حمل سے ہبہ کی نیت کرکے چنانچہ کتاب العاریۃ مین گذر چکا مترجم حمل کا ہے [illegible]
کا ہے بمعنے عاریت مستعمل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وکسوتک ہذا الثوب اور مین نے تجہکو یہ کپڑا پہنایا مترجم [illegible] تملیک مین مراد
ہوتی ہے بولتے ہین کہ فلانے نے فلانیکو کپڑا پہنایا جب کہ اسکو کپڑیکا مالک کر دیا اور عاریت مین اسطرح نہین بولتے وداری لک ہبۃ [illegible]
ہبہ منصوب حال ہونیسے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہے کہ لفی الدار [illegible] وعمری تسکنہا لان قولہ تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیرا [illegible]

للاسم فقد اشار علیہ فی قولہ بان یشکت عن ان شاء قبل مشورۃ ثم یدل ان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گہر تیرا سے بطور عمری کہ تو اوس میں سکونت کری یہ قول ہبہ کا ایجاب ہے اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہی واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونیکی لیاقت نہیں رکہتا تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اپنی ملک میں سیطرح کہ اوس میں سکونت اختیار کری سو اگر موہوب لہ چاہے اوسکے مشورہ کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کری لا لو قال ہبۃ سکنی او سکنی ہبۃ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہے کہ میرا گہر تیرا ہی موہوب ہے کہ سکونت کی راہ یا سکونت کی بابت موہوب ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبہ محتمل ہے اور سکنے تمیز عاریت ہونیکی وجہ یہ ہے کہ لفظ سکنے محکم ہی تملیک منفعت میں تو یہ قول عاریت ہی خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا موخر کذا فی الخلاصۃ عن البحر وحاصلہ ان اللفظان انبأ عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ و احتمل اعتبر النیۃ نوازل اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دی یعنی دلالت کری تملیک قبہ پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کری تو عاریت ہے یا ہبہ اور عاریت دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل و فی البحر آخرہ یسمیہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس درخت کو جاہتا ہون اپنی فرزند کے نام پر یقول اقرب صحت ہے ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری میں فتاوی قاضیخان سے بصیغہ جزم مذکور ہے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحطاوی وتصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع حتی لو حلف ان یہب عبدہ لفلان فوہب ولم یقبل بر وبعکسہ حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنیسے یعنی موہوب لہ کی حق میں اور واہب کے حق میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کہائی کہ اپنا غلام فلانی شخص کو ہبہ کریگا سو اوس نے اوسکو ہبہ کیا اور اوس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ میں فلانی شخص کا ہبہ لونگا سو اوس نے ہبہ کیا اور اوس نے قبول نکیا تو حانث نہوگا بخلاف بیع کہ اوس میں یعنی اگر قسم کہائی کہ فلانی شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اوس نے بیع کا ایجاب کیا اور اوس نے قبول نکیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے تمام نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جبتک قبول نپایا جاویگا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ہنا کالقبول فاختص بالمجلس اور صحیح ہی ہبہ موہوب لہ کو قبض کرنیسے بلا اذن واہب کے مجلس عقد میں اسواسطے کہ قبض یہان یعنی ہبہ میں قبول کرنیکے مانند ہے لہذا مخصوص مجلس عقد ہوا اور قبض بجای قبول کے ہوا اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کی اسواسطے کہ ملک متصور نہیں مگر قبض تو قبض مقید بمجلس ایجاب بیع کا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ تہا کہ جائز نہو تا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی و بعدہ بہ ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضای مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے و فی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض بعدہ اور محیط میں ہے کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنیکا امر کیا ہو ہبہ کرنیکے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اوسکے بہی والتمکن من القبض کالقبض فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمکنہ من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر کسی کو کپڑی ہبہ کیے صندوق مقفل میں اور صندوق مذکور اوسکے طرف بلند کیا یعنی سامنے کیا تو یہ قبض نہوگا بسبب اوسکو قادر ہونیکے قبض پر ولو مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کہلا ہو تو قبض ثابت ہوگا سامنے کرنیسے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہی بیع میں و فی الدرر والمختار تصحیحہ بالتخلیۃ فی صحیح الہبۃ لا فاسدہا اور درر میں ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہی تخلیہ سے ہبہ صحیح میں نہ ہبہ فاسد میں یعنی اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ میں تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو و فی النتف ثلاثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور نتف میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہین بدون قبض کے عقود مذکورہ یہ ہین ۱ ہبہ ہی ۲ صدقہ ۳ رہن ہم و قف بقول محمد و اوزاعی و ابن شبرمہ و حسن بن صالح ۵ عمری ۶ نحلہ یعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ بدل سلم میں جب کہ بعض بدل کہوٹا ہو تو اگر کہوٹی درمون کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اوسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جب کہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو دونو جنس مختلف ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے تو اسمین تفاضل جائز ہی نہ نسیئہ ۱۳ جب کہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع خلاف الجنس تو اسمین بہی تفاضل جائز ہی نہ نسیئہ

کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن المنح ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقاً ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع
کر دیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقاً صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے م خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو
قبض صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اگر قبض ہو سکیگا تو قبض صحیح ہے دونوں مجلسوں میں بعد مجلس کے ہو یا اسی کہ صریح قوی تر ہے دلالت کیسی صحت قبض تو ایجاب باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور
مطلقاً کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ نے جا کر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہو تو صحیح ہوا ورنہ نہیں تو نہیں وتتم
الھبۃ بالقبض الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے م قبض کامل منقول میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی
کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ میں قبض کامل قسمت کر دینے سے ہوتا ہے تا موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو بلاتبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ میں بعض کا قبض کامل ہے تبعیت
کل ہوتا ہے کذا فی الدرر ولو الموھوب شاغلاً لملک الواھب لا مشغولاً بہ ہبہ قبض کامل سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل بملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب ق
الاصل ان الموھوب ان مشغولاً بملک الواھب منع تمامھا وان شاغلاً لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام
ہونیکا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونیکا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت
شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو وھب جراباً فیہ طعام الواھب او داراً فیھا متاعہ او دابۃ علیھا سرجہ وسلمھا
کذلک لا تصح ولو عکس تصح تو اگر تھیلا ہبہ کیا جسمیں واہب کا طعام ہے یا وہ گھر جسمیں واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہو اور تینوں چیزوں کو اسیطرح تسلیم کیا
تو ہبہ صحیح نہوگا م اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر ق ولو عکسہ
تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلاً منھا شاغل لملک الواھب لا مشغول بہ اور اسکے برعکس میں ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط
اسواسطے کہ ہر چہار اشیاء ثلثہ سے ملک واہب شاغل ہے نہ مشغول م خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہیں اور مظروف کا ہبہ بلاظرف صحیح ہے کیونکہ
اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک واھبہ لا یمنع تمامھا م عدم تمام ہبہ میں مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول
ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں م منجملہ اسکی صورتوں کی ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے
اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گھر میں اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃً تو اسکی تسلیم صحیح ہوگی
پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی کرھن وصدقۃ لان القبض شرط تمامھا
وتمامہ فی العمادیۃ تمام ہوتا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کی مانند اسواسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونیکی اور پورا بیان اسکا
عمادیہ میں ہے م یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور
دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ھبۃ المشغول لا تجوز الا اذا وھب الاب لطفلہ اور اشباہ میں ہے
کہ ہبہ مشغول کا جائز نہیں مگر جب کہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وکذا الدار المعارۃ میں کہتا ہوں اور اسیطرح عاریت کا گھر ہے م صورت اسکی یہ
ہے کہ ایک گھر عاریۃً یا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر معیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہے اسواسطے
کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے کذا فی الطحطاوی والتی وھبتھا لزوجھا علی المذھب لان المرأۃ ومتاعھا فی ید الزوج فصح التسلیم
اور ہبہ مشغول اس گھر میں جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنابر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے ہاتھ میں ہے تو تسلیم موہوب صحیح ہوگی
م صورت اسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمیں رہتی ہے اور اسکا اسباب اسمیں ہے اور زوج بھی اسکے ساتھ اسی گھر میں رہتا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہے
اسواسطے کہ زوجہ گھر اور اسباب کے ساتھ زوج کے ہاتھ میں ہے اور مقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقد غیرت بیت الوھبانیۃ
فقلت ومن وھبت للزوج داراً لھا بھا متاع وھم فیھا تصح المحرر اور میں نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو میں نے یوں کہا اور جس زوجہ نے زوج کو
اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمیں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمیں رہتے ہیں تو ہبہ صحیح ہے یہی قول محرر معتمد علیہ ہے م وہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی ومن

لہ یعنی ہر دو مذہب تا موہوب یعنی ہر دو فی قرنے ۲

وشیت الزوج دار البنا بنیا وبھا متاع وسلمھا فقد لان یدہ برؤ یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین ووہبہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمین رہتی تھی
تو وو قول آئین مرقوم ہین یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت مین تصرف کر دیا وفی الجوھرۃ وحیلۃ ہبۃ
المشغول ان یودع الشاغل اولاً عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلاً فتصح لشغلہا بمتاع فی یدہ ۱۲ اور جوہرہ مین ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ
ہی کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کی پاس ودیعت رکھی پھر موہوب لہ کو مثلاً مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کے متاع کے ساتھ موہوب لہ کے
ہاتھ یعنی جب شاغل بطریق ودیعت موہوب لہ کے قبض مین آیا پھر مشغول بتسلیم واہب اوسکے پاس آیا تو دونون پر قبضہ کامل متحقق ہوگیا لہذا ہبہ صحیح ہوگیا
فی متعلق بتتم محذوف مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے موہوب مفرغ مین ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہوگیا پہلی ہبہ سے
درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر اور کھیتی کے ہبہ سے زمین مین مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہوگئی اور مشاع باقی نہ رہا ومشاع لا یبقی منتفعا
بہ بعد ان یقسم کبیت وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے اس مشاع یعنی غیر مقسوم مین جو نفع لینے کے لائق نہین رہتا قسمت کرنے کے بعد
چنانچہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر ہم مشاع اس قسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہین رکھتا بایننے کہ بعد قسمت کے پہلا منتفع بہ نہین رہتا چنانچہ عبد واحد
اور دابۂ واحدہ بابعد قسمت کے منتفع بہ نہین رہتا جس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کہ انمے الدرر لا تتم بالقبض فیما یقسم
مشاع غیر قسمت پذیر کی قید سواسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہین ہوتا قبض کرنے سے اس مشاع مین جو قسمت پذیر ہو ہم قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور نہ مانند
اسکی کذا فی الدرر قہستانی نے کہا جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہین اور جو نہین تو قسمت پذیر ہے انتہے بحر الرائق مین ہی کہ حد
فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ مین یہ ہے کہ جو چیز دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ مانے تو اگر قاضی
مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شریک کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہی چنانچہ گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نکر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہین چنانچہ عبد اور
حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وھبہ لشریکہ اولاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل
قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہین ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ مین ہے تو یہی یعنی شریک کو
بھی ہبہ مشاع کا جائز نہ ہونا مذہب ٹھیرا ہم اور درر سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت مین قبض کامل بدون قسمت کے نہین ہوتا وفی الصیرفیۃ عن العتابی قال
وقیل یجوز لشریکہ وھو المختار اور صیرفیہ مین عتابی سے منقول ہے اور بعضون نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہی اور وہ مختار قول ہے ہم فقہا کی ظاہر
عبارت سو عدم جواز مستفاد ہو یہان تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلے کیطرف منسوب کیا ہی بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی البحر وان قسمہ
وسلمہ صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع یعنی مانع قبض کامل اشاعت تھی سو قسمت
اور تسلیم سو زائل ہوگئی ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت
تسلیم کرے یا اسطرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اوسکا تصرف اسمین نافذ نہوگا تو موہوب لہ اسکا تاوان دے
یعنی در صورت تصرف اور واہب کا تصرف اسمین نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصولین الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی
ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ لکن لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام
المشاع لیکن درر مین ہے فصولین سے کہ ہبۂ فاسد ملک کا مفید ہو جاتا ہی قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اسکے بزازیہ مین ہے برخلاف اس قول کے جسکو
صحیح کہا ہی عمادیہ مین لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح کی لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہی اپنی شرح مین مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت
شارح دال ہو کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہو حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہی چنانچہ شبلی مین اتقانی سے مذکور ہے اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہی بیع مشاع
کی جائز ہو قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر مین اور اجارہ اسکا جائز ہو شریک سے نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارۂ مذکورہ فاسد ہی تو اجرت مثل لازم ہوگی اور قرض
اسکا شریک سے جائز ہی اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ ہوتا نفعہ ہی والا جائز نہین اور رہن مشاع کا فاسد ہی مقسوم اور غیر مقسوم مین ہم اور شریک

اور غیر شریک برابر ہو اور وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہونا محمد کے نزدیک اور بخلاف محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز نہیں
اور ایداع مشاع شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وهل للقریب الرجوع فی الهبة الفاسدة قال فی الدرر
نعم وتعقبه فی الشرنبلالیة بانه غیر ظاهر علی المفتی به من افادتها الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہو قرابتدار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ میں
درر میں کہا کہ ہاں جائز ہے اور شرنبلالیہ میں اسپر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس واسطے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہو جاتا ہے قبض کرنے
سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طارئ کان یرجع فی بعضها شائعا فانه لا یفسدها اتفاقا اور مانع
قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنے وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے
کیونکہ شیوع طاری مفسد ہبہ نہیں بالاتفاق اور شیوع متصل کی یہ صورت ہے کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر
نصف یا ثلث شائع میں ہبہ کو باطل کرے والاستحقاق شیوع مقارن لا طارئ فیفسد الکل حتی لو وهب ارضا وزرعا وسلمهما فاستحق
الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق البعض الشائع فیما یحتمل القسمة اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہو کل
موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق مالک غیر نکلی تو ہبہ زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمة میں ہم زراعت
کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب درر نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شیء واحد کے مانند ہے پھر جب احدہما مستحق ٹھہرا تو یوں ہو گیا کہ گویا
بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمة میں تو ہبہ باطل ہو گا باقی میں اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ دیتی لانه کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی والاستحقاق
اذا ظهر بالبینة کان مستندا الی ما قبل الهبة فیکون مقارنا لها لا طارئا کما زعمه صدر الشریعة وان تبعه ابن الکمال قهستانی اور استحقاق
جب کہ گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ما قبل ہبہ کے طرف مستند ہو گا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہو گا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعة نے گمان کیا ہے اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعة کا
اتباع کیا ہے اس قول میں سو آگاہ رہو ہم استحقاق زرع کو ظہیریہ میں شیوع مقارن کہا ہے اور نہایہ اور کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہے قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ
میں دو روایتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعة اور ابن کمال اس قول میں منفرد نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح هبة لبن فی ضرع وصوف علی غنم ونخل
فی ارض وتمر فی نخل لانه کمشاع اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور روئیں کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت میں اسلئے
کہ یہ ہبہ مشاع کے مانند ہے ولو فصله وسلمه جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کر ڈالے یعنی مثلا دودھ کو تھن سے علیحدہ کرے ہبہ اور تسلیم کر دے تو جائز
ہے بسبب دور ہو جانے مانع قبض کامل کے وهل یکفی فصل الموهوب له باذن الواهب ظاهر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے
اذن سے درر کا ظاہر یہ ہے کہ ہاں کفایت کرتا ہے بخلاف دقیق فی بر ودهن فی سمسم وسمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانه معدوم فلا یملک الا
بعقد جدید برخلاف اس آٹے کے جو گیہوں میں بالقوہ ہے اور اس تیل کے جو تلوں میں ہے اور اس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ ہبہ اصلا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ معدوم
ہے تو مملوک نہ ہو گا مگر عقد جدید سے ہم عدم جواز کا یہ سبب ہے کہ گیہوں مستحیل ہو کر آٹا ہو جاتے ہیں اسیطرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتی ہیں کذا
فی الدرر وملک بالقبول بلا قبض جدید لو الموهوب فی ید الموهوب له ولو بغصب او امانة لانه حینئذ عامل لنفسه اور موہوب مملوک
ہو جاتا ہے قبول کر لینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ میں ہو ہبہ کے وقت اگرچہ اسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہوا اسلئے کہ اسوقت میں یعنے جب
موہوب لہ قابض نے ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنیوالا ہے یعنے بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا تجانسا
ناب احدهما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جبکہ دو قبض ہم جنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہے ہم چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر
مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کے ہو گا اسواسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہو گا بلا قبض جدید واذا
تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسه اور جب کہ دونوں قبض ہم جنس نہ ہوں متغایر ہوں تو قبض اعلیٰ قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنیٰ کے اور ادنیٰ اعلیٰ کا نائب
نہیں ہوتا ہم نیابت اعلیٰ کی مثال یہ ہے کہ غصب سے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور قبض ودیعت کی مثال یہ ہے کہ ایک

چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر اپنے اوسکے ہاتھ ہبہ کی پانی وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة وهو كل من يعوله فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو في عيالهم اور ہبہ اوس شخص کا جسکی نے الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہو اور ولی فی الجملہ وہ ہو جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بہائی اور چچا ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونیکے وقت بشرطیکہ صغیر اونکی عیال میں ہو ہم ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نکرسکو اور باپ سے مراد یہ ہو جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموهوب معلوما وكان في يده او يد مودعه لان قبض الولي ينوب عنه ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہے عقد سے یعنے فقط ایجاب بلا قبول اور بلا قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ میں ہو یا اوسکے مودع کے ہاتھ میں ہو اسواسطے ہبہ مذکور پورا ہو کہ ولی کا قبض صغیر کے قبضہ کے قائم مقام ہے والاصل ان كل عقد يتولاه الواحد يكتفي فيه بالايجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اوسمین فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وهب له اجنبي تتم بقبض وليه وهو احد اربعة الاب ثم وصيه ثم الجد ثم وصيه وان لم يكن في حجرهم وعند عدمهم تتم بقبض من يعوله كعمه اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اوسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اسکا وصی پھر دادا پھر اوس کا وصی اگرچہ صغیر اونکی گود یعنی اونکی پرورش اور حمایت میں نہو اور اونکے نہونیکے وقت ہبہ تمام ہوتا ہے اوس شخص کے قبض سے جسکی عیال اور پرورش میں صغیر ہے چنانچہ صغیر کا چچا وامه واجنبي ولو ملتقطا لو في حجرهما والا لفوات الولاية اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اوسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بوجہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابتدار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضه لو مميزا يعقل التحصيل اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ الیسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابيه مجتبى لانه في المنافع المحضة كالبالغ حتى لو وهب له اعمى لا نفع له وتلحقه مؤنته لم يصح قبوله اشباه ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر کے قبض سے اگرچہ باپ اوسکا موجود ہو کذا فی المجتبے یہ اسلئے کہ نابالغ نافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اوسپر لازم ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لكن في البرجندي اختلف فيما لو قبض من يعوله والاب حاضر فقيل لا يجوز والصحيح هو الجواز انتهى میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو بعضوں نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ثم هذا استدراك على عدم قوله فظاهر القهستاني ترجيحه وعزاه لفخر الاسلام وغيره على خلاف ما اعتمده المصنف في شرحه وعزاه للخلاصة اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے برخلاف اوس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے ہم قہستانی نے جواز قبض مربی طفل باوجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہے بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغری سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی لكن متنه يحتمله بوصل ولو بامه والاجنبي ايضا فتامل لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب وصل کرنے ولو مع وجود ابيه کو امه والاجنبي کے ساتھ بھی سو اسمین تامل کرو یعنی جسطرح مصنف کا قول ولو مع وجود ابيه موصول ہے اس قول سے وبقبضه ولو مميزا اسی طرح اگر اسکو امه والاجنبي سے بھی وصل کیجیے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح رده لها كقبوله مراجيه اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اوسکا صحیح ہے کذا فی السراجیہ وفيها حسنات الصبي له ولابويه اجر التعليم ونحوه اور سراجیہ میں ہے صغیر کی نیکیاں اوسکے واسطے ہیں یعنی اوسکو ثواب ہوگا اور اوسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ہم بعضوں کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب اوسکے والدین کو ہوگا اور قول معتمد یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اوسکا کفارہ ہوں لہذا اوسکی حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی ويباح لوالديه ان ياكلا من ماكول وهب له وقيل لا انتهى فافاد ان غير الماكول لا يباح لهما الا لحاجة اور صغیر کے والدین کو اوس ماکول کا کہانا مباح ہے جو صغیر کو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کہانا مباح نہیں انتہی مافی السراجیہ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت

چنانچہ اطلاق والدین وضعوا ھدایا الختان بین یدی الصبی مما یصلح لہ کثیاب لصبیان فالھدیۃ لہ والا فان المھدی من اقرباء الاب ومعارفہ
فللاب وان من معارف الام فللام قال ھذا للصبی اولا لڑکون کے ختنے کیوقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہو چنانچہ لڑکونکے کپڑے
تو یہ تحفہ صغیر کا مملوک ہو اور اگر ایسا نہیں چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریہ تو اگر تحفہ لانیوالا باپکے قرابتدارون یا اوسکے دوستون سے ہو تو تحفہ باپکے
واسطے ہو یا ماں کے اقارب اور دوستون سے ہو تو تحفہ اوسکی ماں کے واسطے ہو تحفہ لانیوالے نے یہہ کہا ہو کہ یہہ تحفہ صغیر کے واسطے ہو یا کہا ہو ولو قال اھدیت
للاب او للام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانیوالا کہے کہ مینے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اوسیکا قول مقبول ہوگا وکذا اذا زفت البنت خلاصہ اور یہی حکم ہے
لڑکی کی شب زفاف کے تحفون کا کذا فی الخلاصہ وفیھا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعھا لغیرہ لیس لہ ذلک مالم یبین وقت الاتخاذ انھا
عاریۃ اور خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہہ اسکو جائز نہیں جبتک کپڑے بنانیکے وقت یون بیان نکرے کہ کپڑے عاریت
ہین ہم ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق مین بلا تسلیم ہبہ ہونا معلوم نہیں ہوتا مگر یہہ کہ اسکے حق مین اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجئے
بزازیہ میں ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہہ ہے کہ بنانیکے وقت بیان کردے کہ وہ عاریت ہے تاکہ غیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید
تسلیم ہی ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکھا بلبسھا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ اور مبتغی میں
کہ بدن کے کپڑون کا لڑکا مالک ہوتا ہے اونکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بلا تملیک
میراث نہونگے اور یہہ مسئلہ صورت مین مفروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کے کپڑے بنائے گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونون مین فرق ظاہر ہوگیا
کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانھا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی
بینھم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ مین ہے کہ کچھہ مضائقہ نہین بعض اولاد کے زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی
اسمین اختیار نہین اور اسیطرح بعض اولاد کے زیادہ دینے مین کچھہ مضائقہ نہین جبکہ ضررسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضررسانی کا قصد کرے تو ایسا نہین برابری کرے یعنی
بیٹی کو دے بیٹے کے برابر ابویوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ہم عطایا مین کمی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجے مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکا
تحصیل علم مین مشغول ہو نہ کسب مین تو اگر اسکو زیادہ دے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سے زیادہ ندے تاکہ معصیت کا مددگار نہ
ہو اور خلاصہ مین ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ مین اپنا مال امور خیر مین صرف کر ڈالون تو یہہ بہتر ہے اوسکے واسطے چھوڑ جانے سے اور محمد کا قول غیر مختار
ہے کہ عطایا مین بیٹی کا دونا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وھب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال مین تمام مال ایک
فرزند کو ہبہ کردے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہوگا ہم یعنی ایک لڑکے کو دے اور باقیکو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہبہ بعد موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن ہبہ کرنیوالا گناہ کرے
تو نکرنا چاہئے اور بعضے مذاہب مین ہبہ مذکور منقوض ہوگا اوسکی موت کے بعد اور سب وارث اوسمین سے میراث پاوینگے کذا فی الطحطاوی تو یہہ قول جو مشہور ہے کہ جبر موروث نا مورث
قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفیھا لا یجوز ان یھب شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانھا تبرع ابتداء اور خانیہ مین ہے کہ باپکو جائز نہین اپنے طفل صغیر کے
مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہوا سواسطے کہ ہبہ ابتدا مین احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وفیھا یبیع القاضی ما وھب للصغیر حتی لا یرجع الواھب
فی ھبتہ اور خانیہ مین ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ کیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیرلے ولو قبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فالقبض لھا بعد الزفاف
ما وھب لھا صح قبضہ ولو بحضرۃ الاب فی الصحیح لنیابتہ عنہ فصح قبض الاب کقبضھا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا
جو صغیرہ کو ہبہ ہوا تو قبض اوسکا صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح مین بسبب نائب ہونے زوج کے اوسکے باپکی طرف سے پھر جب باپکے نائب کا قبض صحیح ہوا تو خود
باپ کا قبض بطریق اولے صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بالقبض شوہر اور باپکے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اوسیکا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپکا ہم زفاف سے
مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر مین نکاح کے بعد وقبلہ ای الزفاف لا یصح لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوجکا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہین بسبب نہونے
ولایت کے وھب لہ رجلان دارا الواحد صح لعدم الشیوع فخمسین کے دو شریکون نے ایک مکان ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ عدم شیوع ہم اسواسطے کہ دونون

اولاد کو عطا دینے مین کسیکو زیادتی دینا

شخصون نے تمام گہر تسلیم کیا اور موہوب لہ نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا کذا فی الصدر والمنح وبعکسہ لکبیرین لا عند الشیوع فیما یحتمل القسمۃ
اور بالعکس اسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ مین ہم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گہر کا
ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ مین اور وہ ہبہ کا مانع ہے اما ما لا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل
القسمۃ نہو جیسا کہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصون کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہم قیدنا بالکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال
الکبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا ہم نے دو بالغون کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغکو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال مین اصل ہے
یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہین بالاتفاق ہم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہے لو وہب لکبیر وصغیر والصغیر فی عیالہ اور دونون کتابون
مین عیاسے تعلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب ہبہ کے وقت حصۂ صغیر کا قابض ٹہر گیا تو صرف آخر شائع باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیال کی ضمیر واہب کی
طرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلۂ ثانیہ مین کذا فی الحطاوی وقیدنا بالہبۃ لجواز الرھن والاجارۃ من اثنین اتفاقا اور ہم نے
مین ہبہ کی قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارہ کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصون کے پاس ایک چیز رہن رکہے یا اجارہ کو دے تو جائز ہے ولذا تصدق
بعشرۃ دراہم او وہبہا لفقیرین صح لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالی وہو واحد فلا شیوع اور جب دس درم دو فقیرون کو
خیرات دیے یا ہبہ کیے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقے سے مقصود رضامندی ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع
ثابت نہوا ہم نے زیلعی مین ہے اور فقیر نائب ہے خدا تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمہا وسلمہا
صح صحیح نہین صدقہ دینا دو مالدار شخصونکو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہو گا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہو گا تو اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرے
اور دونو کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہو گی ہم نے صحت سے نفی ملک مراد ہے **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے وہب لرجلین درہما ان صحیحا صح ایک شخص نے
دو مرد و نکو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کہرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وان مغشوشا لا لانہ مما
یقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کہرا نہین کہوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہین اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے کہ وہ حکم اسباب کے
ہے ومعہ درہمان فقال لرجل وہبت لک احدہما او نصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درم تہے سو اوس نے دوسرے مرد سے کہا کہ مین نے اون دو درمون
سے ایک درم تجہکو ہبہ کیا یا اونکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونون درم برابر ہین یعنی وزن اور جودت مین تو ہبہ جائز نہین ہم اسواسطے کہ جب وزن اور جودت مین برابر ہوئے تو
ہبہ مشاع کا ٹہرا محتمل القسمۃ مین کیونکہ ایسی چیز جو قابل القسمۃ جائز ہے کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہب لہما جاز مطلقا
اور اگر دونون درم مختلف ہون اسطرح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریہ تو ہبہ جائز ہے اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسی واسطے
اگر دونون درمون کے دو شخص کو ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقا خواہ دونون مستوی ہون یا مختلف کذا فی الطحاوی وجاز ہبۃ حائط بین داریہ لجارہ وہبۃ البیت
من الدار فہذا یدل علی کون سقف الواہب علی الحائط واختلاط البیت ببطان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ مجتبی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اوس
دیوار کا جو واہب کے گہر اور اوسکے پڑوسی کے گہر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹہری کا گہر مین سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے واہب کی چہت کے ہونے پر
دیوار پر اور اختلاط بیت گہر کی دیوار ون سے صحت ہبہ کا مانع نہین کذا فی المجتبی ہم طحاوی نے لکہا دیوار پر چہت کے ہونیکی دلالت طلاق کی جہت سے البتہ ہے والا اسکی صراحت
نہین کلام مین فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام مین اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کر دے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہے اسیطرح ہبہ
بیت کا مع جمیع حدود و حقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ملاحظہ لیکن بیت کا تمر مشترک ہے ایک مین اور دوسرے مین جائز ہے انتہی

باب الرجوع في الهبة

یہ باب ہے رجوع فی الہبہ مین یعنی دیکر پہیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنی پہیر لینا اعیان مین ہوتا ہے اقوال مین کذا فی الطحاوی
صح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کرکے پہیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض سے پہلے تو وہ ہبہ تمام نہین ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض
موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو دبا لیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہین کہتے ہم اشتفاع ما یمنعہ الاتی وان کرہ الرجوع تحریما

قبل تخلیتہ فلہ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہو ساتھ ہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی
النہایہ ہم حدیث میں آیا ہو کہ اسکی مثل جو دیتا ہو پھر پھیر لیتا ہی اُس کتّے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہو پھر جب آسودہ ہوتا ہو تو قی کرتا ہو پھر اپنی قی کو نگل لیتا ہی اور
دوسری حدیث میں یہ ہو کہ جو ہبہ کرے وہ اُسکا زیادہ تر حقدار ہو جبتک اوسکا عوض نہ ملے انتہی تو رجوع فی الہبہ صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہوگیا و مثلہ
الکافی کذا فی الطحطاوی ولو صرح باسقاط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاطہ خانیہ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کو اسقاط کی ساتھ ہو تو رجوع
ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کرنے سے کذا فی الخانیہ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضا
عن الہبۃ لکن سیجیء اشتراطہ فی العقد اور جواہر میں ہے کہ صحیح نہیں ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہو اور یہ
عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا عقد میں یعنی مجتبی سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ
اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کے منع کرتے ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبعہ آیندہ مراد ہیں ہم موانع سبعہ کو تسہیل ضبط کی واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ
میں جمع کیا ہی اور معنی ترکیب یہہ کہ آنسو نے اُسکو زخمی کردالا اخرق بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی
نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہی نفس عین موہوب میں یعنی زیادت متصل جو قیمت زیادہ
ہو جانیکی موجب ہے ہم زیادت کی قید سو اسلئے لگائی کہ نقصان موہوب جیسا کہ حاملہ ہو جانا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے
زیادتی نرخ کی خارج ہوگئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہو جیسا کہ غلام اور لونڈی میں طول
فاحش فان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الخانیہ ما یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ له لان الساقط لا یعود اگر یہ
زیادت متصلہ زائل ہوگئی ہو قبل رجوع کی جیسا کہ غلام جوان ہوا پھر بڈھا ہوگیا لیکن خانیہ میں اسکے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اُسپر قہستانی نے تو اوس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی
زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا یہ نظر رفیع ہے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ عود نہیں کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ اگر کسی نے
غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور قیمت اوسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہیں اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے
گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہی اسیطرح جمیع حیوانات اور اسی
طرح فتاوی عالمگیری میں ہے اور یہہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا سو مسلم نہیں بلکہ یہہ از قبیل زوال مانع کے ہے کذا فی الطحطاوی وکبناء وغرس ان عد زیادۃ فی کل الارض
وہ کا دیعہ زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ میں بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت میں شمار میں ہوا اور اگر
کل زمین کی زیادت میں معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عد فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ
شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اوسی قطعہ میں کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارہ پر کچھ درخت جمائے
یا عمارت بنائی اور یہہ عمارت بنانا اور کہجور جمانا زمین کی زیادت ٹہیری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہہ زیادت میں معدود نہو بلکہ نقصان میں
میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دوکان نہایت صغیر بنادی تو یہہ اصلا زیادت نہ ٹہیریگی تو اوسکا کچھہ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت
مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اوسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹہیریگی تو واہب کو اُس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی ومنہ مکیال و خیاطۃ و صبغ
وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم وابصار اعمی واسلام عبد ومداواتہ وعفو جنایۃ وتعلیم قرآن وکتابۃ وقراءۃ ونقط مصحف
باعرابہ وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا ونحوہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور دوخت اور رنگت اور کپڑے کی شوب کے اور جوان ہو جانے صغیر اور سماعت
بہری اور دیکھنے اندھی کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اُسکے معالجہ کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کی یا پڑھانے بعض قرآن کے
اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لا دلیجانے کہجور کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلا اور جو امثلہ مذکور کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت زیادت متصلہ میں شمار ہوگا جبکہ
وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہو اور اوسکا معالجہ کیا تو مانع رجوع نہیں انتہی

ہو جنایت مرتفع ہو یعنی غلام سے جنایت صادر ہوئی ہو یعنی اوس نے کسیکا عمداً خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اوسکو معاف کر دیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے
دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اوسکو زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا وفی البزازیۃ والحبل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ
مین ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہین ہم عرض کرتے ہیں کہ حال حاملہ ہونے مین مختلف ہوتا ہے بعض عورت حاملہ
ہو نیسے موٹی اور خوبصورت ہوجاتی ہے اور بعض دُبلی اور بدصورت تو صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ
فی المتولدۃ کالکبر فالقول للواهب فی نحو بناء وخیاطۃ وصبغ فللموهوب له خانیه وحاوی ومثله فی المحیط لکنه استثنی ما لو کان لا یبنی
فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے مین اختلاف کیا تو زیادت متولدہ مین جیسے جوان ہوجانے مین واہب کا قول معتبر ہے اور تعمیر
عمارت اور سینا اور رنگت کی موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور ایسا ہی محیط مین ہے لیکن صاحب محیط نے اوس عمارت کو مستثنی کیا ہے جو بن
نہین سکتی ہے مدت مین ہم توضیح خلاف یہ ہے کہ مثلا موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے
کہا کہ نہین بلکہ اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف مین در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا ولا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمر
فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہین ہوتی جیسے بچہ موہوبہ کا اور دیت اور مہر مملوکہ کا اور پہل درخت کا تو واہب اصل مین رجوع
کرے نہ زیادت مین ہم مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اوسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اوسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت
موہوب سے جدا اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہین لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنها کذا نقله القهستانی لکن نقل البرجندی وغیره
انه قول ابی یوسف فلیتنبه له لیکن ماںکو واہب پہیرے جبتک کہ اوسکا بچہ اوس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ابو یوسف کا
قول ہے نہ امام کا تو اس سے خبردار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد هل للواهب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہوگئی
اور ہنوز موہوب لہ کے پاس نہین جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج مین کہا کہ رجوع جائز نہین اور زیلعی نے کہا کہ ہان رجوع جائز ہے وفی الجوهرة مریض علیه دین
مستغرق وهب امة فماتت وقد وطئت ردها مع عقرها هو المختار اور جوہرہ مین ہے مریض مدیون ہے جو سراپا مستغرق بدین ہے اوس نے لونڈی ہبہ کی
پہر وہ مرگیا اور حالانکہ موطوئہ ہوگئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اوسکے غیر سے تو موہوب لہ اوسکو پہیرے اوسکی وطی کے ساتھ یہی قول مختار ہے ہم
رد ہبہ بلحاظ حق غرما ہے والمیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبله بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبضہ کے تو اگر قبض سے پہلے
کوئی مرگیا تو عقد باطل ہے ولو اختلفا والعین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دونون شخصون مین اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ مین ہو تو وارث
ہی کا قول مقبول ہے ہم اختلاف کی یہ صورت ہے کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ سے کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی مین نہین کیا بلکہ اوسکی وفات کے بعد
قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اوسکی حیات مین مین نے قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے
وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال ٭ کفارۃ دیۃ خراج ورابع ٭ ضمان لعتق هکذا النفقات ٭ کذا هبة حکم الجمیع سقوطها ٭ بموت
فما افتا بالجمیع عهودها ٭ اور البتہ مصنف نے نظم کیا ہے ان حقوقکو جو ساقط ہوجاتے ہین موت سے تو یون کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتہا تاوان بعلت عتق اسی
طرح نفقات اور اسیطرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہوجانا ہے موت سے انتہی کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہین ہم سقوط کفارہ درصورت عدم وصیت ہے ضمان
عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کر دیا اور شریک تاوان لازم آیا بسبب آسودگی الدار ہونے کے پھر آزاد کرنیوالا مر گیا والعین العوض بشرط ان یذکر
لفظا یعلم الواهب انه عوض کل هبته اور عین سے مراد عوض ہے بشرطیکہ موہوب لہ عوض دیتے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب سمجھ جائے کہ وہ اوسکے تمام
ہبہ کا عوض ہے ہم طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی اسقدر کافی ہے یعنی ذکر لاز موہوب لہ قلت قال خذه عوض هبتك او بدلها او فی مقابلتها
ونحو ذلك فقبضه الواهب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اوسکا بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابل لے اور مانند
اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پہر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہوگیا ہم اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت بیع ہے ولو لم یذکر انه عوض رجع

كُلّ هبتِه اور اگر موہوب لہ یوں ذکر کرے کہ وہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ ہے لیکر ولذا یشترط فیہ شرائط الھبۃ کقبضٍ وافرازٍ وعدمِ شیوعٍ
ولو العوض مجانساً او یسیراً وفی بعضِ نسخِ المتنِ بدل الھبۃِ العقدُ وھو تحریفٌ اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونیکے ہبہ ہے اسواسطے عوض میں
ہبہ کی شرطیں شرط ہیں چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہمجنس ہبہ کے ہو یا کمتر ہو ہبہ سے اور متن کے
بعضے نسخوں میں بجای بدل الہبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ تحریف ہے کاتبوں کی ہم مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض در حقیقت بدل نہیں ہے اسواسطے
کہ اگر بدل ہوتا تو قلت میں جائز نہیں ہوتا بسبب لازم آنے بیاج کے دلیل اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ مالک ہے ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہیں دیتا اور عوض تو
اوسنے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہو جاوے کذا فی العطایا ولا یجوز للأب ان یعوّض عما وھب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہیں
کہ عوض دیوے اوسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو اوسکے مال سے ہم تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دے تو جائز ہے ولو وھب العبدُ التاجرُ ثم عوّض فلکلٍّ منھما
الرجوع بحالہ اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اوسکا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہے کذا فی البحر ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع
سے نہیں ہے پھر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسیطرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بنا کی تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا
تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویضُ مسلمٍ من نصرانیٍ عن ھبتہِ خمراً او خنزیراً اذ لا یصح تملیکھما من المسلم بحر اور جائز نہیں مسلمانکو شراب یا سؤر
عوض دینا نصرانی کو ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سؤر کی تملیک صحیح نہیں کذا فی البحر یعنی اگر نصرانی نے کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اوسکے
شراب یا سؤر نصرانی کو دیا تو جائز نہیں پر نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا ویشترط ان لا یکون العوضُ بعضَ الموھوبِ فلو عوّضہ البعضَ عن
الباقی لا یصحّ فلہ الرجوعُ فی الباقی اور شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو واہب کو باقی موہوب میں
رجوع درست ہے ولو الموھوبُ شیئینِ فعوّضہ احدھما عن الآخر ان کانا فی عقدین صحّ والّا لا لانّ اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر
موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایکچیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں
موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراھم تتعیّن فی ھبۃٍ ورجوعٍ مجتبی اور درہم متعین ہو جاتے ہیں ہبہ اور رجوع
میں کذا فی المجتبی ہم تو جب درہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر درہم کا بدلا بجنسہا یا بعینہا جیسا دیا تو رجوع جائز نہ ہوگا اور رجوع اسوقت تک جائز ہوگا جبتک دراہم
موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہیں اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا ہلاک کرنا مانع رجوع ہے کذا فی العطایا ودقیق الحنطۃ یصلح عوضاً عنھا لحدوثہ
بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ہم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ تعویض اوسکی
صحیح نہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب او لتّ بعض السویق ثم عوّضہ عن الباقی خانیہ اور اسیطرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو پانی میں
گھولے پھر اوسکو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کر کے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسیطرح موہوب
سیر بھر ستو میں سے موہوب لہ نے پاؤ بھر ستو گھولکر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نرہا گویا
دوسری چیز ہو گئی ولو عوّضہ ولدَ احدی جاریتینِ موھوبتینِ وُجدا ذلک الولد بعد الھبۃ امتنع الرجوع ہم اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا
وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہبکو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہو گیا وصحّ العوضُ من اجنبیٍ ویسقط حقّ الواھبِ فی الرجوعِ اذا قبضہ کبدل الخلع
اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کیطرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جب واہب اوسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے تو صحیح
ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموھوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الّا اذا قال
عوّض عنّی علی انّی ضامنٌ لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوضکا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ
کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ نے اجنبی سے کہے کہ عوض دے میری طرف سے بایں شرط کہ میں ضامن ہوں رجوع تعویض نہ واجب ہونیکے سبب سے ہے بخلاف ادای دین ہم
وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادای دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کیطرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے

سو ابھی کہ ادای دین لیون پر واجب ہے تو جب اُس نے دین ادا کرنیکو کہا تو گویا اجنبی سے بقصد دین اپنی قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب به الانسان بالحبس والملازمة یکون الامر باداءه مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظهیریة اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاوے حبس اور ملازمت سے تو اُسکی ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں ہے یعنی اُسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اُسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اُسوقت جب کہ امر کرنیوالا اپنے اوپر ضمان اُسکا شرط کرے کذا فی الظہیریہ ہم حبس اور ملازمت کی قید سے ادای نذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہین کذا فی العطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینه رجع علیه وان لم یضمن لوجوب به علیه اور اُسوقت مین یعنی جب قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنیکے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھیر لیگا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہوا ہو بسبب جبر کی دین کے مدیون پر لکن یخرج عن الاصل ما لو قال انفق علی بناء داری او قال الاسیر اشترنی فانه یرجع فیهما بلا شرط رجوع کفالة خانیة مع انه لا یطالب بهما لا بحبس ولا بملازمة فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کی بنا پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید کر لے یعنی مال دیکر مجکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونون صورتون مین مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالة الخانیہ باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہین بناء دار اور استخلاص کا نہ حبس سے نہ ملازمت سے سو ہمین تامل کر ہم شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف مین اُسکا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ وجہ استثنا مین نظر ہے کذا فی الطحطاوی وان استحق نصف الهبة رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے ہم جوہرہ مین ہے کہ رجوع نصف عوض میں اُسوقت ہے جب کہ موہوب محتمل القسمة نہو اور اگر محتمل القسمة ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی مین ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیرے کذا فی الطحطاوی وعکسه لا ما لم یرد ما بقی لانه یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنه یتخیر للتسلیم العوض اور بالعکس اوسکے یعنی جب کہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ مین رجوع نہین جبتک کہ باقی عوضکو نہ پھیرے اسواسطے کہ ما بقی عوض ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے ابتداءً تعویض مین سو اسیطرح اوسکی صلاحیت بقا مین بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا عوض سالم نہ رہنے سے کذا فی الطحطاوی کہا بحر نے کہ شارح یون کہتا کانه یتخیر لعدم سلامة العوض یعنی درصورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار رہیگا قبول اور عدم قبول عوضین بسبب سالم نرہنے عوض کے ومراده العوض الغیر المشروط فان المشروط فمبادلة کما سیجیء فیوزع البدل علی المبدل نهایة اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہے عقد ہبہ مین سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی درحقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق مین بدل کی تقسیم ہو گی مبدل پر کذا فی النہایہ کالو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلها اذا کانت قائمة لا ان کانت هالکة چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ مین رجوع کرے جب کہ ہبہ قائم ہوا اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہین یعنی اسواسطے کہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازدادت الهبة لم یرجع خلاصه چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ مین زیادت ہوگئی ہو تو رجوع نکرے کذا فی الخلاصہ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے وان استحق جمیع الهبة کان له ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثله ان العوض هالکا وهو مثلی وبقیمته ان قیمیا غایة اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض تلف ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوضکی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایة ولو عوض النصف رجع بما لم یعوض ولا یضر الشیوع لانه طارئ اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض مین رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضر نہین کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے تنبیه یہہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آیندہ پر نقل فی المجتبی انه یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الهبة اما اذا عوضه بعدہ فلا ولم ار من صرح به غیره وفروع المذهب مطلقة کما ترى فتدبر مجتبی مین منقول ہے کہ عوض ہبہ مین یہہ شرط ہے کہ عقد ہبہ مین عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع نہین ہوتا ہے اور مین نے دوسرا شخص نہین دیکھا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوای صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید کور کہ ہین چنانچہ مذکور ہوچکے سو غور کر لے ہم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہہ ہے کہ گیہون کا آٹا گیہون کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہین ہوتا مگر بعد گیہون کے ادا

از انجملہ وہ موہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی المنح والخاء خروج الهبة عن ملك الموهوب له
اور خا سے مراد ہبہ کا خروج ہے موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا فلو بهبة الآخر ثم رجع الثاني فللاول الرجوع سواء كان
بقضاء او رضى لما سيجيء ان الرجوع فسخ حتى لو عادت بسبب جديد بان تصدق بها الثالث على الثاني او باعها منه لم يرجع الاول
خروج عن الملک مانع ہے رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے
اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت فسخ ہبہ سے ہے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح پر کہ واہب ثالث واہب ثانی
پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھ بیچ کرے تو واہب اول رجوع نکریگا ولو باع نصفه رجع في الباقي لعدم المانع اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب
نصف باقیمیں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں وقيد الخروج مقوله بالكلية بان يكون خروجها
عن ملكه من كل وجه ثم فرع عليه بقوله اور مصنف نے خروج میں بالکلیہ کی قید لگائی یعنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریع
کی بقول آیندہ فلو ضحى الموهوب له بالشاة او نذر التصدق بها وصارت لحما لا يمنع الرجوع تو اگر موہوب لہ نے دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا
اوسکے خیرات کرنیکی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنیسے گوشت ہوگیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں ہے اسواسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں اصل رہتا ہے تو خروج عن الملک
ثابت نہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکور اور متعہ ادا ہوجاتا ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک رجوع جائز
نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام کا قول محمد کے قول کے مانند ہے ومثله المتعة والقران والنذر مجتبى اور قربانی کی مانند متعہ[1] اور قران اور نذر ہے کذا فی المجتبی
ط طحطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہ ہوئی وفي المنهاج ولو وهب له ثوبا فجعله صدقة لله تعالى فله
الرجوع خلافا للثاني اور منہاج میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہے بخلاف مذہب ابو یوسف
ط حتی کہ فقہ [illegible] نہیں پہنچی تب رجوع درست ہے کذا فی اللطائف[2] ولو ذبحها من غير تضحية فله الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون
قربانی کرنیکے تو واہب کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد عليه دين او جناية خطأ فوهبه مولاه
لغريمه او لولي الجناية سقط الدين والجناية فلو رجع صح استحسانا ولا يعود الدين والجناية عند محمد ورواية عن الامام كما لا يعود النكاح
لو وهبها لزوجها ثم رجع خانية ایک غلام ہے جسپر دین یا جنایت خطا ہے پھر اوسکے مالک نے اوسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کردیا تو دین اور جنایت ساقط
ہوگی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد کے نزدیک عود نکریگی اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں
کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کردی اسکے شوہر کو پھر اوسنے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیہ والمراد الزوجية وقت الهبة اور زوجیت سے زوجیت وقت ہبہ کی
مراد ہے فلو وهب لامرأة ثم نكحها رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نتھی ولو وهب لامرأته لا
كعكسه انتهى اور اگر اپنی عورتکو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے اسکے عکس میں یعنی اگر واہب عورت ہو اور شوہر کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے
اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لا تصح هبة المولى لام ولده ولو في مرضه ولا تنقلب وصية اذ لا يملك
تنجيز ما لو اوصى لها بعد موته تصح لعتقها بموته فيسلم لها كما في صيغ سنين ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام الولد کو اگرچہ ہبہ اوسکے مرض الموت میں ہو
اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہوجائیگا اسواسطے کہ مجبور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کیواسطے وصیت کیا اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہا کہ میری موت کے بعد
ام ولد کو اتنا دیا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہوجانیکے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبضہ کرادیا جاویگا کذا فی الکافی ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے
صحیح نہوا کہ شرائط ہبہ سے قبض موہوب ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب محجور التصرف رہنیکے والقاف القرابة فلو وهب لذي رحم محرم منه
نسبا ولو ذميا او مستأمنا لا يرجع مغني اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابتدار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع
نکریگا کذا فی المنح محرم وہ ہے جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہوگیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیة ہے نہ فقط قرابت اور فقط محرمیت

[1] یعنی تمتع کا اول عمرہ کے بعد [illegible]
[2] [illegible]

ولو وهب لمحرم بلا رحم كأخيه رضاعا ولو ابن عمه ولمحرم بالمصاهرة كأمهات النساء والربائب وأخيه وهو عبد لأجنبي ولعبد أخيه رجع
اور اگر واہب نے ہبہ کیا اُس محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اوسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور مادر جلو
اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں
اسواسطے کہ ابن عم قرابتدار ہے تو اوسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام
ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فے الطحطاوی ولو كانا أي العبد ومولاه ذا رحم محرم من الواهب فلا رجوع فيها اتفاقا على الأصح لأن الهبة لأيهما
وقعت تمنع الرجوع بحر اور اگر دونوں یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے محرم قرابتدار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے بنابر قول صحیح اسواسطے
کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہبة کا کذا فے البحر غلام اور مولے کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہہ
صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اُسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط فرع مسئلہ محقہ شایع کا وهب لأخيه وأجنبي ما لا يقسم
وقبضاه له الرجوع في حظ الأجنبي لعدم المانع درر اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونوں نے
اوسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والهاء هلاك العين الموهوبة اور ہاء ہوز سے
عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہے ہلاک سے تلف ہوجانا عین کا یا اوسکے عامّہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقای ملک تو یہہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ خروج
عن الملک معنی ہے ہلاکت سے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اُسکی چھری بنا لی یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاة مذبوحہ کذا فی
الطحطاوي عن المكي ولو ادعاه أي الهلاك صدق بلا حلف لأنه ينكر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق
ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ پھیر دینے کا فإن قال الواهب هي هذه العين حلف المنكر أنها ليست هذه خلاصه پھر اگر واہب
کہے کہ وہ یعنی ہبہ یہی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے کہ ہبہ یہہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصة كما يحلف الواهب أن الموهوب له ليس بأخيه إذا ادعى
الأخ ذلك لأنه يدعي سبب النسب لا النسب خانيه جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موہوب لہ اُسکا بھائی نہیں جب بھائی دعوی کرے بھائی ہونیکا
اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے سبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں
تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہے نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا
تو اوسمیں قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف ولا يصح الرجوع إلا بتراضيهما أو بحكم الحاكم للاختلاف فيه اور
صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب خلاف ہونیکے رجوع میں ہم بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز
نہیں پھر جب اسمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضای طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کرکے پھیر لیگا بلا رضای موہوب لہ یا حکم حاکم
تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فيضمن بمنعه بعد القضاء لا قبله تو موہوب لہ
بعد حکم حاکم موہوبہ کو نہ دینے سے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ہم جبتک حاکم حکم نکرے استرداد کا یا فسخ ہبہ تراضی نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب میں
ثابت ہے تو اُسکا تصرف اُسمیں بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اوسکے پاس تلف
ہوجاوے تو اوسپر تاوان نہیں کیونکہ اُسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا
بسبب اُسکی تعدی کے کذا فے المنح وإذا رجع بقضاء أو رضى كان فسخا للعقد الهبة من الأصل وإعادة لملكه القديم لا هبة
للواهب اور جب کہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی
ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے ہم اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا بدون قبض کے اور جبکہ
قبض کریگا تو پھر نہ رجوع کر سکیگا ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمیں رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فے الطحطاوی عن البدائع فلهذا لا يشترط

فیہ قبض الواھب وھو الرجوع فی الشائع ولو کان ھبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ موہوب کا سوا لی شرط نہین جو مہر
قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع مین اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع مین صحیح نہ ہوتا یعنی اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہین کما تقدم وللواھب ذلک علی بائع
مطلقا بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اور سکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہو یعنی واہب نے ایک چیز خرید کی پھر وہی چیز
دوسرے شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہے بخلاف الرد
بالعیب بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہم یعنی اگر ایک چیز خرید کی پھر اسکی بیچی پھر مشتری ثانی نے اسکو بوجہ عیب قدیم کے
مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق ردا پنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی
سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہین پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الظہیریہ لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فاذا فات
رد بالعیب فقط رضا بلا قضا سے ہوا اسواسطے جائز نہوا کہ مشتری کا حق سلامتی بیع کے وصف مین ہے نہ فسخ مین تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہو گیا ہم چونکہ حق مشتری
سلامتی بیع مین ہے لہذا اگر بیع کا عیب [illegible] پھیر دینا ممتنع ہو گا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور در صورت عدم سلامتی بیع مشتری پھیر لیگا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃً
لازم ہو گا بخلاف عقد ہبہ کہ [illegible] واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو در صورت رجوع عین ملک واہب اسکی طرف عائد ہو گی نہ ہبہ جداگانہ تو فرق
بیع اور ہبہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی المنح [illegible] بفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثرہ اصلا والا لعاد
المنفصل الی ملک الواھب بالرجوع نصوا [illegible] معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل مین نہ مترتب ہو نہ
باطل ہونا اسکے اثر کا بالکل یعنے [illegible] اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا تو البتہ زیادت منفصل ملک واہب کی طرف عود کرتی واہب کے رجوع الہبہ سے
کذا فی الفصولین [illegible] اور دیت مملوک جو موہوب کے پاس ہو جو وہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے
[illegible] اتفقا الواھب والموھوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من الموانع
[illegible] واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا ایسے موضع میں جس میں رجوع صحیح نہین منجملہ
[illegible] انکا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الھبۃ والصدقۃ فی المحارم
الا بالقبض [illegible] بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہان ہبہ ہے ثم قال وکل شیء یفسخہ الحاکم
اذا اختصما الیہ فھو [illegible] چیز کی عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جب کہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاوین تو وہ سکا یہی حکم ہے ہم یعنی
در صورت [illegible] بدون قبض کے کذا فی الظہیریہ متصرف ولو وھب لدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض
اور اگر طفل مدیون کو [illegible] وفی الدار قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور در میں ہے حاکم نے
حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زائل ہو گیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض مین تو یہ نہین ہو سکتا
مگر خروج عن الملک مین ہو سکتا ہے جب کہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الظہیریہ تلفت العین الموھوبۃ واستحقھا مستحق وضمن المستحق
الموھوب لہ لم یرجع علی الواھب بما ضمن لانہ عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہو گئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھیرا اور حقدار نے
موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمین سلامتی موہوب مستحق نہین ہے ہم ہبہ کی قید اسواسطے
لگائی کہ معاوضات کے عقود مین تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہو گا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہو گا اور اسیطرح ودیعت اور اجارہ مین
جب کہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہو جاوے پھر لیکر دوسرا کا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونون شخص دافع سے تاوان پھیر لینگے کذا فی الطحطاوی
والاعارۃ کالھبۃ ھنا لان قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام مین اسواسطے
کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہے اور یہان غرور نہین بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ہم عقد نہین یعنی عقد معاوضہ نہین والاعارۃ

اور ہبہ مین عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہوجائے اور ہبہ کا اگر بری اور مالک نکی سوا ہی مستعیر اور مالک بستعیر سے تاوان لے تو مستعیر تاوان کو سوے نہین لیسکتا واذا وقعت الہبۃ بشرط العوض المعین فہی ہبۃ ابتداء فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم وبیع انتہاء فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ ویؤخذ بالشفعۃ ہذا اذا قال وہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیع ابتداء وانتہاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونون عوضون مین تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ مین شائع ہونیسے عوض باطل ہوگا اور یہہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرؤیۃ سے پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہہ شصورتین ہے جب کہ واہب یون کہے کہ مینے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یون کہیگا کہ مینے تجکو ہبہ کیا بمقابلہ اسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہے رد بالعیب عوض اور معوض دونون مین ہوگا اور اسیطرح خیار الرؤیۃ اور شفعہ دونون مین ثابت ہے اور جب کہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونون کی ملک اپنے حق مین ثابت ہوگی اور قبل تسلیم جائز نہوگا اور قبض شرط نرہیگا اور شیوع مفسد نہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجہولا بطل اشتراطہ فیکون ہبۃ ابتداء وانتہاء اور عوض مین مصنف نے معین ہونیکی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوضکا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونون اعتبار سے ہبہ ہوگا نہ بیع **فرع** مسئلہ مجبہ شارحکا وہب لواقف ارضہا شرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز ولن شرط کان کبیع ذکرہ الناصحی وقف اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تہا تو جائز نہین اور اگر استبدال اسکا مشروط تہا عوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے اسکو ذکر کیا ہے وفی المجمع واجاز محمد ہبۃ مال طفلہ بشرط عوض مساو ومنعاہ قلت فیحتاج علی قولہما الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر اور مجمع مین ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت مین برابر ہے موہوب کے اور شیخین نے اسکو منع کیا ہے مین کہتا ہون تو شیخین کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان مین فرق بیان کرنیکی حاجت ہوگی ہم یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین کے نزدیک جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہین تو دونون مین فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یون فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرطین بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اسواسطے کہ ہبہ تو باعتبار ابتدا کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع ہے طفل کے مال مین احسان کرنیسے مطلقا

فصل فی مسائل متفرقۃ

یہہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقہ مین وہبہا الا حملہا او علی ان یردہا علیہ او یعتقہا او یستولدہا او وہب دارا علی ان یرد علیہ شیئا منہا او لو معینا کثلث الدار او ربعہا او علی ان یعوض فی الہبۃ والصدقۃ شیئا عنہا صحت الہبۃ وبطل الاستثناء فی الصورۃ الاولی وبطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانہ بعض او مجہول والہبۃ لا تبطل بالشروط لونڈی ہبہ کی سوا اسکے حمل کے یا ہبہ کی اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو پھیر دے یا موہوب لہ اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بنا دے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر مین سے کچھہ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو چنانچہ تہائی گھر یا چوتہائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقہ مین سے کچھہ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورتمین استثنای حمل باطل ہے اور باقی صورتون مین شرط باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض سو ہو ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہین ہوتا شرطون سے ہم مجہول ہونا پہلی دو صورتون مین ظاہر ہے نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ مین تو ہدایہ کی یہہ تعلیل بہتر ہے کہ یہہ شروط مقتضای عقد کے مخالف ہین تو فاسد ہوئین اور ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے ولا تنس ما مر من اشتراط معلومیۃ العوض اور نہ بہول اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہوچکا ہے یعنی جہالت عوضکی مفسد ہے سراج مین ہے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض ہے تو شرط اسکی مفسد نہین ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی اعتق حمل امۃ ثم وہبہا او دبرہ ثم وہبہا لم یصح لبقاء الحمل علی ملکہ فکان مشغولا بہ بخلاف الاول اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہین بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوبہ مشغول بحمل ہوا یعنی اور شرط ہبہ یہہ ہے کہ

سے موہوب مشغول نہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی در صورت عتق حمل واہب کی ملک پر جنین باقی نرہا تو موہوب مشغول بملک واہب نرہا قنیہ ؕ لا یصح
تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقوله لمدیونه اذا جاء غد او ان مت بفتح التاء فانت بری من الدین او ان مت من مرضی
او ان مت من مرضی هذا فانت فی حل من مهری فهو باطل لانه مخاطرة ؕ وتعلیق ہبہ صحیح نہیں تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب
دین کا یون کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مرجاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یون کہنا اپنے زوج سے اگر تو مرجاوے اپنے اس مرض سے یا مین
مرجاؤن اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے ہم بھی غد مین مخاطرہ نہین مگر جب بھی غد کو
بغائب ہی کے ساتھ ملاحظہ کیجے کذا فی الطحاوی ؕ الا بشرط کائن لیکون تنجیزا کقوله لمدیونه ان کان لی علیک دین ابرأتک عنه صح ؕ تعلیق
ابرا کی بشرط محض صحیح نہیں مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہے تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاوے چنانچہ اپنے مدیون سے یون کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو مین نے تجھکو بری الذمہ
کر دیا صحیح ہے ؕ وکذا ان مت بضم التاء فانت بری منه او فی حل جاز وکان وصیة خانیه ؕ اور اسیطرح یہ تعلیق کہ اگر مین مرجاؤن تو تو
اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیہ ہم مرض مخصوص مشار الیہ سے مرنا یقینی نہیں لہذا شارح نے اسکو
وہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہے لہذا اسکو یہان وصیت کہا ؕ جاز العمری للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط ؕ ہبہ
بطریق عمری جائز ہے اور موہوب اسکا مملوک ہے جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اوسکے اسکے وارث کا مملوک کر دیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ہم عمری
بضم اول یہ ہے کہ ایک شخص مثلا اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمین رہے پھر جب موہوب لہ مرجاوے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے
دینے سے موہوب لہ اور اوسکے ورثہ مالک ہو جاتے ہین اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے ؕ لا تصح الرقبی لانها تعلیق بالخطر ؕ رقبی جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہے خطر پر ہم رقبی بالضم یہ کہ میرا گھر تیرا
بطریق رقبی ہے یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مرے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہے امام اور محمد کا یہ قول ہے کہ یہ ہبہ جائز نہیں بسبب تعلیق
بالخطر کے اور ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی عن المضمرات
واذا لم تصح تکون عاریة شمنی لحدیث احمد وغیره من اعمر عمری فهی للمعمر فی حیاته وموته لا ترقبوا من ارقب شیئا فهو سبیل المیراث
اور جب کہ رقبی صحیح نہوا تو اسطرح کا دینا عاریت ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے
بطریق عمری تو اسکا مالک زندگی اور موت مین وہی شخص ہے جسکو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبی نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبی کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا
طریقہ ہے یعنی رقبی دینے والے کی میراث ہے ؕ بعثت الی امرأته متاعا هدایا الیها وبعثت له ایضا هدایا عوضا للهبة صرحت بالعوض او لا ثم
افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج انه عاریة لا هبة وحلف واراد الاسترداد وارادت هی الاسترداد ایضا یسترد کل منهما
ما اعطی اذ لا هبة فلا عوض ؕ زوج نے زوجہ کیطرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اوسنے عوض کی تصریح کی یا نکی
پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تہا نہ ہبہ اور اسپر اوسنے قسم کہائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت
نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے جو دیا تہا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہین تو بدلہ بھی نہین یعنے اوسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تہا جب ہبہ باطل ہوا
تو عوض بھی باطل ہوگیا ؕ ولو استهلک احدهما ما بعثه الآخر ضمنه لانه من استهلک العاریة ضمنها خانیه ؕ اور اگر زوج یا زوجہ نے اسباب
تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تہا تو اسکا تاوان دیگا اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اسکا ضامن ہے کذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر متاع خود تلف ہو جاوے گی تو تاوان لازم نہوگا کذا فی الطحاوی ؕ وهبة الدین ممن علیه الدین وابراؤه عنه یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ
عقد صرف او سلم ؕ ہبہ کرنا دین کا اوس شخص کو جسپر دین ہے اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہو جاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم
فسخ ہو جانیکا موجب نہو ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہین کہ ہبہ دین اور ابرا دونون اسقاط ہے اور اسقاط مین قبول شرط نہین اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے
فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے اوس قبض کے جو

مستحق ہبہ سے اور ایک عاقد کو فسخ میں اختیار نہیں لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ
ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہو جاتا ہے مجلس اور غیر مجلس میں رد کر دینے سے اس واسطے کہ اسمیں معنی اسقاط ہے اور بعضوں نے کہا کہ رد کرنا مقید بمجلس ہے
کذا فی العنایہ ہم کہتے ہیں اسقاط تسلیم کی تعلیل سے یعنی رد غیر مجلس اس واسطے صحیح ہوا کہ اسمیں معنی اسقاط ہے اس واسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بمجلس ہے لکن فی
الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ میں ہے کہ اگر مدیون نے ہبہ یا ابرا قبول نہ کیا اور نہ رد کیا
یہانتک کہ دائن اور مدیون جدا ہوا پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح میں رد نہوگا ہم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے
اوس پر یہہ استدراک ہے بعضوں نے اسکا یون جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہہ قول صحیح ہے لیکن دوسرا قول اصح ہے تو وہ قول صحیح نہیں ہے کذا فی الطحاوی ولکن فی المجتبی
الاصح ان الہبۃ تملیک والابراء اسقاط لیکن مجتبی میں ہے صحیح تر یہہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے ہم یہہ استدراک ہے فقہا کے اس قول پر کہ
ہبہ اور ابرا ایک ہے [illegible] اور بموجب [illegible] تملیک لیکن یہہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی الحلبی تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل
الا فی ثلث حوالۃ [illegible] اذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ [illegible] شخص کو
جسپر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جب کہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض [illegible] پر مسلط کرے تو
تملیک صحیح ہوگی ہم جب [illegible] قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھیرا موکل کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہہ صورت ہے کہ محال علیہ
محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلادے تو یہ دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہہ صورت ہے کہ ثلث مال
کی وصیت کی اور ترکہ میں دین ہوں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کی مالک ہوگا یعنے مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی ومنہ ما لو وہبت
من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون کے یہہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہے
تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنیکے ہم یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل [illegible] اور فتاوی قاضیخان میں ہے
کہ صحیح قول یہی ہے کہ یہہ ہبہ صحیح نہیں مگر جب عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی
اور اسیطرح اشباہ میں ہے کذا فی الطحاوی ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فصولین
اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنیوالے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا
کرنے والا اسکا وکیل ہو کذا فی الفصولین ہم یعنے وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں
ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ
قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہہ صورت نہیں جب دائن یہہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام
یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونیکے نہ تملیک ہونیکے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی
البزازیہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں دین کے احکام سے ہے تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا اور اسیطرح مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین
الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ
باطل فتامل اور اسیطرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیہ وغیرہا میں کہتا ہوں اور یہہ تو مشکل ہے اس واسطے
کہ اپنی ذات کیطرف نسبت کرنیسے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کرے ہم جواب اشکال کا یون ممکن ہے
کہ مراد یہہ ہے کہ جو میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ تصرف الامام
معزیا لصلح البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے قاعدہ میں بزازیہ کی
کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جاوے تو عطاء سلطانی اوسی شخص کے واسطے

ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھ گیا انتہی آخرہ ہم مضمون عبارت بزازیہ یون ہے جس شخص کی عطا دفتر مین ہو وہ فرزند چھوڑ کر مرگیا دونون نے اسپر اتفاق کیا
کہ ایک کا نام دفتر مین لکھا جاوے اور وہی عطا لیا کرے اور وہ دوسرے کو عطا مین کچھہ نہیں اور جو عطا سے وہ دوسرے کو کچھہ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح
اور عطا اوسیکو دیا جاویگا کہ واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی ہو اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضامندی غیر کو اسمین دخل نہیں کذا فی
الطحاوی والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطای غیر واجب ہے اسیطرح صدقہ بھی اور دونون
احکام مین یکسان ہیں وحینئذ لا تصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت مین یعنے جب صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح
یعنی تمام نہیں اور مشاع محتمل القسمۃ مین صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ
مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقے مین مقصود ثواب ہے نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اسمین رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال
متصدق فالقول للواہب خانیہ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے کہا ہبہ ہے یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھکو پھیر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے
کہا صدقہ ہے یعنی پھیر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیہ **فائدہ جلیلہ** سید حموی نے کہا کہ جاننا چاہیے کہ تملیک بعوض ہبہ
ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہے اور جب تک کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اوسمین علما کا اختلاف ہے بعضون نے کہا جائز ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ
جائز نہیں بقیاس مسئلے الہبہ اور اکثر علما اسپر ہیں کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہے اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دو شئے ہیں باعتبار نام کے
بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغایرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغایرت اسواسطے ہے کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار
کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسی پر لوگون کا عمل ہے اور مقر کی موت بعد
تسلیم کے ہو بالاتفاق چنانچہ مفتاح مین ہے کذا فی الحموی **فرع** مسائل لمحہ شارح کتب قصہ الی السلطان یسألہ تملیک ارض محدودۃ فامر
السلطان بالتوقیع فکتب کاتبہ مجلسہا ملکاً لہ ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول ابقوا السؤال القصۃ
مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اسمین تملیک ارض محدودہ کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اوسکے منشی نے لکھدیا
کہ اوس زمین کا مین نے اوسکو مالک کر دیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ ہان قیاس یہ ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن چونکہ
پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصہ حاضر ہونیکے قائم مقام کر دیا گیا ہم وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی بعد تیار کہ سوال
مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہا کذا فی الحموی اعطت زوجہا مالا بسؤالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان کانت وہبتہ
او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لانہ ... زوجہ نے زوج کو مال دیا اوسکے سوال
پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف مین پھر اس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اوسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اوسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے
پھیر لینا جائز نہیں اور اگر اوسنے دیا ہو تاکہ زوج اوسمین تصرف کرے زوجہ کی ملک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہے دفع زوج کو دفع
لابنہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے
اپنی فرزند کو مال دیا کہ وہ اسمین تصرف کرے سو اوس نے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مرگیا اگر باپ نے اوسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال
فرزند کا ہے اور نہیں تو میراث ہے یعنی وہ مال سب وارثون مین تقسیم ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہے بعث الیہ بہدیۃ فی اناء ہل یباح
اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء اخر ذہبت لذتہ یباح ولا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے
دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھالینا برتن مین مباح ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنی روٹی شوربے مین بھیگی ہو یا مانند اسکے اس قسم کا
کھانا کہ اگر اسکو دوسرے برتن مین کیجیے تو لذت اوسکی جاتی رہے تو اسمین کھا لینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین
بے تکلفی ہو تو بھی اسمین کھانا مباح ہے اور نہیں تو مباح نہیں ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہے چنانچہ

پیالی اور تھیلی وغیرہ ذلک تو وہ شخص اُسکا مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھلون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اُسکا پھیر دینا لازم نہیں پھر جب تحفہ نہ پھیریگا تو امانت ہوگا دعا قوما الی طعام وفرقہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان اخر ولا اعطاء سائل وخادم وہرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب لغیر رب البیت الا ان یناولہ المضیف الخادم فلہ الاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کو کھانے کی دعوت کی اور لوگونکو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والیکو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز نہیں اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہہ کہ اُسکو جلی روٹی دیدے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اسکا اذن ثابت ہے اور پورا بیان اسکا جوہرہ میں ہے مترجم کہتا ہے کہ کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان میں یہہ ہے کہ جو شخص اُس ضیافت میں ہو اُسکا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں چنانچہ عالمگیری میں ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے جو دستارخوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اُسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولے دینا جائز نہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اُسمیں یہہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھو تو مکتوب الیہ کو اُس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اُسکو اُسمیں تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا جبر علی الصلات اور اشباہ میں ہے کہ جبر نہیں صلون پر مترجم صلات جمع ہے صلہ کی اور صلہ عبارت ہے ادای مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی من المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجۃ وعین موصی بہا ومال وقف صلون پر زبردستی نہیں مگر چار صلون پر زبردستی ہے شفعہ میں اور زوجہ کے نفقہ میں اور اوس چیز میں جسکی وصیت کیگئی اور وقف کے مال میں مترجم تو مشتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے ولہذا اگر شفیع مرجاوے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک رائے ہے لیکن دوسری راے میں عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہوا اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی صورت ادای دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقد حررت ابیات الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی فقلت وواہب دین لیس یرجع مطلقا + وابراء ذی نصف یصح المقرر + اور البتہ میں نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہے شرنبلالی کی شرح کے موافق تو میں یون کہا اور دین کا ہبہ کرنیوالا رجوع نہیں کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والیکا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول محرر اور محقق ہے مترجم ابرای نصف دین کی یہہ صورت ہے کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص نے معاف کردے تو اگر دائن نے یونکہا کہ میں نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ پہلی صورت کیطرح اُسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی علی تحریر ولو ترکت لظلمۃ لہا + اذا وہبت مہرا ولم یوف یخسر + جب کہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کرانے پر یا زوج کے ظلم نکرنے پر زوجہ پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نکی تو زوج کو نقصان ہوگا مترجم صورت اسکی یہہ ہے کہ بشرط حج کرانے عورت کی یا ترک ظلم کے عورت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اُسکو حج کے واسطے لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر حال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہے ہان اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو ماریگا تو البتہ مہر معاف ہوجاویگا اسواسطے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر وتعلیق تطلیق بابراء مہرہا + ولم تنکح اخری تو ابرہ فیظفر + طلاق کا معلق کرنیوالا عورت کی ابراء مہر اور دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابراکو رد کرے تو ظفریاب ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی مترجم صورت اسکی یہہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیری اوپر دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجکو معاف کردے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نکیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہہ مسئلہ وہبانیہ میں نہیں بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے ولو قبض الانسان کل مبیعہ + فابرأ یوخذ منہ کما لہ اظہر + اور اگر آدمی نے اپنی مبیع کا مال یعنی ثمن اُسکا لیا پھر ثمن اُسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اوس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہہ قول ظاہر تر ہے مترجم ابرا ثمن کی یہہ صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اُسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا اُسکو

بائع سے پہیر لیگا اسیطرح اگر واہب بعد قبض وہبہ دینے کو دین معاف کردے تو یون اوس دین سے پہیر لیگا دیہ: وَمَنْ آرْضٍ فی البِنَاءِ صَحِيحٌ + وعندی فیہ وقفة بقوله + اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہی اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہی تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے قلتُ وجه توقف تُهِمُ يُحُصُوهُ كتابِ الرَّهْنِ بِانَّ رَهْنَ البِنَاءِ دونَ الارضِ وعكسهُ لا يصحُّ لانه كالشائعِ فتاملہ مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ مین تصویر کرنا فقہا کا ہے کتاب الرہن مین اس مسئلہ کا کہ رہن کہنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن کہنا بدون عمارت کے صحیح نہین ہے اسلئے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو ہمین تامل کرو میل توقف علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ سے ہی شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت بلاارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلہ کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہو کہ مین نے زمین لی ہی اور بائع نے مجکو عمارت اوسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہو بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پہر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسلئے کہ بیان کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہے کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہو اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلاارض وبالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہی اور کافی مین ہے کہ اگر ظہیہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پہل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گہر مین اور مین بہر زناج ڈہیر سے اور موہوب لہ کو کہیت کاٹنے اور پہل توڑنے اور زیور اوکہیڑنے اور عمارت ڈہانے اور ناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کی وجہ سے گویا اون نے علیحدہ کرنیکے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن ندی اور موہوب لہ ویسا کرے تو تاوان اوسپر لازم ہوگا انتہے تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹہیرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنی صحت ہبہ عمارت بلاارض شہورت مین ہی جب کہ واہب نے عمارت ڈہانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اوسپر عمل کیا کذا فی الطحاوی کا شکار سے اَظْهَرُ لِمَا فِي العِمَادِيَّةِ عن خواهرزاده انه لا يرجع واختاره بعضُ المشايخ + اور اشارہ کیا مینے بلفظ اظہر جو تیسری بیت مین اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہے خواہرزادہ سے کہ اگر [illegible] مشتری بائع سے ثمن نہ پہیر لے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی ويَنْظُرُوا اى بِنِكَاحِ مَهْرِهَا لانّهُ ذٰلِكَ لِلإِبَاءِ ابْطَلَهُ فلاحِنثَ فليحفظ اور بلفظ نظر شارہ کیا تیسری بیت مین یعنی زوجہ کی سوت کے ساتھہ نکاح کرنے پر زوج ظفریاب ہوا [illegible] اور اوسنے نفس [illegible] کو باطل کر دیا تو مترجم فرقی سو اسکو یاد رکہنا چاہیے خاتمہ تاتارخانیہ مین ہی طحاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو جیسا کہ [illegible] الحلال ماکول نہو جیسا کہ گوشت اور مانند اسکے تو اپنی ہمنشینون اور ساتھیون کو اسمین سے کچہہ ندی اور اگر فی الحال کہانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اسمین سے کچہہ دی اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکہی سراج وہاج مین ہے ایک مرد مر گیا سو دوسرے شخص نے اوسکے فرزند کو کپڑا بہیجا اوسکے کفن کے واسطے تو اوس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن ہکا کرے اور وہ کپڑا [illegible] اسواسطے رکہہ چہوڑے یا اوسکا نہین جواب یہ ہے کہ کفن اگر میت بزرگ شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اوسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اوسکا مالک نہین [illegible] کفن دیگا تو کپڑا کا پہیرنا [illegible] اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہو کہ کپڑے کو جہان چاہی صرف کری کذا فی الظہیریہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم [illegible] وصلی اللہ علی سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحابہ اجمعین +

خاتمۃ الطبع الحمد للہ والمنۃ کہ جلد تیسری کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ [illegible] بعونہ تعالیٰ باحسن الخیر بین تصحیح اور تحشیہ اور تکمیل بندۂ ضعیف محمد احسن صدیقی سے مطبع صدیقی بانس بریلی مین حلیۂ طبع سے آراستہ ہوئی اللہ تعالیٰ سے امید ہی کہ دونون جلدین باقی بھی اپنے فضل وکرم سے کمال کو پہنچاکر مطبوع خلائق کرے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ علی منبع الرسالۃ واصل الشریعۃ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ❁

اشتہار

حقوق اس کتاب کے حسب قانون بستم ۱۸۴۷ء محفوظ کر لیئے گیے ہین کوئی صاحب بدون اجازت مہتمم مطبع کے قصد طبع نفرمائین

التماس

جس جلد کے خاتمے پر ناظرین مہر طغرائی اخیر نپاوین اسکو مسروق جانکر قصد خریداری نفرمائین

تنبیہ

واسطے رفع مغالطہ اور ریاسات کے کہ یہہ کتاب مطبوع مطبع صدیقی کی ہے سطر اول عنوان لوح کی تشخیص مادہ تاریخ لکھی گئی

